افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

محدث دار العلوم دیوبند

ترتیب

جناب مولانا حسین احمد صاحب پالن پوری

فاضل دار العلوم دیوبند

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

تحفۃ الالمعی

شرح

سنن الترمذی

جلد ششم

افادات

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ

محدث دار العلوم دیوبند

ترتیب

جناب مولانا حسین احمد صاحب پالن پوری

فاضل دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی جلد ششم

افادات : حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

محدث دارالعلوم دیوبند 09412873888

مرتب : جناب مولانا حسین احمد صاحب پالن پوری زید مجدہٗ

فاضل دارالعلوم دیوبند 09837094794

سائز : $\frac{۲۰\times۳۰}{۸}$

صفحات : ۶۲۴

تاریخ طباعت : بار اول ذی قعدہ ۱۴۲۹ ہجری مطابق نومبر ۲۰۰۸ عیسوی

کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹرز، محلّہ اندرون کوٹلہ دیوبند

کاتب : مولوی حسن احمد پالن پوری فاضل دارالعلوم دیوبند 09997658227

پریس : ایچ، ایس پرنٹرس، ۱۴۷ چاندی محل، دریا گنج دہلی (011)23244240

09811122549

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند ضلع سہارن پور۔ (یو، پی)

فہرست مضامین

أبواب الرُّؤْيَا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب الشهادات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

دنیا سے بے رغبتی کا بیان

أبواب صفة القيامة والرقائق والوَرَع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قیامت کے احوال، دل کوموم کرنے والی روایتیں اور پرہیزگاری کی باتیں

أبواب القيامة

أبواب الرقائق

دل نرم کرنے والی باتیں

أبواب الورع

پرہیزگاری کا بیان

أبواب صفة الجنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

جنت کے احوال

متفرق احادیث

أبواب صفة جهنم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

دوزخ کے احوال

أبواب الإيمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

ایمان کا بیان

أبواب العلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

علم کا بیان

أبواب الاستیذان والآداب عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

اجازت طلبی اور سلیقہ مندی کی باتیں

أبواب الأمثال عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

معقول کو محسوس بنا کر پیش کرنا

❁ ❁ ❁

عربی ابواب کی فہرست

أبواب الرؤيا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب الشهادة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب الزهد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبوابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ، وَالرَّقَائِقِ، وَالْوَرَعِ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبوابُ الرَّقَائِقِ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبوابُ الورع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبوابُ صفة الجنة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبوابُ صِفَةِ جهنم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبوابُ الإيمان عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبوابُ العلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب الاستيذان والآداب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

أبواب الأمثال عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ الرُّؤیَا

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

خوابوں کا بیان

الرُّؤیَا: رَآہ یَرَی کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: آنکھ سے دیکھنا، اور دل سے دیکھنا، پھر وہ اسم کے طور پر مستعمل ہے اور الف مقصورۃ کی وجہ سے الدنیا کی طرح غیر منصرف ہے، اور اس کی جمع دُنًی کی طرح رُؤًی ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ ''خواب'' ہے۔ خواب: خوابیدن (سونا) کا حاصل مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: نینداور وہ باتیں جو آدمی نیند میں دیکھتا ہے یعنی سُپنا۔

جاننا چاہئے کہ خیالات کی ریل (Reel) بلاتوقف چلتی رہتی ہے، بیداری میں بھی اور نیند میں بھی مسلسل خیالات آتے رہتے ہیں، حتی کہ نماز میں بھی، اور اگر کوئی شخص کوشش کرے کہ نماز میں خیال نہ آئے تو یہی خیال مسلط ہوجائے گا کہ نماز میں خیال نہیں لانا چاہئے، غرض انسان کے دماغ میں اچھے برے خیالات بارش کی طرح برستے رہتے ہیں، پھر جب وہ وافر مقدار میں جمع ہوجاتے ہیں تو ارادۂ عمل جنم لیتا ہے، پھر اچھا یا برا عمل وجود میں آتا ہے، اور اُن خیالات کے بھی اسباب ہیں، کیونکہ یہ دنیا دارالاسباب ہے، یہاں سنتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر چیز کا سبب ہو۔

اور یہ اسباب جاننے اس لئے ضروری ہیں کہ انسان اچھے اسباب اختیار کرے تاکہ اچھے خیالات آئیں، اور نیک عمل کا جذبہ ابھرے، اور برے خیالات کے اسباب سے بچے تاکہ برے خیالات پیدا نہ ہوں اور آدمی برے کام نہ کرے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ (قسم اول، مبحث اول، باب دہم) میں خیالات کے پانچ اسباب بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

پہلا سبب: جو سب سے بڑا سبب ہے، وہ انسان کی جبلت وفطرت ہے، جبلت: وہ اصلی حالت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے، ہر انسان کی الگ انداز پر تخلیق ہوئی ہے، حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی ایک جبلت بنائی ہے جو کبھی نہیں بدلتی، پس اگر کوئی خبر دے کہ فلاں کی فطرت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو''

اس لئے کہ جیسی فطرت ہوگی ویسے ہی خیالات آئیں گے، اچھی فطرت ہوگی تو اچھے خیالات آئیں گے اور بری فطرت ہوگی تو برے خیالات جنم لیں گے۔

دوسرا سبب: انسان کا مادی مزاج ہے، جو کھانے پینے وغیرہ سے بنتا ہے۔ یہ مزاج لوگوں میں مختلف ہوتا ہے، اور اس کو مختلف کیا بھی جاسکتا ہے، کیونکہ یہ مزاج کھانے پینے کی چیزوں سے اور دوسری تدبیروں سے جو انسان کو گھیرے رہتی ہیں وجود میں آتا ہے، آدمی جس قسم کی چیزیں کھاتا پیتا ہے اور جو کچھ پڑھتا ہے یا جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے ان کی وجہ سے یہ مزاج مختلف ہوتا ہے، اسی لئے شریعت نے حلال وطیب غذا کھانے پر، اچھی صحبت اختیار کرنے پر، اور گندے اشعار سے پیٹ کو محفوظ رکھنے پر زور دیا ہے۔

تیسرا سبب: عادت ومالوف ہے، جس شخص کا جس چیز کے ساتھ بہت زیادہ تعلق ہوتا ہے، اس کو اس چیز کا بار بار خیال آتا ہے، مثلاً جو چائے کا عادی ہے اس کو اس کا خیال آتا ہے، جو بیڑی سگریٹ یا پان تمبا کو کا عادی ہے اس کو ان چیزوں کا خیال آتا ہے، جس کو شراب کی لت پڑی ہوئی ہے اس کے دماغ میں ہر وقت شراب گھسی رہتی ہے، اور جو نماز کا پابند ہے اس کا دل ہمیشہ مسجد میں اٹکا رہتا ہے، اور اس کو بار بار نماز کا خیال آتا ہے۔ وقس علی ہذا۔

چوتھا سبب: اچھے برے اتفاقات ہیں، جیسے: ایک جیب کترا کسی دینی اجتماع میں اپنے مقصد سے گیا، وہاں اس نے کسی مقرر سے کوئی بھلی بات سنی جو اس کے دل میں اتر گئی، اور وہ اس کے لئے باعث انس بن گئی، پس اس کی زندگی بدل گئی، اسی طرح کوئی نیک آدمی بروں کی صحبت میں جا بیٹھا، انھوں نے اس کو ایسی پٹّی پڑھائی کہ زندگی تباہ ہوگئی۔ غرض اس قسم کے اچھے برے اتفاقات بھی خیالات کا سبب بنتے ہیں۔

پانچواں سبب: اچھی بری تاثیر ہے۔ بعض لوگ شیاطین سے متأثر ہوتے ہیں، خواہ وہ شیاطین الانس ہوں یا شیاطین الجن، ان شیاطین کا رنگ آدمی پر چڑھ جاتا ہے، جس کی وجہ سے برے خیالات آنے لگتے ہیں، اور وہ برے اعمال شروع کر دیتا ہے، اور کبھی اس کے برعکس آدمی ملائکہ سے متأثر ہوتا ہے، چاہے وہ نورانی فرشتے ہوں یا صالح انسان، جب ان کا رنگ آدمی پر چڑھتا ہے تو اچھے خیالات آنے لگتے ہیں، اور وہ اچھے اعمال شروع کر دیتا ہے۔

اور خوابوں کا معاملہ: خیالات جیسا ہے یعنی جو خیالات کے اسباب ہیں وہی خوابوں کے بھی اسباب ہیں، اچھے اسباب پیدا ہوتے ہیں تو اچھے خواب نظر آتے ہیں اور برے اسباب جمع ہوتے ہیں تو برے خواب نظر آتے ہیں، البتہ خیالات اور خوابوں میں فرق یہ ہے کہ خیالات میں چیزیں متشکل نہیں ہوتیں، اور خواب میں جو خیالات دل میں گذرتے ہیں وہ دل کی آنکھوں کے سامنے متشکل ہوتے ہیں۔

اور یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ بحالت بیداری جب آدمی کچھ خیال کرتا ہے تو دماغ اس میں مستغرق ہو کر نہیں سوچتا کیونکہ بیداری کی حالت میں آنکھ کچھ دیکھ رہی ہے، کان کچھ سن رہا ہے، منہ میں کوئی چیز ہے، جس کا مزہ زبان لے رہی

ہے، ناک کوئی خوشبو یا بدبو سونگھ رہا ہے، اور جسم سے جو چیز مس کررہی ہے اس کا بھی ادراک ہورہا ہے، اور یہ تمام ادراکات دماغ کرتا ہے۔ اس وجہ سے دماغ پوری طرح خیالات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، پھر جب آدمی سوجاتا ہے تو اس وقت بھی خیالات کا سلسلہ برابر چلتا رہتا ہے، البتہ جب تک نیند گہری ہوتی ہے خواب یاد نہیں رہتے، پھر جب نیند ہلکی پڑتی ہے تو دل میں جو خیالات گذرتے ہیں دماغ ان میں پوری طرح مستغرق ہوکر سوچتا ہے، اس لئے وہ خیالات دل کی نگاہوں کے سامنے متشکل ہوکر نظر آتے ہیں۔

اور یہ تمام خوابوں کی حقیقت کا بیان نہیں، بلکہ صرف ان خوابوں کا بیان ہے جو خیالات ہوتے ہیں، آگے حدیثوں میں خوابوں کی دو قسمیں اور بھی آرہی ہیں، ایک: ڈراؤنا خواب، دوسرا: مبشرات یعنی خوشخبری دینے والے خواب۔ ان خوابوں کی حقیقت جدا ہے، دراؤنے خواب شیطان کا تماشہ ہوتے ہیں جیسے ایک صحابی نے اپنا خواب بیان کیا کہ گویا ان کا سر قلم کردیا گیا، نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''جب شیطان تم میں سے کسی کے ساتھ نیند میں کھلواڑ کرے تو اس کو لوگوں سے بیان نہ کیا کرو'' (رواہ مسلم، مشکوۃ کتاب الرؤیا حدیث ۴۶۱۶) اور مبشرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں۔

پھر جس طرح خیالات: قوت متخیلہ میں مخزونہ (بھرے ہوئے) تصورات میں قوت متصرفہ کی کارستانی سے پیش آتے ہیں اسی انداز پر خواب بھی نظر آتے ہیں، چنانچہ قدیم زمانہ میں کسی نے یہ خواب نہیں دیکھا تھا کہ وہ ہوائی جہاز میں اڑ رہا ہے، کیونکہ اس وقت ہوائی جہاز تصورات میں نہیں تھا، مگر اب لوگ ایسے خواب دیکھتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جزئیاتِ مادیہ کا ادراک کرنے کے لئے قدرت نے حیوانات کو پانچ حواس ظاہرہ عطا کئے ہیں یعنی سامعہ، باصرہ، شامہ، ذائقہ اور لامسہ۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات انسان کو پانچ حواس باطنہ بھی دیئے ہیں، یعنی حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ اور متصرفہ۔ حس مشترک کا کام حواس ظاہرہ کی حاصل کی ہوئی صورتوں کو قبول کرنا ہے، پھر حس مشترک ان صورتوں کو خزانۂ خیال میں جمع کردیتی ہے تاکہ وہ بوقت ضرورت کام آئیں۔ اور وہم کا کام محسوس چیزوں کی ان معنوی باتوں کا ادراک کرنا ہے جو حواس ظاہرہ سے حاصل نہیں ہوسکتیں، جیسے بچہ قابلِ محبت ہے اور سانپ قابلِ خوف، اور واہمہ جن معانی کا ادراک کرتا ہے وہ ان مدرکات کو حافظہ میں رکھ لیتا ہے، یہ قوت: واہمہ کے مدرکات کا خزانہ ہے اور قوت متصرفہ کا کام یہ ہے کہ حواس ظاہرہ اور باطنہ کے دونوں خزانوں (خیال وحافظہ) میں جو صورتیں ہوتی ہیں: یہ قوت ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ جوڑتی ہے اور بعض کو بعض سے توڑتی ہے، اور اس طرح تصرف کرکے نئے نئے فارمولے بناتی ہے اور اس کا یہ عمل صرف بیداری ہی میں جاری نہیں رہتا بلکہ نیند میں بھی جاری رہتا ہے، اس لئے طرح طرح کے خواب نظر آتے ہیں، اور یہ خواب تعبیر کے محتاج نہیں ہوتے، یہ بلی کے خواب کے چھیچھڑے ہوتے ہیں، اسی طرح جو خواب شیطان کا ڈراوا ہوتے

ہیں ان کی بھی کوئی تعبیر نہیں ہوتی، تعبیر کے محتاج صرف مبشرات ہوتے ہیں۔

اور یہ بات تعبیر بتانے والا جانتا ہے کہ کونسا خواب کس قسم کا ہے، جب مصر کے بادشاہ نے دربار والوں کے سامنے اپنا خواب بیان کر کے تعبیر چاہی تو وہ لوگ کہنے لگے: یہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں (یوسف ۴۴) ان کی یہ بات اگرچہ صحیح نہیں تھی مگر اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ پریشان خیالات کی تعبیر نہیں ہوتی، اور یہ حدیث ابھی گذری ہے کہ ایک صحابی نے خواب دیکھا کہ گویا ان کا سر کاٹ دیا گیا، نبی ﷺ نے اس کو شیطان کا ڈراوا قرار دیا، غرض تعبیر صرف مبشرات کی ہوتی ہے۔

اور خواب کی تعبیر کے لئے کوئی مقررہ ضابطہ نہیں، جو شخص عالم ہوتا ہے، اور خواب دیکھنے والے کی زبان اور اس کے محاورات سے واقف ہوتا ہے، نیز وہ خواب دیکھنے والے کے احوال سے بھی واقف ہوتا ہے، وہ مختلف قرائن سے معلوم کر لیتا ہے کہ خواب کا کونسا جز مقصود ہے، اور اس کی کیا مراد ہے، مثلاً: مجھ سے ایک شخص نے خواب بیان کیا کہ وہ اکثر اپنے کمرے میں دو چھپکلیوں کو لڑتے ہوئے دیکھتا ہے، میں نے اس سے پوچھا: آپ کے گھر میں عورتیں کون کون ہیں؟ اس نے کہا: ایک میری بیوی ہے اور ایک میری بہن، میں نے پوچھا: وہ آپس میں کبھی لڑتی ہیں؟ کہنے لگا: ہر وقت لڑتی رہتی ہیں، میں نے کہا: وہی لڑائی تجھے خواب میں دکھائی جارہی ہے۔ یا جیسے حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک طالب علم نے ان سے اپنا خواب بیان کیا کہ وہ فجر کے بعد جب بھی تلاوت کے لئے بیٹھتا ہے تو پارہ ﴿لَايُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ﴾ سے تلاوت شروع کرتا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ نے اس سے کہا: تو لوگوں کی غیبت کرتا ہے، اسے چھوڑ دے۔

غرض اس طرح مختلف مناسبات سے تعبیر دی جاتی ہے، اس کے لئے کوئی مقررہ اصول نہیں، اور ''تعبیر نامۂ خواب'' جو علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے اور اردو میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے وہ ابن سیرین کی نہیں ہے، کسی نے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے، اور اس میں جو اصولِ تعبیر بیان کئے گئے ہیں وہ ظنی اور تقریبی ہیں، ان اصول سے ہمیشہ تعبیر نہیں نکالی جاسکتی۔

بابٌ: أَنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِن سِتَّةٍ وَأَرْبعِينَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ

مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

مؤمن کا خواب یعنی اچھا خواب، جس کو حدیث میں بشری من اللہ (اللہ کی طرف سے خوشخبری) کہا گیا ہے وہ کمالاتِ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا:

۱-إِذا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ لم تَكَدْ رُؤْيَا المُؤْمِن تَكْذِبُ: جب زمانہ نزدیک آئے گا تو مؤمن کا خواب قریب نہیں کہ جھوٹا ہو، یعنی اس زمانہ کے خواب اکثر سچے ہونگے۔

تشریح: باب سمع اور کرم سے قَرِبَ کے معنی ہیں: نزدیک ہونا، لگ جانا اور مل جانا، اور باب افتعال سے اقْترب القومُ کے معنی ہیں: ایک دوسرے سے نزدیک ہونا، اور حدیث میں جو اقترابِ زمان آیا ہے اس کی چار تفسیریں کی گئی ہیں:

پہلی تفسیر: قیامت کا نزدیک آنا مراد ہے: آگے حدیث (۲۲۸۶) میں اقترب الزمان کے بجائے فی آخر الزمان آیا ہے، یعنی قیامت کے قریب میں ایسا ہوگا، ان لفظوں سے اس پہلی تفسیر کی تائید ہوتی ہے، مگر احتمال ہے کہ یہ روایت بالمعنی ہو یعنی راوی نے جو سمجھا اس کے مطابق الفاظ بدل دیئے۔

دوسری تفسیر: طَیِّ زمان مراد ہے، جس طرح زمین لپیٹی جاتی ہے یعنی اس کے اجزاء ایک دوسرے سے قریب کئے جاتے ہیں، جس کو طیِّ ارض کہتے ہیں اسی طرح زمانہ (وقت) بھی لپیٹا جاتا ہے، سال اس طرح گذر جاتا ہے جیسے مہینہ گذر گیا، اور مہینہ جیسے ہفتہ، اور ہفتہ جیسے ایک دن، یہ صورتِ حال قیامت سے پہلے پیش آئے گی، اس زمانہ کے خواب اکثر سچے ہونگے (یہ تفسیر اور پہلی تفسیر قریب ہیں)

تیسری تفسیر: رات دن کا مساوی ہونا مراد ہے یعنی جب رات دن برابر ہوتے ہیں اس وقت کے خواب اکثر سچے ہوتے ہیں، کیونکہ جب رات لمبی ہوتی ہے اور آدمی ضرورت سے زیادہ سوتا ہے تو پراگندہ خیالات آتے ہیں، اور جب رات چھوٹی ہوتی ہے اور نیند پوری نہیں ہوتی تو بھی خواب یاد نہیں رہتے، اور اعتدال کے زمانہ کے خواب عام طور پر سچے ہوتے ہیں۔

چوتھی تفسیر: صبح کی نزدیکی مراد ہے، آگے حدیث (نمبر ۲۲۷۲) آرہی ہے کہ سحری کے وقت کے خواب زیادہ تر سچے ہوتے ہیں۔

فعل کاد کا استعمال:

اور حدیث میں جو فعل کاد آیا ہے وہ جب محل اثبات میں استعمال ہوتا ہے تو فعل کی نفی کرتا ہے، اور جب محل نفی میں استعمال ہوتا ہے تو فعل کا اثبات کرتا ہے، جیسے سورۂ طٰہٰ (آیت ۱۵) میں ہے: ﴿إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا﴾: قیامت یقیناً آنے والی ہے، قریب ہوں میں کہ اس کو پوشیدہ رکھوں، یعنی مخلوق کو قیامت کی بھنک نہ پڑنے دوں مگر اللہ کا کرم ہے کہ اللہ نے قیامت کی پیشگی اطلاع دیدی، قیامت کا علم چھپایا نہیں، یہ کاد محل اثبات میں ہے اس لئے فعل (چھپانے) کی نفی کرتا ہے، اور سورۃ البقرہ (آیت ۷۱) میں بنی اسرائیل کی گائے کا واقعہ ہے: ﴿فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ پھر ان لوگوں نے گائے ذبح کی اور وہ کرتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے تھے، یعنی ان کی بہانہ

بازیوں سے ایسا نظر آتا تھا کہ وہ گائے ذبح نہیں کریں گے، مگر بہر حال انھوں نے گائے ذبح کی، یہ کادمحل نفی میں ہے اس لئے فعل کا اثبات کرتا ہے۔

اوراس حدیث میں چونکہ کادمحل نفی میں آیا ہے اس لئے اثبات کرے گا، یعنی آخر زمانہ میں مؤمن کا خواب کبھی جھوٹا پڑے گا، مگر ایسا بہت کم ہوگا، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ سنگین حالات میں اور فتنوں کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کرتے ہیں جن سے مؤمن کے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے، قیامت کے قریب میں فتنوں کا دور دورہ ہوگا، ایک فتنہ ختم نہیں ہوگا کہ دوسرا فتنہ سر ابھارے گا، اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ مختلف کرشمے دکھائیں گے، جانور انسانوں سے باتیں کریں گے، آدمی کی ران اس کواس کے گھر والوں کے احوال بتائے گی، اس زمانہ میں مؤمنین کو سچے خواب نظر آئیں گے اوراس طرح اللہ تعالیٰ مؤمنین کے ایمان کی حفاظت فرمائیں گے۔

۲-وأَصدقهم رُؤْيَا أصدقُهم حديثا: اورلوگوں میں سب سے زیادہ سچے خواب والا بندہ وہ ہوگا جولوگوں میں سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا ہوگا۔

تشریح: جس طرح عملیات میں صدقِ مقال اور اکلِ حلال کا بڑا دخل ہے اسی طرح خوابوں کے سچے ہونے میں بھی ان دونوں باتوں کا بڑا دخل ہے، جو شخص حلال وطیب چیزیں کھاتا ہے اور ہمیشہ سچ بولتا ہے اس کے خواب زیادہ تر سچے ہوتے ہیں۔

۳-ورُؤْيَا المسلمِ جزءٌ من ستة وأربعين جزءً من النبوة: اورمسلمان کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

تشریح: اس حدیث کا شانِ ورود اگلے باب میں آرہا ہے، جب نبی ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی، اب نہ کوئی نیا رسول آئے گا اور نہ نیا نبی، تو صحابہ کو تشویش ہوئی، نبوت کے ذریعہ لوگوں کو خیر کی باتیں معلوم ہوتی ہیں، اب لوگ اس سے محروم ہوگئے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''مگر خوش کن باتیں ابھی باقی ہیں'' ان کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اوراس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ امت کو خیر کی باتیں بتلائیں گے، صحابہ نے پوچھا: خوش کن باتیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''مسلمان کا خواب جو کمالاتِ نبوت میں سے ایک کمال ہے'' پس صحابہ کو اطمینان ہوگیا کہ الحمد للہ! ابھی خیر کا دروازہ پوری طرح بند نہیں ہوا، ایک صورت اب بھی باقی ہے۔

مختلف اعداد میں تطبیق:

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ حدیثوں میں پندرہ اعداد آئے ہیں یعنی سچا خواب: نبوت کا کونسا جزء ہے؟ اس سلسلہ میں کم از کم ۲۴ اور زیادہ سے زیادہ ۷۶ کا عدد آیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۲: ۳۶۲) میں ان کو جمع کیا ہے۔ اوران اعداد میں مشہور روایت ۴۶ کی ہے، جیسا کہ اس حدیث میں ہے، یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور اگلی روایت حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی ہے، اس میں بھی یہی عدد ہے۔ اور باب دوم کی

روایت میں کوئی عدد نہیں، مطلق ہے کہ مسلمان کا خواب: نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے، اور باب ۶ حدیث ۲۲۷۶ میں چالیس کا عدد آیا ہے۔ اس اختلافِ عدد کی توجیہ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے یہ کی ہے کہ خواب دیکھنے والوں کے صلاح وتقوی کے اختلاف سے نسبتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جو شخص جس قدر متقی ہوگا اس کا خواب اسی قدر اہم ہوگا، اور عدد چھوٹا ہوگا۔ مثلاً: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب: نبوت کا ۲۴واں جزء ہوگا، اور دوسرے صدیقوں کے خواب ۲۵ یا ۲۶ یا ۲۷واں حصہ ہونگے، اسی طرح صالحین کے بھی مختلف درجات ہیں، پس جس قدر ان کے اخلاص میں، صدقِ مقال واکلِ حلال میں، اور نیتوں کی صداقت میں کمی ہوگی عدد بڑھتا جائے گا، اور اوسط عدد یعنی عام صالحین کے خوابوں کی نسبت ۴۶ ہے، یہ ایک بہترین توجیہ ہے [1]

فائدہ: اور ۴۶ کے عدد کی جو مشہور توجیہ ہے کہ نبوت کی کل مدت ۲۳ سال ہے، اور ان میں سے ابتدا کے ۶ ماہ سچے خوابوں کا زمانہ ہے، اور ۲۳ کا دوگنا ۴۶ ہے پس اس طرح سچے خواب: نبوت کا ۴۶واں حصہ ہوئے۔

اس توجیہ پر خطابی اور ابن بطال نے اشکال کیا ہے کہ سچے خوابوں کا زمانہ ۶ ماہ ہونا کسی روایت میں منصوص نہیں (فتح الباری ۱۲: ۳۶۴) علاوہ ازیں: اس سے ایک عدد کی توجیہ تو ہو جاتی ہے مگر باقی اعداد بغیر توجیہ کے رہ جاتے ہیں، اس لئے یہ توجیہ ٹھیک نہیں، بات وہی دل لگتی ہے جو حضرت گنگوہی قدس سرہ نے بیان فرمائی ہے۔

اور اس کی نظیر: جماعت کی فضیلت کی روایات ہیں۔ عام روایات میں جماعت کا ثواب ۲۵ گنا آیا ہے، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ۲۷ گنا آیا ہے۔ اس کی ایک توجیہ علماء نے یہ کی ہے کہ یہ ثواب اس صورت میں ہے جبکہ امام پرہیزگار ہو، نمازیوں میں نیک لوگ شامل ہوں اور جماعت بڑی ہو تو یہ ثواب ہے، یعنی خارجی چیزوں کے اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح خوابوں کا معاملہ ہے، خواب دیکھنے والوں کی ایمانی حالت جس قدر قوی ہوگی خواب اہم ہوگا، اور وہ کمالاتِ نبوت کا اہم حصہ ہوگا اور نسبت کا عدد چھوٹا ہوگا۔ اور ایمانی حالت کمزور ہوگی یا صدق مقال اور اکل حلال کا اہتمام نہیں ہوگا تو خواب کی اہمیت گھٹ جائے گی اور نسبت ظاہر کرنے والا عدد بڑھ جائے گا، اور عمومی احوال کے اعتبار سے مؤمنین کے خواب: کمالاتِ نبوت کا ۴۶واں حصہ ہوتے ہیں۔

ملحوظہ: اور نسبت دیکھنے کا طریقہ پہلے أبو اب البر و الصلة میں بیان کیا گیا ہے (دیکھیں باب ۶۵)

۴- **والرؤيا ثلاث: فالرؤيا الصالحةُ بُشرى مِن الله؛ والرؤيا مِن تحزين الشيطان؛ والرؤيا مما يُحَدِّثُ بها الرجل نفسَه:** خواب کی تین قسمیں ہیں: (۱) نیک خواب: جو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہوتا ہے (۲) اور وہ خواب جو

(۱) الکوکب الدری کی عبارت یہ ہے: **وجه الجمع: اختلافُ أحوال الرجال في إخلاصهم، وتفاوتُهم في صدق نياتهم** یعنی مختلف اعداد میں جمع کرنے کی صورت: لوگوں کے احوال کا اختلاف ہے ان کے اخلاص میں، اور ان کا متفاوت ہونا ہے ان کی نیتوں کے سچے ہونے میں، اسی عبارت کا مطلب حضرت الاستاذ نے اوپر بیان کیا ہے ۱۲

شیطان کا غمگین کرنا ہے (۳) اور وہ خواب جس میں آدمی اپنے دل سے باتیں کرتا ہے، یعنی پراگندہ خیالات۔

تشریح:

۱- رویا صالحہ کی دو قسمیں ہیں: بُشری من اللہ اور رؤیا ملکی یعنی نیک آدمی کا خواب۔

اول: وہ خواب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھلایا جاتا ہے۔ اور وہ مؤمن کے لئے خوشخبری ہوتا ہے، آگے حدیث میں آرہا ہے: یَراھا المسلمُ أو تُری له: جس کو کوئی مسلمان دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے، جیسے حضرت ام العلاء انصاریہؓ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو ان کی وفات کے بعد دیکھا کہ ان کے لئے ایک چشمہ جاری ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ چشمہ ان کا عمل ہے جو ان کے لئے بہہ رہا ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے لئے بعد از وفات بشارت ہے۔

دوم: ملکوتی خواب یعنی نیک آدمی کا خواب: یہ خواب آدمی کی خوبیوں اور خرابیوں کا تمثل (پیکر محسوس) ہوتا ہے، اگر خوبی متمثل ہوتی ہے تو وہ محض بشارت ہوتی ہے، اور خرابی متمثل ہوتی ہے تو وہ تنبیہ ہوتی ہے۔ اور وہ بھی نتیجہ کے اعتبار سے بشارت ہوتی ہے۔

۲- شیطان کا ڈراوا یعنی خواب میں شیطان پریشان کرتا ہے، کسی ملعون جانور کی شکل میں انسان کو نظر آتا ہے جس سے آدمی ڈر جاتا ہے اور دل میں وحشت اور خوف پیدا ہوتا ہے، ایسے خوابوں کا علاج آگے آرہا ہے۔

۳- وہ خواب جو خیالات ہوتے ہیں وہ دو طرح کے ہوتے ہیں:

اول: جو ایسی عادت کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں جس کا نفس بیداری میں خوگر ہو چکا ہوتا ہے اور وہ عادت قوتِ خیالیہ میں محفوظ ہو چکی ہوتی ہے، اور جو چیز خیال میں ہوتی ہے وہ حس مشترک میں ظاہر ہوتی ہے، یعنی اس کے تصورات آتے ہیں، جیسے کوئی شراب کا عادی ہو تو اس کو خواب میں اس کے خیالات آتے ہیں۔

دوم: وہ خیالات ہیں جو فطری طور پر کسی خِلط کے غلبہ سے اور بدن میں اس کی تکلیف کے احساس سے پیدا ہوتے ہیں، جیسے بیمار آدمی خواب دیکھتا ہے کہ اس کے آپریشن کی تیاری ہو رہی ہے، ان خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ تعبیر صرف مبشرات کی ہوتی ہے۔

فائدہ (۱): اچھے خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کو تعلیم بھی دیتے ہیں، جیسے سورۂ ص کی تفسیر (ترمذی ۲: ۱۵۵) میں یہ حدیث آرہی ہے کہ نبی ﷺ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا، پس اللہ تعالیٰ نے پوچھا: فرشتے کس امر میں بحث کر رہے ہیں؟ الخ اس حدیث میں درجات اور کفارات کا بیان ہے یعنی کن اعمال سے مرتبے بلند ہوتے ہیں اور کن اعمال سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اسی طرح متعدد خوابوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو آئندہ پیش آنے والے واقعات سے واقف کیا ہے، اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

فائدہ(۲): اورخوابوں کی تعبیر جاننے کا کوئی مخصوص طریقہ نہیں، کیونکہ کبھی مسمّی سے اسم مراد ہوتا ہے، کبھی لازم سے ملزوم مراد ہوتا ہے، کبھی صفت سے موصوف مراد ہوتا ہے، اس لئے اس کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں، یہ بات تعبیر دینے والے کی ذہانت پر موقوف ہے، اس کی کچھ تفصیل رحمۃ اللہ الواسعہ (۵۳۸:۵) میں ہے۔

۵- **فإذا رأى أحدكم ما يَكْرَهُ فليقم، ولْيَتْفُلْ، ولا يحدِّثْ به الناسَ**: پس جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو ناپسند ہو تو اٹھ جائے اور تھتکار دے، اور کسی سے خواب بیان نہ کرے۔

تشریح: اچھا خواب نظر آئے تو تین کام کرنے چاہئیں: (۱) اس خواب پر اللہ کی تعریف کرے (۲) اس خواب سے خوش ہو (۳) وہ خواب دوسروں سے بیان کرے، مگر ایسے شخص سے بیان کرے جو خواب دیکھنے والے سے محبت رکھتا ہو، جو اس کو ناپسند کرتا ہو اس سے بیان نہ کرے۔

اور ناپسندیدہ خواب دیکھنے پر چھ کام کرے: (۱) اس خواب کی برائی سے اللہ کی پناہ چاہے (۲) شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے (۳) جب نیند سے بیدار ہو تو بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے (۴) اس خواب کا تذکرہ کسی سے نہ کرے (۵) کم از کم دو نفلیں پڑھے (۶) اور پہلو بدل کر سو رہے۔

۶- نبی ﷺ نے یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یا محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے خواب میں بیڑی پسند ہے اور میں طوق کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ بیڑی دین میں مضبوطی کا رمز ہے (اور طوق جہنمیوں کا زیور ہے)

تشریح: حدیث کا یہ جزء مرفوع ہے یا موقوف یا مقطوع؟ اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام خواب میں بیڑی کو پسند کرتے تھے۔ طوق کو ناپسند کرتے تھے۔ اور حضرت گنگوہی کی رائے یہ ہے کہ ایک دوسری سند سے اس کا مرفوع ہونا ثابت ہے، پس اس پر حمل کرنا اولیٰ ہے یعنی یہ جز بھی مرفوع ہے۔

دوسری حدیث: میں جو حضرت عبادہؓ کی ہے صرف تیسرا مضمون ہے، یعنی مؤمن کا خواب نبوت کا ۴۶ واں جزء ہے، اس کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے (بیڑی: وہ زنجیر جس سے مجرموں کے ہاتھ باندھتے ہیں)

أبواب الرُّؤْيَا

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[۱-] بابٌ: أَنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ

[۲۲۶۸-] حدثنا نَصْرُ بنُ عَلِيٍّ، نا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقفِيُّ، نا أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

[۱-] إِذَا اقْتَرَبَ الزَّمَانُ: لَمْ تَكَدْ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ.

[۲-] وَأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا.

[۳-] وَرُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ.

[٤-] وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: فَالرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ بُشْرَى مِنَ اللّٰهِ، وَالرُّؤْيَا مِنْ تَحْزِيْنِ الشَّيْطَانِ، وَالرُّؤْيَا مِمَّا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ.

[٥-] فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ وَلْيَتْفُلْ وَلَا يُحَدِّثْ بِهِ النَّاسَ.

[٦-] قَالَ: وَأُحِبُّ القَيْدَ فِي النَّوْمِ، وأَكْرَهُ الغُلَّ، القَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ. هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

[۲۲٦۹-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَيْلَانَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ أَنَسًا، يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ "

وفی الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأَبِيْ رَزِيْنٍ العُقَيْلِيِّ، وأَنَسٍ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَعَوْفِ بنِ مَالِكٍ، وابنِ عُمَرَ، حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ صحيحٌ.

بابٌ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ

نبوت تکمیل پذیر ہوگئی اور خوش کن باتیں باقی ہیں

حدیث: اس حدیث کا ترجمہ پہلے باب میں آچکا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: رسالت مکمل ہوگئی اور نبوت بھی، اب میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگوں کو یہ بات دشوار معلوم ہوئی کیونکہ خیر کی راہ بند ہوگئی پس نبی ﷺ نے فرمایا: مگر خوش کن باتیں باقی ہیں، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! خوش کن باتیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''مسلمان کا خواب، وہ نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے''

تشریح: جن کمالات کے مجموعہ پر نبوت ملتی تھی، جن کو اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ہی جانتے ہیں، ان میں سے ایک سچا خواب بھی ہے اور وہ کمالاتِ نبوت کا ایک حصہ ہے، اس ذریعہ سے اللہ تعالیٰ مؤمنین کو غیب کی باتیں بتاتے ہیں۔

[۲-] بابٌ ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ

[۲۲۷۰-] حدثنا الحَسَنُ بنُ مُحمدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، نا عَفَّانُ بنُ مُسْلِمٍ، نا عَبْدُ الْوَاحِدِ، نا الْمُخْتَارُ بنُ فُلْفُلٍ، نا أَنَسُ بنُ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ، فَلَا رسولَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ" قَالَ: فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ:" لٰكِنِ الْمُبَشِّرَاتُ" فَقَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ؟ قَالَ:" رُؤْيَا الْمُسْلِمِ، وَهِيَ جُزْءٌ مِنْ أَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ "

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ هُريرةَ، وَحُذَيْفَةَ بنِ أَسِيْدٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأُمِّ كُرْزٍ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ الْمُخْتَارِ بنِ فُلْفُلٍ.

بابُ قَوْلِهِ ﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

مؤمنین کے لئے دنیوی زندگی میں خوشخبری ہے

سورۂ یونس (آیت ۶۲-۶۴) میں ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ، الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ، لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ، لَاتَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ترجمہ: سنو! اللہ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں، (اللہ تعالیٰ ان کو خوفناک اور غمناک حوادث سے بچاتے ہیں) اور یہ اللہ کے دوست وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں، ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے، اور اللہ کی باتوں کے لئے یعنی ان کے وعدوں میں کوئی فرق نہیں آتا، اور یہ بشارت بڑی کامیابی ہے۔ اور سورۂ حم السجدۃ (آیت ۳۰-۳۲) میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ الآية: یعنی جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر مستقیم رہے یعنی اس کو چھوڑا نہیں، تو ان پر فرشتے اترتے ہیں اور وہ کہتے ہیں: تم کچھ اندیشہ نہ کرو، اور نہ رنج کرو، اور تم جنت کی خوشخبری سن لو، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے اور ہم تمہارے رفیق ہیں دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، اور تمہارے لئے جنت میں ہر وہ چیز ہے جس کو تمہارا جی چاہے گا، اور تمہارے لئے جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کو تم مانگو گے، یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے، یعنی یہ نعمتیں اکرام کے ساتھ ملیں گی جس طرح مہمان کو ملتی ہیں۔

مؤمنین جب آخرت میں پہنچیں گے تو ان کو جنت کی اور اس کی نعمتوں کی جو خوشخبری ملائکہ دیں گے وہ تو ظاہر ہے، مگر دنیا میں خوشخبری کی کیا صورت ہوتی ہے اس کا تذکرہ درج ذیل روایات میں ہے۔

حدیث (۱): مصر کے ایک شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ کی تفسیر پوچھی کہ دنیا میں خوشخبری کس طرح ملتی ہے؟ حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ بات نبی ﷺ سے پوچھی ہے کسی نے مجھ سے آپ کے علاوہ یہ بات نہیں پوچھی، ہاں ایک اور شخص نے بھی یہ بات پوچھی تھی، اور جب میں نے نبی ﷺ سے اس کی تفسیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے آپ کے علاوہ کسی نے مجھ سے "بشری" کے بارے میں نہیں پوچھا۔ اس آیت میں بشری سے مراد نیک خواب ہے جس کو مسلمان دیکھتا ہے، یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ نیک خوابوں کے ذریعہ مؤمنین کو ان کے اچھے احوال بتلاتے ہیں، اور اسی قسم کے خوابوں

کے ذریعہ پیر اپنے مریدین کے احوال سے واقف ہوتے ہیں اور ان کے مقاماتِ سلوک کا اندازہ کرتے ہیں، پھر اسی کی بنیاد پر اجازت دیتے ہیں۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: أصدق الرؤیا بالأسحار: صبح کے قریب میں دیکھے ہوئے خواب زیادہ تر سچے ہوتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث درّاج کی ہے، وہ ابوالہیثم سے روایت کرتے ہیں، اور دراج کی ابوالہیثم سے روایات مستقیم نہیں ہوتیں...... صبح کے قریب چونکہ نیند پوری ہوجاتی ہے، معدہ خالی ہوجاتا ہے، اور طبیعت کے تقاضے تھم جاتے ہیں اس لئے اس وقت ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور مؤمن کو خوش کن خواب دکھاتے ہیں، اسی مناسبت سے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی ہے۔

حدیث (۳): حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی ہے اس میں بھی وہی مضمون ہے جو پہلی حدیث میں ہے، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اُس حدیث کی تحسین کی ہے، اور اِس حدیث کی سند میں بھی ابوسلمہ اور حضرت عبادہ کے درمیان مجہول واسطہ ہے، پھر بھی یہ حدیث شاہد بن سکتی ہے، اور ہمارے نسخہ میں اگرچہ اس حدیث پر کوئی حکم نہیں، مگر مصری نسخہ میں: قال أبو عیسی: هذا حدیثٌ حسنٌ ہے، پس ایک حدیث حسن دوسری حدیث حسن کے لئے شاہد بن سکتی ہے، اور حرب بن شداد نے یہ حدیث یحیٰی بن ابی کثیر سے روایت کی ہے، اور تحدیث کی صراحت کی ہے، اور عمران القطان بصیغۂ عن روایت کرتے ہیں۔

[۳-] بابُ قَوْلِهِ: ﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾

[۲۲۷۱-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ ابنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ فَقَالَ: مَا سَأَلَنِيْ عَنْهَا أَحَدٌ غَيْرُكَ، إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ، مُنْذُ سَأَلْتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم: سَأَلْتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " مَاسَأَلَنِيْ عَنْهَا أَحَدٌ غَيْرُكَ مُنْذُ أُنْزِلَتْ: هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، يَرَاهَا الْمُسْلِمُ أَوْ تُرَى لَهُ "

وفي الباب: عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۲۲۷۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا ابنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِيْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " أَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْأَسْحَارِ "

[۲۲۷۳-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا حَرْبُ بنُ شَدَّادٍ، وَعِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ يَحْيىَ

بنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، قَالَ: نُبِئْتُ عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، قَالَ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ قَوْلِهِ تَعَالىٰ: ﴿لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ قَالَ: "هِيَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ، يَرَاهَا الْمُؤْمِنُ، أَوْ تُرَى لَهُ" قَالَ حَرْبٌ فِيْ حَدِيْثِهِ: حدثنا يَحْيىَ.

بابُ ماجاء في قَوْلِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ رَآنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِيْ"

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے دیکھا

نبی ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے تعلق سے دو متفق علیہ روایتیں ہیں:

پہلی حدیث: مَنْ رآني في المنام فَسَيَرَانِي في اليَقْظَةِ، وَلاَ يَتَمَثَّلُ الشيطانُ بِيْ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں مجھے دیکھے گا، اور شیطان میرا پیکرا ختیار نہیں کرسکتا۔

تشریح: اس حدیث کا تعلق حیاتِ نبویؐ سے ہے، جب آپ ﷺ بقید حیات تھے اس وقت اگر کوئی آپؐ کو خواب میں دیکھتا تو اس کی تعبیر یہ تھی کہ وہ بیداری میں آپؐ کو دیکھے گا، اور خواب میں آپؐ کو دیکھنا آپؐ ہی کو دیکھنا تھا، کیونکہ شیطان خواب میں بھی آپؐ کی شکل نہیں بنا سکتا۔

دوسری حدیث: مَنْ رَآنِيْ في المنام فقد رآني، فإنَّ الشيطانَ لاَيَتَمَثَّلُ بِيْ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میرا پیکرا ختیار نہیں کرسکتا۔

تشریح: یہ حدیث بھی متفق علیہ ہے، اور متقدمین میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ جس نے نبی ﷺ کو آخری زندگی والے حلیہ میں دیکھا: اس نے بالیقین آپؐ کو دیکھا، چنانچہ وہ حضرات خواب دیکھنے والے سے حلیہ دریافت کیا کرتے تھے، اگر خواب دیکھنے والا وہ حلیہ بیان کرتا جو آپؐ کا آخری زندگی میں تھا تو وہ اس خواب کی تصدیق کرتے تھے، ورنہ کہتے کہ آپ نے نبی ﷺ کو خواب میں نہیں دیکھا۔

اور متقدمین کی دوسری رائے یہ ہے کہ جس نے آپؐ کو آپؐ کے حلیہ میں دیکھا خواہ وہ آخری زندگی کا حلیہ ہو یا پہلے کا اس نے آپؐ کو دیکھا اور اگر ایسی حالت میں دیکھا جو آپؐ کا حلیہ کبھی نہیں رہا تو اس نے آپؐ کو نہیں دیکھا۔

اور متأخرین کی رائے یہ ہے کہ خواب دیکھنے والے نے آپؐ کو جس حلیہ میں بھی دیکھا ہو اگرچہ نامناسب حلیہ میں دیکھا ہو اور خواب میں قرائن سے جانا ہو کہ یہ نبی ﷺ ہیں تو وہ آپؐ ہی ہوتے ہیں اور کوئی نہیں ہوتا، خواہ روایات میں منقول حلیہ میں دیکھا ہو یا کسی اور حلیہ میں۔

اور حضرت گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں: یہی رائے برحق ہے، کیونکہ خواب دیکھنے والے کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے اس کی شکل میں آپؐ نظر آتے ہیں، نیز خواب دیکھنے والے کی ایمانی حالت، نیت اور امور باطنہ کے اختلاف

سے بھی آپ کی زیارت مختلف صورتوں میں ہوتی ہے۔

[٤-] بابُ ماجاء فی قَوْلِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم: "مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ"

[٢٢٧٤-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِیٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِی الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِیْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَتَمَثَّلُ بِیْ"

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ ھریرۃَ، وأَبِیْ قَتَادَةَ، وابنِ عَبَّاسٍ، وأَبِیْ سَعِيْدٍ، وَجَابِرٍ، وأَنَسٍ، وأَبِیْ مَالِكٍ الْأَشْجَعِیِّ، عَنْ أَبِيْهِ، وَأَبِی بَكْرَةَ، وأَبِیْ جُحَيْفَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء إذَا رَأَى فِی الْمَنَامِ مَا يَكْرَهُ: مَايَصْنَعُ؟

جب ناپسندیدہ خواب نظر آئے تو کیا کرے؟

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے، پس جب تم میں سے کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو اس کو ناپسند ہو تو چاہئے کہ وہ اپنی بائیں طرف تین بار تھتکار دے، اور چاہئے کہ وہ اللہ کی پناہ چاہے، اس خواب کی برائی سے، پس بیشک وہ خواب اس کو ضرر نہیں پہنچائے گا، یعنی اس عمل سے اس کے وساوس ختم ہو جائیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں نبی ﷺ نے لفظ رؤیا اچھے خواب کے لئے استعمال کیا ہے اور برے خواب کے لئے لفظ حُلْم استعمال کیا ہے، مگر لغت کے اعتبار سے یہ دونوں لفظ عام ہیں، ہر قسم کے خواب کے لئے دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں...... اور اس حدیث میں ناپسندیدہ خواب دیکھنے کی صورت میں دو کام کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، دیگر روایات میں جو آگے آرہی ہے اور اعمال بھی منقول ہیں۔

[٥-] بابُ ماجاء إذَا رَأَى فِی الْمَنَامِ مَا يَكْرَهُ: مَايَصْنَعُ؟

[٢٢٧٥-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بنِ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِیْ سَلَمَةَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِیْ قَتَادَةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، أَنَّهُ قَالَ: "الرُّؤْيَا مِنَ اللّٰهِ، وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَكْرَهُهُ: فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهَا، فَإِنَّهَا لَاتَضُرُّهُ"

وفی الباب: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَأَبِیْ سَعِيْدٍ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی تَعْبِیرِ الرُّؤْیَا

خوابوں کی تعبیر کا بیان

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: رُؤْیَا المُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّۃِ: مسلمان کا خواب نبوت کا ۴۰ واں حصہ ہے، وھی علی رِجْلِ طَائِرٍ مالم یُتَحَدَّثْ بھا: اوروہ پرندے کے پیروں میں ہوتا ہے جب تک اس کو بیان نہ کیا جائے، فإذا تُحَدِّثَ بھا سَقَطَتْ: پس جب اس کو بیان کیا جائے تو وہ گرجاتا ہے، یعنی اب اس کی تعبیر واقع ہوتی ہے، اوروہ شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے۔ حضرت ابورزین عقیلیؓ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ولاتُحَدِّثْ بھا إلا لَبِیْبًا أَوْ حَبِیْبًا: اورآپ خواب بیان نہ کریں مگر کسی عقلمند سے یادوست سے۔

پھر یہی حدیث دوسری سند سے ذکر کی ہے، اس میں ہے: ''مسلمان کا خواب نبوت کا ۴۶ واں جزء ہے، اوروہ پرندے کے پیر میں ہوتا ہے جب تک اسے بیان نہ کیا جائے، اور جب اسے بیان کیا جائے تو وہ گرجاتا ہے یعنی اس کی تعبیر واقع ہوتی ہے۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں کی سند میں ایک راوی وکیع ہے اس کے باپ کا نام عین کے ساتھ عُدُس ہے یا حاء حطی کے ساتھ حُدُس؟ رواۃ میں اس سلسلہ میں اختلاف ہے، اصح عین کے ساتھ ہے۔

اور علی رِجْلِ طائر: پرندے کے پیر میں: ایک محاورہ ہے، پرندہ جب پیروں میں کوئی چیز لے کر اڑتا ہے تو وہ چیز گر بھی سکتی ہے، اور پرندہ اس کو لے کر منزل تک پہنچ بھی جاتا ہے، یہی حال خواب کا ہے، جب تک اس کو کسی سے بیان نہ کیا جائے اس کی تعبیر واقع نہیں ہوتی، وہ خواب کے ساتھ رہتی ہے، مگر جب اس کو کسی سے بیان کیا جائے اور وہ تعبیر دیدے تو وہ تعبیر واقع ہوجاتی ہے، اس لئے ہدایت دی کہ خواب کسی عقلمند سے یا دوست سے بیان کرو، عقلمند بے دھڑک تعبیر نہیں دے گا، بلکہ اچھی تعبیر دے گا، اور دوست بھی یا تو اچھی تعبیر دے گا یا خاموش رہے گا، غرض تعبیر سے خواب کا تحقق ہوتا ہے، جب تک اس کی تعبیر نہ نکالی جائے اس کا تحقق نہیں ہوتا، اور اگر خواب دیکھنے والا خود تعبیر کے فن سے واقف ہے تو جب تک اس کے ذہن میں کوئی تعبیر نہ آئے خواب واقع نہیں ہوتا، ہاں جب اس کے ذہن میں کوئی تعبیر آجائے تو اب اس کا تحقق ہوگا۔

[۶-] بابُ ماجاء فی تَعْبِیْرِ الرُّؤْیَا

[۲۲۷۶-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَیْلانَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَۃُ، أَخْبَرَنِیْ یَعْلَی بنُ عَطَاءٍ، قَالَ: سَمِعْتُ وَکِیْعَ بنَ عُدُسٍ، عَنْ أَبِیْ رَزِیْنٍ العُقَیْلِیِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ''رُؤْیَا

الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ أَرْبَعِينَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ، وَهِيَ عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ يُتَحَدَّثْ بِهَا، فَإِذَا تُحُدِّثَ بِهَا سَقَطَتْ " قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ:" وَلاَ تُحَدِّثْ بِهَا إِلاَّ لَبِيْبًا أَوْ حَبِيْبًا "

[٢٢٧٧-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِيِّ الْخَلاَّلُ، نَا يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، نَا شُعْبَةُ، عَن يَعْلَى بنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيْعِ بنِ عُدُسٍ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي رَزِيْنٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" رُؤْيَا الْمُسْلِمِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ، وَهِيَ عَلَى رِجْلِ طَائِرٍ مَالَمْ يُحَدِّثْ بِهَا، وَإِذَا حَدَّثَ بِهَا وَقَعَتْ "

هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ رَزِيْنٍ العُقَيْلِيُّ: اسْمُهُ لَقِيْطُ بنُ عَامِرٍ، وَرَوَى حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَعْلَى بنِ عَطَاءٍ، فَقَالَ: عَنْ وَكِيْعِ بنِ حُدُسٍ، وَقَالَ شُعْبَةُ، وَأَبُوْعَوَانَةَ، وَهُشَيْمٌ: عَنْ يَعْلَى بنِ عَطَاءٍ، عَنْ وَكِيْعِ بنِ عُدُسٍ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

بابٌ

جب ناپسندیدہ خواب دیکھے تو کیا کرے؟

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: خواب تین قسم کے ہیں: ایک: برحق خواب ہے، دوسرا: وہ خواب ہے جس میں آدمی اپنے دل سے باتیں کرتا ہے، یعنی وہ خیالات ہوتے ہیں، اور تیسرا خواب: شیطان کا غمگین کرنا ہے، پس جو شخص ایسا خواب دیکھے جو اسے ناپسند ہو تو چاہئے کہ وہ اٹھ جائے اور چاہئے کہ وہ نماز پڑھے، اور آپؐ فرمایا کرتے تھے: "مجھے (پیروں میں) بیڑی پسند ہے، اور (گلے میں) طوق ناپسند ہے، بیڑی دین میں مضبوطی کا رمز ہے" اور آپؐ فرمایا کرتے تھے: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ میں ہی ہوتا ہوں، کیونکہ شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ میرا پیکر بنائے" اور آپؐ فرمایا کرتے تھے: "خواب بیان نہ کرو مگر کسی عالم سے یا کسی خیر خواہ سے" (اس حدیث کے تمام اجزاء کی شرح پہلے آچکی ہے)

[٧-] بابٌ

[٢٢٧٨-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ أَبِي عُبَيْدِ اللّٰهِ السُّلَمِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا يَزِيْدُ بنُ زُرَيْعٍ، نَا سَعِيْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحمدِ بنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِي هُريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" الرُّؤْيَا ثَلاَثٌ: فَرُؤْيَا حَقٌّ، وَرُؤْيَا يُحَدِّثُ الرَّجُلُ بِهَا نَفْسَهُ، وَرُؤْيَا تَحْزِيْنٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَمَنْ رَأَى مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ، فَلْيُصَلِّ" وَكَانَ يَقُوْلُ:" يُعْجِبُنِي الْقَيْدُ، وَأَكْرَهُ الغُلَّ: الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ" وَكَانَ يَقُوْلُ: "مَنْ رَآنِي فَإِنِّي أَنَا هُوَ، فَإِنَّهُ لَيْس لِلشَّيْطَانِ أَنْ يَتَمَثَّلَ بِي" وَكَانَ يَقُوْلُ: " لاَتُقَصُّ الرُّؤْيَا إِلاَّ عَلَى

عَالِمٍ أَوْ نَاصِحٍ“

وفی الباب: عَنْ أَنَسٍ، وأَبِیْ بَكْرَةَ، وَأُمِّ الْعَلاَءِ، وَابْنِ عُمَرَ، وَعَائِشَةَ، وأَبِیْ سَعِیْدٍ، وَجَابِرٍ، وأَبِیْ مُوْسَی، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، حديثُ أَبِیْ هريرةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فی الَّذِیْ یَكْذِبُ فِیْ حُلْمِهِ

جھوٹا خواب بنانے پر وعید

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَذَبَ فِیْ حُلْمِه: كُلِّفَ یَوْمَ الْقِیامةِ عَقْدَ شَعِیْرَةٍ: جوشخص جھوٹا خواب بناتا ہے اسے قیامت کے دن جَو میں گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا۔

یہ الفاظ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: مَنْ تَحَلَّمَ كاذبًا: كُلِّفَ یوم القیامة أَنْ یَعْقِدَ بین شَعِیْرَتَیْنِ، وَلن یَعْقِدَ بَیْنَهُمَا: جس نے جھوٹا خواب بنایا، اسے قیامت کے دن حکم دیا جائے گا کہ وہ جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے، اور وہ ہرگز ان کے درمیان گرہ نہیں لگا سکے گا (اور جب تک وہ یہ کام نہیں کرے گا سزا جاری رہے گی)

تشریح: كَلَّفَه أَمْرًا کے معنی ہیں: کسی پر مشکل اور با مشقت کام کو لازم کرنا...... اور تَحَلَّم کے معنی ہیں: خواب گڑھ کر بیان کرنا...... یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، البتہ حضرت علیؓ کی حدیث کی دو سندیں ہیں، پہلی سند میں حدیث کے رفع میں شک ہے اور دوسری سند میں کوئی شک نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسی کو اصح قرار دیا ہے...... لن یَعْقِدَ بینهما: تعلیق بالمحال ہے، اس کی نظیر پہلے گذری ہے کہ تصویر بنانے والے کو قیامت کے دن مکلّف کیا جائے گا کہ وہ اپنی بنائی ہوئی تصویر میں جان ڈالے، اور جب تک وہ اس میں روح نہیں پھونکے گا سزا جاری رہے گی، اور وہ کبھی بھی اس میں روح نہیں پھونک سکتا، کیونکہ یہ کام خالق ارواح کا ہے، اسی طرح جو کے دانوں میں گرہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں، اور جھوٹے خواب بنانے والے کی سزا کو اس محال امر پر موقوف کر دیا جائے گا، پس اس کی سزا ہمیشہ جاری رہے گی...... اور یہ غایت بیان کئے بغیر سزا کا بیان ہے اور وعید کی حدیثوں میں ایسا کیا جاتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہوگا —— اور مؤمن کے شامل حال کسی نہ کسی دن اللہ کا فضل ضرور ہوگا —— اس وقت اس کا عذاب موقوف ہوگا۔

فائدہ: لوگ مختلف مقاصد سے جھوٹے خواب گڑھتے ہیں، جس طرح پارٹی مقاصد سے حدیثیں گڑھی جاتی تھیں خواب بھی گڑھے جاتے ہیں، نیز پیر کو دھوکہ دینے کے لئے اور جلدی خلافت حاصل کرنے کے لئے بھی اچھے اچھے خواب گڑھ کر پیر کو سنائے جاتے ہیں، اور کسی کو بدنام کرنے کے لئے یا نیک نام کرنے کے لئے بھی یہ حرکت کی جاتی

ہے، جس پر یہ سخت وعید سنائی گئی ہے، پس لوگوں کو اس حرکت سے باز آجانا چاہئے۔

[٨-] بابُ ماجاءَ فی الَّذِیْ یَکْذِبُ فِیْ حُلْمِهِ

[٢٢٧٩-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَیْلَانَ، نا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَیْرِیُّ، نا سُفْیَانُ، عَنْ عَبْدِ الأَعْلَی، عَنْ أَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ أُرَاهُ عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ:" مَنْ کَذَبَ فِیْ حُلْمِهِ: کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَقْدَ شَعِیْرَةٍ"

حدثنا قُتَیْبَةُ، نا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الأَعْلَی، عَنْ أَبِیْ عَبْدِ الرحمنِ السُّلَمِیِّ، عَنْ عَلِیٍّ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم نَحْوَهُ.

وفی الباب: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وأَبِیْ هُرَیْرَةَ، وَأَبِیْ شُرَیْحٍ، وَوَاثِلَةَ بنِ الأَسْقَعِ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِیْثِ الأَوَّلِ.

[٢٢٨٠-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نا عَبْدُ الْوَهَّابِ، نا أَیُّوْبُ، عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم قَالَ:" مَنْ تَحَلَّمَ کَاذِبًا: کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ أَنْ یَعْقِدَ بَیْنَ شَعِیْرَتَیْنِ، وَلَنْ یَعْقِدَ بَیْنَهُمَا"

هٰذَا حدیثٌ صحیحٌ.

بابٌ [فی رُؤْیَا النبیِّ صلی الله علیه وسلم اللَّبَنَ]

نبی ﷺ کا خواب میں دودھ دیکھنا

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا اچانک میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس میں سے کچھ پیا، پھر میں نے اپنا بچا ہوا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: علم۔

تشریح: دودھ اور پانی خواب میں علم کا پیکر اختیار کرتے ہیں، چنانچہ نبی ﷺ نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان فرمائی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علم نبوی سے حظ وافر حاصل ہوگا۔

[٩-] بابٌ [فی رُؤْیَا النبیِّ صلی الله علیه وسلم اللَّبَنَ]

[٢٢٨١-] حدثنا قُتَیْبَةُ، نا اللَّیْثُ، عَنْ عُقَیْلٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ حَمْزَةَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ:" بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ، إِذْ أُتِیْتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ،

فَشَرِبْتُ مِنْهُ، ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بنَ الْخَطَّابِ" قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: " العِلْمُ"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأَبِيْ بَكْرَةَ، وابنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَلاَمٍ، وَخُزَيْمَةَ، وَالطُّفَيْلِ بنِ سَخْبَرَةَ، وَسَمُرَةَ، وأَبِيْ أُمَامَةَ، وَجَابِرٍ، حَدِيْثُ ابنِ عُمَرَ حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ [فی رُؤْيَا النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم القُمُصَ]

نبی ﷺ کا خواب میں کرتے دیکھنا

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: دریں اثنا کہ میں سویا ہوا تھا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ میرے سامنے پیش کئے جارہے ہیں درانحالیکہ انھوں نے کرتے پہن رکھے ہیں، کسی کا کرتا پستانوں تک پہنچا ہوا ہے، اور کسی کا اس سے کچھ نیچے تک۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پس میرے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیش کئے گئے، درانحالیکہ انھوں نے ایسا کرتا پہن رکھا تھا جس کو وہ گھسیٹ رہے تھے، یعنی ان کا کرتا زمین سے لگ رہا تھا، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپؐ نے اس کی تعبیر کیا نکالی؟ آپؐ نے فرمایا: ''دین داری''

تشریح: اس حدیث کی پہلی سند میں صحابی کا نام مجہول ہے، اور دوسری سند میں ان کا نام مذکور ہے، اور وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، اور یہی دوسری سند اصح ہے..... الثَّدْیُ: پستان: خواہ مرد کی ہو یا عورت کی، جمع ثُدِیٌّ ...... اور کرتے کی تعبیر دینداری متعین نہیں، مذکورہ خواب میں لوگوں نے جس طرح چھوٹے بڑے کرتے پہن رکھے تھے اس تناظر میں اس کی تعبیر دین داری ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے دین داری میں بڑھے ہوئے تھے جو اُس منظر میں دکھائے گئے تھے، ان میں حضرت ابوبکر صدیق نہیں تھے، کیونکہ خواب کا مقصد حضرت عمرؓ کی حالت کی وضاحت تھی۔

[١٠-] بابٌ [فی رُؤْيَا النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم القُمُصَ]

[٢٢٨٢-] حدثنا الحُسَيْنُ بنُ مُحمدٍ الجَرِيْرِيُّ البَلْخِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ بنِ سَهْلِ بنِ حُنَيْفٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: " بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُ النَّاسَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ، وَعَلَيْهِمْ قُمُصٌ: مِنْهَا مَا يَبْلُغُ الثَّدْيَ، وَمِنْهُمْ مَا يَبْلُغُ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ" قَالَ: " فَعُرِضَ عَلَيَّ عُمَرُ، وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ يَجُرُّهُ" قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: " الدِّيْنُ"

حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، ثَنِيْ يَعْقُوْبُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ بنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ صَالِحِ بنِ كَيْسَانَ، عَنِ

الزُّهْرِیِّ، عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ بنِ سَهْلِ بنِ حُنَیْفٍ، عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الخُدْرِیِّ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ.

بابُ ماجاء فی رُؤْیَا النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم فِی الْمِیْزَانِ وَالدَّلْوِ

ترازواورڈول میں نبی ﷺ کا خواب

امام ترمذی رحمہ اللہ ہر کتاب کے آخر میں کچھ متفرق حدیثیں ذکر کرتے ہیں جن پر یا تو باب بلاترجمہ قائم کرتے ہیں یا بالکل ہی باب قائم نہیں کرتے۔ أبواب الرؤیا کے آخر میں بھی ایسا ہی کیا ہے...... اوراس باب کے تحت جو پہلی اور تیسری حدیث لائے ہیں، وہ تو باب سے متعلق ہیں، مگر دوسری حدیث کا باب سے کچھ تعلق نہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے ایک دن صحابہ سے دریافت کیا: آپ حضرات میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا: میں نے دیکھا کہ آسمان سے گویا ایک ترازو اتری، اور آپؐ اور ابوبکرؓ تولے گئے تو آپؐ ابوبکر سے بھاری نکلے، پھر ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تولے گئے تو حضرت ابوبکرؓ بھاری نکلے، پھر عمر وعثمان رضی اللہ عنہما تولے گئے تو حضرت عمرؓ بھاری نکلے، پھر ترازو اٹھالی گئی، حدیث کے راوی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس ہم نے نبی ﷺ کے چہرے میں ناگواری محسوس کی۔

تشریح: یہ ناگواری شاید اس لئے تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد فتنوں کا دور شروع ہوگا، اور خلافت راشدہ متزلزل ہوجائے گی، واللہ اعلم

سفید لباس جنتی ہونے کی علامت

حدیث (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ سے ورقہ بن نوفل کے (انجام کے) بارے میں پوچھا گیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ورقہ نے آپؐ کی تصدیق کی تھی، اور آپؐ کے ظہور سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا تھا یعنی اگر وہ آپؐ کے ظہور تک زندہ رہتے تو آپ کی تصدیق کرتے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: میں ان کو خواب میں دکھلایا گیا درانحالیکہ وہ سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے، اگر وہ دوزخیوں میں سے ہوتے تو ان پر اس کے علاوہ کوئی اور لباس ہوتا۔

تشریح: اس حدیث کا ایک راوی عثمان ضعیف ہے اور یہ حدیث باب سے غیر متعلق ہے، اس لئے میں نے اس حدیث پر نیا عنوان لگایا ہے، اور سفید کے علاوہ سبز رنگ بھی اہل جنت کا لباس ہے، پس اگر کسی میت کو ہرے کپڑوں میں دیکھا جائے تو یہ بھی اس کے جنتی ہونے کی علامت ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے خواب دیکھا: لوگ اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے کنویں پر لائے، سب سے پہلے نبی ﷺ نے ڈول لیا، اور اونٹوں کو پانی پلانا شروع کیا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، اور انھوں نے نبی ﷺ سے ڈول لے لیا، تاکہ آپؐ کو آرام ملے، اور انھوں نے کھینچنا شروع کیا، انھوں نے ایک یا دو ڈول کھینچے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، اور انھوں نے ڈول لے لیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو ایک یا دو ڈول کھینچے تھے وہ بڑی مشکل سے کھینچے تھے، چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا: واللّٰهُ يَغْفِرْ له: اللہ ان کی بخشش کریں، اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت کے مختصر ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اور ان کے زمانہ میں جو داخلی فتنے کھڑے ہونگے جن سے بڑی مشکل سے نمٹا جائے گا اس کی طرف بھی اشارہ ہے، اور ان داخلی فتنوں کی وجہ سے جو دین کا دائرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زیادہ نہیں پھیلا اس پر آپؐ نے فرمایا: واللّٰه يَغْفِر له: یعنی اس میں ان کی کوئی کوتاہی نہیں، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈول لیا تو وہ چرس (کوس) بن گیا یعنی بہت بڑا ڈول بنگیا، حضرت عمرؓ نے پوری قوت سے اس کے ذریعہ پانی نکالنا شروع کیا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: فَلَنْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِىْ فَرِيَّهُ: پس میں نے کوئی ایسا باکمال آدمی نہیں دیکھا جس نے ان کے جیسا کارنامہ انجام دیا ہو، یعنی وہ حیرت انگیز طور پر پانی کھینچ کھینچ کر اونٹوں کو پلاتے رہے یہاں تک کہ لوگ اونٹوں کو ہانک کر بٹھانے کی جگہ میں لے گئے، یعنی سب کے اونٹ سیراب ہوگئے۔ عرب دوپہر میں اونٹوں کو سیراب کرنے کے بعد آرام کرنے کے لئے کسی جگہ بٹھاتے تھے، چنانچہ لوگ اونٹوں کو ہانک کر بٹھانے لے گئے (یہ خواب آپؐ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کی کارکردگی کا پیکر ہے) اور یہ حدیث باب سے متعلق ہے۔

تشریح: قوله: عن رؤيا النبى صلى الله عليه وسلم، وأَبِىْ بكر، وعمر: أى رَوَى ابنُ عُمَرَ عن تلك الرؤيا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ اور حضرات شیخین کے بارے میں خواب روایت کیا ہے...... ذَنوب: بڑا ڈول جس میں پانی ہو، جمع ذَنَائِبُ...... الغَربُ: بیل کی کھال سے بنایا ہوا بڑا ڈول، چرس، کوس...... العَبْقَرِيُّ: عَبْقَر کی طرف نسبت، پرانے عربوں کے خیال کے مطابق: جنات کا مسکن: عبقر کہلاتا تھا، پھر قابل تعجب مہارت وصلاحیت کو اس کی طرف منسوب کیا جانے لگا، سورۃ الرحمان میں ہے: ﴿عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ عجیب خوبصورت کپڑے، اسی طرح حیرت انگیز، باکمال اور بے مثال آدمی یا چیز کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے، رجلٌ عَبْقَرِيٌّ: نادرۂ روزگار، غیر معمولی اوصاف کا حامل آدمی...... الفَرِيُّ: حیرت انگیز بات، عجیب بات، قرآن پاک میں ہے: ﴿قَالُوْا: يَا مَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا﴾ ان لوگوں نے کہا: اے مریم! تو عجیب چیز لائی!...... فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِىْ فَرِيَّه: میں نے ایسا کوئی باکمال شخص نہیں دیکھا جو ان (حضرت عمرؓ) جیسا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیتا ہو...... فَرِيٌّ کو فَرْيٌ بھی پڑھ سکتے ہیں اس کے بھی یہی معنی ہیں...... حتى ضَرَبَ الناسُ بالعَطَنِ: یہاں تک کہ لوگوں نے مارا، یعنی وہ اونٹوں کو ہانک کر لے گئے بیٹھنے کی جگہ میں، عَطَن اور مَعَاطِن: اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔

[۱۱-] بابُ ماجاء فی رُؤْيَا النبیِّ صلى الله عليه وسلم فِی الْمِيْزَانِ وَالدَّلْوِ

[۲۲۸۳-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، ثَنَا الأَنْصَارِيُّ، نَا أَشْعَثُ، عَنِ الحَسَنِ، عَنْ أَبِیْ بَكْرَةَ، أَنَّ النبیَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ: "مَنْ رَأَى مِنكُمْ رُؤْيَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ: أَنَا رَأَيْتُ كَأَنَّ مِيْزَانًا نَزَلَتْ مِنَ السَّمَاءِ، فَوُزِنْتَ أَنْتَ وَأَبُوْ بَكْرٍ، فَرَجَحْتَ أَنْتَ بِأَبِیْ بَكْرٍ، وَوُزِنَ أَبُوْ بَكْرٍوَعُمَرُ، فَرَجَحَ أَبُوْ بَكْرٍ، وَوُزِنَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ، فَرَجَحَ عُمَرُ، ثُمَّ رُفِعَ الْمِيْزَانُ، فَرَأَيْنَا الْكَرَاهِيَةَ فِیْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۲۸۴-] حدثنا أَبُوْ مُوْسَى الأَنْصَارِيُّ، نَا يُوْنُسُ بنُ بُكَيْرٍ، نَا عُثْمَانُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سُئِلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ وَرَقَةَ، فَقَالَتْ لَهُ خَدِيْجَةُ: إِنَّهُ كَانَ صَدَّقَكَ، وَإِنَّهُ مَاتَ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أُرِيْتُهُ فِی الْمَنَامِ، وَعَلَيْهِ ثِيَابُ بَيَاضٍ، وَلَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَكَانَ عَلَيْهِ لِبَاسٌ غَيْرُ ذٰلِكَ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَعُثْمَانُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ بِالْقَوِيِّ.

[۲۲۸۵-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ عَاصِمٍ، نَا ابنُ جُرَيْجٍ، ثَنِیْ مُوْسَى بنُ عُقْبَةَ، ثَنِی سَالِمُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ رُؤْيَا النبیِّ صلى الله عليه وسلم وَأَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقَالَ: "رَأَيْتُ النَّاسَ اجْتَمَعُوْا، فَنَزَعَ أَبُوْ بَكْرٍ ذَنُوْبًا أَوْ ذَنُوْبَيْنِ، فِيْهِ ضَعْفٌ، وَاللّٰهُ يَغْفِرُ لَهُ، ثُمَّ قَامَ عُمَرُ، فَنَزَعَ، فَاسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِیْ فَرِيَّهُ، حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِالْعَطَنِ"

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ هُرِيرةَ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ عُمَرَ.

نوٹ: پہلی حدیث کی سند میں انصاری سے مراد محمد بن عبداللہ انصاری ہیں۔

پراگندہ سر والی کالی عورت: وباء کا پیکر محسوس

حدیث: نبی ﷺ نے خواب دیکھا: ایک کالی (حبشن) عورت جس کا سر پراگندہ تھا مدینہ منورہ سے نکلی اور مَهْيَعَةْ یعنی جحفہ میں جا پہنچی، نبی ﷺ نے اس کی تعبیر یہ نکالی کہ مدینہ منورہ کی وباء جحفہ میں منتقل ہوگئی۔

تشریح: مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے وبائی شہر تھا، جب مہاجرین وہاں پہنچے تو ہر شخص بیمار ہوگیا، پھر اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی برکت سے وہ وباء مدینہ منورہ سے ہٹادی اور اس کا پیکر محسوس نبی ﷺ کو خواب میں دکھایا۔

[۲۲۸۶-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ عَاصِمٍ، نَا ابنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِیْ مُوْسَى بنُ عُقْبَةَ، قَالَ:

أَخْبَرَنِيْ سَالِمُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ رُؤْيَا النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "رَأَيْتُ امْرَأَةً سَوْدَاءَ، ثَائِرَةَ الرَّأْسِ، خَرَجَتْ مِنَ الْمَدِيْنَةِ، حَتَّى قَامَتْ بَمَهْيَعَةَ – وَهِيَ الْجُحْفَةُ – فَأَوَّلْتُهَا: وَبَاءُ الْمَدِيْنَةِ يُنْقَلُ إِلَى الْجُحْفَةِ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ.

ایک حدیث جو پہلے گذر چکی ہے

ابواب الرؤیا کے پہلے باب میں یہ حدیث ایوب سختیانی کے تلمیذ عبدالوہاب ثقفی کی سند سے گذر چکی ہے، یہاں وہی حدیث ان کے دوسرے شاگرد معمر کی سند سے ذکر کی ہے، اور یہ مرفوع حدیث ہے اور ایوب کے تیسرے شاگرد حماد بن زید بھی یہ حدیث روایت کرتے ہیں مگر وہ اس کو موقوف کرتے ہیں، یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں۔

اور یہ حدیث بخاری شریف (حدیث ۷۰۱۷ کتاب التعبیر باب ۲۶) میں محمد بن سیرینؒ کے شاگرد عوف اعرابی کی سند سے ہے جس میں بعض اجزاء مرفوع ہیں اور بعض موقوف، اور اس حدیث کا ترجمہ اور اس کے تمام اجزاء کی تفصیل پہلے باب میں گذر چکی ہے۔

[۲۲۸۷–] أَخْبَرَنَا الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعمَرٌ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ ابنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ لَاتَكَادُ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ تَكْذِبُ، وأَصْدَقُهُمْ رُؤْيَا أَصْدَقُهُمْ حَدِيْثًا، وَالرُّؤْيَا ثَلَاثٌ: الْحَسَنَةُ: بُشْرَى مِنَ اللّٰهِ، وَالرُّؤْيَا: يُحَدِّثُ الرَّجُلُ بِهَا نَفْسَهُ، وَالرُّؤْيَا: تَحْزِيْنٌ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا، فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا، وَلْيَقُمْ، فَلْيُصَلِّ"

قَالَ أَبُوْهريرةَ: يُعْجِبُنِي الْقَيدُ، وأَكْرَهُ الْغُلَّ: الْقَيْدُ ثَبَاتٌ فِي الدِّيْنِ. قَالَ: وَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جَزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ"

وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، هٰذَا الحديثَ عَنْ أَيُّوْبَ مَرْفُوْعًا، وَرَوَى حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوْبَ، وَوَقَفَهُ.

سونے کے کنگن جھوٹے مدعیانِ نبوت کا پیکر

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا گویا میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن (کلائی کا ایک زیور) ہیں پس مجھے ان دونوں کے معاملہ نے فکر مند بنایا، پس خواب ہی میں میری طرف وحی کی گئی کہ آپؐ ان

دونوں کنگنوں کو پھونک دیں، پس میں نے ان دونوں پر پھونکا، پس وہ دونوں اڑ گئے، پس میں نے ان کنگنوں کی تعبیر دو جھوٹے نبیوں سے نکالی جن کا ظہور میرے بعد ہوگا، ان میں سے ایک کو مسیلمہ کہا جائے گا جو یمامہ کا باشندہ ہوگا اور دوسرے کو عنسی کہا جائے گا جو یمن کے شہر صنعاء کا باشندہ ہوگا۔

مسیلمہ کے حالات:

مسیلمہ کا اصل نام مسلمہ ہے، نبی ﷺ نے اس کے خط کے جواب میں بطور تحقیر مسیلمہ (مصغّر) لکھا تھا، اس لئے اس کی اسی نام سے شہرت ہوگئی، یہ قبیلۂ بنوحنیفہ کا ایک شخص تھا جس کا مسکن یمامہ تھا، فتح مکہ کے بعد جب اس قبیلہ کا وفد آیا تو مسیلمہ بھی اس کے ساتھ تھا مگر وہ خدمتِ نبوی میں حاضر نہیں ہوا، سامان کی حفاظت کے بہانے پیچھے رہ گیا، اس کی قوم حاضر ہوئی اور ایمان لائی، جب یہ وفد واپس گیا تو مسیلمہ نے نبی ﷺ کو خط لکھا: مِن مسلمة رسولِ اللّٰهِ إلى محمد رسول الله، سلامٌ عليك أَما بعد: فإِنِّيْ قَدْ أُشْرِكْتُ فى الأَمْرِ مَعَك، وَإِنَّ لنا نَصفَ الأَرْضِ، وَلِقُرَيْشٍ نصفَها، ولكنَّ قريشاً قومٌ يَعْتَدُوْنَ: یعنی آپؐ کے ساتھ مجھے بھی رسول بنایا گیا ہے اور عرب کی سرزمین ہماری اور قریش کی آدھی آدھی ہے، مگر قریش حد سے بڑھنے والے لوگ ہیں یعنی وہ ساری زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

نبی ﷺ نے اس کے خط کا یہ جواب لکھا: بسم الله الرحمن الرحيم مِن محمدٍ رسولِ الله إلى مُسليمةَ الكذَّابِ السلامُ على مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَما بعد! فَإِنَّ الأَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِه، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: یعنی اللہ تعالیٰ نہایت مہربان بڑے رحم والے کے نام سے شروع کرتا ہوں، یہ نامہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے مہا جھوٹے مسیلمہ کے نام ہے، سلام اس پر جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے، حمد وصلوٰۃ کے بعد! زمین اللہ کی ہے وہ اس کا وارث بناتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

یہ واقعہ سن ۱۰ ہجری کے آخر کا ہے، اور ابھی اس کا فتنہ پوری طرح ظاہر نہیں ہوا تھا کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی، آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کا سخت معرکہ پیش آیا، جس میں بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جس میں چار سو پچاس صحابہ تھے، آخر میں حضرت خالدؓ کامیاب ہوئے اور مسیلمہ: حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا، اور اس کا فتنہ ختم ہوا۔

اسود عنسی کے حالات:

اس شخص کا اصل نام عَيْهَلَة یا عَبْهَلَة تھا، ذوالخمار اس کا لقب تھا، بڑا شعبدہ باز (کرتب دکھانے والا) تھا، یمن کے قبیلہ مذحج سے اس کا تعلق تھا، جب یمن کے لوگ مسلمان ہوئے تو اس نے بھی اسلام قبول کیا، پھر نبی ﷺ کے زمانہ ہی میں مرتد ہوگیا، اسلام میں یہ پہلا مرتد ہے، پھر اس نے نبوت کا دعوی کیا، اور اپنی قوم کو کرتب دکھا کر گرویدہ

بنالیا، اس کا پورا قبیلہ اس کا تابع ہوگیا، علاوہ ازیں: نجران اور صنعاء پر بھی اس نے قبضہ کرلیا، اس کے پاس فوج اگر چہ صرف سات سو کی تعداد میں تھی مگر اس کا فتنہ جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گیا، نبی ﷺ نے یمن کے مسلمانوں کو لکھا کہ اس کے فتنہ سے کسی طرح نمٹا جائے، چنانچہ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے سن ۱۰ ہجری میں نبی ﷺ کی وفات سے ایک ماہ قبل اس کو قتل کردیا اور اس کا فتنہ ختم ہوا۔

تشریح: اس حدیث میں يَخْرُجان من بعدي ہے یعنی ان دونوں جھوٹے نبیوں کا ظہور میرے بعد ہوگا، اور بخاری شریف (حدیث ۴۳۷۵ کتاب المغازی باب ۷۱) میں ہے: فَأَوَّلْتُهُما الكذَّابَيْنِ الَّذَيْنَ أَنَا بَيْنَهُمَا: یعنی میں نے ان دو کنگنوں کی تعبیر ان دومہا جھوٹوں سے نکالی ہے جن کے درمیان: میں ہوں، یعنی صنعاء والا اور یمامہ والا، یہ تعبیر حقیقی ہے اور پہلی تعبیر یعنی يخرُجان من بعدي ظہور وغلبہ کے اعتبار سے ہے۔ اور الکوکب الدری میں ''میرے بعد'' سے مراد: بعد رُؤْيتي هذه لیا ہے یعنی آپؐ کے اس خواب دیکھنے کے بعد وہ دونوں جھوٹے نبی ظاہر ہونگے، پھر اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا کہ ایک کا معاملہ تو حیات نبوی ہی میں نمٹ گیا اور دوسرے کا ظہور وغلبہ دور صدیقی میں ہوا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اسلام سے پہلے عجمی بادشاہ اپنی شان کے اظہار کے لئے سونے کے کنگن پہنا کرتے تھے، مگر یہ بات اسلام کے مزاج کے خلاف تھی، اس لئے نبی ﷺ کو خواب میں اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگنوں نے فکر بند بنایا کہ یہ کیا آفت ہاتھوں میں آگئی، نیز آدمی دو ہاتھوں کے درمیان ہوتا ہے اور سونا فتنہ کا پیکر بھی ہوتا ہے، اس مجموعہ سے آپؐ نے اس خواب کی وہ تعبیر نکالی تھی۔

اور الکوکب الدری میں یہ بات اس طرح بیان کی گئی ہے کہ دونوں کنگنوں نے نبی ﷺ کے دونوں ہاتھوں پر قبضہ جمالیا، درانحالیکہ ہاتھ کمانے والے اعضاء ہیں، پس گویا ان دونوں کنگنوں نے آپؐ کو اپنے دین کی اشاعت سے اور اپنی قوت کی تشہیر سے روک دیا، اس لئے آپؐ کو یہ کنگن ناگوار گذرے اور ان دونوں کنگنوں کا پھونکنے سے اڑ جانا ان دونوں جھوٹے نبیوں کا خاص جدوجہد کی حاجت کے بغیر ہلاک ہوجانا ہے۔

فائدہ: سونے کے کنگنوں میں اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ جھوٹی نبوت کے فتنے ہمیشہ زر (مال) کے بل بوتے پر چلتے ہیں، مگر جب قوت بازو سے ان کا مقابلہ کیا جائے تو وہ دم توڑ دیتے ہیں۔ اور قادیانی کا فتنہ اس لئے ختم نہیں ہوا کہ انگریز کی حکومت کی وجہ سے کسی نے قوتِ بازو سے اس کا مقابلہ نہیں کیا اور شاہ کابل نے اس کو لکھا تھا کہ ''ایں جابیا'' مگر وہ نہیں گیا، ورنہ اس کا کام تمام ہوجاتا۔

[۲۲۸۸-] حدثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ، نَا أَبُوْ الْيَمَانِ، عَنْ شُعَيْبٍ - وَهُوَ ابنُ أَبِيْ حَمْزَةَ - عَنْ ابْنِ أَبِيْ حُسَيْنٍ، عَنْ نَافِعِ بنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ

رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ فِي يَدَيَّ سِوَارَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ، فَهَمَّنِي شَأْنُهُمَا، فَأُوْحِيَ إِلَيَّ أَنِ انْفُخْهُمَا، فَنَفَخْتُهُمَا، فَطَارَا، فَأَوَّلْتُهُمَا كَاذِبَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِيْ، يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا مَسْلَمَةُ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ، وَالْعَنَسِيُّ صَاحِبُ صَنْعَاءَ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ.

ایک خواب جس کی تعبیر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دی

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا: میں نے آج رات (خواب میں) ایک سائبان دیکھا، جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے پی رہے ہیں، پس کوئی زیادہ پی رہا ہے اور کوئی کم ...... اور میں نے آسمان سے زمین تک ملی ہوئی ایک رسّی دیکھی، پس میں نے آپؐ کو اے اللہ کے رسول! دیکھا کہ آپؐ نے اسے پکڑا، پس آپؐ چڑھ گئے، پھر اس کو آپؐ کے بعد ایک اور شخص نے پکڑا پس وہ چڑھ گیا، پھر اس کے بعد ایک اور آدمی نے پکڑا، پس وہ چڑھ گیا، پھر اس کو ایک اور آدمی نے پکڑا، پس وہ رسّی کے ساتھ کاٹ دیا گیا، پھر وہ رسّی اس کے لئے جوڑی گئی، پس وہ اس کے ذریعہ چڑھ گیا (اور مسلم شریف میں یہ الفاظ ہیں: ثم أَخذَ به رَجُلٌ آخرُ فَانْقَطَعَ به، ثُمَّ وُصِلَ لَهُ فَعَلاَ: پھر اس رسّی کو ایک اور آدمی نے پکڑا، پس وہ اس رسّی کے ساتھ منقطع ہو گیا، یعنی گر پڑا، پھر وہ رسّی اس کے لئے جوڑی گئی، پس وہ چڑھ گیا...... اور بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں: ثم أَخذَ به رجلٌ آخرُ فَانْقَطَعَ، ثم وُصِلَ: پھر اس رسّی کو ایک اور آدمی نے پکڑا پس وہ رسّی ٹوٹ گئی پھر جوڑی گئی)

پس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! بخدا! ضرور موقع دیں آپؐ مجھے کہ میں اس کی تعبیر بیان کروں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر بیان کریں، پس حضرت ابو بکرؓ نے کہا: رہا سائبان: تو وہ اسلام کا سائبان ہے، اور رہا گھی اور شہد جو ٹپک رہا ہے تو وہ یہ قرآن ہے: اس کی نرمی اور اس کی شیرینی (گھی اور شہد ہیں) اور رہا زیادہ پینے والا اور کم پینے والا تو وہ قرآن سے زیادہ فائدہ اٹھانے والا اور اس سے کم فائدہ اٹھانے والا ہے...... اور رہی آسمان سے زمین تک ملی ہوئی رسّی تو وہ دینِ حق ہے جس پر آپؐ ہیں، پس آپؐ نے اس کو لیا، پس اللہ تعالیٰ آپؐ کو بلند فرمائیں گے، پھر آپؐ کے بعد اس کو ایک اور آدمی پکڑے گا، پس وہ اس کے ذریعہ بلند ہوگا، پھر اس کے بعد ایک اور آدمی پکڑے گا پس وہ اس کے ذریعہ بلند ہوگا، پھر ایک اور آدمی پکڑے گا پس رسّی اس کے ساتھ ٹوٹ جائے گی، یعنی وہ گر پڑے گا، پھر وہ اس کے لئے جوڑی جائے گی، پس وہ اس کے ذریعہ بلند ہوگا (صحیحین میں بھی اس جگہ یہی الفاظ ہیں یعنی یُوَصَّلُ کے بعد لہ بھی ہے)...... اے اللہ کے رسول! مجھے ضرور بتائیں کہ میں نے تعبیر صحیح دی یا میں چوک گیا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: کچھ صحیح دی اور کچھ چوک گئے

......حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپؐ کو قسم دیتا ہوں، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! اے اللہ کے رسول! مجھے ضرور بتلائیں کہ وہ کونسی بات ہے جو میں چوک گیا؟ آپؐ نے فرمایا: قسم مت دو!

تشریح: یہ حدیث صحیح ہے اور متفق علیہ ہے (بخاری حدیث ۷۰۴۶ کتاب التعبیر باب ۴۷، مسلم حدیث ۲۲۶۹ کتاب الرؤیا باب ۳) اس حدیث میں یہ بات زیر بحث آئی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تعبیر میں کیا چوک ہوئی؟ مگر فیض الباری (۴: ۴۹۴) میں ہے کہ جب نبی ﷺ نے یہ بات نہیں بتائی تو اب کون یہ بات بتا سکتا ہے؟ اس لئے اب اس کے درپے ہونا لاحاصل ہے۔

اور الکوکب الدری میں ہے کہ علماء نے تین باتیں کہی ہیں، مگر وہ سب صحیح نہیں:

پہلی بات: حضرت ابوبکرؓ نے گھی اور شہد کی جو تعبیر بیان کی ہے اس میں چوک ہوئی ہے، ان کو قرآن وحدیث سے تعبیر بیان کرنی چاہئے تھی، مگر یہ بات اس لئے صحیح نہیں کہ قرآن وحدیث درحقیقت ایک ہیں، حدیثیں قرآن کی تفسیر ہیں اور قرآن وحدیث دونوں وحی ہیں، تفاوت صرف متلو اور غیر متلو ہونے کا ہے۔

دوسری بات: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعبیر دینے میں جو پیش قدمی کی ہے وہ ان کی چوک تھی، مگر یہ بات اس لئے صحیح نہیں کہ انھوں نے اجازتِ نبوی سے تعبیر دی تھی، پس اس کو بے جا جسارت کیسے کہہ سکتے ہیں؟

تیسری بات: حضرت ابوبکرؓ نے یکے بعد دیگرے رسّی پکڑنے والوں کی تعیین نہیں کی، یہ ان کی چوک تھی، مگر یہ بات بھی صحیح نہیں، کیونکہ اسے زیادہ سے زیادہ کلام میں اجمال کہہ سکتے ہیں، چوک نہیں کہہ سکتے۔

پھر حضرت گنگوہی قدس سرہ نے ایک چوتھی تاویل کی ہے کہ خواب دیکھنے والے کا یہ قول: ثم أَخذَ به رجلٌ فَقُطِعَ به، ثم وُصِّلَ له فَعَلاَ به: یہ جملہ تعبیر کا محتاج تھا، یعنی یہ بات بیان کرنی ضروری تھی کہ وہ تیسرا شخص جس کی رسّی ٹوٹ جائے گی پھر اسی کے لئے وہ رسّی جوڑی جائے گی یا اس کے نائب اور اس کے خلیفہ کے لئے وہ رسّی جوڑی جائے گی؟ حضرت ابوبکرؓ نے ظاہر الفاظ سے یہ تعبیر دی تھی کہ اسی شخص کے لئے وہ رسّی جوڑی جائے گی، اور وہ اس کے ذریعہ چڑھ جائے گا، حالانکہ مراد یہ نہیں تھی، جس کی رسّی ٹوٹ گئی وہ تو شہید ہوگیا، پھر اس کے بعد رسّی جوڑی گئی اور خلافت راشدہ کا سلسلہ آگے بڑھا، چنانچہ بخاری شریف میں خواب میں وُصِّلَ کے ساتھ لَهُ نہیں ہے، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعبیر میں ہے، پس چوک درحقیقت اسی جگہ ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ (۱): اس حدیث میں یہ بات بھی زیر بحث آئی ہے کہ آیا خواب کی فی نفسہ کوئی حقیقت ہوتی ہے یا وہ تعبیر کے تابع ہوتا ہے؟ ایک خیال یہ ہے کہ اس کی اپنی مستقل حقیقت ہوتی ہے، اور یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: أَصبْتَ بعضاً وَأَخْطَأْتَ بعْضًا: یعنی کچھ تعبیر صحیح دی اور کچھ چوک گئے، یہ جملہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ خواب کی اپنی ایک حقیقت ہے جس میں سے بعض کو حضرت ابوبکرؓ نے پایا اور بعض کو چوک گئے۔

اور دوسری رائے یہ ہے کہ خواب تعبیر کے تابع ہوتا ہے، اور دلیل وہ حدیث ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ خواب پرندے کے پیر میں ہوتا ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دی جائے، یعنی تعبیر سے پہلے خواب ہوا میں لٹکا ہوا ہوتا ہے، اس کی تعبیر واقع نہیں ہوتی، جب تعبیر نکالی جاتی ہے تبھی خواب کا تحقق ہوتا ہے۔

اور فیض الباری میں ہے کہ خواب دونوں طرح کے ہوتے ہیں، بعض کی حقیقت مستقرہ ہوتی ہے اور بعض تعبیر کے تابع ہوتے ہیں، اور پہلے گذری ہوئی حدیث: الرُّؤْیا علی رِجْلِ طائرٍ: قضیہ مہملہ ہے جو موجبہ جزئیہ کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی بعض خواب پرندے کے پیر میں ہوتے ہیں ہر خواب کی یہ صورتِ حال نہیں۔ واللہ اعلم

فائدہ (۲): اور یہ بات پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ قسم دینے سے قسم نہیں ہوتی، بلکہ قسم کھانے سے قسم ہوتی ہے، مگر نبی ﷺ نے امت کو جن سات باتوں کا حکم دیا ہے ان میں إبرارُ القَسَم بھی ہے (بخاری حدیث ۱۲۳۹) یعنی قسم دینے والے کی قسم حتی الامکان پوری کرنی چاہئے، پھر نبی ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی قسم پوری کیوں نہیں کی؟ اور ان کو ان کی چوک کیوں نہیں بتائی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ أبرار القسم کا حکم استحبابی ہے، یہ بات اس حدیث سے واضح ہوئی، اگر وہ امر وجوبی ہوتا تو نبی ﷺ ضرور ان کی قسم کو سچا بناتے اور ان کی چوک ان کو بتلاتے، مگر چونکہ مصلحت نہیں تھی کہ ''از پردہ بیروں اُفتد رازے'' اس لئے آپؐ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

فائدہ (۳): اور اس حدیث میں سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ بڑوں کو چاہئے کہ چھوٹوں کی تربیت کریں، مثلاً ایک مفتی کے شاگرد ہوں تو اگر کوئی مسئلہ پوچھنے آئے تو وہ شاگردوں کو حکم دے کہ جواب دیں تا کہ ان کی تربیت ہو، اور ان کے مبلغ علم کا پتہ چلے۔

[۲۲۸۹-] حدثنا الحُسَيْنُ بنُ مُحمدٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ: أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم فَقالَ: إِنِّىْ رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ ظُلَّةً يَنطِفُ مِنْهَا السَّمْنُ وَالْعَسَلُ، وَرَأَيْتُ النَّاسَ يَسْتَقُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ، فَالْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ، وَرَأَيْتُ سَبَبًا وَاصِلاً مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ، فَأَرَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخَذْتَ بِهِ، فَعَلَوْتَ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ بَعْدَكَ، فَعَلاَ، ثُمَّ أَخَذَهُ رَجُلٌ بَعْدَهُ، فَعَلاَ، ثُمَّ أَخَذَ بِهِ رَجُلٌ فَقُطِعَ بِهِ، ثُمَّ وُصِّلَ لَهُ فَعَلاَ بِهِ.

فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَىْ رَسُوْلَ اللّٰهِ! بِأَبِىْ أَنْتَ وَأُمِّىْ! وَاللّٰهِ لَتَدَعَنِّىْ أَعْبُرُهَا، فَقَالَ اعْبُرْهَا، فَقَالَ: أَمَّا الظُّلَّةُ: فَظُلَّةُ الإِسْلاَمِ، وَأَمَّا مَا يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَالْعَسَلِ: فَهٰذَا الْقُرْآنُ: لِيْنُهُ وَحَلاَوَتُهُ، وَأَمَّا الْمُسْتَكْثِرُ وَالْمُسْتَقِلُّ: فَهُوَ الْمُسْتَكْثِرُ مِنَ الْقُرْآنِ وَالْمُسْتَقِلُّ مِنْهُ، وَأَمَّا السَّبَبُ الْوَاصِلُ مِنَ السَّمَاءِ

إِلَى الْأَرْضِ: فَهُوَ الْحَقُّ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ، فَأَخَذْتَ بِهِ فَيُعْلِيكَ اللّٰهُ، ثُمَّ يَأْخُذُ بِهِ بَعْدَكَ رَجُلٌ آخَرُ، فَيَعْلُوْ بِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ بَعْدَهُ رَجُلٌ آخَرُ فَيَعْلُوْ بِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ آخَرُ فَيَنْقَطِعُ بِهِ، ثُمَّ يُوَصَّلُ لَهُ، فَيَعْلُوْ بِهِ، أَيْ رَسُولَ اللّٰهِ! لَتُحَدِّثَنِّيْ أَصَبْتُ أَمْ أَخْطَأْتُ؟ قَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "أَصَبْتَ بَعْضًا وَأَخْطَأْتَ بَعْضًا" قَالَ: أَقْسَمْتُ بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ! يَارسولَ اللّٰهِ! لَتُخْبِرَنِّيْ مَا الَّذِي أَخْطَأْتُ؟ فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم "لاَ تُقْسِمْ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

خواب پیش بنی کا ذریعہ

حدیث: حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ فجر کی نماز کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھتے، اور پوچھتے: آپ لوگوں میں سے آج رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

یہ ایک لمبی حدیث ہے، جب آپؐ نے لوگوں سے یہ بات دریافت کی تو کسی نے کوئی خواب بیان نہیں کیا، پس نبی ﷺ نے اپنی ایک منامی معراج کا تذکرہ کیا کہ آج رات میرے پاس دو آدمی آئے، اور مجھے لے چلے، اور مجھے کئی مناظر دکھائے، یہ حدیث تفصیل سے بخاری شریف کتاب التعبیر کے آخر میں ہے (حدیث نمبر ۷۰۴۷)

تشریح: پیش بنی یعنی آگے کی باتیں جاننے کی بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک خواب بھی ہے، اللہ تعالیٰ خوش کن خوابوں کے ذریعہ بندوں کو آگے کی باتیں بتاتے ہیں، اس لئے نبی ﷺ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کسی نے کوئی تازہ خواب دیکھا ہو تو بیان کرے، کیونکہ بعض خواب پرانے ہوکر اپنی حقیقت کھودیتے ہیں، پس اگر کوئی تازہ خواب بیان کرتا تو اس سے کبھی آگے کی باتوں کی راہنمائی مل جاتی، مثلاً خود نبی ﷺ نے جنگ احد سے پہلے خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر آپؐ نے یہ دی تھی کہ ابتداء میں شکست ہوگی، پھر وہ فتح سے بدل جائے گی، اس طرح خوابوں کے ذریعہ پیش بنی کی جاسکتی ہے، اور اسی لئے اچھے خوابوں کی شریعت میں اہمیت ہے۔

[٢٢٩٠-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا وَهْبُ بنُ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ بنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا صَلَّى بِنَا الصُّبْحَ، أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، وَقَالَ: "هَلْ رَأَى أَحَدٌ مِنكُمْ رُؤْيَا اللَّيْلَةَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وَيُرْوَى عَنْ عَوْفٍ، وَجَرِيْرِ بنِ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قِصَّةٍ طَوِيْلَةٍ، وَهٰكَذَا رَوَى لَنَا بُنْدَارٌ هٰذَا الحديثَ عَنْ وَهْبِ بنِ جَرِيْرٍ مُخْتَصَرًا.

وضاحت: بندار: محمد بن بشار کا لقب ہے، انھوں نے یہ حدیث اتنی ہی روایت کی ہے، وہب کے دیگر تلامذہ مفصل حدیث بیان کرتے ہیں جو بخاری میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ الشَّهَادَاتِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

گواہیوں کا بیان

گواہیوں کا تعلق قضاء سے ہے، جلد اول میں ابواب البیوع کے ضمن میں ابواب الاحکام (قضا کے ابواب) آئے ہیں، وہاں ایک گواہ اور قسم کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی روایت بھی آئی ہے، پس مناسب تھا کہ ابواب الشہادات کی روایات بھی وہیں ذکر کی جاتیں، مگر امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان کے لئے یہاں جگہ نکالی ہے، جبکہ آگے پیچھے کے ابواب سے ان کا کوئی تعلق نہیں ...... اور ان ابواب میں چار پانچ حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے دوتین پہلے گذر چکی ہیں، اور ایک حدیث کا دوسری حدیث سے تعارض ہے اس کو حل کیا ہے، اور ایک حدیث میں مسائل کا بیان ہے۔

بابُ ماجاء في الشهداء: أَيُّهُمْ خَيْرٌ؟

گواہ کونسے اچھے؟

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ؟ الذي يَأْتِي بشهادته قبل أَنْ يُسْأَلَهَا: کیا میں آپ لوگوں کو بہترین گواہ نہ بتلاؤں؟ وہ گواہ جو اپنی گواہی پیش کرے اس سے پہلے کہ اس سے گواہی کا مطالبہ کیا جائے (یہ بہترین گواہ ہے)

تشریح: حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی اِس حدیث کا حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اُس حدیث سے تعارض ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں، پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو يَتَسَمَّنُوْنَ: پھولیں گے (تَسَمَّنَ: موٹا ہوجانا، پھول جانا، پھول کر کپا ہوجانا) اور يُحِبُّوْنَ السِّمَنَ: موٹاپے کو پسند کریں گے (السِّمَن (بکسر السین): موٹاپا، جسم کی پھلاوٹ) يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْهَا: وہ گواہی دیں گے اس سے پہلے کہ

ان سے گواہی طلب کی جائے، اس حدیث میں بغیر طلب کے گواہی دینے کو ناپسند کیا گیا ہے جبکہ حضرت زیدؓ کی حدیث میں اس کو پسند کیا گیا ہے۔

اس تعارض کا جواب: یہ ہے کہ وہ سچی گواہی جو کسی کے پاس کسی کے لئے ہو، جس کو وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اس کو صاحب معاملہ کے مطالبہ سے پہلے یا مطالبہ کے بعد فوراً ادا کرنا پسندیدہ ہے، اور ایسا گواہ پسندیدہ ہے، اور جو گواہ گواہی دینے کے لئے بے تاب ہو، اس کی گواہی پسندیدہ نہیں، کیونکہ ایسے گواہ عام طور پر جھوٹے ہوتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کبھی کوئی شخص کسی معاملہ میں گواہ ہوتا ہے مگر صاحب معاملہ کو اس کا پتا نہیں ہوتا، ایسی صورت میں اگر گواہ گواہی کے لئے اقدام نہیں کرے گا تو مسلمان کا حق ضائع ہوگا، پس اسے خود قاضی کے پاس جا کر گواہی دینی چاہئے...... اور کبھی اس کی گواہی کا صاحب معاملہ کو علم ہوتا ہے اور وہ اس سے درخواست کرتا ہے کہ میرے لئے قاضی کے پاس گواہی دو، پس ایسی صورت میں جو گواہی دینے میں پس وپیش نہیں کرتا وہ پسندیدہ گواہ ہے...... قبلَ أَنْ يُسْأَلَهَا (فعل مجہول) کے یہ دونوں مطلب ہو سکتے ہیں، گواہی کے مطالبہ سے پہلے گواہی دینا جبکہ صاحب معاملہ اس گواہی سے واقف نہ ہو، اور مطالبہ کے بعد فوراً گواہی دینا جبکہ صاحب معاملہ اس کو جانتا ہو، یہ دونوں صورتیں حدیث کا مصداق ہیں، جیسے کہتے ہیں: الجَوَادُ يُعْطِيْ قَبْلَ السوال: سخی آدمی مانگنے سے پہلے دیتا ہے یعنی مانگنے کے بعد فوراً دیتا ہے، دیر نہیں کرتا، یہی مطلب اس حدیث کا بھی ہے کہ مطالبہ کے بعد فوراً گواہی دینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے...... نیز یہ حدیث شہادتِ حِسبہ (لوجہ اللہ گواہی دینے) کو بھی شامل ہے، یعنی گواہی دینے پر کوئی اجرت یا خرچہ نہیں لیتا، بلکہ خود قاضی کے پاس جا کر گواہی دیتا ہے تو وہ بہترین گواہ ہے...... اور جو لوگ گواہی دینے کے لئے بے تاب رہتے ہیں وہ اچھے گواہ نہیں، کیونکہ وہ عام طور پر جھوٹے ہوتے ہیں۔

ملحوظہ: اس کی مزید تفصیل آخری باب میں بھی آرہی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أبواب الشَّهَادَاتِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[١- بابُ مَاجاءَ فِي الشُّهَدَاءِ: أَيُّهُمْ خَيْرٌ؟]

[٢٢٩١-] حدثنا الأَنْصَارِيُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحمدِ بن عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرِو بنِ عُثْمَانَ، عَنْ أَبِيْ عَمْرَةَ الأَنْصَارِيِّ، عَنْ زَيْدِ بنِ خَالِدٍ

الجُهَنِيِّ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:'' أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ؟ الَّذِيْ يَأْتِيْ بِشَهَادَتِهٖ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا ''

حدثنا أَحْمَدُ بنُ الْحَسَنِ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، وَبِهٖ قَالَ:'' ابْنِ أَبِيْ عَمْرَةَ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَأَكْثَرُ النَّاسِ يَقُوْلُوْنَ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ أَبِيْ عَمْرَةَ، وَاخْتَلَفُوْا عَلَى مَالِكٍ فِيْ رِوَايَةِ هٰذَا الحديثِ: فَرَوَى بَعْضُهُمْ:'' عَنْ أَبِيْ عَمْرَةَ'' وَرَوَى بَعْضُهُمْ:'' عَنْ ابنِ أَبِيْ عَمْرَةَ'' وَهُوَ عَبْدُ الرحمنِ بنُ أَبِيْ عَمْرَةَ الْأَنْصَارِيُّ، وَهٰذَا أَصَحُّ عِنْدَنَا، لِأَنَّهُ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ حَدِيْثِ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرحمنِ بنِ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ زَيْدِ بنِ خَالِدٍ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِيْ عَمْرَةَ، عَنْ زَيْدِ بنِ خَالِدٍ غَيْرُ هٰذَا الحديثِ، وَهُوَ صَحِيْحٌ أَيْضًا، وَأَبُوْ عَمْرَةَ: هُوَ مَوْلَى زَيْدِ بنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، وَلَهُ حَدِيْثُ الْغُلُوْلِ لِأَبِيْ عَمْرَةَ.

[۲۲۹۲-] حدثنا بِشْرُ بنُ آدَمَ ابنِ ابْنَةِ أَزْهَرَ السَّمَّانِ، نَا زَيْدُ بنُ الْحُبَابِ، ثَنِيْ أُبَيُّ بنُ عَبَّاسِ بنِ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ، قَالَ ثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بنُ مُحمدِ بنِ عَمْرِو بنِ حَزْمٍ، ثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَمْرِو بنِ عُثْمَانَ، ثَنِيْ خَارِجَةُ بنُ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ، ثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ أَبِيْ عَمْرَةَ، ثَنِيْ زَيْدُ بنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:'' خَيْرُ الشُّهَدَاءِ مَنْ أَدَّى شَهَادَتَهُ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا '' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

وضاحت: اس حدیث کی سند پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے لمبی بحث کی ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث امام مالک رحمہ اللہ سے معن بن عیسیٰ قزّاز روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت کرنے والے راوی کا نام ابوعمرۃ انصاری بتاتے ہیں، مگر یہ نام صحیح نہیں، امام مالکؒ کے دوسرے شاگرد عبداللہ بن مسلمہؒ اس راوی کے نام میں ''ابن'' بڑھاتے ہیں، یہی صحیح نام ہے، اور ابوعمرۃ کے لڑکے کا نام عبدالرحمٰن ہے، حضرت زیدؓ سے عبدالرحمٰن یہ حدیث روایت کرتے ہیں، کیونکہ امام مالکؒ کے علاوہ دیگر روات سے بھی یہ حدیث مروی ہے اور وہ عبدالرحمٰن کے نام کی صراحت کرتے ہیں۔

البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ابوعمرۃ جو حضرت زیدؓ کے آزاد کردہ ہیں وہ بھی حضرت زیدؓ سے مالِ غنیمت میں خیانت کی حدیث روایت کرتے ہیں جس کی تخریج ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمدؒ نے کی ہے کہ جنگ خیبر کے موقع پر ایک صاحب کا انتقال ہوا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: صَلُّوْا علی صاحبِکم: اپنے آدمی کی نماز پڑھ لو، یعنی نبی ﷺ نے جنازہ پڑھنے سے انکار کیا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: إنَّ صاحبَکم غَلَّ فی سبیل الله: تمہارے آدمی نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے، چنانچہ اس کا سامان چیک کیا گیا تو اس کے سامان میں چند مہرے

ملے، جو دو درہم کی مالیت کے بھی نہیں تھے، یہ حدیث ابوعمرۃ حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں مگر باب کی حدیث ان کے لڑکے عبدالرحمٰن حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں، پھر حدیث (۲۲۹۲) پیش کی ہے جس کی سند میں امام مالک نہیں ہیں، اس سند سے یہ حدیث ابوعمرۃ کے لڑکے عبدالرحمٰن حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں، پس صحیح بات یہی ہے کہ اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن ہیں، ان کے والد نہیں ہیں۔

بابُ ماجاء فی مَنْ لاتَجُوْزُ شَهَادَتُهُ

کن لوگوں کی گواہی مقبول نہیں؟

سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲ میں گواہوں کے تعلق سے ارشادِ پاک ہے: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ یعنی گواہ ایسے ہونے چاہئیں جن کو تم پسند کرتے ہو، اور گواہوں کی پسندیدگی ان کی چند خوبیوں کی وجہ سے ہوتی ہے، مثلاً عقلمند ہونا، پوری عمر کا ہونا، معاملہ فہم ہونا، قوت گویائی کا مالک ہونا، مسلمان ہونا (جبکہ مدعی علیہ مسلمان ہو) دیندار ہونا، بامروت ہونا اور متہم نہ ہونا وغیرہ۔

اور گواہوں کے معتبر ہونے کے لئے یہ اوصاف اس لئے ضروری ہیں کہ ہر خبر فی نفسہ صدق وکذب کا احتمال رکھتی ہے یعنی ان کی بتلائی ہوئی بات سچی بھی ہوسکتی ہے اور جھوٹی بھی، پس کسی قرینہ ہی سے کسی ایک احتمال کو ترجیح حاصل ہوگی، اور قرینہ یا تو خبر دینے والے میں ہوگا یا بیان کی ہوئی بات میں یا ان کے علاوہ میں، مگر مخبر کی صفات کے علاوہ دوسری کوئی ایسی چیز متعین نہیں کہ جس پر فیصلۂ شرعی کا مدار رکھا جائے اس لئے گواہی کے مقبول ہونے کے لئے مذکورہ صفات کو شرط قرار دیا گیا ہے، پس جو گواہ فاسق وفاجر ہو یعنی کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو یا وہاں مظنۂ تہمت ہو کہ وہ جنبہ داری میں یا عداوت میں جھوٹی گواہی دے رہا ہے تو ایسے گواہ کی گواہی شرعاً معتبر نہیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: گواہی معتبر نہیں:

۱- امانت میں خیانت کرنے والے مرد وزن کی، کیونکہ خیانت کرنے والا دیندار نہیں رہتا، پھر جو امانتوں میں خیانت کرسکتا ہے وہ گواہی میں بھی خیانت کرسکتا ہے۔

۲- اور نہ ایسے مرد کی اور نہ ایسی عورت کی گواہی معتبر ہے جن کو کسی حد میں کوڑے لگائے گئے ہوں، کیونکہ حد: کبیرہ گناہوں ہی پر لگائی جاتی ہے جیسے شراب پینا، زنا کرنا، یا کسی پر زنا کی تہمت لگانا، اور یہ سب کبیرہ گناہ ہیں، پس ایسا شخص فاسق ہوجاتا ہے اس لئے اس کی گواہی معتبر نہیں۔

فائدہ: یہ حکم توبہ سے پہلے کا ہے۔ اگر ایسا شخص جس کو حد میں کوڑے لگائے گئے ہیں سچی پکی توبہ کرلے اور اس کی توبہ پر لوگوں کو اطمینان ہوجائے تو پھر اس کی گواہی قبول کی جائے گی، البتہ جس پر حد قذف جاری ہوئی ہے اس

کی گواہی توبہ کے بعد قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ ردّ شہادت اس کی سزا کا جز ہے، اور دیگر ائمہ کے نزدیک توبہ کے بعد اس کی شہادت قبول کی جائے گی، اور اس مسئلہ کا تعلق درحقیقت سورۃ النور آیت ۴و۵ سے ہے: ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ کا استثناء صرف ﴿أُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ سے ہے یا ﴿لَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ سے بھی ہے؟ اس میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک صرف ﴿أُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ سے ہے اور دیگر ائمہ کے نزدیک ﴿لَاتَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا﴾ سے بھی ہے۔

۳۔ اور عداوت کی بنا پر عداوت والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، غِمْر کے معنی ہیں: عداوت، کینہ، یہی معنی إِحْنَةٌ کے بھی ہیں، بلکہ حِنَةٌ کے بھی یہی معنی ہیں، اور لام اجلیہ ہے یعنی عداوت والے کی گواہی بر بنائے عداوت قبول نہیں کی جائے گی، جن دو شخصوں میں پرانی عداوت چلی آرہی ہو، ان میں سے ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ تہمت کی جگہ ہے، ممکن ہے وہ عداوت کی وجہ سے غلط گواہی دے رہا ہو۔

فائدہ: یہ حدیث دیگر کتابوں میں، بلکہ ترمذی کے مصری نسخہ میں بھی اس طرح ہے: ولاذی غِمْرٍ لِأَخیه: یعنی عداوت رکھنے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس کے اس مسلمان بھائی کے خلاف جس سے اس کو عداوت ہے اور ترمذی کے ہندی نسخہ میں ہے: ولاذی غِمْرٍ لِإِحْنَةٍ اور مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہے۔

۴۔ اور نہ اس شخص کی گواہی قبول کی جائے گی جس کی جھوٹی گواہی کا تجربہ کیا جاچکا ہو، مُجَرَّب: اسم مفعول: تجربہ کیا ہوا، اور شَهَادَةٌ کے بعد کاذبةٌ پوشیدہ ہے، یعنی جس کے بارے میں ثابت ہو چکا ہو کہ اس نے کسی معاملہ میں جھوٹی گواہی دی ہے، تو اب اس کی کسی معاملہ میں گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

۵۔ اور نہ کسی خاندان کے تابع (طفیلی) کی گواہی اس خاندان کے حق میں قبول کی جائے گی، کیونکہ اس میں بھی تہمت کا احتمال ہے، چونکہ اس کی روزی روٹی اس گھر کے ساتھ وابستہ ہے، اس لئے ممکن ہے وہ ان کی طرف داری کرے اور جھوٹی گواہی دے۔

فائدہ: یہ حدیث ترمذیؒ سے جامع الاصول میں نقل ہوئی ہے، وہاں لِأَهْل ہے، میں نے متن میں لام وہاں سے بڑھایا ہے، ہمارے نسخہ میں لام نہیں ہے، یہ کاتب کی غلطی ہے۔

۶۔ اور نہ اس شخص کی گواہی معتبر ہے جو ولاء میں یا رشتہ داری میں متہم ہے، ظَنِیْن: کے معنی ہیں: متہم، اور ولاء: اس تعلق کا نام ہے جو آزاد کرنے والے اور آزاد شدہ کے درمیان قائم ہوتا ہے، پس جو شخص ولاء میں متہم ہے یعنی اپنا انتساب اس شخص کی طرف نہیں کرتا جس نے اس کو آزاد کیا ہے بلکہ کسی اور کی طرف نسبت کرتا ہے اور لوگ یہ بات جانتے ہیں، یا جو شخص اپنے باپ کی طرف اپنا انتساب نہیں کرتا بلکہ غیر باپ کی طرف اپنے کو منسوب کرتا ہے اور لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ یہ شخص جس کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے وہ اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے دونوں شخصوں کی گواہی

معتبر نہیں، کیونکہ یہ غلط انتساب کبیرہ گناہ ہے، اس لئے وہ دین دار باقی نہیں رہا، نیز جو ایسا فریب کر سکتا ہے وہ گواہی میں بھی فریب کر سکتا ہے، اس لئے اس کی گواہی معتبر نہیں۔

تشریح:

۱- حدیث کے راوی مروان بن معاویہ فزاریؒ نے قانع کے معنی تابع کے کئے ہیں، یعنی وہ شخص جو کسی فیملی کا طفیلی ہو وہیں کھاتا پیتا اور پڑا رہتا ہو تو وہ قانع ہے۔

۲- امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے یعنی ضعیف ہے، کیونکہ اس کا ایک راوی یزید بن زیاد دمشقی متروک راوی ہے، مگر ابو داؤد (حدیث ۳۶۰۰) میں یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس کا امام ترمذیؒ نے حوالہ دیا ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں، پس یہ حدیث قابل استدلال ہے، اور حسن کے درجہ سے فروتر نہیں (فتح القدیر ۶: ۴۷۸)

۳- پھر امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کا آخری جزء ہماری سمجھ میں نہیں آیا، یعنی آزاد شدہ کی اور رشتہ دار کی گواہی بر بنائے تہمت قبول نہیں کی جائے گی، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی، کیونکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رشتہ داری قبول شہادت کے لئے مطلقاً مانع نہیں، پس رشتہ دار کی گواہی بر بنائے تہمت قبول نہیں کی جائے گی، یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ حالانکہ حدیث کا مطلب وہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ جو شخص غیر آقا کی طرف اپنی نسبت کرتا ہے یا غیر باپ سے نسب جوڑتا ہے اور لوگ اس کی اس حرکت سے واقف ہیں تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ غلط انتساب کبیرہ گناہ ہے۔ غرض حدیث میں مطلق رشتہ دار مراد نہیں، بلکہ نسب میں متہم کی گواہی کے مردود ہونے کا بیان ہے۔

۴- اس کے بعد امام ترمذیؒ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ رشتہ دار ہونا گواہی میں مانع نہیں، بھائی کی بھائی کے لئے گواہی بالاتفاق معتبر ہے۔ البتہ ماں باپ کی گواہی اولاد کے لئے یا اولاد کی گواہی ماں باپ کے لئے معتبر ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے: حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک معتبر نہیں، کیونکہ مظنۂ تہمت ہے، اور امام شافعیؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر گواہ عادل ہو تو گواہی قبول کی جائے گی، اور بھائی کی بھائی کے حق میں بالاتفاق گواہی معتبر ہے، اسی طرح دیگر رشتہ داروں کی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

۵- پھر امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا ہے کہ ایسے دو شخص جن کے درمیان عداوت ہے ان میں سے ایک کی دوسرے کے خلاف گواہی قبول نہیں کی جائے گی، اور امام شافعی رحمہ اللہ نے عبد الرحمٰن اعرج کی ایک مرسل روایت سے استدلال کیا ہے کہ عداوت والے کی گواہی مقبول نہیں، یہ روایت سنن بیہقی میں ہے، اور باب کی روایت بھی اس کی دلیل ہے کہ عداوت والے کی گواہی مقبول نہیں، اور یہ مسئلہ اتفاقی ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

[۲– بابُ ماجاء فِيْمَنْ لاتَجُوْزُ شَهَادَتُهُ]

[۲۲۹۳–] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا مَرْوَانُ بنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ،عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:"لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ، وَلَا مَجْلُوْدٍ حَدًّا وَلَا مَجْلُوْدَةٍ، وَلَاذِيْ غِمْرٍ:لِإِحْنَةٍ، وَلَا مُجَرَّبِ شَهَادَةٍ، وَلَا الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ لَهُمْ، وَلَا ظَنِيْنٍ فِيْ وَلَاءٍ، وَلَا قَرَابَةٍ"

قَالَ الْفَزَارِيُّ: الْقَانِعُ: التَّابِعُ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَزِيْدَ بنِ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيِّ، وَيَزِيْدُ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ، وَلَا يُعْرَفُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِهِ. وَفى البابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو.

وَلَا نَعْرِفُ مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيْثِ، وَلَا يَصِحُّ عِنْدَنَا مِنْ قِبَلِ إِسْنَادِهِ، وَالْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ هٰذَا: أَنَّ شَهَادَةَ الْقَرِيْبِ جَائِزَةٌ لِقَرابَتِهِ.

وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِيْ شَهَادَةِ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ، وَالْوَلَدِ لِلْوَالِدِ: فَلَمْ يُجِزْ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ شَهَادَةَ الْوَلَدِ لِلْوَالِدِ، وَلَا الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ.

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا كَانَ عَدْلاً، فَشَهَادَةُ الْوَالِدِ لِلْوَلَدِ جائِزَةٌ، وَكَذٰلِكَ شَهَادَةُ الْوَلَدِ لِلْوَالِدِ.

وَلَمْ يَخْتَلِفُوْا فِيْ شَهَادَةِ الْأَخِ لِأَخِيْهِ: أَنَّهَا جَائِزَةٌ، وَكَذٰلِكَ شَهَادَةُ كُلِّ قَرِيْبٍ لِقَرابَتِهِ.

وَقَالَ الشَّافِعِيُّ:لَايَجُوْزُ شَهَادَةُ الرَّجُلِ عَلَى الآخَرِ،وَإِنْ كَانَ عَدْلاً، إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا عَداوَةٌ، وَذَهَبَ إِلَى حَدِيثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً:" لَايَجُوْزُ شَهَادَةُ صَاحِبِ حِنَةٍ" يَعْنِيْ صَاحِبَ عَدَاوَةٍ، وَكَذٰلِكَ مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيْثِ، حَيْثُ قَالَ: "لَاتَجُوْزُ شَهَادَةُ صَاحِبِ غِمْرٍ" يَعْنِيْ صَاحِبَ عَدَاوَةٍ.

بابُ ماجاءَ فى شَهَادَةِ الزُّوْرِ

جھوٹی گواہی پر وعید (پہلا باب)

پہلے أبواب البر والصلة، باب عقوق الوالدین میں یہ روایت گذری ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں آپ لوگوں کو بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، اور جھوٹی گواہی دینا" یا فرمایا: "جھوٹ بولنا" راوی کہتے ہیں: نبی ﷺ یہ بات برابر دوہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا: کاش آپ

خاموش ہوجاتے! (تفصیل ابواب البر والصلۃ باب ۴ میں گذر چکی ہے)

دوسری حدیث: نبی ﷺ نے تقریر فرمائی جس میں ارشاد فرمایا: ''لوگو! جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر گردانی گئی ہے'' پھر نبی ﷺ نے سورۃ الحج کی آیت ۳۰ پڑھی: ﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ یعنی تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو، اور جھوٹی بات سے بھی کنارہ کش رہو (یہ دو باتیں واو عاطفہ کے ساتھ بیان کی گئی ہیں جو مطلق جمع کے لئے ہے، پس دونوں گناہ تقریباً یکساں ہوئے، کیونکہ معطوف معطوف علیہ میں اشتراک ہوتا ہے اور اشراک باللہ کے گناہ کی سنگینی ہر شخص جانتا ہے، پس جان لینا چاہئے کہ جھوٹی گواہی بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے)

تشریح: یہاں مصری نسخہ میں ایک حدیث کا اضافہ ہے، سند کی بحث سمجھنے کے لئے اس کا تذکرہ ضروری ہے، وہ حدیث یہ ہے: حدثنا عبد بن حُميد، ثنا محمد بنُ حُميد، ثنا سفيان ـــ وهو ابن زياد العُصْفريُّ ـــ عن أبيه، عن حبيب بن النعمانِ الأسديِّ، عن خُريم بن فَاتِك الأسدي: أَنَّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم صَلَّى صلاةَ الصبح، فلما انْصَرفَ قام قَائما، فقال: '' عُدِلَتْ شهادةُ الزُّوْرِ بالشِّرْك باللّٰهِ'' ثلاثَ مراتٍ، ثم تَلاَ هذه الآية: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ إلى آخر الآية۔

قال أبو عيسىٰ: هذا عندي أَصَحُّ، وَخُريم بنُ فاتكٍ له صُحْبَةٌ، وقد رَوى عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم أحاديثَ، وهو مشهورٌ.

ترجمہ: حضرت خریم اسدیؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی، پھر جب لوگوں کی طرف پھرے تو کھڑے ہوکر تین مرتبہ فرمایا: ''جھوٹی گواہی شرک باللہ کے برابر گردانی گئی ہے'' پھر آپؐ نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔

تشریح: ہمارے نسخہ میں بھی سفیان بن زیاد کی روایت ہے، وہ فاتک سے، اور وہ ایمن سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ایمن کا نبی ﷺ سے سماع ہمارے علم میں نہیں، اور مصری نسخہ میں جو روایت ہے وہ بھی اسی سفیان سے مروی ہے، مگر اس کی سند دوسری ہے، اور صحابی کا نام خریم ہے، جو مشہور صحابی ہیں، جن سے متعدد روایتیں مروی ہیں۔ امام ترمذیؒ نے مصری نسخہ میں فرمایا ہے کہ حدیث کی صحیح سند یہی ہے، یعنی یہ حدیث حضرت خریم کی ہے، ایمن کی نہیں ہے۔

[۳- بابُ ماجاءَ في شَهَادَةِ الزُّوْرِ]

[۲۲۹۴-] حدثنا حُمَيْدُ بنُ مَسْعَدَةَ، نَا بِشْرُ بنُ الْمُفَضَّلِ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِيْ بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟'' قَالُوْا: بَلَى يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: '' الإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ، وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ، أَوْ: قَوْلُ الزُّوْرِ'' قَالَ: فَمَا زَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُهَا، حَتَّى قُلْنَا: لَيْتَهُ سَكَتَ! هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٢٩٥-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نا مَرْوَانُ بنُ مُعَاوِيَةَ، عَنْ سُفْيَانَ بنِ زِيَادٍ الْأَسَدِيِّ، عَنْ فَاتِكِ بنِ فَضَالَةَ، عَنْ أَيْمَنَ بنِ خُرَيْمٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَامَ خَطِيْبًا، فَقَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ! عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ إِشْرَاكًا بِاللّٰهِ!" ثُمَّ قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾

هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ سُفْيَانَ بنِ زِيَادٍ، وَقَد اخْتَلَفُوْا فِيْ رِوَايَةِ هٰذَا الحديثِ عَنْ سُفْيَانَ بنِ زِيَادٍ، وَلَا نَعْرِفُ لِأَيْمَنَ بنِ خُرَيْمٍ سَمَاعًا مِنَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

بابٌ منه

جھوٹی گواہی پر وعید (دوسرا باب)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے (دیکھیں: أبواب الفتن، باب ماجاء فی القرن الثالث) نبی ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں: جو ان سے متصل ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں (تین مرتبہ مگر پہلے دو ہی مرتبہ آیا ہے) پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو پھولیں گے یعنی موٹے ہونگے اور موٹاپے کو پسند کریں گے، وہ گواہی دیں گے اس سے پہلے کہ ان سے گواہی کی درخواست کی جائے۔

تشریح:

۱- یہ امام اعمش رحمہ اللہ کے شاگرد محمد بن فضیل کی روایت ہے، وہ اعمش اور ہلال کے درمیان علی بن مدرک کا واسطہ بڑھاتے ہیں، اور امام اعمش کے دوسرے تلامذہ یہ واسطہ نہیں بڑھاتے، پھر وکیع رحمہ اللہ کی سند لکھی ہے جس میں یہ واسطہ نہیں ہے، پھر امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ محمد بن فضیل کی حدیث سے یہ وکیع کی حدیث اصح ہے۔ (یہ بات پہلے بھی گذری ہے)

۲- اس حدیث میں جھوٹی شہادت کا بیان ہے، اور شہادت کی درخواست کئے جانے سے پہلے شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو معاملہ کا گواہ نہیں بنایا گیا، پھر بھی وہ جھوٹی گواہی دینے کے لئے تیار ہیں، اور اس کے لئے بے تاب ہیں۔

اور اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جو پہلے أبواب الفتن باب لزوم الجماعة میں گذری ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان سے متصل ہیں (دو مرتبہ) پھر جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا درانحالیکہ

وہ گواہ نہیں بنایا گیا یعنی وہ معاملہ کو نہیں جانتا، اور آدمی قسم کھائے گا درانحالیکہ اس کو قسم نہیں کھلائی جائے گی، یعنی بغیر قسم کے مطالبہ کے از خود اقداماً قسم کھائے گا۔ اس حدیث میں یَفْشُوْ الْكَذِبُ: جھوٹ پھیل جائے گا کے بعد گواہی کا تذکرہ قرینہ ہے کہ اس سے جھوٹی گواہی مراد ہے۔

اور ابھی جو حدیث گذری ہے کہ بہترین گواہ وہ ہیں جو گواہی پیش کریں درخواست کئے جانے سے پہلے، اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی معاملہ میں گواہ ہو، پس وہ گواہی دینے سے انکار نہ کرے تو وہ بہترین گواہ ہے، علماء کے نزدیک اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔

[٤- بابٌ منه]

[٢٢٩٦-] حدثنا وَاصِلُ بنُ عَبْدِ الأَعْلَى، نَا مُحمدُ بنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَلِيِّ بنِ مُدْرِكٍ، عَنْ هِلَالِ بنِ يَسَافٍ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ — ثَلاَثًا — ثُمَّ يَجِیْءُ قَوْمٌ مِنْ بَعْدِهِمْ يَتَسَمَّنُوْنَ، وَيُحِبُّوْنَ السِّمَنَ، يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْهَا"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَلِيِّ بنِ مُدْرِكٍ، وأَصْحَابُ الأَعْمَشِ إِنَّمَا رَوَاهُ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ هِلَالِ بنِ يَسَافٍ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ.

حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بنُ حُرَيْثٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ هِلَالِ بنِ يَسَافٍ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحمدِ بنِ فُضَيْلٍ.

وَمَعْنَى هٰذَا الحديثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: "يُعْطُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلُوْهَا": إِنَّمَا يَعْنِی شَهَادَةَ الزُّوْرِ، يَقُوْلُ: شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُسْتَشْهَدَ.

وَبَيَانُ هٰذَا: فِیْ حَدِيْثِ عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ يَفْشُوْ الْكَذِبُ، حَتَّى يَشْهَدَ الرَّجُلُ وَلاَ يُسْتَشْهَدَ، وَيَحْلِفَ الرَّجُلُ وَلاَ يُسْتَحْلَفَ"

وَمَعْنَى حَدِيْثِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: قَالَ: "خَيْرُ الشُّهَدَاءِ الَّذِیْ يَأْتِیْ بِشَهَادَتِهِ قَبْلَ أَنْ يُسْأَلَهَا:" هُوَ: إِذَا اسْتُشْهِدَ الرَّجُلُ عَلَى الشَّيْئِ: أَنْ يُؤَدِّیَ شَهَادَتَهُ، وَلاَ يَمْتَنِعَ مِنَ الشَّهَادَةِ، هٰكَذَا وَجْهُ الْحَدِيْثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ.

لغات: فَشَا يَفْشُوْ فَشْوًا وَفُشُوًّا: ظاہر ہونا، پھیلنا، عام ہونا ...... اسْتَشْهَدَ: گواہ بنانا ...... اسْتَحْلَفَ: قسم کھلانا، حلف اٹھوانا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ الزُّهْدِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

دنیا سے بے رغبتی کا بیان

زَهِدَ فيه، وعنه (س) زُهْدًا وَزَهَادَةً کے معنی ہیں: کسی چیز کو حقارت سے، یا بے رغبتی سے، یا اس سے پریشانی کی بنا پر چھوڑ دینا، اس سے الگ ہوجانا۔ اور زَهِدَ فى الدنيا کے معنی ہیں: دنیا سے بے رغبت ہونا، حلال چیزوں کو محاسبہ کے خوف سے، اور حرام چیزوں کو مؤاخذہ کے اندیشہ سے چھوڑ دینا۔

اور ایک دوسرا لفظ: الرِّقَاق (بکسر الراء) ہے یہ الرَّقِيْق (بفتح الراء) کی جمع ہے اس کے لغوی معنی ہیں: باریک، لطیف، اور اصطلاحی معنی ہیں: وہ باتیں جو دل کو نرم کریں، جن کی وجہ سے دل میں دنیا کی بے رغبتی پیدا ہو اور آخرت کی یاد تازہ ہو، پس زُہد اور رِقاق متقارب المعنی ہیں، چنانچہ حدیث کی کتابوں میں کہیں زہد کا عنوان قائم کرتے ہیں اور کہیں رقاق کا، امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہاں أبواب الزهد کا عنوان قائم کیا ہے، اور آگے أبوابُ صفةِ القيامة والرقائق والورع کا عنوان قائم کیا ہے۔ الرَّقائق: الرقيقة کی جمع ہے، جو الرَّقيق کا مؤنث ہے۔

اور ابن المبارک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: كتابُ الزهد والرِّقاق میں اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں دونوں کو جمع کیا ہے، وہ دونوں بابوں کی حدیثیں ایک ساتھ لائے ہیں، پس زہد کی روایات وہ ہیں جن سے آدمی کا دل دنیا سے اکھڑتا ہے، اور رقاق کی روایتیں وہ ہیں جن سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے، آخرت یاد آتی ہے، اور عمل کا داعیہ ابھرتا ہے۔

اس کے بعد پانچ باتیں جاننی چاہئیں:

پہلی بات: مال بری چیز نہیں، البتہ ضروری ہے کہ مال حلال ذرائع سے حاصل کیا جائے، اگر ناجائز طریقہ سے مال حاصل کیا جائے گا تو وسائل کا خُبث مال میں آجائے گا اور وہ مال برا ہوجائے گا، رہا حلال مال تو وہ قطعاً شریعت کی نظر میں برا نہیں، قرآن کریم نے صرف دو چیزوں کو ''لوگوں کا سہارا'' قرار دیا ہے: ایک: بیت اللہ کو، دوسرے: مال کو۔

سورۃ المائدہ آیت ۹۷ میں کعبہ شریف کے تعلق سے ارشادِ پاک ہے:﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کی جگہ ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے، یعنی اس کی بقاء تک عالم کا بقاء مقدر ہے، چنانچہ جب کفار اس کو منہدم کردیں گے تو جلد ہی قیامت آجائے گی، اور سورۃ النساء آیت ۵ میں مال کے تعلق سے ارشادِ پاک ہے:﴿وَلاَ تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾ یعنی تم کم عقلوں (یتیموں) کو ان کے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ''مایۂ زندگی'' بنایا ہے، یعنی زندگی مال کے سہارے قائم رہتی ہے، آدمی کے پاس مال ہو تو وہ سرابھار کر چلتا ہے، ورنہ سگنل ڈاؤن ہوجاتا ہے۔

اسی طرح قرآن وحدیث میں مال اڑانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے، مال کو خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اسراف کی ممانعت کی ہے۔سورۃ الاعراف آیت ۳۱ میں ہے:﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لاَيُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ یعنی کھاؤ، پیو اور اسراف مت کرو، اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ اور سورۂ بنی اسرائیل (آیات ۲۶-۳۰) میں ارشادِ پاک ہے:''اور رشتہ دار کو اس کا حق دو، اور محتاج کو اور مسافر کو، اور مال کو بے موقع مت اڑاؤ (کیونکہ) بے موقع مال اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے، اور اگر اپنے پروردگار کی طرف سے جس رزق کے آنے کی امید ہو اس کے انتظار میں اگر تم کو رشتہ داروں سے پہلو تہی کرنی پڑے تو ان سے نرم بات کہو، اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ مت لو، یعنی غایتِ بخل سے بالکل ہی ہاتھ روک مت لو، اور نہ بالکل ہی ہاتھ کھول دو، ورنہ الزام خوردہ، تہی دست ہوکر بیٹھ رہوگے، آپ کے پروردگار یقیناً جس کے لئے چاہتے ہیں رزق زیادہ کرتے ہیں، اور رزق میں تنگی کرتے ہیں، وہ اپنے بندوں کے احوال سے بخوبی واقف ہیں، اور ان کو اچھی طرح دیکھ رہے ہیں''

ان آیاتِ پاک کا حاصل بھی یہی ہے کہ مال سوچ سمجھ کر خرچ کیا جائے، بے موقع نہ اڑایا جائے، نیز مال پر سانپ بن کر نہ بیٹھا جائے، بلکہ رشتہ داروں اور غریبوں کے حقوق حسبِ استطاعت دیئے جائیں۔

دوسری بات: مال صرف اس دنیا ہی میں کارآمد نہیں، بلکہ دوسری دنیا بنانے میں اور اس کو سنوارنے میں بھی اہم رول ادا کرتا ہے۔حدیث میں ہے کہ غریب صحابہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ مالدار صحابہ ہم سے آگے نکلے جارہے ہیں، آپؐ نے پوچھا: کیا بات ہوئی؟ انھوں نے عرض کیا: ہم جو نمازیں پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور وہ ہماری طرح روزہ بھی رکھتے ہیں اور اللہ نے ان کو مال دیا ہے جس میں سے وہ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، اس طرح وہ ہم سے آگے نکلے جارہے ہیں۔

مگر لوگوں کا عمومی حال یہ ہے کہ وہ مال دنیا کی آسائش کے لئے یا ناموری کے لئے خرچ کرتے ہیں، دوسری دنیا کو آباد کرنے کے لئے اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کرنے والے بہت کم ہیں، اس لئے

ضروری تھا کہ لوگوں کو اس سے واقف کیا جائے اوران کی توجہ اس طرف مبذول کی جائے کہ وہ لوجہ اللہ مال خرچ کریں، تا کہ ان کی آخرت آباد ہو، أبوابُ الزهد والرِّقَاق کی حدیثوں میں یہ پہلو خاص طور پر ملحوظ ہے۔

تیسری بات: دنیا کی زینت کفر سے ہے اور آخرت کی زینت ایمان سے ہے، یعنی جو لوگ آخرت کو سرے سے مانتے ہی نہیں، یا جیسا ماننا چاہئے نہیں مانتے ان کی کوششیں اور محنتیں دنیا کے پیچھے ضائع ہوتی ہیں، وہی دنیا میں بڑی بڑی بلڈنگیں بناتے ہیں، جلب منفعت کے لئے نئی نئی چیزیں ایجاد کرتے ہیں اور اس طرح دنیا کو آباد کرتے ہیں مگر آخرت کو ویران کرتے ہیں، وہ آخرت کے لئے کوئی سامان نہیں کرتے۔ اور جو لوگ آخرت پر صحیح ایمان رکھتے ہیں، وہ آخرت کو بھی آباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ وہ حقیقی اور ابدی زندگی ہے، یہ دنیا تو چند روزہ ہے، اس میں گاڑی کسی بھی طرح چل جاتی ہے، آرام سے بھی اور تنگی سے بھی، مگر آخرت کی زندگی سنوارنے کے لئے محنت درکار ہے، محنت کے بغیر آخرت آباد نہیں ہوسکتی۔

اور دنیا چونکہ عاجل (پیش نظر) ہے اور مال کی محبت فطری امر ہے اس لئے کبھی مؤمن بھی دنیا کا ہو کر رہ جاتا ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس کو بار بار چوکنا کیا جائے اور اس کو یاد دلایا جائے کہ وہ اپنی تمام تر سعی دنیا کے پیچھے ضائع نہ کرے، اور جو مال ومتاع اس کو میسر آئے اس کو عیش وعشرت میں خرچ نہ کرے، بلکہ دنیا کے جھمیلوں سے زیادہ سے زیادہ وقت بچا کر آخرت کی فکر کرے، اور اپنے مال سامان کو وجوہِ خیر میں خرچ کرکے اپنی آخرت آباد کرے، زہد ورقاق کی حدیثوں کا بنیادی مقصد یہی ذہن بنانا ہے۔

چوتھی بات: قرونِ متوسطہ میں جب تصوف میں عجمی اثرات درآئے تو صوفیا میں یہ خیال قوت پکڑ گیا کہ دنیا فی نفسہ بری چیز ہے، اس لئے دنیا کی طرف مطلق التفات نہیں چاہئے، پھر کچھ لوگ تو صحیح رہے، وہ فاقہ مستی کے ساتھ عبادتوں میں مشغول رہے، مگر زیادہ تر لوگ ظاہر داری سے کام لیتے رہے، بظاہر تارک الدنیا بنے رہے مگر درپردہ سب کچھ کرتے رہے، وہ لوگ عیش وعشرت کی زندگی گذارتے تھے، جیسے سادھوسنتوں اور راہبوں کی یہی صورتِ حال ہے، وہ بظاہر زاہد ہیں مگر حقیقت میں سب کچھ کرتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ صحیح مذہب کی تعلیمات فطرت کے تقاضوں کے خلاف نہیں ہوسکتیں، اسلام برحق دین ہے اس کی کوئی تعلیم فطری تقاضوں کو دباتی نہیں، بلکہ ان کے لئے جائز راہیں تجویز کرتی ہے، اور اس کے ساتھ آنے والی زندگی کو آباد کرنے کی بھی تعلیم دیتی ہے، صحابہ کرام میں بڑے بڑے مالدار بھی ہوئے ہیں، اگر مال فی نفسہ بری چیز ہوتی تو وہ حضرات مال کیوں کماتے؟ اور اپنے پاس کیوں رکھتے؟ بعد کے بزرگوں کا بھی یہی حال تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ، پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اور خواجہ عبید اللہ احرار رحمہم اللہ کے واقعات پہلے میں نے بیان کئے ہیں، ان حضرات کے پاس بڑی دولت تھی، اور وہ اس دولت کو خوب وجوہ خیر میں خرچ کرتے تھے، پس تصوف میں جو

یہ عام خیال پایا جاتا ہے کہ ''دنیا مطلقاً بری ہے'' یہ خیال صحیح نہیں، دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے، یہاں جو بویا ہے وہی آخرت میں کاٹنا ہے، اور کھیتی کے سہارے زندگی گذرتی ہے، پس کھیتی فی نفسہ بری کیسے ہوسکتی ہے؟ اس لئے صحیح نظریہ: درکفے جامِ شریعت، درکفے سندانِ عشق ہے، نہ تو دنیا کی طرف اتنا ڈھل جائے کہ دنیا ہی کا ہوکر رہ جائے، اس کو فرائض کی ادائیگی کی بھی فرصت نہ ملے، اور نہ اس طرح آخرت کا ہوکر رہ جائے اور دنیا سے ہاتھ جھاڑ لے کہ اس کے متعلقین پریشان ہوجائیں، اور دوسروں کے دست نگر بن جائیں، ایسی زندگی بھی اسلامی تعلیمات کی رو سے صحیح نہیں۔

پانچویں بات: ناداری کی دو صورتیں ہیں: اختیاری اور اضطراری۔ اختیاری ناداری پسندیدہ چیز ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: الفَقْرُ فَخْرِیْ: غریبی میرے سر کا تاج ہے، مگر یہ مقام ہر کسی کا حصہ نہیں، ایک لاکھ نیک بندوں میں سے کسی ایک ہی کو یہ مقام میسر آتا ہے، اور اضطراری (نہ چاہتے ہوئے) غریبی بہت بری چیز ہے۔ حدیث شریف میں ہے: کَادَ الْفَقْرُ أن یکون کفراً: محتاجگی کے ڈانڈے کفر سے ملے ہوئے ہیں، یعنی غریبی کی وجہ سے آدمی مرتد بھی ہوسکتا ہے، آئے دن ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، اس لئے اسلام نے کمانے کو فرض کیا ہے، حدیث میں ہے: کَسْبُ الحلال فریضةٌ بعد الفریضة: یعنی جب آدمی اول نمبر کے فرائض سے فارغ ہوجائے تو حلال روزی کمانا فرض ہے، اس کے علاوہ کمانے کی ترغیب کے سلسلہ میں بہت روایات ہیں، کیونکہ جب آدمی کے پاس اندوختہ ہوگا تو وہ کسی کا دست نگر نہیں ہوگا، اور نہ شیطان اس کی متاع ایمانی پر ڈاکہ ڈالے گا، زہد کے سلسلہ میں جو روایات آرہی ہیں ان کو پڑھتے ہوئے اس نکتہ کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھنا چاہئے۔

بابٌ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ

تندرستی اور فارغ بالی دو ایسی نعمتیں ہیں: جن میں اکثر لوگ دھوکہ خوردہ ہیں

لوگ دنیا کے کاموں میں چست ہوتے ہیں، تندرستی میں خوب محنت کرتے ہیں، فرصت کے لمحات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور مشغولیت کے زمانہ کا خیال کرکے پہلے ہی کاموں کو نمٹاتے ہیں، مگر دین کے تعلق سے اور آخرت کی تیاری کے معاملہ میں لوگ ان باتوں کا خیال نہیں کرتے، بلکہ معاملہ الٹا ہوجاتا ہے۔ تندرستی کے زمانہ میں سوچتے ہیں: ابھی عیش کرلیں، جب بوڑھے ہوجائیں گے تو دین کے کاموں میں لگ جائیں گے۔ اسی طرح فرصت کے لمحات بھی ضائع کردیتے ہیں، پھر جب مشغولیت کا زمانہ آتا ہے تو کفِ افسوس ملتے ہیں، طلبہ کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں، طالب علمی کا زمانہ تندرستی اور فراغ بالی کا زمانہ ہے جسے وہ لاابالی پن میں گذار دیتے ہیں، پھر جب شادی ہوجاتی ہے، اولاد ہوجاتی ہے، کاروباری مشغولیت بڑھ جاتی ہے تو افسوس کرتے ہیں کہ ہائے ہم نے طالب علمی کی زندگی ضائع کردی، کاش ہم اس کو کارآمد بناتے، پس پہلے ہی ہوش میں آجانا چاہئے تاکہ بعد از وقت پچھتانا نہ پڑے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: **نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فیهما کثیرٌ مِنَ النَّاسِ : الصِّحَّةُ والْفَرَاغُ:** دونعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ دھوکہ خوردہ ہیں: تندرستی اور فراغ بالی۔

تشریح: نِعْمَتَان: مبتدا ہے اور مَغْبُوْنٌ: خبر ہے، اور الصِّحَّةُ وَالفراغ: هما محذوف کی خبر ہیں، اور اگر آپ چاہیں تو مبغونٌ کو نعمتان کی صفت بنائیں، اس صورت میں الصحة والفراغ خبر ہونگے......مَبغونٌ: اسم مفعول ہے اور اسم مفعول فعل مجہول سے بنتا ہے، غُبِنَ فی البیع کے معنی ہیں: کاروبار میں دھوکا دیا ہوا، خفیہ طور پر نقصان پہنچایا ہوا، پس مَبغونٌ کے معنی ہیں: دھوکا خوردہ، ٹھگ لیا گیا......اور تندرستی کا مفہوم واضح ہے اور فراغ سے فرصت کے لمحات مراد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشہور ارشاد ہے: **تَعَلَّمُوْا قَبْلَ أَنْ تُسَوَّدُوْا:** علم حاصل کرو، اس سے پہلے کہ سردار بنائے جاؤ، یعنی تمہیں کام سپرد ہو جائیں، گھر کی مشغولیت بڑھ جائے اور کاروبار میں پھنس جاؤ اس سے پہلے جو تمہیں فرصت کے لمحات میسر ہیں ان کو غنیمت جانو اور ان میں علم حاصل کرلو، پھر موقع نہیں ملے گا۔

غرض یہ حدیث دین اور آخرت کے معاملات سے متعلق ہے اس میں لوگ دھوکا کھاتے ہیں، اسی لئے یہ حدیث ابواب الزہد میں لائے ہیں، اور یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، بخاری شریف (حدیث ۶۴۱۲) میں ہے۔

[۱- بابٌ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ]

[۲۲۹۷-] حدثنا صَالِحُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، قَالَ صَالِحٌ: ثَنَا، وَقَالَ سُوَيْدٌ: أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَعِيْدِ بنِ أَبِیْ هِنْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم: "نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ"

حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيیَ بنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ سَعِيْدِ بنِ أَبِیْ هِنْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبیِّ صلی الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

وفی الباب: عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَرَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَعِيْدِ بنِ أَبِیْ هِنْدٍ، وَرَفَعُوْهُ، وَوَقَفَهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَعِيْدِ بنِ أَبِیْ هِنْدٍ.

بابُ مَنِ اتَّقَی الْمَحَارِمَ فَهُوَ أَعْبَدُ النَّاسِ

ممنوعات سے پرہیز کرنا بڑی عبادت ہے

دین کے احکام دو قسموں پر مشتمل ہیں: مأمور بہ اور منہی عنہ، یعنی کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کچھ کاموں سے روکا گیا ہے، دین کے یہ دونوں ہی حصے اہم ہیں، مگر ان میں بھی اہم منہیات سے بچنا ہے، اور مأمورات

پرعمل کرنا اتنا دشوار نہیں جتنا منہیات سے بچنا دشوار ہے، اور ماموارت کی ادائیگی سے جس قدر فائدہ پہنچتا ہے منہیات کے ارتکاب سے اس سے زیادہ ضرر پہنچتا ہے۔ اور جلب منفعت سے دفع مضرت مقدم ہے، برتن پر قلعی کرنے سے پہلے اس کو مانجھنا پڑتا ہے، تب جا کر قلعی کھلتی ہے۔ اور ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ عام ضابطہ ہے، اس کے تحت یہ بات بھی داخل ہے کہ بعض معاصی نیکیوں کو ختم کردیتے ہیں، سورۃ الزمر (آیت ۶۵) میں ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کا سب کیا کرایا غارت ہوجائے گا، اور سورۃ الحجرات (آیت ۲) میں ہے: ﴿وَلاَتَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لاَ تَشْعُرُوْنَ﴾ یعنی نبی ﷺ کے سامنے ایسے کُھل کر مت بولو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کُھل کر بولتے ہو، کبھی تمہارے اعمال برباد ہوجائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو، یعنی اس بے ادبی کے نتیجہ میں کیا کرایا ختم بھی ہوسکتا ہے، ان آیات سے ثابت ہوا کہ بعض گناہ: نیکیوں کو ختم کردیتے ہیں، اس لئے نیکیوں سے مقدم معاصی سے بچنا ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن صحابہ سے) فرمایا: کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں سیکھ لے، پھر وہ خود ان پر عمل کرے یا وہ باتیں ان لوگوں کو سکھلائے جو ان پر عمل کریں، حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں تیار ہوں، پس آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گن کر پانچ باتیں بتلائیں:

۱- اِتَّقِ الْمَحَارِمَ: تكن أَعْبَدَ النَّاسِ: ناجائز کاموں سے بچو، تم سب سے بڑے عبادت گذار بن جاؤگے، یعنی اگر کوئی شخص ممنوعات سے پرہیز کرے تو یہ بات نفلی عبادات کی کثرت سے افضل ہے۔ اور حدیث کا یہی جزء یہاں مقصود ہے، زُہد (دنیا سے بے رغبتی) کی بنیاد حرام چیزوں سے بچنا ہے، جو بندہ دنیا کی زندگی میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے کسی ناجائز کام کا ارتکاب نہیں کرتا وہ مأمور بہ احکام کی بدرجۂ اولیٰ پیروی کرتا ہے۔ اِتَّقِ: امر واحد مذکر حاضر ہے اتَّقٰى اتِّقَاءً: پرہیز کرنا۔ اور أَعْبَد: أكبر کے وزن پر اسم تفضیل ہے، اور حدیث میں تکُنْ کی خبر ہے، اس لئے منصوب ہے۔

۲- وارْضَ بما قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ: تكُنْ أَغْنَى النَّاسِ: اور اللہ نے جو کچھ تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اس پر راضی رہو: سب سے بڑے غنی (بے نیاز) بن جاؤگے، کیونکہ مالداری: مال کی فراوانی کا نام نہیں، بلکہ دل کی بے نیازی کا نام ہے، اور یہ بات اسی کو میسر آتی ہے جو قسمت کے لکھے پر مطمئن ہو، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حلال مال کمانے کے لئے کوشش نہ کرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے پیچھے اندھا دھند نہ پڑ جائے، دینی احکام سے غافل نہ ہوجائے، اور لوگوں کے مالوں پر رال نہ ٹپکائے، مگر مال کمانے کی کوشش برابر جاری رکھے، معطل ہوکر نہ رہ جائے، پھر جو اس کی قسمت میں ہے اور اس کو مل گیا، اس پر راضی اور خوش رہے، یہ شخص سب سے بڑا دل کا بادشاہ ہے اور اس جزء کا تعلق بھی زہد سے ہے۔

۳- وَأَحْسِن إلى جارك: تكن مؤمِنًا: اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو: (کامل) مؤمن بن جاؤگے،

یعنی پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کمالِ ایمان کے لئے لازمی امر ہے۔

۴-وَأَحِبَّ للناس مَاتُحِبُّ لِنَفْسِكَ: تكن مسلمًا: اورلوگوں کے لئے وہ چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو: (کامل) مسلمان ہو جاؤ گے، یعنی احکام شرعیہ کی کامل اطاعت کے لئے ضروری ہے کہ آدمی دوسروں کا بہی خواہ ہو، اور جو کچھ اپنے لئے چاہتا ہے دوسروں کے لئے بھی چاہے، تو وہ اعلی درجہ کا مسلمان ہے۔

۵-وَلاَ تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَإِنْ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ القلبَ: اور بہت زیادہ مت ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے، ہنسی عام طور پر لایعنی باتوں کی وجہ سے آتی ہے، اور فضول باتیں دل کو آخرت سے غافل کرتی ہیں، ان سے دل مردہ اور بے حس ہو جاتا ہے، اس لئے اس میں بہت زیادہ مشغول نہیں ہونا چاہئے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دین کی باتیں دو مقاصد سے سیکھنی چاہئیں: ایک: یہ کہ خود ان پر عمل کرے، دوسرے: یہ کہ اوروں کو پہنچائے تا کہ وہ بھی اس پر عمل کریں، اس حدیث میں أوْ مانعۃ الخلو کا ہے، پس دین سیکھنے کے یہ دونوں مقاصد جمع ہو جائیں تو بہت اچھی بات ہے اور اگر کسی وجہ سے جمع نہ ہو سکیں تو ایک بات تو حاصل ہونی ہی چاہئے، پھر ان میں سے اہم بات پہلی ہے کہ آدمی جو دین سیکھے اس پر خود عمل پیرا ہو، اور اگر کسی وجہ سے خود عمل نہ کر سکے اور دوسروں کو وہ بات پہنچائے تو یہ بھی ایک فائدہ ہے، مگر یہ بات نوافلِ اعمال میں ہے، فرائض میں ایسا کرنا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ؟ کا مصداق ہے۔

اور جو بندہ ان پانچوں باتوں پر کاربند ہو جائے وہ دنیا ہی میں جنت کا مزہ چکھ لے گا، اس کی زندگی پاک صاف اور بڑے اطمینان والی ہوگی، لوگ اس سے محبت کریں گے، دل اللہ کے ذکر سے زندہ اور شاداب ہوگا، اور آخرت میں وہ اللہ کی رضا اور جنت کی نعمتوں سے ہم کنار ہوگا۔ اللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی (آمین)

[۲- بابٌ مَنِ اتَّقَى الْمَحَارِمَ فَهُوَ أَعْبَدُ النَّاسِ]

[۲۲۹۸-] حدثنا بِشْرُ بنُ هِلاَلٍ الصَّوَّافُ، نَا جَعْفَرُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِىْ طَارِقٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَنْ يَأْخُذُ عَنِّى هٰؤُلاَءِ الْكَلِمَاتِ، فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ؟" فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: قُلْتُ: أَنَا يَارسولَ اللّٰهِ! فَأَخَذَ بِيَدِىْ، فَعَدَّ خَمْسًا، وَقَالَ: "اتَّقِ الْمَحَارِمَ: تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ، وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ: تَكُنْ أَغْنَى النَّاسِ، وأَحْسِنْ إِلَى جَارِكَ: تَكُنْ مُؤْمِنًا، وأَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ: تَكُنْ مُسْلِمًا، وَلاَ تُكْثِرِ الضَّحِكَ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ جَعْفَرِ بنِ سُلَيْمَانَ، وَالْحَسَنُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِىْ

هُريرةَ شَيْئًا، هٰكَذَا رُوِىَ عَنْ أَيُّوْب، وَيُوْنُس بنِ عُبَيْدٍ، وَعَلِيِّ بنِ زَيْدٍ قَالُوْا: لَمْ يَسْمَعِ الْحَسَنُ مِنْ أَبِىْ هريرةَ.

وَرَوَى أَبُوْ عُبَيْدَةَ النَّاجِيُّ عَنِ الْحَسَنِ هٰذَا الحديثَ قَوْلَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ أَبِىْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وضاحت: یہ حدیث غریب ہے یعنی جعفر بن سلیمان سے آخر تک اس کی یہی ایک سند ہے، اوراسی سند سے یہ حدیث مسند احمد (۲: ۳۱۰) میں مروی ہے، اوراس سند میں دوخرابیاں ہیں: ایک: ابو طارق سعدی بصری مجہول راوی ہے، دوم: حضرت حسن بصریؒ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لقاء وسماع نہیں، یہ بات ایوب سختیانی، یونس بن عبید اورعلی بن زید نے بیان کی ہے (دوسری رائے یہ ہے کہ سماع ہے۔ حضرت حسنؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کئی حدیثیں روایت کی ہیں) اورابوعبیدۃ بکر بن الاسود الناجی (أحد الزُّهّاد) بھی حضرت حسن بصریؒ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں مگر وہ اس کو حضرت حسن کا قول قرار دیتے ہیں، وہ حضرت ابو ہریرہؓ کا تذکرہ نہیں کرتے، مگر یہ راوی انتہائی درجہ ضعیف ہے، قال ابن حبان: غَلَبَ عليه التَّقَشُّفُ، حتى غَفَلَ عَنْ تعاهُدِ الحديث، فَصَارَ الْغَالِبَ على حديثه المُعْضَلَاتُ (لسان المیزان ۲: ۴۷) مگر یہ حدیث امام طبرانی کی معجم صغیر (ص: ۱۰۴) میں محمد بن سیرین: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں جو اس حدیث کی شاہد ہے اس لئے یہ حدیث ٹھیک ہے، اورمولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے ایک اور شاہد کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ قال: رواه البزّار والبيهقي بنحوه في كتاب الزهد عن مكحول عن واثِلَةَ عنه، وقد سمع مكحولٌ من واثلة: اس لئے بھی یہ حدیث قابل اعتبار ہے۔

بابُ ماجاء في الْمُبادَرَةِ بِالْعَمَلِ

عمل کرنے میں دیر مت کرو

لوگوں کو چاہئے کہ فرصت کے لمحات غنیمت سمجھیں، اوررضائے الٰہی اورفلاح اخروی حاصل کرنے کے لئے کمر بستہ رہیں، عام طور پر لوگ یوم وفردا کرتے ہیں، اوروقت ضائع کرتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ آگے کیا احوال پیش آنے والے ہیں، درج ذیل حدیث پڑھیں:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: سات احوال سے پہلے اعمال (آخرت) کرلو: (۱) تم نہیں انتظار کرتے مگر بھلا دینے والی محتاجی کا (۲) یاسرکش بنانے والی مالداری کا (۳) یابگاڑنے والی بیماری کا (۴) یاانتہائی بڑھاپے کا (۵) یافنا کرنے والی موت کا (۶) یادجال کا، پس وہ بن دیکھی برائی ہے جس کا انتظار کیا جارہا ہے (۷) یاقیامت کا، پس قیامت سخت حادثہ اورکڑوا گھونٹ ہے۔

لغات:بَادَرَ مُبَادَرَةً وَبِدَارًا: جلدی کرنا، سبقت کرنا، پہل کرنا، کسی چیز سے آگے نکل جانا...... سَبْعًا: أی خِصَالاً سَبْعًا: سات باتیں یعنی سات احوال پیش آنے سے پہلے نیک کام کرنے میں سبقت کرو،......هَلْ: استفہام انکاری ہے جس میں نفی کے معنی ہیں، اوراس کے مقابل إلا اثبات ہے......مُنْسٍ: اسم فاعل، أَنْسَاهُ الشیئَ: بھلا دینا، کسی چیز سے غافل کر دینا، ذہن سے نکال دینا......غریبی ایسی بری حالت ہے کہ جب آدمی اس سے دوچار ہوتا ہے تو ہر اہم کام بھول جاتا ہے......مُطْغٍ: اسم فاعل، أَطْغَاهُ الْمَالُ: مال کا کسی کو سرکش بنانا...... مالداری میں انسان آپے سے باہر ہوجاتا ہے اور دولت کے نشے میں وہ کام کرنے لگتا ہے جو اسے نہیں کرنے چاہئیں...... مُفْسِد: اسم فاعل، أَفْسَدَ الشیئَ: بگاڑنا، خراب کرنا...... بیماری کبھی آدمی کو نحیف ونزار کر دیتی ہے اور وہ کسی کرت کا نہیں رہتا، نہ دنیا کا کوئی کام کرسکتا ہے نہ عبادت کرسکتا ہے......الهَرَم (بفتح الراء) بڑھاپا اور الهَرِم (بکسر الراء) انتہائی بوڑھا آدمی جو عمر کی آخری منزل تک پہنچ گیا ہو، سٹھیا جانا...... بڑھاپے کی وجہ سے آدمی حواس باختہ ہوجاتا ہے، عقل ٹھکانے نہیں رہتی پھر عمل کیا کرے گا؟......مُجْهِزٌ: اسم فاعل، أَجْهَزَ: جلدی سے قتل کر دینا، زخمی کا کام تمام کر دینا......موت سے عمل کا قصہ ہی نمٹ جاتا ہے......أَدْهٰی: بڑی آفت، دَاهِيَةٌ کا اسم تفضیل......أَمَرُّ: بہت تلخ، مَرَارَةٌ کا اسم تفضیل جس کے معنی ہیں کڑوا اور تلخ۔ سورۃ القمر (آیت ۴۶) میں ہے:﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ، وَالسَّاعَةُ أَدْهٰی وَأَمَرُّ﴾: بلکہ قیامت ان کا وعدے کا وقت ہے، اور قیامت بڑا سخت حادثہ اور کڑوا گھونٹ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بطور مثال آگے پیش آنے والے سات عوارض کا تذکرہ فرمایا ہے: (۱) آج اگر آدمی خوش حال ہے تو ضروری نہیں کہ یہ حالت باقی رہے، آگے ایسی غریبی پیش آسکتی ہے جو سب کچھ بھلا دے، پھر عمل کیسے کرے گا؟ (۲) اور اگر آج حالت ٹھیک ہے تو آگے ایسی مالداری پیش آسکتی ہے جو سرکش بنا دے اس وقت آدمی دین سے دور جا پڑے گا (۳) اور آج اگر تندرستی حاصل ہے تو آگے ایسی بیماری پیش آسکتی ہے جو جسم کو ناکارہ بنا دے اور دل ودماغ کو خراب کر دے، پھر عمل کیسے کرے گا؟ (۴) اور آج اگر جوانی کی نعمت حاصل ہے تو آگے انتہائی بڑھاپا آرہا ہے، اس وقت نہ آنکھ کام کرے گی نہ کان، نہ ہاتھ پیر چلیں گے نہ دل ودماغ کام کریں گے، پھر عمل کیا کرے گا؟ (۵) اور آج اگر زندگی ملی ہوئی ہے تو کل موت آنے والی ہے، جو عمل کا قصہ ہی نمٹا دے گی (۶) اور اگر کسی کو دجال کا انتظار ہے کہ جب وہ ظاہر ہوگا تب عمل کریں گے یعنی فتنوں کا دور شروع ہوگا تب مضبوطی سے دین پر عمل پیرا ہونگے، تو جان لینا چاہئے کہ دجال ایک بن دیکھی برائی ہے اور آدمی فتنوں میں تنکوں کی طرح بہہ جاتا ہے اس وقت کون عمل کرسکتا ہے؟ (۷) یا انسان کو قیامت کا انتظار ہے حالانکہ قیامت کے بعد جزاء کا زمانہ شروع ہوتا ہے، عمل کا وقت باقی نہیں رہتا، اور قیامت سخت حادثہ اور کڑوا گھونٹ ہے، دنیا کی سزا اور قبر کی مجازات تو ہلکی ہے مگر قیامت کی مجازات: اللہ کی پناہ!...... بہر حال اس قسم کے احوال پیش آسکتے ہیں، اس وقت عمل مشکل ہوجائے گا، پس چاہئے کہ آدمی آج

کی اچھی حالت کوغنیمت سمجھے اور جو کچھ کر سکتا ہے کر لے، کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!

[۳-] بابُ ماجاء فی الْمُبَادَرَةِ بِالْعَمَلِ

[۲۲۹۹-] حدثنا أَبُوْ مُصْعَبٍ، عَنْ مُحْرِزِ بنِ هَارُوْنَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ سَبْعًا: هَلْ تَنْظُرُوْنَ إِلَّا إِلَى فَقْرٍ مُنْسٍ، أَوْ غِنًى مُطْغٍ، أَوْ مَرَضٍ مُفْسِدٍ، أَوْ هَرَمٍ مُفْنِدٍ، أَوْ مَوْتٍ مُجْهِزٍ، أَوِ الدَّجَّالِ ــ فَشَرٌّ غَائِبٌ يُنْتَظَرُ ــ أَوِ السَّاعَةِ﴿ فَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ!﴾

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحْرِزِ بنِ هَارُوْنَ.

وَرَوٰی مَعْمَرٌ هٰذَا الحديثَ عَمَّنْ سَمِعَ سَعِيْدًا الْمَقْبُرِیَّ، عَنْ أَبِیْ هُرَيرةَ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا.

وضاحت: اس حدیث کی سند کا ایک راوی مُحْرِز (بروزن مُحْسِنْ، ح ساکن، ر مکسور اور آخر میں نقطے والی ز) ابن ھارون ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب اور تقریب میں اس کا نام مُحَرَّر (دو راء کے ساتھ بروزن محمد) ابن عبد اللہ لکھا ہے، یہ عبداللہ دادا ہیں، باپ کا نام ہارون ہے، یہ راوی قبیلہ تیم کا ہے۔ حافظ صاحب نے اس کو متروک قرار دیا ہے۔ اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اس کو منکر الحدیث کہا ہے۔ مگر امام ترمذی رحمہ اللہ اس راوی کے بارے میں خوش گمان ہیں اس لئے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور اس حدیث کی ایک دوسری سند معمر کی بھی ہے، مگر اس میں بھی مجہول واسطہ ہے۔ اس لئے یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح نہیں۔

بابُ ماجاء فی ذِكْرِ الْمَوْتِ

موت کو بکثرت یاد کرو

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لذتوں کو توڑنے والی چیز یعنی موت کو بکثرت یاد کرو''

تشریح: موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں، مگر عام طور پر لوگ اسے بھولے رہتے ہیں اور اس طرح زندگی گذارتے ہیں جیسے موت کبھی آنے والی نہیں، یہی غفلت آخرت کے کاموں سے بے فکر کر دیتی ہے، پس آدمی اگر آخرت والے کام کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے انجام سے غافل نہیں ہونا چاہئے، ہر وقت موت کو یاد کرنا چاہئے، یہ تیر بہدف نسخہ ہے، آزما کر دیکھیں!

[٤-] باب ماجاء في ذِكْرِ الْمَوْتِ

[٢٣٠٠-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نَا الْفَضْلُ بنُ مُوْسَى، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ" يَعْنِي الْمَوْتَ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ حسنٌ، وفي الباب: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ.

لغت:هاذِم (ذال کے ساتھ) اسم فاعل ہے، هَذَمَ الشيئَ (ض) هَذْمًا کے معنی ہیں: جلدی سے کاٹنا، یہ لفظ ز کے ساتھ نہیں ہے اس کے دوسرے معنی ہیں: اور یہ حدیث آگے ایک لمبی حدیث کے ضمن میں بھی آرہی ہے جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے جس کا امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہاں حوالہ دیا ہے (مشکوۃ میں یہ حدیث کتاب الجنائز (حدیث ۱۶۰۷) میں ہے، اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث کتاب الرقاق (حدیث ۵۳۵۲) میں ہے)

بابُ ماجاءَ: أَنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الآخِرَةِ

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے

موت کے بعد آدمی کو قبر میں پہنچنا ہے، قبر اس کی پہلی منزل ہے، اور قبر درحقیقت عالم برزخ کا نام ہے یعنی اُس عالم کا نام ہے جو اس دنیا اور آخرت کے درمیان حائل ہے، پس جو بھی مرتا ہے: قبر میں پہنچتا ہے، چاہے اس کو جلا دیا جائے، دفن کیا جائے، یا جانور کھا جائیں بہرصورت آدمی قبر میں پہنچتا ہے۔

اور انسان جسم اور روح کے مجموعہ کا نام ہے، بیداری میں یہ دونوں ساتھ ہوتے ہیں اور سونے کی حالت میں دونوں میں فاصلہ ہوجاتا ہے مگر زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا البتہ مرنے کے بعد یہ فاصلہ زیادہ ہوجاتا ہے، مگر تعلق برقرار رہتا ہے، جس کی تفصیل (کتاب الجنائز باب ۷۰ تحفہ ۳: ۴۸۴) عذاب قبر کے بیان میں گذر چکی ہے۔

اور عالم برزخ: مجازات کا پہلا مقام ہے، قبر میں پہنچتے ہی جزاء وسزا شروع ہوجاتی ہے، اور اُس عالم میں جو اچھی بری واردات پیش آتی ہیں وہ براہ راست روح پر گذرتی ہیں، مگر جسم کے اجزاء بھی اس سے تبعاً متأثر ہوتے ہیں، اس لئے قبر بہت ڈرنے کا مقام ہے، معلوم نہیں وہاں پہنچ کر کیا احوال پیش آئیں، اللہ ہم سب کو قبر کی راحتوں سے ہمکنار فرمائیں اور برزخ کے عذاب سے بچائیں (آمین)

حدیث: ہانی جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ ہیں: کہتے ہیں: جب حضرت عثمانؓ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو روتے تھے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی ڈاڑھی تر ہوجاتی تھی، ان سے پوچھا گیا: جنت اور جہنم کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپؓ نہیں روتے اور قبر کی وجہ سے اس قدر روتے ہیں، کیا وجہ ہے؟ آپؓ نے جواب دیا:

نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے پس اگر بندہ اس سے نجات پا جائے تو آگے کی منزلیں اس سے زیادہ آسان ہیں، اور اگر قبر کی منزل سے بندہ نجات نہ پا سکے تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے اور زیادہ سخت ہیں'' اور حضرت عثمانؓ نے فرمایا: نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے: مارأیتُ مَنْظراً قطُّ إلا القبرُ أَفْظَعُ مِنْهُ: میں نے کبھی کوئی منظر نہیں دیکھا مگر قبر اس سے زیادہ خوفناک ہے!

تشریح: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی قبر سے میرا گذر ہوتا ہے تو نبی ﷺ کے یہ ارشادات مجھے یاد آتے ہیں اور فکر وغم میں مبتلا کر دیتے ہیں اور مجھے رونا آجاتا ہے۔

اور تُذْکَرُ الجنَّةُ وَالنَّارُ کو تَذْکُر: معروف بھی پڑھ سکتے ہیں، یعنی آپؓ جنت اور دوزخ کو یاد کرتے ہیں ...... اور حضرت عثمانؓ کا آزاد کردہ ہانی ابوسعید بربری معمولی راوی ہے صرف صدوق ہے اس لئے حدیث صرف حسن ہے۔

[۵-] بابُ [ماجاء أَنَّ الْقبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الآخِرَةِ]

[۲۳۰۱-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا يَحْيىَ بنُ مَعِينٍ، نَا هِشَامُ بنُ يُوْسُفَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ بَحِيْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ هَانِئًا مَوْلَى عُثْمَانَ، قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ إِذَا وَقَفَ عَلَى قَبْرٍ بَكَى، حَتَّى يَبُلَّ لِحْيَتُهُ، فَقِيْلَ لَهُ: تُذْكَرُ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَلاَ تَبْكِيْ، وَتَبْكِيْ مِنْ هٰذَا؟ فَقَالَ: إِنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:'' إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِنْ مَنَازِلِ الآخِرَةِ، فَإِنْ نَجَا مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَيْسَرُ مِنْهُ، وَإِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهُ أَشَدُّ مِنْهُ '' قَالَ: وَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' مَارَأَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ إِلاَّ الْقَبْرُ أَفْظَعُ مِنْهُ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ يُوْسُفَ.

بابُ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ

جو شخص اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے: اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتے ہیں

حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ جو اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے: اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند کرتے ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے: اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتے ہیں: یہ حدیث کتاب الجنائز (حدیث ۱۰۵۹) میں گذر چکی ہے، دیکھیں (تحفہ ۳: ۴۷۸)

اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کی آرزو اور خواہش وہی بندہ کرتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اور اس کی مرضیات پر چلتا ہے، اور جس کا اللہ پر ایمان نہیں ہوتا یا وہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی نہیں گذارتا وہ مرنے کو کبھی پسند نہیں کرتا، پس اس حدیث کا سبق یہ ہے کہ ایمان والے بنو، اور اللہ کی مرضیات پر چلو، تاکہ اللہ سے ملنے کی امید باندھ سکو، اور اللہ

اس سے ملنا پسند کریں، دوسرے گروہ میں شامل مت ہوئو، جن کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

باقی تفصیلات پہلے گذر چکی ہیں، یعنی جب نبی ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ موت سب کو ناپسند ہے، پھر کوئی اللہ سے ملنے کی آروز کیسے کرسکتا ہے؟ نبی ﷺ نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ پہلے تحفۃ الالمعی (۳:۸۷۴) میں گذر چکا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

[۶-] بابُ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ

[۲۳۰۲-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَ هُ"

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَعَائِشَةَ، وَأَبِيْ مُوْسَى، وَأَنَسٍ؛ حَدِيْثُ عُبَادَةَ حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فِيْ إِنْذَارِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَوْمَهُ

نبی ﷺ کا اپنی قوم کو ڈرانا

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب (سورۃ الشعراء کی آیت ۲۱۴) ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ آپؐ پہلے اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیں تو آپؐ نے سب کو پکار کر جمع کیا، اور ان سے خطاب فرمایا:" اے عبد المطلب کی بیٹی صفیہ (یعنی نبی ﷺ کی پھوپھی) اور اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! اور اے عبدالمطلب کی اولاد یعنی نبی ﷺ کا خاندان! بیشک میں نہیں مالک ہوں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ (کے عذاب) سے کسی چیز کا یعنی میں تم کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا، تم مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہو مانگو، یعنی میں دنیا میں تمہیں مالی فائدہ پہنچا سکتا ہوں، مگر آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، پس ہر شخص کو اپنے انجام کی فکر کرنی چاہئے۔

[۷-] بابُ ماجاء فِيْ إِنْذَارِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَوْمَهُ

[۲۳۰۳-] حدثنا أَبُوْ الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بنُ الْمِقْدَامِ، نَا مُحمدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيُّ، نَا هِشَامُ بنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الآيَةُ: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ﴾ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، يَافَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ، يَابَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ:

إِنِّيْ لاَ أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، سَلُوْنِيْ مِنْ مَالِيْ مَا شِئْتُمْ"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وابنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ مُوْسَى، حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ حسنٌ. وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ.

وضاحت: یہ حدیث ابوالمنذر محمد بن عبدالرحمٰن الطُّفاوی البصری کی وجہ سے صرف حسن ہے کیونکہ یہ راوی صرف صدوق ہے اور حدیثوں میں غلطیاں بھی کرتا تھا مگر اس مضمون کی متعدد روایتیں صحیحین میں مروی ہیں، اس لئے حدیث کا مضمون صحیح ہے۔

بابُ ماجاء فِيْ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تعَالٰى

اللہ تعالیٰ کے ڈر سے رونے کی فضیلت

یہ حدیث کہ جہنم میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جو اللہ کے خوف سے رویا، یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹے (یہ تعلیق بالمحال ہے، جس طرح نکلا ہوا دودھ تھن میں واپس نہیں جاسکتا: یہ شخص بھی جہنم میں نہیں جاسکتا) اور اللہ کے راستہ کا غبار اور جہنم کی آگ اکٹھا نہیں ہوسکتے، یعنی جو راہِ خدا میں غبار آلود ہوا وہ جہنم میں ہرگز نہیں جائے گا۔ یہ حدیث **أبواب فضائل الجهاد** (باب ۸ حدیث ۱۶۲۵، تحفہ ۴: ۵۶۷) میں گذر چکی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پہلے (باب ۱۲ ابواب فضائل الجہاد حدیث ۱۶۳۱) میں گذری ہے کہ دو آنکھوں کو جہنم نہیں چھوئے گی: ایک: وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے روئی، دوسری: وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیا، کیونکہ اللہ کے خوف سے جو آنسو نکلتا ہے وہ بڑا قیمتی ہوتا ہے، شاعر کہتا ہے:

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے ❁ قطرے گرے تھے جو عرقِ انفعال کے

پس تنہائی میں، قرآن پڑھتے وقت، نماز میں، اور نبی ﷺ، صحابہ کرام اور اکابر امت کے حالات پڑھتے وقت رونا چاہئے۔

[۸-] بابُ ماجاء فِيْ فَضْلِ الْبُكَاءِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى

[۲۳۰٤-] حدثنا هَنَّادٌ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِيِّ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عِيْسٰى بنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لاَيَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، حَتَّى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ، وَلاَ يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ"

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ رَيْحَانَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَمُحَمَّدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: هُوَ مَوْلَی آلِ طَلْحَةَ، مَدِيْنِیٌّ ثِقَةٌ، رَوَی عَنْهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِیُّ.

بابُ ماجاء فی قَوْلِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم: "لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا!"

اگرلوگوں پرحقائق کھل جائیں تو وہ ہنسنا بھول جائیں!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں وہ احوال معلوم ہوجائیں جو میں جانتا ہوں تو تمہارا ہنسنا کم ہوجائے، اور تمہارا رونا زیادہ ہوجائے، یہ حدیث جو عنوان میں ہے: بخاری شریف کی حدیث ہے اور باب کے آخر میں آرہی ہے، اور اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کی شان بے نیازی، اس کے قہر وجلال، اور آخرت کے ہولناک مناظر جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر منکشف کئے ہیں اگر وہ ساری باتیں لوگوں پر منکشف ہوجائیں تو لوگوں کا چین ختم ہوجائے، وہ بہت کم ہنسیں اور زیادہ تر روتے رہیں۔

حدیث: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں (غیب کی) وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے، اور وہ آوازیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان چرچرا رہا ہے، اور اس کے لئے سزاوار یہی ہے کہ وہ چرچرائے، آسمان میں چار انگل جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ کے حضور میں سجدہ کئے ہوئے نہیں ہے، بخدا! اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنسو، اور بہت زیادہ روؤ، اور بستروں پر بیویوں سے لطف اندوز نہ ہوسکو، اور ضرور تم گریہ وزاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ، یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا!

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خلافتِ ارضی سے سرفراز فرمایا ہے، پس وہ اپنے فریضہ سے اسی وقت سبکدوش ہوسکتے ہیں جب وہ اس دنیا میں چین سے رہیں، اس لئے عالم آخرت کی چیزیں عام انسانوں سے پردۂ غیب میں رکھی گئی ہیں، جیسے قبر کا اور دوزخ کا عذاب، اور قیامت کے لرزہ خیز مناظر، اگر یہ چیزیں انسانوں پر منکشف کردی جائیں تو وہ اس دنیا میں کوئی بھی کام نہ کرسکیں، بلکہ زیادہ دنوں تک پنپ بھی نہ سکیں، مگر نبی ﷺ پر تبلیغی مقاصد کے لئے یہ چیزیں منکشف کی گئیں، بلکہ معراج میں ایک درجہ میں ان حقائق کا مشاہدہ بھی کرایا گیا، تاکہ وہ امت کو ان حقائق سے آگاہ کریں، اب امت کا فرض ہے کہ وہ پیغمبر کے اعتماد واعتبار پر ان سب باتوں کو مانیں اور ان کو اپنی دنیوی زندگی کی بنیاد بنائیں، یعنی آنے والی آخرت کی زندگی کو پیش نظر رکھ کر دنیا کو سنواریں، اللہ تعالیٰ بندوں کی عبادت کے محتاج نہیں اللہ کی عبادت کے لئے فرشتے بہت ہیں، فرشتوں کی کثرت سے آسمان چرچرا رہا ہے اور چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو، پھر ان کو مٹھی بھر انسانوں کی بندگی کی کیا ضرورت ہے؟ بلکہ بندوں کو خود اپنی بھلائی کے

لئے بندگی کی ضرورت ہے......اوراس حدیث کا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پر اتنا اثر ہوتا تھا کہ کبھی ان کی زبان سے بے ساختہ نکل جاتا تھا: ''اے کاش! میں کوئی درخت ہوتا جس کو کاٹ دیا جاتا!'' اور میرے لئے آخرت میں حساب کتاب کا کوئی جھمیلا نہ ہوتا (ماخوذ از معارف الحدیث ۲: ۲۸و۲۹)

[۹-] بابُ ماجاء فی قَوْلِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم:

'' لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً!''

[۲۳۰۵-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، نَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: '' إِنِّيْ أَرَى مَالاَ تَرَوْنَ، وَأَسْمَعُ مَالاَ تَسْمَعُوْنَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ، وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَأَطَّ، مَا فِيْهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ، إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ لِلّٰهِ سَاجِدًا! وَاللّٰهِ! لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً، وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا، وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشِ، وَلَخَرَجْتُمْ إِلَى الصُّعُدَاتِ، تَجْأَرُوْنَ إِلَى اللّٰهِ'' لَوَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ!

وفی الباب: عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِيْ هريرةَ، وابنِ عَبَّاسٍ، وَأَنَسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَيُرْوَى مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ: أَنَّ أَبَا ذَرٍّ قَالَ: لَوَدِدْتُ أَنِّيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ، وَيُرْوَى عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ مَوْقُوْفًا.

[۲۳۰۶-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: '' لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا'' حديثٌ صحيحٌ.

لغات: أَطَّ يَأَطُّ أَطًّا وَأَطِيْطاً: آواز نکلنا، چرچرانا......حُقَّ (فعل مجہول) له أن يَفْعَلَ كذا: اسے ایسا کرنا ہی چاہئے۔سورۃ الانشقاق میں ہے: ﴿أَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ﴾ آسمان اپنے رب کا حکم سن لے گا، اور وہ اسی لائق ہے ......تَلَذَّذَ بالشيئِ: مزہ لینا، لطف حاصل کرنا......الصُّعُدات: صُعُدٌ کی جمع، اور وہ صَعِيْدٌ کی جمع ہے، جیسے طُرُقَات: طُرُق کی جمع، اور وہ طريقٌ کی جمع ہے، اور بعض نے صُعْدَةٌ کی جمع کہا ہے، جیسے: ظُلُمات: ظُلْمَةٌ کی جمع ہے اور اس لفظ کے اصل معنی ہیں: سخت، پھر راستوں کو اور بیابانوں کو صُعُدَات کہنے لگے، حدیث میں ہے: إيَّاكم والقُعودَ في الصُّعُدَاتِ: تم مکانوں کے سامنے جو راستے ہیں ان میں بیٹھنے سے پرہیز کرو، اور باب کی حدیث میں بیابان اور جنگلات کے معنی ہیں......جَأَرَ، يَجْأَرُ، جَأْرًا: آواز بلند کرنا۔جَأَرَ إلى الله: اللہ کے سامنے گڑگڑانا، دعا مانگنا۔سورۃ المؤمنون آیت ۶۴ میں ہے: ﴿إِذَا هُمْ يَجْأَرُوْنَ﴾ جب اللہ تعالیٰ خوش حال لوگوں کو عذاب میں دھر پکڑیں گے تو وہ

چلائیں گے، اس وقت ان سے کہا جائے گا: ﴿لاَتَجْأَرُوْا الْيَوْمَ إِنَّكُمْ مِنَّا لاَتُنْصَرُوْنَ﴾ اب مت چلاؤ، ہماری طرف سے تمہاری کچھ مدد نہ ہوگی ......عَضَدَ الشَّجَرَةَ (ن)عَضْدًا: درانتی سے کاٹنا، حرم کی حدیث میں ہے: لاَيُعْضَدُ شَجَرُهَا: حرم کے درخت نہ کاٹے جائیں۔

وضاحت: اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن مہاجر بجلی کوفی صدوق لین الحفظ ہے، اس لئے حدیث صرف حسن ہے۔

بابُ ماجاء مَنْ تكَلَّمَ بِالْكَلِمَةِ لِيُضْحِكَ النَّاسَ

لوگوں کو ہنسانے والی باتیں کرنا

گرمی محفل کے لئے جو باتیں کی جاتی ہیں وہ عام طور پر نامناسب ہوتی ہیں، کبھی ان سے دل آزاری بھی ہوتی ہے اور کبھی وہ لغویات پر مشتمل ہوتی ہیں، خاص طور پر مسخرے قسم کے لوگ جو باتیں کرتے ہیں وہ تو بالکل ہی واہیات ہوتی ہیں، چنانچہ ایسی باتوں کے سلسلہ میں سخت وعید آئی ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: آدمی کبھی کوئی بات کہتا ہے جس کی برائی وہ محسوس نہیں کرتا، وہ اس بات کی وجہ سے دوزخ میں ستر سال کی گہرائی میں گر پڑتا ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: اس شخص کے لئے ہلاکت ہے جو بات کہتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے، پس وہ جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے ہلاکت ہے! اس کے لئے ہلاکت ہے!!

تشریح: اگر تفریح طبع کے لئے ایسی بات کہی جائے جو جھوٹی نہ ہو اور اس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو تو وہ جائز ہے، دوسری حدیث میں فَيَكْذِبُ کی جو قید ہے وہ پہلی حدیث میں بھی ملحوظ ہے، اور دل آزاری کا معاملہ جھوٹ سے زیادہ سنگین ہے، پس اس کا بھی وہی حکم ہے جو جھوٹ کا ہے۔

فائدہ: جنت میں ''درجات'' ہیں یعنی مقامات نیچے سے اوپر چڑھتے ہیں، اور جہنم میں ''درکات'' ہیں یعنی عذاب کی سختی نیچے کے مقامات میں زیادہ ہے، اور دوزخ میں ستر سالہ مسافت میں گرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز بلندی سے نیچے ڈالی جائے تو وہ ستر سال میں کہاں تک پہنچے گی؟ اتنی گہرائی میں یہ مسخرہ ڈال دیا جاتا ہے۔

[۱۰-] بابُ ماجاء مَنْ تكَلَّمَ بِالْكَلِمَةِ لِيُضْحِكَ النَّاسَ

[۲۳۰۷-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا ابنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدِ بنِ إِسْحَاقَ، ثَنِيْ مُحمدُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عِيْسَى بنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ الرَّجُلَ

لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ، لَايَرَى بِهَا بَأْسًا، يَهْوِىْ بِهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فِي النَّارِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۳۰۸-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا بَهْزُ بنُ حَكِيْمٍ، ثَنِىْ أَبِىْ، عَنْ جَدِّىْ، قَالَ: سَمِعْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" وَيْلٌ لِّلَّذِىْ يُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ، لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ، فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ! وَيْلٌ لَهُ!!"

وفى الباب: عَنْ أَبِىْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابٌ: مِنْ حُسْنِ إِسْلاَمِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالاَ يَعْنِيْهِ

دین کی خوبی یہ ہے کہ آدمی لایعنی باتیں چھوڑ دے

عَنَى يَعْنِىْ عَنْيًا وَعِنَايَةً: کے معنی ہیں: کسی کے لئے کوئی کام اہم ہونا، پس لایعنی کے معنی ہیں: غیر اہم کام، اردو میں لایعنی کے معنی ہیں: بے فائدہ، فضول، لاحاصل، بے ہودہ اور لغو کام ...... یہ دنیا چونکہ آخرت کی کھیتی ہے، آدمی یہاں جو بوتا ہے وہی آخرت میں کاٹتا ہے، اس لئے مسلمان کو ہمیشہ اچھی باتیں اور اچھے کام کرنے چاہئیں، تاکہ آخرت میں اس کا خوش کن ثمرہ ظاہر ہو، فضول باتوں میں اور بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک صحابی کا انتقال ہوا۔ کسی نے اس کے حق میں کہا: أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ: جنت کی خوشخبری سن لے، نبی ﷺ نے فرمایا: أَوَ لاَ تَدْرِىْ فَلَعَلَّهُ تكَلَّمَ فِيْمَا لاَ يَعْنِيْهِ أَوْ بَخِلَ بِمَا لاَيَنْقُصُهُ: تجھے کیا معلوم (کہ وہ جنتی ہے) ہوسکتا ہے وہ کوئی لایعنی بات بولا ہو، یا ایسی چیز میں بخیلی کی ہو جو اس کے مال کو نہیں گھٹاتی، یعنی کلمۂ خیر کہنے میں بخیلی کی ہو۔

تشریح: اس حدیث کا سبق یہ ہے کہ قطعیت کے ساتھ کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ نہیں کرنا چاہئے، آدمی معمولی باتوں سے بھی جہنم میں پہنچ جاتا ہے اور معمولی نیک عمل سے بھی جنت میں پہنچ جاتا ہے، جیسے ایک عورت نے بلّی کو باندھ کر بھوکا مار دیا تو وہ جہنم میں ڈال دی گئی، اسی طرح آدمی کبھی کوئی ایسی بات بولتا ہے جس کو وہ زیادہ برا نہیں سمجھتا مگر وہ اس بات کی برائی کی وجہ سے جہنم کی گہرائی میں ڈال دیا جاتا ہے، یا اس نے کوئی فضول بات کہی ہو، یا ایسی چیز میں بخیلی کی ہو جس سے مال نہیں گھٹتا، اور وہ ان حرکتوں کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے ...... اسی طرح ایک شخص نے راستہ سے کانٹے دار ٹہنی ہٹادی تھی تو اللہ نے اس کو جزائے خیر دی تھی اور جنت میں پہنچا دیا تھا، اور ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تھا تو اس کے صلہ میں اس کو جنت مل گئی تھی، پس ہر نیک کام کرنا چاہئے، چاہے معمولی ہو، معلوم نہیں کونسا عمل بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوجائے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالاَ يَعْنِيْهِ: آدمی کے دین کی خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت علی زین العابدین سے مرسل مروی ہے، اور مرسل روایت متقدمین کے نزدیک حجت تھی، امام مالکؒ وغیرہ امام زہریؒ کے مضبوط تلامذہ حدیث کی سند اسی طرح پیش کرتے ہیں، اور قرۃ بن عبدالرحمٰن المعافری المصری نے جو اس کی سند حضرت ابو ہریرہؓ تک پہنچائی ہے اس کو محدثین نے قابل اعتبار نہیں سمجھا، کیونکہ یہ راوی صدوقٌ له مناكير: ہے یعنی ٹھیک ہے مگر اس کی بعض روایتیں نہایت ضعیف ہوتی ہیں۔

[۱۱-] بابٌ: [مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالاَ يَعْنِيْهِ]

[۲۳۰۹-] حدثنا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ، نَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بنِ غِيَاثٍ، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: تُوُفِّيَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَ – يَعْنِيْ رَجُلًا –: أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَوَ لَاتَدْرِيْ فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِيْمَا لَا يَعْنِيْهِ، أَوْ بَخِلَ بِمَا لَايَنْقُصُهُ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

[۲۳۱۰-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُوْرِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا أَبُوْ مُسْهِرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَمَاعَةَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ قُرَّةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالاَ يَعْنِيْهِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۳۱۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بنِ الْحُسَيْنِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالاَ يَعْنِيْهِ"

هٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكٍ.

وضاحت: پہلی حدیث میں من أصحابه کی ضمیر نبی ﷺ کی طرف لوٹتی ہے، یہ حدیث مشکوٰۃ (حدیث ۴۸۴۲) میں ترمذی سے نقل ہوئی ہے، وہاں تُوُفِّيَ رجلٌ من الصحابة ہے......اس کے بعد جو فقال ہے اس کا فاعل کوئی صحابی ہیں، اسی لئے راوی نے يعني رجلا بڑھایا ہے۔ اور مشکوٰۃ میں فقال رجلٌ: أَبْشِرْ بالجنة ہے جو زیادہ واضح ہے۔ اور یہ حدیث اچھی ہے، اس میں ذرا سی کمی ہے، امام سلیمان اعمش کا سماع حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

نہیں ہے......اور علی زین العابدین رحمہ اللہ جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں: حدیث کے مضبوط راوی ہیں، تقریب میں ہے: ثقةٌ، ثَبْتٌ، عابدٌ، فقيهٌ، فاضلٌ، مشهورٌ، وقال الزهريُّ: ما رأيتُ قُرَشِيًّا أفضلَ منه: اور ایسے مضبوط راوی کی مرسل حدیثیں بالاتفاق حجت ہوتی ہیں۔

بابُ ماجاء في قِلَّةِ الْكَلَامِ

کم بولنے کی فضیلت

عربی کی مثل ہے: قَلَّمَا سَلِمَ مِكْثَارٌ: زیادہ بولنے والا بہت کم (فضول گوئی سے) محفوظ رہتا ہے اور اللہ کے یہاں بیہودہ گوئی پر بھی پکڑ ہوتی ہے، پس سلامتی اس میں ہے کہ آدمی ضروری بات ہی کرے، ہر وقت بولتا ہی نہ رہے، بولنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک زبان دی ہے، اور سننے کے لئے دو کان دیئے ہیں، پس آدمی کو بولنا کم چاہئے اور سننا زیادہ چاہئے، پھر زبان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بتیس دانتوں کے کٹھرے میں بند کیا ہے تا کہ وہ ہر وقت چلتی نہ رہے، بلکہ حسب ضرورت ہی بولے۔

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک تم میں سے ایک شخص البتہ بولتا ہے اللہ کی خوشنودی کی بات، وہ نہیں گمان کرتا کہ وہ بات پہنچے گی جہاں تک وہ پہنچی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس بات کی وجہ سے اپنی خوشنودی لکھ دیتے ہیں، اس دن تک جس میں وہ اللہ سے ملے گا......اور بیشک تم میں سے ایک شخص البتہ بولتا ہے اللہ کو ناراض کرنے والی بات، وہ نہیں گمان کرتا کہ وہ بات پہنچے گی جہاں تک وہ پہنچی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنی ناراضگی لکھ دیتے ہیں اس بات کی وجہ سے اس دن تک جس میں وہ اللہ سے ملاقات کرے گا۔

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ بعض معمولی اچھی باتوں سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوجاتے ہیں اور بعض معمولی بری باتوں سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ناراض ہوجاتے ہیں، آدمی اتفاقاً کوئی اچھی بات بول دیتا ہے جو اللہ کو خوش کرنے والی ہوتی ہے، اور بولتے وقت اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ اس کا وہ اجر ملے گا جو آگے آرہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کے لئے دنیا سے لے کر آخرت تک اپنی خوشنودی تجویز فرمادیتے ہیں، اسی طرح آدمی بے خبری میں یا اتفاقاً کوئی بری بات بول دیتا ہے اور وہ نہیں سمجھتا کہ اس کا وہ وبال سامنے آئے گا جو آگے آرہا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دنیا سے لے کر آخرت تک اس کے لئے اپنی ناراضگی لکھ دیتے ہیں۔

پس اس حدیث کا سبق یہ ہے کہ ہر اچھی بات آدمی کو بولنی چاہئے اگرچہ معمولی ہو، ہوسکتا ہے اللہ کو وہ بات پسند آجائے، اور بری بات کبھی منہ سے نہیں نکالنی چاہئے، اگرچہ معمولی ہو، کیونکہ بعض معمولی باتوں کا بھیانک انجام سامنے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اس بندے سے دنیا سے لے کر آخرت تک ناراض ہوجائیں گے اور ایسی بری باتوں سے

بچنا اسی وقت ممکن ہے جب آدمی کم بولنے کی عادت ڈالے، حسب ضرورت ہی گفتگو کرے، تا کہ سَقَطَاتِ کلام (کلام کی لغزشوں) سے محفوظ رہے۔

[۱۲-] بابُ ماجاء فی قِلَّةِ الْكَلَامِ

[۲۳۱۲-] حدثنا هَنَّادٌ، نا عَبْدَةُ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ جَدِّيْ، قَالَ: سَمِعْتُ بِلَالَ بنَ الْحَارِثِ الْمُزَنِيَّ، صَاحِبَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ، مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، فَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ، مَايَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغتْ، فَيَكْتُبُ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ "

وفی الباب: عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، هٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو نَحْوَ هٰذَا، وَقَالُوْا: عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ بِلَالِ بنِ الْحَارِثِ، وَرَوَى مَالِكُ بنُ أَنَسٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ بِلَالِ بنِ الْحَارِثِ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ جَدِّهِ.

وضاحت: یہ حدیث محمد بن عمرو بن علقمۃ بن وقاص اللیثی سے دوطرح سے مروی ہے: عبدۃ بن سلیمان وغیرہ سند میں محمد بن عمرو کے دادا کا ذکر کرتے ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ محمد کے دادا کا ذکر نہیں کرتے، محمد اپنے والد عمرو سے روایت کرتے ہیں، اور وہ حضرت بلال مزنی سے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس اختلاف میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، شاید دونوں سندیں صحیح ہوں۔

بابُ ماجاءَ فِيْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰهِ

اللہ کے نزدیک دنیا کی بے قدری

هَانَ الشیئُ علیه (ن) هَوْنًا: کسی چیز کا حقیر اور معمولی ہونا، جاننا چاہئے کہ جس طرح یہ دنیا ایک حقیقی عالم ہے اسی طرح آخرت بھی بالکل واقعی عالم ہے، پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس دنیا کی ہر چیز فانی ہے، اور آخرت جاودانی ہے، اور وہاں پہنچنے کے بعد انسان بھی غیر فانی ہوجائے گا، نیز آخرت کی نعمتیں اور لذتیں اس دنیا کی نعمتوں اور لذتوں سے بے انتہا فائق ہیں، بلکہ اصلی نعمتیں اور لذتیں آخرت ہی کی ہیں، دنیا کی چیزوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔

ان باتوں کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کی فکر وسعی بس آخرت ہی کے لئے ہو، اور دنیا سے اس کا تعلق بس ناگزیر ضرورت کے بقدر ہو، اسی لئے حدیثوں میں اس نکتہ پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر اور بے

حیثیت سمجھے، اس سے زیادہ جی نہ لگائے، اوراس کو اپنا مقصود ومطلوب نہ بنائے، بلکہ آخرت کو اپنی منزل اوراپنا دائمی وطن یقین کرے اوراس کی کامیابی کے لئے اپنی فکر کو تمام دنیاوی فکروں سے فارغ کرلے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دنیا کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ دیتے۔

تشریح: اللہ ورسول کے نہ ماننے والوں کو اس دنیا میں جو کچھ مل رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دنیا حقیر اور بے قیمت ہے، اگر اس کی کچھ بھی قدر وقیمت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان باغیوں کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتے، چنانچہ آخرت میں جس کی اللہ کے نزدیک قدر وقیمت ہے، کسی دشمن خدا کو ٹھنڈے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا (معارف الحدیث)

فائدہ: یہ حدیث دیگر اسانید سے صحیح ہے، مگر یہاں جو سند ہے وہ ضعیف ہے اس کی سند میں عبدالحمید اور حازم دو ضعیف راوی ہیں۔

حدیث (۲): حضرت مستوردؓ کہتے ہیں: میں اس قافلہ کے ساتھ تھا جو نبی ﷺ کے ساتھ ایک مردار بکری کے بچہ پر ٹھہرا تھا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم دیکھتے نہیں یہ بکری کا بچہ اس کے مالکان کے نزدیک کتنا بے قدر ہے جو انھوں نے اس کو پھینک دیا ہے، صحابہ نے اس کی تائید کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی بے قدری ہی کی وجہ سے ان لوگوں نے اس کو پھینک دیا ہے، آپؐ نے فرمایا: الدنیا أَهْوَنُ على الله مِن هذه على أهلها: دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے قدر ہے جتنا یہ مردار بچہ اس کے مالکوں کے نزدیک بے قدر ہے۔

لغت: السَّخْلَةُ: بھیڑ بکری کا بچہ، جمع سَخْلٌ وَسِخَالٌ...... أَتَرَوْنَ: میں ہمزہ استفہام انکاری ہے جس میں نفی کے معنی ہیں۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ: مَلْعُوْنٌ مَافِيْهَا، إِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ: دنیا ملعون ہے: جو کچھ دنیا میں ہے وہ ملعون ہے، مگر اللہ کی یاد، اور وہ چیزیں جن کا اللہ کی یاد سے تعلق ہے، اور عالم یا متعلّم۔

تشریح: یہ دنیا جو اللہ سے غافل کرنے والی ہے: وہ اور اس کی ہر چیز ذلیل ہے، اور اللہ کی رحمت سے دور ہے، کیونکہ یہ اللہ کو، آخرت کو، اور اپنے انجام کو بھلانے والی ہے، البتہ اگر یہ دنیا اللہ کی یاد کا ذریعہ بن جائے تو پھر وہ پسندیدہ ہے، ملعون نہیں، جن چیزوں کا تعلق اللہ سے، اور اللہ کے دین سے ہوتا ہے وہ بلاشبہ پسندیدہ ہوتی ہیں، کیونکہ وہ اس دنیا کی چیزیں نہیں رہیں وہ آخرت کی چیزیں ہوگئیں۔

ذِكْرُ الله کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں اور منصوب بھی، اور یہ استثناء منقطع ہے...... وَالَى فلاناً يُوَالِي مُوَالَاةً وَوِلَاءً: کے معنی ہیں: کسی سے محبت کرنا، ساتھ دینا، اور والاہ کی ضمیر اللہ کی طرف بھی لوٹ سکتی ہے اور ذکر کی طرف بھی، یعنی جو چیزیں

اللہ کے ذکر سے تعلق رکھتی ہیں یا اللہ کے دین سے تعلق رکھتی ہیں وہ لعنت سے مستثنیٰ ہیں، وہ ملعون نہیں، اور عالم اور متعلّم کے درمیان أو اس لئے آیا ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتیں، آدمی پہلے متعلّم ہوتا ہے پھر عالم بنتا ہے۔

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی مثال آخرت کے تعلق سے ایسی ہے جیسے انگلی دریا میں ڈال کر نکال لی جائے، پھر دیکھا جائے کہ اس پر کتنا پانی لگا؟''

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا آخرت کے مقابلے میں بالکل بے حیثیت ہے، جیسے دریا کے مقابلہ میں انگلی پر لگا ہوا پانی کوئی حیثیت نہیں رکھتا، اسی طرح آخرت سے دنیا کی کوئی نسبت نہیں، پس وہ شخص بڑا ہی گھاٹے میں ہے جو بے قدر دنیا کے پیچھے مرتا ہے، اور آخرت کی تیاری سے غافل رہتا ہے۔

[۱۳-] بابُ ماجاءَ فِيْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰهِ

[۲۳۱۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ: مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا شَرْبَةَ مَاءٍ ''

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۳۱٤-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بنِ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بنِ شَدَّادٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ الرَّكْبِ الَّذِيْنَ وَقَفُوْا مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى السَّخْلَةِ الْمَيِّتَةِ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' أَتَرَوْنَ هٰذِهِ هَانَتْ عَلَى أَهْلِهَا حِيْنَ أَلْقَوْهَا؟'' قَالُوْا: مِنْ هَوَانِهَا أَلْقَوْهَا يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: '' الدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ عَلَى أَهْلِهَا''

وفى الباب: عَنْ جَابِرٍ، وابنِ عُمَرَ، حَدِيْثُ الْمُسْتَوْرِدِ حَدِيْثٌ حسنٌ.

[۲۳۱۵-] حدثنا مُحمدُ بنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ، نَا عَلِيُّ بنُ ثَابِتٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ ثَابِتِ بنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَطَاءَ بنَ قُرَّةَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بنَ ضَمْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: '' إِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ، مَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا، إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ، وَمَا وَالَاهُ، وَعَالِمٌ أَوْ مُتَعَلِّمٌ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[۲۳۱٦-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا يَحيَى بنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ أَبِيْ خَالِدٍ، أَخْبَرَنِيْ قَيْسُ بنُ أَبِيْ حَازِمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ مُسْتَوْرِدًا أَخَا بَنِيْ فِهْرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''مَاالدُّنْيَا فِي الآخِرَةِ إِلَّا مِثْلَ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ أُصْبُعَهُ فِي الْيَمِّ، فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا تَرْجِعُ؟'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ مَاجَاءَ: إِنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کا باغ ہے

قید خانہ کی دو خصوصیتیں ہیں:

پہلی خصوصیت: قیدی: قید خانہ میں آزاد نہیں ہوتا، بلکہ ہر کام میں جیلر کے حکم کا پابند ہوتا ہے، جو کھانے کو ملتا ہے کھاتا ہے، جو پینے کو دیا جاتا ہے پیتا ہے، جہاں بیٹھنے یا کھڑے ہونے کا حکم ہوتا ہے بیٹھتا یا کھڑا ہوتا ہے۔ غرض جیل میں اپنی مرضی نہیں چلتی، چار و ناچار ہر معاملہ میں دوسرے کے حکم کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔

دوسری خصوصیت: قید خانہ میں قیدی کا جی کبھی نہیں لگتا وہ اس کو اپنا گھر نہیں سمجھتا، بلکہ ہر وقت اس سے نکلنے کا خواہش مند رہتا ہے۔

لطیفہ: ایک جیل بھر گئی، جج نے جیلر کو حکم دیا کہ کوئی بہانہ بنا کر جیل خالی کردو، جیلر ایک ایک کو بلاتا اور پوچھتا: تم کتنے دن سے جیل میں ہو؟ ایک نے کہا: تین مہینہ سے، جیلر نے اس کو کوئی گفٹ دی اور کہا: جاؤ، پھر دوسرے سے پوچھا: اس نے کہا: ایک سال سے، اس کو بھی کوئی بڑی گفٹ دی اور چلتا کیا، ایک بڑے میاں بیس سال سے جیل میں تھے، انھوں نے سوچا: مجھے تو کوئی بہت بڑا ہدیہ ملے گا، جیلر نے ان سے پوچھا: آپ کب سے یہاں ہیں؟ انھوں نے کہا: بیس سال سے، جیلر نے کہا: ''آپ تو ہماری پرانی یادگار ہیں، آپ یہیں رہیں!'' بڑے میاں بیچارے دل مسوس کر رہ گئے، غرض: بیس سال گذرنے پر بھی ان کا دل جیل میں نہیں لگا۔

اور باغ کی بھی دو خصوصیتیں ہیں:

پہلی خصوصیت: لوگ جب باغ میں تفریح کے لئے جاتے ہیں تو وہاں کوئی قانونی پابندی نہیں ہوتی، ہر شخص آزاد ہوتا ہے، باغ میں جہاں چاہے گھوم سکتا ہے، اگر کسی باغ میں گھومنے میں پابندی ہو تو اس باغ میں تفریح کا کیا مزہ؟

دوسری خصوصیت: جو لوگ باغ میں گھومنے جاتے ہیں، اگر باغ شاندار ہو تو وہاں ان کا دل لگ جاتا ہے، وہ باغ سے واپس لوٹنا نہیں چاہتے، مجبوراً ہی جب وقت تنگ ہوتا ہے تو لوٹتے ہیں۔

اب جاننا چاہئے کہ دنیا کا حال بھی مؤمن کے تعلق سے ایسا ہی ہے اس کو حکم خداوندی اور قانون شریعت کی پابندی کرنی پڑتی ہے، وہ اس دنیا میں آزاد نہیں ہے، اپنی مرضی کی زندگی نہیں گذار سکتا، نہ یہاں اس کی ہر آرزو پوری ہوسکتی ہے، اور مؤمن کا جی دنیا میں کبھی نہیں لگتا، وہ ہر وقت اس دنیا سے نکل کر آخرت میں پہنچنا چاہتا ہے۔

اور کافر کے لئے اس دنیا میں کوئی قانونی پابندی نہیں، وہ جو چاہتا ہے کھاتا ہے، پیتا ہے اور اپنی مرضی کی زندگی گذارتا ہے اور اس کا دل دنیا سے ایسا لگا ہوا ہوتا ہے کہ وہ کبھی یہاں سے نکلنا نہیں چاہتا ﴿يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ

أَلْفَ سَنَةٍ﴾: ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کو ہزار برس کی زندگی مل جائے!

اور آخرت میں دونوں کا معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ آخرت کافر کا قید خانہ ہے اور مؤمن کی جنت (باغ) مؤمن کے لئے جنت میں کوئی قانونی پابندی نہیں ہوگی، ہر جنتی اپنی مرضی کی زندگی گذارے گا، اور وہاں اس کی ہر آرزو پوری ہوگی، اور لاکھوں برس گذرنے پر بھی کسی جنتی کا دل جنت سے اور جنت کی نعمتوں سے اکتائے گا نہیں، اور نہ کسی کے دل میں جنت سے نکلنے کی خواہش پیدا ہوگی، سورۃ الزخرف میں ہے: ''جنت میں وہ سب کچھ ملے گا جس کو تمہارا دل چاہے گا اور اس کے نظارے سے تمہاری آنکھوں کو لذت اور دل کو سرور حاصل ہوگا، اور تم اس میں ہمیشہ رہوگے'' اور سورۃ الکہف میں ہے: ''جنتی جنت سے کہیں اور منتقل ہونا نہیں چاہیں گے''

اور کافروں کے لئے دوزخ میں ہر طرح کی پابندیاں ہونگی، زقّوم کھانے کو دیا جائے گا: وہی کھانا پڑے گا۔ اور زخموں کی پیپ پینے کو دی جائے گی وہی پینی پڑے گی، اور جتنا بھی لمبا عرصہ گذر جائے وہاں ان کا دل نہیں لگے گا، وہ جہنم کے جیلر ''مالک'' سے کہیں گے: ''اپنے پروردگار سے عرض کرو کہ وہ ہمارا کام تمام کردے'' مالک ایک ہزار سال کے بعد جواب دیں گے: ''تم ہمیشہ اسی حال میں رہوگے'' (الزخرف ۷۷)

پس اس حدیث کا سبق یہ ہے کہ مؤمن کو اس دنیا میں حکم الٰہی کی پابندی کرنی چاہئے، اور دنیا سے دل نہیں لگانا چاہئے، نہ دنیا کے عیش کو مقصود ومطلوب بنانا چاہئے، بلکہ آخرت کی تیاری کرنی چاہئے، مؤمن کی جنت آگے ہے۔ اللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى، وَاجْعَلْ آخِرَتَنَا خَيْرًا مِنَ الْأُوْلٰى (آمین)

[۱٤-] بابُ مَاجَاءَ: إِنَّ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

[۲۳۱۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ مُحمدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِى هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِى الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو.

بابُ ماجاء: مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ

دنیا کا حال چار شخصوں کے حال جیسا ہے

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ نے فرمایا: تین باتیں: ان پر میں قسم کھاتا ہوں، اور ایک بات: جس کو میں تم سے بیان کرتا ہوں، پس تم اس کو یاد رکھو:

وہ تین باتیں جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی ہے:

۱- کسی بندے کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا، یعنی اپنا مال راہِ خدا میں خرچ کرنے سے کبھی کوئی نادار نہیں ہوجاتا، بلکہ اس سے مال میں برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ خزانۂ غیب سے عوض دیتے ہیں۔

۲- اور کسی بندے پر کوئی ایسا ظلم نہیں کیا گیا جس پر وہ صبر کرے مگر اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھاتے ہیں، یعنی جب کسی بندے پر کوئی ظلم کرتا ہے اور اس کو ستاتا ہے اور وہ بندہ صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے دنیا میں اس کی عزت بڑھاتے ہیں۔

۳- اور کوئی بندہ سوال کا دروازہ نہیں کھولتا، مگر اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھول دیتے ہیں، یعنی جو بندہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا پیشہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر (دل کی) محتاجگی مسلط کردیتے ہیں...... یا نبی ﷺ نے اس کے مانند کوئی اور کلمہ فرمایا (اس کا تعلق آخری بات سے ہے، راوی کو یہ جملہ صحیح یاد نہیں، صرف مضمون یاد ہے)

تشریح: یہ تین باتیں نبی ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمائی ہیں، قسم تاکید کے لئے کھائی جاتی ہے یعنی پوری قوت واعتماد کے ساتھ یہ باتیں بیان فرمائی ہیں۔

اور دنیا کے تعلق سے چار قسم کے آدمی یہ ہیں:

فرمایا: اور میں تم سے ان کے علاوہ ایک اور بات بیان کرتا ہوں، پس تم اس کو یاد رکھو، فرمایا: دنیا چار قسم کے آدمیوں کے لئے ہے یعنی دنیا میں چار طرح کے لوگ ہیں۔

ایک: وہ بندہ ہے جس کو اللہ نے مال اور علم دیا ہے، پس وہ اس مال کے خرچ کرنے میں اللہ سے ڈرتا ہے، وہ اس کے ذریعہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے اور اس مال میں اللہ کا جو حق ہے اسے پہچانتا ہے، پس یہ بندہ سب سے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا۔

دوسرا: وہ بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا فرمایا ہے، مگر اس کو مال نہیں دیا، پس اس کی پکی نیت ہے اور وہ (دل میں) سوچتا ہے: اگر مجھے مال ملتا تو میں بھی فلاں (پہلی قسم کے آدمی) کی طرح اس کو کام میں لاتا، یعنی اللہ کی ہدایت کے مطابق اس کو مصارف خیر میں خرچ کرتا، پس ان دونوں کا اجر برابر ہے یعنی یہ دوسرا بندہ حسنِ نیت کی وجہ سے ثواب میں پہلے بندے کے برابر ہے۔

تیسرا: بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے، مگر اس کو علم نہیں دیا، پس وہ اپنے مال میں علم کے بغیر ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے، یعنی اس مال کو اندھا دھند غلط راہوں میں خرچ کرتا ہے، وہ اس مال میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتا، اور نہ اس کے ذریعہ صلہ رحمی کرتا ہے، اور وہ اس مال میں اللہ کا کوئی حق نہیں پہچانتا، پس یہ بندہ نہایت برے مقام میں ہوگا۔

چوتھا: بندہ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ مال دیا ہے نہ علم، وہ (دل میں) سوچتا ہے: اگر مجھے مال ملتا تو میں بھی

فلاں (عیاش اور فضول خرچ بندے) کی طرح اس کو اڑاتا، پس وہ اپنی نیت کے مطابق ہے، اور دونوں کا وزن برابر ہے، یعنی یہ چوتھا بندہ اپنی بری نیت کی وجہ سے تیسرے بندہ کی طرح گنہ گار ہے۔

تشریح: اچھے برے عمل کی نیت پر اس وقت جزاؤ سزا ہوتی ہے جب وہ عزم کے درجہ میں آجائے، اگر نیکی کا پختہ ارادہ ہو، مگر کسی مجبوری سے نہ کرسکا، تو وہ نیکی اس کے لئے لکھ دی جاتی ہے، یہی حال گنہ کا ہے جب اس کا پختہ ارادہ ہوجائے مگر کسی وجہ سے وہ گناہ نہ کرسکے تو اس کی سزا کا مستحق ہوجاتا ہے۔

دلیل:

۱- حدیث میں ہے: مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ، وَلَمْ يَعْمَلْهَا، كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ، فَإِنْ عَمِلَهَا كُتِبَتْ لَهُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا: (احمد ۱:۲۷۹ و ۳۶۱) یعنی جو شخص کسی نیکی کا پختہ ارادہ کرے پھر وہ اس کو نہ کرسکے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر وہ اس کو کرلے تو وہ نیکی اس کے لئے دس گنا لکھی جاتی ہے۔

۲- اور مشہور حدیث ہے کہ جب دو شخص تلواریں لے کر بھڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں، صحابہ نے پوچھا: قاتل کا جہنم میں جانا تو سمجھ میں آیا، کیونکہ وہ ظالم ہے، مگر مقتول جہنم میں کیوں گیا، وہ تو مظلوم ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّهُ كَانَ حَرِيْصًا عَلَى قَتْلِ أَخِيْهِ: یعنی وہ گھر سے بندوق لے کر مرنے کے لئے نہیں نکلا، بلکہ اپنے بھائی کو مارنے کے لئے نکلا ہے، مگر اتفاق سے وہ مار نہیں سکا، مرگیا: اس لئے اس کو بھی اپنے پختہ ارادہ پر سزا ملے گی۔

[۱۵-] بابُ ماجاء: مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ أَرْبَعَةِ نَفَرٍ

[۲۳۱۸-] حدثنا مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، نَا عُبَادَةَ بنُ مُسْلِمٍ، نَا يُوْنُسُ بنُ خَبَّابٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الطَّائِيِّ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ: أَنَّهُ قَالَ: ثَنِي أَبُوْ كَبْشَةَ الأَنْمَارِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " ثَلاَثٌ: أُقْسِمُ عَلَيْهِنَّ، وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا، فَاحْفَظُوْهُ"

قَالَ: " مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ، وَلاَ ظُلِمَ عَبْدٌ مَظْلِمَةً: صَبَرَ عَلَيْهَا، إِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ عِزًّا، وَلاَ فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ أَوْ: كَلِمَةً نَحْوَهَا "

" وَأُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا، فَاحْفَظُوْهُ" فَقَالَ: " إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ:

[۱-] عَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَعِلْمًا، فَهُوَ يَتَّقِي رَبَّهُ فِيْهِ، وَيَصِلُ بِهِ رَحِمَهُ، وَيَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهٰذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ"

[۲-] "وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا، وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالاً، فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ، يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالاً لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ"

[۳-] " وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً، وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا، يَخْبِطُ فِيْ مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، لاَيَتَّقِىْ فِيْهِ رَبَّهُ، وَلاَ يَصِلُ فِيْهِ رَحِمَهُ، وَلاَ يَعْلَمُ لِلّٰهِ فِيْهِ حَقًّا، فَهُوَ بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ"

[٤-] " وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالاً وَلاَ عِلْمًا، فَهُوَ يَقُوْلُ: لَوْ أَنَّ لِىْ مَالاً لَعَمِلْتُ فِيْهِ بِعَمَلِ فلاَنٍ، فَهُوَ بِنِيَّتِهِ، فَوِزْرُهُمَا سَوَاءٌ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فِى هَمِّ الدُّنْيا وَحُبِّهَا

دنیا کی فکراوراس کی محبت کا بیان

حدیث میں ہے: حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ: دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے (مشکوٰۃ کتاب الرقاق، حدیث ۵۲۱۳) مگر یہ بات اس وقت ہے جب دنیا سے محبت دنیا کی وجہ سے ہو، مال ومنال سے تعلق عیش کرنے کے لئے ہو، ورنہ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے کہ ایک شخص نے خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی خانقاہ کے دروازہ پر لکھا تھا: نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد! وہ کیسا بزرگ جو دولت سمیٹے ہوئے ہے! اور خواجہ صاحب نے اس کے نیچے لکھوایا تھا: وگر دارد برائے دوست دارد یعنی اگر کوئی بزرگ مال ودولت اللہ کے لئے رکھتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ایسے بندوں کو دنیا سے کچھ محبت نہیں ہوتی، نہ وہ دنیا کی فکر میں پڑ کر آخرت برباد کرتے ہیں، وہ در کفے جام شریعت، در کفے سندانِ عشق کا مصداق ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے جو مال ومنال ان کو عطا فرماتے ہیں وہ اس کو حفاظت سے رکھتے ہیں اور سوچ سمجھ کر راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں، المیہ ان لوگوں کا ہے جن کو دنیا سے محبت ہوتی ہے، وہ دنیا کی فکر میں ایسے غرق ہوتے ہیں کہ احکام شرعیہ کو پس پشت ڈال دیتے ہیں، ایسے ہی بندوں کے لئے حدیثوں میں وعید آئی ہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: جس پر فاقہ اترا یعنی وہ غریبی سے دوچار ہوا پس اس نے اس فاقہ کو لوگوں کے پاس اتارا یعنی لوگوں سے مانگنا شروع کیا تو اس کا فاقہ بند نہیں کیا جائے گا (تُسَدُّ: فعل مجہول ہے، سَدَّ الثُّلْمَةَ کے معنی ہیں: رخنہ بند کرنا) اور وہ شخص جس پر فاقہ اترا، پس اس نے اس فاقہ کو اللہ کے پاس اتارا یعنی اللہ تعالیٰ سے مانگا، تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جلدی یا دیر سے روزی عنایت فرمائیں (اور اس کا فاقہ ختم ہوجائے۔ وَشَكَ يَوْشَكُ اور أَوْشَكَ کے معنی ہیں: نزدیک ہونا، یہ فعل مقارب ہے یعنی فعل پر داخل ہوکر اس کے قربِ وقوع پر دلالت کرتا ہے)

حدیث (۲): ابو وائل کہتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ماموں ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیمار پرسی کے لئے گئے، ان کے ماموں بیمار تھے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ابو ہاشمؓ رو رہے ہیں) پوچھا: ماموں جان! کیا بات آپؓ کو رلا رہی ہے، کیا کوئی درد آپؓ کو پریشان کر رہا ہے یا دنیا کی حرص میں رو رہے ہو؟ حضرت ابو ہاشمؓ نے فرمایا: یہ سب باتیں نہیں ہیں، بلکہ نبی ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا جس پر میں پوری طرح عمل نہیں

کرسکا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: إِنَّمَا یَکْفِیْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْکَبٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ: تیرے لئے مال جمع کرنے سے ایک خادم اور راہِ خدا میں استعمال کی سواری کافی ہے، یعنی بس اتنا ہی مال جمع رکھنا، اور میں آج پا رہا ہوں کہ میں نے دنیا اکٹھی کی ہے (حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا کل ترکہ تیس درہم تھا، اس میں وہ پیالہ بھی شامل تھا جس میں آٹا گوندھا جاتا تھا اور جس میں آپؓ کھانا نوش فرماتے تھے، اس کو بھی آپؓ دولت اکٹھا کرنا قرار دے رہے ہیں!)

لغت: یُشْئِزُ: أَشْأَزَہُ: مغموم کرنا، پریشان کرنا...... یُبْکی: إبکاءً، رلانا۔

حدیث (۳): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاتَتَّخِذُوا الضَّیْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فی الدُّنْیَا: جائداد مت بناؤ پس تم دنیا کی طرف راغب ہو جاؤ۔

تشریح: الضَّیْعَة: جاگیر، نفع بخش جائداد یا کام جیسے تجارت، صنعت وغیرہ۔ دنیا کے جھمیلے جتنے بڑھیں گے اسی قدر مشغولیت بڑھے گی، جائداد اور کاروبار ایسے علائق ہیں جن کی وجہ سے آدمی دنیا کا ہو کر رہ جاتا ہے، اور آخرت کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے، لیکن یہ عام بندوں کا حال ہے، بعض اولوالعزم بندے جیسے امام اعظم اور پیرانِ پیر وغیرہ بڑے کاروبار کے ساتھ بھی آخرت کے بڑے کام کرگئے۔

[۱۶-] بابُ ماجاء فِیْ هَمِّ الدُّنْیَا وَحُبِّهَا

[۲۳۱۹-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِیٍّ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ بَشِیْرٍ أَبِیْ إِسْمَاعِیْلَ، عَنْ سَیَّارٍ، عَنْ طَارِقِ بنِ شِهَابٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "مَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ، فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ، لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ؛ وَمَنْ نَزَلَتْ بِهِ فَاقَةٌ، فَأَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ، فَیُوْشِكُ اللّٰهُ لَهُ بِرِزْقٍ عَاجِلٍ أَوْ آجِلٍ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ.

[۲۳۲۰-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَیْلَانَ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، وَالْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ، قَالَ: جَاءَ مُعَاوِیَةُ إِلَی أَبِیْ هَاشِمِ بنِ عُتْبَةَ، وَهُوَ مَرِیْضٌ، یَعُوْدُهُ، فَقَالَ: یَاخَالُ مَا یُبْکِیْكَ؟ أَوَجَعٌ یُشْئِزُكَ أَوْ حِرْصٌ عَلَی الدُّنْیَا؟ قَالَ: کُلٌّ لاَ، وَلٰکِنْ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم عَهِدَ إِلَیَّ عَهْدًا، لَمْ آخُذْ بِهِ! قَالَ: "إِنَّمَا یَکْفِیْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْکَبٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" وَأَجِدُنِی الْیَوْمَ قَدْ جَمَعْتُ.

وَقَدْ رَوَاهُ زَائِدَةُ، وَعَبِیْدَةُ بنُ حُمَیْدٍ، عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِیْ وَائِلٍ، عَنْ سَمُرَةَ بنِ سَهْمٍ، قَالَ: دَخَلَ مُعَاوِیَةُ عَلَی أَبِیْ هَاشِمِ بنِ عُتْبَةَ، فَذَکَرَ نَحْوَهُ.

وفی الباب: عَنْ بُرَیْدَةَ الْأَسْلَمِیِّ عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم.

[۲۳۲۱-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَیْلاَنَ، نَا وَکِیْعٌ، نَا سُفْیَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شِمْرِ بنِ عَطِیَّةَ، عَنِ الْمُغِیْرَةِ بنِ سَعْدِ بنِ الْأَخْرَمِ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: "لاَتَتَّخِذُوْا الضَّیْعَةَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاء فی طُوْلِ الْعُمُرِ لِلْمُؤْمِنِ

حسنِ عمل کی توفیق مل جائے تو زندگی بڑی نعمت ہے

حدیث (۱): حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدو نے پوچھا: یارسول اللہ! لوگوں میں بہتر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مَنْ طَالَ عُمُرُہ وَحَسُنَ عَمَلُهُ: جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے اعمال اچھے ہوں۔

حدیث (۲): ایک دوسرے شخص نے بھی یہی سوال کیا کہ یارسول اللہ! لوگوں میں بہتر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے اعمال اچھے ہوں، اس نے عرض کیا: اور لوگوں میں برا کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مَنْ طَالَ عمرُہ وَسَاءَ عَمَلُهُ: جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے اعمال برے ہوں۔

تشریح: جس کی زندگی اعمال صالحہ میں بسر ہوتی ہو، اس کو جتنی بھی لمبی زندگی مل جائے خیر ہی خیر ہے، وہ اس کو اعمالِ آخرت میں استعمال کرے گا، اور اس کے برعکس جو بداعمالیوں میں مبتلا ہے اس کی عمر جتنی زیادہ ہوگی برائیوں میں اضافہ ہوگا اور وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوگا، پس اگر حسنِ عمل کی توفیق مل جائے تو زندگی بڑی نعمت ہے ورنہ وبالِ جان ہے!

[۱۷-] بابُ ماجاء فی طُوْلِ الْعُمُرِ لِلْمُؤْمِنِ

[۲۳۲۲-] حدثنا أَبُوْ کُرَیْبٍ، نَا زَیْدُ بنُ حُبَابٍ، عَنْ مُعَاوِیَةَ بنِ صَالِحٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ قَیْسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ بُسْرٍ: أَنَّ أَعْرَابِیًّا قَالَ: یَارسولَ اللّٰهِ! مَنْ خَیْرُ النَّاسِ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُہُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ"

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ هریرةَ، وَجَابِرٍ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۳۲۳-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِیٍّ، نَا خَالَدُ بنُ الْحَارِثِ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ عَلِیِّ بنِ زَیْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِیْ بَکْرَةَ، عَنْ أَبِیْهِ: أَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَارسولَ اللّٰهِ! أَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُہُ، وَحَسُنَ عَمَلُهُ" قَالَ: فَأَیُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُہُ، وَسَاءَ عَمَلُهُ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

وضاحت: پہلی حدیث حضرت عبداللہ بن بُسرؓ کی ہے، ترمذی کے نسخوں میں عن عبد اللہ بن قیسٍ ہے یہ پرانی غلطی ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایتوں میں ذکر کی ہے، اور مزّی نے بھی

تحفۃ الاشراف (۴: ۲۹۵) میں عبداللہ بن بسر کی حدیثوں میں اس کا تذکرہ کیا ہے، اور مولانا مبارک پوری نے بھی اس غلطی پر تنبیہ کی ہے، اس لئے میں نے کتاب میں تصحیح کردی ہے، اور عبداللہ بن قیس: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام ہے، یہ حدیث ان کی نہیں ہے۔

بابُ ماجاء فی أَعْمَارِ هٰذِه الأُمَّةِ: مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ إِلٰی سَبْعِیْنَ

اس امت کی عمریں ساٹھ تا ستر سال ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: عُمُرُ أُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَةً إِلٰی سَبْعِیْنَ: میری امت کی عمریں ساٹھ سال سے ستر سال تک ہیں (اور ابن ماجہ (حدیث ۴۲۳۶) میں یہ اضافہ ہے: وَأَقَلُّهُمْ مَنْ یَجُوْزُ ذلك: اور کم ہی لوگ اس سے آگے بڑھتے ہیں)

تشریح: اس امت کی عمریں بالعموم ساٹھ تا ستر سال ہیں، کسی کی اس سے کم رہ جائے یا کسی کی اس سے زیادہ ہوجائے: یہ ممکن ہے، اور اس حدیث کا سبق یہ ہے کہ جب آدمی ساٹھ سال پورے کرلے تو اسے آخرت کی فکر میں لگ جانا چاہئے، کیونکہ اب اس کی عمر زیادہ باقی نہیں رہی، اسی طرح جب بڑھاپے کے بال نظر آنے لگیں تو آخرت کی تیاری میں لگ جانا چاہئے اور جب عمر ستر سال ہوجائے تو زندگی کو غنیمت جان کر ہر وقت موت کی تیاری میں لگ جانا چاہئے۔

[۱۸-] بابُ ماجاء فی أَعْمَارِ هٰذِه الأُمَّةِ: مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ إِلٰی سَبْعِیْنَ

[۲۳۲۴-] حدثنا إِبْرَاهِیْمُ بنُ سَعِیْدٍ الْجَوْهَرِیُّ، نَا مُحمدُ بنُ رَبِیْعَةَ، عَنْ كَامِلٍ أَبِیْ العَلاَءِ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: " عُمُرُ أُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَةً إِلٰی سَبْعِیْنَ"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ مِنْ حَدِیْثِ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هُریرةَ، وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ.

بابُ ماجا فی تَقَارُبِ الزَّمَانِ

تقاربِ زمان کا بیان

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ زمانے کے اجزاء ایک دوسرے سے قریب ہوجائیں، اور سال مہینہ کے برابر ہوجائے، مہینہ جمعہ کی طرح، جمعہ ایک دن کی طرح، اور ایک دن ایک گھنٹہ کی طرح

ہوجائے، اورایک گھنٹہ ایسا ہوجائے جیسے گھاس کے تنکے آگ میں جل جاتے ہیں یعنی یکدم گھنٹہ ختم ہوجائے۔

لغت: ضَرِمَتِ النَّارُ (س) ضَرَمًا: آگ سلگنا، بھڑکنا، اضْطَرَمَتِ النَّارُ: آگ سلگنا، دہکنا، الضَّرْمَة: ایندھن، وہ گھاس پھونس جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔

تشریح: اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں:

پہلا مطلب: قیامت کے قریب طیِّ زمان ہوگا جس طرح طیِ ارض ہوتا ہے یعنی زمین کے اجزاء سمیٹ لئے جاتے ہیں اور قریب قریب کردیئے جاتے ہیں اسی طرح زمانہ کے اجزاء بھی سمیٹ لئے جائیں گے۔ تقارب: باب تفاعُل کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: دو چیزوں کا ایک دوسرے سے نزدیک ہونا یعنی قیامت کے قریب میں زندگی بڑی تیزی سے گذر جائے گی، آج ایسا ہی دور چل رہا ہے، ایسے وقت میں آخرت کی فکر زیادہ کرنی چاہئے اور جو کچھ ممکن ہوکر لینا چاہئے۔

دوسرا مطلب: وقت کی برکت ختم ہوجائے گی یعنی لوگوں کی غفلت بڑھ جائے گی لوگ یوم وفردا کرتے رہیں گے اور موت سامنے آکر کھڑی ہوجائے گی۔

[۱۹-] بابُ ماجاءَ فی تَقَارُبِ الزَّمَانِ

[۲۳۲۵-] حدثنا عَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِیُّ، نَا خَالِدُ بنُ مَخْلَدٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ، عَنْ سَعْدِ بنِ سَعِیْدٍ الْأَنْصَارِیِّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتَّی یَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَکُوْنَ السَّنَةُ کَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ کَالْجُمُعَةِ، وَتَکُوْنَ الْجُمُعَةُ کَالْیَوْمِ، وَیَکُوْنَ الْیَوْمُ کَالسَّاعَةِ، وَتَکُوْنَ السَّاعَةُ کَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ"

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَسَعْدُ بنُ سَعِیْدٍ: هُوَ أَخُوْ یَحْیَی بنِ سَعِیْدٍ الْأَنْصَارِیِّ.

وضاحت: اس حدیث کی سند میں عبداللہ عمری ہیں، جن کی تضعیف کی گئی ہے اور یحییٰ بن سعید انصاری کے بھائی سعد بھی ہیں جو سیِّئُ الحفظ ہیں، اس لئے یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے۔

ملحوظہ: اس باب میں وَقِصَرِ الْأَمَلِ بھی تھا، مگر چونکہ یہ باب آگے آرہا ہے اس لئے میں نے اس کو حذف کیا ہے۔

بابُ ماجاءَ فی قِصَرِ الْأَمَلِ

آرزو مختصر رکھنے کا بیان

قَصَرَ الشیئُ (ن) قَصْرًا وَقِصَرًا: لمبائی میں چھوٹا ہونا، کوتاہ ہونا، ٹھگنا ہونا، القِصَر: طول کی ضد، ٹھگنا پن، شاعر

کہتا ہے: سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں! انسان لمبے پلان بناتا ہے مگر لمحہ کے بعد کیا ہونا ہے: اس کی خبر نہیں! اس لئے احادیث میں امیدیں مختصر رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے، اسی سے دل کو چین ملتا ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے میرے جسم کا کوئی حصہ پکڑا (اور بخاری (حدیث ۶۴۱۶) میں ہے: میرا مونڈھا پکڑا، اور ایسا اہتمام شان کے لئے کیا تھا تاکہ جو بات آپؐ فرمائیں ابن عمر اسے غور سے سنیں) فرمایا: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ، أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ: دنیا میں پردیسی کی طرح رہو، یا راہ رَو کی طرح، اور خود کو مقبوریں میں شمار کرو۔

تشریح: أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ: اعلی سے ادنی کی طرف اترتا ہے، کیونکہ پردیسی کے پاس مال سامان زیادہ نہیں ہوتا مگر راہ گیر کے پاس اس سے بھی کم ہوتا ہے، اور خود کو مقبورین میں شمار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت موت کو پیش نظر رکھو۔

پھر مجاہدؒ کہتے ہیں: مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: جب آپ صبح کریں تو اپنے نفس سے شام کے بارے میں بات نہ کریں، اور جب آپ شام کریں تو اپنے نفس سے صبح کے بارے میں بات نہ کریں، یعنی صبح میں شام کی امید نہ باندھیں اور شام میں صبح کی امید نہ باندھیں، یعنی یہ یقین نہ رکھیں کہ آپ شام یا صبح تک زندہ رہیں گے، اور لیں آپ اپنی تندرستی سے اپنی بیماری سے پہلے، اور اپنی زندگی سے اپنی موت سے پہلے یعنی بیمار پڑنے سے پہلے تندرستی کے زمانہ میں جو کچھ کر سکتے ہیں کر لیں، اور موت سے پہلے زندگی کو غنیمت سمجھیں، اور جو کچھ ممکن ہو کر لیں، پس بیشک آپ نہیں جانتے اے بندۂ خدا! کہ کل آپ کا نام کیا ہوگا: زندہ یا مردہ؟ پس جب تک حیاتِ مستعار حاصل ہے: اس سے فائدہ اٹھالیں۔

فائدہ: یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ سے مجاہد بن جَبْر روایت کرتے ہیں، پھر ان سے لیث بن ابی سُلیم اور امام سلیمان اعمش روایت کرتے ہیں، پھر لیث سے سفیان ثوری اور حماد بن زید روایت کرتے ہیں، اعمش کی روایت بخاری شریف میں ہے، اور سفیان اور حماد کی روایتیں ترمذی میں ہیں۔ اور بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کا یہ آخری حصہ یعنی إِذَا أَصْبَحْتَ الی آخرہ موقوف ہے یعنی حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات مجاہد سے فرمائی ہے۔ اور ترمذی شریف کی روایت سے اس کے مرفوع ہونے کا وہم ہوتا ہے کیونکہ آگے یا عبدَ اللہ! آرہا ہے، مگر اس کو لغوی معنی میں لیا جاسکتا ہے، اس لئے میرا رجحان یہ ہے کہ یہ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے، مرفوع حدیث نہیں، اور حماد کی سند سے روایت ابن ماجہ (حدیث ۴۱۱۴) میں بھی ہے، اور کچھ حضرات کا خیال یہ ہے کہ سلیمان اعمش نے یہ حدیث مجاہد سے نہیں سنی، بلکہ لیث بن ابی سُلیم سے لی ہے۔ واللہ اعلم

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے، اور آپؐ نے اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھا یعنی موت انسان سے لگی ہوئی ہے، پھر آپؐ نے ہاتھ اپنے سامنے

لمبا کیا اور فرمایا: اور وہاں اس کی آرزو ہے! اور وہاں اس کی آرزو ہے!! (ابن ماجہ (حدیث ۴۲۳۲) میں ہے بَسَطَ يَدَهُ أَمَامَهُ: ہاتھ سامنے کی طرف لمبا کیا)

تشریح: گدی پر ہاتھ رکھ کر اشارہ فرمایا کہ موت اس سے لگی ہوئی ہے، اور ہاتھ سیدھا کر کے اشارہ فرمایا کہ انسان کی آرزوئیں بہت دور تک ہیں، یہی آرزوئیں آخرت سے غفلت پیدا کرتی ہیں، حالانکہ دنیاوی زندگی بالکل عارضی اور چند روزہ ہے اور موت کے بعد والی زندگی اصلی اور مستقل زندگی ہے، پس انسان کو دنیا سے زیادہ آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔

حدیث (۳): حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ کا ہم پر گذر ہوا، ہم اپنا ایک جھونپڑا ٹھیک کر رہے تھے، پس آپؐ نے پوچھا: ''کیا کر رہے ہو؟'' ہم نے عرض کیا: جھونپڑا بوسیدہ ہو گیا ہے اس کو ٹھیک کر رہے ہیں، آپؐ نے فرمایا: مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ: نہیں دیکھتا میں موت کو مگر اس سے جلدی یعنی میرے خیال میں اس جھونپڑے کے گرنے سے پہلے موت آجائے گی۔

تشریح: اس حدیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ بوسیدہ گھر ٹھیک نہ کیا جائے، بلکہ مقصد موت کو یاد دلانا ہے، اور اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ آدمی کے مشاغل اس کو موت کی تیاری سے غافل نہ کریں۔

[۲۰-] بابُ ماجاء فی قِصَرِ الأَمَلِ

[۲۳۲٦-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: أَخَذَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِبَعْضِ جَسَدِيْ، قَالَ:" كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُوْرِ"

فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ: إِذَا أَصْبَحْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالْمَسَاءِ، وَإِذَا أَمْسَيْتَ فَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ بِالصَّبَاحِ، وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ قَبْلَ سَقَمِكَ، وَمِنْ حَيَاتِكَ قَبْلَ مَوْتِكَ، فَإِنَّكَ لَاتَدْرِيْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ! مَااسْمُكَ غَدًا؟

حدثنا أَحْمَدُ بنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَقَدْ رَوَى هٰذَا الحَدِيْثَ الْأَعْمَشُ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ نَحْوَهُ.

[۲۳۲۷-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ حَمَّادِ بنِ سَلَمَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ بَكْرِ بنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" هٰذَا ابنُ آدَمَ، وَهٰذَا أَجَلُهُ" وَوَضَعَ يَدَهُ عِنْدَ قَفَاهُ، ثُمَّ بَسَطَهَا، فَقَالَ:" وَثَمَّ أَمَلُهُ، وَثَمَّ أَمَلُهُ"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ هٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۳۲۸-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِى السَّفَرِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، قَالَ: مَرَّ عَلَيْنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَنَحْنُ نُعَالِجُ خُصًّا لَنَا، فَقَالَ:" مَاهٰذَا؟" فَقُلْنَا: قَدْ وَهِيَ، فَنَحْنُ نُصْلِحُهُ، فَقَالَ:" مَا أَرَى الْأَمْرَ إِلَّا أَعْجَلَ مِنْ ذٰلِكَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ السَّفَرِ: سَعِيْدُ بنُ يُحْمِدَ، وَيُقَالُ: ابنُ أَحْمَدَ الثَّوْرِيُّ.

بابُ ماجاء: إِنَّ فِتْنَةَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِى الْمَالِ

اس امت کا خاص فتنہ مال ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت کے لئے کوئی آزمائش ہوتی ہے، اور میری امت کی آزمائش مال ہے''

تشریح: فتنہ وہ چیز ہے جس سے آدمی کو پرکھا جائے، قرآن کریم میں مال اور اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے، یعنی یہ دو دھاری تلواریں ہیں، ان کو احتیاط سے استعمال کیا جائے تو دشمن کا سر پھوڑیں گی، اور بے احتیاطی سے چلائی جائیں تو اپنا ہی سر زخمی کردیں گی، مال اور اولاد ایسی ہی دو چیزیں ہیں، اگر مال کو صحیح طریقہ پر کمایا جائے اور صحیح راستہ میں خرچ کیا جائے تو اس سے آخرت آباد ہوتی ہے، اسی طرح اولاد کی صحیح تربیت کی جائے اور نیک صالح بنایا جائے تو وہ صدقۂ جاریہ ہوتی ہے، اور اگر مال میں بے احتیاطی برتی جائے، نہ کمانے میں شریعت کی ہدایات کی پابندی کی جائے، نہ خرچ کرنے میں شریعت کی حدود کا خیال رکھا جائے، تو وہ مال آخرت میں وبال ہوگا، اسی طرح اولاد کو جاہل، ناہنجار اور آوارہ چھوڑا جائے تو اولاد آخرت میں گرفت کا ذریعہ بن جائے گی۔

اور گذشتہ امتوں کی آزمائش مختلف طرح سے کی گئی ہے، اور اس امت کی آزمائش مال ومنال کے ذریعہ کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خوب مال عنایت فرمایا ہے، وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ امت مال کس طرح حاصل کرتی ہے، اور کس طرح خرچ کرتی ہے؟ پس مسلمانوں کو مال کی تحصیل میں اور صرف میں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مال ہمارے لئے وبال جان بن جائے۔

[۲۱-] بابُ ماجاء إِنَّ فِتْنَةَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فِى الْمَالِ

[۲۳۲۹-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نَا الحَسَنُ بنُ سَوَّارٍ، نَا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ جُبَيْرِ بنِ نُفَيْرٍ، حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ كَعْبِ بنِ عِيَاضٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ فِتْنَةً، وَفِتْنَةُ أُمَّتِى الْمَالُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ مُعَاوِيَةَ بنِ صَالِحٍ.

بابُ ماجاء: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وادِيَانِ مِن مَّالٍ لَابْتَغى ثَالِثًا

دولت کی حرص کبھی ختم نہیں ہوتی

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اگر آدمی کے پاس سونے سے بھرا ہوا ایک میدان ہوتو وہ چاہے گا کہ اس کے لئے سونے سے بھرا ہوا دوسرا میدان ہو، اور اس کے منہ کو نہیں بھرے گی مگر مٹی، یعنی مال کی ہوس قبر میں جا کر ختم ہوگی، اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

تشریح: یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اور صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: لَوْ كَانَ لابنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى ثَالِثًا: امام ترمذیؒ نے اُن الفاظ کو باب میں رکھا ہے۔

مال ودولت کی محبت فطری ہے، مگر حد سے بڑھی ہوئی محبت پسندیدہ نہیں، انسان کا حال یہ ہے کہ اگر دولت سے گھر بھر جائے تو بھی اس کا دل قانع نہیں ہوتا، وہ اس میں اضافہ چاہتا ہے، اور زندگی کے آخری سانس تک اس کی ہوس کا یہی حال رہتا ہے، بس قبر میں جا کر ہی اس کو ننانوے کے پھیر سے چھٹکارا ملتا ہے۔

البتہ جو بندے دولت کے بجائے اپنے دل کا رخ اللہ کی طرف پھیر دیتے ہیں اور اس سے لولگا لیتے ہیں، ان پر اللہ کی خاص عنایت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو غنائے نفس کی دولت عطا فرماتے ہیں، اور وہ قناعت پیشہ بن جاتے ہیں، پھر دنیا میں بھی ان کی زندگی پرسکون اور مزے سے گذرتی ہے (ماخوذ از معارف الحدیث ۲: ۸۰)

[۲۲-] بابُ ماجاء: لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وادِيَانِ مِن مَّالٍ لَابْتَغى ثَالِثًا

[۲۳۳۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ زِيَادٍ، نَا يَعْقُوْبُ بنُ إِبْرَاهِيمَ بنِ سَعْدٍ، نَا أَبِيْ، عَنْ صَالِحِ بنِ كَيْسَانَ، عَنْ ابنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ ذَهَبٍ، لَأَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ ثَانِيًا، وَلَا يَمْلَأُ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ، وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَى مَنْ تَابَ"

وفى الباب: عَنْ أُبَيِّ بنِ كَعْبٍ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ الزُّبَيْرِ، وَأَبِيْ وَاقِدٍ، وَجَابِرٍ، وابنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ هُرِيرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

باب ماجاءَ: قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ

بوڑھے کا دل دو باتوں میں جوان ہوتا ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: بوڑھے کا دل دو باتوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے: ایک: زندگی کی درازی،

دوسری: مال کی فراوانی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی بوڑھا ہوتا ہے، اور اس میں دو باتیں جوان ہوتی ہیں: ایک: زندگی کی حرص، دوسری: مال کی حرص۔

تشریح: تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ جب زندگی تمام ہونے آتی ہے، اور عقل کمزور پڑ جاتی ہے، تو دو خواہشیں ابھرتی ہیں: ایک: مال کی زیادتی کی خواہش، دوسری: بہت دنوں تک زندہ رہنے کی خواہش۔ لیکن یہ حال عوام کا ہے، جن بندوں نے اپنے نفسوں کی تربیت کرلی ہے، ان کا حال اس سے مختلف ہوتا ہے، ان میں مال ومنال کی محبت اور زندگی کی آرزو کی جگہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا جذبہ، اور آخرت کی نعمتوں کا اشتیاق بڑھ جاتا ہے، اور مسلسل بڑھتا رہتا ہے۔

[۲۳-] باب ماجاءَ: قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ

[۲۳۳۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ عَجْلاَنَ، عَنْ القَعْقَاعِ بنِ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' قَلْبُ الشَّيْخِ شَابٌّ عَلَى حُبِّ اثْنَتَيْنِ: طُوْلِ الْحَيَاةِ وَكَثْرَةِ الْمَالِ''

وفي الباب: عَنْ أَنَسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۳۳۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' يَهْرَمُ ابنُ آدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ، وَالْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: اثْنتين: أی خصلتین: دو باتیں ...... هَرِمَ الرجلُ يَهْرَمُ (س) هَرَمًا: بڑھاپے کی آخری منزل کو پہنچنا...... شَبَّ الغلامُ يَشِبُّ (ض) شَبَابًا: لڑکے کا جوان ہونا۔

بابُ ماجاء في الزَّهَادَةِ فِي الدُّنْيَا

دنیا سے بے رغبتی کا بیان

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''دنیا کی بے رغبتی: حلال کو حرام کرنا نہیں ہے، اور نہ مال کو ضائع کرنا ہے، بلکہ دنیا کی بے رغبتی یہ ہے کہ (۱) آپ اس چیز پر جو آپ کے ہاتھ میں ہے: زیادہ بھروسہ کرنے والے نہ ہوں، اس سے جو اللہ کے ہاتھ میں ہے، یعنی جو کچھ آپ کے پاس ہے: آپ کا اس سے زیادہ بھروسہ اس چیز پر ہونا چاہئے جو اللہ کے پاس ہے (۲) اور یہ کہ آپ اس مصیبت کے ثواب میں، جبکہ وہ مصیبت آپ کو پہنچائی جائے، زیادہ رغبت کرنے والے

ہوں، اس سے کہ وہ مصیبت آپ کے لئے باقی رکھی جاتی یعنی نہ پہنچائی جاتی، یعنی جب آپ کو کوئی تکلیف اور ناخوشگوار حالت پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی رغبت آپ کے دل میں زیادہ ہونی چاہئے اِس خواہش سے کہ وہ تکلیف اور ناگوار بات آپ کو نہ پہنچائی جاتی۔

تشریح: أَوْثَقُ اور أَرْغَبُ دونوں اسم تفضیل ہیں، اور ہر اسم تفضیل کے لئے مفضّل اور مُفضل منہ (مفضّل علیہ) ضروری ہیں، جیسے: زیدٌ أَكْبَرُ مِنْ أَخِيْهِ: زید اپنے بھائی سے بڑا ہے، اس میں زید مفضل (ترجیح دیا ہوا) اور بھائی مفضل منہ (جس پر ترجیح دی گئی) ہے، اور مفضّل پہلے آتا ہے اور مفضّل منہ بعد میں، اور اس سے پہلے من تفضیلیہ آتا ہے، پس حدیث کے پہلے جملہ میں ما في يد الله: مفضّل ہے، اور ما في يدك: مفضل منہ ہے اور یہ بات واضح ہے، اور دوسرے جملہ میں ثوابُ المصيبة: إذا أُصِبْتَ بها مفضل ہے، اور نِعمةُ العافية: إذا أُبْقِيَتِ المصيبة لك مفضل منہ ہے، یعنی حدیث میں مفضل منہ مذکور نہیں اور لو أنَّهَا أُبْقِيَتْ لك مفضل منہ کا جز ہے۔

غرض اس حدیث میں دو باتوں کو زہد قرار دیا گیا ہے اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بندوں کو اس دنیا میں عافیت اور راحت کے بجائے تکلیف اور مصیبت کی تمنا کرنی چاہئے، کیونکہ دوسری حدیثوں میں ان کی ممانعت آئی ہے۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے صحابہ کو ہمیشہ تاکید کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے عافیت اور خیریت طلب کریں، اور خود آپ کا بھی یہی معمول تھا۔

بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کے حکم سے کوئی مصیبت یا تکلیف پہنچے تو پھر زُہد (دنیا سے بے رغبتی) کا تقاضہ یہ ہے کہ اس مصیبت یا تکلیف کا جو اجر و ثواب آخرت میں ملنے والا ہے وہ اس کو اس مصیبت یا تکلیف کے نہ پہنچنے سے زیادہ محبوب و مرغوب ہونا چاہئے، کیونکہ اس پر جو اجر و ثواب ملے گا وہ آخرت کی چیز ہے، جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور مصیبت نہ پہنچنا عافیت اور راحت ہے، اور وہ اس دنیا کی چیز ہے، اور وہ چندروزہ ہے، پس مؤمن کو باقی رہنے والی چیز میں راغب ہونا چاہئے، فانی کی حرص نہیں کرنی چاہئے۔

[٢٤-] بابُ ماجاء في الزَّهَادَةِ فِي الدُّنْيَا

[٢٣٣٣-] حدثنا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا مُحمدُ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا عَمْرُو بنُ وَاقِدٍ، نَا يُوْنُسُ بنُ حَلْبَسٍ، عَنْ أَبِيْ إِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "الزَّهَادَةُ فِي الدُّنْيَا: لَيْسَتْ بِتَحْرِيْمِ الْحَلَالِ، وَلَا إِضَاعَةِ الْمَالِ، وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِي الدُّنْيَا: أَنْ لَاتَكُوْنَ بِمَا فِيْ يَدَيْكَ أَوْثَقَ مِمَّا فِيْ يَدِ اللهِ، وأَنْ تَكُوْنَ فِيْ ثَوَابِ الْمُصِيْبَةِ، إِذَا أَنْتَ أُصِبْتَ بِهَا، أَرْغَبُ فِيْهَا لَوْ أَنَّهَا أُبْقِيَتْ لَكَ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ إِدْرِيْسَ الْخَوْلانِيُّ: اسْمُهُ عَائِذُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ؛ وَعَمْرُو بنُ وَاقِدٍ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ.

وضاحت: یہ حدیث ابن ماجہ (حدیث ۴۱۰۰) میں بھی ہے اور عمرو بن واقد نہایت درجہ کا ضعیف راوی ہے اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے، اور ابن ماجہ میں ابوادریس خولانی کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ اس قسم کی حدیثیں خالص سونے کی مثال ہیں، یعنی نہایت قیمتی ہیں۔

❁ ❁ ❁

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے لئے ان تین باتوں کے علاوہ میں کوئی حق نہیں: (۱) ایسا گھر جس میں سکونت پذیر ہو (۲) اور ایسا کپڑا جس سے ستر پوشی کرے (۳) اور روکھی (بے سالن) روٹی اور پانی۔

تشریح: یہ تین چیزیں انسان کی بنیادی ضرورتیں ہیں، ان کے بغیر کام نہیں چل سکتا، پس اگر کسی کو یہ چیزیں میسر ہیں تو اسے دوسری چیزوں کی حرص نہیں کرنی چاہئے۔ ان پر قناعت کرنی چاہئے، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں لفظ فضلٌ ہے یعنی اور چیزیں ضرورت سے زائد ہیں، اور امام لغت نضر بن شُمیلؒ نے جِلفُ الخبز کا ترجمہ روکھی روٹی یعنی بے سالن روٹی کیا ہے۔

[۲۳۳۴-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، نَا حُرَيْثُ بنُ السَّائِبِ، قَالَ: سَمِعْتُ الحَسَنَ، يَقُوْلُ: حَدَّثَنِي حُمْرَانُ بنُ أَبَانَ، عَنْ عُثْمَانَ بنِ عَفَّانَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: '' لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِيْ سِوَى هٰذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُوَارِيْ عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الخُبْزِ وَالْمَاءِ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهُوَ حَدِيْثُ حُرَيْثِ بنِ السَّائِبِ. وَسَمِعْتُ أَبَا دَاوُدَ سُلَيْمَانَ بنَ سَلْمٍ الْبَلْخِيَّ، يَقُوْلُ: قَالَ النَّضْرُ بنُ شُمَيْلٍ: جِلْفُ الْخُبْزِ: يَعْنِي لَيْسَ مَعَهُ إِدَامٌ.

حدیث (۳): حضرت عبداللہ بن الشِّخّیر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے، آپؐ فرما رہے تھے: ''تمہیں تکاثر (دنیا کے مال سامان پر فخر کرنے) نے غافل کر رکھا ہے'' اور آپؐ نے فرمایا: ''انسان کہتا ہے: (یہ) میرا مال! (وہ) میرا مال! حالانکہ تیرے لئے تیرے مال میں سے نہیں مگر جو تو نے خیرات کیا، پس اس کو آگے بڑھا دیا، یا کھالیا پس اس کو ختم کر دیا، یا پہن لیا پس اس کو بوسیدہ کر دیا یعنی اتنا پہنا کہ وہ پھٹ گیا۔

تشریح: تکاثُر کے معنی ہیں: کمپیٹشن (Competition) مال سامان میں رقابت و مسابقت، یہی چیز انسان کو آخرت سے غافل کرتی ہے، حالانکہ مال کی یہ زیادتی انسان کے کسی کام کی نہیں۔ انسان کی دنیوی ضرورتیں بس کھانا، پینا

اور پہننا ہیں، اور آخرت کی ضرورت صدقہ خیرات ہے، ان کے علاوہ جو بھی ہے وہ یہیں رہ جانے والا ہے۔

[۲۳۳۵-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نَا وَهْبُ بنُ جَرِيْرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ انْتَهَى إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ يَقُوْلُ: " أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ " قَالَ: " يَقُوْلُ ابنُ آدَمَ: مَالِيْ! مَالِيْ! وَهَلْ لَكَ مِنْ مَالِكَ إِلاَّ مَا تَصَدَّقْتَ فَأَمْضَيْتَ، أَوْ أَكَلْتَ فَأَفْنَيْتَ، أَوْ لَبِسْتَ فَأَبْلَيْتَ؟" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: "اے انسان اگر تو ضرورت سے زائد مال کو خرچ کرے گا تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور اگر تو اس کو روکے گا تو تیرے لئے برا ہوگا، اور تو بقدر ضرورت روزی (رکھنے پر) ملامت نہیں کیا جائے گا، اور تو (خرچ کرنے میں) ان لوگوں سے ابتدا کر جن کے مصارف تیرے ذمہ ہیں، اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بقدر ضرورت روزی جمع رکھنا زہد کے منافی نہیں، علاوہ ازیں اس حدیث میں چار ہدایتیں ہیں:

۱- فضل یعنی زائد از حاجت مال کو راہِ خدا میں خرچ کرنا انسان کے لئے مفید ہے، اور اس کو روک رکھنا یعنی ضرورت کی جگہ میں بھی خرچ نہ کرنا مضر ہے۔

۲- بقدر ضرورت روزی جمع رکھنے پر کوئی ملامت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جمع شدہ مال ہی میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔

۳- خرچ کرنے میں اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اہم مصارف میں پہلے خرچ کرے، پھر جو بچے وہ درجہ بدرجہ دوسری جگہوں میں خرچ کرے۔

۴- اور خرچ کر کے بالکل خالی ہاتھ نہ ہو جائے ورنہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پسارنا پڑے گا، جبکہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، پس انسان کو ہمیشہ دینے کی پوزیشن میں رہنا چاہئے، مانگنے کی حالت میں نہیں پہنچ جانا چاہئے۔

[۲۳۳۶-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عُمَرُ بنُ يُوْنُسَ، نَا عِكْرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ، نَا شَدَّادُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " يَا ابنَ آدَمَ! إِنَّكَ إِنْ تَبْذُلِ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ، وَإِنْ تُمْسِكْهُ شَرٌّ لَكَ، وَلاَ تُلاَمُ عَلَى كَفَافٍ، وابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَشَدَّادُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ: يُكْنَى أَبَا عَمَّارٍ.

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر آپ لوگ اللہ پر بھروسہ کریں، جیسا کہ اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو آپ لوگ روزی دیئے جائیں جس طرح پرندے روزی دیئے جاتے ہیں، وہ صبح کو خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو

پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

لغت: خِمَاص : خالی پیٹ: خَمِيْصٌ کی جمع ہے، خَمِيص البطْن: بھوکا...... بِطان: پیٹ بھرا، شکم سیر...... غَدَا يَغْدُوْ غُدُوًّا: صبح کو جانا...... رَاحَ يَرُوْحُ رَوَاحًا: شام کے وقت واپس آنا۔

[۲۳۳۷-] حدثنا عَلِيُّ بنُ سَعِيْدٍ الْكِنْدِيُّ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بنِ شُرَيْحٍ، عَنْ بَكْرِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ هُبَيْرَةَ، عَنْ أَبِيْ تَمِيْمٍ الجَيْشَانِيِّ، عَنْ عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرُزِقْتُمْ كَمَا تُرْزَقُ الطَّيْرُ: تَغْدُوْ خِمَاصًا، وَتَرُوْحُ بِطَانًا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ تَمِيْمٍ الجَيْشَانِيُّ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مَالِكٍ.

حدیث (۶): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کے زمانہ میں دو بھائی تھے، ایک نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور دوسرا پیشہ کرتا تھا، پس پیشہ ور نے نبی ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا: "شاید تجھے اس کی وجہ سے روزی ملتی ہے"

تشریح: بخاری شریف کی حدیث میں ہے: هل تُنْصَرُوْن وتُرْزَقُوْنَ إِلَّا بِضُعفائِكم: نہیں مدد کئے جاتے تم اور نہیں روزی دیئے جاتے تم مگر تمہارے کمزوروں کی وجہ سے، اس حدیث میں بھی نبی ﷺ نے یہی بات فرمائی ہے کہ ممکن ہے تجھے تیرے خستہ حال بھائی کی برکت سے روزی مل رہی ہو، پس تجھے اس کی کفالت کرنی چاہئے، کیونکہ وہ دین کے کام میں لگا ہوا ہے، اور پڑھنے میں مشغول ہے۔

[۲۳۳۸-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبيَّ صلى الله عليه وسلم، وَالآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ "[هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ]

حدیث (۷): نبی ﷺ نے فرمایا: "جو صبح کے وقت اپنے گھر میں بہ اطمینان ہے، اپنے بدن میں بہ عافیت ہے، اس کے پاس اس دن کی روزی ہے، تو گویا اس کے لئے دنیا سمیٹ دی گئی!"

لغات: أَصْبَحَ: صبح کے وقت میں داخل ہونا، صبح ہونا...... السِّرب کے اصل معنی ہیں: دل اور نفس، کہا جاتا ہے:

هو آمِنُ السِّرْب: وہ دل کا مطمئن ہے، پھر یہ لفظ ایسے گھر کے لئے استعمال ہونے لگا جو ضرورت کے لئے کافی ہو۔
هو آمِنٌ فی سِرْبِهِ: وہ اپنے بال بچوں میں مطمئن ہے...... مُعَافًی: اسم مفعول، عافاه اللّٰهُ: خیریت وعافیت سے رکھنا، صحت وعافیت عطا کرنا، یہاں یہ آخری معنی ہیں...... حِیْزَ: بروزن قِیْلَ: فعل مجہول، حَازَ الشیئَ یَحُوْز حِیَازَةً: اکھٹا کرنا، قبضہ میں لینا، حاصل کرنا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی انسان کی بنیادی ضرورتوں کا تذکرہ ہے۔ اگر کسی کے پاس اطمینان سے رہنے کے لئے کُٹیا (جھونپڑی) ہو، جسمانی طور پر وہ بہ عافیت ہو، کسی بیماری میں مبتلا نہ ہو، اور اس دن کا اس کے پاس گذارہ ہو تو اور کیا چاہئے؟ وہ ساری دنیا کا مالک ہے، اس سے زائد فضول (بے کار) ہے، پس ایسے شخص کو اس کے پاس جو کچھ ہے اس پر قناعت کرنی چاہئے، زیادہ کی حرص نہیں کرنی چاہئے۔

[۲۳۳۹-] حدثنا عَمْرُو بنُ مَالِكٍ، وَمَحْمُوْدُ بنُ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِیُّ، قَالَا: نَا مَرْوَانُ بنُ مُعَاوِيَةَ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ أَبِی شُمَيْلَةَ الْأَنْصَارِیُّ، عَنْ سَلَمَةَ بنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ مِحْصَنٍ الخُطَمِیِّ، عَنْ أَبِيْهِ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ، قَالَ: قَالَ رَسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: " مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِیْ سِرْبِه، مُعَافًی فِیْ جَسَدِهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِيْزَتْ لَهُ الدُّنْيَا "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مَرْوَانَ بنِ مُعَاوِيَةَ، قَوْلُهُ: حِيْزَتْ: يَعْنِی جُمِعَتْ. حدثنا مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا الحُمَيْدِیُّ، نَا مَرْوَانُ بنُ مُعَاوِيَةَ نَحْوَهُ.

بابُ ماجاء فی الْكَفَافِ، وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ

بقدرِ ضرورت روزی پر صبر کرنا

یہ باب گذشتہ باب سے تعلق رکھتا ہے، کیونکہ آدمی کا بقدرِ ضرورت روزی پر صبر کرنا ہی زہد ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے دوستوں میں میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل رشک وہ مؤمن ہے جو چھوٹا کنبہ رکھتا ہو، نماز میں اس کا بڑا حصہ ہو، وہ اپنے رب کی بہترین عبادت کرتا ہو، اور خلوت میں بھی اللہ کی اطاعت کرتا ہو، اور وہ لوگوں میں گمنام ہو، اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کیا جاتا ہو، اور اس کی روزی بقدرِ ضرورت ہو، اور وہ اس پر صابر ہو'' پھر نبی ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (جیسے ہاتھ جھاڑتے ہیں) پھر فرمایا: ''اس کی موت جلدی آگئی! اس پر رونے والیاں کم ہیں! اس کا ترکہ بھی بہت تھوڑا ہے!''

تشریح: یہ ایک جزوی فضیلت ہے یعنی ایک لحاظ سے ایسی زندگی اچھی جو سبک بار ہو، آدمی مال وعیال کے لحاظ

سے ہلکا ہو، نماز اور عبادت سے اس کو خاص دلچسپی ہو، صفتِ احسان کے ساتھ عبادت کرتا ہو، اور خلوت میں بھی فرمانبرداری اس کا شعار ہو، اور لوگوں میں گمنام ہو، کوئی اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ نہ کرتا ہو کہ یہ فلاں بزرگ ہیں، اور اس کی روزی بقدرِ ضرورت ہو اور وہ اس پر صابر وشاکر ہو تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایسا مؤمن میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابلِ رشک ہے'' پھر آپؐ نے ہاتھ جھاڑنے کی طرح ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا: وہ دنیا سے یک دم رخصت ہوگیا، پیچھے نہ رونے والیاں چھوڑیں نہ مال سامان کا کچھ جھمیلا، ایسے بندوں کی زندگی بڑی قابلِ رشک ہے، مگر یہ ایک جزوی فضیلت ہے، اور اللہ کے بندوں کے الوان واحوال مختلف ہوتے ہیں، یہ بھی ایک لون ہے اور ایک حالت ہے جو قابلِ رشک ہے۔

لغات: أَغْبط: اسم تفضیل: بہت زیادہ قابلِ رشک، غَبَطَ فُلاَنًا يَغْبِطُه (ض) غَبْطًا: رشک کرنا، کسی کی خوشحالی دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کئے بغیر اپنے لئے اس حالت کی آرزو کرنا...... الحاذ: پیٹھ، خَفيفُ الحاذ: ہلکی پیٹھ یعنی جس کی پیٹھ اہل وعیال کی ذمہ داریوں سے بوجھل نہ ہو، کم مال اور چھوٹے کنبے والا...... غامِض: گمنام، غَمَضَ الشيئُ يَغْمُض (ن) غُموضًا: پوشیدہ ہونا، غیر واضح ہونا...... لایُشارُ إلیه بالأصابع: غامِضًا: کی تفسیر ہے...... الکفاف: بقدرِ ضرورت روزی...... نَقَرَ (ن) نَقْرًا الشيئَ بالشیئ: ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا۔ نبی ﷺ نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر اس طرح مارا جیسے ہاتھ جھاڑتے ہیں نَقر کے معنی: چٹکی بجانا بھی ہیں، مگر یہاں یہ معنی نہیں، کیونکہ حدیث میں بِیَدَیْه ہے اور چٹکی دو انگلیوں سے بجائی جاتی ہے دو ہاتھوں سے نہیں بجائی جاتی...... عَجَّلَ: جلدی کرنا...... مَنِيَّة: موت، جمع: مَنَايَا...... بواكِي: رونے والیاں، باكِيَةٌ کی جمع...... تُراث: میراث۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ وہ میرے لئے مکہ کی وادی کے سنگریزوں کو سونے کا بنادیں یعنی آپؐ کو اختیار دیا کہ اگر آپؐ دولت مند بننا چاہیں تو مکہ کی وادی کو ہم سونے سے بھر دیں، نبی ﷺ نے عرض کیا: میرے پروردگار! (میں اپنے لئے یہ نہیں چاہتا) بلکہ میں ایک دن پیٹ بھر کھاؤں، اور ایک دن بھوکا رہوں، یا فرمایا: تین دن بھوکا رہوں، یا اس کے مانند کلمہ فرمایا، پس جب مجھے بھوک لگے تو میں آپ کے سامنے گڑگڑاؤں، اور آپ کو یاد کروں، اور جب میں شکم سیر ہوؤں تو آپ کا شکر بجالاؤں، اور آپ کی تعریف کروں۔

تشریح: اس حدیث میں کفاف کے اعلیٰ فرد کا بیان ہے، اس سے اوپر کفاف کا کوئی درجہ نہیں۔ نبی ﷺ نے اس کو اپنے لئے پسند فرمایا ہے، اور یہی فقر اختیاری ہے، جو نہایت پسندیدہ حالت ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: قد أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ: یقیناً کامیاب ہوا وہ جو مسلمان ہوا، اور وہ بقدرِ ضرورت روزی دیا گیا، اور اللہ نے اس کو قناعت شعار بنایا۔

تشریح: قناعت کے معنی ہیں: اپنے حصہ پر یا تھوڑی چیز پر مطمئن ہوجانا۔ زائد کی خواہش نہ کرنا، اس حدیث کا

بھی یہ مطلب نہیں ہے کہ زائد روزی نہ کمائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قسمت کی لکھی ہوئی روزی پر صبر کرے۔

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: طُوْبَى لِمَنْ هُدِىَ للإسلام، وكان عَيْشُهُ كفافا، وَقَنَعَ: اس شخص کے لئے خوش حالی ہے جو اسلام کی راہ دکھایا گیا یعنی مسلمان ہوگیا، اور اس کی روزی بقدر ضرورت ہے، اور وہ اپنی تھوڑی روزی پر مطمئن ہے۔

تشریح: آخری دونوں حدیثوں کا ایک ہی مطلب ہے، اور طُوبیٰ: جنت کا ایک درخت ہے، اور یہ لفظ اسم تفضیل مؤنث ہے اور مراد بھلائی، سعادت اور آخرت کی خوش حالی ہے۔

[۲۵-] بابُ ماجاء فی الْكَفَافِ، وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ

[۲۳۴۰-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيىَ بنِ أَيُّوْبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ يَزِيْدَ، عَنْ الْقَاسِمِ أَبِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِىْ أُمَامَةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:" إِنَّ أَغْبَطَ أَوْلِيَائِىْ عِنْدِىْ: لَمُؤْمِنٌ خَفِيْفُ الْحَاذِ، ذُوْ حَظٍّ مِنَ الصَّلاَةِ، أَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهِ، وَأَطَاعَهُ فِى السِّرِّ، وَكَانَ غَامِضًا فِى النَّاسِ، لاَيُشَارُ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ، وَكَانَ رِزْقُهُ كَفَافًا، فَصبرَ عَلَى ذٰلِكَ" ثُمَّ نَقَرَ بِيَدَيْهِ، فَقَالَ:" عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهُ، قَلَّتْ بَوَاكِيْهِ، قَلَّ تُرَاثُهُ"

وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ:" عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّىْ، لِيَجْعَلَ لِىْ بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا، قُلْتُ:"لاَ، يَارَبِّ! وَلٰكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا، وَأَجُوْعُ يَوْمًا" ـ أَوْ قَالَ: ثَلاَثًا، أَوْ: نَحْوَ هٰذَا ـ" فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ، وَذَكَرْتُكَ، فَإِذَا شَبِعْتُ شَكَرْتُكَ، وَحَمِدْتُكَ"

وفى الباب: عَنْ فَضَالَةَ بنِ عُبَيْدٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَالْقَاسِمُ: هُوَ ابنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرحمنِ، وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرحمنِ بن خَالِدِ بنِ يَزِيْدَ بنِ مُعَاوِيَةَ، وَهُوَ شَامِيٌّ ثِقَةٌ؛ وَعَلِيُّ بنُ يَزِيْدَ: يُضَعَّفُ فِى الحَدِيْثِ، وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ الْمَلِكِ.

[۲۳۴۱-] حدثنا الْعَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ، نَا سَعِيْدُ بنُ أَبِىْ أَيُّوْبَ، عَنْ شُرَحْبِيْلَ بنِ شَرِيْكٍ، عَنْ أَبِىْ عَبْدِ الرحمنِ الحُبُلِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو: أَنَّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:" قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ، وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ،

[۲۳۴۲-] حدثنا عَبَّاسُ بْنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهُ بنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ، ثَنَا حَيْوَةُ بنُ شُرِيْحٍ، أَخْبَرَنِىْ أَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلاَنِيُّ: أَنَّ أَبَا عَلِيٍّ عَمْرَو بنَ مَالِكٍ الجَنْبِيَّ، أَخْبَرَهُ عَنْ فَضَالَةَ بنِ عُبَيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ:" طُوْبَى لِمَنْ هُدِىَ لِلإِسْلاَمِ، وَكَانَ عَيْشُهُ كَفَافًا، وَقَنِعَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلاَنِيُّ: اسْمُهُ حُمَيْدُ بنُ هَانِئٍ.

وضاحت: پہلی اور دوسری حدیثوں کی امام ترمذی رحمہ اللہ نے تحسین کی ہے، حالانکہ ان کی سندوں میں علی بن یزید بن ابی زیاد الہانی ابوعبدالملک الدمشقی ہے، جو ابوعبدالرحمٰن قاسم بن عبدالرحمٰن کا خاص شاگرد ہے، اور ضعیف ہے...... علاوہ ازیں عبیداللہ بن زَحر معمولی راوی ہے وہ حدیث میں غلطیاں کرتا تھا...... اور ابوعبدالرحمٰن قاسم بن عبدالرحمٰن: شامی ہے، اور ثقہ راوی ہے، اور وہ عبدالرحمٰن بن خالد کا آزاد کردہ ہے۔

بابُ ماجاء فی فَضْلِ الْفَقْرِ

ناداری کی فضیلت

حدیث: ایک شخص نے نبی ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! بخدا! میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''سوچ لو کیا کہہ رہے ہو؟'' اس نے (سوچ کر) جواب دیا: بخدا! میں آپؐ سے محبت کرتا ہوں، یہ بات اس نے تین مرتبہ کہی، آپؐ نے فرمایا: ''اگر تجھے مجھ سے محبت ہے تو ناداری کے لئے پاکھر پہن کر تیار ہوجا، کیونکہ ناداری اس شخص کی طرف جو مجھ سے محبت کرتا ہے ایسی تیزی سے آتی ہے جیسے نالہ اپنی نہایت تک تیزی سے جاتا ہے''

لغات: أَعِدَّ: فعل امر، صیغہ واحد حاضر، أَعَدَّ فلانًا للأَمْرِ: آمادہ کرنا، یعنی تو اپنے آپ کو ناداری کے لئے آمادہ کرلے...... التَّجْفاف: (بفتح التاء و کسرھا) پاکھر: آہنی پوشاک، جو لڑائی کے وقت ہاتھی گھوڑے وغیرہ کو پہناتے ہیں، یعنی ناداری کے لئے ہتھیار باندھ لے...... عرب میں بہت تیز بارش ہوتی ہے، اور علاقہ پہاڑی ہے جب پہاڑوں سے پانی اترتا ہے تو نالا تیزی سے بہتا ہے، گاڑیوں کو بھی بہالے جاتا ہے، اور اپنے منتہا پر پہنچ کر رکتا ہے۔

تشریح: اور یہ بات پہلے بیان کی گئی ہے کہ فقر (ناداری) کی دو قسمیں ہیں: اختیاری اور اضطراری۔ اختیاری کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی خوشی سے اس حالت کو پسند کرے، اور اضطراری فقر یہ ہے کہ انگور کھٹے ہیں، اور نبی ﷺ نے اپنے لئے اختیاری فقر کو پسند کیا تھا، ابھی روایت گذری ہے کہ آپؐ نے ایک دن شکم سیر ہونے کو اور کئی دن فاقہ کو پسند کیا، اور جس شخص کو جس سے سچی محبت ہوتی ہے وہ اس کے احوال کے ساتھ رنگین ہوتا ہے، مشہور جملہ ہے: الرَّجُلُ علی دِیْنِ خَلِیْلِهِ: دوست دوست کی روش پر ہوتا ہے، پس جس کو نبی ﷺ سے سچی محبت ہوگی اس کا حال آپؐ جیسا ہوگا، وہ بھی دین کے کاموں میں لگ جائے گا، اور دنیا کی طرف اس کا التفات نہیں رہے گا۔ اس لئے وہ بھی ناداری سے دوچار ہوگا، آج کل لوگ بزرگوں سے محبت کے دعوے کرتے ہیں، مگر ان کا حال بزرگوں جیسا نہیں ہوتا، محبت کے ایسے دعوے صرف زبانی جمع خرچ ہوتے ہیں، اس لئے نبی ﷺ نے ان صحابی سے فرمایا: سوچ کر کہو، کیا واقعی تمھیں مجھ سے محبت ہے؟ انھوں نے غور کر کے جواب دیا: واقعی مجھے آپؐ سے محبت ہے، تو آپؐ نے ان کو اس محبت کا ظاہر ہونے والا اثر بتایا کہ اب ناداری کے لئے کمر کس لو۔

[٢٦-] بابُ ماجاء فی فَضْلِ الْفَقْرِ

[٢٣٤٣-] حدثنا مُحمدُ بنُ عَمْرِو بنِ نَهْبَانَ بنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا رَوْحُ بنُ أَسْلَمَ، نَا شَدَّادُ أَبُوْ طَلْحَةَ الرَّاسِبِيُّ، عَنْ أَبِيْ الْوَازِعِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ للنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! إِنِّى لَأُحِبُّكَ! فَقَالَ لَهُ:" انْظُرْ مَاتَقُوْلُ؟" قَالَ: وَاللّٰهِ! إِنِّىْ لَأُحِبُّك – ثلاثَ مَرَّاتٍ– قَالَ:" إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِيْ، فَأَعِدَّ لِلفَقْرِ تِجْفَافًا، فإنَّ الْفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِىْ مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ"

حدثنا نَصْرُ بنُ عَلِيٍّ، نَا أَبِيْ، عَنْ شَدَّادٍ أَبِيْ طَلْحَةَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، هٰذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ الوَازِعِ الرَّاسِبِيُّ: اسْمُهُ جَابِرُ بنُ عَمْرٍو، وَهُوَ بَصْرِيٌّ.

بابُ ماجاء أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ

نادارمہاجرین: مالدارمہاجرین سے پہلے جنت میں جائیں گے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: نادارمہاجرین مالدارمہاجرین سے پانچ سوسال پہلے جنت میں جائیں گے۔

تشریح: یہ پانچ سوسال دنیا کے اعتبار سے ہیں، اورنادارمہاجرین پہلے جنت میں اس لئے جائیں گے کہ ان کے ساتھ حساب کتاب کا بکھیڑا نہیں ہوگا: اس لئے سُبک ساراں سُبک تر روند: جس کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے وہ جلدی نکل جاتا ہے......اورنادارمہاجرین سے صالح متقی صحابہ مراد ہیں، اوران کے مالداروں سے بھی صالح متقی صحابہ مراد ہیں۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اٹھا، اور مسکینوں کے زمرہ میں میرا حشر فرما''

تشریح: ابھی حدیث گذری ہے کہ نبی ﷺ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا تھا کہ میرے پروردگار! میں ایسی زندگی چاہتا ہوں کہ ایک دن کھانا ملے اورکئی دن نہ ملے، آپؐ نے سوچ کر اپنے لئے ایسی فقیرانہ زندگی پسند فرمائی تھی، کیونکہ آپؐ کا جومقام ومنصب تھا، اور جوکارِ عظیم آپؐ کے ذمہ تھا، اس کے لئے ایسی ہی فقر ومسکنت کی زندگی زیادہ موزون تھی، کیونکہ امت کی اکثریت نادار ہے، ان کے لئے اسوہ کی ضرورت ہے اوروہ آپؐ کی ذات ہے، رہے امت کے مالدار تو وہ مال کے نشہ میں مست ہیں۔ ان کوکسی اسوہ کی ضرورت نہیں۔ اوراگر کسی کو ہوش آئے تو اس کے لئے بھی آپؐ کی سیرت اسوہ ہوگی

اور جب نبی ﷺ نے مذکورہ دعا فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں اے اللہ کے رسول؟ یعنی آپؐ نے مسکینی کے لئے دعا کیوں کی؟ آپؐ نے فرمایا: مساکین مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں

جائیں گے (پہلے پانچ سوسال آیا ہے اوراس حدیث میں چالیس سال ہیں، یہ اختلاف ناداروں کے حالات اور درجات کے اعتبار سے ہے جو اعلی درجہ کے متقی اور نادار ہیں وہ پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے، اور جو کم درجہ والے ہیں وہ چالیس سال پہلے جائیں گے) پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! آپؓ مسکین کو (خالی ہاتھ) نہ پھیریں، چاہے کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دیں۔ اے عائشہ! آپؓ غریبوں سے محبت کریں اوران کو اپنے سے نزدیک کریں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کو اپنے سے نزدیک کریں گے''

حدیث (۳) کا مضمون بھی وہی ہے جو حدیث نمبر (۱) کا ہے، بس اس میں یہ اضافہ ہے کہ یہ پانچ سوسال آدھا دن ہیں، اس سے قیامت کا آدھا دن مراد نہیں، کیونکہ وہ دن تو پچاس ہزار سال کا ہے، بلکہ اللہ کے یہاں کا آدھا دن مراد ہے۔ سورۃ آلم السجدة میں ہے: ﴿إِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّوْنَ﴾: اللہ کے یہاں کا دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے، پس یہ پانچ سوسال اس دن کا آدھا ہیں۔

اور حدیث (۴) کا مضمون بھی وہی ہے جو حدیث نمبر (۲) کا ہے یعنی غریب مسلمان مالدار مسلمانوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

اور حدیث (۵) کا مضمون حدیث نمبر (۳) کی طرح ہے کہ غریب مسلمان مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں جائیں گے اور آدھا دن پانچ سوسال ہیں۔

تشریح: جن حدیثوں میں پانچ سوسال کا ذکر ہے ان میں غریب مہاجرین کا ذکر ہے اور جن حدیثوں میں چالیس سال کا ذکر ہے ان میں غریب مسلمانوں کا ذکر ہے اور ظاہر ہے: مہاجرین کا مقام عام مسلمانوں کے مقام سے بلند ہے، اس لئے میں نے کہا تھا کہ عدد کا یہ اختلاف ناداری کے احوال و درجات کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔

[۲۷-] بابُ ماجاء أَنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ

[۲۳۴۴-] حدثنا مُحمدُ بنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ، نَا زِيَادُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ''

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَجَابِرٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۳۴۵-] حدثنا عَبْدُ الْأَعْلَى بنُ وَاصِلٍ الْكُوْفِيُّ، نَا ثَابِتُ بنُ مُحمدٍ الْعَابِدُ الْكُوْفِيُّ، نَا الْحَارِثُ بنُ النُّعْمَانِ، نَا اللَّيْثِيُّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' اللّٰهُمَّ أَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا، وَأَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا، وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ '' فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ يَارسولَ اللّٰهِ؟

قَالَ:" إِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا، يَا عَائِشَةُ! لاَ تَرُدِّىْ الْمِسْكِيْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، يَا عَائِشَةُ! أَحِبِّى الْمَسَاكِيْنَ، وَقَرِّبِيْهِمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُقَرِّبُكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

[٢٣٤٦-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نَا قَبِيْصَةُ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ: نِصْفِ يَوْمٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٣٤٧-] حدثنا العَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِىُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ، نَا سَعِيْدُ بنُ أَبِىْ أَيُّوْبَ، عَنْ عَمْرِو بنِ جَابِرٍ الْحَضْرَمِىِّ، عَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَغْنِيَائِهِمْ بِأَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[٢٣٤٨-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا الْمُحَارِبِىُّ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِىْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يَدْخُلُ فُقَرَاءُ الْمُسْلِمِيْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْأَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ، وَهُوَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فِىْ مَعِيْشَةِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم، وَأَهْلِهِ

نبی ﷺ اور آپؐ کے گھر والوں کا گذارہ

نبی ﷺ کی ناداری تو اختیاری تھی جیسا کہ بار بار بیان کیا جاچکا ہے، اسی طرح ازواج مطہرات کی ناداری بھی اختیاری تھی، نبی ﷺ جب باغوں اور کھیتوں کی آمدنی ہوتی تھی تو ہر بیوی صاحبہ کو ان کا پورے سال کا نفقہ دے دیا کرتے تھے، مگر ازواج مطہرات اس کو مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر دیا کرتی تھیں، اور نادار ہو جاتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ کے گھر میں ایک مہینہ تک آگ نہیں جلتی تھی، کیونکہ پکانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تھا، دودھ اور کھجور پر گذر بسر ہوتا تھا۔ طالب علموں نے پوچھا: وہ خرچہ کیا ہوتا تھا جو نبی ﷺ آپ کو دیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: وہ غریب مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ ہو جاتا تھا، ہمارے پاس کچھ نہیں بچتا تھا، پس نبی ﷺ کے گھر والوں کی ناداری بھی اختیاری تھی اور اختیاری ناداری بہت اچھی حالت ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں نو روایتیں ذکر کی ہیں:

حدیث (۱): مسروقؒ کہتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا، انھوں نے میرے لئے کھانا منگوایا، اور فرمایا: میں جب بھی کوئی کھانا پیٹ بھر کر کھاتی ہوں، پھر میں رونا چاہتی ہوں تو رو پڑتی ہوں (ما نافیہ ہے اور إلا اثبات ہے اور دونوں کے مجموعہ سے حصر پیدا ہوا ہے) مسروق نے پوچھا: آپؓ کیوں رو پڑتی ہیں؟ فرمایا: مجھے

وہ حالت یاد آتی ہے جس پر نبی ﷺ دنیا سے جدا ہوئے ہیں، یعنی آپؐ کی وفات تک جو ناداری کی حالت تھی وہ مجھے یاد آتی ہے اور رلا دیتی ہے، بخدا ایک دن میں آپؐ دو مرتبہ روٹی اور گوشت سے شکم سیر نہیں ہوئے۔

حدیث (۲) میں یہ ہے کہ آپؐ دو دن مسلسل جَو کی روٹی سے شکم سیر نہیں ہوئے، یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہوگئی۔

حدیث (۳) یہ ہے کہ نبی ﷺ اور آپؐ کے گھر والے تین دن تک پے بہ پے گیہوں کی روٹی سے شکم سیر نہیں ہوئے، یہاں تک کہ آپؐ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

حدیث (۴) میں یہ ہے کہ نبی ﷺ کے گھر والوں سے جَو کی روٹی بچتی نہیں تھی، یعنی ضرورت سے زیادہ نہیں پکتی تھی۔

حدیث (۵) میں ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ اور آپؐ کے گھر والے پے در پے کئی راتیں بھوکے رہتے تھے، وہ رات کا کھانا نہیں پاتے تھے اور ان حضرات کی روٹی عام طور پر جَو کی ہوتی تھی (طَوَى بَطْنَه: خود کو بھوکا رکھنا...... طَاوِيًا: اسم فاعل، کان کی خبر ہے...... وأَهْلُه کا عطف رسولُ اللّٰہ پر ہے)

[۲۸-] بابُ ماجاء فِيْ مَعِيْشَةِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَأَهْلِهِ

[۲۳۴۹-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نَا عَبَّادُ بنُ عَبَّادٍ المُهَلَّبِيُّ، عَنْ مُجَالِدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ، فَدَعَتْ لِيْ بِطَعَامٍ، وَقَالَتْ: مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ أَنْ أَبْكِيَ، إِلَّا بَكَيْتُ، قَالَ: قُلْتُ: لِمَ؟ قَالَتْ: أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِيْ فَارَقَ عَلَيْهَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الدُّنْيَا، وَاللّٰهِ! مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۲۳۵۰-] حدثنا مَحْمُودُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بنَ يَزِيْدَ، يُحَدِّثُ عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا شَبِعَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَنْ خُبْزِ شَعِيْرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ"

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۳۵۱-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحمدُ بنُ الْعَلَاءِ، نَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ كَيْسَانَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: مَا شَبِعَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَأَهْلُهُ ثَلَاثًا تِبَاعًا مِنْ خُبْزِ الْبُرِّ، حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۳۵۲-] حدثنا العَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ، نَا يَحْيىَ بنُ أَبِيْ بُكَيْرٍ، نَا حَرِيْزُ بنُ عُثْمَانَ، عَنْ سُلَيْمِ بنِ عَامِرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُوْلُ: مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

خُبْزُ الشَّعِيْرِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[٢٣٥٣-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، نَا ثَابِتُ بنُ يَزِيْدَ، عَنْ بِلَالِ بنِ خَبَّابٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَبِيْتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا، وَأَهْلُهُ، لَايَجِدُوْنَ عَشَاءً، وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (٦): نبی ﷺ نے دعا فرمائی: اللّٰهم اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحمدٍ قُوْتًا: اے اللہ! محمد (ﷺ) کے خاندان کی روزی بقائے بدن کے بقدر بنا (القوت: بقدر بقائے بدن خوراک)

تشریح: آل کا لفظ گھر والوں یعنی بیوی بچوں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور متبعین کے لئے بھی، مگر اس حدیث میں آپؐ کے گھر والے مراد ہیں، اور قوت سے مراد بس اتنی روزی ہے جس سے کام چلتا رہے، نہ تنگی ہو کہ فاقہ کی نوبت آئے اور دست سوال دراز کرنا پڑے، اور نہ اتنی فراغت ہو کہ آئندہ کے لئے بچ جائے، احادیثِ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی گھریلو زندگی اسی طرح گذرتی تھی۔

حدیث (٧) حضرت انسؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ کوئی چیز آئندہ کل کے لئے ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے۔

تشریح: جو آج کی ضرورت سے بچتا تھا وہ ضرورت مند مسلمان پر خرچ کر دیا جاتا تھا، اور آج کی ضرورتوں میں بھی کفایت شعاری سے کام لیا جاتا تھا، ٹھاٹھ کا وہاں گذر نہیں تھا۔

حدیث (٨) پہلے گذر چکی ہے: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے میز ٹیبل پر کھانا نہیں کھایا، نہ کبھی آپؐ نے چپاتی کھائی، تا آنکہ آپؐ کی وفات ہوگئی (خِوَانٌ: کے معنی کے لئے دیکھیں: تحفۃ ۵: ۱۲۸ أبواب الأطعمة باب ا...... مُرَقَّقٌ: پتلی کی ہوئی، خُبْزٌ مُرقّق: چپاتی)

حدیث (٩) حضرت سہلؓ روایت کرتے ہیں: آپؐ نے وفات تک میدہ نہیں دیکھا، پوچھا گیا: دورِ نبوی میں آپ حضرات کے پاس چھلنیاں ہوتی تھیں؟ جواب دیا: ہمارے پاس چھلنیاں نہیں ہوتی تھیں، پوچھا گیا: پھر جو کس طرح استعمال کرتے تھے؟ جواب دیا: ہم اس میں پھونک مارا کرتے تھے، پس جو کچھ اڑنا ہوتا اڑ جاتا، پھر ہم اس کو بھگو لیتے یعنی ہم اس کو گوندھ لیتے۔

لغت: النَّقِيُّ: میدہ، جمع نِقَاءٌ...... الحُوَّارَى: سفید کیا ہوا یعنی میدہ، حَوَّرَالثَّوْبَ أَوِالدَّقِيْقَ: سفید کرنا...... المُنْخَل: (بضم المیم) چھلنی، جمع مَنَاخِل، نَخَلَ الشیئَ (ن) نَخْلاً: چھاننا، جیسے نَخَلَ الدَّقِيْقَ...... ثَرَّى الشيئَ: پانی چھڑکنا۔

[٢٣٥٤-] حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ زُرْعَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحمدٍ قُوْتًا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۳۵۵-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا جَعْفَرُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: "كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم لَايَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الْحَدِيْثِ عَنْ جَعْفَرِ بنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً.

[۲۳۵٦-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا أَبُوْ مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَمْرٍو، نَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ أَبِىْ عَرُوْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: مَا أَكَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى خِوَانٍ، وَلاَ أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ سَعِيْدِ بنِ أَبِىْ عَرُوْبَةَ.

[۲۳۵۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الْحَنَفِىُّ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، هُوَ ابنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ دِيْنَارٍ، نَا أَبُوْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ، أَنَّهُ قِيْلَ لَهُ: أَكَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم النَّقِىَّ؟ يَعْنِى الْحُوَّارَى، فَقَالَ سَهْلُ: مَا رَأَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم النَّقِىَّ حَتَّى لَقِىَ اللّٰهَ، فَقِيْلَ لَهُ: هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: مَاكَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ، قِيْلَ: كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ بِالشَّعِيْرِ؟ قَالَ: كُنَّا نَنْفُخُهُ، فَيَطِيْرُ مِنْهُ مَاطَارَ، ثُمَّ نُثَرِّيْهِ، فَنَعْجِنُهُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ عَنْ أَبِىْ حَازِمٍ.

بابُ ماجاءَ فِى مَعِيْشَةِ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا گذارہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے اسوہ نبی پاک ﷺ کی ذات تھی، ہر صحابی آپؐ کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں سات حدیثیں ذکر کی ہیں، جن سے صحابہ کی زندگی کا پورا نقشہ نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔

حدیث (۱): حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں پہلا شخص ہوں جس نے راہِ خدا میں خون بہایا، یعنی کسی کافر کو قتل کیا، اور میں پہلا شخص ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا۔ اور میں نے خود کو دیکھا کہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کررہا ہوں، جو نہیں کھاتے تھے مگر درخت اور لوبیے جیسی ترکاری کے پتے، یہاں تک کہ

ہم میں سے ایک شخص قضائے حاجت کرتا تھا جس طرح بکری اور اونٹ مینگنی کرتے ہیں۔ اور اب مجھے بنواسد دین کے احکام سے واقف کرانے لگے ہیں، بخدا! اس صورت میں تو میں نامراد ہوا، اور میرا عمل ضائع ہو گیا۔

حدیث (۲) میں بھی یہی مضمون ہے، حضرت سعدؓ کہتے ہیں: عربوں میں: میں پہلا شخص ہوں جس نے راہِ خدا میں تیر چلایا، اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا کرتے تھے درانحالیکہ ہمارے لئے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی، علاوہ لوبیے جیسی ترکاری کے پتّوں کے، اور اس کیکر کے درخت کے، یہاں تک کہ ہم میں سے ایک شخص قضائے حاجت کرتا تھا جس طرح بکری مینگنی کرتی ہے، پھر اب بنواسد مجھے دین کے احکام سکھاتے ہیں، بخدا! اس صورت میں تو میں نامراد ہوا، اور میرا عمل ضائع ہو گیا۔

لغات: أَهْرَقَ الْمَاءَ: (باب افعال) پانی بہانا، اوپر سے ڈالنا، مجرد: هَرَقَ (ف) هَرْقًا کے بھی یہی معنی ہیں ...... رَأَيْتُنِيْ: میں دو ضمیریں ہیں، تُ واحد متکلم کی ضمیر ہے جو فاعل ہے، پھر ن وقایہ ہے، اور ی واحد متکلم کی ضمیر ہے جو مفعول بہ ہے، ترجمہ: ''دیکھا میں نے مجھ کو جہاد کر رہا ہوں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ'' ...... الحُبْلَة: لوبیے وغیرہ جیسی ترکاری ...... عَزَّرَ فلاناً على فرائض الدين وأحكامه: دین کے فرائض واحکام سے واقف کرانا، اسی فعل کے معنی: مدد کرنے کے بھی ہیں: ﴿تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ یعنی تم ان کی (رسول اللہ ﷺ کی) مدد کرو، اور ان کی تعظیم کرو (الفتح ۹) ...... السَّمَر: ببول کا درخت، بھوک میں اس کے پتے اور اس کی پھلی کھائی جاتی ہے ...... يُعَزِّرُنِيْ: میں دونونوں میں ادغام ہوا ہے۔

تشریح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو، جن کے والد کا نام مالک ہے اور جو بڑے درجہ کے صحابی ہیں، عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور قدیم الاسلام ہیں: حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا تھا، قبیلۂ بنواسد نے حضرت عمرؓ سے ان کی شکایتیں کیں، اور یہ بھی کہا کہ وہ نماز ٹھیک سے نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمرؓ نے فوراً ان کو کوفہ سے طلب کر لیا، اور ان کی جگہ دوسرا گورنر مقرر کیا، پھر دو شخص حضرت سعدؓ کے ساتھ کئے کہ وہ ان کو لے کر کوفہ جائیں اور کوفہ کی ہر مسجد میں حضرت سعد کو کھڑا کر کے لوگوں سے پوچھیں کہ ان کو کیا شکایت ہے؟ کسی نے کوئی شکایت نہیں کی، صرف ایک شخص نے تین شکایتیں کیں، حضرت سعدؓ نے اس کو تین دعائیں دیں جو بعد میں اس کے لئے بدعائیں بن گئیں۔ جب یہ حضرات کوفہ سے واپس آئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ باتیں کہیں جو ان دو روایتوں میں ہیں کہ میں پہلے دن سے اسلام کا ساتھی ہوں، اور انتہائی تنگی کی حالت میں ہم نے دین کی خدمت کی ہے اور نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کیا ہے، پھر بھی اگر میں نے دین نہیں سیکھا اور مجھے نماز پڑھنی نہیں آئی تو میں کسی کرت کا نہ رہا، اور میری ساری محنت رائگاں گئی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں پہلے سے آپؓ کے بارے میں اچھا گمان رکھتا تھا، مگر جب شکایت آئی تو اس کی تحقیق کرنا میرا فرض تھا۔

[۲۹-] بابُ ماجاء فِي مَعِيْشَةِ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم

[۲۳۵۸-] حدثنا عُمَرُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ بنِ مُجَالِدِ بنِ سَعِيْدٍ، نَا أَبِىْ، عَنْ بَيَانٍ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بنَ أَبِىْ وَقَّاصٍ يَقُوْلُ: إِنِّىْ لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَمًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَإِنِّىْ لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنِى أَغْزُوْ فِى الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحمدٍ صلى الله عليه وسلم، مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةَ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيْرُ، وَأَصْبَحَتْ بَنُوْ أَسَدٍ يُعَزِّرُوْنَنِى فِى الدِّيْنِ، لَقَدْ خِبْتُ إِذَنْ وَضَلَّ عَمَلِىْ!"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ بَيَانٍ.

[۲۳۵۹-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ خَالِدٍ، ثَنِىْ قَيْسٌ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعْدَ بنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: "إِنِّىْ أَوَّلُ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ رَمَى بِسَهْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نَغْزُوْ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا الْحُبْلَةَ وَهٰذَا السَّمَرَ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ، ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُوْ أَسَدٍ يُعَزِّرُنِّىْ فِى الدِّيْنِ، لَقَدْ خِبْتُ إِذَنْ وَضَلَّ عَمَلِىْ!"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفى الباب: عَنْ عُتْبَةَ بنِ غَزْوَانَ.

وضاحت: سند کے راوی: بیان کا نام: بیان بن بشر احمصی کوفی ہے، یہ بہت مضبوط راوی ہیں ......اور باب میں جو حضرت عتبہؓ کی حدیث ہے وہ مسلم شریف اور ابن ماجہ میں ہے۔

حدیث (۳): محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، آپؓ نے سَنی کے گیرو سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہن رکھے تھے، آپؓ نے ان میں سے ایک میں ناک صاف کی، پھر فرمایا: واہ واہ! ابو ہریرہؓ سَنی کے کپڑے سے ناک صاف کرتا ہے، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ میں نے خود کو دیکھا درانحالیکہ میں بھوک کی وجہ سے منبر نبوی اور حجرۂ عائشہؓ کے درمیان بے ہوش ہو کر گر پڑتا تھا، پس ایک آنے والا آتا اور میری گردن پر اپنا پیر رکھتا، وہ سمجھتا تھا کہ مجھے دیوانگی ہے، حالانکہ وہ دیوانگی نہیں تھی، وہ چیز بھوک تھی۔

لغات: مَشَّقَ الثوبَ اور أَمْشَقَهُ: کپڑے کو گیرو سے رنگنا، المَشْق: سرخ مٹی (گیرو) ......الكتّان: سَن، سَن کا ریشہ جس سے کپڑا بُنا جاتا ہے، سَنی کا کپڑا ...... تَمَخَّطَ فلان: ناک صاف کرنا، ناک سے رینٹ نکالنا ...... بَخْ بَخْ یا بَخٍ بَخٍ: واہ واہ، شاباش ......الجُنُوْن: دیوانگی، مراد مرگی ہے۔ مرگی کا جب دورہ پڑتا ہے تو گردن پر پیر رکھ کر لوگ دباتے ہیں جس سے دورہ ختم ہو جاتا ہے۔

حدیث (۴): حضرت فضالہؓ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے تو کچھ لوگ نماز میں بہ حالت قیام فاقہ کی وجہ سے گر پڑتے تھے، اور وہ اصحاب صُفّہ (چبوترے والے) تھے یہاں تک کہ بدّو کہتے: یہ پاگل لوگ ہیں، پھر جب آپؐ نماز سے فارغ ہوتے تو آپؐ ان کی طرف متوجہ ہوتے، اور فرماتے: ''اگر تم لوگ جان لو وہ ثواب جو تمہارے لئے اللہ کے پاس ہے تو تم پسند کرو کہ تمہارا فاقہ اور حاجت اور زیادہ ہو'' حضرت فضالہؓ کہتے ہیں: میں اس دن نبی ﷺ کے ساتھ تھا، یعنی یہ بات میری سنی ہوئی نہیں ہے بلکہ آنکھوں سے دیکھی ہوئی ہے۔

لغت: مجنون کی جمع مکسّر مجانین ہے، جو عام طور پر مستعمل ہے، دوسری جمع مجانون ہے جو شاذ ہے، جیسے: ﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ﴾ (البقرہ۱۰۲) میں ایک شاذ قراءت الشَّیَاطُوْنُ ہے۔

[۲۳۶۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ مُحمدِ بنِ سِيْرِيْنَ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِى هريرةَ، وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ، فَتَمَخَّطَ فِى أَحَدِهِمَا، ثُمَّ قَالَ: بَخْ بَخْ! يَتَمَخَّطُ أَبُوْ هُرَيرةَ فِى الْكَتَّانِ! لَقَدْ رَأَيْتُنِىْ وَإِنِّىْ لَأَخِرُّ فِيْمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ مِنَ الْجُوْعِ، مَغْشِيًّا عَلَيَّ، فَيَجِيْءُ الْجَائِىْ فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِىْ، يَرَى أَنَّ بِىَ الْجُنُوْنَ، وَمَابِىْ جُنُوْنٌ، وَمَا هُوَ إِلَّا الْجُوْعُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

[۲۳۶۱-] حدثنا العَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ، نَا حَيْوَةُ بنُ شُرَيْحٍ، ثَنِى أَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِىُّ، أَنَّ أَبَا عَلِىٍّ عَمْرَو بنَ مَالِكٍ الْجَنْبِىَّ أَخْبَرَهُ، عَنْ فَضَالَةَ بنِ عُبَيْدٍ: أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا صَلَّى بِالنَّاسِ يَخِرُّ رِجَالٌ مِنْ قَامَتِهِمْ فِى الصَّلَاةِ، مِنَ الْخَصَاصَةِ، وَهُمْ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ، حَتَّى تَقُوْلَ الأَعْرَابُ: هٰؤُلَاءِ مَجَانِيْنُ! أَوْ: مَجَانُوْنُ! فَإِذَا صَلَّى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم انْصَرَفَ إِلَيْهِمْ، فَقَالَ: " لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَالَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ، لَأَحْبَبْتُمْ أَنْ تَزْدَادُوْا فَاقَةً وَحَاجَةً " قَالَ فَضَالَةُ: أَنَا يَوْمَئِذٍ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۵): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ایک مرتبہ) نبی ﷺ ایسے وقت (گھر سے) نکلے جس وقت آپؐ گھر سے نکلا نہیں کرتے تھے، نہ اس وقت میں آپؐ سے کوئی ملتا تھا، پس آپؐ کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، آپؐ نے پوچھا: ابوبکرؓ! تمہیں کیا چیز لائی؟ انھوں نے کہا: میں اس لئے نکلا ہوں کہ نبی ﷺ سے ملاقات کروں، ان کے چہرۂ مبارک کو دیکھوں، اور ان کو سلام کروں۔ پھر زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ عمر رضی اللہ عنہ آئے، آپؐ نے پوچھا: عمرؓ! تمہیں کیا چیز لائی؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھوک لائی ہے! آپؐ نے فرمایا: میں بھی کچھ بھوک پاتا ہوں (حضرت ابوبکرؓ کا بھی یہی حال تھا، اور وہ اسی لئے گھر سے نکلے تھے)

پھر سب أبو الهَیثم بن التَّیِّهان الأنصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چلے، وہ بہت کھجوروں اور بکریوں والے تھے، اور ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا، پس ان حضرات نے ابوالہیثم کو (گھر میں) نہیں پایا، پس ان کی اہلیہ سے پوچھا: تمہارے میاں کہاں ہیں؟ اہلیہ نے جواب دیا: ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں، پھر زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ ابوالہیثم اپنی مشک کے ساتھ آ گئے، درانحالیکہ مشک زیادہ بھر جانے کی وجہ سے پانی پھینک رہی تھی، پس انھوں نے مشکیزہ رکھا، اور آئے، اور نبی ﷺ سے لپٹ گئے، اور آپؐ پر اپنے ماں باپ کو فدا (قربان) کرنے لگے۔

وہ ان حضرات کو لے کر اپنے باغ کی طرف چلے، اور ان کے لئے فرش بچھایا، پھر وہ کھجور کے درخت کی طرف گئے، اور ایک خوشہ کاٹ لائے، اور اس کو (سب کے سامنے) رکھا، نبی ﷺ نے فرمایا: ''آپ ہمارے لئے اس کی پکی ہوئی کھجوریں چن کر کیوں نہیں لائے؟'' انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے چاہا کہ آپ حضرات خود انتخاب کریں، یا انھوں نے کہا: آپ حضرات اس کی پکی اور نیم پکی میں سے خود انتخاب کریں، یعنی جس کو جیسی پسند ہو کھائے، پس ان حضرات نے کھایا، اور اس پانی سے پیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں تم سے قیامت کے دن سوال ہوگا: ٹھنڈا سایہ! عمدہ پکی ہوئی کھجوریں! اور ٹھنڈا پانی! (یہ سورۃ التکاثر کی آخری آیت کی طرف اشارہ ہے: ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ﴾ پھر اس روز تم سے نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا)

پھر ابوالہیثم چلے تاکہ ان حضرات کے لئے کھانا تیار کریں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دودھ والا جانور ہرگز ذبح نہ کرنا'' پس انھوں نے ان حضرات کے لئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا، پس وہ اس کو ان کے پاس لائے، پس انھوں نے کھایا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''آپؓ کے پاس کوئی خادم نہیں؟'' انھوں نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو ہمارے پاس آنا'' پھر نبی ﷺ کے پاس دو راُس (دو قیدی) لائے گئے ان کے ساتھ تیسرا نہیں تھا، پس ابوالہیثم آپؐ کے پاس آئے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''دو میں سے انتخاب کرلو'' یعنی کوئی ایک لے جاؤ، انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپؐ ہی میرے لئے انتخاب کریں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس پر اعتماد کیا جاتا ہے (پس اس کو صحیح مشورہ دینا چاہئے) یہ غلام لے لو، اس لئے کہ میں نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے، اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

پس ابوالہیثم (غلام لے کر) اپنی بیوی کی طرف چلے، پس اس کو نبی ﷺ کی بات بتلائی، پس ان کی بیوی نے کہا: آپؓ پہنچنے والے نہیں اس بات کو جو نبی ﷺ نے غلام کے بارے میں فرمائی ہے مگر یہ کہ آپؓ اس کو آزاد کردیں، کیونکہ اس کو غلام باقی رکھنا اس کے ساتھ پہلی بدسلوکی ہے، نبی ﷺ کے ارشاد پر صحیح عمل اسی وقت ہوسکتا ہے جب آپؐ اس کو آزاد کردیں، چنانچہ ابوالہیثم رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ آزاد ہے!

پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے نہ کوئی نبی بھیجا ہے نہ اس کا نائب مگر اس کے لئے دو رازدار ہوتے ہیں، مراد بیویاں ہیں: ایک: اس کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، اور دوسرا: بس اس کو تباہ کر کے ہی چھوڑتا ہے، اور جو برے رازدار سے بچالیا گیا: وہ بچالیا گیا۔

وضاحت: فِي سَاعَةٍ لَايَخْرُجُ فِيْهَا: یعنی گرمی کی ایک دوپہر میں فاقہ کی وجہ سے نبی ﷺ کو نیند نہیں آئی، اس لئے آپؐ گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے، عرب میں دوپہر میں کوئی گھر سے نہیں نکلا کرتا، دھوپ لگ جاتی ہے..... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی بھوک کی وجہ سے نکلے تھے، مگر انھوں نے اظہار نہیں کیا، وہ وضعدار تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں کھرا پن تھا، اس لئے انھوں نے بے تکلف عرض کردیا..... اِسْتَعْذَبَ فلان: میٹھا پانی طلب کرنا..... زَعَبَ الإناءُ يَزْعَبُ(ف) زَعْبًا: برتن کا بھر جانا، زَعَبَتِ الْقِرْبَةُ: مشکیزہ کا زیادہ بھر جانے کی وجہ سے پانی پھینکنا..... القِنْو: کھجور کا خوشہ..... تَنَقَّى الشيئَ: چھانٹنا، چننا..... البِطَانَة: ہم راز، مصاحب، ہم نشین، اس لفظ کے اصل معنی: استر کے ہیں، نیچے لگانے کا کپڑا، بنیان۔ حدیث میں بیوی مراد ہے، کوئی اچھی بیوی ہوتی ہے جو شوہر سے ہر اچھا کام کرواتی ہے اور کوئی بری ہوتی ہے جو شوہر کو ہر برائی میں پھنساتی ہے..... قوله: لَاتَأْلُوْهُ: أَلَا يَأْلُوْ(ن) أَلْوًا وَأُلُوًّا: کوشش کرنا، کوتاہی کرنا، لم يَأْلُ جُهْدًا: اس نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی..... الخَبَال: خرابی، نقصان، ہلاکت، تباہی، قرآن کریم میں ہے: ﴿مَا زَادُوْكُمْ إِلَّا خَبَالًا﴾ منافقین اگر تمہارے ساتھ نکلتے تو وہ دونا فساد کرتے۔

[۲۳۶۲-] حدثنا مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا آدَمُ بنُ أَبِيْ إِيَاسٍ، نا شَيْبَانُ أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بنُ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: خَرَجَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَاعَةٍ لَايَخْرُجُ فِيْهَا، وَلاَ يَلْقَاهُ فِيْهَا أَحَدٌ، فَأَتَاهُ أَبُوْ بَكْرٍ، فَقَالَ: '' مَاجَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ؟'' فَقَالَ: خَرَجْتُ أَلْقَى رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وأَنْظُرُ فِيْ وَجْهِهِ، وَالتَّسْلِيْمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ، فَقَالَ: '' مَاجَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ؟'' قَالَ: '' الْجُوْعُ يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: '' وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ''

فَانْطَلَقُوْا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بنِ التَّيِّهَانِ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ رَجُلاً كَثِيْرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ، فَلَمْ يَجِدُوْهُ، فَقَالُوا لِامْرَأَتِهِ: أَيْنَ صَاحِبُكِ؟ فَقَالَتْ: انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ، وَلَمْ يَلْبَثُوْا أَنْ جَاءَ أَبُوْ الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا، فَوَضَعَهَا، ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، وَيُفَدِّيْهِ بِأَبِيْهِ وَأُمِّهِ.

ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيْقَتِهِ، فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا، ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ، فَجَاءَ بِقِنْوٍ، فَوَضَعَهُ. فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: '' أَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنا مِنْ رُطَبِهِ؟'' فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوْا، أَوْ قَالَ: تَخَيَّرُوْا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ، فَأَكَلُوْا وَشَرِبُوْا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' هٰذَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! مِنَ النَّعِيْمِ الَّذِيْ تُسْأَلُوْنَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: ظِلٌّ بَارِدٌ، وَرُطَبٌ طَيِّبٌ، وَمَاءٌ بَارِدٌ''

فَانْطَلَقَ أَبُوْ الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "لاتَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ" فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا، فَأَتَاهُمْ بِهَا، فَأَكَلُوْا، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "هَلْ لَكَ خَادِمٌ؟" قَالَ: لاَ. قَالَ: فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا، فَأُتِيَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم بِرَأْسَيْنِ، لَيْسَ مَعَهُمَا ثَالِثٌ، فَأَتَاهُ أَبُوْ الْهَيْثَمِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "اخْتَرْ مِنْهُمَا" فَقَالَ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ اخْتَرْلِيْ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ، خُذْ هٰذَا فَإِنِّيْ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيْ، وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوْفًا"

فَانْطَلَقَ أَبُوْ الْهَيْثَمِ إِلَى امْرَأَتِهِ، فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ: مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ مَا قَالَ فِيْهِ النبيُّ صلى الله عليه وسلم إِلاَّ أَنْ تُعْتِقَهُ، قَالَ: هُوَ عَتِيْقٌ. فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلاَ خَلِيْفَةً، إِلاَّ وَلَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَبِطَانَةٌ لاَ تَأْلُوْهُ خَبَالاً، وَمَنْ يُوْقَ بِطَانَةَ السَّوْءِ فَقَدْ وُقِيَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

حدثنا صَالِحُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم خَرَجَ يَوْمًا، وَأَبُوْ بَكْرٍ، وَعُمَرُ، فَذَكَرَ نَحْوَ هٰذَا الحَدِيْثِ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَحَدِيْثُ شَيْبَانَ أَتَمُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ عَوَانَةَ وَأَطْوَلُ، وَشَيْبَانُ ثِقَةٌ عِنْدَهُمْ صَاحِبُ كِتَابٍ.

وضاحت: یہ حدیث عبد الملک بن عُمیر کی ہے ان سے ان کے دوشاگرد روایت کرتے ہیں: ایک: شیبان ابومعاویہ: وہ حدیث کے آخر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہیں، دوسرے: ابوعوانہ: وہ آخر میں حضرت ابو ہریرہؓ کا تذکرہ نہیں کرتے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے شیبان کی حدیث کو ترجیح دی ہے، کیونکہ وہ ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے، نیز وہ بڑے محدث ہیں، حدیث میں ان کی کتاب ہے (جو مفقود ہے)

حدیث (۶): حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کے سامنے بھوک کی شکایت کی، اور ہم نے اپنے پیٹوں پر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا کہ ہم میں سے ہر ایک نے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے، پس آپؐ نے کپڑا اٹھایا تو آپؐ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔

تشریح: یہ واقعہ غالباً اس وقت کا ہے جب خندق کھودی جارہی تھی، صحابہ نے بھوک سے بے تاب ہوکر اپنی صورتِ حال عرض کی، تو آپؐ نے مجبور ہوکر اپنی صورت حال پیش کی، ورنہ آپؐ کا معمول اپنی حالت ظاہر کرنے کا نہیں تھا۔

حدیث (۷): حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے) کہا: کیا تم نہیں ہو کھانے اور پینے میں جو تم چاہتے ہو! یعنی تم بافراغت زندگی گذار رہے ہو، جو چاہتے ہو کھاتے پیتے ہو، بخدا! میں نے تمہارے نبی ﷺ کو دیکھا ہے اور آپؐ نہیں پاتے تھے معمولی کھجوروں میں سے وہ جن سے آپؐ اپنا پیٹ بھر سکیں (الدَّقَل: ردّی کھجور،

سب سے زیادہ خراب کھجور)

[۲۳۶۳-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ أَبِیْ زِيَادٍ، نا سَيَّارٌ، عَنْ سَهْلِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ أَبِیْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ: شَكَوْنَا إِلَی رسولِ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم الْجُوْعَ، وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ، فَرَفَعَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم عَنْ حَجَرَيْنِ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۳۶٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا أَبُوْ الْأَحْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بنَ بَشِيْرٍ يَقُوْلُ: أَلَسْتُمْ فِيْ طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ؟ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ، وَمَايَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَايَمْلَأُ بِهِ بَطْنَهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ. قَالَ أبوعيسیٰ: وَرَوَی أَبُوْ عَوَانَةَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ نَحْوَ حَدِيْثِ أَبِیْ الْأَحْوَصِ، وَرَوَی شُعْبَةُ هٰذَا الحديثَ عَنْ سِمَاكٍ، عَنِ النُّعْمَانِ بنِ بَشِيْرٍ، عَنْ عُمَرَ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ الْغِنَی غِنَی النَّفْسِ

مالداری دل کی بے نیازی ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ الغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ: سامان کی زیادتی مالداری نہیں، بلکہ نفس کی بے نیازی مالداری ہے۔

تشریح: یہ متفق علیہ روایت ہے اور اس کا تجربہ سے تعلق ہے، مال سامان والے اس قدر پریشان رہتے ہیں کہ ان کو خواب آور گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔ اور غریب جن کا دل بے نیاز ہوتا ہے آرام سے سوتے ہیں، اور یہاں جاننے کی بات یہ ہے کہ اگر دونوں باتیں جمع ہو جائیں یعنی مال سامان بھی ہو اور دل بھی بے نیاز ہو تو کیا کہنے! صحابہ اور بعد کے بزرگوں میں ایسے بہت سے حضرات گذرے ہیں جن کو یہ دونوں باتیں حاصل تھیں، وہ بڑے مالدار بھی تھے اور ان کو اطمینان قلبی بھی حاصل تھا، البتہ اگر یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہو جائیں تو پھر قابل رشک دل کا استغناء ہے، مال سامان کی فراوانی کوئی معنی نہیں رکھتی۔

[۳۰-] بابُ ماجاءَ أَنَّ الْغِنَی غِنَی النَّفْسِ

[۲۳۶۵-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ بُدَيْلِ بنِ قُرَيْشٍ الْيَامِیُّ الْكُوْفِیُّ، نا أَبُوْ بَكْرِ بنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَبِیْ حَصِيْنٍ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم: " لَيْسَ الْغِنٰی عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلٰكِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء في أَخْذِ الْمَالِ بِحَقِّهِ

برحق طور پر مال حاصل کرنا

برحق طور پر مال حاصل کرنے سے مراد جائز ذرائع سے مال کمانا اور اشرافِ نفس کے بغیر ہدیہ لینا ہے۔ اور ناجائز ذرائع سے مال کمانا یا لوگوں سے سوال کرنا یا اشراف کے ساتھ ہدیہ قبول کرنا ناحق طریقہ پر مال حاصل کرنا ہے۔

حدیث: حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا جو سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ''یہ مال (قومی مال) یقیناً سرسبز وشیریں ہے، جو شخص اس کو برحق طور پر حاصل کرتا ہے اس کے لئے اس میں برکت فرمائی جاتی ہے اور بعض لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کے مال میں زبردستی گھسنے والے جس طرح ان کا جی چاہتا ہے: ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ کے سوا کچھ نہیں ہوگا!''

تشریح: مال کو جانوروں کے تعلق سے سرسبز کہا گیا ہے جانور سرسبز گھاس بے تحاشہ چرتا ہے، اور اس کو شیریں انسانوں کے تعلق سے کہا گیا ہے، انسان میٹھی چیز کھاتا ہی چلا جاتا ہے، مال کا بھی یہی حال ہے، اس سے آدمی کا پیٹ نہیں بھرتا۔ پھر نبی پاک ﷺ نے مال کی تحصیل کی دو صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت: آدمی برحق طریقہ پر مال حاصل کرے، یعنی جائز ذرائع سے کمائے، اور کوئی ہدیہ ملے اور اس کی طرف نفس نے نہ جھانکا ہو تو اسے لیلے، اس مال میں برکت ہوتی ہے۔

دوسری صورت: اللہ اور اس کے رسول کے مال میں یعنی قومی فنڈ میں من مانی کرنے والا قیامت کے دن جہنم میں جائے گا۔

لغات: رُبَّ: تقلیل کے لئے ہے...... مُتَخَوِّض: اسم فاعل: زبردستی گھسنے والا، تَخَوَّضَ الماءَ: پانی میں گھسنا ...... فیما شاءَتْ به نَفْسُه: یعنی اس مال میں من مانی کرنا، اور بے جا تصرف کرنا۔

جو لوگ قومی خزانوں کے ذمہ دار ہوتے ہیں جیسے مدرسوں کے مہتمم، اداروں کے صدور اور حکومت کے سربراہ: وہ قومی فنڈ میں بڑے غیر محتاط ہوتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن دوزخ کے علاوہ کچھ نہیں۔

ملحوظہ: اس حدیث کا ایک راوی ابو الولید عبید مدنی ہے، اس کا لقب سَنُوطا (س کا زبر اور ن کا پیش) تھا، یہ راوی ٹھیک ہے۔

[۳۱-] بابُ ماجاء في أَخْذِ الْمَالِ بِحَقِّهِ

[۲۳۶۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ الْوَلِيْدِ، قَالَ: سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، وَكَانَتْ تَحْتَ حَمْزَةَ بنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، تَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:

”إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، مَنْ أَصَابَهُ بِحَقِّهِ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَرُبَّ مُتَخَوِّضٍ فِيْمَا شَاءَ تْ بِهِ نَفْسُهُ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ: لَيْسَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا النَّارُ“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ الْوَلِيْدِ: اسْمُهُ عُبَيْدٌ سَنُوْطَا.

بابٌ

مال کا پُجاری ملعون ہے!

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: **لُعِنَ عبدُ الدینار، لُعِنَ عبدُ الدِّرهم:** دینار کا بندہ رحمت سے دور کیا گیا ہے، درہم کا بندہ رحمت سے دور کیا گیا ہے۔

تشریح: جو لوگ مال و دولت کے پرستار ہیں اور انھوں نے دولت ہی کو اپنا محبوب و مطلوب بنا رکھا ہے وہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں کیونکہ مال و دولت: اسباب معیشت ہیں، اور ان کے ذریعہ آخرت کا سامان کیا جا سکتا ہے، وہ بذاتہ مقصود نہیں، بذاتہ مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے، وہی پوجی (لائق پرستش) ہیں، پس جو حقیقی معبود کو چھوڑ کر: مال و دولت کا پجاری بن جاتا ہے وہ ملعون (اللہ کی رحمت سے دور کیا ہوا) ہو جاتا ہے۔

اور مال و دولت کی بندگی یہ ہے کہ اس کی طلب میں بندہ ایسا گرفتار ہو جائے کہ اللہ کے احکام کی پابندی باقی نہ رہے، اور حلال و حرام کی تمیز اٹھ جائے، اور اس کے پیچھے ایسا لگ جائے کہ احکاماتِ شرعیہ کو پس پشت ڈال دے۔ اور یہ حدیث بخاری شریف کتاب الرقاق وغیرہ میں ہے، اور اس میں اور بھی مضامین ہیں۔

[۳۲-] بابٌ

[۲۳۶۷-] حدثنا بِشْرُ بنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ، نَا عَبْدُ الْوَارِثُ بنُ سَعِيْدٍ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ” لُعِنَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ، لُعِنَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِيْ هُرِيرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم أَتَمَّ مِنْ هٰذَا وَأَطْوَلَ.

بابٌ

مال و جاہ کی حرص تباہ کن ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ” دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہوں: ان بکریوں کو اس سے زیادہ خراب نہیں کر سکتے جتنا آدمی کے دین کو مال و جاہ کی حرص تباہ کرتی ہے!“

ترکیب: ما نافیہ ہے، اور جائعان: ذِئبان کی پہلی صفت ہے، جو مبالغہ کے طور پر لائی گئی ہے، اور دوسری صفت جملہ أُرْسِلاَ ہے اور لدینه: جار مجرور أَفْسَدَ سے متعلق ہیں، شَرَف سے متعلق نہیں۔

تشریح: حبِ مال اور حبِ جاہ آدمی کے دین کو بے حد نقصان پہنچاتے ہیں، بکریوں کے ریوڑ میں گھسے ہوئے بھیڑیے بکریوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا یہ دو چیزیں دین کو تباہ کرتی ہیں، مال کی محبت جب چھا جاتی ہے تو آدمی جائز ناجائز کا خیال نہیں رکھتا، اسی طرح جاہ وشرف کی چاہت بھی آدمی کو تباہ کر دیتی ہے، پس ان دونوں سے دامن بچانا چاہئے۔

اور باب میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، جس کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں: وہ مسند بزار میں ہے اور منذری نے ترغیب میں لکھا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

[-۳۳] بابٌ

[-۲۳۶۸] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ زَكَرِيَّا بنِ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ سَعْدِ بنِ زُرَارَةَ، عَنْ ابْنِ كَعْبِ بنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَاذِئْبَانِ جَائِعَانِ، أُرْسِلاَ فِيْ غَنَمٍ، بِأَفْسَدَ لَهَا: مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ: لِدِيْنِهِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَيُرْوَى فِيْ هٰذَا الْبَابِ عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَلاَ يَصَحُّ إِسْنَادُهُ.

بابٌ

مؤمن کو دنیا میں کس طرح رہنا چاہئے؟

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: نبی ﷺ (ایک دن) کھجور کی چٹائی پر سوئے ہوئے تھے، جب اٹھے تو جسم مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ گئے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپؐ حکم دیں تو ہم آپؐ کے لئے بستر بنا دیں، آپؐ نے فرمایا: مَالِي وَللدنيا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا: مجھے دنیا سے کیا لینا ہے! میرا حال تو دنیا میں بس اس مسافر جیسا ہے جو سایہ کے لئے کسی درخت کے نیچے اترا، پھر وہ منزل کی طرف چل دیا، اور اس سایہ کو (وہیں) چھوڑ دیا!"

تشریح: جب مسافر درخت کے نیچے اترتا ہے تو راحت کا کوئی انتظام نہیں کرتا جیسا موقع ہوتا ہے پڑ رہتا ہے، البتہ منزل مقصود تک پہنچنے کی فکر اس پر سوار رہتی ہے، نبی ﷺ نے یہی حقیقت حضرت ابن مسعودؓ کو سمجھائی ہے کہ دنیا کی راحتوں کے لئے انتظامات کی فکر میں پڑنا، اور اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو برباد کرنا بالکل بے فائدہ ہے، جو بھی وقت دنیا میں مل جائے اس کو دین کی فکر میں اور آخرت کی تیاری میں لگانا چاہئے۔ اور مؤمن کو دنیا میں اس مسافر کی طرح زندگی گذارنی چاہئے جو سایہ حاصل کرنے کے لئے کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر کے لئے رک گیا ہو، پھر اس سایہ کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گیا ہو۔

[٣٤-] بابٌ

[٢٣٦٩-] حدثنا مُوْسَى بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ، نَا زَيْدُ بنُ حُبَابٍ، ثَنِيْ الْمَسْعُوْدِيُّ، نَا عَمْرُو بنُ مُرَّةَ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: نَامَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَلَى حَصِيْرٍ، فَقَامَ وَقَدْ أَثَّرَ فِيْ جَنْبِهِ، فَقُلْنَا: يَارسولَ اللّٰهِ! لَوَ اتَّخَذْنَا لَكَ وِطَاءً، فَقَالَ: "مَالِي وَلِلدُّنْيَا، مَا أَنَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا"

وفي الباب: عَنْ ابنِ عُمَرَ، وابنِ عَبَّاسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

صحبت اثر انداز ہوتی ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: الرجلُ على دينِ خليلِه، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكم مَنْ يُخَالِلُ؟: آدمی اپنے دوست کے دین (روش) پر ہوتا ہے، پس چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک دیکھے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے۔

تشریح: عربی کا مشہور مقولہ ہے: عَنِ الْمَرْأِ لَا تَسْئَلْ، وَاسْئَلْ عَنْ قَرِيْنِهِ: کسی کے بارے میں تحقیق کرنی ہو تو راست اس کے بارے میں مت پوچھو، بلکہ اس کے دوست کے احوال دریافت کرو، کیونکہ جیسا دوست ہوگا ویسا ہی وہ بھی ہوگا، اچھی بری صحبت اثر انداز ہوتی ہے، اور انسان چونکہ مدنی الطبع ہے، اس کے لئے ساتھی ضروری ہیں، اس لئے سوچ کر نیک بندوں سے تعلق قائم کیا جائے، تاکہ ان کی نیکی کا اثر پہنچے، اور بد اطوار لوگوں کی دوستی سے بچا جائے تاکہ وہ تباہ نہ کر دیں۔

[٣٥-] بابٌ

[٢٣٧٠-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ عَامِرٍ، وَأَبُوْ دَاوُدَ، قَالَا: نَا زُهَيْرُ بنُ مُحمدٍ، ثَنِيْ مُوْسَى

بنُ وَرْدَانَ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: "الرَّجُلُ عَلَی دِیْنِ خَلِیْلِهِ، فَلْیَنْظُرْ أَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ؟" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ.

بابٌ

اعمال ہی آخرت تک ساتھ دینے والے ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دولوٹ آتی ہیں اور ایک باقی رہ جاتی ہے: میت کے ساتھ اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل جاتا ہے، پھر اس کے گھر والے اور اس کا مال لوٹ آتا ہے اور اس کا عمل اس کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے"

تشریح: مال سے مراد جنازہ کی چارپائی اور دیگر ساز وسامان ہے جو ضرورت کی وجہ سے قبرستان تک ساتھ لے جایا جاتا ہے، اس حدیث کا سبق یہ ہے کہ آدمی اچھے اعمال کرے کیونکہ اعمال ہی آخرت تک ساتھ رہنے والے ہیں، اولاد کو پروان چڑھانے کے لئے، بیوی کی ناز برداری کے لئے، اور مال ودولت کمانے کے لئے اپنی تمام کوششیں خرچ نہ کردے بلکہ بقدرِ ضرورت ہی ان کاموں میں مشغول ہو اور پوری توجہ اعمالِ آخرت کی طرف مبذول رکھے۔

[٣٦-] بابٌ

[٢٣٧١-] حدثنا سُوَیْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِیْ بَکْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بنَ مَالِكٍ، یَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: "یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلَاثٌ، فَیَرْجِعُ اثْنَانِ، وَیَبْقَی وَاحِدٌ: یَتْبَعُهُ أَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَعَمَلُهُ، فَیَرْجِعُ أَهْلُهُ، وَمَالُهُ، وَیَبْقَی عَمَلُهُ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ ماجاء فی کَرَاهِیَةِ کَثْرَةِ الأَکْلِ

پُرخوری کی ناپسندیدگی

حدیث: نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کسی شخص نے کوئی برتن پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا، انسان کے لئے ایسے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں، اور اگر لامحالہ زائد کھانا ہے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے، تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس لینے کے لئے رکھنا چاہئے"

تشریح: کوئی بھی برتن پورا بھر دیا جائے تو وہ چھلکتا ہے، اس لئے کسی بھی برتن کو پورا نہیں بھرنا چاہئے، تھوڑا خالی رکھنا چاہئے، اور پیٹ بھی ایک برتن ہے اس کو پورا بھر لینا تو اور بھی برا ہے، اس سے صحت تباہ ہو جاتی ہے، پھر فرمایا

کہ انسان کو قوتِ لا یموت کے بقدر ہی کھانا چاہئے، یعنی اتنا ہی کھانا چاہئے کہ صحت وقوت برقرار رہے، پیٹھ سیدھا کرنے کا یہی مطلب ہے، اور یاد رکھنا چاہئے کہ اتنا ہی کھانا جسم کے لئے مفید ہے اس سے زیادہ آدمی جو کچھ کھاتا ہے وہ رائگاں جاتا ہے، لیکن اگر کسی کا جی نہ بھرے اور وہ زیادہ کھانا چاہے تو پیٹ کے تین حصے کرے، ایک تہائی کھائے، دوسرا تہائی پانی کے لئے خالی رکھے، اور پھیپھڑا جب سانس لیتا ہے تو پھولتا ہے، پس اس کے لئے بھی ایک تہائی خالی رکھے تاکہ بہ سہولت سانس لے سکے، ورنہ سانس لینے میں دشواری ہوگی۔

[۳۷-] باب ماجاء في كَرَاهِيَةِ كَثْرَةِ الأَكْلِ

[۲۳۷۲-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ عَيَّاشٍ، ثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ الْحِمْصِيُّ، وَحَبِيْبُ بنُ صَالِحٍ، عَنْ يَحْيَى بنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ، عَنْ مِقْدَامِ بنِ مَعْدِيْكَرِبَ، قَالَ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" مَا مَلَأَ آدِمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ، بِحَسْبِ ابنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ، يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ، فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ، وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ، وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ"

حدثنا الْحَسَنُ بنُ عَرَفَةَ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ عَيَّاشٍ نَحْوَهُ، وَقَالَ: الْمِقْدَامُ بنُ مَعْدِيْكَرِبَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، ولَمْ يَذْكُرْ سَمِعْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: حدیث کی پہلی سند میں حضرت مقدامؓ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰہ کہتے ہیں اور دوسری سند میں عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں، بس دونوں سندوں میں اتنا ہی فرق ہے۔ محدثین سندوں کا معمولی فرق بھی واضح کرتے ہیں۔

بابُ ماجاء فِي الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

ریاء وسمعہ (نیک عمل دکھانے اور سنانے) کا بیان

تمام اچھے اعمال کی روح اور جان اخلاص ہے، اچھے اعمال اگر اس جذبہ سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام ونمود یا کوئی اور ایسا ہی جذبہ ہو تو اللہ کے نزدیک ان اعمال کی کوئی قیمت نہیں، ان پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔

یہ بات ایک مثال سے سمجھیں: کوئی خادم اپنے مخدوم کو آرام پہنچانے کی اور خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہو مگر اس کا یہ برتاؤ کسی ذاتی غرض سے ہو یا وہ اپنا کوئی کام نکالنا چاہتا ہو تو آپ کے دل میں اس کی اور اس کے برتاؤ کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہوگی، آپ اس کو گھاس اسی وقت ڈالیں گے جب وہ اخلاص سے خدمت کرے، بس فرق اتنا ہے کہ لوگ نیتوں کو نہیں جانتے، اور اللہ تعالیٰ دلوں کی کیفیت سے واقف ہیں، اس لئے عمل میں اگر اخلاص ہوتا ہے

یعنی اچھا کام پروردگار کی خوشنودی کے لئے کیا جاتا ہے تو آخرت میں اس کا بھرپور صلہ ملتا ہے، ورنہ حدیث میں قاری (مولوی) مجاہد اور سخی کا جو حال آرہا ہے اس سے سابقہ پڑے گا، اللہ تعالیٰ سب کو اخلاص وللّٰہیت کی دولت سے نوازیں، اور ریاء ونمود کے ذریعہ اعمال کو رائگاں کرنے سے بچائیں (آمین)

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- مَنْ يُرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ به: جو شخص دکھاوا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا دکھاوا کریں گے۔ رَاءَ اهُ مُرَاءَ اةً ورِيَاءً کے معنی ہیں: کسی کے سامنے (خلافِ واقعہ) صلاح وتقوی کا اظہار کرنا، اور رَاءَ ی به کے معنی ہیں: بدنام کرنا۔

۲- وَمَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ به: اور جو شخص اپنے عمل کی شہرت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کریں گے، سَمَّعَ (باب تفعیل): سنانا، اور سَمَّعَ به: رسوا کرنا، بری شہرت دینا۔

تشریح: نام ونمود اور اپنے نیک عمل کی تشہیر اور وہ بھی جبکہ خلافِ واقعہ ہو یعنی اللہ کی خوشنودی کے لئے عمل نہ کیا ہو: نہایت بری بات ہے، اللہ تعالیٰ اس عمل کی تشہیر کو ناپسند کرتے ہیں: اور اس کی جزاء دنیا میں رسوائی کے سوا کچھ نہیں، ایسے شخص کا بھانڈا اللہ تعالیٰ چوراہے پر پھوڑتے ہیں، لوگوں میں اس کی اچھی شہرت کے بجائے بری شہرت ہو جاتی ہے۔

۳- مَنْ لَايَرْحَمِ النَّاسَ لَايَرْحَمْهُ اللّٰهُ: جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتے۔

تشریح: یہ حدیث پہلے (أبواب البر والصلة باب ۱۶ حدیث ۱۹۱۹ تحفہ ۵: ۲۶۴ میں) گذر چکی ہے، یہاں باب سے اس کا کوئی خاص تعلق نہیں، ضمناً یہ حدیث آئی ہے۔ کیونکہ یہ بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔

حدیث (۲): ایک ثقہ تابعی شُفَیّ (مصغّر) بن ماتع (ت کے ساتھ) اصبحی نے عقبہ بن مُسلم سے بیان کیا کہ وہ مدینہ منورہ گئے، وہاں اچانک انھوں نے دیکھا کہ ایک صاحب کے پاس لوگوں کی بھیڑ جمع ہے، انھوں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں (شُفیّ کہتے ہیں) میں ان کے قریب گیا، یہاں تک کہ ان کے سامنے بیٹھ گیا، وہ لوگوں سے حدیثیں بیان کر رہے تھے، جب وہ چپ ہوئے اور تنہا ہوئے تو میں نے ان سے کہا: میں آپؓ سے درخواست کرتا ہوں حق کی وجہ سے اور حق کی وجہ سے (پہلا حق پردیسی ہونے کا ہے، اور دوسرا طالب علم ہونے کا یا پہلا حق مجمع میں حدیثیں سننے کا ہے اور دوسرا تنہائی میں حدیث سننے کا) مگر (یعنی البتہ) بیان کریں آپؓ مجھ سے کوئی ایسی حدیث جس کو آپ نے نبی ﷺ سے سنا ہے، جس کو آپؓ نے سمجھا ہے اور اس کو جانا ہے۔

تشریح: أَسْأَلُكَ بِحَقٍّ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ أَسْأَلُكَ حَقًّا غَيْرَ بَاطِلٍ: میں آپؓ سے صحیح بات بیان کرنے کی درخواست کرتا ہوں، اور بِحَقِّ کی تکرار محض تاکید کے لئے ہے، اور لَمَّا بمعنی إِلاَّ (مگر) برائے تاکید ہے اور عَقَلَ الشيئَ کے معنی ہیں: کسی چیز کی حقیقت جاننا، پس یہ عَلِمَهُ کا مترادف ہے۔

ترجمہ: پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں (یہ کام) کروں گا یعنی آپ کی درخواست منظور ہے،

میں ضرور آپ سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے، جس کو میں نے خوب سمجھا ہے، اور اس کو جانا ہے، پھر حضرت ابو ہریرہؓ لمبی سسکیاں لینے لگے، پھر وہ تھوڑی دیر ٹھہرے رہے، پھر ہوش میں آئے اور فرمایا: میں ضرور آپ سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس گھر میں بیان کی ہے، جبکہ ہمارے ساتھ میرے اور ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بہت ہی زیادہ لمبی سسکیاں لینے لگے، اور بیہوشی کے قریب ہو گئے، پھر آپؓ کو ہوش آیا اور آپؓ نے اپنا چہرہ پونچھا، اور فرمایا: میں کروں گا، میں ضرور آپ سے بیان کروں گا ایک ایسی حدیث جو مجھ سے نبی ﷺ نے بیان کی ہے درانحالیکہ میں اور وہ اس گھر میں تھے، ہمارے ساتھ میرے اور ان کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

پھر حضرت ابو ہریرہؓ بہت لمبی سسکیاں بھرنے لگے، پھر وہ جھکے درانحالیکہ وہ اپنے چہرے پر گرنے والے تھے پس میں ان کو دیر تک ٹیک دیئے رہا، پھر ان کو ہوش آیا۔

لغات: نَشَغَ فلانٌ: اتنی سسکیاں بھرنا کہ بیہوش ہونے کے قریب ہو جائے، لمبا سانس لینا......خَرَّ الشيئُ: زمین پر گرنا، نیچے کی طرف مائل ہونا، خَارًّا: اسم فاعل حال ہے۔

ترجمہ: پھر فرمایا: مجھ سے نبی ﷺ نے بیان کیا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بندوں کی طرف اتریں گے تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں، اور ہر امت گھٹنوں کے بل پڑی ہوئی ہوگی، پس سب سے پہلا وہ شخص جس کو بلایا جائے گا: وہ شخص ہوگا جس نے قرآن جمع کیا ہے، یعنی حفظ کیا ہے۔ اور وہ شخص ہوگا: جو راہِ خدا میں شہید کیا گیا ہے، اور بہت زیادہ مال والا شخص ہوگا۔

۱- پس اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے سے پوچھیں گے: کیا میں نے تجھے وہ قرآن نہیں سکھلایا تھا جو میں نے اپنے رسول پر اتارا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: پس تو نے کیا عمل کیا اس قرآن میں جو تو نے جانا؟ وہ کہے گا: میں اس کے ذریعہ نماز پڑھتا تھا، رات کی گھڑیوں میں، اور دن کے اوقات میں! اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے، اور فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹ کہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے: بلکہ تو نے چاہا تھا کہ کہا جائے: فلاں قاری ہے (یہی ریاء ونمود ہے) سو وہ بات کہہ دی گئی (یعنی تیرے عمل کی جزاء تجھے دنیا میں مل گئی)

۲- اور مال والا لایا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا نہیں گنجائش کی تھی میں نے تجھ پر یہاں تک کہ نہیں محتاج باقی رکھا تھا میں نے تجھ کو کسی کا؟ وہ جواب دے گا: کیوں نہیں! اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: پس کیا عمل کیا تو نے اس مال میں جو میں نے تجھے دیا تھا؟ وہ کہے گا: میں صلہ رحمی کیا کرتا تھا، اور خیرات کرتا تھا، پس اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے اور فرشتے کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: بلکہ

تو نے چاہا تھا کہ کہا جائے: فلاں سخی ہے سو وہ بات کہہ دی گئی۔

۳- پھر لایا جائے گا وہ شخص جو راہِ خدا میں مارا گیا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے: کس لئے تو مارا گیا؟ وہ کہے گا: آپ نے اپنے راستہ میں جہاد کا حکم دیا، پس میں لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ اس سے کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے کہیں گے: تو جھوٹ کہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: بلکہ چاہا تھا تو نے کہ کہا جائے: فلاں بڑا بہادر ہے، سو وہ بات کہہ دی گئی۔

پھر نبی ﷺ نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا، اور فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! یہ تین شخص اللہ کی مخلوق میں سے وہ ہیں جن سے قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم کی آگ دہکائی جائے گی۔

حدیث کا راوی ولید ابوعثمان مدائنی کہتا ہے: مجھے عقبہ نے بتایا کہ شُفَیّ ہی وہ ہیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تھے پس ان کو یہ حدیث سنائی تھی۔

ابوعثمان کہتے ہیں: مجھ سے علاء بن حکیم نے بیان کیا، اور وہ حضرت معاویہؓ کے جلاد تھے، انھوں نے کہا: حضرت معاویہؓ کے پاس ایک آدمی آیا، پس اس نے حضرت معاویہؓ کو یہ حدیث سنائی، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہوئے، پس حضرت معاویہؓ نے فرمایا: جب ان لوگوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائے گا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟! پھر حضرت معاویہؓ بہت زیادہ روئے یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ وہ ہلاک ہوجائیں گے، پس ہم نے کہا: یہ شخص ہمارے پاس برائی لے کر آیا ہے، پھر حضرت معاویہؓ کو ہوش آیا، اور انھوں نے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ الآية: (ہود ۱۵و۱۶) ترجمہ: جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی کی منفعت اور اس کی رونق حاصل کرنا چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال کی جزاء دنیا ہی میں دیدیتے ہیں اور ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی یعنی دنیا ہی میں ان اعمال کے عوض میں ان کو نیک نامی، صحت، فراغ بالی، عیش وعشرت اور کثرت اموال واولاد حاصل ہوجاتی ہے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں دوزخ کے علاوہ کچھ نہیں، اور جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ آخرت میں رائگاں جائے گا، اور وہ جو کچھ کررہے ہیں وہ آخرت میں بے اثر ثابت ہوگا (اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کی نیت: اعمال صالحہ سے بجز دنیا کے کچھ نہ ہو، یہی ریاء وسمعہ ہے جو اعمال کے اخروی بدلہ کو باطل کردیتی ہے)

[۳۸-] بابُ ماجاء فِي الرِّيَاءِ وَالسُّمْعَةِ

[۲۳۷۳-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا مُعَاوِيَةُ بنُ هِشَامٍ، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ يُرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهِ، وَمَنْ يُسَمِّعْ يُسَمِّعِ اللّٰهُ

بِهِ" وَقَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ لاَيَرْحَمِ النَّاسَ لاَيَرْحَمْهُ اللّٰهُ"

وفى الباب: عَنْ جُنْدُبٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[٢٣٧٤-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، نَا حَيْوَةُ بنُ شُرَيْحٍ، نَا الْوَلِيْدُ بنُ أَبِى الْوَلِيْدِ أَبُوْ عُثْمَانَ الْمَدَائِنِيُّ: أَنَّ عُقْبَةَ بنَ مُسْلِمٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ شُفَيًّا الْأَصْبَحِيَّ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ، فَإِذَا هُوَ بَرَجُلٍ قَدِ اجْتَمعَ عَلَيْهِ النَّاسُ، فَقَالَ: مَنْ هٰذَا؟ فَقَالُوْا: أَبُوْ هُرَيْرَةَ! فَدَنَوْتُ مِنْهُ، حَتَّى قَعَدْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَهُوَ يُحَدِّثُ النَّاسَ، فَلَمَّا سَكَتَ، وَخَلاَ، قُلْتُ لَهُ: أَسْأَلُكَ بِحَقٍّ، وَبِحَقٍّ، لَمَّا حَدَّثْتَنِى حَدِيْثًا، سَمِعْتَهُ مِنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، عَقَلْتَهُ، وَعَلِمْتَهُ.

فَقَالَ أَبُوْ هريرةَ: أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رَسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، عَقَلْتُهُ، وَعَلِمْتُهُ، ثُمَّ نَشَغَ أَبُوْ هريرةَ نَشْغَةً فَمَكَثَ قَلِيْلاً، ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ: لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِىْ هٰذَا البَيْتِ، مَا مَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِىْ وَغَيْرُهُ.

ثُمَّ نَشَغَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ نَشْغَةً شَدِيْدَةً، ثُمَّ أَفَاقَ، وَمَسَحَ وَجْهَهُ، وَقَالَ: أَفْعَلُ، لَأُحَدِّثَنَّكَ حَدِيْثًا حَدَّثَنِيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَا وَهُوَ فِىْ هٰذَا الْبَيْتِ، مَامَعَنَا أَحَدٌ غَيْرِىْ وَغَيْرُهُ.

ثُمَّ نَشَغَ أَبُوْ هريرةَ نَشْغَةً شَدِيْدَةً، ثُمَّ مَالَ خَارًّا عَلَى وَجْهِهِ، فَأَسْنَدْتُهُ طَوِيْلاً، ثُمَّ أَفَاقَ.

فَقَالَ: حَدَّثَنِىْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، يَنْزِلُ إِلَى الْعِبَادِ لِيَقْضِىَ بَيْنَهُمْ، وَكُلُّ أُمَّةٍ جَاثِيَةٌ، فَأَوَّلُ مَنْ يَدْعُوْ بِهِ: رَجُلٌ جَمعَ الْقُرْآنَ، وَرَجُلٌ قُتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ كَثِيْرُ الْمَالِ.

فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْقَارِئِ: أَلَمْ أُعَلِّمْكَ مَا أَنْزَلْتُ عَلَى رَسُوْلِىْ؟ قَالَ: بَلٰى يَارَبِّ! قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا عَلِمْتَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهارِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُوْلُ الْمَلاَئِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلاَنٌ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيْلَ ذٰلِكَ.

وَيُؤْتَى بِصَاحِبِ الْمَالِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَلَمْ أُوَسِّعْ عَلَيْكَ حَتَّى لَمْ أَدَعْكَ تَحْتَاجُ إِلَى أَحَدٍ؟ قَالَ: بَلَى يَارَبِّ! قَالَ: فَمَاذَا عَمِلْتَ فِيْمَا آتَيْتُكَ؟ قَالَ: كُنْتُ أَصِلُ الرَّحِمَ، وأَتَصَدَّقُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُوْلُ الْمَلاَئِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُوْلُ اللّٰهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلاَنٌ جَوَادٌ، وَقَدْ قِيْلَ ذٰلِكَ.

وَيُؤْتَى بِالَّذِىْ قُتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ : فِيْمَاذَا قُتِلْتَ؟ فَيَقُوْلُ: أُمِرْتَ بِالْجِهَادِ فِىْ سَبِيْلِكَ، فَقَاتَلْتُ حَتَّى قُتِلْتُ، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُ: كَذَبْتَ، وَتَقُوْلُ الْمَلاَئِكَةُ: كَذَبْتَ، وَيَقُوْلُ اللّٰهُ: بَلْ أَرَدْتَ أَنْ يُقَالَ: فُلاَنٌ جَرِىْءٌ، فَقَدْ قِيْلَ ذٰلِكَ.

ثُمَّ ضَرَبَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم عَلَی رُكْبَتِیْ، فَقَالَ: '' يَا أَبَا هُريرةَ! أُوْلٰئِكَ الثَّلَاثَةُ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ تُسَعَّرُ بِهِمُ النَّارُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ''

قَالَ الْوَلِيْدُ أَبُوْ عُثْمَانَ الْمَدَائِنِیُّ: فَأَخْبَرَنِیْ عُقْبَةُ: أَنَّ شُفَيًّا هُوَ الَّذِیْ دَخَلَ عَلٰی مُعَاوِيَةَ، فَأَخْبَرَهُ بِهٰذَا.

قَالَ أَبُوْ عُثْمَانَ: وَحَدَّثَنِیْ الْعَلَاءُ بنُ أَبِیْ حَكِيْمٍ، أَنَّهُ كَانَ سَيَّافًا لِمُعَاوِيَةَ، قَالَ: فَدَخَلَ عَلَيْهِ رَجُلٌ، فَأَخْبَرَهُ بِهٰذَا عَنْ أَبِیْ هريرةَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: قَدْ فُعِلَ بِهٰؤُلَاءِ هٰذَا، فَكَيْفَ بِمَنْ بَقِیَ مِنَ النَّاسِ؟ ثُمَّ بَكٰی مُعَاوِيَةُ بُكَاءً شَدِيْدًا، حَتّٰی ظَنَنَّا أَنَّهُ هَالِكٌ، وَقُلْنَا: قَدْ جَاءَ نَا هٰذَا الرَّجُلُ بِشَرٍّ، ثُمَّ أَفَاقَ مُعَاوِيَةُ، وَمَسَحَ عَنْ وَجْهِهِ، وَقَالَ: صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ: ﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَايُبْخَسُوْنَ، أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِی الآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَاصَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بابٌ

دکھاوا کرنے والے قراء (علماء) کا انجام

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''غم کے گڑھے سے اللہ کی پناہ چاہو'' لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! غم کا گڑھا کیا ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''وہ جہنم کا ایک میدان ہے، جس سے جہنم روزانہ ستر مرتبہ پناہ چاہتی ہے'' (اور ابن ماجہ میں ہے: چارسو مرتبہ پناہ چاہتی ہے) پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس میں کون جائے گا؟ فرمایا: ''وہ قراء (علماء) جو اپنے اعمال کا دکھلاوا کرنے والے ہیں''

وضاحت: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے، ابن ماجہ (حدیث ۲۵۶) نے بھی اس کی تخریج کی ہے، اور مشکوٰۃ کتاب العلم (حدیث ۲۷۵) میں بھی نقل ہوئی ہے، اس کا ایک راوی عمار بن سیف ضَبّی ہے جو ضعیف ہے، اور اس کا استاذ ابومُعان بصری بھی بس ایسا ہی ہے (اور ابن ماجہ میں ابومعاذ بصری ہے، جس کا نام سلیمان بن ارقم ہے وہ متروک ہے)

تشریح: پہلے لفظ قراء: علماء کو بھی شامل تھا، اس وقت جو لوگ قرآن پڑھے ہوئے ہوتے تھے وہ دین سے بھی واقف ہوتے تھے، بعد میں تفریق ہوگئی، قرآن عمدہ پڑھنے والے ''قراء'' کہلانے لگے۔ اور دین کے واقف ''علماء'' کہلانے لگے، پس اس حدیث کا مصداق دونوں ہی ہیں، جو قراء اور جو علماء اپنے اعمال کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ریاء ونمود کے لئے کام کرتے ہیں وہ اس حدیث کا مصداق ہیں، ان کا انجام بُرا ہوگا، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائیں (آمین)

لغات: الجُبّ: بڑا کنواں، گڑھا...... الحَزْن (ح کا زبر اور زساکن) اسم ہے، جس کے معنی ہیں: رنج وغم، اور الحَزَن (بفتحتین) مصدر ہے جس کے معنی ہیں: رنجیدہ اور غمگین ہونا، حدیث میں دونوں پڑھ سکتے ہیں...... اور جہنم

غم کے اُس میدان سے سومرتبہ اس لئے پناہ مانگتی ہے کہ اس میدان کا عذاب بہت سخت ہے، خود جہنم بھی اس سے پریشان ہے، اس لئے پناہ مانگتی ہے۔

[۳۹-] بابٌ

[۲۳۷۵-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا الْمُحَارِبِيُّ، عَنْ عَمَّارِ بنِ سَيْفٍ الضَّبِّيِّ، عَنْ أَبِيْ مُعَانٍ الْبَصْرِيِّ، عَنْ ابنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ" قَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! وَمَا جُبُّ الْحُزْنِ؟ قَالَ:" وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ، يَتَعَوَّذُ مِنْهُ جَهَنَّمُ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ!" قِيْلَ: يَارسولَ اللّٰهِ! وَمَنْ يَدْخُلُهُ؟ قَالَ:" الْقُرَّاءُوْنَ الْمُرَاؤُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

بابٌ

عمل کُھل جانے پرخوش ہونا ریاء نہیں

حدیث: ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آدمی ایک عمل کرتا ہے، پس وہ عمل اس کو پسند آتا ہے، پھر جب وہ عمل کھل جاتا ہے یعنی اس سے کوئی واقف ہوجاتا ہے تو اس کو یہ بات اچھی لگتی ہے (پس کیا یہ بات ریاء میں شامل ہے؟) نبی ﷺ نے فرمایا: له أَجْرَانِ: أَجْرُ السِّرِّ، وَأَجْرُ العلانية: اس کے لئے دو ثواب ہیں: پوشیدہ کا ثواب اور آشکارا کا ثواب!

تشریح: اس حدیث کا راوی ابوسفیان شیبانی الأصغر البُرْجُمی الکوفی معمولی راوی ہے: صدوقٌ لهُ أَوْهَامٌ، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث کو غریب قرار دیا ہے، نیز حبیب کے دوسرے شاگرد امام اعمش وغیرہ اس حدیث کو مرسل روایت کرتے ہیں۔ یعنی آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کرتے، مگر اس حدیث کے شواہد ہیں، مشکوٰۃ (حدیث ۵۳۲۲ باب الرياء والسمعة) میں ترمذی کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مروی ہے: انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! رات ایسا ہوا کہ میں گھر میں نماز پڑھ رہا تھا، اچانک ایک صاحب آگئے، اور انھوں نے مجھے نماز پڑھتے دیکھ لیا، مجھے یہ بات اچھی لگی کہ انھوں نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا، تو کیا یہ بات دکھانے اور سنانے میں شمار ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا أَبَا هُرَيرةَ! لَكَ أَجْرَانِ: أَجْرُ السِّرِّ وَأَجْرُ الْعَلاَنِيَةِ: ابوہریرہ! تم پر اللہ کی رحمت! تمہارے لئے دو اجر ہیں: پوشیدہ کا اجر اور آشکارا کا اجر۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ سے پوچھا گیا: ایک شخص عمل خیر کرتا ہے اور لوگ اس عمل کی وجہ سے اس کی تعریف کرتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ یعنی یہ ریاء ہے یا نہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: تِلْكَ عَاجِلُ

بُشْرَى الْمُؤْمِنِ: وہ مؤمن کی جلد ملنے والی خوشخبری ہے!

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ بندے نے ایک عمل صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا، کوئی دوسرا جذبہ کارفرما نہیں تھا، مگر جب عمل بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوا، تو وہ قبولیت زمین میں اتری اور لوگ اس کی تعریف کرنے لگے اور اس سے محبت کرنے لگے، پس یہ مؤمن کے لئے ایڈوانس خوشخبری ہے، یہ دکھانے اور سنانے کے لئے عمل کرنا نہیں ہے۔

اسی طرح باب کی حدیث اس صورت میں ہے جب خوش ہونا مغلوب ہو، صرف خوش ہونا عمل کا باعث نہ بن سکتا ہو، یعنی خواہ کوئی دیکھتا یا نہ دیکھتا وہ عمل ضرور کرتا، مگر اتفاقاً کسی نے دیکھ لیا تو اس کو اچھا لگا: یہ دکھانا سنانا نہیں، ریاء یہ ہے کہ کوئی دیکھے تو عمل کرے ورنہ نہ کرے...... اور پوشیدہ کا اجر: اس اخلاص کا اجر ہے جو چپکے سے عمل کرنے میں پایا جاتا ہے...... اور آشکارا کا اجر: دین کی سربلندی اور راہِ ہدایت کی اشاعت کا اجر ہے، یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تہجد تنہائی میں شروع کیا تھا، پس ایک اجر تو چپکے سے عمل کرنے کا ملا، پھر اچانک کسی نے دیکھ لیا جس سے اس کو تہجد کی ترغیب ہوئی پس دوسرا اجر: عمل کو آشکارا کرنے کا ملا (رحمۃ اللہ الواسعہ ۴: ۳۸۸)

[٤٠-] بابٌ

[۲۳۷٦-] حدثنا مُحمدُ بنُ الْمُثَنَّى، نا أَبُوْدَاوُدَ، نا أَبُوْ سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ حَبِيْبِ بنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! الرَّجُلُ يَعْمَلُ الْعَمَلَ، فَيَسُرُّهُ، فَإِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ أَعْجَبَهُ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَهُ أَجْرَانِ: أَجْرُ السِّرِّ، وأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَقَدْ رَوَى الْأَعْمَشُ وَغَيْرُهُ عَنْ حَبِيْبِ بنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً.

وَقَدْ فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذَا الحديثَ: "إِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ فَأَعْجَبَهُ": إِنَّمَا مَعْنَاهُ: أَنْ يُعْجِبَهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ بِالْخَيْرِ، لِقَوْلِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: "أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِيْ الْأَرْضِ" فَيُعْجِبُهُ ثَنَاءُ النَّاسِ عَلَيْهِ لِهٰذَا، فَأَمَّا إِذَا أَعْجَبَهُ لِيَعْلَمَ النَّاسُ مِنْهُ الْخَيْرَ، وَيُكَرَّمَ، وَيُعَظَّمَ عَلَى ذٰلِكَ، فَهٰذَا رِيَاءٌ.

وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: إِذَا اطُّلِعَ عَلَيْهِ فَأَعْجَبَهُ: رَجَاءَ أَنْ يَعْمَلَ بِعَمَلِهِ، فَيَكُوْنَ لَهُ مِثْلُ أُجُوْرِهِمْ، فَهٰذَا لَهُ مَذْهَبٌ أَيْضًا.

ترجمہ: بعض اہل علم نے اس حدیث کی شرح یہ کی ہے: قوله إذا اطُّلع عليه فَأَعْجَبَهُ: جب اس عمل سے کوئی واقف ہوگیا تو یہ بات اس کو اچھی لگی، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خوش کرے لوگوں کا اس عمل پر اچھی تعریف

کرنا، کیونکہ حدیث شریف میں ہے:أنتُم شُهداءُ اللّٰه فی الأرض:تم یعنی یہ امت زمین میں اللہ کی گواہ ہے، چنانچہ اس کوخوش کرتا ہے اس عمل پر لوگوں کا تعریف کرنا، اس حدیث کے پیش نظر......پس رہی وہ صورت جبکہ اس کو یہ بات پسند آئے کہ لوگ اس کا یہ نیک عمل جان لیں اور اس کا اکرام کیا جائے اور اس عمل کی وجہ سے اس کی تعظیم کی جائے تو یہ ریاء ہے......اور بعض اہل علم نے کہا: جب اس عمل سے لوگ واقف ہو گئے پس اس کو وہ بات اچھی لگی اس امید سے کہ وہ واقف ہونے والا اس کے عمل کے موافق عمل کرے گا (یہی توجیہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے فرمائی ہے) پس اس کو ملے گا عمل کرنے والوں کے ثواب کے مانند (کیونکہ حدیث میں ہے:مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا: جو کوئی اچھا طریقہ جاری کرتا ہے تو اس کو اس پر عمل کا اجر ملتا ہے، اور جو اس راہ پر چلتے ہیں ان کا بھی اجر ملتا ہے) پس اس توجیہ کے لئے بھی جانے کی راہ ہے، یعنی یہ توجیہ بھی اچھی ہے۔

خلاصہ: امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث کی دو توجیہیں کی ہیں: پہلی توجیہ: وہ ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی کی ہے کہ جب اس کا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہوا اور وہ مقبولیت زمین میں اتری تو لوگوں نے اس نیک بندے کی تعریف شروع کی، تو یہ ریاء نہیں، کیونکہ نیک بندے زمین میں اللہ کے گواہ ہیں، پس ان کی تعریف نیک فال ہے...... دوسری توجیہ امام ترمذیؒ نے وہ کی ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کی کی ہے کہ اس کا یہ عمل دوسروں کے لئے ترغیب کا باعث بنا، اس لئے عمل کے آشکارا ہونے کا بھی ثواب ملے گا......اور درمیان میں امام ترمذیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ ریاء وسمعہ اس صورت میں ہے جب آدمی چاہے کہ اس کے نیک عمل کا لوگوں کو پتہ چلے، اور لوگ اس نیک عمل کی وجہ سے اس کا اکرام اور تعظیم کریں تو یہ ریاء وسمعہ ہے۔

بابُ الْمَرْءِ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

محبت آخرت میں معیت کا ذریعہ ہے

اس باب میں امام ترمذیؒ نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں:

حدیث (۱): یہ حدیث اشعث بن سوّار کندی کی وجہ سے ضعیف ہے، مگر اس باب میں اور بھی روایات ہیں، اس لئے حدیث کے ضعف سے مضمون پر اثر نہیں پڑتا، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ: آدمی (آخرت میں) اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے۔ وله ما اكْتَسَبَ: اور اس کے لئے وہ ہوگا جو اس نے کمایا ہے، یعنی وہ اپنے عمل کے مطابق جنت میں اپنے درجہ میں ہوگا، مگر اس کے لئے اپنے محبوب سے ملنے کا موقعہ ہوگا۔

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا، اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب برپا ہوگی؟ پس نبی ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے یعنی سائل کا جواب نہیں

دیا، کیونکہ نماز کا وقت آ گیا تھا، پھر جب آپؐ نے نماز پوری کی تو پوچھا: قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! پس آپؐ نے پوچھا: تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ (جو اتنی بیتابی سے قیامت کا انتظار کر رہا ہے؟) اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے قیامت کے لئے کچھ بہت زیادہ نماز روزہ تیار نہیں کیا، مگر میں اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ: آدمی (آخرت میں) اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے، وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ: اور آپ اس کے ساتھ ہونگے جس سے آپ کو محبت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس میں نے مسلمانوں کو اسلام کے بعد کسی چیز سے اتنا خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا وہ حضرات اس بشارت سے خوش ہوئے۔

حدیث (۳): حضرات صفوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک بلند آواز بدّو آیا، اس نے کہا: اے محمد! (ﷺ) ایک آدمی کسی قوم سے محبت کرتا ہے اور وہ اب تک ان کے ساتھ نہیں ملا، یعنی اس کا عمل ان جیسا نہیں ہوا (تو اس کا کیا حکم ہے؟) نبی ﷺ نے فرمایا: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے، یعنی یہ شخص عمل میں اگرچہ پیچھے ہے، مگر وہ ان بندگانِ خدا کے ساتھ کر دیا جائے گا جن سے اس کو اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے لئے محبت ہے۔

تشریح: ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محبّ اور محبوب کا درجہ اور مرتبہ بالکل ایک ہو جائے گا، بلکہ ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے درجہ میں اور اپنے اپنے حال میں ہوگا، مگر ان کو ملاقات کا موقع ملے گا، درجاتِ جنت کا تفاضل ملاقات سے مانع نہیں ہوگا۔ جیسے خادم کا اپنے مخدوم کے ساتھ اور تابع کا اپنے متبوع کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے، اور یہ بھی بہت بڑا شرف اور بہت بڑی نعمت ہے۔

اور یہ حدیث سورۃ النساء کی آیت (۶۹ و ۷۰) کے انداز پر ہے، ارشاد پاک ہے: ’’اور جو شخص اللہ اور اللہ کے رسول کا کہنا مانے گا وہ اس شخص کے ساتھ ہوگا، جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کے ساتھ ہوگا۔ اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضل ہے، اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں...... اور اس کی وضاحت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ہے جو تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے ذیل میں ابن مَردویہ اور طبرانی کی سند سے نقل ہوئی ہے، اس کا حاصل یہ ہے:

ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنی جان سے بھی زیادہ آپؐ سے محبت ہے، اور میرا حال یہ ہے کہ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپؐ مجھے یاد آتے ہیں تو میں بے قرار ہو جاتا ہوں اور جب تک حاضر خدمت ہو کر آپؐ کو دیکھ نہیں لیتا صبر نہیں آتا، پھر جب میں اپنے مرنے کا اور آپؐ کی وفات کا خیال کرتا ہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں۔ آپؐ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کے بلند

مقام پر ہونگے اور میں اللہ جانے جنت میں جاؤں گا بھی یا نہیں! اور اگر گیا بھی تو اس بلند مقام تک میری رسائی کہاں؟ پس بظاہر آپؐ کے دیدار سے محرومی رہے گی، یہ بات سوچ کر میں پریشان ہوجاتا ہوں۔ نبی ﷺ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ سورۂ نساء کی مذکورہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَمَنْ يُّطِعَ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَأُوْلٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ الآية اس آیت کے نزول پر نبی ﷺ نے اس کو خوشخبری سنائی کہ جب تم کو سچی محبت ہے اور تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہو، تو تم کو اللہ کی مقرب بندوں کی معیت اور رفاقت ضرور نصیب ہوگی۔

یہاں یہ بات جان لینی چاہئے کہ کچھ لوگوں کو محبت کے بارے میں غلط فہمی ہے، وہ محبت اور اطاعت کے باہمی لزوم کو نہیں سمجھتے، محبت کا لازمی تقاضہ اطاعت ہے، اگر محبّ: محبوب کے نقش قدم پر نہ چلے تو وہ جھوٹی اور دکھاوے کی محبت ہے، اور ایسے محبت کرنے والوں کے لئے یہ فضیلت نہیں، یہ فضیلت صرف سچی محبت کرنے والوں کے لئے ہے۔ آج مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو آقائے مدنی ﷺ سے محبت کا دعوی کرتے ہیں، مگر نماز تک نہیں پڑھتے، ایسی محبت کا آخرت میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوگا، بلکہ ممکن ہے یہ جھوٹی محبت آخرت میں وبال جان بن جائے، اس شخص سے کہا جائے گا کہ محبت نبوی کا دم بھرتا تھا اور دشمنانِ اسلام کے نقش قدم پر چلتا تھا، ڈاڑھی تیری نہیں تھی، لباس تیرا غیر اسلامی تھا، تیری یہ محبت کیسی تھی؟ پھر اس کو اس جھوٹی محبت پر سزا دی جائے: یہ بات ممکن ہے۔

[٤١-] بابُ الْمَرْءِ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

[٢٣٧٧-] حدثنا أَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، نَا حَفْصُ بنُ غِيَاثٍ، عَنْ أَشْعَثَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ، وَلَهُ مَا اكْتَسَبَ"

وفي الباب: عَنْ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، وَصَفْوَانَ بنِ عَسَّالٍ، وأَبِيْ هُريرةَ، وَأَبِيْ مُوْسَى، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ.

[٢٣٧٨-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ جَعْفَرٍ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّهُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ؟ فَقَامَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم إِلَى الصَّلاَةِ، فَلَمَّا قَضَى صَلاَ تَهُ قَالَ: "أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ؟" فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَارسولَ اللّٰهِ! فَقَالَ: "مَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟" قَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيْرَ صَلاَةٍ وَلاَ صَوْمٍ، إِلاَّ أَنِّيْ أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ، وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ" فَمَا رَأَيْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ الإِسْلاَمِ فَرَحَهُمْ بِهَا" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

[٢٣٧٩-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نَا يَحْيَى بنُ آدَمَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ،

عَنْ صَفْوَانَ بنِ عَسَّالٍ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ جَهْوَرِيُّ الصَّوْتِ، فَقَالَ: يَامُحَمَّدُ! الرَّجُلُ يُحِبُّ الْقَوْمَ، وَلَمَّا يَلْحَقْ هُوَ بِهِمْ؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا أَحْمَدُ بنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، نَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بنِ عَسَّالٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ حَدِيْثِ مَحْمُوْدٍ.

وضاحت: تیسری حدیث میں سفیان ثوری کے الفاظ عن صفوان بن عسالٍ قال: جاء أعرابی ہیں اور حماد بن زید کے الفاظ عن صفوان بن عسال عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، باقی احمد بن عبدۃ کی حدیث بھی محمود بن غیلان کی حدیث کی طرح ہے، اور کوئی فرق نہیں۔

بابٌ فِيْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ تَعَالىٰ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا

حدیث قدسی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: أَنَا عند ظَنِّ عبدی بِیْ، وأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِیْ: میں میرے ساتھ میرے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھے پکارتا ہے۔

تشریح: یہ متفق علیہ حدیث ہے اور اس میں دو مضمون ہیں:

پہلا مضمون: ایمان: خوف ورجاء کی مرکب کیفیت کا نام ہے، مگر غالب رجاء رہنی چاہئے۔ زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی، اگر بندے کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی معمولی کوتاہیوں سے درگذر فرمائیں گے تو ایسا ہی ہوگا، اور اگر وہ گمان کرتا ہے کہ اس کی خردہ گیری کی جائے گی یعنی اس کی معمولی باتوں پر بھی پکڑ ہوگی تو ایسا ہی ہوگا، پھر وہ زندگی میں بھی پریشان رہے گا اور موت کے وقت بھی رحمت سے مایوس ہوگا، اس لئے بندے کو اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھنا چاہئے۔

واقعہ: حجاج بن یوسف ثقفی جو بڑا ظالم حاکم گذرا ہے، جب مرضِ موت میں مبتلا ہوا تو اس کو سخت تکلیف سے سابقہ پڑا۔ اس کی ماں نے اس سے کہا: تو نے کرتوت ہی ایسے کئے ہیں کہ تجھے سخت تکلیف ہو، ماں کی یہ بات سن کر وہ سنبھل گیا، اس نے ماں سے پوچھا: امی! بتا اگر آخرت میں میرا فیصلہ تجھے سونپ دیا جائے تو تو میرے لئے کیا فیصلہ کرے گی؟ جنت کا یا جہنم کا؟ ماں نے جواب دیا: بیٹا! میں تو جنت کا فیصلہ کروں گی، اس پر حجاج نے کہا: پس امی سن! میرا خدا مجھ پر تجھ سے زیادہ مہربان ہے! کہتے ہیں: جب اس کی یہ بات حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو پہنچی تو انھوں نے لوگوں کو منع کیا کہ حجاج کو برا مت کہو، ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کی اس بات پر اس کی بخشش فرمادیں۔

دوسرا مضمون: بندہ جب اللہ سے دعا کرتا ہے یا اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے کے ساتھ ہوتے ہیں، سورۃ البقرہ آیت ۱۸۶ میں بھی یہ مضمون آیا ہے، ارشادِ پاک ہے: ''اور جب آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو (آپؐ میری طرف سے کہہ دیں): میں قریب ہوں، درخواست کرنے والے کا مطالبہ منظور کر لیتا ہوں جبکہ وہ میری بارگاہ میں درخواست پیش کرتا ہے'' بلکہ بخاری شریف (حدیث ۷۴۰۵) میں یہ بھی ہے کہ اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو ان سے بہتر لوگوں کے مجمع میں یاد کرتا ہوں۔

فائدہ: مفسر قرطبیؒ نے بیان کیا ہے کہ گناہوں پر اصرار کے ساتھ مغفرت کا امیدوار رہنا محض نادانی اور دھوکا خوردگی ہے، یہ تو مرجئہ کا مذہب ہے (کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں) (فتح الباری ۱۳: ۳۸۶)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ترغیب اور فضائل کی روایتیں نیک بندوں کے لئے ہیں، کیونکہ ان کی مثال تیار مکان پر پینٹ کی ہے، اگر مکان کا ڈھانچہ تیار ہو، پلاستر ہوا ہوا ہو، تو پینٹ کھلتا ہے، محل خوبصورت نظر آتا ہے، اور اگر ڈھانچہ ہی تیار نہ ہو یعنی آدمی کافر ہو تو پینٹ ہوا میں ہوگا؟ اور اگر بلڈنگ تو تیار ہو، مگر اس پر پلاستر ہوا ہوا نہ ہو، تو پینٹ کچھ نہ کچھ فائدہ دے گا، مگر کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا، اسی لئے قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو بندے کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہیں یا فرائض کے تارک ہیں اور خوش گمان ہیں کہ ہماری مغفرت ضرور ہو جائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیمٌ ہیں، تو یہ نفس کی دھوکہ خوردگی ہے، اور یہ بات صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں، مگر ساتھ ہی ان کی پکڑ بھی سخت ہے، اور یہ دونوں باتیں قرآن کریم میں ساتھ ساتھ ہیں۔ سورۃ الحجر (آیات ۴۹ و ۵۰) میں ہے: ''آپؐ میرے بندوں کو اطلاع کر دیں کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا ہوں اور میری سزا بڑی دردناک ہے''

[٤٢-] بابُ فِیْ حُسْنِ الظَّنِّ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

[٢٣٨٠-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ جَعْفَرِ بنِ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ الْأَصَمِّ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ، وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِیْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی الْبِرِّ وَالإِثْمِ

نیکی اور گناہ کا بیان

حدیث: حضرت نوّاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی ﷺ سے نیکی اور گناہ کی حقیقت پوچھی، آپؐ نے فرمایا: اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ: نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے، والإثم مَاحَاكَ فِیْ نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَّطَّلِعَ

النَّاسُ عَلَيْهِ: اور گناہ وہ کام ہے جو تیرے دل میں جم جائے، اور تو نہ چاہے کہ لوگ اس سے واقف ہوں۔

تشریح: البِرُّ: مختلف استعمالات میں مختلف معانی میں آتا ہے، مگر اس کے عام معنی نیکی کے ہیں، خواہ کوئی سی نیکی ہو۔ پس یہ ایک جامع لفظ ہے اور تمام عقائد حقہ و اعمال صالحہ کو شامل ہے۔ سورۃ البقرہ (آیت ۱۷۷) میں عقائد و اعمال صالحہ کے مجموعہ پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے، اور اس حدیث میں ہے کہ البِرّ: اچھے اخلاق کا نام ہے، یعنی لوگوں کے ساتھ میل جول میں اچھا برتاؤ کرنا نیکی ہے، یہ البر کے خاص معنی ہیں یا یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں البرّ کا اطلاق: اعمالِ صالحہ کی افضل نوع پر کیا گیا ہے، خواہ یہ افضل ہونا عام ہو یا مخاطب کے لحاظ سے ہو۔

اور الإثم (گناہ): وہ کام ہے کہ آدمی نہ چاہے کہ کوئی اس سے واقف ہو، کیونکہ مؤمن کا دل ایک کسوٹی ہے، کسی کام سے اس کا بےچین ہونا اس کام کے برے ہونے کی دلیل ہے (یہ مضمون تحفہ ۵: ۲۳۵ میں بھی ہے)

لغت: حَاكَ الشيئُ فِيْ صَدْرِه، أَوْ قَلْبِه، يَحُوك حَوْكًا: دل میں بیٹھ جانا، جم جانا، یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں جم جائے، بار بار اس کا خیال آئے، کانٹے کی طرح وہ بات دل میں چبھے: تو یہ علامت ہے کہ وہ گناہ کا کام ہے۔

[٤٣-] بابُ ماجاء فى الْبِرِّ وَالإِثْمِ

[٢٣٨١-] حدثنا مُوْسَى بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ، نَا زَيْدُ بنُ الْحُبَابِ، نَا مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ، ثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ جُبَيْرِ بنِ نُفَيْرِ الْحَضْرَمِيُّ، عَنْ أَبِيْه، عَنِ النَّوَّاسِ بنِ سَمْعَانَ، أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْبِرِّ وَالإِثْمِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ، وَالإِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ نَفْسِكَ، وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ النَّاسُ عَلَيْهِ"

حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، نَا مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ نَحْوَهُ إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ: سَأَلْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: پہلی سند معاویۃ بن صالح کے شاگرد زید بن الحباب کی ہے، اس میں أَنَّ رجلاً سَأَلَ ہے اور دوسری سند عبدالرحمٰن بن مہدی کی ہے، اس میں سَأَلْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم ہے، یعنی یہ بات خود حضرت نواسؓ نے پوچھی تھی، باقی کوئی فرق نہیں۔

بابُ ماجاء فِي الْحُبِّ فِي اللّٰهِ

اللہ کے لئے محبت کرنے کا بیان

انسان مدنی الطبع ہے، باہمی تعلقات اس کی ناگزیر ضرورت ہے، اور تعلقات کا اعلیٰ معیار "محبت" ہے، لوگوں

میں اُنس ومحبت ہوگی تو وہ ایک دوسرے کونفع پہنچاسکیں گے،اس کے بغیر نہ خود دوسروں سے مانوس ہوسکتے ہیں اور نہ دوسرے اس سے مانوس ہونگے ، پھر محبت کی مختلف وجوہ ہیں،اور بہتر محبت وہ ہے جو بے غرض ہو،اس لئے ضروری ہے کہ مؤمن کی مؤمن سے محبت اللہ کے لئے ہواور اس کے احکام کے ماتحت ہو،یعنی دوسروں سے مانوس ہونا اوران کو اپنے سے مانوس کرنا لوجہ اللہ ہوکوئی اور دنیوی غرض اس میں شامل نہ ہو، چنانچہ احادیث میں ایسی محبت کے بہت فضائل آئے ہیں، ایک حدیث میں ہے:''بندوں کے اعمال میں اللہ کوسب سے زیادہ پسند وہ محبت ہے جو اللہ کے لئے ہو، اور وہ بغض پسند ہے جو اللہ کے لئے ہو'' (ابوداؤد) اور دوسری حدیث قدسی میں ہے:''میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو باہم میری وجہ سے محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے جڑ کر بیٹھتے ہیں، میری وجہ سے ملاقات کرتے ہیں، اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں'' (موطا مالک)

حدیث قدسی: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:''میری عظمت کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کے لئے نور کے ایسے منبر ہونگے جن پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے''

لغات: **المُتَحَابُّوْنَ**: ایک دوسرے سے محبت کرنے والے، **تَحَابُّوْا**: باہم محبت کرنا ...... **الجَلَال**: عظمت، بلندی مرتبہ...... **غَبَطَ** (ض) **غَبْطًا فلانًا**: رشک کرنا، کسی کی ترقی یا خوشحالی دیکھ کر اس کے زوال کی تمنا کے بغیر اپنے لئے اس جیسی حالت کی آرزو کرنا۔

تشریح: جس طرح بڑوں کے متعلقین یعنی استاذ کے خواجہ طاش، بزرگوں کے مریدین، اور بادشاہ کے مصاحبین: اپنے بڑے کے لحاظ سے آپس میں خوشگوار تعلقات رکھتے ہیں، اسی طرح مؤمن بندے اللہ کی عظمت وبزرگی کی وجہ سے جو آپس میں محبت کا تعلق رکھتے ہیں: وہ قابل رشک ہے، انبیاء اور شہداء اس تعلق پر رشک کرتے ہیں، مگر اس سے ان کا مرتبہ کچھ بلند نہیں ہوجاتا، آدمی کبھی ایسی چیز کی خواہش کرتا ہے جو اس کے مرتبہ سے کم تر ہوتی ہے، جیسے مرغ کھانے والا کسی کو اچار کھاتا دیکھتا ہے تو اس کے منہ میں پانی آجاتا ہے، علاوہ ازیں: رشک کبھی بمعنی پسندیدگی آتا ہے یعنی انبیاء اور شہداء ان تعلقات کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں، **قال الطیبی: یُمکن أن تُحْمَلَ الْغِبطَۃُ ھنا علی اسْتِحْسَانِ الأمرِ المرضی المحمود فِعْلُہ** (مرقات ۹:۲۵۳)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنا سایہ عنایت فرمائیں گے، جس دن ان کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا: (۱) انصاف پرور پیشوا (۲) اور وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا (۳) اور وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے جبکہ وہ مسجد سے نکلتا ہے، یہاں تک کہ وہ مسجد کی طرف لوٹ آتا ہے (۴) اور وہ دو شخص جو اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، وہ دونوں اس پر اکھٹے ہوتے ہیں اور جدا ہوتے ہیں (۵) اور وہ شخص جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیا پس اس کی دونوں آنکھیں بہہ پڑیں (۶) اور وہ شخص جس کو خاندانی خوبیوں والی خوبصورت

عورت نے دعوتِ عیش دی، پس اس نے کہہ دیا: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں (۷) اور وہ شخص جس نے کوئی خیرات کی، پس اس خیرات کو چھپایا، یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ نے نہیں جانا اس کو جو اس کے دائیں ہاتھ نے خرچ کیا۔

تشریح: وہ خوش نصیب بندے جن کو قیامت کے دن اللہ کا سایہ نصیب ہوگا وہ سات میں منحصر نہیں، اس حدیث میں سات کا ذکر بطور مثال ہے، دیگر روایات میں ان کے علاوہ بندوں کا بھی ذکر آیا ہے، یہ بندے بڑے خوش نصیب ہیں۔ میدانِ محشر میں جب سب لوگ انتہائی پریشان ہونگے: یہ بندے اللہ کے سایہ میں آرام سے ہونگے۔

اور اللہ کی عبادت میں پروان چڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عنفوانِ شباب ہی سے اللہ کے احکام کا پابند ہے، وہ شروع ہی سے اللہ کی عبادت سے دلچسپی رکھتا ہے...... اور مسجد کے ساتھ دل کے اٹکے ہوئے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد سے نکلنے کے بعد اس کو اگلی نماز کا انتظار رہتا ہے، اور وہ اگلی نماز مسجد میں آکر ہی پڑھتا ہے...... اور اللہ کے لئے دو محبت کرنے والے جو اسی جذبہ سے ملتے ہیں اور اسی جذبہ سے جدا ہوتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی محبت خالص لوجہ اللہ ہے اور عارضی اور وقتی نہیں، بلکہ دائمی ہے، جب ملتے ہیں تب بھی محبت پائی جاتی ہے اور جدا ہوجاتے ہیں تو بھی محبت باقی رہتی ہے...... اور تنہائی میں اللہ کا ذکر کرتے ہوئے رونا: اخلاص کا پیکر محسوس ہے۔ مجمع میں تو دکھاوے کے آنسو بھی نکلتے ہیں مگر تنہائی میں نکلنے والے آنسو محبت ہی کے آنسو ہوتے ہیں...... حَسَب: کے معنی ہیں: خاندانی خوبیاں، یعنی ایک معزز عورت جو حسین وجمیل بھی ہے اپنے نفس کی طرف راغب کرتی ہے مگر بندہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے گناہ سے بچ جاتا ہے...... اور صدقہ برملا کرنا بھی ایک فضیلت رکھتا ہے، سورۃ البقرہ آیت ۲۷۱ میں ہے: ﴿إِنْ تُبْدُوْا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّاهِيَ﴾ اگر تم صدقہ ظاہر کرکے دو تو یہ بھی اچھی بات ہے، کیونکہ کبھی اس سے دوسروں کو ترغیب ہوتی ہے اور چھپا کر غریب کو دینا اور بھی بہتر ہے، اسی آیت میں ہے: ﴿وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ﴾ اور اگر تم صدقہ کو چھپاؤ اور فقیروں کو دو تو یہ اخفاء تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے، اور اس حدیث میں اخفاء کے اعلی درجہ کا بیان ہے کہ اتنا چھپایا کہ بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا دیا، یہ انتہائی درجہ کا اخفاء ہے۔

فائدہ: دوسری حدیث کے شروع میں جو فی ظِلِّه اور إِلَّا ظِلُّه آیا ہے اس میں اضافت تشریف کے لئے ہے اور یہ سایہ مخلوق (پیدا کیا ہوا) ہے اور اس کی حقیقت معلوم نہیں، پس یہ صفات متشابہات کی حدیث نہیں جو "عرش کے سایہ" سے اس کی تاویل ضروری ہو، جیسے بیت اللہ میں اضافت تشریف کے لئے ہے، یعنی متبرک جگہ اس لئے اس میں بھی کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

[٤٤-] بابُ ماجاء فِي الْحُبِّ فِيْ اللّٰهِ

[٢٣٨٢-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ، نَا كَثِيْرُ بنُ هِشَامٍ، نَا جَعْفَرُ بنُ بُرْقَانَ، نَا حَبِيْبُ بنُ أَبِيْ مَرْزُوْقٍ،

عَنْ عَطَاءِ بنِ أَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيْ مُسْلِمٍ الْخَوْلاَنِيِّ، ثَنِيْ مُعَاذُ بنُ جَبَلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلاَلِيْ، لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ، يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ"

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ الدَّرْدَاءِ، وَابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَعُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، وَأَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ مُسْلِمٍ الْخَوْلاَنِيُّ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ ثُوَبٍ.

[۲۳۸۳-] حدثنا الْأَنْصَارِيُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكٌ، عَنْ خُبَيْبِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ أَوْ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهِ يَوْمَ لاَظِلَّ إِلاَّ ظِلُّهُ: إِمَامٌ عَادِلٌ، وَشَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ، وَرَجُلٌ كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسْجِدِ، إِذَا خَرَجَ مِنْهُ، حَتَّى يَعُوْدَ إِلَيْهِ، وَرَجُلاَنِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ، فَاجْتَمَعَا عَلَى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا، وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ: إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لاَتَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهٰكَذَا رُوِىَ هٰذَا الحديثُ عَنْ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ مِثْلَ هٰذَا، وَشَكَّ فِيْهِ، وَقَالَ: عَنْ أَبِيْ هريرةَ أَوْ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ رَوَاهُ عَنْ خُبَيْبِ بنِ عَبْدِ الرحمنِ، وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ، فَقَالَ: عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

حدثنا سَوَّارُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْعَنْبَرِيُّ، وَمُحمدُ بنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ: نَا يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ حَفْصِ بنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ حَدِيْثِ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ بِمَعْنَاهُ، إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ: " كَانَ قَلْبُهُ مُعَلَّقًا بِالْمَسَاجِدِ" وَقَالَ: "ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

سند کی بحث: دوسری حدیث خبیب بن عبدالرحمٰن سے امام مالک رحمہ اللہ بھی روایت کرتے ہیں اور عبیداللہ عمری بھی۔ امام مالکؒ کی روایت میں شک ہے کہ یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی؟ اور عبیداللہ عمری کی سند میں شک نہیں، وہ اس حدیث کو حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلے امام مالکؒ کی سند لکھی ہے پھر باب کے آخر میں عبیداللہ عمری کی سند لکھی ہے، اور عبیداللہ کی حدیث میں امام مالک کی حدیث سے دو باتیں مختلف ہیں: ایک: امام مالک کی حدیث میں بالمسجد ہے اور عبیداللہ کی حدیث میں بالمساجد جمع ہے، دوسری: امام مالکؒ کی حدیث میں لفظ حَسَب ہے اور عبیداللہ کی حدیث میں مَنْصِبْ ہے، حَسَبَ کے معنی خاندانی خوبی کے ہیں اور منصِب کے معنی مرتبہ کے ہیں۔

بابُ ماجاء فی إِعْلَامِ الْحُبِّ

محبت کی اطلاع دینا

قلبی محبت تخم کی مثال ہے، اس کی آبیاری کی ضرورت ہے۔ اگر اس کی طرف سے بے التفاتی برتی جائے تو بیج رائگاں جاتا ہے۔ اور کبھی پودا نکلنے کے بعد بھی خشک ہوجاتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں ایک ہدایت یہ آئی ہے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہے تو وہ اس کو آگاہ کردے کہ مجھے آپ سے محبت ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ محبوب کی طرف سے دلداری ہوگی، اور بے التفاتی نہیں پائی جائے گی، یہی دو چیزیں نفیاً اثباتاً محبت کی آبیاری کرتی ہیں، یعنی محبوب کی طرف سے بے التفاتی نہ پائی جائے اور دلداری کی جائے تو محبت پروان چڑھتی ہے، اور دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اپنے محبوب کے احوال سے واقفیت حاصل کرلے، یہ چیز محبت کو پروان چڑھاتی ہے اور اس کے دیگر فوائد بھی ہیں جو آگے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آرہے ہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ إِيَّاهُ: جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو چاہئے کہ وہ اس کو یہ بات بتادے۔

تشریح: محبت اور عقیدت میں من وجہ کی نسبت ہے، کبھی دونوں جمع ہوتے ہیں، یعنی محبت بھی ہوتی ہے اور عقیدت بھی، اور کبھی صرف عقیدت ہوتی ہے، جیسے طلبہ کو استاذ سے، اور مرید کو شیخ سے عقیدت ہوتی ہے، اور کبھی صرف محبت ہوتی ہے، عقیدت نہیں ہوتی، جیسے ماں باپ سے محبت ہوتی ہے، وہاں عقیدت کا معاملہ نہیں ہوتا، عقیدت: خوبیوں کے اعتراف کا نام ہے اور محبت: اس جذبۂ قلبی کا نام ہے کہ محبوب کے بغیر چین نہ آئے، ہر وقت اس کا خیال ستائے، غرض یہ حدیث عقیدت سے متعلق نہیں، بلکہ جذبۂ محبت سے متعلق ہے۔ ایسی صورت میں مستحب یہ ہے کہ محبوب کو اپنی محبت کی اطلاع دیدے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: جب کوئی کسی سے بھائی بندی کرے تو چاہئے کہ وہ اس سے معلوم کرلے کہ اس کا نام کیا ہے؟ اور اس کے والد کا نام کیا ہے؟ اور وہ کس قبیلہ کا ہے؟ پس بیشک یہ بات محبت کو زیادہ جوڑنے والی ہے، یعنی اس سے محبت قوی اور دیرپا ہوتی ہے۔

لغت: آخٰی فلانا مُواخاةً وإخاءً: بھائی بنانا ...... أَوْصَل: اسم تفضیل: زیادہ ملانے والا، وَصَلَ الشيئَ بِالشيئِ وَصْلاً: ایک شی کو دوسری شی سے ملانا، جوڑنا۔

تشریح: بیہقی کی شعب الایمان (۶:۴۹۲) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: نبی ﷺ نے ان کو دیکھا کہ وہ کسی کی طرف ملتفت ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا: مالك تلتفت؟ آپ اس کی طرف متوجہ کیوں ہیں؟ ابن عمرؓ نے

جواب دیا: میں نے اس شخص سے بھائی بندی کی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب آپ کسی سے محبت کریں تو اس سے اس کا نام پوچھ لیں، اور اس کے والد کا نام پوچھ لیں، اس کے تین فائدے ہیں: اس کی غیر حاضری میں آپ اس کی حفاظت کریں گے، یعنی اس پر کوئی حرف آتا ہوگا تو آپ اس کی مدافعت کریں گے، اور وہ بیمار پڑے گا تو آپ اس کی بیمار پرسی کریں گے۔ اور اگر اس کی وفات ہو جائے گی تو آپ اس کے جنازہ میں شرکت کریں گے (اور یہ باتیں اسی وقت ممکن ہیں جب آپ کو اس کی اچھی طرح معرفت حاصل ہو)

[۴۵-] بابُ ماجاء فی إِعْلَامِ الْحُبِّ

[۲۳۸۴-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ، نَا ثَوْرُ بنُ يَزِيْدَ، عَنْ حَبِيْبِ بنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بنِ مَعْدِيْكَرِبَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُعْلِمْهُ إِيَّاهُ''

وفی الباب: عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، وَأَنَسٍ، حديثُ الْمِقْدَامِ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

[۲۳۸۵-] حدثنا هَنَّادٌ، وَقُتَيْبَةُ، قَالاَ: نا حَاتِمُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ مُسْلِمٍ الْقَصِيْرِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ نُعَامَةَ الضَّبِّيِّ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنِ اسْمِهِ، وَاسْمِ أَبِيْهِ، وَمِمَّنْ هُوَ؟ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ''

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلاَ نَعْرِفُ لِيَزِيْدَ بنِ نُعَامَةَ سَمَاعًا مِنَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَيُرْوَى عَنْ ابنِ عُمَرَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوُ هٰذَا الحديثِ، وَلاَ يَصِحُّ إِسْنَادُهُ.

وضاحت: دوسری حدیث اعلی درجہ کی صحیح نہیں۔ عمران بن مسلم القصیر البصری معمولی راوی ہے اور اس کے استاذ سعید کے والد کے نام میں اختلاف ہے، کوئی سلیمان کہتا ہے کوئی سلمان ...... اور اس کے استاذ یزید بن نُعامہ (شتر مرغ) الضَّبِّی صحابی نہیں ہیں، راجح قول یہی ہے، اور ان کی ترمذی میں یہی ایک حدیث ہے...... اور یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہے اور آخر میں فرمایا ہے: تَفَرَّدَ به مَسْلَمَةُ بنُ عَلِيٍّ، عن عُبيد الله، وَلَيْس بِالْقَوِيِّ (شعب ۶:۴۹۲) اس لئے امام ترمذیؒ نے یُروی (فعل مجہول) استعمال کیا ہے، اور آخر میں فرمایا ہے کہ اس کی سند صحیح نہیں۔

بابُ كَرَاهِيَةِ الْمِدْحَةِ وَالْمَدَّاحِيْنَ

تعریف کی اور تعریف کرنے والوں کی ناپسندیدگی

الْمِدْحَة: مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: ستائش، تعریف، وہ وصف جو خوبی کے طور پر بیان کیا جائے ...... اور

المَدَّاح اسم مبالغہ ہے، بہت زیادہ تعریف کرنے والا۔

حدیث (۱): عبداللہ بن سخبرۃ ابو مَعمر ازدی بیان کرتے ہیں: ایک شخص کھڑا ہوا، اور اس نے امیروں میں سے ایک امیر کی تعریف کی، حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ اس کے چہرے پر مٹی ڈالنے لگے، اور فرمایا: ہمیں نبی ﷺ نے بہت زیادہ تعریف کرنے والوں کے چہروں میں مٹی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔

سند کی بحث: اس حدیث کی دو سندیں ہیں: (۱) مجاہد، عن ابی معمر: یعنی حضرت مقدادؓ کا یہ واقعہ عبداللہ بن سخبرہ ابو معمر ازدی بیان کرتے ہیں (۲) مجاہد، عن ابن عباس: یعنی حضرت مقداد کا یہ واقعہ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں ...... امام ترمذیؒ نے پہلی سند کو اصح کہا ہے، کیونکہ حبیب بن ابی ثابت بہت مضبوط راوی ہیں، اور یزید بن ابی زیاد ضعیف بھی ہیں، اور بڑھاپے میں ان کے حافظہ میں تبدیلی بھی آ گئی تھی ...... اور مصری نسخہ میں عن ابن عباس کے بعد عن المقداد بھی ہے، میں نے اس کو دو کھڑی قوسوں کے درمیان رکھا ہے، کیونکہ یہ واقعہ حضرت ابن عباسؓ کا نہیں ہے بلکہ حضرت مقدادؓ کا ہے۔ ابن عباسؓ اسے روایت کرتے ہیں ...... اور حضرت مقداد کے والد کا نام عمرو ہے، ان کی نسبی نسبت کندی اور کنیت ابو معبد ہے، اور اسود بن عبد یغوث کی طرف نسبی نسبت اس لئے کی جاتی تھی کہ اس نے آپ کو بچپن میں بیٹا بنالیا تھا۔

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ ہم بے حد تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی ڈالیں۔

تشریح: کسی کے منہ پر تھوڑی تعریف کرنے کی گنجائش ہے، البتہ تعریف کے پل باندھنا جائز نہیں، کیونکہ مبالغہ آرائی میں جھوٹ شامل ہو جاتا ہے، اور ممدوح خود فریبی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے نبی ﷺ کے سامنے دوسرے کی منہ پر تعریف کی، تو آپؐ نے فرمایا: قَتَلْتَ أَخيك: تو نے اپنے بھائی کو ذبح کر دیا، یعنی اس کو خود فریبی میں مبتلا کر دیا، پس ایسی صورت میں خود ممدوح کو چاہئے کہ کچھ مٹی اٹھا کر اس کے منہ کی طرف پھینک دے، اور اس طرح اپنی ناگواری کا اظہار کرے کہ تیری تعریف سے مجھے کچھ خوشی نہیں، بلکہ ایک درجہ میں ناگواری ہے، لہٰذا تجھے اپنی حرکت سے باز آ جانا چاہئے۔

[٤٦-] بابُ كَرَاهِيَةِ المِدْحَةِ وَالْمَدَّاحِيْنَ

[٢٣٨٦-] حدثنا بُنْدَارٌ، نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، نا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيْبِ بنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَأَثْنَى عَلَى أَمِيرٍ مِنَ الْأُمَرَاءِ، فَجَعَلَ الْمِقْدَادُ بنُ الْأَسْوَدِ يَحْثُو فِيْ وَجْهِهِ التُّرَابَ، وَقَالَ: أَمَرَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَحْثُوَ فِيْ وُجُوْهِ

المَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ.

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَى زَائِدَةُ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ أَبِيْ زِيَادٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَن ابنِ عَبَّاسٍ،[عَنِ الْمِقْدَادِ] وَحَدِيْثُ مُجَاهِدٍ عَنْ أَبِيْ مَعْمَرٍ أَصَحُّ، وَأَبُوْ مَعْمَرٍ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ سَخْبَرَةَ، وَالْمِقْدَادُ بنُ الْأَسْوَدِ: هُوَ الْمِقْدَادُ بنُ عَمْرٍو الْكِنْدِيُّ، وَيُكْنَى أَبَا مَعْبَدٍ، وَإِنَّمَا نُسِبَ إِلَى الْأَسْوَدِ بنِ عَبْدِ يَغُوْثَ: لِأَنَّهُ كَانَ تَبَنَّاهُ، وَهُوَ صَغِيْرٌ.

[۲۳۸۷-] حدثنا مُحمدُ بنُ عُثْمَانَ الْكُوْفِيُّ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ مُوْسَى، عَنْ سَالِمٍ الْخَيَّاطِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ قَالَ: أَمَرَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ نَحْثُوَ فِيْ أَفْوَاهِ الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هريرةَ.

بابُ مَاجَاءَ فِيْ صُحْبَةِ الْمُؤْمِنِ

نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا

صحبت رنگ لاتی ہے، جو عطر فروش کے پاس بیٹھتا ہے خوشبو سونگھتا ہے۔ اور جو لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھتا ہے: کپڑے جلاتا ہے، اور دھواں سونگھتا ہے، اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ ایمان دار دیندار لوگوں کی صحبت اختیار کرے، تاکہ دینی جذبہ بڑھے، اور بد اطوار لوگوں سے نہ ملے تاکہ ان کے ضرر سے محفوظ رہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- لَاتُصَاحِبْ إِلا مُؤْمِنًا: صحبت اختیار مت کر مگر مؤمن کی، اس حدیث میں مؤمن سے دیندار مؤمن مراد ہے، نام نہاد مسلمان مراد نہیں اور جب آدمی میں ایمان ہوتا ہے تو اس کے تقاضے بھی پائے جاتے ہیں، اس کی زندگی دین کی تصویر بن جاتی ہے...... اور مصاحبت سے مراد: ہر وقت کا ساتھ ہے، گاہ بہ گاہ ملنا مراد نہیں، وہ تو کافر سے بھی جائز ہے، کیونکہ عارضی ملاقات کا کوئی خاص اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

۲- وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ: اور تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیزگار آدمی، اس حدیث میں کھانے سے: دعوت ومودت کا کھانا مراد ہے، جن لوگوں سے آدمی کا تعلق ہوتا ہے انہی کو دعوت میں مدعو کرتا ہے، پس پرہیزگار لوگ ہی آدمی کا کھانا اس وقت کھائیں گے جب انہیں سے تعلق ہوگا، پس دونوں حکموں کے درمیان غایت درجہ مناسبت ہے۔

اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گنہ گاروں کے ساتھ یا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا جائے۔ حسن سلوک تو ہر کلمہ گو کے ساتھ مطلوب ہے اور خیر خیرات ہر جگہ پسندیدہ ہے، بلکہ مراد دوستوں کی کمپنی ہے یعنی آدمی کی کمپنی میں نیک لوگ ہونے چاہئیں، تاکہ وہی اس کی دعوت ومودت کا کھانا کھائیں۔

[٤٧-] بابُ مَاجَاءَ فِيْ صُحْبَةِ الْمُؤْمِنِ

[٢٣٨٨-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيْوَةَ بنِ شُرَيْحٍ، نَا سَالِمُ بنُ غَيْلَانَ، أَنَّ الْوَلِيْدَ بنَ قَيْسٍ التُّجَيْبِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيَّ، قَالَ: سَالِمٌ: أَوْ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" لَاتُصَاحِبْ إِلَّا مُؤْمِنًا، وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ" هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

وضاحت: قوله: قال سالمٌ: یعنی سالم بن غیلان کوشک واقع ہوا ہے کہ ولید نے حضرت ابوسعید خدری سے بلا واسطہ روایت کیا ہے یا ابوالہیثم کے واسطہ سے روایت کیا ہے۔

بابٌ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

آفتوں پر صبر کرنا

صبر وہمت سے قلعہ فتح ہوتا ہے اور جوانمردی سے منزل سر کی جاتی ہے، پس آدمی کو ہر مصیبت میں صبر وہمت سے کام لینا چاہئے، اور کیسے بھی حالات پیش آئیں گھبرانا نہیں چاہئے، ان شاء اللہ کامیابی قدم چومے گی۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إذا أَرادَ اللّٰهُ بعبده الخيرَ: عَجَّلَ له العُقُوْبَةَ فى الدنيا، وإذا أَرادَ بعبده الشَّرَّ: أَمْسَكَ عَنْهُ بِذنبه، حتى يُوَافِيَ به يوم القيامة: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو جلدی دنیا میں سزا دیتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ شر کا ارادہ کرتے ہیں تو گناہ کی وجہ سے اس کو سزا دینے سے رک جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو قیامت کے دن اس گناہ کی پوری سزا دیں گے۔

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں پہنچنے والی بلاؤں میں بھی خیر کا پہلو ہوتا ہے، اس سے گناہوں کی دھلائی ہوتی ہے، اور دنیا کی سزا آخرت کی سزا سے ہلکی ہوتی ہے، اس لئے اگر دنیا ہی میں معاملہ نمٹ جائے تو بڑی اچھی بات ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ عِظَمَ الجزَاءِ مَعَ عِظَمِ البلاءِ: جزاء کا بڑا ہونا مصیبت کے بڑا ہونے کے ساتھ ہے، عِظَم: باب کرم کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں: بڑا ہونا، یعنی جس قدر مصیبت بڑی ہوگی اسی قدر جزاء بھی بڑی ہوگی، پس مصیبت خواہ کتنی ہی بڑی ہو اس سے گھبرانا نہیں چاہئے، کیونکہ اس کے بدلہ میں اجر بھی بہت بڑا ملے گا۔ وإنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحبَّ قَوْمًا ابْتَلاهم، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضٰى، وَمَنْ سَخِطَ فله السُّخْطُ: اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو اس کو بلاؤں میں مبتلا کرتے ہیں، پس جو شخص (اللہ کے فیصلہ پر) راضی رہتا ہے: اس کے لئے اللہ کی

خوشنودی ہے اور جو ناراض ہوتا ہے اس کے لئے اللہ کی ناراضگی ہے، یعنی دنیا میں آزمائشیں انہی بندوں پر آتی ہیں جن سے اللہ کو محبت ہوتی ہے، اب یہ بندوں کا معاملہ ہے کہ وہ اللہ کے فیصلہ پر خوش رہتے ہیں یا ناراض؟ اگر راضی رہیں گے تو وہ اللہ کی رضامندی کے حقدار ہونگے، اور اگر ناراض ہونگے تو ان کے حصہ میں اللہ کی ناراضگی آئے گی۔

حدیث (۳): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کسی کی تکلیف نبی ﷺ کی تکلیف سے زیادہ نہیں دیکھی، یعنی وفات کے وقت جس قدر سخت تکلیف آپ ﷺ کو تھی اتنی سخت تکلیف حضرت عائشہؓ نے کسی اور کی نہیں دیکھی، معلوم ہوا کہ دنیوی تکلیف مبغوضیت کی دلیل نہیں، نبی ﷺ سے بڑا کوئی اللہ کا محبوب نہیں ہوسکتا پھر بھی آپ کو بوقت وفات سخت تکلیف تھی، معلوم ہوا کہ دنیوی تکلیفیں محبوبیت کے منافی نہیں۔ پس یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہیں اس لئے تکلیفیں آئی ہیں: صحیح نہیں۔

حدیث (۴): حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''انبیاء کی، پھر درجہ بدرجہ لوگوں کی، آدمی آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے اس کے دین کے اعتبار سے، پس اگر آدمی اپنے دین میں پختہ ہوتا ہے تو اس کی آزمائش سخت ہوتی ہے۔ اور اگر آدمی دین میں پتلا ہوتا ہے تو اس کے دین کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے۔ پس آزمائشیں برابر بندے کے ساتھ لگی رہتی ہیں، یہاں تک کہ اس کو ایسا کر دیتی ہیں کہ وہ زمین پر چلتا ہے درانحالیکہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا''

تشریح: بلائیں اور آفتیں دو مقصد سے آتی ہیں: گناہوں کی تلافی کے لئے، اور درجات کی بلندی کے لئے، اور ایک تیسرا مقصد: نمونۂ عمل بننا بھی ہے، انبیاء کی جو سب سے زیادہ آزمائش ہوتی ہے اس میں یہ تیسرا مقصد کارفرما ہوتا ہے، پھر درجہ بدرجہ آزمائش کم ہوتی رہتی ہے، جو شخص جتنا دین میں فروتر ہوتا ہے اسی قدر اس کی آزمائش کم ہوتی ہے، نیز بڑے لوگوں کے ساتھ اللہ کا یہ معاملہ ہے کہ وہ ان کو دنیا سے پاک صاف کر کے اٹھاتے ہیں، اس لئے مصیبتوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

اور الأمثل کے معنی ہیں: الأفضل، اور یہ فضیلت اترتی ہوئی ہے، چڑھتی ہوئی نہیں ہے، جیسے فوقیت دو طرح کی ہوتی ہے فی الْکِبَرْ اور فی الصِّغَرِ یعنی ایک فوقیت بڑا ہونے میں ہوتی ہے، دوسری: چھوٹا ہونے میں، جیسے سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶) میں فوقیت چھوٹا ہونے میں ہے، ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ نہیں شرم کرتے اس بات سے کہ وہ کوئی بھی مثال بیان کریں، خواہ وہ مچھر کی ہو یا اس سے معمولی چیز کی'' اسی طرح یہاں بھی افضلیت: فی الصِّغَر ہے یعنی انبیاء سے کم درجہ لوگ، پھر ان سے کم درجہ۔

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: مایَزَالُ البَلاَءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِیْ نَفْسِهِ، وَوَلَدِهِ، وَمَالِهِ، حَتّٰی یَلْقَی اللّٰهَ وَمَا عَلَیْهِ خَطِیْئَةٌ: آزمائشیں برابر مؤمن مرد و زن کے ساتھ لگی رہتی ہیں: اس کی ذات میں، اس کی اولاد

میں، اوراس کے مال میں یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملاقات کرتا ہے درانحالیکہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

تشریح: اس حدیث کا بھی مطلب وہی ہے جو چوتھی حدیث کا ہے، بس اتنی بات اس میں زائد ہے کہ بلائیں اور آفتیں آدمی کی ذات میں بھی آتی ہیں، اوراس کے متعلقین میں بھی، اولاد میں اور مال وسامان میں بھی، اور وہ سب آدمی کا حساب بے باق کردیتی ہے۔ پس یہ چیزیں گھبرانے کی اور پریشان ہونے کی نہیں ہیں، بلکہ قابل پذیرائی ہیں، پس آدمی کو عافیت طلب کرنی چاہئے، مگر دوسری صورت میں بھی ثواب کی امید رکھنی چاہئے۔

[۴۸-] بابٌ فِي الصَّبْرِ عَلَى الْبَلَاءِ

[۲۳۸۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ أَبِيْ حَبِيْبٍ، عَنْ سَعْدِ بنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِه، حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

[۲۳۹۰-] وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ، فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَى، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۳۹۱-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَائِلٍ يَقُوْلُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا رَأَيْتُ الْوَجَعَ عَلَى أَحَدٍ أَشَدَّ مِنْهُ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۳۹۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا شَرِيْكٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُصْعَبِ بنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ:" الأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلَى حَسَبِ دِيْنِهِ، فَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاءُ هُ، وَإِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى قَدْرِ دِيْنِهِ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ، حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِيْ عَلَى الأَرْضِ، وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۳۹۳-] حدثنا مُحمدُ بنُ عَبْدِ الأَعْلَى، نَا يَزِيْدُ بنُ زُرَيْعٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَايَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِيْ نَفْسِهِ، وَوَلَدِهِ، وَمَالِهِ، حَتَّى يَلْقَى اللّٰهَ وَمَا عَلَيْهِ خَطِيْئَةٌ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأُخْتِ حُذَيْفَةَ بنِ الْيَمَانِ.

وضاحت: چوتھی حدیث کی سند میں ہندوستانی نسخوں میں شريكٌ عن عاصمٍ ہے اور مصری نسخہ میں حماد بن زيد

عن عاصم ہے، اورنسائی کی کبری باب الطب میں اورابن ماجہ فتن کے بیان میں بھی حماد بن زید عن عاصمٍ ہے۔

بابُ ماجاء فی ذَهَابِ الْبَصَرِ

نابینا ہوجانے پرثواب

انسان پر جومختلف بلائیں اورآفتیں نازل ہوتی ہیں ان میں ایک بڑی مصیبت نابینا ہوجانا بھی ہے، آنکھوں کی قدر وقیمت نابینا جانتا ہے، بینانہیں جانتا۔ جب آدمی نابینا ہوجاتا ہے تو ہر کام میں دوسروں کا محتاج ہوجاتا ہے، اور عام طور پرآدمی بڑھاپے میں نابینا ہوتا ہے، اس وقت اور بھی پریشانی کھڑی ہوجاتی ہے، لیکن اگر بندہ صبر کرے، اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے تو وہ آخرت میں بہت بڑے اجر کا مستحق ہوگا۔

مگراس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ علاج نہ کرائے، علاج کرانا سنت ہے، اوراب آنکھوں کی اکثر بیماریوں کا علاج دریافت ہوگیا ہے، پس آنکھیں بچانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، پھر بھی اگر چلی جائیں تو صبر وہمت کے ساتھ زندگی گذارنی چاہئے، ان شاءاللہ وہ اجرعظیم کا مستحق ہوگا۔

حدیث قدسی (۱): اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''جب میں دنیا میں اپنے بندے کی دونوں آنکھیں لے لیتا ہوں تو اس کے لئے میرے پاس جنت کے علاوہ کوئی بدلہ نہیں'' یعنی میں اس کو آخرت میں جنت عطا کرتا ہوں۔

لغت: الکریمۃُ: کریمٌ کی تانیث ہے: ناک، ہاتھ، کان، ڈاڑھ وغیرہ اعضاء کریم (پیارے) ہیں، الکریمتان: دونوں آنکھیں، اس لفظ کے اصل معنی ہیں: قیمتی۔ اور یہ حدیث دوسری سند سے بخاری (حدیث ۵۶۵۳ کتاب المرضی) میں ہے، پس ابوظلال کے ضعف سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

حدیث قدسی (۲): اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''میں جس کی دو پیاری آنکھیں لے لیتا ہوں پس وہ صبر کرتا ہے اور ثواب کی امید رکھتا ہے تو میں اس کے لئے جنت کے علاوہ کسی بدلے سے راضی نہیں ہوتا'' یعنی میں اس کو ضرور جنت عطا کروں گا۔

لغت: الحبیبۃ: محبوب، پیاری، الحبیبتان: دوآنکھیں، اوراس حدیث میں جوصبر واحتساب کی قید ہے وہ پہلی حدیث میں بھی ملحوظ ہے۔

[۴۹-] بابُ ماجاء فی ذَهَابِ الْبَصَرِ

[۲۳۹۴-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُسْلِمٍ، نَا أَبُوْ ظِلَالٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: '' إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: إِذَا أَخَذْتُ كَرِيْمَتَیْ عَبْدِیْ

فِی الدُّنْیَا: لَمْ یَکُنْ لَهُ جَزَاءٌ عِنْدِیْ إِلَّا الْجَنَّةُ"

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ هُریرةَ، وَزَیْدِ بنِ أَرْقَمَ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وأَبُوْ ظِلَالٍ: اسْمُهُ هِلَالٌ.

[۲۳۹۵-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَیْلَانَ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا سُفْیَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، رَفَعَهُ إِلَی النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ:" یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: مَنْ أَذْهَبْتُ حَبِیْبَتَیْهِ، فَصَبَرَ وَاحْتَسَبَ: لَمْ أَرْضَ لَهُ ثَوَابًا دُوْنَ الْجَنَّةِ"

وفی الباب: عَنْ عِرْبَاضِ بنِ سَارِیَةَ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابٌ

مصیبت زدوں کا اجر قابل رشک ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب مصیبت زدوں کو (آخرت میں) ثواب دیا جائے گا تو اہل عافیت قیامت کے دن تمنا کریں گے: اے کاش! ان کی کھالیں دنیا میں قینچیوں سے کتری گئی ہوتیں!'' یعنی وہ ان مصیبت زدوں کے ثواب پر رشک کریں گے، اور تمنا کریں گے کہ کاش انہیں بھی دنیا میں بڑی سے بڑی آفتیں پہنچی ہوتیں، پس وہ بھی آج اجرِ عظیم کے مستحق ہوتے، اور اس حدیث کا سبق بھی یہی ہے کہ دنیا میں بلاؤں اور آزمائشوں سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

[۵۰- بابٌ]

[۲۳۹۶-] حدثنا مُحمدُ بنُ حُمَیْدٍ الرَّازِیُّ، وَیُوْسُفُ بنُ مُوْسَی الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِیُّ، قَالَا: نَا عَبْدُ الرحمنِ بنُ مَغْرَاءَ أَبُوْ زُهَیْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" یَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِیَةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، حِیْنَ یُعْطَی أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ: لَوْ أَنَّ جُلُوْدَهُمْ کَانَتْ قُرِضَتْ فِی الدُّنْیَا بِالْمَقَارِیْضِ"

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ، لَانَعْرِفُهُ بِهٰذَا الإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رَوَی بَعْضُهُمْ هٰذَا الحدیثَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ طَلْحَةَ بنِ مُصَرِّفٍ، عَنْ مَسْرُوْقٍ شَیْئًا مِنْ هٰذَا.

بابٌ

موت کے بعد ہر شخص پچھتائے گا

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَامِنْ أَحَدٍ یَمُوْتُ إِلَّا نَدِمَ: جو بھی شخص مرتا ہے: پچھتاتا ہے، لوگوں نے پوچھا:

یارسول اللہ! پچھتانے کی وجہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اگر نیکوکار رہوتا ہے تو اس پر پچھتا تا ہے کہ اس نے نیکیاں اور زیادہ کیوں نہ کیں، اور اگر بدکار رہوتا ہے تو اس پر پچھتا تا ہے کہ وہ برائیوں سے باز کیوں نہ رہا''

لغت: اِزْدَادَ شَيْئًا لِنَفْسِهِ: کوئی چیز اپنے لئے زیادہ کرنا یا چاہنا...... نَزَعَ عَنِ الْأَمْرِ: کسی چیز سے رکنا۔

ایک فرضی واقعہ: جب سکندر ذوالقرنین آبِ حیات کی تلاش میں تاریکی میں داخل ہوئے تو ساتھ میں چالیس سوار لے گئے تھے، ایک جگہ زمین پر کچھ چمکتا نظر آیا، غیبی آواز آئی کہ جو لے گا وہ بھی پچھتائے گا اور جو نہیں لے گا وہ بھی پچھتائے گا۔ کچھ لوگوں نے سوچا: جب ہر صورت میں پچھتانا ہے تو بوجھ ڈھونے سے کیا فائدہ، انھوں نے کچھ نہیں لیا، اور بعض نے جھک کر زمین پر ہاتھ مارے اور جو کنکر ہاتھ میں آئے، وہ اپنی خُرجیوں میں ڈال لئے، جب تاریکی سے باہر نکلے تو دیکھا کہ وہ قیمتی ہیرے ہیں، پس جنھوں نے لیا تھا وہ پچھتائے کہ ہم نے زیادہ کیوں نہیں لیا، ہماری خُرجیوں میں تو بہت جگہ تھی، اور جنھوں نے نہیں لیا تھا وہ بھی پچھتائے کہ ہائے ہماری قسمت پھوٹی! ہم نے کیوں نہ لیا، یہی حال بندوں کا آخرت میں ہوگا۔

[۵۱- بابٌ]

[۲۳۹۷-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا يَحْيَى بنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيرةَ يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَامِنْ أَحَدٍ يَمُوْتُ إِلاَّ نَدِمَ" قَالُوْا: وَمَانَدَامَتُهُ يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:" إِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ أَنْ لاَيَكُوْنَ ازْدَادَ، وَإِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ أَنْ لاَيَكُوْنَ نَزَعَ"

هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَيَحْيَى بنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ شُعْبَةُ.

بابٌ

دین کے پردے میں دنیا کمانے والے آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں

قرآن کریم میں اہل کتاب کے تعلق سے یہ مضمون آیا ہے کہ جو لوگ دین کے ذریعہ دنیا کماتے ہیں: ان کے لئے جنت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں، سورۃ آل عمران (آیت ۷۷) میں ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلاً: أُوْلٰئِكَ لاَخَلاَقَ لَهُمْ فِي الآخِرَةِ﴾ ترجمہ: جو لوگ معمولی معاوضہ لیتے ہیں اس عہد و پیمان کے عوض جو انھوں نے اللہ سے کیا ہے، اور اپنی قسموں کے عوض: ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں (بلکہ ایسے لوگ اس دنیا میں بھی آزمائشوں میں مبتلا کئے جاتے ہیں اور ایسی سخت مصیبتوں میں پھنس جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ!)

حدیث (۱): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو دین کے پردے میں دنیا حاصل کریں گے، وہ نرمی ظاہر کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے بھیڑ کی کھالیں پہنیں گے (اور مصری نسخہ میں مِنَ اللِّین کے بجائے من الدین ہے، یعنی دینداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے لوگوں کے سامنے بھیڑ کی کھالیں پہن کر آئیں گے۔ اور بعض شارحین کہتے ہیں: بھیڑ کی کھالوں سے ان کی اون مراد ہے جس کو عربی میں صُوف کہتے ہیں، یعنی صوفی بن کر وہ لوگوں کے سامنے آئیں گے) ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی، اوران کے دل بھیڑیوں کے دل ہونگے، یعنی ان کی ظاہری نرمی لوگوں کو پھانسنے کے لئے ہوگی، حقیقت میں وہ لوگ درندے ہونگے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ”کیا میری (ڈھیل کی) وجہ سے تم لوگ دھوکے میں ہو؟ یا میرے سامنے بے باکی دکھار ہے ہو؟ پس میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں! میں ان میں سے بعض پر ضرور ایسی سخت آزمائش بھیجوں گا جو ان میں سے بُردبار کو بھی حیران کر کے رکھ دے گی۔

حدیث (۲) کا بھی یہی مضمون ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: واقعہ یہ ہے کہ میں نے کچھ ایسے لوگ پیدا کئے ہیں جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہیں، اوران کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہیں، پس میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں! میں ضرور ان کے لئے ایسی آزمائش مقدر کروں گا جو ان میں سے بردبار کو بھی حیران کردے گی۔ پس کیا وہ میری ڈھیل کی وجہ سے دھوکا کھار ہے ہیں؟ یا مجھ پر دلیری کرر ہے ہیں!

لغات: خَتَلَ یَخْتِلُ خَتْلاً: فریب دینا، دھوکا دینا، چکر دینا، الخَتَّال: بڑا دھوکہ باز، خَتَل الدنیا بالدین: دین کے پردہ میں دنیا کمانا ...... أَبِیْ تَغْتَرُّوْنَ؟ أی: بإمهالی تَغْتَرُّوْنَ؟......فبی حَلَفْتُ: أی بعظمتی وجلالی حَلَفْتُ...... الصَّبِر: (ص کا زبر ب کا زیر) ایلوا، ایک نہایت کڑوا پودا اوراس کا عرق ......أَتَاحَ یُتِیْحُ الشئَ: مقدر کرنا، تیار کرنا، فراہم کرنا۔

[۵۲- بابٌ]

[۲۳۹۸-] حدثنا سُوَیْدٌ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، نَا یَحْیَی بْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِیْ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: ” یَخْرُجُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ، یَخْتِلُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ، یَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّیْنِ، أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَی مِنَ السُّكَّرِ، وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ، یَقُوْلُ اللّٰهُ: أَبِیْ تَغْتَرُّوْنَ؟ أَمْ عَلَیَّ تَجْتَرِئُوْنَ؟ فَبِیْ حَلَفْتُ! لَأَبْعَثَنَّ عَلَی أُوْلٰئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً، تَدَعُ الْحَلِیْمَ مِنْهُمْ حَیْرَانًا “ وفی الباب: عَنْ ابنِ عُمَرَ.

[۲۳۹۹-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ سَعِیْدٍ الدَّارِمِیُّ، ثَنَا مُحمدُ بنُ عَبَّادٍ، نَا حَاتِمُ بنُ إِسْمَاعِیْلَ، نَا حَمْزَةُ بنُ أَبِیْ مُحمدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ دِیْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: ” إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ: لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَی مِنَ الْعَسَلِ، وَقُلُوْبُهُمْ أَمَرُّ مِنَ الصَّبِرِ، فَبِیْ حَلَفْتُ!

لَأُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً، تَدَعُ الْحلِيْمَ مِنهُمْ حَيْرَانًا، فَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ؟ أَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِئُوْنَ؟!

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ عُمَرَ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابٌ ماجاء فِي حِفْظِ اللِّسَانِ

زبان کی حفاظت کا بیان

زہد (تصوف) میں زبان کی بہت زیادہ حفاظت کی جاتی ہے، کیونکہ یہ خرمنِ ایمان کو پھونک دیتی ہے، اور لوگوں کی دل آزاری کا سبب بھی بنتی ہے اور تصوف میں سب سے زیادہ اہمیت لوگوں کی دلداری کی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں سات حدیثیں ذکر کی ہیں:

حدیث (۱): حضرت عقبہؓ نے پوچھا: ما النَّجَاةُ؟ آخرت میں نجات کیسے ہوگی؟ آپؐ نے تین باتیں بتائیں:

۱- **أَمْلِكْ عليك لِسَانَك:** اپنی زبان اپنے قابو میں رکھو یعنی ایسی باتوں سے احتراز کرو جس میں کوئی خیر نہیں۔

أَمْلِكْ: فعل امر، از باب افعال: مالک بنانا۔ **لسانَك:** مفعول بہ، **علی:** ضرر کے لئے، یعنی اپنی زبان کو نامناسب باتوں سے قابو میں رکھو، اور صرف وہ باتیں بولو جو تمہارے لئے مفید ہوں۔

۲- **وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ:** اور چاہئے کہ کشادہ ہو تمہارے لئے تمہارا گھر۔ **وَسِعَ الشيئُ يَسَعُ سَعَةً:** کشادہ اور فراخ ہونا، اور لام: لام امر ہے، اس کو ساکن بھی پڑھ سکتے ہیں، اور مکسور بھی، اور **بَيْتُكَ** فاعل ہے، مگر حقیقت میں فاعل: مخاطب ہے۔ **قال الطيبي: الْأَمْر في الظَّاهِرِ وَارِدٌ على الْبَيْتِ، وَفِي الْحَقِيْقَةِ عَلَى الْمُخَاطَبِ** (مرقات ۹:۱۵۰)

لوگوں میں ایک خاص کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں کھانے پینے اور سونے ہی کے لئے آتے ہیں، باقی فرصت کے لمحات ہوٹلوں، چوراہوں اور محفلوں میں گذارتے ہیں، جہاں لغویات کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ تمہارے گھر میں تمہارے لئے گنجائش ہونی چاہئے، فرصت کا وقت گھر میں گذارو، تاکہ کچھ نہ کچھ کرو، ورنہ گناہوں سے بچو۔

۳- **وَابْكِ عَلَى خَطِيْئَتِكَ:** اور اپنی کوتاہیوں پر روؤ، رونا دو طرح کا ہوتا ہے: آنکھ کا رونا اور دل کا رونا، اصل رونا دل کا رونا ہے، یعنی اپنے گناہوں پر پشیمان ہوؤ، ایسا شخص دیر سویر گناہوں سے باز آجاتا ہے، اور جس کو گناہوں پر پریشمانی نہیں وہ کبھی بھی گناہ ترک نہیں کرتا۔

[۵۳-] بابُ ماجاء فِي حِفْظِ اللِّسَانِ

[۲۴۰۰-] حدثنا صَالِحُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، ح: وَثَنَا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ،

عَنْ يَحْيَى بنِ أَيُّوْبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِىْ أُمَامَةَ، عَنْ عُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ، قَالَ قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ:" أَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ، وابْكِ عَلَى خَطِيْئَتِكِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

اعضاء زبان کے تابع ہیں

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء زبان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں، پس وہ کہتے ہیں: تو ہمارے معاملہ میں اللہ سے ڈر! کیونکہ ہم تیرے ساتھ ہیں، اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے''

لغات: كَفَّرَ لِسَيِّدِهِ: اپنے آقا کے سامنے تعظیماً سر جھکا کر دست بستہ کھڑا ہونا ...... نَحْنُ بِكَ: جار مجرور کا متعلق محذوف ہے، یعنی ہم تیرے ساتھ جڑے ہوئے ہیں (متعلِّقٌ بِكَ)

تشریح: ایک اور حدیث میں ہے کہ جسم میں گوشت کی ایک بوٹی ہے جب وہ سنور جاتی ہے تو سارا جسم سنور جاتا ہے، اور جب وہ بگڑ جاتی ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے، سنو! وہ بوٹی دل ہے، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم میں بنیادی عضو ''دل'' ہے اور باب کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سارا مدار ''زبان'' پر ہے، اس تعارض کا حل یہ ہے کہ زبان: دل کی ترجمان ہے، کیونکہ دل پوشیدہ عضو ہے اور زبان اس کا نظر آنے والا خلیفہ ہے، پس حقیقت میں مدار دل پر ہے اور ظاہر میں مدار زبان پر ہے۔

[۲٤۰۱-] حدثنا مُحمدُ بنُ مُوْسَى الْبَصْرِيُّ، نَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِىْ الصَّهْبَاءِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، رَفَعَهُ، قَالَ:" إِذَا أَصْبَحَ ابْنُ آدمَ فَإِنَّ الأَعْضَاءَ كُلَّهَا تُكَفِّرُ اللِّسَانَ، فَتَقُوْلُ: اتَّقِ اللّٰهَ فِيْنَا، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا، وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا "

حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ حَمَّادِ بنِ زَيْدٍ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مُحمدِ بنِ مُوْسَى، هٰذَا حديثٌ لاَنعرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بنِ زَيْدٍ، وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ حَمَّادِ بنِ زَيْدٍ، وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ.

زبان اور شرم گاہ کے گناہ خطرناک ہیں

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ يَتوَكَّلْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: أَتوَكَّلْ لَهُ بِالْجَنَّةِ: جو مجھے گارنٹی دے اس عضو کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان کی۔ اور اس عضو کی جو اس کے دونوں پیروں

کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ کی کہ وہ ان دونوں اعضاء سے کوئی گناہ نہیں کرے گا تو میں اس کو جنت کی گارنٹی دیتا ہوں۔

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: دَخَلَ الْجَنَّةَ: جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اس عضو کی برائی سے جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے، اور اس عضو کی برائی سے جو اس کے دونوں پیروں کے درمیان ہے تو وہ جنت میں جائے گا۔

لغات: تَوَكَّلَ الرجلُ بِالْأَمْرِ: کسی کام کی انجام دہی کا ذمہ لینا، ضامن ہونا، گارنٹی دینا...... وَقَى الشيئَ يَقِيْ وَقْيًا: بچانا، حفاظت کرنا۔ وَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ السُّوْءِ: اللہ اس کو برائی سے بچائے!

تشریح: پہلی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی ہے، ان سے یہ حدیث ابو حازم روایت کرتے ہیں۔ یہ ابو حازم سلمۃ بن دینار ہیں، جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے، اور ان کی شہرت ''زاہد'' سے تھی...... اور دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، ان سے جو ابو حازم روایت کرتے ہیں ان کا نام سلمان اشجعی ہے، یہ عزہ نامی عورت کے آزاد کردہ تھے اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ غرض دونوں ابو حازم الگ الگ ہیں اور دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان اور شرمگاہ کے گناہ خطرناک ہیں، یہی گناہ جہنم میں لے جاتے ہیں، پس اگر کوئی شخص ان دونوں اعضاء کی پوری حفاظت کرے اور زبان اور شرمگاہ کے گناہوں سے بچا رہے تو وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔

[٢٤٠٢-] حدثنا مُحمدُ بنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى الصَّنْعَانِيُّ، نَا عُمَرُ بنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''مَنْ يَتَوَكَّلْ لِيْ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: أَتَوَكَّلْ لَهُ بِالْجَنَّةِ''

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وابنِ عَبَّاسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

[٢٤٠٣-] حدثنا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ، نَا أَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرُ، عَنْ ابنِ عَجْلَانَ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''مَنْ وَقَاهُ اللّٰهُ شَرَّ مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَشَرَّ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ: دَخَلَ الْجَنَّةَ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ حَازِمٍ الَّذِيْ رَوَى عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ: هُوَ أَبُوْ حَازِمٍ الزَّاهِدُ مَدِيْنِيٌّ، وَاسْمُهُ سَلَمَةُ بنُ دِيْنَارٍ، وَأَبُوْ حَازِمٍ الَّذِيْ رَوَى عَنْ أَبِيْ هريرةَ: اسْمُهُ سَلْمَانُ الْأَشْجَعِيُّ، مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةِ، وَهُوَ الْكُوْفِيُّ.

زبان کا خطرہ سب سے بڑا خطرہ ہے

حدیث (۵): حضرت سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھ سے کوئی ایسی بات بیان

فرمائیں جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں یعنی اس پر عمل کروں، نبی ﷺ نے فرمایا: ''کہو! میرا پروردگار اللہ ہے! پھر (اس پر) جم جاؤ'' حضرت سفیانؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! میرے حق میں آپؐ سب سے زیادہ خطرہ کس چیز کا محسوس کرتے ہیں؟ آپؐ نے اپنی زبان پکڑی اور فرمایا: ''اس کا''

تشریح: اس حدیث میں دو مضمون ہیں:

پہلا مضمون: اللہ کو اپنا رب مان کر، ایمان وعبدیت کے تقاضوں پر چلنا سب سے اہم بات ہے۔ اللہ پر ایمان لانا تو اسلام کی اساس ہے، اور اس پر استقامت یہ ہے کہ کسی کجی اور انحراف کے بغیر صراط مستقیم پر گامزن رہے، اور ہمیشہ اس کی پیروی کرتا رہے پس باقی کچھ نہیں بچا، سب کچھ اس جامع نصیحت میں آگیا۔

اور نبی ﷺ نے یہ نصیحت سورۃ الاحقاف (آیت ۱۳) سے اخذ فرمائی ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ، ثُمَّ اسْتَقَامُوْا، فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾: جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے یعنی عقیدۂ توحید کو نبی ﷺ کی تعلیم کے مطابق قبول کرلیا، پھر وہ اس پر جم گئے یعنی اس کو چھوڑا نہیں، بلکہ ایمان کی راہ پر گامزن رہے تو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے، اس آیت پاک سے آپؐ نے مذکورہ نصیحت اخذ فرمائی ہے، غرض ایمان کے تقاضوں پر استقامت کے بعد کسی اور سبق کی ضرورت باقی نہیں رہتی، بس یہی نصیحت انسان کے لئے کافی ہے۔

دوسرا مضمون: اعضائے انسانی میں سے انسان کے حق میں سب سے زیادہ خطرناک زبان ہے، نبی ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر ارشاد فرمایا: اس عضو کی حفاظت کرو، اس کا مجھے تمہارے حق میں سب سے زیادہ خطرہ ہے اور یہ بات ان صحابی کے ساتھ خاص نہیں، ہر شخص کے حق میں سب سے زیادہ خطرہ زبان کا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے شر سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

[٢٤٠٤-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ مَاعِزٍ، عَنْ سُفْيَانَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ، قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! حَدِّثْنِي بِأَمْرٍ أَعْتَصِمُ بِهِ، قَالَ: " قُلْ: رَبِّيَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ" قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا أَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَيَّ؟ فَأَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سُفْيَانَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ.

فضول باتوں سے دل سخت ہوجاتا ہے

حدیث (۶): نبی ﷺ نے فرمایا: لَاتُكْثِرِ الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ: قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي: اللہ کے ذکر کے علاوہ بہت زیادہ نہ بولو، اس لئے کہ اللہ

کے ذکر کے علاوہ بہت زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت کرتا ہے، اور لوگوں میں اللہ سے بہت زیادہ دور: سخت دل ہے۔

تشریح: ذکر اللہ کے عموم میں تمام دینی باتیں داخل ہیں، جیسا کہ آئندہ حدیث سے معلوم ہوگا، پس حدیث کا مصداق فضول کلام ہے، بے کار باتوں سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سخت دل اللہ سے بہت دور پھینکا ہوا ہے، پس لوگوں کو چاہئے کہ اپنی زبان کی حفاظت کریں، تاکہ دل سخت نہ ہو جائے اور بندہ راندۂ درگاہ نہ بن جائے۔

حدیث (۷): نبی ﷺ نے فرمایا: كُلُّ كَلَامِ ابنِ آدَمَ عليه، لَالَهُ، إلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ، أَوْ نَهْيٌ عن المُنْكَرِ، أَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ: انسان کی ہر بات اس کے لئے وبال ہے، اس کے لئے مفید نہیں، مگر بھلائی کا حکم دینا، یا برائی سے روکنا، یا اللہ کا ذکر کرنا: مستثنیٰ ہیں، یہ باتیں وبال نہیں، بلکہ کارِ ثواب ہیں۔

[۲٤۰۵-] حدثنا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ محمدُ بنُ أَبِيْ ثَلْجٍ الْبَغْدَادِيُّ، صَاحِبُ أَحْمَدَ بنِ حَنْبَلٍ، ثَنا عَلِيُّ بنُ حَفْصٍ، نَا إِبْرَاهِيْمُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَاتُكْثِرِ الْكَلَامَ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْكَلَامِ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللّٰهِ: قَسْوَةٌ لِلْقَلْبِ، وَإِنَّ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ الْقَلْبُ الْقَاسِي"

حدثنا أَبُوْ بَكْرِ بنُ أَبِيْ النَّضْرِ، ثَنِي أَبُوْ النَّضْرِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ حَاطِبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ إِبْرَاهِيْمَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ حَاطِبٍ.

[۲٤۰٦-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا يَزِيْدُ بنُ خُنَيْسٍ الْمَكِّيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بنَ حَسَّانَ الْمَخْزُوْمِيَّ، قَالَ: حَدَّثَتْنِيْ أُمُّ صَالِحٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " كُلُ كَلَامِ ابنِ آدَمَ عَلَيْهِ، لَالَهُ، إِلَّا أَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ، أَوْ نَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحمدِ بنِ يَزِيْدَ بنِ خُنَيْسٍ.

بابٌ

حقوق کی ادائیگی بھی زہد میں شامل ہے

حدیث: نبی ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما میں بھائی بندی کرائی، پس حضرت سلمانؓ اپنے بھائی حضرت ابوالدرداءؓ کی ملاقات کے لئے گئے، انھوں نے حضرت ام الدرداءؓ کو پرانے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، پوچھا: کیا بات ہے آپ پرانے کپڑے پہنے ہوئے کیوں ہیں؟ انھوں نے کہا: آپ کے بھائی ابوالدرداءؓ

کو دنیا سے کچھ مطلب نہیں، پھر جب حضرت ابوالدرداء آئے تو انھوں نے اپنے بھائی کے سامنے کھانا رکھا، اور کہا: نوش فرمایئے، میرا روزہ ہے، حضرت سلمانؓ نے کہا: میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک آپؓ نہ کھائیں، راوی کہتا ہے: پس حضرت ابوالدرداءؓ نے کھایا یعنی نفل روزہ توڑ دیا، کیونکہ مہمان کے عذر سے نفل روزہ توڑنا جائز ہے۔ پھر جب رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداءؓ نفلیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہونے لگے، حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا: سوجایئے! چنانچہ وہ سوگئے، پھر کچھ وقت کے بعد نفلیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہونے لگے تو پھر حضرت سلمانؓ نے کہا: سوجایئے، چنانچہ وہ سوگئے، پھر جب وہ صبح کے قریب ہوئے تو حضرت سلمانؓ نے ان سے کہا: اب اٹھیے، پس دونوں اٹھے اور دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر حضرت سلمانؓ نے فرمایا: إنَّ لِنَفْسِكَ عليك حقًّا: آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے، یعنی جسم کے لئے آرام ضروری ہے۔ ولربك عليك حقا: اور آپ کے پروردگار کا آپ پر حق ہے یعنی عبادت بھی ضروری ہے، ولِضَيْفِكَ عليك حَقًّا: اور آپ کے مہمان کا آپ پر حق ہے، یعنی اس کی خاطر داری بھی ضروری ہے، اگر اس میں کچھ وقت خرچ ہوا تو وہ ضائع نہیں ہوا، وإن لِأَهْلِك عليك حقا: اور آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے، یعنی حقوقِ زوجیت کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ فَأَعْطِ كُلَّ ذى حقٍّ حَقَّه: پس آپ ہر حقدار کو اس کا حق دیں (یہی زہد اور یہی تصوف ہے) پھر دونوں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور دونوں نے یہ بات نبی ﷺ کو بتائی، پس آپؐ نے فرمایا: صَدَقَ سَلمانُ: سلمان نے صحیح کہا۔ یعنی انھوں نے جو دین کا خلاصہ پیش کیا ہے وہ زہد و تصوف کی جان ہے، اگر آدمی صرف اللہ کا ہوکر رہ جائے، اور حقداروں کے حقوق ادا نہ کرے تو وہ رہبانیت (ترکِ دنیا) ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

[٥٤-] بابٌ

[٢٤٠٧-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا جَعْفَرُ بنُ عَوْنٍ، نَا أَبُوْ العُمَيْسِ، عَنْ عَوْنِ بنِ أَبِى جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: آخَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ سَلْمَانَ وَأَبِى الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، قَالَ: مَا شَأْنُكِ مُتَبَذِّلَةً؟ قَالَتْ: إِنَّ أَخَاكَ أَبَا الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِى الدُّنْيَا، فَلَمَّا جَاءَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ قَرَّبَ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ فَإِنِّىْ صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتَّى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ لِيَقُوْمَ، فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: نَمْ، فنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ لِيَقُوْمَ، قَالَ لَهُ: نَمْ، فَنَامَ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ، قَالَ لَهُ سَلْمَانُ: قُمِ الآنَ، فَقَامَا، فَصَلَّيَا، فَقَالَ: إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِى حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَيَا النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَا ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: "صَدَقَ سَلْمَانُ"

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ الْعُمَيْسِ: اسْمُهُ عُتْبَةُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَهُوَ أَخُوْ عَبْدِ الرحمنِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْمَسْعُوْدِيِّ.

بابٌ

اللہ کی خوشنودی چاہیے اگرچہ لوگ ناراض ہوجائیں

حدیث: عبدالوہاب جن کے باپ کا نام وَرد (گلاب) ہے، جو مدینہ منورہ کے باشندے تھے، کہتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کولکھا کہ آپ مجھے خط لکھیں جس میں مجھے نصیحت کریں، اور لمبی بات نہ لکھیں۔ عبدالوہاب کہتے ہیں: حضرت عائشہؓ نے حضرت معاویہؓ کولکھا: میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے: مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ: كفاه اللّٰهُ مُؤْنَةَ الناس: جو شخص اللہ کی خوشنودی ڈھونڈھتا ہے لوگوں کو ناراض کرنے کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے لوگوں کی پریشانیوں سے کافی ہوجاتے ہیں۔ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا الناس بِسَخَطِ اللّٰهِ: وَكَلَهُ اللّٰهُ إلى الناس: اور جو لوگوں کی خوشنودی چاہتا ہے اللہ کو ناراض کرنے کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے حوالہ کردیتے ہیں۔

تشریح: کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا ہے کہ اس کے ایک پہلو کو اختیار کرنے میں اللہ کی خوشنودی ہوتی ہے مگر لوگوں کو وہ بات پسند نہیں ہوتی، ایسی صورت میں اللہ کی خوشنودی والے پہلو کو اختیار کرنا ضروری ہے، چاہے لوگ ناراض ہوجائیں۔ اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو ستائیں گے یا مخالف ہوجائیں گے تو اس سے ڈرنا نہیں چاہئے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے، اور اگر خدانخواستہ اس نے لوگوں کی پسند والا پہلو اختیار کرلیا، اور اللہ کو ناراض کردیا تو اللہ اس کو لوگوں کے حوالہ کردیں گے کہ تو جانے اور لوگ جانیں، مجھ سے کچھ لینا دینا نہیں، پناہ بخدا! جس کو اللہ تعالیٰ چھوڑ دیں اس کا کہاں ٹھکانہ! اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور لوگوں کی خواہ مخواہ کی خاطر داریوں سے بچائیں (آمین)

[٥٥-] بابٌ

[٢٤٠٨-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عَبْدِ الْوَهَّابِ بنِ الْوَرْدِ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلٰى عَائِشَةَ: أَنِ اكْتُبِيْ إِلَيَّ كِتَابًا، تُوْصِيْنِيْ فِيْهِ، وَلَا تُكْثِرِيْ عَلَيَّ، قَالَ: فَكَتَبَتْ عَائِشَةُ إِلٰى مُعَاوِيَةَ: سَلَامٌ عَلَيْكَ، أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " مَنِ الْتَمَسَ رِضَا اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ: كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَا النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ: وَكَلَهُ اللّٰهُ إِلَى النَّاسِ" وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ.

حدثنا مُحمدُ بنُ يَحْيىَ، نَا مُحمدُ بنُ يُوْسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا كَتَبَتْ إِلٰى مُعَاوِيَةَ، فَذَكَرَ الحديثَ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ، وَالرَّقَائِقِ، وَالْوَرَعِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

قیامت کے احوال، دل کوموم کرنے والی اور پرہیزگاری کی باتیں

پہلے تین باتیں جان لیں:

پہلی بات: ہندوستانی نسخوں میں یہ ابواب علحدہ نہیں ہیں، أبواب الزهد کا تتمہ ہیں۔ اور وہ ابواب أبواب صفة الجنة تک چلے گئے ہیں، مگر مصری نسخہ میں عنوان ہے: أبوابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ، وَالرَّقَائِقِ، وَالْوَرَعِ: یعنی قیامت کے احوال اور دلوں کو نرم کرنے والی باتیں اور پرہیزگاری کا بیان۔ أبواب صفة الجنة تک یہ تین مضمون بیان ہوئے ہیں، پہلے قیامت کے حالات ہیں، پھر رقاق کی حدیثیں ہیں، رِقاق: رَقِيقٌ کی جمع ہے اور رقائق: رقيقة کی جمع ہے یعنی دلوں کو نرم کرنے والی باتیں، پھر وَرَع یعنی احتیاط اور پرہیزگاری کا بیان ہے، پھر جنت کے احوال شروع ہونگے۔

اور ہندوستانی نسخہ میں چونکہ یہ ابواب أبواب الزهد میں داخل ہیں اس لئے یہاں باب تھا بابُ ماجاء فی شأن الحساب والقصاص: مگر مصری نسخہ میں یہاں بابٌ فی القيامة ہے، پھر تین حدیثوں کے بعد باب ماجاء فی شأن الحساب والقصاص ہے، اور یہی مناسب عنوان ہیں۔ اس لئے میں نے مصری نسخہ کی پیروی کی ہے۔

دوسری بات: أبواب الإيمان تک جتنی حدیثیں آرہی ہیں: سب کا تعلق زہد سے ہے، قیامت کا بیان ہو، یا دل کوموم کرنے والی حدیثیں، یا محتاط زندگی گذارنے کی ہدایات، یا جنت اور جہنم کے احوال سب کا تعلق زہد یعنی دل کو دنیا سے اکھاڑنے سے ہے، یہ سب روایات ذہن کو آخرت کی طرف متوجہ کرتی ہیں، پس أبواب الإيمان تک ایک ہی سلسلہ بیان ہے، اور ایک ہی طرح کے مضامین ہیں۔

تیسری بات: قیامت کے احوال آئندہ پیش آنے والے ہیں، یہ احوال الیوم الآخِر میں پیش آئیں گے، یعنی اس دنیا کے آخری دن میں پیش آئیں گے جو پچاس ہزار سال کا دن ہے (سورۃ المعارج آیت ۴) اور مستقبل کی باتیں عام طور پر عصر حاضر کی زبان میں بیان کی جاتی ہیں، اس لئے بعض مرتبہ ان کی پوری حقیقت سمجھ میں نہیں آتی، جب

واقعات رونما ہونگے تب وہ باتیں سمجھ میں آئیں گی، اس لئے اس قسم کی روایات پڑھتے ہوئے جو کچھ روایات میں ہے بس اسی کو سمجھا جائے، دیگر تفصیلات کے پیچھے نہ پڑا جائے۔

بابٌ فی الْقِیَامَۃِ

قیامت کا بیان

اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین حدیثیں ذکر فرمائی ہیں:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی نہیں، مگر اس سے اس کے پروردگار قیامت کے دن باتیں کریں گے، اور بندے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، پھر بندہ اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو کچھ نہیں دیکھے گا، مگر وہ چیز جو اس نے آگے بھیجی ہے، یعنی اپنے اعمال کو دیکھے گا، پھر وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا، تو وہ کچھ نہیں دیکھے گا مگر وہ چیز جو اس نے آگے بھیجی ہے، پھر وہ اپنے سامنے کی طرف دیکھے گا تو (جہنم کی) آگ اس کا استقبال کرے گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مَن استطاع منکم أن یَقِیَ وَجْهَهُ النارَ، ولو بِشِقِّ تمرةٍ، فلیفعل: جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہے کہ اپنے چہرے کو آگ سے بچائے، اگرچہ کھجور کے ٹکڑے کے ذریعہ ہو، تو چاہئے کہ وہ ایسا کرے، یعنی صدقہ کے ذریعہ جہنم سے بچنے کا سامان کرے۔

تشریح: اس حدیث کی پہلی سند امام اعمش کے شاگرد ابو معاویہ کی ہے، پھر اسی حدیث کو اعمش سے وکیع بھی روایت کرتے ہیں، ان کے شاگرد ابو السائب کہتے ہیں: ایک دن ہم سے وکیع نے اعمش سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی، جب وہ یہ حدیث بیان کر چکے تو فرمایا: یہاں جو خراسان کے لوگ ہیں وہ ثواب کی امید سے اس حدیث کو خراسان میں پھیلائیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس لئے کہ جہمیہ اس حدیث کا انکار کرتے ہیں۔

جہمیہ: معتزلہ کا ایک فرقہ ہے، اس کا بانی جہم بن صفوان ترمذی ہے، ۱۲۸ ہجری میں یہ شخص قتل کیا گیا، معتزلہ اللہ کی صفاتِ قدیمہ کا انکار کرتے ہیں، وہ ان کو عینِ ذات مانتے ہیں، اسی طرح وہ اللہ کی صفتِ کلام کا بھی انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک اللہ کے متکلم ہونے کا مطلب: کسی محل میں کلام کو پیدا کرنا ہے، جو حروف اور صوت پر مشتمل ہوتا ہے، اسی نظریہ کی بنا پر وہ قرآن کو مخلوق کہتے ہیں، اللہ کے لئے صفتِ کلام نہیں مانتے، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ پروردگار قیامت کے دن بندوں سے باتیں کریں گے، پس اللہ کے لئے صفتِ کلام ثابت ہوئی، اس لئے وکیع رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث خراسان میں پہنچاؤ، جہاں جہمیہ کی پھیلائی ہوئی گمراہی پائی جاتی ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن انسان کے پیر اس کے پروردگار کے سامنے سے ہٹیں گے نہیں، یہاں تک کہ اس سے پانچ باتوں کے بارے میں پوچھا جائے:

(۱)اس کی زندگی کے بارے میں کہ کس چیز میں اس کو فنا کیا؟ (۲)اس کی جوانی کے بارے میں کہ کس چیز میں اس کو پرانا کیا؟ (۳و۴)اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اس کو کمایا؟ اور کس جگہ اس کو خرچ کیا؟ (۵)اور کیا عمل کیا اس علم میں جو اس نے جانا؟'' یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، اس کا ایک راوی حسین بن قیس ضعیف ہے، مگر اس کی اگلی سند صحیح ہے۔

حدیث (۳): حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بندے کے دونوں پیر ہٹیں گے نہیں، یہاں تک کہ پوچھا جائے: (۱)اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں اس کو فنا کیا؟ (۲)اس کے علم کے بارے میں کہ کس چیز میں اس کو استعمال کیا؟ (۳و۴)اس کے مال کے بارے میں کہ کہاں سے اس کو کمایا؟ اور کس جگہ خرچ کیا؟ (۵)اور اس کے جسم (جوانی) کے بارے میں کہ کس کام میں اس کو پرانا کیا؟

تشریح: حضرت ابو برزہؓ کی یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، اور اس کا مضمون واضح ہے، پانچ باتوں کا حساب لازمی طور پر دینا ہے: زندگی کے لحات کا کہ وہ کس کام میں خرچ ہوئے، اور جو دین وہ جانتا تھا اس کا حساب دینا ہوگا کہ اس پر کتنا عمل کیا؟ اور اگر نہیں جانا تو اس کا جواب دینا ہوگا کہ کیوں نہیں جانا؟ اور مال کے بارے میں دو سوال ہونگے کہ مال کہاں سے کمایا؟ اور کہاں خرچ کیا؟ مال کے سلسلہ میں انسان ان دونوں باتوں میں آزاد نہیں، پابند ہے، اور جسمانی قوت کے زمانہ میں یعنی جوانی میں کیا کیا؟ ان پانچ باتوں کا حساب ضرور دینا ہے۔

فائدہ: مخلوقات میں ملکیت کا تصور نہیں، کائنات کی ہر چیز کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، مخلوق اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ آپ دیکھیں: کسی جانور کی ملکیت میں کچھ نہیں۔ صرف انسانوں میں عارضی مصلحت سے مجازی ملکیت تسلیم کی گئی ہے۔ اور سورۃ الحدید (آیت ۷) میں یہ بات صاف کردی گئی ہے کہ انسان مال میں اللہ کا نائب ہے، وہ مستقل طور پر مال کا مالک نہیں۔ فرمایا: ﴿أَنفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ یعنی جس مال میں تم کو اللہ نے اپنا قائم مقام بنایا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو لامحالہ کمانے کے سلسلہ میں بھی کچھ پابندیاں ہیں اور اس کے خرچ کرنے کے لئے بھی کچھ ضابطے ہیں، جیسے کسی فرم کا منیجر: کاروبار کرکے مال کماتا ہے، پھر دوکان کی ضروریات میں خرچ کرتا ہے تو اس کو دونوں باتوں کا آقا کو حساب دینا ہوتا ہے، اسی طرح بندوں کو بھی اللہ کے سامنے ان دونوں باتوں کا حساب دینا ہوگا (فائدہ ختم ہوا)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس چیز کو شباب (جوانی) کہا گیا ہے اسی کو حضرت ابو برزہؓ کی حدیث میں جسم (بدن) کہا گیا ہے، بچپن کا زمانہ تو کم عقلی اور ناتوانی کا زمانہ ہے، اس لئے بچہ کو مکلّف نہیں بنایا گیا، اور بڑھاپا قوت کے زوال کا زمانہ ہے، اس لئے اس زمانہ میں بھی بہت سے احکام میں تخفیف کردی گئی ہے، مگر جوانی جسم کی توانائی کا زمانہ ہے، اس لئے بیشتر احکام زندگی کے اسی حصہ سے متعلق ہیں، اس لئے اسی زمانہ کا حساب دینا

ہوگا کہ جوانی جیسی قیمتی چیز کن کاموں میں خرچ کی؟

أبواب صفة القيامة، والرَّقَائِقِ، والْوَرَعِ
عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[١-] بابٌ فى القيامة

[٢٤٠٩-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ عَدِيِّ بنِ حَاتِمٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَا مِنكُمْ مِن رَّجُلٍ، إِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَلَيْس بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تُرْجُمَانٌ، ثُمَّ يَنْظُرُ أَيْمَنَ مِنْهُ، فَلاَ يَرَى شَيْئًا، إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ أَشْأَمَ مِنْهُ، فَلاَ يَرَى شَيْئًا، إِلَّا شَيْئًا قَدَّمَهُ، ثُمَّ يَنْظُرُ تِلْقَاءَ وَجْهِهِ، فَتَسْتَقْبِلُهُ النَّارُ" قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُمْ أَنْ يَقِيَ وَجْهَهُ النَّارَ، وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، فَلْيَفْعَلْ"

حدثنا أَبُوْ السَّائِبِ، نَا وَكِيْعٌ يَوْمًا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ عَنِ الْأَعْمَشِ، فَلَمَّا فَرَغَ وَكِيْعٌ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ، قَالَ: مَنْ كَانَ هٰهُنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ، فَلْيَحْتَسِبْ فِيْ إِظْهَارِ هٰذَا الحديثِ بِخُرَاسَانَ، قَالَ أَبُوْ عيسىٰ: لِأَنَّ الْجَهْمِيَّةَ يُنكِرُوْنَ هٰذَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٤١٠-] حدثنا حُمَيْدُ بنُ مَسْعَدَةَ، ثَنَا حُصَيْنُ بنُ نُمَيْرٍ، أَبُوْ مِحْصَنٍ، نَا حُسَيْنُ بنُ قَيْسٍ الرَّحَبِيُّ، نَا عَطَاءُ بنُ أَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لاَتَزَالُ قَدَمَا ابنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهِ، حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ شَبَابِهِ فِيْمَا أَبْلاَهُ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ، وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ، وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حُسَيْنِ بنِ قَيْسٍ، وَحُسَيْنٌ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ، وَفِي الْبَابِ: عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ.

[٢٤١١-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرحمنِ، نَا الْأَسْوَدُ بنُ عَامِرٍ، نَا أَبُوْ بَكْرِ بنُ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" لاَتَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتَّى يُسْأَلَ: عَنْ عُمُرِهِ: فِيْمَا أَفْنَاهُ؟ وَعَنْ عِلْمِهِ: فِيْمَا فَعَلَ؟ وَعَنْ مَالِهِ: مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ؟ وَفِيْمَا أَنْفَقَهُ؟ وَعَنْ جِسْمِهِ: فِيْمَا أَبْلاَهُ؟"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَسَعِيْدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ جُرَيْجٍ: هُوَ مَوْلَى أَبِيْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ، وَأَبُوْ بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ: اسْمُهُ نَضْلَةُ بنُ عُبَيْدٍ.

بابُ ماجاءَ فِيْ شَأْنِ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ

حساب اور بدلے کا بیان

حساب: یعنی اعمال کی جانچ پڑتال، اور قصاص: یعنی مجرم سے بدلہ لینا، اور شأن: یعنی کیفیت، حالت، صورت، مگر اس باب میں حساب اور قصاص مترادف الفاظ ہیں، قیامت کے دن مجرم سے جو بدلہ لیا جائے گا اس کی صورت کیا ہوگی؟ درج ذیل احادیث میں اس کا بیان ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: ''جانتے ہو مفلس کون ہے؟'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا، اور اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو پیٹا ہوگا، پس وہ (مجرم) بیٹھے گا (بدلہ چکانے کے لئے) پس یہ شخص اس کی نیکیوں میں سے بطور بدلہ لے گا، اور یہ دوسرا بھی اس کی نیکیوں میں سے لے گا، پس اگر اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں، اس سے پہلے کہ اُن گناہوں کا بدلہ چکا دیا جائے جو اس کے ذمہ ہیں، تو ان لوگوں کے گناہوں میں سے لیا جائے گا اور اس (مجرم) پر ڈالا جائے گا، پھر وہ شخص جہنم میں ڈال دیا جائے گا (یہ اس امت کا فقیر ہے!)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائیں اس بندے پر جس کے بھائی کے لئے اس کے پاس کوئی جرم ہے: آبرو میں، یا مال میں، پس وہ اس کے پاس جائے اور اس سے معاف کروالے، اس سے پہلے کہ وہ پکڑا جائے، اور وہاں نہ کوئی دینار ہو نہ کوئی درہم، پھر اگر اس کے لئے نیکیاں ہوں تو اس کی نیکیوں میں سے لیا جائے، اور اگر اس کے لئے نیکیاں نہ ہوں تو اس پر ان لوگوں کے گناہوں میں سے ڈالا جائے۔

حدیث (۳): حقداروں کے حقوق ضرور ادا کئے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ بکری کے لئے سینگ دار بکری سے انتقام لیا جائے گا۔

لغات: اِقْتَصَّ فلانٌ: بدلہ لینا، قصاص لینا...... مَظْلِمَةٌ: باب ضرب کا مصدر ہے، اور بطور اسم بمعنی ظلم مستعمل ہے...... اِسْتَحَلَّ فَلانٌ الشيئَ: کسی سے کوئی چیز حلال کرانا، یعنی معاف کرانا...... الجَلْحَاءُ: الأَجْلَح کا مؤنث: بے سینگ جانور، جَلَحَ (س) الثَّوْرُ: بیل کا بے سینگ ہونا اس کے لئے دوسرا لفظ الجَمَّاء ہے...... الْقَرْنَاءُ: أَقْرَنُ کا مؤنث: لمبے سینگوں والا جانور...... تُقَاد (فعل مجہول) أَقَادَ القَاتِلَ بِالقَتِيْلِ: مقتول کے بدلہ میں قاتل کو مارنا، تُقَادُ: بدلہ لیا جائے گا۔

تشریح: ان حدیثوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آخرت میں بدلہ لینے کی صورت کیا ہوگی؟ پہلے اہل حقوق کو

نیکیاں دی جائیں گی، پھر جب نیکیاں ختم ہوجائیں گی تو اہل حقوق کے گناہ مجرم پر ڈالے جائیں گے، کیونکہ وہاں مال سامان نہیں ہوگا، پس بدلہ چکانے کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہوگی۔

رہی یہ بات کہ جانوروں کا بدلہ چکایا جائے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، امام ابوالحسن اشعریؒ کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ جانوروں کا کوئی حساب نہیں، اور تیسری حدیث: صرف تمثیل یعنی پیرایہ بیان ہے، مگر عام رائے یہ ہے کہ جانور بھی دوبارہ پیدا کئے جائیں گے اور ان کا بھی حساب ہوگا، تیسری حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

[۲-] بابُ ماجاءَ فِیْ شَأْنِ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ

[۲٤۱۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ مُحمدٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِی هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" أَتَدْرُوْنَ مَنِ الْمُفْلِسُ؟" قَالُوْا: الْمُفْلِسُ فِيْنَا يَارسولَ اللّٰهِ! مَنْ لاَ دِرْهَمَ لَهُ وَلاَمَتَاعَ، قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم :" الْمُفْلِسُ مِنْ أُمَّتِیْ: مَنْ يَأْتِی يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلاَةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِی قَدْ شَتَمَ هٰذَا، وَقَذَفَ هٰذَا، وَأَكَلَ مَالَ هٰذَا، وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا، وَضَرَبَ هٰذَا، فَيَقْعُدُ، فَيَقْتَصُّ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْتَصَّ مَا عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَايَا: أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ، فَطُرِحَ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲٤۱۳-] حدثنا هَنَّادٌ، وَنَصْرُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوْفِیُّ، قَالاَ: نَا الْمُحَارِبِیُّ، عَنْ أَبِیْ خَالِدٍ يَزِيْدَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَبِیْ أُنَيْسَةَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا! كَانَتْ لِأَخِيْهِ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ فِیْ عِرْضٍ، أَوْ مَالٍ، فَجَاءَ هُ فَاسْتَحَلَّهُ قَبْلَ أَنْ يُؤْخَذَ، وَلَيْسَ ثَمَّ دِيْنَارٌ وَلاَ دِرْهَمٌ، فَإِنْ كَانَتْ لَهُ حَسَنَاتٌ: أُخِذَ مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ: حَمَلُوْا عَلَيْهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِمْ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَى مَالِكُ بنُ أَنَسٍ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِیِّ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

[۲٤۱٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ مُحمدٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِی هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" لَتُؤَدَّنَّ الْحُقُوْقُ إِلَى أَهْلِهَا، حَتَّى تُقَادَ الشَّاةُ الْجَلْحَاءُ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ"

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ أُنَيْسٍ، حديثُ أَبِیْ هريرةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

قیامت کے دن لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہونگے

حدیث (۱): حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج بندوں سے قریب کردیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ایک میل یا فرمایا: دو میل کے بقدر رہ جائے گا (یہ راوی کا شک ہے، اور مسلم شریف میں کمِقدار میل بغیر شک کے ہے) حدیث کے راوی سُلیم بن عامر کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ نبی ﷺ نے کونسا ''میل'' مراد لیا ہے؟ زمین کی مسافت کا میل (MILE) مراد لیا ہے یا سرمہ لگانے کی سلائی مراد لی ہے؟ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے لَمَعات التنقیح میں لکھا ہے کہ سلائی کے معنی مراد لینا بعید ہے) نبی ﷺ نے فرمایا: پس سورج لوگوں کو پگھلا دے گا، پس لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ہونگے، کوئی ان میں سے وہ ہوگا جس کو پسینہ اس کی ایڑی تک پکڑے گا اور کوئی وہ ہوگا جس کو پسینہ اس کے گھٹنوں تک پکڑے گا اور کوئی وہ ہوگا جس کو پسینہ اس کی کمر تک پکڑے گا، اور کوئی وہ ہوگا جس کو پسینہ لگام دیدے گا۔ حضرت مقدادؓ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا: آپؐ اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ پسینہ لگام دے گا لگام دینا، یعنی پسینہ منہ تک پہنچ جائے گا اور لگام کی طرح کلام سے روک دے گا۔

تشریح: مگر اللہ کے نیک بندے اس سے محفوظ رہیں گے، پہلے یہ حدیث گذری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہیں ہوگا اپنا سایہ عنایت فرمائیں گے اور یہ اضافت تشریف کے لئے ہے اور یہ سایہ مخلوق ہوگا، پس یہ صفاتِ متشابہات کی حدیث نہیں، رہی یہ بات کہ سایہ کس چیز کا ہوگا؟ اس کی تعیین مشکل ہے، اور جو لوگ تاویل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عرش کے سایہ میں رکھیں گے یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ عرش کوئی مادی چیز نہیں، جس کا سایہ ہو۔

حدیث (۲): سورۃ التطفیف آیت ٦ ہے: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: جس دن تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے، اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ پسینہ میں کھڑے ہونگے، اپنے آدھے کانوں تک'' یعنی لوگ پسینہ میں آدھے کانوں تک شرابور ہونگے، کیونکہ جب سورج ایک میل کے فاصلہ پر آجائے گا تو اس کی تپش کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟!

تشریح: یہ حدیث حماد بن زید کے خیال میں حکماً مرفوع ہے، پھر امام ترمذی رحمہ اللہ نے نافع کے دوسرے شاگرد ابن عون کی سند پیش کی ہے، اس میں یہ حدیث صراحتاً مرفوع ہے، اور باب کی دونوں حدیثیں مسلم شریف (کتاب الجنۃ باب ۱۵) میں ہیں۔

لغات: إذا كان يومُ القيامة: میں کان تامہ ہے، اور یوم القیامۃ اس کا فاعل ہے...... **أُدْنِيَتْ**: باب افعال سے فعل مجہول ہے، أَدْنٰى يُدْنِي إِدْنَاءً الشيئَ: قریب کرنا...... **میل** کے دو معنی ہیں: (۱) زمین کا خاص فاصلہ جو قدیم زمانہ میں چار ہزار ذراع کے بقدر ہوتا تھا اور آج کل کے حساب سے سولہ سو نو میٹر ہوتا ہے، حدیث میں یہ معنی مراد ہیں (۲) سرمہ لگانے کی سلائی، حدیث میں یہ معنی مراد نہیں...... **صَهَرَ الشيئَ بالنار** (ف) صَهْرًا: پگھلانا، گلانا، اور حدیث میں مراد پسینہ میں شرابور ہونا ہے...... **الحَقْو**: کوکھ، کمر...... **أَلْجَمَ الدَّابَّةَ**: جانور کو لگام دینا، **أَلْجَمَ المَاءُ فلانًا**: پانی کا منہ تک آنا...... **الرَّشْح**: **العَرَق**: پسینہ۔

[۳-] بابٌ

[۲٤۱٥-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ يَزِيْدَ بنِ جَابِرٍ، ثَنِي سُلَيْمُ بنُ عَامِرٍ، نَا الْمِقْدَادُ صَاحِبُ رَسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ: أُدْنِيَتِ الشَّمْسُ مِنَ الْعِبَادِ، حَتَّى تَكُوْنَ قِيْدَ مِيْلٍ، أَوِ اثْنَتَيْنِ ــ قَالَ سُلَيْمُ بنُ عَامِرٍ: لاَ أَدْرِيْ أَيَّ الْمِيْلَيْنِ عَنَى، أَمَسَافَةَ الْأَرْضِ، أَمِ المِيْلَ الَّذِي يُكْحَلُ بِهِ الْعَيْنُ؟ ــ قَالَ: " فَتَصْهَرُهُمُ الشَّمْسُ، فَيَكُوْنُوْنَ فِيْ العَرَقِ بِقَدْرِ أَعْمَالِهِمْ: فَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى عَقِبِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَأْخُذُهُ إِلَى حَقْوَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا " فَرَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يُشِيْرُ بِيَدِهِ إِلَى فِيْهِ، أَيْ يُلْجِمُهُ إِلْجَامًا.

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، وابنِ عُمَرَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲٤۱٦-] حدثنا أَبُوْ زَكَرِيَّا يَحْيىَ بنُ دُرُسْتَ الْبَصْرِيُّ، نَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ ــ قَالَ حَمَّادٌ: وَهُوَ عِنْدَنَا مَرْفُوْعٌ ــ: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ قَالَ: "يَقُوْمُوْنَ فِي الرَّشْحِ إِلَى أَنْصَافِ آذَانِهِمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا هَنَّادٌ، نَا عِيْسَى بنُ يُوْنُسَ، عَنْ ابنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

بابُ ماجاء فِي شَأْنِ الْحشْرِ

قیامت کے دن مخلوق کو جمع کرنے کا بیان

الحشرُ: بابِ نصر وضرب کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جمع کرنا، لے چلنا۔ **حَشَرَ اللّٰهُ الْخلْقَ**: قبروں سے

اٹھا کر زندہ کر کے لے چلنا، اور المَحْشَر (بفتح الشين و كسرها) اکٹھا ہونے کی جگہ، میدانِ حشر، جہاں قیامت کے دن سب مخلوقات کو جمع کیا جائے گا۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے جیسے وہ پیدا کئے گئے تھے جمع کئے جائیں گے، پھر آپؐ نے سورۃ الانبیاء کی آیت ۱۰۴ پڑھی: ''جس طرح ہم نے پہلی بار آفرینش کی ابتداء کی ہے اسی طرح ہم اس کو دوبارہ لوٹائیں گے، یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے، ہم ضرور اس کو کرنے والے ہیں'' پھر سب سے پہلے مخلوقات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا (پھر آپؐ کو لباس پہنایا جائے گا، جیسا کہ ابن المبارک نے کتاب الزہد میں بیان کیا ہے) اور میرے ساتھیوں میں سے کچھ کو دائیں اور بائیں ہٹایا جائے گا، پس میں کہونگا: اے میرے پروردگار! یہ میرے صحابہ ہیں (ان کو آنے دیا جائے) پس جواب دیا جائے گا: آپؐ یقیناً نہیں جانتے وہ نئی بات جو انھوں نے آپؐ کے بعد پیدا کی تھی، یہ لوگ برابر اپنی ایڑیوں پر پلٹتے رہے، جب سے آپؐ ان سے جدا ہوئے، پس میں وہی بات کہوں گا جو نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہی ہے: ''اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں، اور اگر آپ ان کو معاف کر دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں'' (المائدۃ آیت ۱۱۸)

تشریح: یہ حدیث مغیرۃ بن النعمان سے سفیان ثوری اور شعبہ رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، پہلی سند سفیان کی ہے اور دوسری شعبہ کی ...... حُفاۃٌ: حافٍ: اسم فاعل کی جمع ہے، حَفِيَ يَحْفَى (س) حَفًا: برہنہ پا ہونا ...... عُرَاۃٌ: عارٍ: اسم فاعل کی جمع ہے، عَرِيَ (س) مِنْ ثِيابه، يَعْرَى عُرْيًا: برہنہ ہونا، ننگا ہونا ...... غُرْلاً: أَغْرَل کی جمع ہے: غیر مختون، اور اس کے لئے دوسرا لفظ أَقْلَف ہے، ختنہ میں جو چمڑی کاٹی جاتی ہے اس کو غُرْلۃ کہتے ہیں ...... قیامت کے دن جو نشأتِ ثانیہ ہوگی اس میں تمام اعضاء کا اعادہ ہوگا، اور جس طرح پہلی بار پیدا کیا گیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کیا جائے گا، پس ختنہ کی جو کھال کاٹ دی جاتی ہے وہ بھی تخلیق میں شامل ہوگی، پھر کیا ہوگا؟ یہ معلوم نہیں، یعنی جنت میں لوگ غیر مختون رہیں گے یا ختنہ کی کھال ہٹا دی جائے گی؟ اس سلسلہ میں روایات میں کچھ نہیں آیا ...... اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو سب سے پہلے لباس پہنایا جائے گا: یہ ایک جزوی فضیلت ہے، جیسے خُلّت (انتہائی دوستی) ان کی جزوی فضیلت ہے، پس اس سے نبی ﷺ کی کلی فضیلت پر حرف نہیں آتا۔

اور جن لوگوں کو حوضِ کوثر پر آنے سے روکا جائے گا، اور ان کو دائیں بائیں دھکیل دیا جائے گا: وہ لوگ وہ ہونگے جو حضور ﷺ کے زمانہ میں ایمان لائے تھے، پھر وفاتِ نبوی کے بعد مرتد ہوگئے، مسیلمہ کذاب وغیرہ کے فتنہ کا شکار ہوگئے، اور اسی حال میں مرگئے اس لئے ان کی صحابیت باطل ہوگئی، مگر آپؐ کو اس کی اطلاع نہیں، اس لئے آپؐ نے ان کو ''اصحاب'' فرمایا۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی ﷺ عالم الغیب نہیں، نہ آپؐ حاضر ناظر ہیں، یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

فائدہ: حوضِ کوثر: صراطِ مستقیم کا پیکر محسوس ہے، پس جو لوگ اہل السنہ والجماعہ کے عقائد کے حامل ہیں: وہی حوض پر پہنچیں گے اور سیراب ہونگے، اور جو گمراہ فرقوں میں شامل ہیں: ان کو فرشتے دھکے دے کر لائن سے ہٹا دیں گے...... اور حوضِ کوثر: ہر نبی کے لئے ہوگا، مگر ہمارے نبی ﷺ کا حوض سب سے بڑا ہوگا، اور اس پر آبخورے آسمان کے تاروں کے بقدر ہونگے، اور حوض کوثر میدانِ حشر میں ہوگا۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّكُمْ تُحْشَرُوْنَ رِجَالاً وَرُكْبَانًا وَتُجَرُّوْنَ عَلَى وُجُوْهِكُمْ: تم یقیناً قیامت کے میدان میں جمع کئے جاؤ گے، پیادہ پا اور سوار، اور تم تمہارے چہروں کے بل گھسیٹے جاؤ گے۔

تشریح: رِجَال: رَاجِل کی جمع ہے: پیادہ پا، اور رُکبان: راکِب کی جمع ہے: اونٹ پر سوار...... ایمان میں کامل لوگ سوار ہوکر میدان محشر میں پہنچیں گے، اور عام مؤمنین پیادہ پا جائیں گے، اور چونکہ ان کی تعداد زیادہ ہوگی اس لئے رِجالاً کو پہلے لایا گیا ہے، اور کفار کوان کے چہروں کے بل گھسیٹ کر میدان محشر میں لے جایا جائے گا، پھر وہاں سے جہنم کی طرف بھی ان کو ایسے ہی لے جایا جائے گا۔ سورۃ الفرقان (آیت ۳۴) میں ہے: ﴿الَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلَى وُجُوْهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ﴾ وہ لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے۔

[٤-] بابُ ماجاء فِي شَأْنِ الْحشْرِ

[٢٤١٧-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، نا سُفْيَانُ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بنِ النُّعْمَانِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً، كَمَا خُلِقُوْا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهُ، وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ﴾ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى مِنَ الْخَلاَئِقِ إِبْرَاهِيْمُ، وَيُؤْخَذُ مِنْ أَصْحَابِيْ بِرِجَالٍ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ، فَأَقُوْلُ يَارَبِّ! أَصْحَابِيْ! فَيُقَالُ: إِنَّكَ لاتَدْرِيْ مَا أَحْدَثُوْا بَعْدَكَ، إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ، فَأَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ:﴿ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ، وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، وَمُحمدُ بنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ: نَا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بنِ النُّعْمَانِ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

[٢٤١٨-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نا يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، نَا بَهْزُ بنُ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" إِنَّكُمْ تُحْشَرُوْنَ رِجَالاً وَرُكْبَانًا، وَتُجَرُّوْنَ عَلَى وُجُوْهِكُمْ "

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: دونوں حدیثوں کی اسنادی حالت اچھی ہے، پہلی حدیث کے آخر میں مصری نسخہ میں ہے: قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح اور دوسری سند کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے: إسناده قوی۔

بابُ مَاجَاءَ فِي الْعَرْضِ

اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا بیان (پہلا باب)

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن لوگوں کی پیشی تین بار ہوگی، ان میں سے پہلی دو پیشیاں: جھگڑا اور بہانے ہونگے، اور تیسری پیشی میں نامۂ اعمال اڑ اکر ہاتھوں میں پہنچائے جائیں گے، پس کوئی اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔

تشریح: ثلاثُ عَرَضَاتٍ: (بفتحتين) أی ثلاث مَرَّاتٍ...... پہلی پیشی میں لوگ اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں گے، وہ کہیں گے: ہمیں انبیاء نے دین نہیں پہنچایا، ہم اس سے محض بے خبر تھے، اس لئے انبیاء کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: ہم نے ان کو دین پہنچایا تھا، پس انبیاء سے گواہ طلب کئے جائیں گے، کیونکہ وہ مدعی ہونگے، وہ امت محمدیہ کو گواہی میں پیش کریں گے، کفار ان گواہوں پر جرح کریں گے کہ یہ ہمارے زمانہ کے لوگ نہیں، یہ کیسے گواہی دیتے ہیں؟ پس گواہوں سے پوچھا جائے گا کہ جب تم ان اقوام کے زمانہ میں نہیں تھے تو تم گواہی کیسے دے رہے ہو؟ یہ امت جواب دے گی: ہمیں یہ باتیں ہمارے پیغمبر ﷺ نے بتائی ہیں، چنانچہ نبی ﷺ کو دربار میں لایا جائے گا، آپؐ عرض کریں گے: پروردگار! میری امت صحیح کہتی ہے، میں نے ان کو یہ باتیں بتائی ہیں، اور میں نے ان کو یہ باتیں اس بنیاد پر بتائی ہیں کہ آپ نے قرآن مجید میں یہ باتیں نازل فرمائی ہیں، پس بات لوٹ کر اللہ تعالیٰ پر چلی جائے گی، اور ان مجرموں کو خواہی نخواہی اعتراف کرنا پڑے گا، اس کے بعد کورٹ کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ پھر دوسری پیشی میں کفار جرم کا اعتراف کریں گے ﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْبِهِمْ﴾ وہ اپنے جرم کا اقرار کریں گے، مگر طرح طرح کے بہانے بنائیں گے، کہیں گے: ہم سے بھول ہوگئی، ہم سے چوک ہوگئی، ہم نادان تھے، ہمیں ہمارے بڑوں نے گمراہ کیا وغیرہ وغیرہ۔ اور اس دوسری پیشی میں بھی معاملہ نمٹے گا نہیں، ابھی ان کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں سنایا جائے گا۔

پھر تیسری پیشی کے وقت نامۂ اعمال اڑائے جائیں گے، وہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچیں گے، نیک بختوں کے دائیں ہاتھ میں پہنچیں گے اور بد بختوں کے بائیں ہاتھ میں: ''اس دن انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا جتلا دیا جائے گا، اور انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہیں ہوگا کیونکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا، خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے'' (سورۃ القیامہ آیت ۱۳-۱۵) پھر اس پیشی میں نامۂ اعمال کے مطابق بندوں کے درمیان فیصلے کردیئے جائیں گے، جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں۔

سند کی بحث: یہ حدیث حضرت حسن بصریؒ: حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی روایت کرتے ہیں اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی، مگر دونوں روایتیں منقطع ہیں، حضرت حسنؒ کا سماع نہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے نہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے، اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ابن ماجہ (حدیث ۴۲۷۷ کتاب الزھد باب ۳۳) میں ہے۔

[۵-] بابُ مَاجَاءَ فِي الْعَرْضِ

[۲٤۱۹-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ عَلِيِّ بنِ عَلِيٍّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيْ هُريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " يُعْرَضُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلاَثَ عَرَضَاتٍ، فَأَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَمَعَاذِيْرُ، وَأَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِيْرُ الصُّحُفُ فِيْ الأَيْدِيْ، فَآخِذٌ بِيَمِيْنِهِ، وَآخِذٌ بِشِمَالِهِ"

وَلاَيَصِحُّ هٰذَا الحديثُ مِنْ قِبَلِ أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيْ هُريرةَ، وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ عَلِيِّ بنِ عَلِيٍّ، وَهُوَ الرِّفَاعِيُّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

لغت: مَعَاذِيْر: مَعْذِرَة کی جمع ہے: حیلے بہانے، یہ لفظ سورۃ القیامہ میں آیا ہے۔

بابٌ مِنْهُ

اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا بیان (دوسرا باب)

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ: جس سے حساب لینے میں مناقشہ کیا گیا وہ تباہ ہوا، نُوْقِشَ: نَاقَشَهُ مُنَاقَشَةً کا مجہول ہے، جس کے معنی ہیں: کسی کے ساتھ حساب وکتاب میں بحث کرنا، مکمل اور تفصیلی حساب لینا اور ردوکد کرنا...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! سورۃ الانشقاق (آیت ۷و۸) میں ہے: ''جس کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: اس سے آسان حساب لیا جائے گا'' اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جس سے حساب لیا جائے گا: تباہ نہیں ہوگا۔ بعض سے آسان حساب لیا جائے گا۔ نبی ﷺ نے جواب دیا: ذَاكَ العَرْضُ: وہ آسان حساب لینا صرف پیش کرنا ہوگا یعنی اس حساب میں مناقشہ نہیں ہوگا، اللہ بندے کو بلاکر اس کے سامنے اس کے سب اعمال رکھ دیں گے، پھر اس کی مغفرت فرمادیں گے، حساب میں جس سے مناقشہ ہوگا اس کی لٹیا ڈوبے گی! اللّٰهم احْفَظْنَا منه!

[٦-] بابٌ مِنْهُ

[۲٤۲۰-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُثْمَانَ بنِ الأَسْوَدِ، عَنِ ابنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ، عَنْ

عَائِشَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: ”مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ هَلَكَ“ قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهِ، فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيْرًا﴾ قَالَ: ”ذَاكَ الْعَرْضُ“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَرَوَاهُ أَيُّوْبُ أَيْضًا عَنْ ابنِ أَبِيْ مُلَيْكَةَ.

بابٌ مِنْهُ

اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا بیان (تیسرا باب)

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن انسان لایا جائے گا گویا وہ بکری کا بچہ ہے یعنی ذلیل وبے حیثیت ہوگا، البَذَج: بکری کا بچہ، پس وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے تجھے (مال) دیا تھا، اور میں نے تجھے ازراہ کرم دیا تھا، اور میں نے تجھ پر انعام کیا تھا (تینوں کا مطلب ایک ہے) پس تو نے کیا کیا؟ یعنی میرا دیا ہوا مال کس کام میں خرچ کیا؟ (خَوَّلَهُ الشيئَ: کسی کو ازراہ کرم کوئی چیز دینا) پس بندہ کہے گا: میں نے اس کو جمع رکھا، اور میں نے اس کو بڑھایا، اور میں نے اس کو چھوڑا اس سے زیادہ جتنا تھا وہ، یعنی میں موت پر اس مال کو دنیا میں چھوڑ کر آیا ہوں، پس آپ مجھے لوٹائیں، میں وہ سارا مال آپ کے پاس لے کر آتا ہوں، پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: مجھے وہ کام دکھلا جو تو نے آگے بھیجا ہے، یعنی جو مال دنیا میں پیچھے چھوڑ کر آیا ہے وہ مجھے نہیں دیکھنا، مجھے وہ نیک اعمال دکھلا جو تو نے اس مال میں کئے ہیں، بندہ پھر وہی بات عرض کرے گا کہ اے میرے پروردگار! میں نے اس مال کو رکھا، اور اس کو بڑھایا، پس اس کو چھوڑا اس سے زیادہ جتنا تھا، پس مجھے لوٹائیں میں آپ کے پاس وہ سارا مال لے کر آتا ہوں، پس اچانک بندے نے اپنے آگے کوئی نیک کام نہیں بھیجا ہوگا، چنانچہ اس کو دوزخ میں لے جایا جائے گا۔

تشریح: یہ حدیث متعدد روات: حضرت حسن بصریؒ سے ان کا قول روایت کرتے ہیں وہ اس حدیث کو مرفوع نہیں کرتے، اسماعیل ہی اس کو مرفوع کرتا ہے جو ضعیف ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: بندے کو قیامت کے دن (اللہ کے سامنے) لایا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے سننے دیکھنے کی طاقت، اور مال اولاد نہیں دی تھی؟ اور تیرے لئے چوپایوں اور کھیتی کو مسخر نہیں کیا تھا؟ اور کیا میں نے تجھے اس شان کا نہیں بنایا تھا کہ تو سرداری کرے، اور مال غنیمت کا چوتھائی وصول کرے؟ پس کیا تیرا گمان تھا کہ تو اپنے اس دن سے ملنے والا ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں (میں قیامت کا یقین نہیں رکھتا تھا) پس اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے:

آج میں تجھے بھلادوں گا، یعنی تیری مغفرت نہیں کروں گا، جس طرح تو نے مجھے بھلادیا تھا۔

تشریح: سورۃ الاعراف (آیت ۵۱) میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکے میں ڈالے رکھا تھا: آج ہم ان کو بھول جائیں گے جس طرح انھوں نے اپنے اس دن کو بھلادیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے، ان کی مغفرت نہیں فرمائیں گے، اور ایسا معاملہ کفار ہی کے ساتھ ہوگا، مؤمنین کا حال اس سے مختلف ہوگا، ان سے آسان حساب لیا جائے گا، اور آسان حساب کی مختلف صورتیں ہونگی: ایک یہ کہ وہ بے حساب بخش دیئے جائیں گے۔ دوم: یہ کہ حساب میں مناقشہ نہیں ہوگا، صرف پیشی ہوگی، ان کے سامنے ان کے اعمال رکھ دیئے جائیں، پھر بخشش کردی جائے گی، سوم: یہ کہ دائمی عذاب نہیں ہوگا، یہ بھی آسان حساب کی ایک صورت ہے۔

[۷-] بابٌ مِنْهُ

[۲۴۲۱-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْحَسَنِ، وَقَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" يُجَاءُ بِابْنِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّهُ بَذَجٌ، فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ تَعَالٰى، فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَعْطَيْتُكَ، وَخَوَّلْتُكَ، وَأَنْعَمْتُ عَلَيْكَ، فَمَاذَا صَنَعْتَ؟ فَيَقُوْلُ: جَمَعْتُهُ، وَثَمَّرْتُهُ، وَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَاكَانَ، فَارْجِعْنِيْ آتِكَ بِهِ كُلِّهِ، فَيَقُوْلُ لَهُ: أَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! جَمَعْتُهُ، وَثَمَّرْتُهُ، فَتَرَكْتُهُ أَكْثَرَ مَاكَانَ، فَارْجِعْنِيْ آتِكَ بِهِ كُلِّهِ، فَإِذَا عَبْدٌ لَمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا، فَيُمْضٰى بِهِ إِلَى النَّارِ"

قَالَ أَبُوْ عِيسىٰ: وَقَدْ رَوٰى هٰذَا الحديثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْحَسَنِ قَوْلَهُ، وَلَمْ يُسْنِدُوْهُ، وَإِسْمَاعِيْلُ بنُ مُسْلِمٍ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ، وَفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ.

[۲۴۲۲-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مُحمدٍ الزُّهْرِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا مَالِكُ بنُ سُعَيْرٍ، أَبُوْ مُحمدٍ الْكُوْفِيُّ التَّمِيْمِيُّ، نَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَعَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَا: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: يُؤْتٰى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيَقُوْلُ لَهُ: أَلَمْ أَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا، وَبَصَرًا، وَمَالاً، وَوَلَداً، وَسَخَّرْتُ لَكَ الْأَنْعَامَ وَالْحَرْثَ، وَتَرَكْتُكَ تَرْأَسُ وَتَرْبَعُ، فَكُنْتَ تَظُنُّ أَنَّكَ مُلَاقِي يَوْمَكَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُ: لَا. فَيَقُوْلُ لَهُ: اَلْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِيْ "

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ: اَلْيَوْمَ أَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِي: اَلْيَوْمَ أَتْرُكُكَ فِي الْعَذَابِ، وَكَذَا فَسَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ هٰذِهِ الآيَةَ: ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ﴾ قَالُوْا: مَعْنَاهُ: اَلْيَوْمَ نَتْرُكُهُمْ فِي الْعَذَابِ.

بابٌ مِنْهُ

اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا بیان (چوتھا باب)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ الزلزال کی آیت ۴ تلاوت فرمائی جس میں ہے کہ قیامت کے دن زمین اپنی سب باتیں بیان کردے گی، یہ آیت تلاوت فرما کر نبی ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: جانتے ہو زمین کی باتیں کیا ہونگی؟ صحابہ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، پس آپؐ نے فرمایا: زمین کی باتیں یہ ہیں کہ وہ ہر بندے اور بندی کے خلاف ان باتوں کی گواہی دے گی جو اس نے زمین کی پیٹھ پر کئے ہیں، زمین کہے گی: تو نے فلاں فلاں دن میری پیٹھ پر یہ یہ کام کئے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: اس کا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق زمین ساری باتیں اگل دے گی، کورٹ میں جب مقدمہ چلتا ہے تو دستاویزات کی ضرورت ہوتی ہے، زمین کی یہ گواہی اسی قبیل سے ہوگی۔

[۸-] بابٌ مِنْهُ

[۲٤۲۳-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَاسَعِيْدُ بنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ، نَا يَحْيَى بنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمُقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ﴿يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا﴾ قَالَ: "أَتَدْرُوْنَ مَا أَخْبَارُهَا؟" قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: "فَإِنَّ أَخْبَارَهَا: أَنْ تَشْهَدَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ أَوْ أَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرِهَا، أَنْ تَقُوْلَ: عَمِلَ كَذَا وَكَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا" قَالَ: "بِهٰذَا أَمَرَهَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بابُ مَاجَاءَ فِي الصُّوْرِ

صور اسرافیلؑ کا بیان

الصور: نرسنگا (بڑا سینگ) بگل (BUGLE) قرآن کریم میں دس جگہ صور کا تذکرہ آیا ہے۔

حدیث (۱): ایک بدو نے نبی ﷺ سے اس کی حقیقت پوچھی۔ آپؐ نے فرمایا: قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيْهِ: وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔

تشریح: سینگ: نوک کی طرف سے باریک ہوتا ہے اور دوسری طرف سے کشادہ ہوتا ہے، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام جس صور میں پھونکیں گے، اس کی پوری حقیقت ابھی کوئی نہیں جانتا، نبی ﷺ نے اس کو سینگ سے

تشبیہ دی ہے، اور سینگ کی طرح کے باجے آج بھی بنتے ہیں، اس کا پتلا حصہ منہ میں لے کر پھونکا جائے تو بہت بلند آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور صور کی یہ حدیث طویل ہے، جس کو ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور علامہ ابن کثیر نے اس کو نہایۃ البدایہ (۱: ۲۴۵) میں نقل کیا ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مجھے کیسے چین آئے، اور سینگ والے نے سینگ اپنے منہ میں لے رکھا ہے، اور کان لگا کر اجازت کا منتظر ہے کہ کب پھونکنے کا حکم ملے تو وہ پھونکے۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد گویا صحابہ پر بھاری ہوا، یعنی صحابہ خوف زدہ ہو گئے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ پس آپؐ نے فرمایا: کہو: حَسْبُنَا اللّٰهُ، وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا: اللہ ہمارے لئے کافی ہیں، اور وہ بہترین کارساز ہیں، ہم اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کا ایک راوی خالد بن طُہمان ابوالعلاء کوفی معمولی راوی ہے، اس پر شیعہ ہونے کا الزام تھا اور آخر عمر میں اس کا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا، اس لئے حدیث صرف حسن ہے...... أَنْعَمُ: فعل مضارع واحد متکلم: میں کیسے خوش ہوؤں، مجھے کیسے چین آئے، نَعِمَ عِيْشُهُ (س) خوش ہونا...... التقَمَ: منہ میں لیا...... حسبنا الله: مبتدا خبر ہیں ...... نعم الوکیل کے بعد ھو مخصوص بالمدح محذوف ہے۔

فائدہ: جب بھی کوئی پریشانی پیش آئے خواہ وہ دنیا کا معاملہ ہو یا آخرت کا تو حسبنا الله ونعم الوکیل، علی الله توکلنا: بار بار کہنا چاہئے، یہ بہت قیمتی ذکر ہے، اس سے بڑی سے بڑی گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔ طلبہ یہ ذکر یاد کرلیں، اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

[۹-] بابُ مَاجَاءَ فِي الصُّوْرِ

[۲٤۲٤-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَسْلَمَ العِجْلِيِّ، عَنْ بِشْرِ بنِ شَغَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرِو بنِ الْعَاصِ، قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: مَا الصُّوْرُ؟ قَالَ: "قَرْنٌ، يُنْفَخُ فِيْهِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ غيرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، وَلاَ نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِهِ.

[۲٤۲۵-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا خَالِدٌ أَبُوْ الْعَلاَءِ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "وَكَيْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الْقَرْنِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ، وَاسْتَمَعَ الإِذْنَ، مَتى يُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ، فَيَنْفُخَ" فَكَأَنَّ ذٰلِكَ ثَقُلَ عَلَى أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ لَهُمْ: "قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ، وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ، عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غيرِ وَجْهٍ هٰذَا الحديثُ عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

بابُ ماجاءَ فِي شَأْنِ الصِّرَاطِ

پل صراط کا بیان

پل: صراط کا ترجمہ ہے: اصل اور ترجمہ کو ملا کر ایک لفظ بنایا ہے، اردو میں ایسا بہت ہوتا ہے، جیسے آب زم زم، پیش امام وغیرہ...... قیامت کا دن اس دنیا کا آخری دن ہے، اور جنت وجہنم دوسری دنیا میں ہیں، قیامت کے دن جب جنت وجہنم کے فیصلے ہوجائیں گے تو لوگ اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل کئے جائیں گے، وہ ایک پُل (Bridge) کے ذریعہ منتقل کئے جائیں گے، جنتی اس سے پار ہوجائیں گے اور جہنمیوں کو آنکڑے جہنم کی طرف کھینچ لیں گے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مؤمنین کا شعار پل صراط پر: اے پروردگار! بچا! بچا!! ہوگا۔

تشریح: الشِّعار: علامت، خاص نشان (Motto) نعرہ، وہ عبارت جس سے کوئی جماعت اپنا تعارف کرائے جیسے مسلمان نعرۂ تکبیر لگاتے ہیں، یہ مسلمانوں کا شعار ہے۔ الله أكبر سے پہچانے جاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں۔ اسی طرح پل صراط پر انبیاء اور امتوں کا شعار: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ! ہوگا، یعنی ہر ایک کی زبان پر یہی دعا ہوگی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پل صراط کا معاملہ بڑا سنگین ہے، اس سے کون پار ہوتا ہے اور کسے آنکڑے کھینچ لیتے ہیں؟ اس کی کسی کو خبر نہیں، اس لئے اس موقع پر ہر شخص انتہائی درجہ گھبرائے ہوئے ہوگا، اور سلامتی کی دعا کر رہا ہوگا۔

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو نبی ﷺ کے خادم تھے، آپؐ سے درخواست کی کہ میرے لئے قیامت کے دن سفارش فرمائیں، آپؐ نے فرمایا: أَنَا فَاعِلٌ: میں تمہاری سفارش کروں گا۔ حضرت انسؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں آپؐ کو کہاں تلاش کروں؟ آپؐ نے فرمایا: أُطْلُبْنِيْ أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ: مجھے سب سے پہلے جب تم مجھے تلاش کرو تو پل صراط پر تلاش کرنا۔ حضرت انسؓ نے عرض کیا: اگر میری آپؐ سے پل صراط پر ملاقات نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ: پس تم مجھے میزانِ عمل کے پاس تلاش کرنا۔ حضرت انسؓ نے پوچھا: اگر میزانِ عمل کے پاس (بھی) آپؐ مجھے نہ ملیں؟ آپؐ نے فرمایا: فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْحَوْضِ: پس آپ مجھے حوض کوثر پر تلاش کریں۔ فَإِنِّيْ لَا أُخْطِئُ هذه الثَّلَاثَ الْمَوَاطِنَ: پس میں ضرور ان تین جگہوں میں مل جاؤں گا (ان جگہوں کو چوکونگا نہیں!)

تشریح: قیامت کے دن ترتیب اس طرح ہوگی، سب سے پہلے میدانِ حشر میں حوضِ کوثر ہوگا، پھر میزانِ عمل، پھر پل صراط۔ اور اس حدیث میں اس کے برعکس ہے، پس ممکن ہے یہ ترتیب ہول وشدت یعنی معاملہ کی سنگینی کے اعتبار سے ہو، کیونکہ سب سے سنگین معاملہ پل صراط پر ہوگا، اس سے کم میزانِ عمل پر، اور سب سے کم حوضِ کوثر پر، حوض کوثر پر تو صرف یہ ڈر رہے گا کہ فرشتے لائن سے ہٹا نہ دیں، اور میزانِ عمل پر یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ کونسا پلڑا جھکتا ہے؟

اور پل صراط کا معاملہ بہت ہی سخت ہے، پس ہول وشدت کے لحاظ سے پہلے پل صراط کا پھر میزانِ عمل کا، پھر حوض کوثر کا تذکرہ کیا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ راوی کا تصرف ہو، حرب بن میمون ابوالخطاب انصاری معمولی راوی ہے۔

یہاں دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ابوداؤد (حدیث ۴۷۵۵ کتاب السنۃ باب ۲۸ فی ذکر المیزان) میں ہے، حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے پوچھا: هَلْ تَذْكُرُوْنَ أَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: کیا آپ حضرات قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: تین جگہوں میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا: (۱) میزانِ عمل کے پاس: جب تک یہ نہ جان لے کہ اس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوتا ہے یا ہلکا ہوتا ہے (۲) جب نامۂ اعمال دیئے جائیں گے، اور کہا جائے گا: لو پڑھو اپنا نامۂ اعمال: جب تک یہ نہ جان لے کہ اس کا نامہ اعمال کس ہاتھ میں آتا ہے: دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے دیا جاتا ہے؟ (۳) اور پل صراط پر جب وہ جہنم کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے گا...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان تین جگہوں میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، اور باب کی حدیث میں یہی تین مقامات نبی ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بتائے ہیں کہ تم مجھے ان مقامات میں تلاش کرنا، پھر آپؐ ان کے لئے سفارش کریں گے، یہ تعارض ہے کیونکہ یہ یاد کرنا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان تین جگہوں میں از خود کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہوگی، مگر کوئی ڈھونڈھ نکالے اور پیچھے پڑ جائے تو آپؐ ان مقامات میں بھی اس کے لئے سفارش کریں گے، کیونکہ آپ ﷺ کا قیام ان مقامات میں امت کی بہبودی کے لئے ہوگا۔

[١٠-] بابُ ماجاءَ فِي شَأْنِ الصِّرَاطِ

[٢٤٢٦-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نَا عَلِيُّ بنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرحمنِ بنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بنِ سَعْدٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الصِّرَاطِ: رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ إِسْحَاقَ.

[٢٤٢٧-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنِ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ، نَا بَدَلُ بنُ الْمُحَبَّرِ، نَا حَرْبُ بنُ مَيْمُوْنَ الْأَنْصَارِيُّ أَبُوْ الْخَطَّابِ، نَا النَّضْرُ بنُ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: سَأَلْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَقَالَ: "أَنَا فَاعِلٌ" قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! فَأَيْنَ أَطْلُبُكَ؟ قَالَ: "اطْلُبْنِيْ أَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ، عَلَى الصِّرَاطِ" قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عَلَى الصِّرَاطِ؟ قَالَ: "فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْمِيْزَانِ" قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ أَلْقَكَ عِنْدَ الْمِيْزَانِ؟ قَالَ: "فَاطْلُبْنِيْ عِنْدَ الْحَوْضِ، فَإِنِّيْ لَا أُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلاَثَ الْمَوَاطِنَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابُ ماجاء فِي الشَّفَاعَةِ

شفاعتِ کبری کا بیان

شَفَعَ لفلانٍ إلى فلان: کسی سے کسی کی سفارش کرنا، اورشَفَّع (از باب تفعیل)فلاناً فی کذا: کسی معاملہ میں سفارش قبول کرنا۔مُشَفِّع (بکسر الفاء اسم فاعل): سفارش قبول کرنے والا۔مُشفَّع (بفتح الفاء، اسم مفعول): وہ جس کی سفارش قبول کی جائے۔ قیامت میں جو شفاعتیں ہونگی ان کے بارے میں بکثرت روایات مروی ہیں، وہ سب مل کر تواتر کی حد کو پہنچ جاتی ہیں، مگر کچھ لوگ شفاعت کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں وہ جو چاہیں کریں، کسی کو کیا اختیار ہے؟ مگران کا یہ خیال صحیح نہیں، شفاعت کا مقصد سفارش کرنے والوں کا اعزاز ہے۔ دنیا میں بھی جب کوئی سفارش کرتا ہے تو حاکم مجبور نہیں ہوجاتا، مگر جب حاکم سفارش قبول کرتا ہے تو سفارش کرنے والے کی عزت بڑھتی ہے، اور جس کے لئے سفارش کی ہے وہ زندگی بھر گن گاتا ہے کہ فلاں کی سفارش سے میرا کام ہوگیا، یہی حکمت اخروی شفاعتوں کی بھی ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ آخرت میں نبی ﷺ کی سفارش کئی طرح کی ہوگی، پہلی شفاعت کبری ہوگی، پھر دوسری شفاعتیں ہونگی:

۱-سب سے پہلے جب تمام اہل محشر سراسیمہ ہونگے، حساب کتاب شروع نہیں ہورہا ہوگا، اور کسی کو لب ہلانے کی مجال نہیں ہوگی اس وقت تمام امتیں مل کر حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سبھی انبیاء سے درخواست کریں گی کہ وہ ان کے لئے سفارش کریں کہ حساب کتاب شروع ہوجائے، اور مؤمنین کی بے چینی ختم ہو، مگر ہر ایک نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا، کوئی شفاعت کی ہمت نہیں کرے گا، تب آخر میں تمام اہل محشر نبی ﷺ سے درخواست کریں گے، آپؐ ہمت کرکے اور اللہ کے لطف وکرم پر اعتماد کرکے آگے بڑھیں گے، اور پوری نیازمندی اور حسن ادب کے ساتھ اہل محشر کے لئے سفارش کریں گے، جو بارگاہِ جلالت میں قبول ہوگی، پھر ملائکہ اور رب ذوالجلال زمین پر اتریں گے، اور حساب اور فیصلے شروع ہونگے، یہ شفاعت چونکہ تمام اہل محشر کے لئے ہوگی اس لئے اس کو'' شفاعت کبری'' کہتے ہیں۔

۲- پھر آپؐ اپنی امت کے مختلف درجات کے گنہ گاروں کے لئے سفارش کریں گے، آپؐ کی یہ شفاعت بھی قبول ہوگی اور بے شمار گناہ گار امتی جہنم سے چھٹکارا پائیں گے۔

۳-اسی طرح آپؐ اپنے بہت سے امتیوں کے حق میں ترقی درجات کی بھی استدعاء کریں گے، یہ دعا بھی قبول ہوگی اور ان جنتیوں کے درجات دوبالا ہوجائیں گے۔

۴-اسی طرح کچھ نیک امتیوں کے لئے آپؐ سفارش کریں گے اور ان کو بے حساب جنت میں داخلہ مل جائے گا۔

۵- پھر جب رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ شفاعت کا دروازہ کھل جائے گا تو امت کے صالحین بھی اپنے متعلقین کے لئے سفارش کریں گے، یہاں تک کہ وہ معصوم بچے جو کم عمری میں فوت ہوئے ہیں: وہ بھی اپنے ماں باپ کے لئے سفارش کریں گے۔

۶- اسی طرح بعض اعمال صالحہ بھی اپنے عاملوں کے لئے سفارش کریں گے، جیسے سورۂ بقرہ اور آل عمران اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کریں گی، اور یہ سفارشیں بھی قبول ہوگی۔

۷- اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام بھی اپنی امتوں کے لئے مختلف سفارشیں کریں گے۔

۸- نیز معزز فرشتے بھی بعض انسانوں کے لئے سفارش کریں گے اور یہ سفارشیں بھی قبول کی جائیں گی۔

۹- اور آخر میں رب ذوالجلال اپنی مہربانی سے باقی ماندہ مؤمنین کو جہنم سے نکالیں گے، یہ بھی ایک طرح کی سفارش ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے کی اور اللہ تعالیٰ ہی نے قبول فرمائی۔

مگر یہ بات قطعی ہے کہ اللہ کی مرضی کے بغیر کوئی کسی کو دوزخ سے نہیں نکال سکے گا، نہ سفارش کے لئے زبان کھول سکے گا، آیت الکرسی میں ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کون ہے وہ جو اس بارگاہ میں ان کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے کوئی سفارش کرے؟ اور سورۃ الانبیاء میں ہے: ﴿وَلَا يَشْفَعُوْنَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى﴾ اور فرشتے سفارش نہیں کریں گے مگر اس کے لئے جس کے لئے اللہ کی مرضی ہوگی۔

غرض شفاعت دراصل سفارش کرنے والوں کی عظمت و مقبولیت کے اظہار کے لئے، اور ان کے اکرام و اعزاز کے لئے ہوگی، ورنہ حق تعالیٰ کے کاموں میں اور ان کے فیصلوں میں دخل دینے کی کسی میں مجال نہیں (ماخوذ از معارف الحدیث ۱: ۲۴۲ مع اضافہ)

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کی خدمت میں گوشت لایا گیا، اور آپؐ کے سامنے دست پیش کیا گیا، آپؐ نے اس کو نوش فرمایا، اور آپ کو دست کا گوشت پسند تھا، چنانچہ آپؐ نے گوشت دانتوں سے نوچ نوچ کر کھانا شروع کیا، پھر (کھانے سے فارغ ہو کر) فرمایا:

میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہونگا: کیا جانتے ہو یہ بات کیوں ہوگی؟ اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک زمین میں اکٹھا کریں گے، پس سب لوگوں کو پکارنے والا سنائے گا، اور سب لوگوں کو نگاہ چیرے گی، اور سورج لوگوں سے قریب ہو جائے گا، پس لوگ غم اور بے چینی کی اس حالت کو پہنچیں گے جس کی وہ طاقت نہیں رکھیں گے، اور اس کو وہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔

تشریح: **يُسْمِعُهُمُ الدَّاعِي**: سب لوگوں کو پکارنے والا سنائے گا یعنی سارے لوگ ایک جگہ اس طرح اکٹھا ہونگے کہ اگر کوئی پکارنے والا پکارے تو سب اس کی آواز سن لیں ...... **يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ**: ان کو نظر چیرے گی، یعنی

دیکھنے والا آخر تک ان کو دیکھ سکے گا......اور سورج ایک میل کے فاصلہ پر آجائے گا، جیسا کہ ابھی گذرا۔

ترجمہ: پس لوگ (مؤمنین) ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں وہ پریشانی جو تمہیں پہنچ رہی ہے؟ کیا تم دیکھتے نہیں یعنی تلاش کرتے نہیں اس کو جو تمہارے لئے تمہارے پروردگار سے سفارش کرے؟ پس لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، پس لوگ حضرت آدمؑ کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ مبارک سے پیدا کیا ہے (اضافت تشریف کے لئے ہے) اور آپ میں اپنی روح پھونکی ہے (یہ اضافت بھی تشریف کے لئے ہے) اور فرشتوں کو حکم دیا تھا، پس انھوں نے آپ کو سجدہ کیا تھا (جس سے اللہ کے نزدیک آپ کا مقام ومرتبہ واضح ہوتا ہے) پس آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا نہیں دیکھتے آپ وہ حالات جس میں ہم ہیں؟ کیا نہیں دیکھتے آپ اس پریشانی کو جس تک ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ پس ان سے آدم علیہ السلام کہیں گے: بیشک میرے پروردگار آج ناراض ہیں، ایسے ناراض کہ اس سے پہلے کبھی ایسے ناراض نہیں ہوئے، اور نہ آج کے بعد کبھی ایسے ناراض ہونگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت کھانے سے منع کیا تھا، پس میں نے ان کی نافرمانی کی تھی، اس لئے مجھے تو اپنی ہی فکر لاحق ہے۔ آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، نوح علیہ السلام کے پاس جائیں۔

پس لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے نوح! آپ زمین والوں کی طرف سب سے پہلے رسول ہیں، اللہ نے آپ کا نام عبدِ شکور رکھا ہے، یعنی نوح علیہ السلام بڑے شکر گذار بندے تھے (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۳) پس ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا نہیں دیکھتے آپ اس حالت کو جس میں ہم ہیں؟ کیا نہیں دیکھتے آپ اس پریشانی کو جس تک ہم پہنچے ہوئے ہیں؟ پس ان سے نوحؑ کہیں گے: بیشک میرے پروردگار! آج ایسے غضبناک ہیں کہ اس سے پہلے ایسے غضبناک کبھی نہیں ہوئے، اور نہ آئندہ ایسے غضبناک ہونگے، اور میرے لئے ایک مقبول دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے کرلی (ہر نبی کے لئے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جو لامحالہ قبول کی جاتی ہے، انبیاء نے عام طور پر یہ دعا اپنی امت کے لئے مخصوص رکھی ہے، مگر حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے کرڈالی جو قبول ہوگئی اور قوم غرقاب ہوگئی، پس آپ کے لئے مقبول دعا باقی نہیں رہی، پھر آپ سفارش کس امید پر کریں؟) میں تو اپنے ہی معاملہ میں پریشان ہوں، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، آپ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں۔

پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور کہیں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ کے نبی ہیں، اور تمام اہل زمین میں سے آپ ہی اللہ کے خاص دوست ہیں، پس آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے وہ حال جس میں ہم ہیں؟ پس ابراہیمؑ جواب دیں گے: بیشک میرے پروردگار آج سخت

غضبناک ہیں، ایسے قبل ازیں کبھی غضبناک نہیں ہوئے، اور بعدازیں کبھی ایسے غضبناک نہیں ہونگے، اور میں نے تین خلاف واقعہ باتیں کہی ہیں ــــ حدیث کے راوی ابوحیان تیمی نے اُن تینوں خلاف واقعہ باتوں کا اس حدیث میں تذکرہ کیا ہے، مگر امام ترمذیؒ نے ان کو حذف کردیا ہے ــــ اس لئے مجھے تو اپنی ہی فکر لاحق ہے، میں اپنے ہی معاملہ میں پریشان ہوں، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، آپ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں۔

پس لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، پس عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ نے آپ کو تمام لوگوں پر اپنی پیغامبری اور اپنی ہم کلامی کے ذریعہ برتری بخشی ہے، آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے سفارش کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے اس حال کو جس میں ہم ہیں؟ پس موسیٰ جواب دیں گے: بیشک میرے رب آج ایسے سخت غضبناک ہیں کہ اس سے پہلے ایسے غضبناک نہیں ہوئے، اور نہ اس کے بعد ایسے غضبناک ہونگے، اور میں نے ایک ایسے شخص کو مار ڈالا تھا جس کے مارنے کا میں حکم نہیں دیا گیا تھا، اس لئے مجھ پر تو اپنی ہی فکر سوار ہے، آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں۔ آپ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں۔

پس لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، اور عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اور آپ اللہ کا کلمہ (بول) ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا، اور آپ اللہ کی روح ہیں (اضافت تشریف کے لئے ہے) اور آپ نے لوگوں سے پالنے میں بات کی ہے، پس آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار کے سامنے سفارش کریں، کیا آپ نہیں دیکھتے وہ حال جس میں ہم ہیں؟ پس عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے: بیشک میرے پروردگار آج ایسے سخت غضبناک ہیں کہ قبل ازیں ایسے غضبناک نہیں ہوئے، اور بعدازیں بھی ایسے غضبناک نہیں ہونگے ــــ اور عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی کسی کوتاہی کا تذکرہ نہیں کیا ــــ پس مجھ پر تو اپنی ہی فکر سوار ہے آپ لوگ کسی اور کے پاس جائیں، آپ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئیں گے (مسلم میں ہے: میرے پاس آئیں گے) پس وہ عرض کریں گے: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں، اور آپ کے لئے بخش دی گئی ہیں وہ کوتاہیاں جو (صلح حدیبیہ) سے پہلے ہو چکی تھیں اور وہ کوتاہیاں جو بعد میں ہونگی، آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار کے پاس سفارش کریں، کیا آپؐ نہیں دیکھتے وہ پریشانی جس میں ہم ہیں؟

پس میں چلوں گا اور عرش کے نیچے پہنچوں گا[1] پس میں اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ

---

(۱) اور ابویعلی کی روایت میں ہے: **فأنطلق حتی آتِي الْفَحْصَ، فأخر ساجداً** پس میں چلونگا یہاں تک کہ فحص (گھر) میں پہنچوں گا، پس سجدہ میں گر جاؤنگا، حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! فحص کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا **موضِعٌ قُدَّامَ العرش**: عرش کے سامنے ایک جگہ ہے (نہایہ ۱: ۲۴۸)

تعالیٰ مجھ پر اپنی تعریفوں میں سے اور اپنی بہترین مدح میں سے اس چیز کو کھولیں گے جس کو اللہ نے مجھ سے پہلے کسی پر نہیں کھولا، پھر کہا جائے گا: اے محمد! (ﷺ) اپنا سر اٹھایئے، مانگئے آپ دیئے جائیں گے۔ سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، پس میں اپنا سر اٹھاؤں گا۔

(اس کے بعد روایت میں اختصار ہے، بلکہ شفاعت کی سبھی حدیثوں میں شفاعت کبری کا مضمون چھوڑ دیا گیا ہے، یہ مضمون صور کی طویل حدیث میں ہے جو ابو یعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، اور علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے نہایۃ البدایہ (۱: ۲۴۸) میں اس کو نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی سفارش قبول فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ بادلوں کے سائبان میں زمین پر اتریں گے، اور فرشتے بھی اتریں گے اور عرش الٰہی کو آٹھ فرشتے اٹھا کر زمین پر رکھیں گے، پھر اس کے بعد حساب کتاب شروع ہوگا، اور شفاعت کی اس حدیث میں آگے امت کے لئے سفارش کا ذکر ہے اور راویوں نے خاص طور پر اس شفاعت کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ خوارج وغیرہ شفاعت کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جہنم میں جانے کے بعد کوئی نہیں نکلے گا، اس لئے ان کی تردید میں رواۃ اس حدیث میں خاص طور پر نبی ﷺ کی امت کے لئے شفاعت کا ذکر کرتے ہیں)

ترجمہ: پس میں کہوں گا: اے میرے پروردگار! میری امت، اے میرے پروردگار! میری امت، اے میرے پروردگار! میری امت، یعنی میری امت کی بخشش فرما، اس پر رحم فرما! پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے محمد! (ﷺ) آپ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن کا کوئی حساب نہیں ہونا، جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے داخل کریں اور وہ لوگوں کے ساتھ شریک ہونگے اس کے علاوہ دروازوں میں۔

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جنت کے دروازے کے پٹوں میں سے دو پٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا مکہ اور ہجر مقام کے درمیان ہے اور جتنا مکہ اور بُصری شہر کے درمیان ہے۔

تشریح:

۱- نبی ﷺ کو دست کا گوشت پسند تھا: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی تردید کی ہے، وہ فرماتی ہیں: آپؐ کو دست کا گوشت اس لئے پسند تھا کہ آپؐ کو گوشت کبھی کبھی میسر آتا تھا، اور دست کا گوشت جلدی پک جاتا ہے۔ اس لئے آپؐ اس کو پسند فرماتے تھے، ورنہ فی نفسہ آپؐ کو یہ گوشت پسند نہیں تھا، یہ مضمون پہلے أبو اب الأطعمۃ (باب ۳۳ تحفہ ۵: ۱۷۹) میں گذر چکا ہے۔

۲- لوگ قیامت کے دن میدانِ حشر میں جمع کر کے چھوڑ دیئے جائیں گے، حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ زمین پر نہیں اتریں گے، جب شفاعتِ کبری ہوگی، اس کے بعد ملائکہ اور رب ذو الجلال زمین پر آئیں گے اور قیامت کے معاملات شروع ہونگے۔

۳-قوله: نفسي! أي نفسي هي التي تَسْتَحِقُّ أَن يُشْفَعَ لها: میرا نفس ہی اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لئے سفارش کی جائے، یعنی مجھے اپنی ہی فکر ہے، میں دوسروں کے لئے کیا سفارش کروں!

۴-اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے اپنی اس دعا کا تذکرہ کیا ہے جو آپ نے اپنی قوم کی غرقابی کے لئے کی تھی، اور معذرت کا حاصل یہ ہے کہ میں اپنی مقبول دعا استعمال کر چکا، اب شفاعت کے لئے کیا امید لے کر جاؤں! اور بعض شارحین نے اس کا مصداق آپ کی اس دعا کو قرار دیا ہے جو آپ نے اپنے غرق ہوجانے والے بیٹے کے لئے کی تھی۔

۵-اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین خلافِ واقعہ باتوں کا تذکرہ پہلے (تحفہ ۵:۲۸۴ أبواب البر والصلة باب ۲۶ میں) آچکا ہے۔

۶-اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں یہ ہے کہ آپ نے اپنی کسی کوتاہی کا ذکر نہیں کیا، مگر ترمذی (۲:۱۴۳) میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت آرہی ہے کہ إِنّیْ عُبِدتُّ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی لوگوں نے میری پوجا کی اس لئے اگر اللہ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ یہ تعلیم تم نے دی تھی؟ تو میں کیا جواب دونگا؟ اس لئے آج سفارش کرنے کی میری ہمت نہیں۔

۷-یاربِّ أُمتي أي ارحَمْهم، واغْفِرْ لهم: ان پر مہربانی فرما اور ان کی بخشش فرما۔

۸-جنت میں دائیں جانب کا ایک دروازہ اس امت کے لئے خاص ہوگا، اور باقی دوسرے دروازوں سے بھی یہ امت جنت میں داخل ہوگی۔

۹-ہَجر: جزیرۃ العرب میں ایک بستی کا نام ہے جو بحرین کے قریب ہے، اور بُصری ملک شام میں دمشق کے قریب ہے، اور مراد طویل فاصلہ ہے، تحدید کرنا مقصود نہیں۔

۱۰-اہل محشر جو کسی شفیع کی تلاش میں نکلیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہی بات ڈالیں گے کہ وہ پہلے آدم علیہ السلام کی خدمت میں جائیں، پھر ان کی راہ نمائی اور مشورہ سے نوح علیہ السلام کی خدمت میں جائیں، پھر اسی طرح ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی خدمت میں پہنچیں اور آخر میں آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں۔ یہ سب منجانب اللہ ہوگا، اور ایسا اس لئے ہوگا کہ عملی طور پر سب کو معلوم ہوجائے کہ اس شفاعت کا منصب اور مقام اللہ کے آخری نبی کے لئے مخصوص ہے، اور یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور رفعت مقام کے اظہار کے لئے ہوگا۔

۱۱-اور یہ روایت متفق علیہ ہے، مسلم شریف کتاب الایمان (باب ۸۴ حدیث ۱۹۴) بخاری شریف (حدیث ۴۷۱۲) (تفسیر سورۂ بنی اسرائیل)

[١١-] بابُ ماجاء فِی الشَّفَاعَةِ

[٢٤٢٨-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبارَكِ، نَا أَبُوْ حَيَّانَ التَّيْمِیُّ، عَنْ أَبِیْ زُرْعَةَ بنِ عَمْرِو بنِ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: أُتِیَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِلَحْمٍ، فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ، فَأَكَلَهُ، وَكَانَ يُعْجِبُهُ، فَنَهَسَ مِنْهُ نَهْسَةً.

ثُمَّ قَالَ: أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ ذَاكَ؟ يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ الْأَوَّلِيْنَ وَالآخِرِيْنَ فِیْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِیْ، وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ، وَتَدْنُو الشَّمْسُ مِنْهُمْ، فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالاَ يُطِيْقُوْنَ، وَلاَيَتَحَمَّلُوْنَ.

فَيَقُوْلُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لبَعْضٍ: أَلاَ تَروْنَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ؟ أَلاَ تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلٰی رَبِّكُمْ؟ فَيَقُوْلُ النَّاسُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: عَلَيْكُمْ بِآدَمَ، فَيَأْتُوْنَ آدَمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: أَنْتَ أَبُوْ البَشَرِ، خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهِ، وَنَفَخَ فِيْكَ مِنْ رُوْحِهِ، وَأَمَرَ الْمَلاَئِكَةَ فَسَجَدُوْا لَكَ، اشْفَعْ لَنَا إِلَی رَبِّكَ، أَلاَ تَرَی مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ أَلاَ تَرَی مَا قَدْ بَلَغنَا؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ آدَمُ: إِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ نَهَانِی عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُهُ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ! اذْهَبُوْا إِلٰی غَيْرِیْ، اذْهَبُوْا إِلٰی نُوْحٍ.

فَيَأْتُوْنَ نُوْحًا، فَيَقُوْلُوْنَ: يَانُوْحُ! أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَی أَهْلِ الْأَرْضِ، وَقَدْ سَمَّاكَ اللّٰهُ عَبْدًا شَكُوْرًا، اشْفَعْ لَنَا إِلَی رَبِّكَ، أَلاَ تَرَی مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ أَلاَ تَرَی مَا قَدْ بَلَغَنَا؟ فَيَقُوْلُ لَهُمْ نُوْحٌ: إِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنَّهُ قَدْ كَانَتْ لِیْ دَعْوَةٌ، دَعَوْتُهَا عَلَی قَوْمِیْ، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ! اذْهَبُوْا إِلَی غَيْرِیْ، اذْهَبُوْا إِلَی إِبْرَاهِيْمَ.

فَيَأْتُوْنَ إِبْرَاهِيْمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا إِبْرَاهِيْمُ! أَنْتَ نَبِیُّ اللّٰهِ وَخَلِيْلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَاشْفَعْ لَنَا إِلَی رَبِّكَ، أَلاَ تَرَی مَا نَحْنُ فِيْهِ، فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبْ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّیْ قَدْ كَذَبْتُ ثَلاَثَ كَذِبَاتٍ - فَذَكَرَهُنَّ أَبُوْ حَيَّانَ فِی الْحَدِيْثِ - نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ! اذْهَبُوْا إِلَی غَيْرِیْ اذْهَبُوْا إِلٰی مُوْسَی.

فَيَأْتُوْنَ مُوْسَی فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُوْسَی! أَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَضَّلَكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهِ وَكَلاَمِهِ عَلَی النَّاسِ، اشْفَعْ لَنَا إِلَی رَبِّكَ، أَلاَ تَرَی مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: إِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَإِنِّیْ قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُوْمَرْ بِقَتْلِهَا، نَفْسِیْ نَفْسِیْ نَفْسِیْ! اذْهَبُوْا إِلَی غَيْرِیْ، اذْهَبُوْا إِلَی عِيْسٰی.

فَيَأْتُوْنَ عِيْسٰى، فَيَقُوْلُوْنَ: يَا عيسىٰ! أَنْتَ رسولُ اللّٰهِ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ، وَرُوْحٌ مِنْهُ، وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ، اشْفَعْ لَنَا إِلٰى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ عِيسىٰ: إِنَّ رَبِّيْ قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ – وَلَمْ يَذْكُرْ ذَنْبًا – نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ! اذْهَبُوْا إِلَى غَيْرِيْ اذْهَبُوْا إِلَى مُحمدٍ صلى الله عليه وسلم.

قَالَ: فَيَأْتُوْنَ مُحمدًا صلى الله عليه وسلم فَيَقُوْلُوْنَ: يَا مُحمدُ! أَنْت رسولُ اللّٰهِ، وَخَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَغُفِرَ لَكَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِك وَمَا تَأَخَّرَ، اشْفَعْ لَنا إِلَى رَبِّكَ، أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيْهِ؟

فَأَنْطَلِقُ، فَآتِيْ تَحتَ الْعَرْشِ، فَأَخِرُّ سَاجِدًا لِرَبِّيْ، ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ مَحَامِدِهِ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِيْ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا مُحمدُ! ارْفَعْ رَأْسَكَ، سَلْ تُعْطَهُ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ، فَأَرْفَعُ رَأْسِيْ.

فَأَقُوْلُ: يَارَبِّ! أُمَّتِيْ، يَارَبِّ! أُمَّتِيْ، يَارَبِّ أُمَّتِيْ، فَيَقُوْلُ: يَا مُحمدُ أَدْخِلْ مِنْ أُمَّتِكَ مَنْ لَاحِسَابَ عَلَيْهِ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِيْمَا سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الْأَبْوَابِ.

ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! إِنَّ مَا بَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، وَكَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبُصْرَى"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ، وَأَنَسٍ، وَعُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ مِنْهُ

شفاعتِ صغری کا بیان

گذشتہ باب کے شروع میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ شفاعتِ کبری کے علاوہ نبی ﷺ اپنی امت کے لئے اور بھی مختلف سفارشیں کریں گے، جن کا بیان اس باب میں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں سات حدیثیں لکھی ہیں جن میں مختلف شفاعتوں کا ذکر ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: شفاعتي لأهل الكبائر من أُمَّتِيْ: میری سفارش میری امت کے ان لوگوں کے لئے ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہونگے (یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے اور یہی حدیث آگے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے)

حدیث (۲): جعفر صادق اپنے والد محمد باقر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں (آپ علی زین العابدینؒ کے صاحبزادے ہیں) وہ حضرت جابرؓ سے مذکورہ حدیث روایت کرتے ہیں اور اس کے آخر میں ہے: محمد باقر کہتے ہیں:

مجھ سے حضرت جابرؓ نے فرمایا: اے محمد! جو شخص کبیرہ گناہ کرنے والوں میں سے نہیں ہے اس کے لئے شفاعت کی کیا ضرورت ہے؟ یعنی شفاعت کے محتاج تو گنہ گار بندے ہیں۔

تشریح: صغیرہ گناہ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مٹادیں گے، بلکہ بعض بندوں کو ان کے بدل نیکیاں عنایت فرمائیں گے، اور یہ بات سورۃ النجم (آیت ۳۲) میں ہے: ﴿اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ ترجمہ: نیک کام کرنے والے جن کو ان کی نیکیوں کا آخرت میں بہترین بدلہ دیا جائے گا: وہ لوگ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں، مگر ہلکے ہلکے گناہ مستثنیٰ ہیں، یعنی ہلکے گناہ اگر کبھی ہوجائیں تو اس سے اس نکوکاری میں جس کا یہاں ذکر ہے: خلل نہیں پڑتا۔ مگر اس استثناء کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صغائر کی اجازت ہے۔

اور جو لوگ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں وہ پہلے جہنم میں بھیجے جائیں گے، پھر ان کی رستگاری کے لئے سفارش کی ضرورت ہوگی، جو نبی ﷺ کریں گے، اور ان کو جہنم سے چھٹکارا دلائیں گے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مطلب ہے کہ صغائر والے تو جہنم میں نہیں جائیں گے، پس ان کو سفارش کی حاجت نہیں ہوگی، شفاعت کی ضرورت اہل کبائر کو ہوگی، اور یہ خاص شفاعت کا بیان ہے، کیونکہ جو شفاعت ترقی درجات کے لئے ہوگی وہ تو متقیوں کے لئے ہوگی۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے ایسے ستر ہزار لوگوں کو جنت میں داخل کریں گے جن کا نہ کوئی حساب ہوگا اور نہ ان کو عذاب ہوگا (پھر) ہر ایک ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہونگے (پس کل چار ارب نوے کروڑ ہوئے) اور میرے پروردگار کے لپوں میں سے تین لپوں کا (بھی) میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے (اور یہ تعداد مذکورہ تعداد کے علاوہ ہوگی، لپ یعنی مٹھی بھر، اور اللہ کی لپ میں کتنی تعداد آئے گی اس کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا)

تشریح: یہ حدیث شفاعت صغریٰ کے باب میں اس لئے لائی گئی ہے کہ اللہ پاک کا نبی ﷺ سے یہ وعدہ کہ وہ ایک بڑی تعداد کو بے حساب اور بے عذاب جنت میں داخل کریں گے، یہ وعدہ آپ ﷺ کا اعزاز واکرام ہے، پس یہ وعدہ بھی حکمی شفاعت ہے۔ اور آخر میں پروردگار عالم جو تین لپیں بھر کر جہنم سے جنت میں ڈالیں گے یہ بھی حکمی شفاعت ہے، کیونکہ اس کا بھی وعدہ فرمایا گیا ہے۔

حدیث (۴): عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: میں ایلیاء میں ایک مجمع میں تھا، پس ان میں سے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کے ایک آدمی کی سفارش کی وجہ سے قبیلہ بنوتمیم کی تعداد سے زیادہ لوگ جنت میں جائیں گے، پوچھا گیا: یارسول اللہ! یہ امتی آپؐ کے علاوہ کوئی ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں میرے علاوہ ہوگا، پھر جب وہ صاحب یہ حدیث بیان کرکے چلے گئے تو عبداللہ نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون صاحب

تھے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ابن ابی الجذ عاء رضی اللہ عنہ ہیں، ان کا نام عبداللہ ہے، اور ان کی یہی ایک حدیث ہے، اور جذعاء: ذال کے ساتھ بھی ہے اور دال مہملہ کے ساتھ بھی۔

تشریح: ہر نبی اپنی امت کا فرد ہوتا ہے، چنانچہ محمد رسول اللہ کی گواہی جس طرح امتیوں کے لئے ضروری ہے، نبی ﷺ کے لئے بھی ضروری تھی۔ جب مؤذن اذان پکارتا تھا تو نبی ﷺ بھی اس جملہ کا یہی جواب دیتے تھے، چنانچہ صحابہ نے پوچھا کہ وہ امتی جس کی سفارش سے لوگوں کی بڑی تعداد جنت میں جائے گی وہ آپؐ کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہوگی یا آپؐ ہی کی سفارش سے یہ تعداد جنت میں جائے گی؟ آپؐ نے فرمایا: وہ میرے علاوہ امتی ہوگا۔

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: میرے کچھ امتی لوگوں کے ایک انبوہ کے لئے سفارش کریں گے، اور کچھ ایک قبیلہ کے لئے اور کچھ ایک ٹولہ کے لئے اور کچھ ایک شخص کے لئے یہاں تک کہ وہ سب جنت میں پہنچ جائیں گے۔

تشریح: **الفِئَام**: انبوہ، جماعت، گروہ، جمع فُؤُم...... **العُصْبَةُ**: ٹولہ، جماعت، گروہ۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَةِ أُوْلِي الْقُوَّةِ﴾: ایک طاقت ور ٹولے کے لئے قارون کے خزانوں کی چابیوں کا اٹھانا مشکل تھا...... انبوہ کی تعداد قبیلہ سے زیادہ ہوتی ہے اور قبیلہ کی تعداد ٹولے سے زیادہ ہوتی ہے۔

حدیث (۶): حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قیامت کے دن قبائل ربیعہ ومُضر کی تعداد کے بقدر لوگوں کے لئے سفارش کریں گے۔ اور ان کی یہ سفارش قبول کی جائے گی (یہ حدیث مرسل ہے، حضرت حسن بصریؒ نے اس صحابی کا نام نہیں لیا جس سے انھوں نے یہ حدیث سنی ہے)

حدیث (۷): نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پاس میرے پروردگار کے پاس سے ایک آنے والا (فرشتہ) آیا، پس اللہ تعالیٰ نے مجھے دو باتوں میں اختیار دیا: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ میری آدھی امت کو جنت میں داخل فرمائیں، اور دوسری یہ کہ میں امت کے لئے شفارش کروں، پس میں نے شفاعت کو اختیار کیا، اور میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہوگی جس کی موت اس حال میں آئی ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔

تشریح: نبی ﷺ نے دوسری بات یعنی شفاعت کو اس لئے اختیار فرمایا کہ آپ اس کے ذریعہ اپنی پوری امت کو بخشوائیں گے، البتہ نام نہاد امتی مستثنیٰ ہیں، کیونکہ جو شرک کی دلدل میں پھنسا ہو اس کی مغفرت ہرگز نہیں ہوسکتی۔

[۱۲-] بابٌ مِنْهُ

[۲۴۲۹-] حدثنا العَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ"

وفي الباب: عَنْ جَابِرٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[٢٤٣٠-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ مُحمدِ بنِ ثَابِتٍ البُنَانِيِّ، عَنْ جَعْفَرِ بنِ مُحمدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "شَفَاعَتِیْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِیْ" قَالَ مُحمدُ بنُ عَلِيٍّ: فَقَالَ لِیْ جَابِرٌ: يَا مُحمدُ! مَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْكَبَائِرِ فَمَا لَهُ وَلِلشَّفَاعَةِ؟ هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[٢٤٣١-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَرَفَةَ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، يَقُوْلُ:" وَعَدَنِیْ رَبِّیْ أَنْ يُدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِیْ سَبْعِيْنَ أَلْفًا، لَاحِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ، مَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُوْنَ أَلْفًا، وَثَلَاثُ حَثَيَاتٍ مِنْ حَثَيَاتِ رَبِّیْ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[٢٤٣٢-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ شَقِيْقٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ رَهْطٍ بِإِيْلِيَاءَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِیْ أَكْثَرُ مِنْ بَنِیْ تَمِيْمٍ" قِيْلَ: يَارسولَ اللّٰهِ! سِوَاكَ؟ قَالَ: "سِوَایَ" فَلَمَّا قَامَ: قُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: هٰذَا ابنُ أَبِیْ الجَذْعَاءِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وابنُ أَبِیْ الْجَذْعَاءِ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ، وَإِنَّمَا يُعْرَفُ لَهُ هٰذَا الحديثُ الْوَاحِدُ.

[٢٤٣٣-] حدثنا الحُسَيْنُ بنُ حُرَيْثٍ، نَا الْفَضْلُ بنُ مُوْسَى، عَنْ زَكَرِيَّا بنِ أَبِیْ زَائِدَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِنَّ مِنْ أُمَّتِیْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيْلَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْعُصْبَةِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ، حَتَّى يَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[٢٤٣٤-] حدثنا أَبُوْ هِشَامٍ مُحمدُ بنُ يَزِيْدَ الرِّفَاعِيُّ الْكُوْفِيُّ، قَالَ: ثَنَا يَحْيىَ بنُ الْيَمَانِ، عَنْ حُسَيْنِ بنِ جَعْفَرٍ، عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " يَشْفَعُ عُثْمَانُ بنُ عَفَّانَ رضى الله عنه يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمِثْلِ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ"

[٢٤٣٥-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِی الْمَلِيْحِ، عَنْ عَوْفِ بنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَتَانِی آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّیْ، فَخَيَّرَنِیْ بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ نِصْفَ أُمَّتِیْ الْجَنَّةَ، وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ، فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ، وَهِیَ لِمَنْ مَاتَ لَايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا"

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ أَبِیْ الْمَلِيْحِ، عَنْ رَجُلٍ آخَرَ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَلَمْ يَذْكُرْ عَنْ عَوْفِ بنِ مَالِكٍ.

بابُ ماجاء فِي صِفَةِ الْحَوْضِ

حوضِ کوثر کے احوال

کوثر کے لئے بعض احادیث میں لفظ ''حوض'' استعمال کیا گیا ہے، اور بعض میں نہر، پھر بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہر جنت کے اندر ہے، اور اکثر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا محل وقوع جنت کے باہر میدانِ حشر ہے۔ اہل ایمان جنت میں جانے سے پہلے اس حوض سے جس کا پانی نہایت سفید و شفاف اور بے انتہا لذیذ و شیریں ہوگا نوش جاں کریں گے، اور تحقیق یہ ہے کہ کوثر کا اصل مرکز جنت کے اندر ہے، اور میدانِ محشر تک اس کی شاخیں نہروں کی شکل میں آئیں گی اور اس کو حوض اس لئے کہا گیا ہے کہ میدانِ محشر میں سیکڑوں میل کے طول وعرض میں ایک نہایت حسین وجمیل تالاب ہوگا جس میں جنت کے اس چشمہ سے پانی آ کر جمع ہوگا، جیسے واٹر ورکس سے پورے شہر میں پانی سپلائی ہوتا ہے۔

اور حوض کوثر کا رقبہ اتنا بڑا ہوگا کہ ایک راہ رَو اس کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک کی مسافت ایک مہینہ میں طے کر سکے گا، اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ اس کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک کا فاصلہ عَدَن اور عمان کے درمیان کے فاصلہ کے بقدر ہوگا، بہر حال آخرت کی چیزوں کا صحیح تصور اس دنیا میں نہیں کیا جا سکتا، اس کی واقعی نوعیت اسی وقت سامنے آئے گی جب ہم اس حوض پر پہنچیں گے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: میرے حوض پر آسمان کے ستاروں کی تعداد کے بقدر صُراحی دار لوٹے ہونگے (کیونکہ اس سے پینے والی امت بھی ستاروں کی تعداد کے بقدر ہوگی)

لغت: الأَباريق: الإِبْرِيق کی جمع ہے، یہ آب ریز کا معرب ہے، جس کے معنی ہیں: کنڈے (ٹونٹی) والا لوٹا۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: آخرت میں ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور ان کے درمیان اس پر فخر ہوگا کہ ان میں سے کس کے پاس پینے والے زیادہ آتے ہیں، اور میں امید رکھتا ہوں کہ سب سے زیادہ پینے والے میرے پاس آئیں گے۔

لغت: تَبَاهیٰ: باہم فخر کرنا...... الوارِد: پانی پر آنے والا، وَرَدَ الماءَ: پانی پر آنا...... یہ حدیث سعید بن بشیر کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[۱۳-] بابُ ماجاء فِي صِفَةِ الْحَوْضِ

[۲٤۳٦-] حدثنا مُحمدُ بنُ يَحْيَى، نَا بِشْرُ بنُ شُعَيْبِ بنِ أَبِيْ حَمْزَةَ، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِيْ

أَنَسُ بنُ مَالِكٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنَّ فِيْ حَوْضِيْ مِنَ الْأَبَارِيْقِ بِعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲٤٣٧-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مُحمدِ بنِ نِيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ، نَا مُحمدُ بنُ بَكَّارٍ الدِّمَشْقِيُّ، نَا سَعِيْدُ بنُ بَشِيْرٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا، وَإِنَّهُمْ يتَبَاهَوْنَ: أَيُّهُمْ أَكْثَرُ وَارِدَةً؟ وَإِنِّيْ أَرْجُوْ أَنْ أَكُوْنَ أَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَقَدْ رَوَى الْأَشْعَثُ بنُ عَبْدِ الْمَلِكِ هٰذَا الحديثَ عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ سَمُرَةَ، وَهُوَ أَصَحُّ.

بابُ ماجاء فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ

حوض کوثر کے برتنوں کے احوال

حدیث (۱): ابوسلاّم حُبشی، جن کا نام ممطور ہے، جو یمن کے حُبش قبیلہ کی طرف منسوب ہیں، کہتے ہیں: میرے پاس حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے آدمی بھیجا، پس میں ڈاک کی سواری پر بیٹھایا گیا۔ پس جب وہ ان کے پاس پہنچے تو کہا: اے امیر المؤمنین! ڈاک کی سواری میرے لئے بہت تکلیف دہ ثابت ہوئی، پس حضرت عمرؒ نے فرمایا: اے ابوسلاّم! میں نے آپ پر دشواری کرنے کا ارادہ نہیں کیا، بلکہ مجھے آپ کی طرف سے ایک ایسی حدیث پہنچی ہے جو آپ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ نبی ﷺ سے حوض کوثر کے بارے میں روایت کرتے ہیں، پس میں نے پسند کیا کہ آپ مجھے وہ حدیث روبرو سنائیں (اور ابن ماجہ میں ہے: جب ابوسلام ڈاک کی سواری پر سوار ہوکر حضرت عمرؒ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا: لقد شَقَقْنَا عليك يا أبا سلَّام في مَرْكَبِكَ: ہم نے آپ کو اے ابوسلام! مشقت میں ڈال دیا آپ کی سواری کے معاملہ میں، یعنی معمولی سواری پر ہم نے آپ کو طلب کیا، کیونکہ اچھی سواری فوری طور پر مہیا نہیں تھی اور میں جلدی حدیث سننا چاہتا تھا۔ ابوسلام نے کہا: بیشک بخدا اے امیر المؤمنین! یعنی واقعی میں اس سواری سے تھک گیا ہوں)

پھر ابوسلام نے کہا: مجھ سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ "میرا حوض عَدَن سے بلقائے عمان تک ہوگا، یعنی میرے حوض کی مسافت اتنی ہوگی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا، اور اس کے آب خورے ستاروں کی تعداد کے بقدر ہونگے جو شخص اس سے ایک دفعہ پیئے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا، اس حوض پر سب سے پہلے پانی پینے کے لئے پہنچنے والے فقرائے مہاجرین ہونگے، جو پراگندہ سر والے میلے کچیلے کپڑوں والے ہونگے، جو خوش عیش عورتوں سے نکاح نہیں کریں گے، اور ان کے لئے

دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی ان کو خوش آمدید نہیں کہا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: مگر میں نے تو خوش عیش عورتوں سے نکاح کیا اور میرے لئے دروازے بھی کھولے گئے، میں نے عبدالملک کی بیٹی فاطمہ سے نکاح کیا ہے[1] یعنی یہ دو وصف تو اب میرے اختیار میں نہیں رہے، البتہ میں اپنا سر نہیں دھوؤں گا یہاں تک کہ وہ پراگندہ ہو جائے، اور میں اپنا وہ کپڑا نہیں بدلوں گا جو میرے جسم سے لگا ہوا ہے یہاں تک کہ وہ میلا ہو جائے۔

تشریح:

۱- عدن مشہور شہر ہے، اور عمان شام کا مشہور علاقہ ہے اور بلقاء اس کے قریب ایک بستی ہے، امتیاز کے لئے عمان بلقاء کہا جاتا ہے، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حوض کوثر کی مسافت اتنی ہوگی جتنی عدن اور بلقاء کے درمیان ہے، اور مقصود نپی تُلی پیمائش بیان کرنا نہیں ہے بلکہ حوض کی وسعت کو سمجھانے کے لئے یہ ایک تقریبی بات کہی گئی ہے، یعنی حوض کوثر کی مسافت سیکڑوں میل میں پھیلی ہوئی ہوگی۔

۲- حوض کوثر پر سب سے پہلے پہنچنے والے اور اس سے سیراب ہونے والے وہ غریب مہاجرین ہونگے جن کے سروں کے بال بنے سنورے ہوئے نہیں ہونگے، بلکہ بکھرے ہوئے ہونگے، کیونکہ ان کو بالوں میں ڈالنے کے لئے تیل میسر نہیں ہوگا، اور کپڑے بھی اُجلے نہیں ہونگے بلکہ میلے کچیلے ہونگے، کیونکہ ان کو دھونے کے لئے صابن میسر نہیں ہوگا، اور خوش عیش اور خوش حال گھرانوں کی بیٹیاں ان کے نکاح میں آنے کے لئے تیار نہیں ہونگی، اور اگر وہ کسی کے دروازے پر جائیں تو ان کی حالت زار دیکھ کر کوئی ان کے لئے دروازہ نہیں کھولے گا، اور ان فقرائے مہاجرین کا یہ حال تقشّف اور رہبانیت کی وجہ سے نہیں ہوگا بلکہ دنیا کی بے رغبتی اور دین میں انہاک اور فکر آخرت کے غلبہ کی وجہ سے ہوگا، وہ دنیا میں اس حال میں رہیں گے کہ نہ اپنی صورتوں کو بنانے سنوارنے کی ان کو فکر ہوگی نہ لباس پوشاک کی طرف دھیان ہوگا۔ اور وہ اپنی اس غربت پر خوش ہونگے، چنانچہ آخرت کے انعامات میں وہ مقدم اور فائق رہیں گے۔

لغات: البَرِید: فارسی لفظ ہے، اور اس سے خچر مراد ہے، اصل لفظ "بریدہ دُم" تھا اور ڈاک کے لئے ایسے ہی خچر استعمال ہوتے تھے، پھر ڈاک کی ہر سواری کو بلکہ ڈاک کو بھی برید کہنے لگے...... أکواب: کُوب کی جمع ہے: وہ پیالہ جس میں پکڑنے کا کنڈہ نہ ہو...... الشُّعْث: أَشْعَث کی جمع ہے، پراگندہ بال، اور رُءُ وْسًا: تمیز ہے، اور الدُّنُس: الدَّنَس کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: میل...... لاَیَنْکِحُوْنَ کو لاَیُنْکَحُوْن مجہول بھی پڑھ سکتے ہیں، یعنی اگر وہ خوش عیش عورتوں کے پاس منگنی بھیجیں تو ان کی منگنی قبول نہ کی جائے...... السُّدَد: السُّدَّة کی جمع ہے: گھر کا دروازہ......

(۱) فاطمہ کے باپ عبدالملک، اور دادا مروان اور چار بھائی (سلیمان، یزید، ہشام اور ولید) اور شوہر خلیفہ ہوئے ہیں، یہ عجیب اتفاق ہے ۱۲

الذی یَلِی جَسَدِی: یعنی اندر کا کپڑا جیسے بنیان، کیونکہ حضرت عمرؓ امیر المؤمنین تھے، اس لئے ظاہری لباس اچھا رکھنا ضروری تھا۔ اور حضرت عمرؓ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ یہ فضیلت مہاجرین کے ساتھ خاص نہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! حوض کوثر کے برتنوں کی تعداد کیا ہوگی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس کے برتن یقیناً آسمان کے تاروں اور اس کے ستاروں کی تعداد سے زیادہ ہونگے، جبکہ آسمان صاف شفاف اور رات تاریک ہو (ایسے وقت ستارے بہت چمکتے ہیں) اور وہ برتن جنت کے برتنوں میں سے ہونگے (پس ان کی چمک دمک اور خوبی کا کیا کہنا!) جو اس حوض سے پیئے گا: وہ پیاسا نہیں ہوگا، اس کے آخر تک جس پر وہ ہے، یعنی قیامت کے پورے دن میں اس کو پھر پیاس نہیں لگے گی، اس حوض کی چوڑائی اس کی لمبائی کے بقدر رہو گی، جیسے عمان اور ایلہ کے درمیان کی مسافت، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔

تشریح: یہ حدیث مسلم شریف کتاب الفضائل (باب ۹ حدیث ۲۳۰۰) میں بھی ہے اور اس میں فی اللَّيْلَة المُظْلِمَةِ سے پہلے أَلَا حرف تنبیہ ہے، یعنی سنو! صاف (یعنی آسمان پر بادل نہ ہوں) اور تاریک رات میں جتنے ستارے نظر آتے ہیں ان سے بھی حوض کوثر کے آبخوروں کی تعداد زیادہ ہوگی...... الکوکب: سورج کے گرد گھومنے والا اور اس سے روشنی حاصل کرنے والا آسمانی جرم جیسے عطارد، زہرہ وغیرہ...... اور النجم: ذاتی روشنی رکھنے والا آسمانی جرم، جیسے سورج اور دیگر تارے جو رات میں نظر آتے ہیں...... أَصْحَی: بے بادل کے دن میں ہونا، صَحَی السماءُ: آسمان کھلنا، یعنی بادل نہ رہنا...... اللیلة المُظلِمة: تاریک رات یعنی جس میں چاند نہ ہو، ایسی رات میں تارے بہت نظر آتے ہیں، کیونکہ چاند کی روشنی بھی بہت سے تاروں کو چھپا دیتی ہے...... مِن آنِیَةِ الْجَنَّةِ: کا متعلق کائنة پوشیدہ ہے، اور مبتداھی بھی پوشیدہ ہے، یعنی حوض کوثر کے برتن جنت سے لائے جائیں گے...... آخِرَ ما علیه: منصوب بنزع خافض ہے أی إلی آخِرِ ما علیه: اس حالت کے آخر تک جس پر وہ ہے یعنی قیامت کے پورے دن میں وہ پیاسا نہیں ہوگا۔

اور باب کے آخر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: میرے حوض کی مسافت اتنی ہوگی جتنی کوفہ اور حجر اسود کے درمیان کی مسافت ہے (مگر یہ حدیث معلوم نہیں کس کتاب میں ہے، اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے رُوِیَ فعل مجہول استعمال کیا ہے، اور صحیح روایت مسلم شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تمہارے آگے حوض ہے جیسے جرباء اور اَذرُح کے درمیان کا فاصلہ، یہ دونوں ملک شام کی بستیاں ہیں اور دونوں کے درمیان تین دن کی مسافت ہے یعنی اڑتالیس میل کا فاصلہ ہوگا (مسلم حدیث ۲۲۹۹) اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے جو روایت بیان کی ہے وہ اس لئے بھی صحیح نہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں کوفہ کا وجود نہیں تھا، یہ شہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے زمانہ میں بسایا گیا ہے۔

[١٤-] بابُ ماجاء فِی صِفَةِ أَوَانِی الْحَوْضِ

[٢٤٣٨-] حدثنا مُحمدُ بنُ إسْمَاعِيْلَ، نَا يَحْيىَ بنُ صَالِحٍ، نَا مُحمدُ بنُ مُهَاجِرٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ، عَنْ أَبِیْ سَلَّامٍ الحُبْشِیِّ، قَالَ: بَعَثَ إِلَیَّ عُمَرُ بنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، فَحُمِلْتُ عَلَی الْبَرِيْدِ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، قَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَقَدْ شَقَّ عَلَیَّ مَرْكَبِی الْبَرِيْدَ، فَقَالَ: يَا أَبَا سَلَّامٍ! مَا أَرَدْتُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ، وَلٰكِنْ بَلَغَنِیْ عَنْكَ حَدِيْثٌ، تُحَدِّثُهُ عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النبیِّ صلی الله عليه وسلم فِی الْحَوْضِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ تُشَافِهَنِیْ.

قَالَ أَبُوْ سَلَّامٍ، حَدَّثَنِیْ ثَوْبَانُ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم، قَالَ:" حَوْضِیْ مِنْ عَدَنٍ إِلَی عَمَّانَ البَلْقَاءِ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَأَحْلَی مِنَ الْعَسَلِ، وَأَكْوَابُهُ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهُ شَرْبَةً، لَمْ يَظْمَأْ بَعْدَهَا أَبَدًا، أَوَّلُ النَّاسِ وُرُوْدًا عَلَيْهِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ الشُّعْثُ رُؤُوْسًا، الدُّنُسُ ثِيَابًا، الَّذِيْنَ لَايَنْكِحُوْنَ الْمُتَنَعِّمَاتِ، وَلَا يُفْتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ"

قَالَ عُمَرُ: وَلَكِنِّیْ نَكَحْتُ الْمُتَنَعِّمَاتِ، وَفُتِحَتْ لِیَ السُّدَدُ، نَكَحْتُ فَاطِمَةَ بِنْتَ عَبْدِ الْمَلِكِ، لَاجَرَمَ أَنِّیْ لَا أَغْسِلُ رَأْسِیْ، حَتَّی يَشْعَثَ، وَلَا أَغْسِلُ ثَوْبِیَ الَّذِیْ يَلِیْ جَسَدِیْ حَتَّی يَتَّسِخَ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الحديثُ عَنْ مَعْدَانَ بنِ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النبیِّ صلی الله عليه وسلم، وَأَبُوْ سَلَّامٍ الْحُبْشِیُّ: اسْمُهُ مَمْطُوْرٌ.

[٢٤٣٩-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ عَبْدِ الصَّمَدِ العَمِّیُّ عَبْدُ الْعَزِيْزُ بنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، نَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا آنِيَةُ الْحَوْضِ؟ قَالَ:" وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهِ! لَآنِيَتُهُ أَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَكَوَاكِبِهَا، فِیْ لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ مُصْحِيَةٍ، مِنْ آنِيَةِ الْجَنَّةِ، مَنْ شَرِبَ مِنْهَا لَمْ يَظْمَأْ آخِرَ مَا عَلَيْهِ، عَرْضُهُ مِثْلُ طُوْلِهِ: مَا بَيْنَ عَمَّانَ إِلٰی أَيْلَةَ، مَاؤُهُ أَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَأَحْلَی مِنَ الْعَسَلِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وفی الباب: عَنْ حُذَيْفَةَ بنِ الْيَمَانِ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَأَبِیْ بَرْزَةَ الأَسْلَمِیِّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَحَارِثَةَ بنِ وَهْبٍ، وَالْمُسْتَوْرِدِ بنِ شَدَّادٍ.

وَرُوِیَ عَنْ ابنِ عُمَرَ عَنِ النبیِّ صلی الله عليه وسلم قَالَ:" حَوْضِی كَمَا بَيْنَ الْكُوْفَةِ إِلٰی الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أَبوابُ الرَّقَائِقِ

دل نرم کرنے والی روایتیں

الرَّقَائِق: الرقیقة کی جمع ہے، اور الرِّقَاق: الرَّقیق کی جمع ہے، دونوں کے معنی ہیں: پتلی، اور مراد ہے: دل کو نرم کرنے والی باتیں۔ اب یہاں سے رقاق کی حدیثیں شروع ہوتی ہیں، اب تک جو حدیثیں تھیں وہ قیامت کے احوال سے متعلق تھیں، اور گذشتہ عنوان میں تین باتیں شامل تھیں: قیامت کے احوال، دل کو نرم کرنے والی باتیں، اور پرہیزگاری کا بیان۔ قیامت کے احوال بیان ہو چکے، اب رقاق کی روایتیں شروع ہوتی ہیں۔

بابٌ

اللہ پر بھروسہ کرنے والے بے حساب جنت میں جائیں گے

حدیث: حصین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے پاس تھا، انھوں نے پوچھا: گذشتہ رات جو تارا ٹوٹا تھا وہ کس نے دیکھا؟ حصین نے کہا: میں نے دیکھا، پھر انھوں نے کہا: میں نماز نہیں پڑھ رہا تھا بلکہ مجھے بچھو نے ڈسا تھا (تارا تہجد کے وقت ٹوٹا تھا، حصین نے اس کو دیکھا تھا، پھر ان کو خیال آیا کہ شاید حضرت سعیدؒ یہ سمجھیں گے کہ میں اس وقت تہجد کے لئے اٹھا ہوا تھا، اس لئے انھوں نے استدراک کیا کہ میں تہجد نہیں پڑھ رہا تھا، بلکہ مجھے بچھو نے ڈس لیا تھا اس لئے میں سو نہیں سکا تھا) حضرت سعیدؒ نے پوچھا: پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے جھڑوایا، حضرت سعیدؒ نے کہا: کیوں جھڑوایا؟ میں نے عرض کیا: عامر شعبیؒ نے ہم سے ایک حدیث بیان کی ہے، اس وجہ سے میں نے جھڑوایا۔ حضرت سعیدؒ نے پوچھا: عامر شعبیؒ نے تم سے کیا حدیث بیان کی ہے؟ میں نے کہا: انھوں نے حضرت بُریدہؓ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لارُقْیَةَ إلا من عینٍ أو حُمَةٍ: جھڑوانا صرف نظر بد یا کسی زہر سے ہے، حضرت سعیدؒ نے کہا: تم نے اچھا کیا کہ جو حدیث تم نے سنی تھی اس پر عمل کیا، مگر ہم سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ جب نبی ﷺ کو معراج میں لے جایا گیا (یہ بڑی معراج نہیں ہے بلکہ کوئی منامی معراج ہے) تو آپؐ ایک نبی کے پاس سے اور چند انبیاء کے پاس سے گذرے

اوران کے ساتھ ایک ''قوم'' تھی، اور دوسرے نبی اور انبیاء کے پاس سے گذرے اوران کے پاس ایک ''گروہ'' تھا، اور تیسرے نبی اور انبیاء کے پاس سے گذرے اوران کے پاس کوئی بھی نہیں تھا، یہاں تک کہ آپؐ ایک بڑے مجمع کے پاس سے گذرے، آپؐ نے (ہمرکاب فرشتے سے) پوچھا: یہ کون ہیں؟ کہا گیا: موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم ہے (نبی ﷺ کا خیال تھا کہ شاید یہ میری امت ہے، اس لئے آپؐ نے پوچھا تھا، مگر بتلایا گیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے) پھر فرشتے نے کہا: آپؐ اپنا سر اٹھائیں اور دیکھیں، نبی ﷺ نے فرمایا: پس اچانک ایک بہت بڑا مجمع تھا، جس نے آسمان کے کنارے کو اِس (دائیں) جانب سے اور اُس (بائیں) جانب سے گھیر رکھا تھا، پس کہا گیا: یہ آپؐ کی امت ہے اوران کے علاوہ آپؐ کی امت میں ایسے ستر ہزار ہیں جو بے حساب جنت میں جائیں گے۔

پھر نبی ﷺ گھر میں تشریف لے گئے، اور صحابہ نے آپؐ سے ان لوگوں کے بارے میں نہیں پوچھا جو بے حساب جنت میں جائیں گے، اور نہ آپؐ نے صحابہ کے لئے اس کی وضاحت کی، پس صحابہ نے کہا: وہ ہم ہونگے، اور کہنے والوں نے کہا: وہ ان لوگوں کے بیٹے ہونگے جو فطرت اسلام پر جنے گئے ہیں، پس نبی ﷺ نکلے اور فرمایا: ھم الذین لَايَكْتَوُوْنَ، وَلَايَسْتَرْقُوْنَ، وَلاَ يَتَطَيَّرُوْنَ، وعلى ربهم يتوكَّلُوْنَ: وہ لوگ وہ ہیں جو گرم لوہے کا داغ نہیں لگواتے، اور نہ وہ جھڑواتے ہیں، اور نہ وہ بدفالی لیتے ہیں، بلکہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں، پس حضرت عکاشہؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: آپؐ اللہ سے دعا فرمائیں: اللہ مجھے ان میں شامل کرے، آپؐ نے فرمایا: تم ان میں سے ہو، یعنی تمہیں ان میں شامل کرلیا گیا، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا، اس نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا فرمائیں: اللہ مجھے بھی ان میں شامل کرے، آپؐ نے فرمایا: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ: عکاشہؓ تم سے بازی لے گئے! یعنی اب اجابت کی گھڑی ختم ہوگئی۔ یہ روایت مسلم شریف (حدیث ۲۲۰ کتاب الایمان باب ۹۴) میں ہے، میں نے حدیث جس تفصیل سے بیان کی ہے وہ مسلم شریف کی روایت سے ماخوذ ہے، نیز یہ حدیث بخاری (حدیث ۶۵۴۱) میں بھی ہے مگر مختصر ہے۔

تشریح: قوله: ارْفَعْ رَأْسَكَ: اپنا سر اٹھایئے، اس میں اس امت کے علو مرتبہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ سر اٹھانے کی ضرورت ایسی ہی صورت میں پیش آتی ہے...... قوله: هم أبناء الذين وُلِدوا على الفطرة والإسلام: حضرت گنگوہی قدس سرہ نے فرمایا: اس میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے، یعنی صحابہ کی اولاد مراد ہے جو فطرتِ اسلام پر پیدا ہوئی ہے، پس تقدیر عبارت: هم الأبناءُ الذين وُلِدوا ہے...... اور فطرت اور اسلام مترادف الفاظ ہیں۔

اب دو باتیں سمجھنی چاہئیں:

پہلی بات: میں نے حدیث کا جو ابتدائی حصہ مسلم شریف سے نقل کیا ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بعض خاص صورتوں میں جھڑوانا جائز ہے، اسی طرح مجبوری کی صورت میں گرم لوہے سے دغوانا بھی جائز ہے، روایات سے یہ بات ثابت ہے، البتہ بدفالی لینا جائز نہیں، ہاں نیک فالی لے سکتے ہیں، مگر یہ توکل کا اعلیٰ درجہ نہیں،

توکل کا اعلی درجہ وہ ہے جو اس حدیث میں آیا ہے، جو لوگ یہ تین کام نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں، وہ بے حساب جنت میں جائیں گے۔

دوسری بات: حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی درخواست قبول ہوئی مگر دوسرے صاحب کی قبول نہ ہوئی، اس کی شارحین نے مختلف وجوہ بیان کی ہیں، مگر صحیح وجہ وہ ہے جو مسلم شریف کی روایت میں آئی ہے کہ حضرت عکاشہ نے دعا کی درخواست کی تھی، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی اور وہ قبول ہوئی، کیونکہ وہ قبولیت کی گھڑی تھی، پھر جب دوسرے صاحب نے درخواست کی تو وہ گھڑی ختم ہو چکی تھی، اس لئے آپؐ نے ان کے لئے دعا نہیں کی، اور فرمایا: عکاشہ سبقت لے گئے اور تم پیچھے رہ گئے!

[۱۵(۱)-] بابٌ

[۲۴۴۰-] حدثنا أَبُوْ حَصِيْنٍ: عَبْدُ اللّٰهِ بنُ أَحْمَدَ بنِ يُوْنُسَ، نَا عَبْثَرُ بنُ الْقَاسِمِ، عَنْ حُصَيْنٍ: وَهُوَ ابنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَمَّا أُسْرِىَ بِالنَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم، جَعَلَ يَمُرُّ بِالنَّبِىِّ وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَعَهُمُ الْقَوْمُ، وَالنبىِّ وَالنَّبِيِّيْنَ وَمَعَهُمْ الرَّهْطُ، وَالنَّبىِّ وَالنَّبِيِّيْنَ وَلَيْس مَعَهُمْ أَحَدٌ، حَتَّى مَرَّ بِسَوَادٍ عَظِيْمٍ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قِيْلَ: مُوْسَى وَقَوْمُهُ، وَلٰكِنِ ارْفَعْ رَأْسَكَ، فَانْظُرْ، قَالَ: فَإِذَا هُوَ سَوَادٌ عَظِيْمٌ، قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ مِنْ ذَا الْجَانِبِ وَمِنْ ذَا الْجَانِبِ، فَقِيْلَ: هٰؤُلَاءِ أُمَّتُكَ، وَسِوَى هٰؤُلَاءِ مِنْ أُمَّتِكَ سَبْعُوْنَ أَلْفًا، يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ"

فَدَخَلَ، وَلَمْ يَسْأَلُوْهُ، وَلَمْ يُفَسِّرْ لَهُمْ، فَقَالُوْا: نَحْنُ هُمْ، وَقَالَ قَائِلُوْنَ: هُم أَبْنَاءُ الَّذِيْنَ وُلِدُوْا عَلَى الْفِطْرَةِ وَالإِسْلَامِ، فَخَرَجَ النبىُّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ:" هُمُ الَّذِيْنَ لَايَكْتَوُوْنَ، وَلَايَسْتَرْقُوْنَ، وَلَايَتَطَيَّرُوْنَ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ"

فَقَامَ عُكَّاشَةُ بنُ مِحْصَنٍ، فَقَالَ: أَنَا مِنْهُمْ يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:" نَعَمْ" ثُمَّ جَاءَهُ آخَرُ، فَقَالَ: أَنَا مِنْهُمْ؟ فَقَالَ:" سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ"

وفى الباب: عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، وَأَبِى هُرَيْرَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

دین پر صحیح طرح عمل ضروری ہے

حدیث: ثابت بنانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، ایک دن حجاج بن یوسف

نے نماز مؤخر کی تو حضرت انسؓ اس سے بات کرنے کے لئے کھڑے ہونے لگے، پس حجاج کے ضرر کے اندیشہ سے آپ کے برادران نے منع کیا، پس آپؓ مسجد سے اپنی سواری پر بیٹھ کر چل دیئے، اور راستہ میں فرمایا: بخدا! میں نہیں جانتا کوئی چیز اس میں سے جس پر ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں تھے، علاوہ اس کے کہ لوگ لا إله إلا الله پڑھتے ہیں، ایک شخص نے عرض کیا: حضرت! لوگ نماز تو پڑھتے ہیں! آپؓ نے فرمایا: تم ظہر کی نماز مغرب کے وقت میں پڑھتے ہو، کیا یہ نبی ﷺ کی نماز ہے؟ (یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ طبقات ابن سعد میں ہے، اور یہاں ابوعمران جونی کی جو روایت ہے وہ مختصر ہے، اور اس میں یہ جملہ ہے: أو لم تَصْنَعُوْا فی صلاتِکم ما قد عَلِمْتُمْ: کیا تم نے نہیں کیا اپنی نماز میں وہ جس کو تم جانتے ہو، اس جملہ کا بھی مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا، اور یہ حدیث بخاری شریف میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دیگر تلامذہ سے مروی ہے (حدیث ۵۲۹ و ۵۳۰)

[۱۶(۲)- بابٌ]

[۲٤٤١-] حدثنا مُحمدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ بَزِيْعٍ الْبَصْرِيُّ، نَا زِيَادُ بنُ الرَّبِيْعِ، نَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كُنَّا عَلَيْهِ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم! فَقُلْتُ: أَيْنَ الصَّلَاةُ؟ قَالَ: أَوَ لَمْ تَصْنَعُوْا فِيْ صَلَاتِكُمْ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ!

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ.

بابٌ

چند برے لوگوں کا تذکرہ

انسان اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے، البتہ صفات واعمال کے اعتبار سے اچھا برا ہوتا ہے، اگر صفاتِ حسنہ کا حامل ہے اور اعمالِ صالحہ پر عامل ہے تو وہ اچھا آدمی ہے، اور اگر صفاتِ سیئہ اور اعمالِ قبیحہ کا مرتکب ہے تو وہ برا آدمی ہے، درج ذیل حدیث میں نو صفات کے حامل کو برا آدمی قرار دیا گیا ہے، پس ان صفات سے کنارہ کش رہنا چاہئے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ، وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ الْمُتَعَالِ: برا ہے وہ بندہ جو تکبر کرتا ہے اور اتراتا ہے، اور بڑے عالی شان کو بھول جاتا ہے۔

تشریح: تَخَيَّلَ الرَّجُلُ: تکبر کرنا...... اختالَ فلانٌ: تکبر کرنا، اترانا...... یہ دونوں فعل مترادف ہیں، البتہ دوسرے میں معنی کی زیادتی ہے، اور وہ پہلے فعل کا تابع ہے اور تاکید کرتا ہے...... الکبیر: سب سے بڑا...... المُتعالِ: عالیشان،

یہ حالت نصبی میں ہے، کیونکہ نَسِیَ کا مفعول ہے، مگر اس کی اصل الْمُتَعَالِیْ ہے، ی کو حذف کر کے لام کے کسرہ کو علامت کے طور پر باقی رکھا گیا ہے اس لئے مکسور ہے، سورۃ الرعد آیت ۹ میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔

تکبر اور وہ بھی انتہائی درجہ کا تکبر کہ جسم پر اس کے آثار ظاہر ہوں، آدمی اتراہٹ میں مبتلا ہو جائے: یہ نہایت بری صفت ہے، اور ایسا شخص برا آدمی ہے، آدمی کس برتے پر اپنے کو لمبا کھینچتا ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ اس سے اوپر سب سے بڑے عالی شان اللہ تعالیٰ ہیں! پھر وہ بڑا کیوں بنتا ہے!

۲-بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدَی، وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْأَعْلٰی: برا ہے وہ بندہ جو تکبر کرتا ہے اور زیادتی کرتا ہے، اور زبردست برتر کو بھول جاتا ہے۔

تشریح: تَجَبَّرَ: تکبر کرنا ...... اعْتَدَی: ظلم وزیادتی کرنا ...... الجَبَّار: زبردست ...... الأَعْلٰی: بلند وبالا ...... یہ دونوں فعل بھی مترادف ہیں اور ثانی اول کی تاکید کرتا ہے۔

جو شخص تکبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہے، اور اس درجہ مبتلا ہے کہ لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتا ہے تو وہ شخص برا ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ اس سے اوپر زبردست برتر وبالا اللہ پاک ہیں، جو اس کی ہر طرح گوشمالی کر سکتے ہیں!

۳-بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ سَهَا وَلَهَی، وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالبِلَی: برا ہے وہ بندہ جو (حق سے) غافل ہے اور کھیل کود میں مشغول ہے، اور قبروں کو اور بوسیدہ ہونے کو بھول گیا ہے!

تشریح: المَقْبَرَة: (ب پر تینوں اعراب) قبرستان اور قبر، جمع مَقَابِر ...... البِلَی: باب سمع کا مصدر: بوسیدہ ہونا، فنا ہونا۔

وہ شخص بھی برا ہے جو دین سے غافل ہے، اور لہو ولعب میں مشغول ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ آخری منزل قبر ہے اور وہاں گل سڑ جانا ہے، پس اس کے لئے تیاری کیوں نہیں کرتا!

۴-بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ عَتَا وَطَغَی، وَنَسِيَ الْمُبْتَدَأَ وَالْمُنْتَهَی: برا ہے وہ بندہ جو حد سے بڑھتا ہے اور سرکشی کرتا ہے، اور اپنی ابتداء اور انتہا کو بھول جاتا ہے۔

تشریح: عَتَا (ن) عُتُوًّا: حد سے بڑھنا ...... طَغَی يَطْغَی طُغْيَانًا: مناسب حد سے بڑھ جانا ...... الْمُبْتَدَأُ: ابتداء ...... الْمُنْتَهَی: نہایت، آخری حد۔

وہ شخص بھی برا ہے جو حد سے تجاوز کرتا ہے، اور خود کو لمبا کھینچتا ہے، حالانکہ اس کا آغاز مائے مہین (گندہ قطرہ) ہے، اور اس کی نہایت مٹی کی ایک مٹھی ہے، پھر وہ کس زعم میں حد سے تجاوز کرتا ہے!

۵-بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ يَّخْتِلُ الدنيا بالدين: برا ہے وہ بندہ جو دین کی آڑ میں دنیا کماتا ہے۔

تشریح: خَتَلَ يَخْتِلُ خَتْلاً کے معنی ہیں: فریب دینا، چکر دینا، یعنی اس طرح معاملہ کرنا کہ پتا نہ چلے ...... اور بالدين کی ب عوض کے لئے ہے۔

جو شخص دین کی آڑ میں دنیا کماتا ہے وہ بھی برا شخص ہے، دنیا کمانے کے لئے بہت سے وسائل ہیں، ان سے دنیا کیوں نہیں کماتا۔ دین کے نام پر لوگوں کو دھوکا کیوں دیتا ہے! جو شخص یہ کام کرتا ہے وہ نہایت برا شخص ہے!

۶-بِئْسَ العبدُ: عَبْدٌ يَّخْتِلُ الدينَ بِالشُّبُهَاتِ: برا ہے وہ بندہ جو دین کو مشتبہات کے ذریعہ خراب کرتا ہے۔

تشریح: خَتَلَ (ض) کے اصل معنی ہیں: دھوکہ دینا، اور دوسرے معنی ہیں: بگاڑنا...... اور بالشبہات میں ب سببیہ ہے۔

جو شخص مشتبہ ذرائع آمدنی اختیار کرتا ہے، اور حلال وطیب کمائی کا اہتمام نہیں کرتا: اس کا دین پاکیزہ نہیں رہ سکتا، وہ مشتبہ کمائی کے ذریعہ اپنے دین کو خراب کرتا ہے اس لئے وہ بھی برا شخص ہے۔

۷-بئس العَبْدُ: عَبْدُ طَمَعٍ يَقُوْدُهُ: برا ہے وہ لالچ کا غلام، جس کو لالچ کھینچتی ہے۔

تشریح: عبدُ طَمَعٍ مضاف مضاف الیہ ہیں...... اور یَقُوْدُہ کی ضمیر فاعل طَمَع کی طرف لوٹتی ہے اور جملہ فعلیہ طمعٌ کی صفت ہے...... لالچ (رغبت) ایک فطری امر ہے، مگر لالچی یعنی وہ شخص جو حرص وطمع میں اس درجہ مبتلا ہو کہ اسی کے پیچھے لگ گیا ہو، وہ برا شخص ہے۔

۸-بئس العبدُ: عَبْدُ هَوًى: يُضِلُّهُ: برا ہے ایسی خواہش کا غلام جو اس کو گمراہ کرتی ہے۔

تشریح: اس جملہ کی ترکیب بھی پہلے جملہ کی طرح ہے...... خواہش بھی فطری امر ہے، مگر وہ خواہش پرست جو خواہشات کے پیچھے پڑ کر دین سے ہٹ جائے، اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے: وہ برا شخص ہے۔

۹-بئس العبدُ: عَبْدُ رَغَبٍ يُذِلُّهُ: برا ہے ایسی حرص وطمع کا غلام جو اس کو رسوا کرتی ہے۔

تشریح: عبدُ رَغَبٍ میں بھی اضافت ہے، اور رَغَب مصدر ہے، رَغِبَ فلاناً: خواہش مند ہونا...... رغبتیں اور خواہشیں بھی فطری امر ہیں، مگر ان کے جال میں ایسا پھنس جانا کہ آدمی رسوا ہو کر رہ جائے: نہایت بری بات ہے۔

ملحوظہ: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی ہاشم ضعیف ہے، اور زید خَثْعَمِی مجہول راوی ہے۔

[۱۷(۳)- بابٌ]

[۲۴۴۲-] حدثنا مُحمدُ بنُ يَحْيىَ الأَزْدِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، نَا هَاشِمُ بنُ سَعِيْدٍ الْكُوْفِيُّ، ثَنِىْ زَيْدُ الْخثعَمِيُّ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ الْخَثْعَمِيَّةِ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:

[۱-] بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ، وَنَسِيَ الْكَبِيْرَ المتَعَالِ.

[۲-] وَبِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدَى، وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْأَعْلَى.

[۳-] بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ سَهَی وَلَهَی، وَنَسِیَ الْمَقَابِرَ وَالبِلَی.

[٤-] بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ عَتَا وَطَغَی، وَنَسِیَ الْمُبْتَدَأَ وَالْمُنْتَهَی.

[٥-] بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ یَّخْتِلُ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ.

[٦-] بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدٌ یَّخْتِلُ الدِّیْنَ بِالشُّبُهَاتِ.

[۷-] بِئْسَ العَبْدُ: عَبْدُ طَمَعٍ: یَقُوْدُهُ.

[۸-] بِئْسَ الْعَبْدُ: عَبْدُ هَوًی: یُضِلُّهُ.

[۹-] بِئْسَ العَبْدُ: عَبْدُ رَغَبٍ: یُذِلُّهُ''

هٰذَا حدیثٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَلَیْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِیِّ.

بابٌ

غریبوں کوکھلانے، پلانے اور پہنانے کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- أَیُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَی جُوْعٍ: أَطْعَمَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ: جوبھی مؤمن کسی مؤمن کوبھوک کی حالت میں کھلائے: اس کواللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کے پھلوں میں سے کھلائیں گے۔

۲- وَأَیُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَی مُؤْمِنًا عَلَی ظَمَأٍ: سَقَاهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ: اور جوبھی مؤمن کسی مؤمن کو پیاس کی حالت میں پلائے: اس کواللہ تعالیٰ قیامت کے دن خالص سربہ مہر شراب میں سے پلائیں گے(الرَّحیق: شراب اورصاف خالص شراب ......المختوم: سربہ مہر، برتن کے منہ کومٹی یا موم وغیرہ سے بند کرنا، اسی کوسربہ مہر کہتے ہیں)

۳-وَأَیُّمَا مُؤْمِنٍ کَسَا مُؤْمِنًا عَلَی عُرْیٍ: کَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ: اور جوبھی مؤمن کسی مؤمن کوننگا ہونے کی حالت میں پہنائے: اس کواللہ تعالیٰ جنت کا ہرالباس پہنائیں گے۔

تشریح: خُضْر: أَخْضَر کی جمع ہے، مراد جنت کا ہرالباس ہے...... تینوں صورتوں میں جزاءجنس عمل سے ہے یعنی دنیامیں جوعمل کیاہے آخرت میں اس کی ویسی ہی جزاملے گی۔

سند کی بحث: اس حدیث کا راوی ابوالجارود الاعمی الکوفی: رافضی تھا، ترمذی میں اس کی یہی ایک حدیث ہے، یحییٰ بن مَعین نے اس کوکذاب کہاہے۔امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث ابوسعید خدری سے موقوف بھی مروی ہے، اور وہی ہمارے نزدیک اشبہ بالصواب ہے،مگر یہ حدیث ابوداؤد(حدیث ۱۶۸۲) میں ایک دوسری سند سے مرفوع

مروی ہے، اورامام ابوداؤد نے اس پرسکوت فرمایا ہے، پس یہ حدیث قابل اعتبار ہے۔

[١٨(٤)-] بابٌ

[٢٤٤٣-] حدثنا مُحمدُ بنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ، نَا عَمَّارُ بنُ مُحمدِ بنِ أُخْتِ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، نَا أَبُوْ الْجَارُوْدِ الأَعْمَى، واسْمُهُ: زِيَادُ بنُ الْمُنْذِرِ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:

[١-] أَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَطْعَمَ مُؤْمِنًا عَلَى جُوْعٍ: أَطْعَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ.

[٢-] وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَقَى مُؤْمِنًا عَلَى ظَمَأٍ: سَقَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ.

[٣-] وَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ كَسَا مُؤْمِنًا عَلَى عُرْيٍ: كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ مَوْقُوْفًا، وَهُوَ أَصَحُّ عِنْدَنَا وَأَشْبَهُ.

بابٌ

جنت نہایت قیمتی سامان ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ خَافَ أَدْلَجَ: جوڈرتا ہے وہ ابتدائے شب سے سفرکرتا ہے، ومَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ المنزلَ: اور جوابتدائے شب سے سفرکرتا ہے وہ منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ: سنو! اللہ کا سامان بہت گراں ہے، أَلَا إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ: سنو! اللہ کا سامان جنت ہے۔

تشریح: جنت بیش قیمت متاع ہے، پس اس کو حاصل کرنے کے لئے بڑی تیاری کی ضرورت ہے، جیسے وہ مسافر جسے دشمن کے شب خوں کا ڈر ہے، شروع رات سے سفرشروع کردیتا ہے، اور دشمن سے بچ جاتا ہے، اور جو شخص دیرکرتا ہے وہ دشمن کی زد میں آجاتا ہے، اسی طرح جو زندگی کے لمحات گنواتا ہے: ممکن ہے جنت اس کے ہاتھ نہ آئے، کیونکہ جنت کوئی گراپڑا سامان نہیں جو ہرکسی کے ہاتھ آجائے، بلکہ اس کو حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت اور تیاری کرنی ضروری ہے، تب کہیں جاکر یہ متاع گرانمایہ ہاتھ آسکتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے لئے تیاری کرنے کی توفیق عطافرمائیں (آمین)

[١٩(٥)- بابٌ]

[٢٤٤٤-] حدثنا أَبُوْ بَكْرِ بنُ أَبِيْ النَّضْرِ، ثَنِيْ أَبُوْ النَّضْرِ، نَا أَبُوْ عَقِيْلٍ الثَّقَفِيُّ، نَا أَبُوْ فَرْوَةَ

يَزِيْدُ بنُ سِنَانٍ التَّمِيْمِيُّ، ثَنِيْ بُكَيْرُ بنُ فَيْرُوْزَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَنْ خَافَ أَدْلَجَ، وَمَنْ أَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ، أَلَا! إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ، أَلَا! إِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ النَّضْرِ.

بابٌ

آدمی پرہیزگار کب بن سکتا ہے؟

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: بندہ اس وقت تک پرہیزگاروں میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ چھوڑ نہ دے اس کام کو جس کے کرنے میں سختی نہیں ہے، اس کام سے ڈرتے ہوئے جس کے کرنے میں سختی ہے۔

ترکیب: أَن یکون: لَایَبْلُغُ کا ظرف ہے، اور مضاف مقدر ہے، أی لَایَبْلُغُ العَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِيْنَ...... حَذَرًا: یَدَعُ کا مفعول لہ ہے، أی خوفا مِنْ أَنْ یَقَعَ فیما فیه بأسٌ...... اور مناویؒ نے پوری حدیث کا خلاصہ یہ بیان کیا ہے: یَتْرُكُ فضولَ الحلال حَذَرًا مِنَ الوقوع فی الحرام یعنی بے فائدہ حلال کو چھوڑ دے اس اندیشہ سے کہ وہ حرام میں جا پڑے گا یعنی متقی بننے کے لئے صرف حرام سے بچنا کافی نہیں، بلکہ لایعنی حلال کو بھی چھوڑ دینا ضروری ہے۔

[۲۰(٦)- بابٌ]

[۲٤٤٥-] حدثنا أَبُوْ بَكْرِ بنُ أَبِيْ النَّضْرِ، نَا أَبُوْ النَّضْرِ، ثَنِيْ أَبُوْ عَقِيْلٍ: عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَقِيْلٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ يَزِيْدَ، ثَنِيْ رَبِيْعَةُ بنُ يَزِيْدَ، وَعَطِيَّةُ بنُ قَيْسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ السَّعْدِيِّ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: قَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ، حَتَّى يَدَعَ مَالَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا لِمَا بِهِ بَأْسٌ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابٌ

دین کا ولولہ دائم قائم نہیں رہتا

دل کو عربی میں "قلب" اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ایک حال پر نہیں رہتا، الٹتا پلٹتا رہتا ہے، چنانچہ کبھی اعمالِ

دینیہ کی طرف رغبت ہوتی ہے، کبھی نہیں ہوتی، سستی چھا جاتی ہے، پس قلب کی اچھی حالت سے فائدہ اٹھانا چاہئے، جب وہ اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہو: عمل کر لینا چاہئے، کیونکہ یہ حالت بدل جائے گی پھر عمل کرنا مشکل ہوگا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ بات ہو کہ تم اس حال پر دائم قائم رہو جس پر تم میرے پاس ہوتے ہو تو ضرور تم پر فرشتے اپنے پروں کے ذریعہ سایہ فگن ہوں''

تشریح: یہ حدیث یہاں مختصر ہے، آگے باب ۶۰ (حدیث ۲۵۱۰) میں مفصل آرہی ہے، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہمیں رسول اللہ ﷺ جنت ودوزخ یاد دلاتے تو وہ ہمیں آنکھوں سے نظر آتی، پھر جب ہم ازواج واولاد اور جائداد میں مشغول ہوتے تو یہ حال باقی نہیں رہتا تھا جب یہ بات آپؐ سے عرض کی گئی تو آپ نے مذکورہ ارشاد فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قلب کے احوال دائم قائم نہیں رہتے، بس بجلی کی طرح کوندتے ہیں، اس لئے جب دل اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہو تو اس حالت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اور جو کچھ ممکن ہو کر لینا چاہئے، اور باب میں اسی مضمون کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے، جو آگے أبواب صفة الجنة (باب۲ حدیث ۲۵۲۱) میں آرہی ہے۔

[۲۱ (۷)- بابٌ]

[۲۴۴۶-] حدثنا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الشِّخِّيْرِ، عَنْ حَنْظَلَةَ الأُسَيِّدِيِّ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَوْ أَنَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ كَمَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِيْ، لَأَظَلَّتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا عَنْ حَنْظَلَةَ الأُسَيِّدِيِّ، وَفِي الْبابِ: عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

بابٌ

چستی کے بعد سستی آجاتی ہے

اس باب کا حاصل بھی وہی ہے جو گذشتہ باب کا تھا، کبھی دل میں اعمالِ صالحہ کا خوب ذوق شوق ہوتا ہے، مگر یہ حالت ہمیشہ باقی نہیں رہتی، کچھ وقت کے بعد سستی طاری ہو جاتی ہے، اس لئے چستی کے زمانہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور جو کچھ کر سکتا ہو کر لینا چاہئے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''بیشک ہر چیز کے لئے چستی ہے، اور ہر چستی کے لئے سستی ہے، پس اگر چستی والا ٹھیک رہا اور اس نے میانہ روی اختیار کی تو اس سے امید باندھو، اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا گیا تو اس کو کچھ شمار مت کرو''

لغات: الشِّرَّۃ: پھرتی، چستی، کہتے ہیں: للشَّباب شِرَّۃٌ: جوانی میں نشاط و چستی ہوتی ہے...... الفَتْرَۃ: کمزوری، سستی، ڈھیلا پن...... صَاحِبُھا کی ضمیر شِرَّۃ کی طرف لوٹتی ہے...... سَدَّدَ: سیدھا چلا، کہتے ہیں: سَدَّدَ اللّٰہُ فلانًا: اللہ تعالیٰ فلاں کو سیدھے راستے پر چلائے...... قَارَبَ فلانٌ فی أمورہ: معاملات میں میانہ روی اختیار کرنا، حد سے نہ بڑھنا...... رَجَا یَرْجُوْ رَجَاءً: امید باندھنا، توقع رکھنا...... عَدَّ یَعُدُّ عَدًّا: شمار کرنا۔

تشریح: کبھی دینی کاموں کا جذبہ ابھرتا ہے، مگر یہ جذبہ دائم نہیں رہتا، کچھ وقت کے بعد طبیعت سست پڑ جاتی ہے، پس اس جذبہ کی قدر کرنی چاہئے، اس وقت جو بھی نیک عمل ممکن ہو کر لینا چاہئے، مگر عمل میں اعتدال ضروری ہے، جو شخص اس حال میں سیدھا چلتا ہے، اور اعتدال پر قائم رہتا ہے اس سے امید باندھو کہ وہ کچھ بنے گا، اور اگر وہ حد سے تجاوز کر جائے، اور اتنا عبادت میں مشغول ہو جائے کہ لوگ اس کی طرف اشارے کرنے لگیں کہ فلاں ایسا عبادت گذار ہے، ویسا عبادت گذار ہے، تو وہ شخص قابل لحاظ نہیں، کیونکہ یہ ہانڈی کا ابال ہے جو تھوڑی دیر میں بیٹھ جائے گا، آدمی انہی اعمال پر برقرار رہ سکتا ہے جن میں اعتدال ہوتا ہے، حدیث میں ہے: نبی ﷺ کو وہ عمل پسند تھا جو ہمیشہ پابندی سے کیا جائے، اور پابندی اعتدال والے اعمال ہی میں ممکن ہے (متفق علیہ مشکوٰۃ حدیث ۱۲۴۲)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''انسان کے برا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس کی طرف دینی یا دنیوی معاملہ میں انگلیوں سے اشارہ کیا جائے، علاوہ اس شخص کے جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت کریں''

تشریح: یہ حدیث سیوطی رحمہ اللہ نے جامع صغیر میں بیہقی کی شعب الایمان کے حوالہ سے نقل کی ہے، اور مناوی نے فیض القدیر (۳: ۱۹۷) میں اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے، اسی لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے رُوِیَ (فعل مجہول) استعمال کیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ دینی معاملات میں انگلیوں سے اشارہ اس شخص کی طرف کیا جاتا ہے جو کوئی بدعت ایجاد کرتا ہے، لوگ اس کا چرچہ کرتے ہیں کہ فلاں یہ بات کہتا ہے، حدیث میں نماز روزہ کی کثرت مراد نہیں، کیونکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، نہ کوئی ایسے شخص کا چرچہ کرتا ہے، اور دنیوی معاملہ میں اس شخص کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے جو کوئی ایسا امر منکر کرتا ہے جو مسلمانوں میں متعارف نہیں، جیسے کوئی ایسی کاروباری اسکیم چلاتا ہے جو شرعاً درست نہیں، مگر لوگوں کے لئے وہ دلچسپ ہوتی ہے تو لوگ اس کا چرچہ کرتے ہیں۔ اور ایسا شخص برا اس لئے ہے کہ پہلی حالت اس کی دینی جہالت پر دلالت کرتی ہے، اور دوسری حالت اس کی دنیا طلبی کی غمازی کرتی ہے، اور دونوں حالتوں

میں وہ شہرت کا طالب ہوتا ہے، اخلاص اس میں نام کو نہیں ہوتا، اس لئے اس کو برا کہا گیا ہے، اچھا بندہ وہ ہے جو دینی اور دنیوی معاملہ میں ٹھیک ٹھیک چلے، اور صراط مستقیم پر گامزن رہے۔

[۲۲(۸)- بابٌ مِنْهُ]

[۲۴۴۷-] حدثنا يُوْسُفُ بنُ سَلْمَانَ أَبُوْ عَمْرٍو الْبَصْرِيُّ، نَا حَاتِمُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَجْلاَنَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ لِكُلِّ شَيْئٍ شِرَّةً، وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً، فَإِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ، وَإِنْ أُشِيْرَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فَلاَ تَعُدُّوْهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۴۴۸-] وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ: "بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ: أَنْ يُشَارَ إِلَيْهِ بِالْأَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ أَوْ دُنْيَا، إِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ"

بابٌ

امیدیں کوتاہ کرنے کا بیان

کبھی انسان پر دنیا کی محبت اس درجہ غالب آجاتی ہے کہ وہ حیاتِ دراز کا خواب دیکھنے لگتا ہے، حالانکہ دنیا کی زندگی عارضی ہے، دائمی زندگی آخرت کی ہے، پس اسی کی تیاری میں مشغول ہونا چاہئے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک مربّع (چوگوشہ) شکل بنائی، اور اس کے درمیان میں ایک لکیر کھینچی، اور ایک دوسری لکیر چوکھٹے سے باہر کھینچی اور درمیانی لکیر کے گرد اور لکیریں بنائیں، اس طرح:

پھر چوکھٹے میں جو لکیر تھی اس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "یہ انسان ہے" اور چوکھٹے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "یہ اس کی اجل (موت کا مقررہ وقت) ہے، جو اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے" اور یہ لکیر جو چوکھٹے کے اندر ہے انسان ہے (یہ پہلی بات کی تکرار ہے، تاکہ اگلی بات اس پر متفرع کی جائے) اور یہ (چھوٹی) لکیریں اس کے عوارض (آفات وبلیات) ہیں، اگر وہ ایک سے بچ جاتا ہے تو دوسرا اس کو ڈس لیتا ہے، اور یہ چوکھٹے سے نکلنے والا خط اس کی آرزو ہے، یعنی سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں!...... اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ آدمی کو امیدیں کوتاہ

رکھنی چاہئیں، دنیا کی زندگی ایک دن ختم ہونے والی ہے، ہمیشہ قائم ودائم رہنے والے آخرت کی زندگی ہے، پس اسی کی تیاری میں لگے رہنا چاہئے اور دنیا کی طرف توجہ بس بقدر ضرورت ہونی چاہئے۔

[۲۳(۹)- بابٌ]

[۲٤٤۹-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ يَعْلَى، عَنِ الرَّبِيْعِ بنِ خُثَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: خَطَّ لَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَطًّا مُرَبَّعًا، وَخَطَّ فِيْ وَسَطِ الْخَطِّ خَطًّا، وَخَطَّ خَارِجًا مِنَ الْخَطِّ خَطًّا، وَحَوْلَ الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ خُطُوْطًا، فَقَالَ:" هٰذَا ابنُ آدَمَ، وَهٰذَا أَجَلُهُ، مُحِيْطٌ بِهِ، وَهٰذَا الَّذِيْ فِي الْوَسَطِ الإِنْسَانُ، وَهٰذِهِ الْخُطُوْطُ عُرُوْضُهُ، إِنْ نَجا مِنْهُ يَنْهَشُهُ هٰذَا، وَالْخَطُّ الْخَارِجُ الْأَمَلُ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

آخری زندگی میں مال اور حیاتِ دراز کی حرص بڑھ جاتی ہے

عجیب بات ہے: جب زندگی ختم ہونے آتی ہے، موت کے آثار نظر آنے لگتے ہیں، قُوی جواب دیدیتے ہیں تو آدمی میں جینے کی تمنا بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح جب مال کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی، آدمی آل اولاد کے جھمیلوں سے نمٹ جاتا ہے، اور مصارفِ زندگی بھی کم ہوجاتے ہیں تو مال کی حرص بڑھ جاتی ہے۔ یہ دو باتیں بڑی ہی عجیب ہیں، مگر واقعی ہیں۔ پس آدمی کو چاہئے کہ ہوسوں پر کنٹرول کرے، اور زندگی کے لمحات کو غنیمت سمجھے، اور جو کچھ آخرت کے لئے کرسکتا ہے کرلے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: **يَهْرُمُ ابنُ آدَمَ، وَتَشِبُّ مِنْهُ اثنتان: الحرصُ على المال والحرصُ على العُمُرِ**: انسان بوڑھا ہوتا ہے اور اس کی دو باتیں جوان ہوتی ہیں: مال کی حرص اور زندگی کی حرص (متفق علیہ)

لغات: هَرِمَ (س) الرجلُ هَرَمًا: کمزور اور بوڑھا ہونا...... شَبَّ الغلامُ يَشِبُّ (ض) شَبَابًا: لڑکے کا جوان ہونا...... اثنتان: أى خَصلتان: دو باتیں۔

[۲٤(۱۰)- بابٌ]

[۲٤٥۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يَهْرَمُ ابنُ آدَمَ، وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ، وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

انسان اسبابِ موت میں گھرا ہوا ہے

یہ حدیث ابواب القدر (تحفہ ۵:۵۱۴) میں گذر چکی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: انسان متمثّل کیا گیا ہے، یعنی نفس الامر میں پیدا کیا گیا ہے درانحالیکہ ننانوے اسباب موت اس کے پہلو کی طرف متوجہ ہیں، اگر چوک جاتے ہیں اس سے یعنی بچ جاتا ہے وہ سارے ہی اسبابِ موت سے، تو جا پڑتا ہے وہ بڑھاپے میں، یہاں تک کہ وہ مر جاتا ہے، یعنی اس سبب موت سے مَفر نہیں (ابواب القدر میں امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی صرف تحسین کی ہے، کیونکہ ابوالعوام عمران بن داوَر القطان معمولی راوی ہے اور حدیثوں میں غلطیاں بھی کرتا تھا، مگر یہاں امام ترمذیؒ نے روایت کی تصحیح کی ہے)

اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ انسان متعدد اسبابِ موت میں گھرا ہوا ہے، کیونکہ زندگی ایک بلبلا ہے، کب ٹوٹ جائے؟ معلوم نہیں، کونسی آفت آگھیرے اس کا اندازہ نہیں، آدمی چلتے چلتے ختم ہو جاتا ہے، پس ہر وقت موت کی تیاری میں لگا رہنا چاہئے۔ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ابھی وہ جوان ہیں، بڑھاپے میں عمل کرلیں گے، یا ابھی بڑھاپے کی ابتداء ہے، آخر میں کچھ کرلیں گے، یہ بڑا دھوکہ ہے، کیا ہم نے بچوں کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر دفن نہیں کیا؟ کیا جوانوں کو ہم اپنے کندھوں پر اٹھا کر دفن نہیں کرآئے؟ اور کیا ہم دیکھتے نہیں کہ اکثر لوگ بڑھاپے کی آخری حد کو نہیں چھوتے! پس لوگ کس خام خیالی میں مبتلا ہیں؟ عقلمند وہی ہے جو وقت پر چوکنا ہو جائے، کیونکہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!

[۲۵ (۱۱)- بابٌ]

[۲۴۵۱-] حدثنا أَبُوْ هُرَيْرَةَ مُحمدُ بنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ، نَا أَبُوْ قُتَيْبَةَ سَلْمُ بنُ قُتَيْبَةَ، نَا أَبُو الْعَوَّامِ، وَهُوَ عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُطَرِّفِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الشِّخِّيْرِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مُثِّلَ ابنُ آدَمَ، وَإِلَى جَنْبِهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ مَنِيَّةً، إِنْ أَخْطَأَتْهُ الْمَنَايَا: وَقَعَ فِي الْهَرَمِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

قیامت اور موت آیا چاہتی ہے

اور

کثرت درود شریف کی فضیلت

حدیث: سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب رات کے دوتہائی گذر جاتے تھے تو

نبی ﷺ اٹھتے تھے، پس فرماتے: اے لوگو! اللہ کو یاد کرو! اللہ کو یاد کرو! ہلا دینے والی بات (نفخۂ اولیٰ) آ گئی، یعنی آیا چاہتی ہے (اور) اس کے پیچھے ایک آنے والی بات (نفخۂ ثانیہ) آ رہی ہے، موت اپنے احوال کے ساتھ آئی!

حضرت ابیؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں، پس میں اپنی دعا میں درود کے لئے کتنا وقت رکھوں؟ آپؐ نے فرمایا: ''جتنا چاہو'' میں نے عرض کیا: چوتھائی؟ آپؐ نے فرمایا: ''جتنا چاہو، اور زیادہ کرو تو وہ آپؓ کے لئے بہتر ہوگا'' میں نے عرض کیا: آدھا؟ آپؐ نے فرمایا: ''جتنا چاہو، اور زیادہ کرو تو وہ بہتر ہوگا'' میں نے عرض کیا: دوتہائی؟ آپؐ نے فرمایا: ''جتنا چاہو، اور اگر زیادہ کرو تو بہتر ہوگا'' میں نے عرض کیا: میں اپنی ساری دعا کو آپؐ کے لئے (خاص) کرونگا، آپؐ نے فرمایا: ''تب تمہاری فکروں کی کفایت کی جائے گی، اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے''

ترکیب: تُکْفیٰ: فعل مضارع مجہول، صیغہ واحد مذکر حاضر، اور ھَمَّ مفعول ثانی ہے، مفعول اول ضمیر أَنْتَ ہے ......والْھَمُّ: مَا یَقْصُدُہ الإنسانُ من الدنیا والآخرۃ: دنیوی اور اخروی افکار ھَمّ کہلاتے ہیں۔

اس حدیث میں الصلاۃ بمعنی دعا ہے، نماز مراد نہیں۔ اور نبی ﷺ کے تعلق سے الصلاۃ کے معنی: درود کے ہیں، درود فارسی لفظ ہے جس کے معنی ہیں: انتہائی درجہ کا میلان، اور بندوں کے تعلق سے الصلاۃ کے معنی: دعا کے ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ عرض کیا تھا کہ میں بکثرت آپؐ پر درود بھیجنا چاہتا ہوں، پس میرا جو وظیفہ کا وقت ہے، اور اس میں جو میں اپنے لئے دعا کرتا ہوں: اس میں سے کتنا وقت درود شریف کے لئے خاص کروں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: جتنا چاہو الی آخرہ۔ آخر میں حضرت ابیؓ نے عرض کیا: میں دعا کے سارے وقت میں درود شریف پڑھوں گا، پس آپؐ نے فرمایا: اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہارے افکار کا مداوا کریں گے، یعنی تمہارے دنیوی کام بنا دیں گے، اور آخرت میں تمہاری بخشش فرمائیں گے، کیونکہ بندہ دعا میں یہی دو باتیں مانگتا ہے، جو درود شریف کی برکت سے خود بخود حاصل ہونگی، پس یہی کثرتِ درود شریف کی فضیلت ہے، جیسے کوئی شخص تلاوت میں مشغول رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دیتے ہیں، اسی طرح درود شریف میں مشغول رہنے والے کی مرادیں بے مانگے پوری ہوتی ہیں، یہ درود شریف کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

[۲۶(۱۲)- بابٌ]

[۲۴۵۲-] حدثنا هَنَّادٌ، نا قَبِيْصَةُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُحمدِ بنِ عَقِيْلٍ، عَنِ الطُّفَيْلِ بنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ، فَقَالَ: " يَا أَيُّهَا النَّاسُ! اذْكُرُوْا اللّٰهَ! اذْكُرُوْا اللّٰهَ! جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ، تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ، جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ،

جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ" قَالَ أُبَيٌّ: فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّیْ أُكْثِرُ الصَّلاَةَ عَلَيْكَ، فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلاَ تِيْ؟ قَالَ: "مَاشِئْتَ" قُلْتُ: الرُّبُعَ؟ قَالَ: "مَاشِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ" قُلْتُ: فَالنِّصْفَ؟ قَالَ: "مَاشِئْتَ، وَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ" قُلْتُ: فَالثُّلُثَيْنِ؟ قَالَ: "مَا شِئْتَ، فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ" قُلْتُ: أَجْعَلُ لَكَ صَلاَ تِيْ كُلَّهَا؟ قَالَ: "إِذًا تُكْفَى هَمُّكَ، وَيُغْفَرُ ذَنْبُكَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابٌ

اللہ سے شرم کرو جیسا شرم کرنے کا حق ہے

حیاء کے لغوی معنی ہیں: نفس کا ایسی چیزوں سے باز رہنا جن کو لوگ عموماً برا جانتے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں حیاء: نفس میں جمی ہوئی اس کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے نفس بارگاہِ خداوندی میں ایسا پگھل جاتا ہے جیسا نمک پانی میں پگھل جاتا ہے، اور آدمی ان خیالات کی تابع داری کرنے سے رک جاتا ہے جو شریعت کی خلاف ورزی کی طرف مائل کرتے ہیں، حیاء کا انسان کی سیرت سازی میں بڑا دخل ہے، اس وصف کی وجہ سے آدمی بہت سے برے کاموں سے اور بری باتوں سے بچ جاتا ہے، اور اچھے اور شریفانہ کام کرنے لگتا ہے، چنانچہ احادیث میں اس وصف پر بہت زور دیا گیا ہے، صحیحین کی حدیث میں شرم وحیاء کو شجر ایمان کی ایک اہم شاخ قرار دیا ہے، اور بیہقی کی روایت میں حیاء اور ایمان میں چولی دامن کا ساتھ بتایا ہے، یعنی اگر ایک وصف اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے، رہی یہ بات کہ حیاء کا مورد کیا کیا چیزیں ہیں؟ تو اس کی تفصیل درج ذیل روایت میں ہے۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیاء کرو جیسا کہ اس سے حیاء کرنے کا حق ہے، صحابہ نے عرض کیا: الحمدللہ! ہم اللہ سے حیاء کرتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: (تم جو حیاء کرتے ہو) وہ حیاء نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنا جیسا اس سے حیاء کرنے کا حق ہے: یہ ہے کہ آپ سر کی اور جن قُوی کو سر نے جمع کیا ہے: نگہداشت کریں (اس میں کان، آنکھ، ناک اور افکار کی حفاظت کا حکم آ گیا) اور پیٹ کی اور ان اعضاء کی جن کو پیٹ نے سمیٹا ہے: نگہداشت کریں (اس میں شہوتِ بطن اور شہوتِ فرج سے بچنے کا حکم آ گیا) اور موت اور بوسیدہ ہونے کو یاد کریں، پس جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بناتا ہے وہ دنیا کی آرائش سے دستبردار ہو جاتا ہے، اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے، پس جس نے یہ کام کئے اس نے یقیناً اللہ سے حیاء کی جیسا ان سے حیاء کرنے کا حق ہے۔

تشریح: عرف عام میں اس شخص کو جو طبعی کمزوری کی وجہ سے بعض کام نہیں کرتا: حیاء دار کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس بامروت آدمی کو بھی حیاء دار کہا جاتا ہے جو ایسی باتوں کا ارتکاب نہیں کرتا جن سے چہ میگوئیاں ہوتی ہیں، حالانکہ یہ دونوں باتیں اس حیاء کا مصداق نہیں جو شرعاً مطلوب ہے، شرعی حیا یہ ہے کہ آدمی سر کی اور ان قوی کی جن کو سر نے

جمع کیا ہے، اور پیٹ کی اور ان اعضاء کی جن کو پیٹ نے سمیٹا ہے: نگہداشت رکھے، اور ان سے صادر ہونے والے گناہوں سے بچے ...... پھر آپؐ نے اس سبب کی نشاندہی فرمائی جو حیا کا سبب بنتی ہے، اور وہ موت کو اور بوسیدگی کو یاد کرنا ہے، پھر آخر میں یہ فرمایا کہ زہد اور حیا میں چولی دامن کا ساتھ ہے، حیاء کبھی بھی زہد سے علحدہ نہیں ہوتی، فرمایا: جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بناتا ہے وہ دنیا کی آرائش کو چھوڑ دیتا ہے، اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتا ہے، یہی زہد ہے۔

لغات: اِسْتَحْيىٰ فلان فلانا: کسی کا کسی سے شرمانا۔ اِسْتَحْيَاه اور استحيا مِنْهُ دونوں طرح مستعمل ہے...... وَعَى يَعِيْ وَعْيًا الشيئَ: برتن میں جمع کرنا...... حَوَى يَحْوِى حَوَايَةً الشيئَ: جمع کرنا، سمیٹنا، مشتمل ہونا۔

تشریحات:

اللہ تعالیٰ سے شرماؤ جیسا شرمانے کا حق ہے، یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے یعنی کامل تقوی اختیار کرو جس میں تمام معاصی کا چھوڑنا شامل ہے...... اور صحابہ نے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے: ''جیسا اللہ سے شرمانے کا حق ہے'' نہیں کہا، بلکہ صرف یہ کہا کہ ہم اللہ سے شرماتے ہیں...... سر کی حفاظت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے، نام ونمود کے لئے نماز نہ پڑھی جائے، غیر اللہ کے سامنے سر نہ جھکایا جائے اور تکبر سے سر اونچا نہ کیا جائے...... اور سر میں یہ قوتیں شامل ہیں: زبان، آنکھ، ناک، کان، دماغ اور حواس باطنہ۔ ان سب کو ناجائز کاموں سے بچانا کما حقہ شرمانا ہے...... اور پیٹ کی حفاظت سے مراد حرام کھانے سے بچنا ہے...... اور پیٹ کے قوی جو پیٹ کے ساتھ لگے ہوئے ہیں وہ شرم گاہ، پاؤں، ہاتھ اور دل ہیں۔ یہ سب اعضاء پیٹ سے متصل ہیں اور ان کی نگہداشت یہ ہے کہ ان کو معاصی میں استعمال نہ کیا جائے، بلکہ اللہ کی خوشنودی میں استعمال کیا جائے...... اور آخرت اور دنیا کی زینت سوکنیں ہیں، دونوں کامل طور پر جمع نہیں ہوسکتیں، ایک خوش ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہوجاتی ہے، اس لئے فرمایا: ''جو آخرت کو چاہتا ہے: دنیا کی زینت چھوڑ دیتا ہے'' یعنی اس کے پیچھے نہیں پڑتا۔

سند کی بحث: یہ حدیث صباح بن محمد بن ابی حازم بجلی احمصی کوفی کی وجہ سے ضعیف ہے، یہ راوی موقوف حدیثوں کو مرفوع کردیا کرتا تھا، اور ذہبیؒ نے (میزان ۲: ۳۰۶، ترجمہ ۳۸۴۸ میں) لکھا ہے کہ اس راوی نے حضرت ابن مسعود کے دو قولوں کو مرفوع کردیا ہے (ان میں سے ایک یہ ہے)

[۲۷(۱۳)- بابٌ]

[۲۴۵۳-] حدثنا يَحْيىَ بنُ مُوْسَى، نَا مُحمدُ بنُ عُبَيْدٍ، عَنْ أَبَانَ بنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الصَّبَّاحِ بنِ مُحمدٍ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''اسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ'' قُلْنَا: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! إِنَّا لَنَسْتَحْيِيْ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ! قَالَ: '' لَيْسَ ذَاكَ،

وَلٰكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ: أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ، وَمَا وَعَى، وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ، وَمَا حَوَى، وَتَتَذَكَّرَ الْمَوْتَ وَالْبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الآخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَى- يَعْنِيْ مِنَ اللّٰهِ – حَقَّ الْحَيَاءِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ أَبَانَ بنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الصَّبَّاحِ بنِ مُحمدٍ.

بابٌ

عقلمند آدمی نفس کا محاسبہ کرتا ہے

نفس اور اعمال کی پڑتال کرنا عقلمندی کی بات ہے، جس کی عقل نور ایمانی سے منور ہوتی ہے، اور آخرت اس کی نگاہ میں دنیا سے زیادہ اہم ہوتی ہے: وہ ضرور اپنا محاسبہ کرتا ہے، اور محاسبہ کا فائدہ یہ ہے کہ جو غلطیاں سامنے آتی ہیں، انسان آگے ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جو نیک اعمال صادر ہوتے ہیں ان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا:

۱-**الكَيِّسُ: مَنْ دَانَ نَفسَه، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الموتِ:** دانا (زیرک) وہ ہے جو اپنے نفس سے حساب لے، اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے، الكيِّس: زیرک، ہوشیار، عقلمند، كَاسَى الْوَلَدُ يَكِيْسُ كَيْسًا وَكِيَاسَةً: عاقل ہونا، ذہین ہونا، تیز طبع ہونا...... دَانَ فلانٌ نفسَه: حساب کرنا، حساب لینا، دَانَ يَدِيْنُ فلاناً دِيْنًا: زیر کرنا، تابع بنانا۔

۲-**والعَاجِزُ: مَنْ أَتْبَعَ نفسَه هواها، وتَمَنَّى على الله:** اور درماندہ (بے وقوف) وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے چھوڑے، اور اللہ سے آرزو باندھے، یعنی گناہوں میں مبتلا رہے، نفس کی خواہشات پوری کرتا رہے اور خام خیالی میں مبتلا رہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں، وہ ضرور اس کو بخش دیں گے یہ آخری درجہ کی بے وقوفی ہے۔

حدیث (۲): حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقریر میں فرمایا: اس سے پہلے اپنا محاسبہ کرو کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ اور اللہ کے سامنے بڑی پیشی کے لئے (اعمال سے) آراستہ ہو جاؤ، اور قیامت کے دن اس کا حساب ہلکا ہوگا، جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے (رواه ابن المبارك فی كتاب الزهد (درمنثور ۶:۲۶۱) اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے یُروی (فعل مجہول) استعمال کر کے سند کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے)

حدیث (۳): میمون بن مہران جزری کوفی: جو بڑے فقیہ تھے، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی طرف سے جزیرہ کے گورنر تھے، فرماتے ہیں: بندہ اس وقت تک پرہیزگار نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے نفس سے حساب نہ لے، جس طرح اپنے ساجھی (کاروبار میں شریک) سے حساب لیتا ہے: کہاں سے اس کا کھانا اور اس کا پہننا ہے؟ (یہ نفس سے حساب لینا ہے، یعنی وہ اپنے ذرائع آمدنی کا جائزہ لیتا رہے)

[۲۸(۱٤)- بابٌ]

[۲٤٥٤-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيْعٍ، نَا عِيْسَى بنُ يُوْنُسَ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بنِ أَبِيْ مَرْيَمَ، ح: وَثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عَمْرُو بنُ عَوْنٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بنِ أَبِيْ مَرْيَمَ، عَنْ ضَمْرَةَ بنِ حَبِيْبٍ، عَنْ شَدَّادِ بنِ أَوْسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" الكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا، وتَمَنَّى عَلَى اللّٰهِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ:" مَنْ دَانَ نَفْسَهُ" يَقُوْلُ: يُحَاسِبُ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا، قَبْلَ أَنْ يُحَاسَبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

[۲٤٥٥-] وَيُرْوَى عَنْ عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الأَكْبَرِ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحَسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا.

[۲٤٥٦-] وَيُرْوَى عَنْ مَيْمُوْنِ بنِ مِهْرَانَ، قَالَ: لاَيَكُوْنُ الْعَبْدُ تَقِيًّا حَتَّى يُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبَ شَرِيْكَهُ: مِنْ أَيْنَ مَطْعَمُهُ وَمَلْبَسُهُ؟

بابٌ

قبر مردے سے کیا کہتی ہے؟

حدیث: نبی ﷺ اپنی نماز کی جگہ میں داخل ہوئے (ملاعلی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''نماز کی جگہ'' سے مراد مسجد نہیں، بلکہ جنازہ پڑھنے کی جگہ مراد ہے) پس آپؐ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو گویا کھل کھلا کر ہنس پڑیں گے، آپؐ نے فرمایا: سنو! اگر تم مزے توڑنے والی چیز (موت) کو بکثرت یاد کرو تو وہ تمہاری توجہ اِس حالت سے ہٹادے گی جو میں دیکھ رہا ہوں، لہٰذا مزے توڑنے والی چیز موت کو بکثرت یاد کرو، اس لئے کہ قبر پر کوئی دن نہیں گذرتا مگر وہ بولتی ہے، وہ کہتی ہے: میں مسافرت کا گھر ہوں! یعنی جو میرے اندر آتا ہے وہ پردیسی ہوجاتا ہے، میں تنہائی کا گھر ہوں! میں مٹی کا گھر ہوں! میں کیڑوں کا گھر ہوں!

پس جب مؤمن دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: آپ کشادہ جگہ آئے! اور آپ اپنے گھر والوں میں آئے! سنو! بیشک آپ مجھے ان لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں، پس آج جب میں آپ کی ذمہ دار بنائی گئی اور آپ میری طرف آگئے تو عنقریب آپ دیکھیں گے کہ میرا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہوتا ہے؟ پس وہ اس کے لئے مدنظر تک کشادہ ہوجاتی ہے، اوراس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب بدکار آدمی یا فرمایا: کافر آدمی (راوی کو شک ہے) دفن کیا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے: تیرے لئے یہاں نہ کشادگی ہے اور نہ تو اپنے گھر والوں میں آیا! سن! بیشک تو مجھے ان لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض (ناپسندیدہ) تھا جو میری پیٹھ پر چلتے ہیں، پس آج جب میں تیری ذمہ دار بنائی گئی اور تو میری طرف آ گیا تو عنقریب تو اپنے ساتھ میرا برتاؤ دیکھے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پس قبر اس پر مل جائے گی، یہاں تک کہ اس کے اوپر ہو جائے گی، اور اس کی پسلیاں اِدھر اُدھر ہو جائیں گی۔ راوی کہتے ہیں: نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا پس بعض کو بعض میں داخل کیا۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اور اس پر ستر اژدہے مسلط کئے جائیں گے، جن میں سے اگر ایک بھی زمین پر پھنکار دے تو زمین رہتی دنیا تک کوئی چیز نہ اگائے، پس وہ اس کو ڈسیں گے اور کاٹیں گے، یہاں تک کہ اس کو حساب کے لئے میدانِ محشر میں لے جایا جائے گا۔ راوی کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: ''قبر یا تو جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے، یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے!''

لغات: كَشَرَ عن أَسْنانِه يَكْشِرُ (ض) كشرًا: ہنستے وقت دانت نکالنا، اكْتَشَرَ الرجلُ: ہنستے وقت خوب دانت نکالنا...... مَرحَبًا: خوش آمدید، المَرْحَبْ: کشادگی، فراخی، مَرحباً بك: آپ کے لئے ہمارے پاس کشادگی ہے، آپ کھلی اور فراخ جگہ میں آئے۔ لا مَرْحبًا بك: بددعا کے لئے ہے، یعنی خدا کرے تمہارے لئے یہاں جگہ تنگ ہو...... السَّهْلُ: نرم، ہموار جگہ، سَهْلاً: أی أَتَیْتَ سَهْلاً: آپ نرم جگہ میں آئے، بوقت ملاقات کہتے ہیں: أهلاً وسهلاً: أی لَقِیْتَ أهلاً، وحَلَلْتَ سَهْلاً: آپ اپنے لوگوں سے ملے، اور آرام والی جگہ میں آئے، اردو میں ایسے موقع پر خوش آمدید کہتے ہیں...... وَلَّى فلاناً الأَمْرَ: کسی کو کسی کام کا منتظم بنانا، نگراں بنانا، کوئی کام سپرد کرنا...... التَئَمَ يَلْتَئِمُ الشيئُ: جڑنا، مل جانا، اکٹھا ہونا، فَيَلْتَئِمُ عليه: پس قبر اس پر اکٹھا ہو جائے گی...... يُقَيَّضُ (فعل مجہول) قَيَّضَ اللّٰهُ له كذا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یہ چیز مقدر کی...... التِّنِّين: اژدہا...... نَهَشَ الحَيَّةُ فلاناً: سانپ کا کسی کو ڈسنا...... خَدَشَ يَخْدِشُ (ض) الشيئَ: زخمی کرنا۔

سند کی بحث: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی عبید اللہ بن الولید الوصّافی ابو اسماعیل الکوفی نہایت کمزور راوی ہے۔

[۲۹ (۱۵) - بابٌ]

[۲۴۵۷-] حدثنا مُحمدُ بنُ أَحْمَدَ، وَهُوَ ابنُ مَدُّوْيَهْ، نَا الْقَاسِمُ بنُ الْحَكَمِ العُرَنِيُّ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ الْوَلِيْدِ الْوَصَّافِيُّ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: دَخَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُصَلَّاهُ، فَرَأَى نَاسًا كَأَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ، قَالَ: '' أَمَا إِنَّكُمْ لَوْ أَكْثَرْتُمْ ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ، لَشَغَلَكُمْ

عَمَّا أَرَى، فَأَكْثِرُوْا مِنْ ذِكْرِ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ: الْمَوْتِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ إِلَّا تَكَلَّمَ، فَيَقُوْلُ: أَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ! أَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ! أَنَا بَيْتُ التُّرَابِ! أَنَا بَيْتَ الدُّوْدِ!

فَإِذَا دُفِنَ العَبْدُ الْمُؤْمِنُ، قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: مَرْحَبًا وَأَهْلاً! أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَحَبَّ مَنْ يَمْشِيْ عَلَى ظَهْرِيْ إِلَيَّ، فَإِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ، وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيْعِيْ بِكَ! فَيَتَّسِعُ لَهُ مَدَّ بَصَرِهِ، وَيُفْتَحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ.

وَإِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ أَوْ: الْكَافِرُ، قَالَ لَهُ الْقَبْرُ: لاَمَرْحَبًا! وَلاَ أَهْلاً! أَمَا إِنْ كُنْتَ لَأَبْغَضَ مَنْ يَمْشِيْ عَلَى ظَهْرِيْ إِلَيَّ، فَإِذَ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ، وَصِرْتَ إِلَيَّ، فَسَتَرَى صَنِيْعِيْ بِكَ!" قَالَ:" فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ، حَتَّى يَلْتَقِيَ عَلَيْهِ، وَتَخْتَلِفَ أَضْلاَعُهُ" قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِأَصَابِعِهِ، فَأَدْخَلَ بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ.

قَالَ:"وَيُقَيَّضُ لَهُ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا، لَوْ أَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْأَرْضِ، مَا أَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا، فَيَنْهَشْنَهُ، وَيَخْدِشْنَهُ، حَتَّى يُفْضَى بِهِ إِلَى الْحِسَابِ"

قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَارِ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابٌ

سادہ زندگی اختیار کرو

حدیث: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں (ایک مرتبہ) نبی ﷺ کے پاس گیا، پس اچانک میں نے دیکھا کہ آپؐ کھجور کے پٹھوں سے بُنی ہوئی چٹائی پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں، یعنی لیٹے ہوئے ہیں، پس میں نے چٹائی کے نشان آپؐ کے پہلو میں دیکھے، اس حدیث میں لمبا مضمون ہے (جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ التحریم) میں بیان کیا ہے، یہ لمبا واقعہ اس موقع کا ہے جب یہ افواہ پھیلی تھی کہ نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی۔ اس وقت حضرت عمرؓ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے تھے، اور یہ منظر دیکھا تھا، نبی ﷺ کرتا اتار کر کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، جس سے جسم مبارک پر نشان پڑ گئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر رو پڑے، یہی وہ سادہ زندگی ہے جو امت کے لئے اسوہ ہے...... **قوله: على رَمْلِ حَصِيْرٍ، وفي الصحيحين: على رِمال حصير:** کھجور کے پٹھوں سے بُنی ہوئی چٹائی پر، **رَمَلَ الحَصِيْرَ أى نَسَجَ، أى لم يكن على السَّرير وِطاءٌ سِوى الحصير:** چارپائی پر صرف چٹائی بچھی ہوئی تھی، اور کچھ بچھا ہوا نہیں تھا۔

[۳۰(۱٦)- بابٌ]

[۲٤٥٨-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ ثَوْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: أَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَإِذَا هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى رَمْلٍ حَصِيْرٍ، فَرَأَيْتُ أَثَرَهُ فِيْ جَنْبِهِ، وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

دنیا میں منافست تباہ کن ہے

منافست یعنی ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنا: دینی کاموں میں اچھی بات ہے، سورۃ التطفیف میں ہے: ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ یعنی حرص کرنے والوں کو جنت کی نعمتیں حاصل کرنے میں حرص کرنی چاہئے، اور دنیا کی فانی چیزوں میں منافست تباہ کن ہے۔ پس دنیا ضرور کمائی جائے مگر منافست سے بچا جائے۔

حدیث: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو قبیلہ بنو عامر بن لُؤی کے حلیف (معاہد، اتحادی) تھے، اور جو نبی ﷺ کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھے، یعنی بدری صحابی تھے، انھوں نے مسور بن مخرمہ کو بتایا کہ نبی ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو (صدقات وصول کرنے کے لئے) بھیجا، پس وہ بحرین سے مال لے کر آئے، انصار نے جب حضرت ابوعبیدہ کی آمد کے بارے میں سنا تو وہ فجر کی نماز میں اچانک نبی ﷺ کے پاس آ گئے، پس جب آپؐ نے نماز پڑھی اور پھرے تو وہ لوگ آپؐ کے سامنے آئے، رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو دیکھا تو مسکرائے اور فرمایا: ''میرا خیال ہے: آپ لوگوں کو خبر پہنچی ہے کہ ابوعبیدہ کچھ لے کر آئے ہیں؟'' ان لوگوں نے کہا: ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: ''پس خوشخبری سن لو، اور اس چیز کی امید باندھو جو تمہیں خوش کرے'' یعنی ابوعبیدہؓ مال لے کر آئے ہیں اور میں اس کو ابھی تقسیم کروں گا، ''مگر بخدا! میں تم پر محتاجگی سے نہیں ڈرتا، بلکہ مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا پھیلادی جائے، جس طرح تم سے پہلے والوں پر پھیلادی گئی، پس تم میں دنیا کے مال کے بارے میں منافست پیدا ہوجائے جس طرح پہلے والوں میں منافست پیدا ہوئی، پس وہ دنیا تم کو تباہ کردے، جس طرح اس نے پہلے والوں کو تباہ کردیا''

لغات: وَافَى فلاناً: کسی کے پاس اچانک آنا ...... تعَرَّضَ الشيئَ وله: درپے ہونا ...... أَمَّلَهُ تَأْمِيْلاً: امید رکھنا ...... سَرَّهُ يَسُرُّ(ن) سُرُوْرًا وَمَسَرَّةً: خوش کرنا ...... تَنَافَسَ الْقَوْمُ في كذا: کسی چیز میں باہم مقابلہ کرنا، نقصان

پہنچائے بغیر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔

[۳۱(۱۷)- بابٌ]

[۲٤٥٩-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ مَعْمَرٍ، وَيُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ عُرْوَةَ بنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ، أَنَّ الْمِسَوَّرَ بنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَمْرَو بنَ عَوْفٍ، وَهُوَ حَلِيْفُ بَنِيْ عَامِرِ بنِ لُؤَيٍّ، وَكَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَخْبَرَهُ: أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بنَ الْجَرَّاحِ، فَقَدِمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرِيْنِ، فَسَمِعَتِ الْأَنْصَارُ بِقُدُوْمِ أَبِيْ عُبَيْدَةَ، فَوَافَوْا صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَلَمَّا صَلَّى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم انْصَرَفَ، فَتعَرَّضُوْا لَهُ، فَتبَسَّمَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ رَآهُمْ، ثُمَّ قَالَ:" أَظُنُّكُمْ سَمِعْتُمْ أَنَّ أَبَا عُبَيْدَةَ قَدِمَ بِشَيْئٍ؟" قَالُوْا: أَجَلْ، يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ:" فَأَبْشِرُوْا، وَأَمِّلُوْا مَايَسُرُّكُمْ، فَوَا اللّٰهِ! مَا الفَقْرُ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ، كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تنَافَسُوْهَا، فَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

برکت والا اور بے برکتی مال

حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے مال کا سوال کیا، آپؐ نے مجھے عنایت فرمایا، پھر میں نے مانگا تو آپؐ نے عنایت فرمایا، پھر (تیسری بار) میں نے مانگا تو (بھی) آپ نے عنایت فرمایا، پھر فرمایا: ''اے حکیم! بیشک یہ مال سرسبز وشیریں ہے (مال کو جانوروں کے تعلق سے ہری بھری گھاس کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اور انسانوں کے تعلق سے میٹھی چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے) پس جو شخص دریا دلی سے مال لیتا ہے، اس کے لئے اس میں برکت فرمائی جاتی ہے، اور جو شخص نفس کے جھانکنے کے ساتھ مال لیتا ہے، اس کے لئے اس میں برکت نہیں فرمائی جاتی۔ اور وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو کھاتا ہے مگر شکم سیر نہیں ہوتا، اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے''

تشریح: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بار بار مال کا سوال کیا: یہی نفس کا جھانکنا ہے، اور اس طرح جو مال حاصل کیا جاتا ہے اس سے کبھی پیٹ نہیں بھرتا، دوسری بات آپؐ نے یہ سمجھائی کہ آدمی کی خوبی مانگنا نہیں ہے، بلکہ دینا ہے، کیونکہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔

پس حضرت حکیمؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں آپؐ کے بعد کبھی کسی کا مال نہیں گھٹاؤں گا، تا آنکہ دنیا سے جدا ہو جاؤں، یعنی اب میں کسی سے کچھ نہیں لوں گا، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیمؓ کو بلاتے تا کہ ان کو ان کا عطیہ (وظیفہ) دیں، پس وہ قبول کرنے سے انکار کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بلاتے تا کہ وہ ان کو ان کا (وظیفہ) دیں مگر حضرت حکیمؓ ان سے بھی کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اے مسلمانو! میں آپ لوگوں کو حکیم کے معاملہ میں گواہ بناتا ہوں: میں ان کے سامنے ان کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو ان کا اس مال فی میں ہے پس وہ اس کو لینے سے انکار کرتے ہیں، غرض حضرت حکیمؓ نے وفات تک نبی ﷺ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں لی۔

لغات: السَّخَاوَة، وَالسَّخَاءُ: فیاضی، دریادلی، سخاوت نفس، رال نہ ٹپکانا...... **الإشراف**: اوپر سے دیکھنا، اسی معنی میں استشراف بھی ہے، یعنی نگاہ اٹھا کر دیکھنا، اشرافِ نفس: نفس کا جھانکنا، امیدوار رہنا...... رَزَءَ (ف) مَالَه، رُزْءًا: مال میں سے کچھ لے کر اس میں کمی کرنا۔

[۳۲ (۱۸) - بابٌ]

[۲٤٦٠-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بنِ الزُّبَيْرِ، وَابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ حَكِيْمَ بنَ حِزَامٍ قَالَ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِيْ، ثُمَّ قَالَ: "يَاحَكِيْمُ! إِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ، فَمَنْ أَخَذَهُ بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُوْرِكَ لَهُ فِيْهِ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيْهِ، وَكَانَ كَالَّذِيْ يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى"

فَقَالَ حَكِيْمٌ: فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! لَا أَرْزَأُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا، حَتَّى أُفَارِقَ الدُّنْيَا، فَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ يَدْعُوْ حَكِيْمًا إِلَى الْعَطَاءِ، فَيَأْبَى أَنْ يَقْبَلَهُ، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ دَعَاهُ لِيُعْطِيَهُ، فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَ مِنْهُ شَيْئًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ يَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى حَكِيْمٍ أَنِّيْ أُعْرِضُ عَلَيْهِ حَقَّهُ مِنْ هٰذَا الْفَيْءِ، فَيَأْبَى أَنْ يَأْخُذَهُ، فَلَمْ يَرْزَأْ حَكِيْمٌ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ شَيْئًا بَعْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتَّى تُوُفِّيَ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

خوش حالی میں پامردی مشکل ہوتی ہے

امتحان ہر حال میں ہوتا ہے، بدحالی میں بھی اور خوش حالی میں بھی، یعنی دونوں حالتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے

کچھ احکام دیئے ہیں، جن پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے، اور بدحالی کا امتحان آسان ہے، اس میں ثابت قدم رہنا کچھ زیادہ مشکل نہیں، اور خوش حالی کا امتحان سخت ہے، اس میں ثابت قدم رہنا مشکل امر ہے، مگر جس کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں اس کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

حدیث: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے زمانہ میں بدحالی سے آزمائے گئے، پس ہم نے صبر کیا، یعنی ہم امتحان میں کامیاب ہوئے، پھر آپؐ کے بعد ہم خوش حالی سے آزمائے گئے تو ہم ثابت قدم نہ رہ سکے۔

لغات: الضَّرَّاء: سختی، فقر وفاقہ، تکلیف کی حالت ...... اِبْتَلاَہٗ: آزمانا، آزمائش میں ڈال کر صورتِ حال جاننا، اُبْتُلِیَ: فعل مجہول ہے...... السَّرَّاء: خوش حالی، آسودگی، مسرت وشادمانی۔

[۳۳(۱۹)- بابٌ]

[۲٤٦١-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا أَبُوْ صَفْوَانَ، عَنْ يُوْنُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بنِ عَبْدِ الرحمنِ، عَنْ عَبْدِ الرحمنِ بنِ عَوْفٍ، قَالَ: " ابْتُلِيْنَا مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالضَّرَّاءِ فَصَبَرْنَا، ثُمَّ ابْتُلِيْنَا بَعْدَهُ بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِرْ" هٰذا حديثٌ حسنٌ.

بابٌ

طالبِ آخرت کا دل مطمئن ہوتا ہے، اور طالبِ دنیا کا پراگندہ

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو آخرت کی فکر ہوتی ہے یعنی وہ آخرت کی طلب میں لگا رہتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کے دل کو مستغنی کر دیتے ہیں یعنی اس کو قلبی سکون عطا فرماتے ہیں، اس کو محتاجگی کی فکر نہیں ستاتی، اور اللہ تعالیٰ اس کی پراگندہ حالی کو درست فرما دیتے ہیں، اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے، یعنی جو اس کے مقدر میں ہوتا ہے ملتا ہے، اور جس شخص کو دنیا کی فکر ہوتی ہے، یعنی وہ دنیا کی طلب میں لگا رہتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کی محتاجگی کو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتے ہیں، یعنی اس کے حال سے محتاجگی ہُویدا ہوتی ہے، اور اس کے احوال کو پراگندہ کر دیتے ہیں، یعنی اس کو جمع خاطر حاصل نہیں ہوتا، اور دنیا اس کو بس اتنی ہی ملتی ہے جتنی اس کے لئے مقدر ہے۔

لغات: الهَمُّ: فکر، رنج، غم ...... الشَّمْل: اجتماعیت، شیرازہ، جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهم: اللہ ان کو متحد کرے، شَتَّتَ شَمْلَهُمْ: اللہ ان میں پھوٹ ڈالے، جَمْعُ الشَّمْلِ: شیرازہ بندی کرنا ...... رَاغِمَة: اسم فاعل واحد مؤنث، رَغِمَ (ف) رَغْمًا: ذلیل ہونا، حقیر ہونا۔

حدیث قدسی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اے انسان! میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا، میں تیرے سینہ کو بے نیازی سے بھردوں گا، اور تیری محتاجگی کو دور کردوں گا، اور اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو میں تیرے دونوں ہاتھوں کو مشغولیت سے بھردوں گا، اور تیری محتاجگی کو دور نہیں کروں گا''

لغت: سَدَّ يَسُدُّ (ن) سَدًّا الثُّلْمَةَ: سوراخ بند کرنا، سَدَّ الْحاجَةَ: ضرورت پوری کرنا۔ سَدَّ الْفقْرَ: محتاجگی دور کرنا۔

تشریح: جو بندہ آخرت کی فلاح کو اپنا مقصود بناتا ہے، اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو قناعت اور جمعیتِ خاطر نصیب ہوتی ہے، اور جو کچھ دنیا اس کے لئے مقدر ہوتی ہے کسی نہ کسی راستہ سے مل جاتی ہے، اور اس کے برعکس جو دنیا کو مطلوب بناتا ہے: محتاجگی اور پریشانی اس پر مسلط کردی جاتی ہے، دیکھنے والے کو اس کے چہرے سے اس کی پریشانی صاف نظر آتی ہے، اور اس کو رات دن دوڑ دھوپ کرنے کے باوجود دنیا بس اتنی ہی ملتی ہے جو اس کے لئے مقدر ہوتی ہے، پس جب واقعہ یہ ہے تو بندے کو چاہئے کہ آخرت کو اپنا مقصود و مطلوب بنائے، اور دنیا کو بس ایک عارضی اور وقتی ضرورت سمجھ کر اس کی صرف اتنی ہی فکر کرے جتنی کسی عارضی اور وقتی چیز کی کی فکر کی جاتی ہے (ماخوذ از معارف الحدیث ۸۲:۲)

[۳۴ (۲۰) - بابٌ]

[۲۴۶۲-] حدثنا هَنَّادٌ، نا وَكِيْعٌ، عَنِ الرَّبِيْعِ بنِ صَبِيْحٍ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ أَبَانَ، وَهُوَ الرَّقَاشِيُّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ كَانَتِ الآخِرَةُ هَمَّهُ: جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهِ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ، وأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ، وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ: جَعَلَ اللّٰهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَفَرَّقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا قُدِّرَ لَهُ"

[۲۴۶۳-] حدثنا عَلِيُّ بنُ خَشْرَمٍ، نا عِيْسىٰ بنُ يُوْنُسَ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ زَائِدَةَ بنِ نَشِيْطٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ خَالِدٍ الْوَالِبِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: يَا ابْنَ آدَمَ! تفرَّغْ لِعِبَادَتِيْ: أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى، وَأَسُدَّ فَقْرَكَ، وَإِنْ لاتَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلاً، وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ خَالِدٍ الْوَالِبِيُّ: اسْمُهُ هُرْمُزٌ.

بابٌ

دل کش چیزوں سے دور رہا جائے

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہمارے لئے ایک نقشیں پردہ تھا، جس میں جانداروں کی

تصویریں تھیں، میں نے اس کو اپنے دروازہ پر لٹکایا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: انْزَعِيْهِ، فإنّه يُذَكِّرُنِيْ الدنيا: اس کو نکال دو، وہ مجھے دنیا یاد دلاتا ہے، صدیقہؓ فرماتی ہیں: اور ہمارے لئے ایک پرانی چادر تھی جس پر ریشمی پھول بوٹے بنے ہوئے تھے ہم اس کو استعمال کرتے تھے۔ اور دوسری حدیث میں صدیقہؓ فرماتی ہیں: نبی ﷺ کا بستر جس پر آپ لیٹتے تھے چمڑے کا تھا، اور اس کا بھراؤ کھجور کے ریشوں کا تھا۔

لغات: القِرَام: نقشیں پردہ، مختلف رنگوں کا اونی کپڑا جس کا پردہ بنایا جاتا تھا، اور ہودج میں بھی بچھایا جاتا تھا ...... تماثيل: التِّمْثَال کی جمع: وہ تصویر جو کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہو، في ثوبه تَماثيلُ: اس کے کپڑے میں جانوروں کی تصویریں ہیں ...... السَّمَل: پرانا اور بوسیدہ کپڑا، کہا جاتا ہے: ثَوْبٌ سَمَلٌ: پرانا کپڑا ...... القَطِيْفَة: جھالردار چادر یا کمبل ...... الوِسَادَة: تکیہ اور گدا، یہاں آخری معنی ہیں ...... اللِّيف: کھجور کے درخت کے ریشے، کھجور کے پتوں کی جڑ میں ایک جھلی ہوتی ہے جو سوکھ کر گر جاتی ہے، اس کو کوٹ کر برادہ بنا لیتے تھے، پھر اس کو گدوں وغیرہ میں بھرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کا خلاصہ دو باتیں ہیں:

۱- دل لبھانے والی چیزوں سے دور رہا جائے، کیونکہ دنیا کی کشش بری چیز ہے، آدمی اس میں پھنستا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ ٹھاٹھ کی زندگی پر شیفتہ ہو جاتا ہے، اور دنیا میں بری طرح مشغول ہو جاتا ہے، اور آخرت کی تیاری سے غافل ہو جاتا ہے۔

۲- انسان کو سادہ زندگی اختیار کرنی چاہئے، نبی ﷺ کے بستر کا حال آپ نے پڑھا، اس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے، وہ کیا آرام دہ ہوگا! مگر زندگی گزارنے لئے کافی تھا۔

فائدہ: کوئی خوبصورت چیز بے قدری کے محل میں استعمال کی جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں، جیسے پرانی جھالردار چادر جس میں ریشمی پھول تھے نبی ﷺ کے گھر میں استعمال ہوتی تھی، یہ بے قدری کے محل میں استعمال ہے، اسی طرح بے قدری کی جگہ میں چھوٹی سائز کی جانداروں کی تصویروں میں بھی گنجائش ہے، اس سے بھی فساد پیدا نہیں ہوتا۔

[۳۵ (۲۱)-] بابٌ

[۲٤٦٤-] حدثنا هَنَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ دَاوُدَ بنِ أَبِيْ هِنْدٍ، عَنْ عَزْرَةَ، عَنْ حُمَيْدِ بنِ عَبْدِ الرحمنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ سَعْدِ بنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ لَنَا قِرَامُ سِتْرٍ، فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، عَلَى بَابِيْ، فَرَآهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: "انْزَعِيْهِ، فَإِنَّهُ يُذَكِّرُنِي الدُّنْيَا" قَالَتْ: وَكَانَ لَنَا سَمَلُ قَطِيْفَةٍ، عَلَمُهَا حَرِيْرٌ، كُنَّا نَلْبَسُهَا. قَالَ أَبُوْ عيسىٰ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۲٤٦٥-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَتْ وِسَادَةُ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم الَّتِيْ يَضْطَجِعُ عَلَيْهَا مِنْ أَدَمٍ، حَشْوُهَا لِيْفٌ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

جواللہ کے لئے خرچ ہوگیا: وہی بچ گیا

جواللہ کے لئے خرچ ہوگیا وہی آخرت میں بچ گیا، اور جو دنیا میں بچ گیا وہ دنیا ہی میں رہ گیا، آخرت میں ساتھ نہیں گیا، اس لئے وہ اکارت گیا۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ کے گھر والوں نے ایک بکری ذبح کی، آپؐ نے پوچھا: اس میں سے کیا بچ گیا؟ بتایا گیا: اس میں سے کچھ نہیں بچا، صرف شانہ بچ گیا ہے، آپؐ نے فرمایا: **بَقِیَتْ کُلُّهَا، غَیْرُ کَتِفِهَا:** اس میں سے سب بچ گیا، سوائے شانے کے (وہی نہیں بچا)

تشریح: جولوگ بیلنس بناتے ہیں، اوراس کو باقی ماندہ تصور کرتے ہیں، وہ بھول میں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو راہِ خدا میں خرچ ہوگیا وہی آخرت میں ملنا ہے، باقی تو یہیں پڑا رہتا ہے، ساتھ آنے والے اعمال ہیں، پس لوگوں کو چاہئے کہ جائز جگہوں میں خرچ کرنے میں بخیلی نہ کریں، اور نیت صحیح ہو تو گھر والوں پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے، وہ بھی آخرت میں آدمی کے اکاونٹ میں جمع ہوتا ہے، پس نیت درست کرکے اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورت میں دل کھول کر خرچ کرنا چاہئے۔

[۳٦(۲۲)- بابٌ]

[۲٤٦٦-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا یَحْیَی بنُ سَعِیْدٍ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِیْ مَیْسَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً، فَقَالَ النبیُّ صلی الله علیه وسلم: "مَابَقِیَ مِنْهَا؟" قَالَتْ: مَابَقِیَ مِنْهَا إِلَّا کَتِفُهَا، قَالَ: "بَقِیَ کُلُّهَا غَیْرُ کَتِفِهَا"

هذا حدیثٌ صحیحٌ، وَأَبُوْ مَیْسَرَةَ: هُوَ الْهَمْدَانِیُّ، اسْمُهُ عَمْرُو بنُ شَرَحْبِیْلَ.

بابٌ

ایک ماہ تک کھجور پانی پر گذارہ

حدیث: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نبی ﷺ کے گھر والے ایک ماہ تک ٹھہرے رہتے تھے، یعنی پورا مہینہ گذر جاتا تھا کہ ہم آگ نہیں جلاتے تھے، ہمارا کھانا بس کھجور اور پانی ہوتا تھا۔

ترکیب: إِنْ مخففہ ہے، ضمیر شان اس کا اسم محذوف ہے، اور آل محمدٍ: منصوب علی الاختصاص ہے، اور جملہ نَمْکُث: کان کی خبر ہے۔

تشریح: نبی ﷺ کی اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے فقر پسندی فطری اور اختیاری تھی، جو آپؐ کے مقام ومنصب کے لئے مناسب تھی، پس وارثین انبیاء (دینی کاموں میں مشغول لوگوں) کے لئے بھی دولت مندی کی بہ نسبت فقر وناداری کی زندگی افضل وبہتر ہے، اور آل کا لفظ گھر والوں کے لئے یعنی بیوی بچوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور کبھی متبعین کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں، مگر اس حدیث میں آپؐ کے گھر والے مراد ہیں۔

[۳۷(۲۳)- بابٌ]

[۲٤٦٧-] حدثنا هَارُوْنُ بنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، نا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كُنَّا آلَ مُحمدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا، مَا نَسْتَوْقِدُ نَارًا، إِنْ هُوَ إِلَّا الْماءُ وَالتَّمْرُ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

آدھا وسق جَو پر بہت دنوں تک گذارہ

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو ہمارے پاس کچھ (آدھا وسق) جَو تھے، پس ہم نے اس میں سے کھایا، جتنا اللہ نے چاہا، پھر میں نے باندی سے کہا: اس کو ناپ لے، چنانچہ اس نے ان کو ناپا تو زیادہ وقت نہیں گذرا کہ وہ ختم ہوگئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: اگر ہم اس کو چھوڑے رہتے یعنی نہ ناپتے تو ہم اس میں سے اس سے زیادہ کھاتے یعنی وہ غلہ اور بھی چلتا۔

لغت: شَطْر کے کئی معانی ہیں: (۱) کچھ: یہی معنی یہاں مراد ہیں (۲) نصف (۳) نصف کے قریب (۴) جہت جیسے: ﴿شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ جَو آدھا وسق تھے، ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور ایک صاع: تین کلو ایک سو اڑتالیس گرام کا۔

یہاں دو سوال ہیں:

پہلا سوال: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: كِيْلُو طعامَكم يُبارِكْ لكم فيه (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ۴۱۹۸ کتاب الأطعمة) اس حدیث میں اور باب کی حدیث میں تعارض ہے، باب کی حدیث ہے کہ ناپنے سے برکت ختم ہوجاتی ہے اور بخاری کی حدیث میں ہے کہ ناپنے سے برکت ہوتی ہے، اس تعارض کا کیا جواب ہے؟

جواب (۱): بخاری کی حدیث میں خرید وفروخت کے وقت تولنا مراد ہے، تاکہ بائع اور مشتری میں سے کسی کا حق اس کے ساتھ متعلق نہ رہے، اور خرچ کرتے وقت تولنا ٹھیک نہیں، مسلم شریف میں ہے: ایک شخص نے نبی ﷺ سے غلہ مانگا، آپؐ نے اس کو آدھا وسق جَو دیئے، وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان اس میں سے کھاتے

رہے، یہاں تک کہ اس کو تولا تو وہ جلدی ختم ہوگئے، اس نے نبی ﷺ سے یہ بات ذکر کی تو آپؐ نے فرمایا: اگر تم اس کو نہ ناپتے تو اس میں سے اور بھی کھاتے، یعنی وہ غلہ تمہارے لئے کئی دنوں تک چلتا۔

جواب (۲): بخاری کی حدیث میں غلہ کی وہ مقدار مراد ہے جو استعمال کے لئے نکالی جاتی ہے، یعنی ناپ تول کر پکانا چاہئے، اس سے غلے میں برکت ہوتی ہے، اور باب کی حدیث میں سارا غلہ تولنا مراد ہے، اس کو تولنے سے بے برکتی ہوجاتی ہے، جیسے حضرت الاستاذ مولانا فخر الدین احمد صاحب قدس سرہ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) آخر سال میں بخاری شریف کے صفحات گننے پر (کہ کتنے صفحات باقی رہے ہیں) سخت ناراض ہوتے تھے، فرماتے تھے: اس سے برکت ختم ہوجاتی ہے اور روزانہ کے سبق کی مقدار متعین تھی، اس کو گنا جاتا تھا کہ سبق کی مقررہ مقدار پوری ہوئی یا نہیں؟

دوسرا سوال: بخاری میں حضرت عمرو بن الحارثؓ سے اور مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے بوقت وفات نہ دینار چھوڑا نہ درہم، نہ اونٹ، نہ غلام، نہ باندی اور نہ کوئی اور چیز، علاوہ سفید خچر، جنگی سامان اور زمین کے، جس کو آپؐ نے وقف کر دیا تھا، اور باب کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے آدھا وسق جو بھی چھوڑے تھے، پس یہ بھی تعارض ہے۔

جواب: یہ جو آپ ﷺ کے نہیں تھے، بلکہ حضرت عائشہؓ کے نفقہ کے تھے، جو ان کو نبی ﷺ نے دیئے تھے۔

[۳۸(۲٤)- بابٌ]

[۲٤٦۸-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: تُوُفِّيَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَعِنْدَنَا شَطْرٌ مِنْ شَعِيْرٍ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ قُلْتُ لِلْجَارِيَةِ: كِيْلِيْهِ، فَكَالَتْهُ، فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ فَنِيَ، قَالَتْ: فَلَوْ كُنَّا تَرَكْنَاهُ، لَأَكَلْنَا مِنْهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ.

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، شَطْرٌ: يَعْنِى شَيْئًا مِنْ شَعِيْرٍ.

بابٌ

چند مٹھی توشے پر ایک ماہ تک گذارہ

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے دین کے معاملہ میں ڈرایا گیا درانحالیکہ کوئی اور نہیں ڈرایا جاتا تھا، اور بخدا! میں اللہ کے دین کے معاملہ میں ستایا گیا، درانحالیکہ کوئی اور نہیں ستایا جاتا تھا، اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ مجھ پر تیس رات دن ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے لئے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہیں تھی، جس کو کوئی جاندار کھائے، علاوہ اس کے جس کو بلالؓ نے اپنی بغل میں دبا رکھا تھا۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ اس امت کے پہلے فرد ہیں، اس لئے اللہ کے راستہ میں سب سے پہلے آپؐ ہی کو دھمکایا گیا، اور آپؐ ہی کو ستایا گیا، دوسرے لوگ تو امت میں بعد میں شامل ہوئے ہیں اس لئے دشمنوں نے پہلے آپ کو ڈرایا دھمکایا پھر طرح طرح سے ستایا...... اور اس زمانہ میں آپؐ کی معیشت کی صورتِ حال یہ تھی کہ ایک دفعہ پورا مہینہ اس حال میں گذرا کہ آپؐ کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی، چند مٹھی توشہ تھا جس کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی بغل کے نیچے دبا رکھا تھا، پورے مہینے تک دونوں اسی پر گذارہ کرتے رہے...... اور یہ واقعہ کس موقعہ کا ہے؟ ایک موقعہ تو وہ ہے جبکہ نبی ﷺ طائف تشریف لے گئے تھے، اس وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساتھ نہیں تھے، بلکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ اور دوسرا موقعہ سفر ہجرت کا ہے اس میں بھی حضرت بلالؓ ساتھ نہیں تھے، بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، پس یہ کوئی اور موقعہ ہے، جب نبی ﷺ حضرت بلالؓ کے ساتھ مکہ سے نکلے ہیں، مگر اس واقعہ کی تفصیل مروی نہیں۔

[۳۹(۲۵)- بابٌ]

[۲٤٦٩-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَا رَوْحُ بنُ أَسْلَمَ: أَبُوْ حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ، نَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، نَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللّٰهِ، وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ، وَلَمْ يُؤْذَ أَحَدٌ، وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلاَثُوْنَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، وَمَالِيَ وَلِبِلاَلٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُوْ كَبِدٍ، إِلَّا شَيْئٌ يُوَارِيْهِ إِبْطُ بِلاَلٍ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَمَعْنَى هٰذَا الحديثِ: حِيْنَ خَرَجَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم هَارِبًا مِنْ مَكَّةَ، وَمَعَهُ بِلاَلٌ، إِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلاَلٍ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُ تَحْتَ إِبْطِهِ.

بابٌ

حضرت علیؓ کی ناداری کا حال

حدیث (۱): حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جاڑے کے ایک دن میں نبی ﷺ کے گھر سے نکلا، میں نے ایک رنگی ہوئی کھال لی، اور اس کو بیچ میں سے کاٹ لیا، اور اپنی گردن میں پہن لیا اور درمیان سے اس کو باندھ لیا، اس کو میں نے کھجور کے پتوں سے باندھا تھا، یعنی باندھنے کے لئے دھاگا بھی میسر نہیں تھا، اور میں سخت بھوکا تھا، اگر نبی ﷺ کے گھر میں کھانا ہوتا تو میں ضرور اس میں سے کھاتا (کیونکہ آپؓ بمنزلہ بیٹے کے تھے، آپ داماد تھے) پس میں کھانے کی کوئی چیز تلاش کرنے کے لئے نکلا، پس میں ایک یہودی کے پاس سے گذرا جو اپنے باغ میں تھا، اور وہ اپنی

چرخی سے سینچائی کررہا تھا، میں نے اس کو دیوار کے سوراخ سے جھانکا، تو اس نے کہا: او بدّو! کیا بات ہے؟ کیا تو چاہتا ہے کہ ایک کھجور کے بدلے میں ایک ڈول نکالے؟ میں نے کہا: ہاں، دروازہ کھول کہ میں اندر آؤں، اس نے دروازہ کھول دیا، پس میں اندر گیا، اس نے مجھے اپنا ڈول دیدیا، پس میں جب کوئی ڈول نکالتا تو وہ مجھے ایک کھجور دیتا، یہاں تک کہ جب میری مٹھی بھر گئی تو میں نے اس کا ڈول رکھ دیا، اور کہا: میری ضرورت پوری ہوگئی، پھر میں نے وہ کھجوریں کھائیں، پھر میں نے پانی سے گھونٹ بھرے، اور پیا، پھر میں مسجد نبوی میں آیا تو میں نے نبی ﷺ کو مسجد میں پایا۔

لغات: **الإهاب**: کچی کھال ...... **مَعْطُون**: اسم مفعول: از **عَطَنَ الْجِلْدَ يَعْطِنُ** (ض) **عَطْنًا**: کھال کو گوبر یا نمک میں ڈالنا تاکہ نہ سڑے، یعنی کھال کو رنگنا ...... **إهابٌ معطون**: رنگی ہوئی کھال ...... **جَوَّبَ الشيئَ**: بیچ سے کاٹنا۔ جواب کو جواب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ سوال کو کاٹتا ہے ...... **حَزَمَ** (ض) **حَزْمًا**: باندھنا، بنڈل بنانا ...... **الخُوص**: کھجور اور ناریل وغیرہ کے پتے ...... **البَكرة**: چرخی، جس سے کوئی وزنی چیز کھینچی جائے ...... **اطَّلَعَ**: جھانکنا ...... **الثُّلْمَة**: سوراخ، دراڑ ...... **جَرَعَ**: گھونٹ گھونٹ پینا۔

تشریح: اس حدیث کی سند میں محمد بن کعب قرظی اور حضرت علیؓ کے درمیان ایک مجہول واسطہ ہے، مگر یہ ایک معمولی کمزوری ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے گھر کے ایک فرد تھے، پس جب حضرت علیؓ کے کھانے کے لئے گھر میں کچھ نہیں تھا تو حضور اکرم ﷺ کے لئے کہاں سے ہوگا؟ اور حضرت علیؓ فاقہ مستی سے مزدوری کرنے پر مجبور ہوئے تھے، مگر نبی ﷺ اس حال میں بھی مسجد میں تشریف فرما تھے، اور امت کی فیض رسانی میں مشغول تھے۔

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کو یعنی اصحاب صفّہ کو بھوک پہنچی، پس نبی ﷺ نے ان کو ایک ایک کھجور تقسیم فرمائی، یعنی دن بھر انھوں نے ایک کھجور پر گذارہ کیا۔

حدیث (۳): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ہمیں (کسی سریہ میں) بھیجا، درانحالیکہ ہم تین سو آدمی تھے، ہم اپنا توشہ اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تھے، یعنی اس کو اٹھانے کے لئے اونٹ کی ضرورت نہیں تھی، صحابہ نے وہ توشہ اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا، پس ہمارا (ساتھ لیا ہوا) توشہ ختم ہوگیا یہاں تک کہ ہم میں سے ایک آدمی کے لئے ہر دن ایک کھجور رہ گئی! آپؓ سے پوچھا گیا: اے ابو عبد اللہ! ایک کھجور سے آدمی کا کام کیا چلتا ہوگا؟ حضرت جابرؓ نے فرمایا: جب وہ بھی نہ رہی تب ہمیں اس کی قدر معلوم ہوئی، پھر ہم سمندر پر پہنچے تو وہاں اچانک ایک مچھلی ملی جس کو سمندر نے پھینک دیا تھا، پس ہم نے اس میں سے اٹھارہ دن جتنا چاہا کھایا۔

تشریح: یہ عنبر مچھلی تھی اور طافی نہیں تھی، یعنی مر کر پھول کر پانی کے اوپر نہیں آئی تھی، بلکہ سمندر کا پانی اس سے ہٹ گیا تھا، اس لئے وہ خشکی میں رہ گئی تھی، اور مر گئی تھی، صحابہ نے اس میں سے اٹھارہ دن تک خوب کھایا، کیونکہ یہ اللہ کا رزق تھا۔

[٤٠(٢٦)- بابٌ]

[٢٤٧٠-] حدثنا هَنَّادٌ، نا يُوْنُسُ بنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ إِسْحَاقَ، ثَنِيْ يَزِيْدُ بنُ زِيَادٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بنَ أَبِيْ طَالِبٍ، يَقُوْلُ: خَرَجْتُ فِيْ يَوْمٍ شَاتٍ مِنْ بَيْتِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَقَدْ أَخَذْتُ إِهَابًا مَعْطُوْنًا، فَجَوَّبْتُ وَسْطَهُ، فَأَدْخَلْتُهُ فِيْ عُنُقِيْ، وَشَدَدْتُ وَسْطِيْ، فَحَزَمْتُهُ بِخُوْصِ النَّخْلِ، وَإِنِّيْ لَشَدِيْدُ الْجُوْعِ، وَلَوْ كَانَ فِيْ بَيْتِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم طَعَامٌ لَطَعِمْتُ مِنْهُ، فَخَرَجْتُ أَلْتَمِسُ شَيْئًا، فَمَرَرْتُ بِيَهُوْدِيٍّ فِيْ مَالٍ لَهُ، وَهُوَ يَسْقِي بِبَكْرَةٍ لَهُ، فَاطَّلَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ ثُلْمَةٍ فِي الْحَائِطِ، فَقَالَ: مَالَكَ يَا أَعْرَابِيُّ! هَلْ لَكَ فِيْ دَلْوٍ بِتَمْرَةٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، فَافْتَحِ الْبَابَ حَتَّى أَدْخُلَ، فَفَتَحَ، فَدَخَلْتُ، فَأَعْطَانِيْ دَلْوَهُ، فَكُلَّمَا نَزَعْتُ دَلْوًا أَعْطَانِيْ تَمْرَةً، حَتَّى إِذَا امْتَلَأَتْ كَفِّيْ، أَرْسَلْتُ دَلْوَهُ، وَقُلْتُ: حَسْبِيْ، فَأَكَلْتُهَا، ثُمَّ جَرَعْتُ مِنَ الْمَاءِ، فَشَرِبْتُ، ثُمَّ جِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[٢٤٧١-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، نَا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَيْرِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عُثْمَانَ النَّهْدِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ هُرِيرةَ: أَنَّهُمْ أَصَابَهُمْ جُوْعٌ، فَأَعْطَاهُمْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم تَمْرَةً تَمْرَةً، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٤٧٢-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ وَهْبِ بنِ كَيْسَانَ، عَنْ جابرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَعَثَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَنَحْنُ ثَلَاثُ مِائَةٍ، نَحْمِلُ زَادَنَا عَلَى رِقَابِنَا، فَفَنِيَ زَادُنَا، حَتَّى كَانَتْ تَكُوْنُ لِلرَّجُلِ مِنَّا كُلَّ يَوْمٍ تَمْرَةٌ، فَقِيْلَ لَهُ: يَا أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ! وَأَيْنَ كَانَتْ تَقَعُ التَّمْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَهَا حِيْنَ فَقَدْنَاهَا، فَأَتَيْنَا الْبَحْرَ، فَإِذَا نَحْنُ بِحُوْتٍ، قَدْ قَذَفَهُ الْبَحْرُ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ يَوْمًا، مَا أَحْبَبْنَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی خستہ حالی

حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے پاس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت مصعبؓ ہمارے سامنے آ گئے، ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی، جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا، جب نبی ﷺ

نے ان کو دیکھا تو آبدیدہ ہوگئے، آپؐ کو ان کا وہ ٹھاٹھ یاد آیا جس میں وہ اسلام سے پہلے تھے، اور اس حالت کو بھی دیکھا جس میں وہ آج ہیں۔

پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا کیا حال ہوگا جب صبح کو تم میں سے ایک آدمی ایک جوڑے میں نکلے گا اور شام کو دوسرے جوڑے میں نکلے گا، یعنی ایک دن میں دو جوڑے بدلے گا۔ اور اس کے سامنے ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا (عربوں کے دسترخوان پر سارا کھانا ایک ساتھ نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ باری باری لایا جاتا تھا) اور تم اپنے گھروں میں پردے لٹکاؤ گے، جس طرح کعبہ پر پردہ لٹکایا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم اس دن آج سے بہتر ہونگے، اللہ کی عبادت کے لئے فارغ ہونگے، اور ہمارے کام دوسرے لوگ انجام دیں گے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: لا، أنتم اليومَ خيرٌ منكم يومئذٍ: نہیں، تم آج بہتر ہو تمہارے اس دن سے۔

سند کی بحث: اس حدیث کی سند میں بھی محمد بن کعب قرظی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک مجہول واسطہ ہے، مگر یہ معمولی کمی ہے، اس لئے حدیث حسن ہے، اور اس حدیث کا راوی یزید بن زیاد مدینہ منورہ کا باشندہ تھا۔ امام مالکؒ وغیرہ متعدد اہل علم نے اس سے روایت کی ہے، پس وہ ثقہ راوی ہے...... اور ایک دوسرے یزید بن زیاد دمشق کے رہنے والے تھے، وہ امام زہریؒ سے روایت کرتے ہیں، اور ان سے وکیع اور مروان روایت کرتے ہیں، یہ راوی بھی ٹھیک ہیں...... اور ایک تیسرا راوی یزید بن ابی زیاد ہے، یعنی ان کے باپ کے نام میں أَبی بڑھا ہوا ہے، یہ کوفہ کے رہنے والے تھے، یہ بھی اچھے راوی ہیں، ان سے ثوری، شعبہ اور ابن عیینہ وغیرہ بڑے لوگ روایت کرتے ہیں۔

تشریح: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ہیں، اسلام قبول کرنے سے پہلے ٹھاٹھ کی زندگی گذارتے تھے، مگر مسلمان ہونے کے بعد دین کے کاموں میں ایسے لگے کہ دنیا کمانے کی فرصت نہ رہی، نبی ﷺ نے ان کو ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ روانہ کیا تھا، تاکہ وہ وہاں کے مسلمانوں کو قرآن پڑھائیں، اور ان کی دینی تربیت کریں، جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر قباء وارد ہوئے تو حضرت مصعبؓ ملنے کے لئے آئے، وہ بھی قباء ہی میں رہتے تھے، اس وقت ان کا حال وہ تھا جو اس روایت میں آیا ہے، ان کا یہ حال دیکھ کر نبی ﷺ آبدیدہ ہوگئے، آپؐ نے ان کے ماضی اور حال کا موازنہ کیا کہ کل کیا تھے اور آج کس حال میں ہیں؟ اللہ تعالیٰ ان کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں، انہی حضرات کی محنتوں سے ہم آج مسلمان ہیں!

[۴۱ (۲۷) - بابٌ]

[۲۴۷۳-] حدثنا هَنَّادٌ، نا يُوْنُسُ بنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ إِسْحَاقَ، قَالَ: ثَنِيْ يَزِيْدُ بنُ زِيَادٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ كَعْبٍ القُرَظِيِّ، قَالَ: ثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بنَ أَبِيْ طَالِبٍ، يَقُوْلُ: إِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله

عليه وسلم فِي الْمَسْجِدِ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بنُ عُمَيْرٍ، مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ، مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ، فَلَمَّا رَآهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بَكَى، لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ، وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ.

ثُمَّ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "كَيْفَ بِكُمْ! إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِيْ حُلَّةٍ، وَرَاحَ فِيْ حُلَّةٍ، وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ، وَرُفِعَتْ أُخْرَى، وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ؟" قَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ، نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ، وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَيَزِيْدُ بنُ زِيَادٍ هٰذَا: هُوَ مَدِيْنِيٌّ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ.

وَيَزِيْدُ بنُ زِيَادٍ الدِّمَشْقِيُّ: الَّذِيْ رَوَى عَنِ الزُّهْرِيِّ: رَوَى عَنْهُ وَكِيْعٌ، وَمَرْوَانُ بنُ مُعَاوِيَةَ.

وَيَزِيْدُ بنُ أَبِيْ زِيَادٍ: كُوْفِيٌّ، رَوَى عَنْهُ سُفْيَانُ، وَشُعْبَةُ، وابنُ عُيَيْنَةَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ.

بابٌ

اصحابِ صفہ کی فاقہ مستی

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صفّہ (چبوترے) والے: مسلمانوں کے مہمان تھے (اور یہ جو مشہور ہے کہ طلبہ مہمانانِ رسول ہیں اس کی کچھ اصل میرے علم میں نہیں، اس حدیث میں ان کو مسلمانوں کا مہمان کہا گیا ہے، یعنی تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین حاصل کرنے والے طلبہ کی کفالت کریں) وہ لوگ ٹھکانا نہیں پکڑتے تھے گھر والوں کی طرف اور نہ مال کی طرف، یعنی ان کی نہ فیملی تھی نہ ان کے پاس مال تھا، اور قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! بیشک میں اپنے جگر کو زمین سے دبایا کرتا تھا، فاقہ کی وجہ سے یعنی چھاتی کے بل لیٹا تھا اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھتا تھا، بھوک کی وجہ سے یعنی جب کھڑا ہوتا تو پتھر باندھ کر کھڑا ہوتا۔ اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ میں ایک دن صحابہ کے اس راستہ میں بیٹھا جس سے وہ گذرا کرتے تھے، پس میرے پاس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گذرے، میں نے ان سے اللہ کی کتاب کی ایک آیت کی تفسیر پوچھی، میں نے ان سے یہ تفسیر اس لئے پوچھی تھی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں، پس وہ چلے گئے، اور ساتھ نہیں لے گئے (یا تو ان کو حضرت ابو ہریرہؓ کے فاقہ کا احساس نہیں ہوا، یا ان کے گھر میں بھی کھانے کو کوئی چیز نہیں ہوگی) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گذرے، میں نے ان سے بھی کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا: میں نے ان سے بھی اسی لئے پوچھا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں، پس وہ گذر گئے اور مجھے ساتھ نہیں لے گئے، پھر ابوالقاسم ﷺ گذرے، جب آپؐ نے مجھے دیکھا تو آپؐ

مسکرائے (آپؐ کو ان کی قلبی کیفیت کا اندازہ ہوگیا کہ وہ ہر راستہ چلنے والے سے مسئلے کیوں پوچھ رہے ہیں؟) آپؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے جواب دیا: حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: میرے ساتھ آؤ، اور آپ چلے، پس میں آپؐ کے پیچھے چلا، آپؐ اپنے گھر میں داخل ہوئے، میں نے اجازت طلب کی، تو مجھے اجازت مل گئی (یہاں سے یہ ادب نکلا کہ اس صورت میں بھی اجازت لینی ضروری ہے)

پس آپؐ نے دودھ کا ایک پیالہ پایا، یعنی گھر میں ایک پیالہ دودھ تھا، پس آپؐ نے پوچھا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟ (یہ اس لئے پوچھا کہ غیر ہاشمی ازواج کے لئے اور ان کے موالی کے لئے صدقہ حلال تھا، اور آپؐ کے لئے حرام تھا) جواب دیا گیا: ہمارے لئے یہ دودھ فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے (اور ہدیہ آپؐ کے لئے بھی حلال تھا) پس نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے عرض کیا: میں حاضر ہوں، آپؐ نے فرمایا: اہل صفہ کے پاس جاؤ، پس ان کو بلا لاؤ، اور وہ مسلمانوں کے مہمان تھے، ان کی نہ کوئی فیملی تھی اور نہ ان کے پاس مال تھا، جب نبی ﷺ کے پاس خیرات آتی تو آپؐ وہ خیرات ان کے پاس بھیج دیتے، اور آپؐ اس میں سے کچھ بھی نہ کھاتے، اور جب آپؐ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپؐ ان کو آدمی بھیج کر بلا لیتے، پس آپؐ اس ہدیہ میں سے کھاتے، اور صفہ والوں کو بھی اس ہدیہ میں شریک کرتے، پس مجھے یہ بات ناگوار گزری، میں نے دل میں سوچا: ایک پیالہ چبوترے والوں کے درمیان کیا معنی رکھتا ہے؟ یعنی ایک انار سو بیمار! نیز میں چبوترہ والوں کی طرف حضور ﷺ کا قاصد ہوں، اس لئے آپؐ مجھی سے کہیں گے کہ میں وہ پیالہ ان پر گھماؤں، پس ہوسکتا ہے کہ مجھے اس میں سے کچھ نہ پہنچے، درانحالیکہ میں امید باندھے ہوئے تھا کہ اس میں سے حاصل کروں وہ مقدار جو مجھے بے نیاز کرے، مگر اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت کے بغیر چارہ نہ تھا، پس میں ان کے پاس گیا، اور ان سب کو بلا لایا۔

پس جب وہ نبی ﷺ کے پاس آئے، اور وہ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! پیالہ لو، اور ان کو دو، میں نے پیالہ لیا، پس میں ایک آدمی کو دیتا، وہ پیتا یہاں تک کہ سیراب ہوجاتا، پھر وہ پیالہ مجھے واپس کرتا، میں وہ پیالہ دوسرے کو دیتا، یہاں تک کہ پلاتا پلاتا میں نبی ﷺ تک پہنچا، درانحالیکہ سب لوگ پی چکے تھے، پس نبی ﷺ نے پیالہ لیا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھا، پھر آپؐ نے اپنا سر اٹھایا اور مسکرائے اور فرمایا: اے ابوہریرہ! پیو، پس میں نے پیا، پھر آپؐ نے فرمایا: پیو، پس میں برابر پیتا رہا اور آپؐ فرماتے رہے: پیو، پھر میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اس کے لئے کوئی راہ نہیں پاتا، پس آپؐ نے پیالہ لیا، اور اللہ کی تعریف کی اور بسم اللہ پڑھی اور نوشِ جاں فرمایا۔

لغات: أَوَى المكانَ وَإِليه، يَأْوِي (ض) أُوِيًّا: پناہ لینا، لوٹنا...... اعْتَمَدَ الشيئَ وعليه: سہارا لگانا، ٹیک لگانا ...... اسْتَتْبَعَه: پیچھے چلانا، پیروی کرنا، ساتھ لے چلنا۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اور دیگر اصحابِ صفہ نے اسی طرح بھوکے رہ کر دین حاصل کیا تھا، اور امت کو پہنچایا تھا، اگر یہ حضرات دین کے لئے یہ مشقتیں برداشت نہ کرتے تو آج ہمارے پاس علم کہاں سے ہوتا؟ فجزاهم الله خيراً۔

[٤٢ (٢٨)- بابٌ]

[٢٤٧٤-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا يُوْنُسُ بنُ بُكَيْرٍ، ثَنِیْ عُمَرُ بنُ ذَرٍّ، نَا مُجَاهِدٌ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: كَانَ أَهْلُ الصُّفَّةِ أَضْيَافَ أَهْلِ الإِسْلَامِ، لَايَأْوُوْنَ عَلَى أَهْلٍ وَلَامَالٍ، وَاللّٰهِ الَّذِیْ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ! إِنْ كُنْتُ لَأَعْتَمِدُ بِكَبِدِیْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْجُوْعِ، وَأَشُدُّ الْحَجَرَ عَلَى بَطْنِیْ مِنَ الْجُوْعِ، وَلَقَدْ قَعَدْتُ يَوْمًا عَلَى طَرِيْقِهِمُ الَّذِیْ يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ، فَمَرَّ بِیْ أَبُوْ بَكْرٍ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَاسَأَلْتُهُ إِلَّا لِيَسْتَتْبِعَنِیْ، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ عُمَرُ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ، مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِيَسْتَتْبِعَنِیْ، فَمَرَّ وَلَمْ يَفْعَلْ، ثُمَّ مَرَّ أَبُوْ الْقَاسِمِ صلى الله عليه وسلم، فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَآنِیْ، وَقَالَ: "أَبَا هُرَيْرَةَ!" قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: "الْحَقْ" وَمَضَى، فَاتَّبَعْتُهُ، وَدَخَلَ مَنْزِلَهُ، فَاسْتَأْذَنْتُ، فَأُذِنَ لِیْ، فَوَجَدَ قَدَحًا مِنَ اللَّبَنِ، قَالَ: "مِنْ أَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ لَكُمْ؟" قِيْلَ: أَهْدَاهُ لَنَا فُلَانٌ.

فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَبَا هُرَيْرَةَ!" قُلْتُ: لَبَّيْكَ! قَالَ: "الْحَقْ إِلَى أَهْلِ الصُّفَّةِ، فَادْعُهُمْ، وَهُمْ أَضْيَافُ أَهْلِ الإِسْلَامِ، لَايَأْوُوْنَ عَلَى أَهْلٍ وَلَامَالٍ، إِذَا أَتَتْهُ الصَّدَقَةُ بَعَثَ بِهَا إِلَيْهِمْ، وَلَمْ يَتَنَاوَلْ مِنْهَا شَيْئًا، وَإِذَا أَتَتْهُ هَدِيَّةٌ، أَرْسَلَ إِلَيْهِمْ، فَأَصَابَ مِنْهَا، وَأَشْرَكَهُمْ فِيْهَا، فَسَاءَنِیْ ذٰلِكَ، وَقُلْتُ: مَاهٰذَا الْقَدَحُ بَيْنَ أَهْلِ الصُّفَّةِ، وَأَنَا رَسُوْلُهُ إِلَيْهِمْ، فَسَيَأْمُرُنِیْ أَنْ أُدِيْرَهُ عَلَيْهِمْ، فَمَا عَسَى أَنْ يُصِيْبَنِیْ مِنْهُ؟ وَقَدْ كُنْتُ أَرْجُوْ أَنْ أُصِيْبَ مِنْهُ مَا يُغْنِيْنِیْ، وَلَمْ يَكُ بُدٌّ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهِ، فَأَتَيْتُهُمْ فَدَعَوْتُهُمْ.

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ، فَأَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ، قَالَ: "أَبَا هُرَيْرَةَ! خُذِ الْقَدَحَ فَأَعْطِهِمْ" فَأَخَذْتُ الْقَدَحَ، فَجَعَلْتُ أُنَاوِلُهُ الرَّجُلَ، فَيَشْرَبُ حَتَّى يَرْوَى، ثُمَّ يَرُدُّهُ، فَأُنَاوِلُهُ الآخَرَ، حَتَّى انْتَهَيْتُ بِهِ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَقَدْ رَوِیَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ، فَأَخَذَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم القَدَحَ، فَوَضَعَهُ عَلَى يَدِهِ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَتَبَسَّمَ، وَقَالَ: "أَبَا هُرَيْرَةَ! اشْرَبْ" فَشَرِبْتُ، ثُمَّ قَالَ: "اشْرَبْ" فَلَمْ أَزَلْ أَشْرَبُ، وَيَقُوْلُ: "اشْرَبْ" ثُمَّ قُلْتُ: وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ! مَا أَجِدُ لَهُ مَسْلَكًا، فَأَخَذَ الْقَدَحَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ، وَسَمَّى، وَشَرِبَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

دنیا کا شکم سیر: آخرت کا بھوکا!

حدیث: حضرت ابو جُحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے گیہوں اور گوشت کا ثرید کھایا، پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے بار بار ڈکاریں آرہی تھیں، پس آپؐ نے فرمایا: **کُفَّ عنا جُشَاءَ كَ**: اپنی ڈکار ہم سے دور رکھو، **فإن أكثَرهم شِبَعًا فی الدنيا: أَطْوَلُهم جُوعا يومَ القيامة**: اس لئے کہ جو دنیا میں سب سے زیادہ شکم سیر ہو کر کھاتا ہے وہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا ہوگا، چنانچہ حضرت ابو جُحیفہؓ نے اس واقعہ کے بعد موت تک کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا، صبح کھاتے تھے تو شام نہیں کھاتے تھے، اور شام کھاتے تھے تو صبح نہیں کھاتے تھے۔ اور ابن ابی الدنیا کی روایت میں ان کا یہ قول مروی ہے کہ میں نے تیس سال سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔

سند کی بحث: اس حدیث کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں: عبد العزیز قرشی اور یحییٰ بکّاء۔ اور خود حضرت ابو جُحیفہ سے روایت حاکم میں ہے، منذریؒ نے اس کو بھی ضعیف قرار دیا ہے، لیکن مسند بزار میں اس کی دو سندیں ہیں ان میں سے ایک کے رواۃ ثقہ ہیں۔

[٤٣ (٢٩)- بابٌ]

[٢٤٧٥-] حدثنا مُحمدُ بنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُرَشِيُّ، ثَنِيْ يَحْيَى الْبَكَّاءُ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: تَجَشَّأَ رَجُلٌ عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: " كُفَّ عَنَّا جُشَاءَ كَ، فَإِنَّ أَكْثَرَهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا: أَطْوَلُهُمْ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وفي الباب: عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ.

بابٌ

صحابہ کرام کے لباس کی حالت

حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے ابو بردہ سے کہا: اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو ہمیں دیکھتا درانحالیکہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور ہمیں بارش پہنچتی تو تو گمان کرتا کہ ہماری بُو بھیڑ کی بُو ہے۔

تشریح: دور اول میں صحابہ اونی کپڑے پہنتے تھے، پس جب بارش ہوتی تو صحابہ کے کپڑوں سے بھیڑ کی بو کی طرح بو آتی، اس دور میں سوتی کپڑے میسر نہیں تھے، اور اونی کپڑے بھی اتنے نہیں تھے کہ بارش میں بھیگنے کے بعد

فوراً بدل لیں، اس لئے وہی کپڑے پہنے رہتے تھے اور اس کا انجام یہ ہوتا تھا کہ بدن سے بھیڑ کی طرح بو آتی تھی۔

[٤٤ (٣٠)- بابٌ]

[٢٤٧٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِىْ بُرْدَةَ بن أَبِىْ مُوْسَى، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: يَابُنَىَّ! لَوْ رَأَيْتَنَا وَنَحْنُ مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَأَصَابَتْنَا السَّمَاءُ، لَحَسِبْتَ أَنَّ رِيْحَنا رِيْحُ الضَّأْنِ.

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَمَعْنَى هٰذَا الحديثِ: أَنَّهُ كَانَ ثِيَابَهُمُ الصُّوْفُ، فَكَانَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، يَجِىْءُ مِنْ ثِيَابِهِمْ رِيْحُ الضَّأْنِ.

بابٌ

خاکساری کے طور پر زینت کا لباس چھوڑنا

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے (زینت کا) لباس چھوڑا اللہ تعالیٰ کے لئے خاکساری کے طور پر درانحالیکہ وہ اس لباس پر قادر ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوقات کے سامنے بلائیں گے اور اسے اختیار دیں گے کہ وہ اہل ایمان کے جونسے جوڑوں میں سے چاہے پہنے!

تشریح: اور ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عزت کا سوٹ پہنائیں گے، اور مخلوقات کے سامنے اس کو اس لئے پہنائیں گے کہ اس کی خوبی کی تشہیر ہو، اس حدیث پر امام ترمذیؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا، مگر منذریؒ نے ترغیب میں امام ترمذیؒ سے تحسین نقل کی ہے۔

[٤٥ (٣١)- بابٌ]

[٢٤٧٧-] حدثنا عَبَّاسُ الدُّوْرِىُّ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ، نا سَعِيْدُ بنُ أَبِىْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِىْ مَرْحُوْمٍ عَبْدُ الرَّحِيْمِ بنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ سَهْلِ بنِ مُعَاذِ بنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ، وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ: دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رُؤُوْسِ الْخَلاَئِقِ، حَتَّى يُخَيِّرَهُ مِنْ أَىِّ حُلَلِ الإِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا"

بابٌ

بے ضرورت تعمیر پر خرچ کرنا (پہلا باب)

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: النفقة كُلُّهَا فى سبيل الله إلاَّ البناءَ، وَلاَ خَيْرَ فِيْهِ: ہر خرچ کرنا راہِ خدا میں ہے

یعنی اس پر ثواب ملتا ہے مگر تعمیر کا خرچ مستثنیٰ ہے، اس میں کوئی خیر نہیں، یعنی بے ضرورت تعمیر پر خرچ کرنا بے فائدہ ہے، پس حسب ضرورت ہی تعمیر پر خرچ کرنا چاہئے (اور حدیث کے راوی شبیب (بروزن طویل) کے باپ کا نام بشیر ہے یا بشر؟ امام ترمذی رحمہ اللہ کی رائے میں بشر ہے)

[٤٦ (٣٢)- بابٌ]

[٢٤٧٨-] حدثنا مُحمدُ بنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ، نَا زَافِرُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ شَبِيْبِ بنِ بَشِيْرٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " النَّفَقَةُ كُلُّهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، إِلَّا الْبِنَاءَ، فَلاَ خَيْرَ فِيْهِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، هٰكَذَا قَالَ مُحمدُ بنُ حُمَيْدٍ: شَبِيْبُ بنُ بَشِيْرٍ، وَإِنَّمَا هُوَ شَبِيْبُ بنُ بِشْرٍ.

بابٌ

بے ضرورت تعمیر پر خرچ کرنا (دوسرا باب)

حدیث: حارثہ کہتے ہیں: ہم حضرت خبّاب رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے، انھوں نے سات بار گرم لوہے کا داغ لگوایا تھا، پس انھوں نے فرمایا: میری بیماری بہت لمبی ہوگئی، اور میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ "موت کی آرزو مت کرو" اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو میں موت کی آرزو کرتا (تاکہ مرض کی شدت سے نجات ملے) (یہاں تک روایت پہلے گذر چکی ہے: تحفہ ۳: ۴۷۳ حدیث ۹۵۸) اور نبی ﷺ نے فرمایا: يُؤْجَرُ الرجلُ في نَفَقته إلا التُّرابَ: آدمی کو ثواب دیا جاتا ہے اس کے خرچ کرنے میں علاوہ مٹی کے، یا فرمایا: مٹی میں خرچ کرنے کا کوئی ثواب نہیں ملتا (یہ حدیث بھی تعمیر پر بے ضرورت خرچ کرنے کے بارے میں ہے)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كُلُّ بناءٍ وبالٌ عليك: ہر تعمیر تیرے حق میں وبال ہے، ابوحمزہ نے پوچھا: ضروری تعمیر کا کیا حکم ہے؟ آپؒ نے فرمایا: اس میں نہ کوئی ثواب ہے نہ کوئی گناہ!

تشریح: مگر میرا خیال ہے کہ ضروری تعمیر میں ثواب ملے گا کیونکہ اس کے بغیر آدمی گذارہ نہیں کرسکتا۔ نبی ﷺ نے بھی مسجدِ نبوی سے متصل اپنے لئے رہائشی کمرے بنائے تھے، پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو بھی اس تعمیر کا کوئی ثواب نہیں ملا!

[٤٧ (٣٣)- بابٌ]

[٢٤٧٩-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نَا شَرِيْكٌ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بنِ مُضَرِّبٍ، قَالَ: أَتَيْنَا

خَبَّابًا نَعُوْدُهُ، وَقَدِ اكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ، فَقَالَ: لَقَدْ تَطَاوَلَ مَرَضِىْ، وَلَوْ لَا أَنِّىْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "لَاتَمَنَّوُا الْمَوْتَ" لَتَمَنَّيْتُهُ، وَقَالَ: "يُؤْجَرُ الرَّجُلُ فِيْ نَفَقَتِهِ إِلَّا التُّرَابَ" أَوْ قَالَ: "فِيْ التُّرَابِ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

[٢٤٨٠-] حدثنا الْجَارُوْدُ، نَا الفَضْلُ بنُ مُوْسَى، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِىْ حَمْزَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، قَالَ: كُلُّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلَيْكَ! قُلْتُ: أَرَأَيْتَ مَالَابُدَّ مِنْهُ؟ قَالَ: لَا أَجْرَ وَلَا وِزْرَا!

بابٌ

دین دار مسلمان کے ساتھ حسن سلوک کرنا

حدیث: حضرت حصین بجلی کوفی کہتے ہیں: ایک سائل آیا اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، آپؓ نے سائل سے پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپؓ نے پوچھا: کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپؓ نے پوچھا: اور رمضان کے روزے رکھتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپؓ نے فرمایا: تو نے سوال کیا ہے اور سائل کا حق ہے اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم تیرے ساتھ حسن سلوک کریں، چنانچہ آپؓ نے اس کو ایک کپڑا دیا، پھر یہ حدیث سنائی: مامِنْ مُسْلِمٍ کسا مسلما ثوبا: إلّا کان فی حفظ الله، مادام منه علیه خِرْقَةٌ: جو بھی مسلمان کسی مسلمان کو کوئی کپڑا پہنائے: وہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے جب تک اس کپڑے میں سے اس مسلمان پر کوئی ٹکڑا رہتا ہے۔

تشریح: اور نماز کے بارے میں اس لئے نہیں پوچھا کہ اس دور میں ہر مسلمان نماز پڑھتا تھا...... اور زکوۃ اور حج کے بارے میں اس لئے نہیں پوچھا کہ وہ غریب تھا...... اور حدیث میں ہے: للسَّائل حقٌّ، ولو جاء علی فَرَسٍ: سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر آئے ...... اور ہر انسان کے ساتھ بلکہ ہر مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں بھی ثواب ہے، مگر مسلمان کے ساتھ خاص طور پر دین دار مسلمان کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں بہت اجر وثواب ہے، اگر اس کا تعاون کیا جائے تو تعاون کرنے والا اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے، جب تک اس کی دی ہوئی چیز سے دین دار مسلمان فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔

[٤٨ (٣٤)- بابٌ]

[٢٤٨١-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، نَا خَالِدُ بنُ طَهْمَانَ أَبُوْ الْعَلَاءِ، ثَنِىْ حُصَيْنٌ، قَالَ: جَاءَ سَائِلٌ، فَسَأَلَ ابنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ لِلسَّائِلِ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ؟

قَالَ: نعَمْ، قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحمداً رَسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ؟ قَالَ: نعَمْ، قَالَ: سَأَلْتَ، وَلِلسَّائِلِ حَقٌّ، إِنَّهُ لَحقٌّ عَلَيْنَا أَنْ نَصِلَكَ، فَأَعْطَاهُ ثَوْبًا، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:'' مَا مِنْ مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا: إِلَّا كَانَ فِيْ حِفْظِ اللّٰهِ، مَادَامَ مِنْهُ عَلَيْهِ خِرْقَةٌ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابٌ

جنت میں لے جانے والے چند کام

حدیث: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب نبی ﷺ مدینہ میں وارد ہوئے تو لوگ آپ کی طرف دوڑ پڑے اور چرچا ہوا کہ نبی ﷺ تشریف لے آئے! چنانچہ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تا کہ آپ کی زیارت کروں، پس جب میں نے آپ کا چہرۂ انور اچھی طرح دیکھا تو میں نے جان لیا کہ آپ کا چہرہ جھوٹے کا چہرہ نہیں! (چہرہ: دل کا ترجمان ہوتا ہے، اندرونی کیفیات چہرے پر نمودار ہوتی ہیں، بھلا برا آدمی چہرے سے پہچان لیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے بھی چہرۂ انور دیکھتے ہی فیصلہ کرلیا کہ آپؐ سچے نبی ہیں)

اور آپؐ نے جو سب سے پہلی بات فرمائی وہ یہ تھی: ''لوگو! سلام کو رواج دو، غریبوں کو کھانا کھلاؤ، اور جب لوگ سورہے ہوں: نماز (تہجد) پڑھو، بے خطر جنت میں جاؤ گے!''

تشریح: سلام کو رواج اس طرح ملتا ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کیا جائے، خواہ آدمی اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو، اور ہر مسلمان کے سلام کا جواب دیا جائے، خواہ آدمی اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو، بس مسلمان ہونا شرط ہے، اس طرح کرنے سے معاشرہ میں سلام کا رواج چل پڑتا ہے، پھر سلام سے باہمی الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے دینی کاموں میں مدد ملتی ہے، اس طرح سلام دخولِ جنت کا سبب ہے...... اور کھانا کھلانے سے مراد غریبوں کو کھانا کھلانا ہے، خاص طور پر بھوک مری کے زمانہ میں کھلانا بہت بڑا کارِ ثواب ہے...... اور رات میں جب لوگ سوئے ہوں: اٹھ کر تہجد میں مشغول ہونا دینداری کے جذبہ ہی سے ہوتا ہے، اس لئے ایسا شخص بھی اللہ کا مقبول بندہ ہے...... پس یہ تین کام کرنے والا شخص بے خطر جنت میں جائے گا۔

لغات: اِنْجَفَلَ: بہہ جانا، تیزی سے چل پڑنا...... اِسْتَبَانَ الشیئَ: پہچان لینا، واضح طور پر دیکھ لینا۔

[۴۹ (۳۵) - بابٌ]

[۲۴۸۲-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، وَمُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِيْ عَدِيٍّ،

وَيَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ، عَنْ عَوْفِ بنِ أَبِيْ جَمِيْلَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بنِ أَوْفَى، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَلَامٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ـ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ ـ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَقِيْلَ: قَدِمَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم! فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ، وَكَانَ أَوَّلُ شَيْئٍ تَكَلَّمَ بِهِ: أَنْ قَالَ:" يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَفْشُوْا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوْا الطَّعَامَ، وَصَلُّوْا وَالنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

حسن سلوک اور غم خواری کے جواب میں دعا دینا

حدیث: جب نبی ﷺ مدینہ منورہ میں فروکش ہوئے تو آپؐ کی خدمت میں مہاجرین آئے، انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم نے کوئی قوم نہیں دیکھی جو کثیر مال میں سے زیادہ خرچ کرنے والی ہو، اور جو قلیل مال میں سے بہترین غم خواری کرنے والی ہو: اُس قوم سے جس کے درمیان ہم فروکش ہوئے ہیں، یعنی انصار سے بہتر حسن سلوک کرنے والے اور غم خواری کرنے والے لوگ ہم نے نہیں دیکھے، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے ہماری طرف سے محنت کی کفایت کی، یعنی کمانے کی زحمت سے ہمیں بچالیا، اور انھوں نے ہمیں خوشگوار چیزوں میں شریک بنالیا، یعنی راحت وآرام کی چیزوں میں ہمیں ساجھی کرلیا یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ سارا ہی اجر لے جائیں گے (اور ہم تہی دست رہ جائیں گے) نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں، جب تک تم ان کے لئے دعا کرتے رہو اور ان کی تعریف کرتے رہو (تو تم بھی اجر میں برابر کے شریک رہوگے)

لغات اور ترکیب: مِن كثيرٍ: أَبْذَلَ سے متعلق ہے، اور مِنْ قَلِيْلٍ: مُوَاسَاةً سے، اور مِنْ قومٍ: مفضل منہ ہے اور جملہ نزلنا: قوم کی صفت ہے...... كَفَوْنَا: فعل ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب، نَا ضمیر مفعول بہ، كَفَى فلاناً الأمَرَ يَكْفِيْ (ض) كِفَايَةً: کافی ہونا، کسی معاملہ میں کسی کی قائم مقامی کرنا، یعنی اس کا کام انجام دینا اور اسے بے نیاز کردینا ...... كفاه المُؤْنَةَ: اسے اس کی مشقت سے بچالیا...... المُؤْنَةُ: کلفت، بوجھ، یہی معنی المُؤُوْنَة کے ہیں، مَأَنَ القومَ يَمْأَنُ (ف) مَأْنًا: لوگوں کا خرچ اٹھانا، کھانے پینے کا انتظام کرنا...... المَهْنَأُ: خوشگوار، من پسند چیز، جمع مَهَانِئُ، هَنَأَ يَهْنَأُ (ف) الطعامَ: کھانے کو مزے دار بنانا۔

[۵۰ (۳۶) - بابٌ]

[۲۴۸۳-] حدثنا الحُسَيْنُ بنُ الْحَسَنِ الْمَرْوَزِيُّ بِمَكَّةَ، نَا ابنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، نَا حُمَيْدٌ، عَنْ أَنَسٍ،

قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم الْمَدِيْنَةَ أَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ، فَقَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! مَا رَأَيْنَا قَوْمًا أَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ، وَلاَ أَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِيْلٍ، مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ، لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ، وَأَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَأِ، حَتَّى لَقَدْ خِفْنَا أَنْ يَذْهَبُوْا بِالأَجْرِ كُلِّهِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: ''لاَ، مَادَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ، وأَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابٌ

کھا کر شکر بجالانے والا صابر روزہ دار کی طرح ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: **الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ:** کھا کر شکر بجالانے والا صبر کرنے والے روزہ دار کی طرح ہے۔

تشریح: روزہ دار چونکہ کھانے پینے سے احتراز کرتا ہے، اس لئے اجر پاتا ہے، پس اگر کھانے پینے والا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے تو وہ بھی ثواب کا حقدار ہوتا ہے، اس لئے اللہ کی نعمتوں کو استعمال کرنے کے بعد شکر بجالانا چاہئے۔

[٥١(٣٧)- بابٌ]

[٢٤٨٤-] حدثنا إِسْحَاقُ بنُ مُوْسَى الأَنْصَارِيُّ، نَا مُحمدُ بنُ مَعْنٍ الْمَدِيْنِيُّ الْغِفَارِيُّ، ثَنِي أَبِيْ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:'' الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ بِمَنْزِلَةِ الصَّائِمِ الصَّابِرِ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بابٌ

وہ شخص جس پر جہنم کی آگ حرام ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتلاؤں جو جہنم پر حرام ہے اور جس پر جہنم حرام ہے؟ (دونوں جملوں کا مفاد ایک ہے، دوسرا جملہ بطور تاکید لایا گیا ہے) ہر قریبی، نرم مزاج، آسان پر (جہنم حرام ہے)

تشریح: یہ تینوں اخلاق متقارب (ایک دوسرے سے ملتے جلتے) ہیں: قریب: یعنی لوگوں سے نزدیک، جس کو لوگ پسند کریں اور محبت رکھیں۔ هَيِّن: نرم مزاج اور سَهْل: آسان، یعنی خوش اخلاق آدمی جس کا لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ ہو، اور جس کو لوگ پسند کریں، اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے، یعنی وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

ملحوظہ: بعض نسخوں میں جواب کے شروع میں علیٰ نہیں ہے، اس صورت میں پہلے جملہ کا جواب ہوگا، یعنی جو

شخص لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہے، نرم مزاج ہے اوراچھے اخلاق کا آدمی ہے وہ دوزخ پر حرام ہے، اور علی کی صورت میں دوسرے جملہ کا جواب ہوگا، یعنی ایسے بندہ پر دوزخ حرام ہے۔

[۵۲(۳۸)- بابٌ]

[۲٤۸۵-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ مُوْسَى بنِ عُقْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو الْأَوْدِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ، وَتَحْرُمُ عَلَيْهِ النَّارُ؟ عَلَى كُلِّ قَرِيْبٍ، هَيِّنٍ، سَهْلٍ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

بابٌ

گھر کے کام میں حصہ لینا

حدیث: اسود بن یزیدؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا: نبی ﷺ جب گھر میں ہوتے تھے تو کیا کام کرتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: كان يكون فی مَهْنَةِ أَهْلِه، فَإِذَا حَضَرَتِ الصلاةُ قامَ، فَصَلّٰى: نبی ﷺ اپنے گھر والوں کے کام میں شریک رہتے تھے، پھر جب نماز کا وقت آتا تو آپؐ اٹھتے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

لغت: المَهْنَة: (بفتح الميم و كسرها) کام، مشغلہ، اسی لفظ کا دوسرا ترجمہ پیشہ بھی ہے جس میں آدمی کو خصوصی مہارت ہو، ثِيَابُ مَهْنَة: کام کاج کے کپڑے۔

[۵۳(۳۹)- بابٌ]

[۲٤۸٦-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ بنِ يَزِيْدَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا عَائِشَةُ! أَيُّ شَيْئٍ كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: كَانَ يَكُوْنُ فِيْ مَهْنَةِ أَهْلِه، فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَامَ فَصَلّٰى" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

ملاقات اور مجلس میں بیٹھنے کا ادب

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ سے کسی شخص کا سامنا ہوتا، اور وہ آپؐ سے مصافحہ کرتا، تو آپؐ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہیں کھینچتے تھے، یہاں تک کہ وہی ہاتھ کھینچتا، اور آپ اپنا چہرہ اس کے چہرے سے نہیں پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہی اپنا چہرہ پھیرتا، اور آپؐ اپنے کسی ہم نشیں کے سامنے اپنے

دونوں گھٹنوں کو بڑھاتے ہوئے (پھیلاتے ہوئے) نہیں دیکھے گئے۔

تشریح: اس حدیث میں چند اخلاقِ حسنہ کا ذکر ہے، جب کسی سے مصافحہ کیا جائے تو اس کی طرف متوجہ رہا جائے، اور جب تک وہی ہاتھ نہ چھوڑ دے اپنا ہاتھ نہ کھینچا جائے، اور جب تک وہ نہ چل پڑے اپنا چہرہ اس سے نہ پھیرا جائے، اور مجلس میں اپنے پیر ساتھی کی طرف لمبے نہ کئے جائیں، یہ بات ہم نشیں کو ناگوار ہوگی، اور یہ بات تواضع اور خاکساری کے بھی خلاف ہے۔

[٥٤(٤٠)- بابٌ]

[٢٤٨٧-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ زَيْدٍ التَّغْلِبِيِّ، عَنْ زَيْدٍ العَمِّيِّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ، فَصَافَحَهُ، لاَ يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ، حَتَّى يَكُوْنَ الرَّجُلُ يَنْزِعُ، وَلاَ يَصْرِفُ وَجْهَهُ عَنْ وَجْهِهِ، حَتَّى يَكُوْنَ الرَّجُلُ هُوَ يَصْرِفُهُ، وَلَمْ يُرَ مُقَدِّمًا رُكْبَتَيْهِ بَيْنَ يَدَىْ جَلِيْسٍ لَهُ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

بابٌ

متکبروں کا برا انجام

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ان لوگوں میں سے جو تم سے پہلے گذرے ہیں نیا جوڑا پہن کر اتراتا ہوا نکلا (یہ قارون کا واقعہ ہے) پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا، زمین نے اس کو پکڑ لیا، پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جارہا ہے، یا فرمایا: زمین میں دھنستا رہے گا۔

لغات: تَجَلْجَلَ الشيئُ فى الأَرْضِ: زمین میں دھنسنا ...... تَلَجْلَجَ الشيئُ: دل میں کوئی بات بار بار آنا، یہاں زمین میں دھنسنے کے معنی ہیں، جس طرح دل میں بار بار آنے والا خیال دل میں حرکت کرتا ہے، زمین میں دھنسنے والا بھی نیچے اترتا چلا جاتا ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: گھمنڈی لوگ قیامت کے دن بصورتِ انسان چھوٹی چیونٹیوں کے مانند (ذلیل) میدانِ محشر میں جمع کئے جائیں گے، اور ان پر ہر جانب سے رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، وہ جہنم میں ایک قید خانہ کی طرف ہانکے جائیں گے، جس کا نام بولس ہے، ان پر سخت آگ چھائی ہوئی ہوگی، وہ جہنمیوں کے عرق سے پلائے جائیں گے، یعنی زہرناک مٹی پلائے جائیں گے۔

لغات: الذَّرُّ: چھوٹی چیونٹیاں ...... بُوْلَس: دوزخ کے ایک قید خانے کا نام ہے، اور یہ لفظ عربی نہیں ہے، کسی

اور زبان کا لفظ ہے......نار الأنیار: آگوں کی آگ یعنی سخت آگ، أَنْیار، نارٌ کی جمع ہے، قاعدہ سے أنوار آنا چاہئے، مگر کبھی واؤ کو ی سے بدل دیتے ہیں......عُصارَة: عرق، جوس، نچوڑ......الخَبال: زہر قاتل، جہنمیوں کی پیپ، ابواب الاشربہ (باب۱) میں یہ لفظ گذرا ہے، اور طِیْنَة الخبال: عصارة سے بدل ہے۔

[۵۵(۴۱)- بابٌ]

[۲۴۸۸-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: "خَرَجَ رَجُلٌ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فِیْ حُلَّةٍ لَهُ، یَخْتَالُ فِیْهَا، فَأَمَرَ اللّٰهُ الأَرْضَ، فَأَخَذَتْهُ، فَهُوَ یَتَجَلْجَلُ – أَوْ قَالَ: یَتَلَجْلَجُ – فِیْهَا إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ" قَالَ أبو عیسیٰ: هٰذَا حدیثٌ صحیحٌ.

[۲۴۸۹-] حدثنا سُوَیْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَجْلاَنَ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَیْبٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جِدِّهِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: "یُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ، فِیْ صُوَرِ الرِّجَالِ، یَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ، یُسَاقُوْنَ إِلَی سِجْنٍ فِیْ جَهَنَّمَ، یُسَمَّی بُوْلَسَ، تَعْلُوْهُمْ نَارُ الأَنْیَارِ، یُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ: طِیْنَةِ الخَبَالِ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ.

بابٌ

غصہ پی جانے کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص غصہ پی جائے درانحالیکہ وہ اس کو اتارنے پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو (قیامت کے دن) مخلوقات کے سامنے بلائیں گے، اور اس کو اختیار دیں گے کہ وہ جونسی حور چاہے لیلے"

لغت: كَظَمَ الرجلُ غَیْظَه، یَكْظِم (ض) كَظْمًا: غصہ ضبط کرنا (خواہ معاف کرنے کی شکل میں ہو یا ناراضگی برقرار رہنے کی صورت میں)......نَفَّذَ الأَمْرَ: کسی معاملہ کو عملی جامہ پہنانا۔ نَفَّذَ الشیئَ: آر پار کردینا۔

[۵۶(۴۲)- بابٌ]

[۲۴۹۰-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَیْدٍ، وَعَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِیُّ، قَالاَ: نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ یَزِیْدَ، نَا سَعِیْدُ بنُ أَبِیْ أَیُّوْبَ، ثَنِیْ أَبُوْ مَرْحُوْمٍ: عَبْدُ الرَّحِیْمِ بنُ مَیْمُوْنٍ، عَنْ سَهْلِ بنِ مُعَاذِ بنِ أَنَسٍ، عَنْ أَبِیْهِ، أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: "مَنْ كَظَمَ غَیْظًا، وَهُوَ یَقْدِرُ عَلَی أَنْ یُنَفِّذَهُ: دَعَاهُ اللّٰهُ عَلَی رُؤُوْسِ الْخَلاَئِقِ حَتَّی یُخَیِّرَهُ فِیْ أَیِّ الْحُوْرِ شَاءَ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ.

بابٌ

کمزور کے ساتھ نرمی کرنے وغیرہ کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین باتیں جس میں ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ اپنا بازو پھیلاتے ہیں، یعنی اس پر اللہ کی عنایتیں مبذول ہوتی ہیں اور اس کو جنت میں داخل کرتے ہیں: ایک: کمزور کے ساتھ نرمی کرنا، دوم: ماں باپ پر مہربانی کرنا سوم: غلام باندی کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا'' (یہ حدیث نہایت ضعیف ہے اس کا ایک راوی عبداللہ بن ابراہیم متروک ہے، اور اس کا باپ مجہول ہے)

[۵۷(۴۳)- بابٌ]

[۲۴۹۱-] حدثنا سَلَمَةُ بنُ شَبِيْبٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ إِبْرَاهِيْمَ الْغِفَارِيُّ الْمَدِيْنِيُّ، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ: نَشَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ، وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ: الرِّفْقُ بِالضَّعِيْفِ، وَالشَّفَقَةُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ، وَالإِحْسَانُ إِلَى الْمَمْلُوْكِ "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

بابٌ

تمام نعمتیں اللہ کے پاس ہیں، اور وہ بڑے سخی ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

۱-يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلاَّ مَنْ هَدَيْتُ، فَسَلُوْنِي الْهُدَى: أَهْدِكُمْ: اے میرے بندو! تم سب گمراہ (دین سے بے خبر) ہو، مگر جسے میں راہ دکھاؤں، پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تمہیں راہ دکھاؤنگا۔

تشریح: خود نبی پاک ﷺ کے تعلق سے ارشادِ پاک ہے ﴿وَوَجَدَكَ ضَالاًّ فَهَدَى﴾ یعنی اللہ نے آپ کو (دین سے) بے خبر پایا، پس آپ کو باخبر کیا، پھر دوسرا کوئی از خود دین سے باخبر کیسے ہوسکتا ہے؟ وہی شخص ہدایت پاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت بخشتے ہیں، اسی لئے ہر مؤمن ہر نماز میں دعا کرتا ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾: اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا! اسی طرح ہدایت پر ثابت قدمی بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہئے۔

۲-وَكُلُّكُمْ فَقِيْرٌ، إِلاَّ مَنْ أَغْنَيْتُ، فَسَلُوْنِيْ: أَرْزُقْكُمْ: تم سب محتاج ہو، مگر جسے میں بے نیاز کروں، پس تم مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا۔

تشریح: سورۃ الذاریات میں ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾: بیشک اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی پہنچانے والے ہیں، وہ طاقت ور، نہایت قوت والے ہیں۔ اور سورۂ ہود میں ہے: ﴿وَمَامِنْ دَابَّةٍ فِيْ الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ روئے زمین پر جو بھی رینگنے والا ہے اس کی روزی اللہ کے ذمے ہے، پس ہر بندے کو اللہ ہی سے روزی طلب کرنی چاہئے، وہی روزی عطا فرمانے والے ہیں۔

۳-وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ إِلاَّ مَنْ عَافَيْتُ، فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ: أَنِّيْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ، فَاسْتَغْفَرَنِيْ: غَفَرْتُ لَهُ، وَلاَ أُبَالِيْ: اور تم سب گنہ گار ہو، مگر جس کی میں حفاظت کروں (عافاه الله مُعافاةً: محفوظ رکھنا، عافیت سے رکھنا، جیسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رکھا ہے، رہے وہ بندے جن سے دانستہ یا نادانستہ گناہ ہوجاتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے) پس جس شخص کو تم میں سے یقین ہو کہ میں بخشش کرنے پر پوری قدرت رکھنے والا ہوں اور اس نے مجھ سے بخشش طلب کی تو میں اس کو بخش دوں گا، اور میں پروانہیں کرتا (کہ کس نے کتنے گناہ کئے ہیں؟ یا کتنا بڑا گناہ کیا ہے؟ بندے نے خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں، اگر وہ شرمسار ہوجائے تو میں سب گناہ معاف کردونگا)

۴-وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ، وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِي: مَازَادَ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِي جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ: اور اگر یہ بات ہو کہ تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، اور تمہارے زندے اور تمہارے مردے اور تمہارے تر اور تمہارے خشک یعنی تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے: میرے بندوں میں سے پاکیزہ ترین قلب رکھنے والے بندے کی حالت پر جمع ہوجائیں جیسے سب نبی کریم ﷺ جیسے ہوجائیں تو یہ چیز میری حکومت میں مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہیں کرے گی (اور تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے الی آخرہ: اس سے احاطہ مراد ہے یعنی ساری کائنات جمع ہوجائے)

۵-وَلَوْ انَّ أَوَّلَكُمْ وآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمْ، وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ: اجْتَمَعُوْا عَلَى أَشْقَى قلبِ عَبْدٍ من عبادى: مَانَقَصَ ذلك مِنْ مُلكي جناحَ بعوضَةٍ: اور اگر یہ بات ہو کہ تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، اور تمہارے زندے اور تمہارے مردے اور تمہارے تر اور تمہارے خشک، میرے بندوں میں سے بدبخت ترین بندے کے قلب پر جمع ہوجائیں، مثلاً: سب شیطان لعین جیسے ہوجائیں تو یہ چیز میری حکومت میں سے مچھر کے پر کے برابر گھٹائے گی نہیں!

۶-ولو أن أولكم وآخركم، وحيَّكم وميِّتكم، ورطبكم ويابسَكم: اجتمعوا فى صَعيدٍ واحدٍ، فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ منكم مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُه، فَأَعْطَيْتُ كلَّ سَائِلٍ منكم: مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلكى، إلا كما لو أنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ، فَغَمَسَ فيه إِبْرَةً، ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ: اور اگر یہ بات ہو کہ تمہارے اگلے اور تمہارے پچھلے، اور تمہارے زندے اور تمہارے مردے، اور تمہارے تر اور تمہارے خشک: ایک سرزمین میں جمع ہوجائیں اور تم میں سے ہر ایک مانگے وہ جس تک اس کی آرزو پہنچے یعنی اپنی ہر خواہش مانگے، پس میں تم میں سے ہر مانگنے والے کو عطا

کروں، تو یہ چیز میرے ملک میں سے کچھ گھٹائے گی نہیں، مگر جس طرح یہ بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص سمندر پر گذرے پس وہ سمندر میں سوئی ڈبوئے پھر اس سوئی کو اپنی طرف اٹھائے! پس جتنا سمندر میں سے پانی گھٹا، اتنا ہی اللہ کے ملک میں سے گھٹے گا (اور یہ بھی سمجھانے کے لئے مثال ہے، ورنہ حقیقت میں اتنا بھی نہیں گھٹے گا)

ذلك: بأنّي جوَادٌ، واجِدٌ، مَاجِدٌ: أَفْعَلُ مَا أُرِيْدُ: عَطَائِيْ كلامٌ، وَعَذَابِيْ كلامٌ، إِنَّمَا أَمْرِيْ بِشيءٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ له: كُنْ، فَيَكُوْن: اور وہ بات یعنی اللہ کے خزانے میں کمی نہ آنا اس وجہ سے ہے کہ میں سخی ہوں، غنی ہوں، بزرگ ہوں، کرتا ہوں جو چاہتا ہوں، میری بخشش حکم ہے اور میری سزا حکم ہے، میرا حکم کسی چیز کے لئے جب میں چاہوں تو بس اس سے کہنا ہے: ''ہو'' پس وہ ہو جاتی ہے۔

ملحوظہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مسلم شریف **کتاب البر والصلة باب تحریم الظلم** (حدیث ۲۵۷۷) میں بھی ہے مگر اس کے مضامین اس سے کچھ مختلف ہیں۔

تشریح: اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ہدایت اللہ کے قبضہ میں ہے اور مالداری بھی ان کے اختیار میں ہے، پس بندوں کو چاہئے کہ ہدایت بھی ان سے مانگیں، اور حاجتیں بھی ان سے طلب کریں، وہی حاجت روا ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی اگر حفاظت کریں تو بندے گناہوں سے معصوم رہ سکتے ہیں، ان کی شان بڑی نرالی ہے، اور جو بندے گنہ گار ہیں وہ اگر اس یقین کے ساتھ مغفرت طلب کریں کہ اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف فرمادیتے ہیں، اور ساری کائنات اگر سرور دو عالم ﷺ جیسی ہو جائے تو اللہ کے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، اور ساری مخلوق اگر شیطان لعین جیسی ہو جائے تو اللہ کے ملک میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اسی طرح اگر تمام مخلوقات اپنی انتہائی آرزو مانگنے لگے اور اللہ سب کو عنایت فرمائیں تو اللہ کے فضل میں کچھ کمی نہیں آئے گی، بس اتنی ہی کمی ہوگی کہ سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالی جائے، پھر دیکھا جائے کہ سمندر کے پانی میں کتنی کمی آئی؟ بس اتنی ہی کمی آئے گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ سخی ہیں، وہ ہر ایک کی حاجت پوری کرتے ہیں، وہ پانے والے ہیں، یعنی ان کے پاس فضل کی کمی نہیں، وہ بزرگ ہیں، ان کی شان بہت برتر ہے، ان کو دینے لینے میں صرف ''ہو'' کہنے کی ضرورت ہے، بلکہ اس کی بھی ضرورت نہیں، ان کا ارادہ ہی چیزوں کے وجود کے لئے کافی ہے، اس لئے ہر بندے کو اپنی ہر ضرورت اسی سے مانگنی چاہئے، اور پر امید رہنا چاہئے کہ وہ بندوں کی ہر ضرورت پوری کرنے والے ہیں۔

[٥٨(٤٤)- بابٌ]

[٢٤٩٢-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ غَنْمٍ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ:

[١-] يَاعِبَادِیْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ، إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ، فَسَلُوْنِي الْهُدَى: أَهْدِكُمْ.

[٢-] وَكُلُّكُمْ فَقِيْرٌ، إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ، فَسَلُوْنِی: أَرْزُقْكُمْ.

[٣-] وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ، إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ، فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ: أَنِّی ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ، فَاسْتَغْفَرَنِیْ: غَفَرْتُ لَهُ، وَلَا أُبَالِیْ!

[٤-] وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ، وَآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ، وَمَيِّتَكُمْ، وَرَطْبَكُمْ، وَيَابِسَكُمْ: اجْتَمَعُوْا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ: مَازَادَ ذٰلِكَ فِیْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ.

[٥-] وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ، وَآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ، وَمَيِّتَكُمْ، وَرَطْبَكُمْ، وَيَابِسَكُمْ: اجْتَمَعُوْا عَلَى أَشْقَى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ: مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ.

[٦-] وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ، وَآخِرَكُمْ، وَحَيَّكُمْ، وَمَيِّتَكُمْ، وَرَطْبَكُمْ، وَيَابِسَكُمْ: اجْتَمَعُوْا فِیْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَابَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ، فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ: مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ، إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ، فَغَمَسَ فِيْهِ إِبْرَةً، ثُمَّ رَفَعَهَا إِلَيْهِ.

ذٰلِكَ: بِأَنِّیْ جَوَادٌ، وَاجِدٌ، مَاجِدٌ: أَفْعَلُ مَا أُرِيْدُ: عَطَائِیْ كَلَامٌ، وَعَذَابِیْ كَلَامٌ، إِنَّمَا أَمْرِیْ لِشَيْئٍ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أَقُوْلَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ"

هٰذا حديثٌ حسنٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ،عَنْ مَعْدِيْكَرِبَ، عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ.
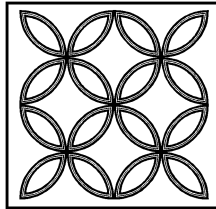
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ الوَرَعِ

عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

پرہیزگاری کا بیان

بابٌ

ایک گنہ گار کی مغفرت

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو ایک بات بیان کرتے ہوئے سنا ہے، اگر میں نے یہ بات نہ سنی ہوتی مگر ایک بار یا دو بار، یہاں تک کہ آپؐ نے سات مرتبہ گنا (تو میں یہ بات بیان نہ کرتا) مگر میں نے یہ بات اس سے بھی زیادہ مرتبہ سنی ہے (اس لئے وثوق کے ساتھ بیان کرتا ہوں) میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا، جو کسی بھی ایسے گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا جس کو وہ کرنا چاہتا تھا، پس اس کے پاس ایک عورت آئی، اس نے اس کو ساٹھ دینار دیئے اس شرط پر کہ وہ اس سے صحبت کرے، پس جب وہ اپنی بیوی سے مرد کے بیٹھنے کی جگہ میں اس عورت سے بیٹھا تو وہ عورت لرز گئی اور رونے لگی، پس اس نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ کیا میں نے تجھے مجبور کیا ہے؟ عورت نے کہا: نہیں، مگر یہ ایک ایسا کام ہے جو میں نے کبھی نہیں کیا، اور نہیں آمادہ کیا مجھے اس کام پر مگر محتاجگی نے، پس کفل نے کہا: تو یہ کام کرنے کے لئے تیار ہوگئی ہے درانحالیکہ تو نے یہ کام کبھی نہیں کیا (پس حیف ہے مجھ پر!) جا! وہ دینار تیرے ہیں اور اس نے کہا: نہیں، بخدا! نہیں نافرمانی کروں گا میں اللہ کی اس واقعہ کے بعد کبھی بھی، پس اس کا اسی رات میں انتقال ہوگیا، پس صبح اس کے دروازہ پر لکھا ہوا ملا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کی بخشش فرمادی!

تشریح: تین غار میں پھنسنے والے آدمیوں کا واقعہ صحیحین میں مروی ہے، اس میں بھی ایک شخص نے اپنی چچازاد بہن کو زنا کرنے کے لئے سو دینار دیئے تھے، پھر اس سے زنا نہیں کیا تھا، وہ واقعہ اور ہے (مسلم شریف حدیث ۲۷۴۳

بخاری شریف حدیث ۳۴۷۰) اور یہ کفل نامی شخص کا واقعہ اور ہے.....لو لم أَسْمَعْه کی جزا پوشیدہ ہے أی لم أُحَدِّث بهٰذا.....من ذنبٍ عَمِلَهُ: عمله جملہ فعلیہ ذنب کی صفت ہے.....أُرْعَدَتْ: فعل مجہول ہے، مگر ترجمہ معروف کا کیا گیا ہے۔ أَرْعَدَ: لرزہ طاری ہونا، کپکپانا .....مَایُبْکِیْكِ: کیا چیز تجھے رلا رہی ہے؟ أَبْکَاہ، وَبَکّاہ: رُلانا ...... أَکْرَهْتُكِ سے پہلے ہمزہ استفہام پوشیدہ ہے.....فَأَصْبَحَ مکتوبٌ: تمام نسخوں میں مکتوبٌ حالت رفعی میں ہے مگر بظاہر حالت نصبی میں ہونا چاہئے کیونکہ وہ أَصْبَحَ کی خبر ہے، جس کا ترجمہ ہے: پس صبح میں اس کے دروازہ پر لکھا ہوا ملا، گذشتہ زمانہ میں نیکی اور برائی دروازے پر لکھی ہوئی ملتی تھی، اس امت کی اللہ نے پردہ پوشی کی، اور یہ بات ختم کردی، اب پردہ آخرت میں کھلے گا۔

سند کی بحث: باب کے شروع میں اسباط بن محمد کی سند ہے، جو امام اعمشؒ کے شاگرد ہیں، انھوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے، اور شیبان نحوی بصری وغیرہ ان کے متابع ہیں، مگر امام اعمش کے بعض تلامذہ اس حدیث کو مرفوع نہیں کرتے، یعنی یہ واقعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے، نبی ﷺ نے بیان نہیں فرمایا۔

پھر ان سب حضرات کی سند میں عبداللہ رازی اور ابن عمرؓ کے درمیان سعد کا واسطہ ہے، مگر ابوبکر بن عیاش: سعید بن جبیر کا واسطہ لاتے ہیں، یہ بھی امام اعمش کے شاگرد ہیں، مگر ان سے اس سند میں چوک ہوگئی ہے، پس یہ سند محفوظ نہیں، یعنی درمیانی واسطہ سعد مولیٰ طلحہ کا ہے، حضرت سعید بن جبیر کا نہیں ہے۔

اور عبداللہ رازی کوفہ کے باشندے تھے، اور ان کی دادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سُرِّیّہ تھیں، سریہ: وہ باندی کہلاتی ہے جسے مولیٰ بیوی کے طور پر استعمال کرتا ہے، یہ لفظ السِّرُّ سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں: جماع۔

اور عبداللہ رازی اچھے راوی تھے، کوفہ کے باشندے تھے، اور ان سے عبیدہ اور حجاج وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

[۵۹(۱)- بابٌ]

[۲۴۹۳-] حدثنا عُبَيْدُ بنُ أَسْبَاطِ بنِ مُحمدٍ الْقُرَشِيُّ، نَا أَبِيْ، نَا الأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعْدٍ: مَوْلَى طَلْحَةَ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يُحَدِّثُ حَدِيْثًا، لَوْ لَمْ أَسْمَعْهُ إِلَّا مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، حَتَّى عَدَّ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَلٰكِنِّيْ سَمِعْتُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " كَانَ الْكِفْلُ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَايَتَوَرَّعُ مِنْ ذَنْبٍ عَمِلَهُ، فَأَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَأَعْطَاهَا سِتِّيْنَ دِيْنَاراً عَلَى أَنْ يَطَأَهَا، فَلَمَّا قَعَدَ مِنْهَا مَقْعَدَ الرَّجُلِ مِنِ امْرَأَتِهِ، أُرْعِدَتْ، وَبَكَتْ، فَقَالَ: مَا يُبْكِيْكِ؟ أَكْرَهْتُكِ؟ قَالَتْ: لَا، وَلٰكِنَّهُ عَمَلٌ مَا عَمِلْتُهُ قَطُّ، وَمَا حَمَلَنِيْ عَلَيْهِ إِلَّا الْحَاجَةُ، فَقَالَ: تَفْعَلِيْنَ أَنْتِ هٰذَا، وَمَا فَعَلْتِهِ؟ اذْهَبِيْ فَهِيَ لَكِ، وَقَالَ: لَا، وَاللّٰهِ! لَا أَعْصِيَ

اللّٰهَ بَعْدَهَا أَبَدًا، فَمَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ، فَأَصْبَحَ مَكْتُوْبٌ عَلَى بَابِهِ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَاهُ شَيْبَانُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَرَفَعُوْه، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

وَرَوَى أَبُوْ بَكْرِ بنُ عَيَّاشٍ هٰذَا الحديثَ عَنِ الْأَعْمَشِ، فَأَخْطَأَ فِيْهِ، وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، وَهُوَ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ.

وَعَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيُّ: هُوَ كُوْفِيٌّ، وَكَانَتْ جَدَّتُهُ سُرِّيَّةً لِعَلِيِّ بنِ أَبِي طَالِبٍ.

وَقَدْ رَوَى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ الرَّازِيِّ: عُبَيْدَةُ الضَّبِّيُّ، وَالْحَجَّاجُ بنُ أَرْطَاةَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ.

بابٌ

گناہوں کے تعلق سے مؤمن اور بدکار کا حال

اور

توبہ سے اللہ تعالیٰ کا بے حد خوش ہونا

حدیث (۱): حارث بن سوید کہتے ہیں: ہم سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو باتیں بیان کیں: ایک اپنی طرف سے اور دوسری نبی ﷺ کی طرف سے:

پہلی بات: جو موقوف ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا: مؤمن اپنے گناہوں کو دیکھتا ہے، گویا وہ کسی پہاڑ کے دامن میں ہے اور ڈر رہا ہے کہ وہ پہاڑ اس پر گر پڑے گا، اور بدکار اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح دیکھتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھ گئی، پس اس نے اس کو یوں کیا، یعنی ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ اڑ گئی۔

تشریح: كَأَنَّهُ فِي أَصْلِ جَبَلٍ: يَرَى کے مفعول ثانی کی جگہ میں ہے، أي يَرَى ذُنوبه كَالْجَبَلِ: یعنی مؤمن گناہوں سے بہت گھبراتا ہے، کیونکہ اس کے دل میں نور ایمان ہے، اس لئے گناہ کا معاملہ اس پر بھاری ہوتا ہے، وہ گناہ کو اس پہاڑ کی طرح دیکھتا ہے جو بس اس پر گرا ہی چاہتا ہے، اور بدکار کا حال دوسری طرح کا ہوتا ہے، وہ گناہ کو بہت ہی ہلکا سمجھتا ہے، جیسے ناک پر مکھی بیٹھ جاتی ہے تو ہاتھ کے اشارہ سے اس کو اڑا دیتا ہے۔

دوسری بات: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک کی توبہ سے یقیناً زیادہ خوش ہوتے ہیں، اس شخص سے جو کسی مہلک تباہ کن بیابان میں ہو، اس کے ساتھ اس کی سواری ہو، جس پر اس کا توشہ، اس کا کھانا اور اس کا پینا اور وہ چیز ہو جو اسے سنوارے، پس اس نے اس سواری کو گم کر دیا، پس وہ اس کی طلب میں نکلا یہاں تک کہ

جب اس کو موت نظر آنے لگی تو اس نے کہا: میں اس جگہ کی طرف واپس چلوں جس میں میں نے اپنی اونٹنی کو گم کیا ہے(کیونکہ اونٹ کی عادت ہے کہ اس کو پہلی مرتبہ جہاں بٹھایا جاتا ہے، وہ گھوم بھر کر وہیں آکر بیٹھتا ہے، اس لئے اس آدمی نے خیال کیا کہ شاید میری اونٹنی وہیں آئے، اور نہ آئی تو) اس جگہ میں مرجاؤں، پس وہ اپنی جگہ لوٹ آیا، اوراس کی آنکھ لگ گئی، جب وہ بیدار ہوا تو اچانک اس کی سواری اس کے پاس کھڑی ہے، جس پر اس کا کھانا، اس کا پینا اور وہ چیز ہے جو اس کو سنوارتی ہے(اس وقت مسافر کو کتنی خوشی ہوگی؟ اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے! اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے)

تشریح: یہ حدیث صحیحین میں اس سے زیادہ مفصل ہے، غور کیجئے! ایک مسافر اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر، اوراس پر کھانے پینے کا سامان لادکر، دور دراز کے سفر پر نکلا، وہ راستہ میں تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے اترا، جب سوکر اٹھا تو اونٹنی غائب تھی، اور بیابان بے آب وگیاہ ہے، وہ حیران وسراسیمہ ہوکر اونٹنی کی تلاش میں دوڑا بھاگا، مگر کامیاب نہ ہوا، یہاں تک کہ جب گرمی اور پیاس نے اس کو لب دم کردیا تو اس نے سوچا: شاید میری موت اس بیابان میں مقدر ہے، چنانچہ وہ مرنے کے لئے اسی درخت کے سایہ میں آکر پڑ گیا، آنکھ پھر جھپکی، اور جب کھلی تو اونٹنی پورے سازوسامان کے ساتھ وہاں موجود تھی، اس وقت اس محروم قسمت مسافر کو اپنی اونٹنی کے مل جانے پر کتنی خوشی ہوگی؟ اسی طرح جب بندہ جرم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے، اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس مہربان اللہ تعالیٰ کو اس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے، پس گنہ گاروں کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، انہیں پہلی فرصت میں اپنے خالق ومالک کی طرف رجوع کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے لئے اس دروازہ کے علاوہ کوئی دروازہ نہیں!

لغات: لَلّٰهُ: ل کے فتح کے ساتھ، اور یہ ل ابتدائیہ ہے جو تاکید کے لئے لایا جاتا ہے، اردو میں اس کا ترجمہ ''البتہ'' کیا جاتا ہے، اور اللّٰه: مبتداء ہے اور أَفْرَحُ اس کی خبر ہے...... مِنْ رَجُلٍ: أَفرحُ کا مفضل منہ ہے...... الفَلاۃ: بیابان، ایسا ویران جنگل جہاں دور دور تک سبزہ اور پانی نہ ہو، جمع فَلَوَات...... الدَّوُّ: بڑا جنگل، الدَّوِّیُّ اور الدَّوِّیَّة: جنگل، بیابان، اس میں واؤ مشدد ہے، اور ی نسبت کی ہے، الدَّوُّ کی طرف نسبت ہے...... مَهْلِكَة: م پر زبر اور ل پر فتح اور کسرہ دونوں: خوفناک اور ہلاکت کی جگہ...... مَا يُصْلِحُه: وہ چیز جو اس کو سنوارے یعنی اس کی دیگر ضروریات...... أَدْرَكَه الموت: یعنی اسباب موت، گرمی پیاس وغیرہ۔

حدیث (۲): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر انسان خطا کار ہے، اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے بندے ہیں!''

تشریح: توبہ کی حقیقت تین چیزیں ہیں: (۱) جو گناہ ہوگیا ہے اس پر پشیمانی ہو (۲) اور آئندہ اس گناہ سے بچنے کا پختہ ارادہ ہو (۳) اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے، تاکہ وہ اس گناہ کی سزا سے بچ جائے، جیسے کسی نے زہر کھالیا، پھر جب آنتیں کٹنے لگیں اور موت سامنے کھڑی نظر آئی تو اس کو اپنی اس احمقانہ حرکت پر سخت رنج ہوا، اب وہ چاہتا ہے کہ

کسی طرح جان بچ جائے، اور بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کرے گا۔ اسی طرح مؤمن بھی کبھی غفلت میں یا شیطان کے اغواء سے یا نفس امارہ کے فریب دینے سے گناہ کر بیٹھتا ہے مگر جب اسے اللہ یاد آتا ہے اور گناہ کا انجام سوچتا ہے کہ قبر میں اور اس کے بعد اس پر کیا گذرے گی تو وہ اپنی حرکت پر پشیمان ہوتا ہے اور آئندہ ایسی حماقت کرنے سے توبہ کرتا ہے، اور اپنے مالک و مولیٰ سے معافی طلب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو بندے کا یہ عمل اتنا خوش کرتا ہے جس کی تمثیل پہلی حدیث میں آئی ہے، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ انسان سے گناہ ہو ہی جاتا ہے، پھر بہترین گنہ گار وہ ہے جو بار بار اللہ کی طرف رجوع کرے، جو گناہ پر اصرار کرتا ہے وہ اللہ کا اچھا بندہ نہیں۔

[٦٠(٢)- بابٌ]

[٢٤٩٤-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بنِ عُمَيْرٍ، عَنِ الْحَارِثِ بنِ سُوَيْدٍ، ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بِحَدِيْثَيْنِ: أَحَدُهُمَا عَنْ نَفْسِهِ، وَالآخَرُ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم:

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوْبَهُ، كَأَنَّهُ فِيْ أَصْلِ جَبَلٍ، يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ، وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوْبَهُ، كَذُبَابٍ وَقَعَ عَلَى أَنْفِهِ، قَالَ بِهِ هٰكَذَا، فَطَارَ.

قَالَ: وَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ، مِنْ رَجُلٍ بِأَرْضٍ فَلَاةٍ دَوِّيَّةٍ مَهْلِكَةٍ، مَعَهُ رَاحِلَتُهُ، عَلَيْهَا زَادُهُ، وَطَعَامُهُ، وَشَرَابُهُ، وَمَا يُصْلِحُهُ، فَأَضَلَّهَا، فَخَرَجَ فِيْ طَلَبِهَا حَتَّى إِذَا أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ، قَالَ: أَرْجِعُ إِلَى مَكَانِي الَّذِيْ أَضْلَلْتُهَا فِيْهِ، فَأَمُوْتُ فِيْهِ، فَرَجَعَ إِلَى مَكَانِهِ، فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ، فَاسْتَيْقَظَ، فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَ رَأْسِهِ، عَلَيْهَا طَعَامُهُ، وَشَرَابُهُ، وَمَا يُصْلِحُهُ"

قال أبو عيسى: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِيْهِ عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَالنُّعْمَانِ بنِ بَشِيْرٍ، وَأَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

[٢٤٩٥-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نَا زَيْدُ بنُ حُبَابٍ، نَا عَلِيُّ بنُ مَسْعَدَةَ الْبَاهِلِيُّ، نَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ، وَخَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَلِيِّ بنِ مَسْعَدَةَ، عَنْ قَتَادَةَ.

بابٌ

خاموشی میں نجات ہے

حدیث(۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ: جو شخص اللہ پر اور

آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے (اور مہمان کے لئے شبانہ روز ضیافت کا اہتمام کرے) ومَن كان يُؤْمِنُ باللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ: اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔

تشریح: یہ حدیث أبواب البر والصلة (باب ۴۳، تحفہ ۵:۳۰۹) میں حضرت ابوشریح عدوی کی روایت سے گذر چکی ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَمَتَ نَجَا: جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

تشریح: منہ سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، اور وہ آخرت کے لئے ریکارڈ کرلی جاتی ہے، اور دنیا میں بھی اس کے بھلے برے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی اس پر جزاؤ سزا مرتب ہوتی ہے، پس آدمی کو چاہئے کہ بھلی بات بولے، ورنہ خاموش رہے، خاموش رہنے والے کی پکڑ نہ دنیا میں ہوتی ہے نہ آخرت میں، اس لئے کہ خاموشی میں نجات ہے۔

[۶۱(۳)-] بابٌ

[۲۴۹۶-] حدثنا سُوَيْدٌ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: ”مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ“ هٰذَا حديثٌ صحيحٌ. وفي الباب: عَنْ عَائِشَةَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِيْ شُرَيْحِ الْكَعْبِيِّ، وَهُوَ الْعَدَوِيُّ، وَاسْمُهُ خُوَيْلِدُ بنُ عَمْرٍو.

[۲۴۹۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا ابنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرحمنِ الْحُبُلِّيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”مَنْ صَمَتَ نَجَا“ هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابنِ لَهِيْعَةَ.

بابٌ

مسلمان کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا

حدیث: نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کونسا مسلمان بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ: وہ شخص جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

تشریح: اس حدیث میں صرف زبان اور ہاتھ کی ایذارسانیوں کا ذکر ہے، ورنہ حقیقت میں مسلمان کی شان یہ

ہے کہ وہ لوگوں کو کسی طرح بھی تکلیف نہیں پہنچاتا، ایذاء رسانی اسلام کے منافی ہے، مگر اس سے مراد وہ ایذارسانی ہے جو بغیر کسی معقول وجہ کے ہو، ورنہ مجرموں کو سزا دینا، ظالموں کی زیادتیوں کو اور مفسدوں کی فساد انگیزوں کو روکنا مسلمان کا فرض منصبی ہے، اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو دنیا امن وراحت سے محروم ہو جائے گی (ماخوذ از معارف الحدیث ۱:۱۴۳)

[٦٢(٤)-] بابٌ

[٢٤٩٨-] حدثنا إِبْرَاهِيْمُ بنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، ثَنِيْ بُرَيْدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى، قَالَ: سُئِلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ، وَيَدِهِ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ مُوْسَى.

بابٌ

کسی کو گناہ پر عار نہیں دلانا چاہئے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى يَعْمَلَهُ: جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی گناہ پر عار دلائی تو وہ نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ اس گناہ کو کرے گا۔

تشریح: یہ حدیث خالد بن معدان: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، مگر خالد کا حضرت معاذؓ سے لقاء وسماع نہیں، اس لئے حدیث منقطع ہے، اگرچہ خالد کی ملاقات ستر صحابہ سے ہوئی ہے مگر حضرت معاذ کا انتقال چونکہ بہت جلدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہو گیا تھا، اس لئے خالد کی ان سے ملاقات نہیں، مگر چونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے (بالواسطہ) روایت کرنے والے سارے ہی روات ثقہ ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے حدیث کی تحسین کی ہے۔

اور یہاں ایک سوال ہے: ذنب کے معنی جرم، گناہ اور غلطی کے ہیں، پس کسی کو گناہ پر عار دلانے کا یہ نتیجہ کیسے نکلا کہ اللہ نے اس عار دلانے والے کو اس گناہ میں مبتلا کیا؟ نہی عن المنکر تو ضروری ہے؟

اس کا دو طرح سے جواب دیا گیا ہے: ایک: عار دلانے کا مطلب ہے: کسی کو برے فعل سے شرم دلانا، طعنہ دینا اور عیب لگانا، اور نہی عن المنکر میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا، اس میں خیر خواہی کے جذبہ سے برائی پر نصیحت کی جاتی ہے، اور دوسرا جواب امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ احمد بن منیع نے یہ دیا ہے کہ حدیث میں وہ گناہ مراد ہے جس سے گنہ گار نے توبہ کر لی ہے، پھر بھی کوئی اس گناہ پر اس کو عار دلائے تو یہ جائز نہیں، کیونکہ گناہ سے توبہ کرنے والا گناہ نہ کرنے والے کی طرح ہو جاتا ہے، پس اس کو عار دلانے والا اس سزا کا مستحق ہوگا۔

[۶۳(۵)- بابٌ]

[۲۴۹۹-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نَا مُحمدُ بنُ الْحَسَنِ بنِ أَبِیْ يَزِيْدَ الْهَمْدَانِیُّ، عَنْ ثَوْرِ بنِ يَزِيْدَ، عَنْ خَالِدِ بنِ مَعْدَانَ، عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ عَيَّرَ أَخَاهُ بِذَنْبٍ: لَمْ يَمُتْ حَتَّى يَعْمَلَهُ" قَالَ أَحْمَدُ: قَالُوْا: مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، وَخَالِدُ بنُ مَعْدَانَ لَمْ يُدْرِكْ مُعَاذَ بنَ جَبَلٍ، وَرُوِیَ عَنْ خَالِدِ بنِ مَعْدَانَ أَنَّهُ أَدْرَكَ سَبْعِيْنَ مِنْ أَصْحَابِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم.

بابٌ

کسی کی مصیبت پر خوش ہونا وبال لاتا ہے

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاَتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيْكَ، فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ: اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، ممکن ہے اللہ اس پر مہربانی فرمائیں اور تجھے اس مصیبت میں گرفتار کردیں!

تشریح: اس حدیث کا ایک راوی امیۃ بن القاسم ہے، حافظ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ چوک ہے، صحیح نام قاسم بن امیہ حذّاء (موچی) ہے، یہ بصرہ کا راوی ہے اور ٹھیک ہے، اور اس پر ابن حبان نے جو بلا وجہ تنقید کی ہے، امام ترمذیؒ نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور حدیث کی تحسین کی ہے۔

اور یہ حدیث حضرت واثلہؓ سے مکحول روایت کرتے ہیں، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مکحول کا حضرت واثلہ سے سماع نہیں، مگر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: مکحول کا تین صحابہ سے سماع ہے، حضرت واثلہؓ سے، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابو ہند داریؓ سے، اور کہا جاتا ہے کہ مکحول کا صرف ان ہی تین صحابہ سے لقاء وسماع ہے، غرض سند میں انقطاع نہیں ہے، اس لئے روایت ٹھیک ہے۔

[۶۴(۶)-] بابٌ

[۲۵۰۰-] حدثنا عُمَرُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ بنِ مُجَالِدِ بنِ سَعِيْدٍ الْهَمْدَانِیُّ، نَا حَفْصُ بنُ غِيَاثٍ، ح: وَثَنَا سَلَمَةُ بنُ شَبِيْبٍ، نَا أُمَيَّةُ بنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: نَا حَفْصُ بنُ غِيَاثٍ، عَنْ بُرْدِ بنِ سِنَانٍ، عَنْ مَكْحُوْلٍ، عَنْ وَاثِلَةَ بنِ الأَسْقَعِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" لاَتُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِأَخِيْكَ، فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَمَكْحُوْلٌ قَدْ سَمِعَ مِنْ وَاثِلَةَ بنِ الأَسْقَعِ، وَأَنَسِ بنِ مَالِكٍ، وَأَبِىْ هِنْدٍ الدَّارِيِّ، وَيُقَالُ: إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، إِلَّا مِنْ هٰؤُلَآءِ الثَّلَاثَةِ.

وَمَكْحُوْلٌ الشَّامِيُّ: يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ، وَكَانَ عَبْدًا فَأُعْتِقَ.

وَمَكْحُوْلٌ الأَزْدِيُّ: بَصْرِيٌّ، سَمِعَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَيَرْوِى عَنْهُ عُمَارَةُ بنُ زَاذَانَ.

حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ عَيَّاشٍ، عَنْ تَمِيْمِ بنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: كَثِيْرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ مَكْحُوْلاً يُسْأَلُ، فَيَقُوْلُ: ندانم.

وضاحت: مکحول دو ہیں: شامی اور بصری۔ اس روایت کے راوی مکحول شامی ہیں، جن کی کنیت ابوعبداللہ ہے، یہ پہلے غلام تھے، پھر آزاد ہوئے، اور دوسرے مکحول ازدی بصری ہیں، ان کی کنیت بھی ابوعبداللہ ہے، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے حدیثیں سنی ہیں، اور ان سے عمارۃ بن زاذان روایت کرتا ہے، یہ مکحول اس حدیث کے راوی نہیں، بلکہ مکحول شامی اس حدیث کے راوی ہیں، اور تمیم بن عطیہ کہتے ہیں: حضرت مکحول سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا، اور وہ ان کے علم میں نہ ہوتا، تو وہ بارہا فارسی میں جواب دیتے: ندانم: میں نہیں جانتا!

باب

کسی کی نقل اتارنا بھاری گناہ ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَا أُحِبُّ أَنِّیْ حَکَیْتُ أَحَدًا، وَأَنَّ لِیْ کَذَا وَکَذَا: میں نہیں پسند کرتا کہ کسی کی نقل اتاروں، اگرچہ مجھے اتنا اتنا مل جائے۔

تشریح: حَکَی یَحْکِیْ الشیئَ حِکَایَةً: نقل اتارنا، کسی کے فعل کی طرح فعل کرنا۔ اور عام طور پر اس کا استعمال بری بات کی نقل اتارنے کے لئے ہوتا ہے...... وَأَنَّ لِیْ جملہ حالیہ ہے اور کذا و کذا: اسم کنایہ ہیں اور مراد دنیا کا مال وسامان ہے۔

حدیث (۲): یہ پہلی ہی حدیث ہے، اور مفصل ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے نبی ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری تو آپؐ نے فرمایا: مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں کسی آدمی کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے اتنا اتنا (مال) مل جائے۔

(دوسرا واقعہ) صدیقہؓ کہتی ہیں: میں نے کہا: یارسول اللہ! بیشک صفیہ بنت حُیی ایک عورت ہیں، اور حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا، گویا وہ مراد لے رہی ہیں کہ حضرت صفیہ ٹھگنی ہیں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: لَقَدْ

مَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ لَوْ مُزِجَ بِهَا مَاءُ الْبَحْرِ لَمُزِجَ: البتہ واقعہ یہ ہے کہ تم نے (اپنے اعمال کو) ایک ایسی (بری) بات کے ساتھ ملایا ہے کہ اگر اس بری بات کے ساتھ سمندر کا پانی ملایا جاتا تو وہ بگڑ جاتا (اور جو سمندر کے پانی کو بگاڑ دے وہ نامۂ اعمال کو کیوں نہیں بگاڑ سکتا؟) اور آخری مُزِجَ کے معنی ہیں: وہ سمندر پر غالب آجاتا، کیونکہ مغالبہ باب نصر کا خاصہ ہے، اور سمندر پر غالب آنے کا مطلب ہے: اس کو بگاڑ دینا، جیسے پانی پر نجاست غالب آجاتی ہے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے۔

[۶۵(۷)-] بابٌ

[۲۵۰۱-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلِيِّ بنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِيْ حُذَيْفَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَا أُحِبُّ أَنِّيْ حَكَيْتُ أَحَدًا، وَأَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۵۰۲-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ، وَعَبْدُ الرحمنِ، قَالاَ: نَا سُفْيَانُ، عَنْ عَلِيِّ بنِ الْأَقْمَرِ، عَنْ أَبِيْ حُذَيْفَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: حَكَيْتُ لِلنبيِّ صلى الله عليه وسلم رَجُلاً، فَقَالَ: " مَايَسُرُّنِيْ أَنِّيْ حَكَيْتُ رَجُلاً، وَأَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا" قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ صَفِيَّةَ امْرَأَةٌ، وَقَالَتْ بِيَدِهَا هٰكَذَا، كَأَنَّهَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً، فَقَالَ:" لَقَدْ مَزَجْتِ بِكَلِمَةٍ، لَوْ مُزِجَ بِهَا مَاءُ الْبَحْرِ لَمُزِجَ"

بابٌ

لوگوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی فضیلت

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے، اور وہ ان کی ایذاءرسانیوں پر صبر کرتا ہے، وہ یقیناً اس مسلمان سے بہتر ہے، جو لوگوں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے، اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر نہیں کرتا۔

سند کی بحث: یہ حدیث کس صحابی کی ہے؟ یحیٰ بن وثّاب یہ حدیث کسی بڑے صحابی سے روایت کرتے ہیں، اور ان کا خیال یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے، یعنی یہ ان صحابی کا قول نہیں ہے بلکہ انھوں نے یہ بات نبی ﷺ سے روایت کی ہے، پھر امام اعمش رحمہ اللہ کے شاگرد شعبہؒ کا خیال یہ ہے کہ یہ صحابی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، اور یہ خیال صحیح ہے، کیونکہ ابن ماجہ نے یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے۔

تشریح: اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عزلت (گوشہ نشینی) بہتر ہے یا لوگوں سے میل جول رکھنا؟ جو لوگ کہتے

ہیں: لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا، ان کی کڑوی کسیلی باتوں کو برداشت کرنا، ان کو بھلائی کا حکم دینا، ان کو برائی سے روکنا اوران کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا گوشہ نشینی سے بہتر ہے: وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں......اور جن کی رائے اس کے خلاف ہے وہ مسلم شریف کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: مجاہد کے بعد بہترین شخص وہ ہے جو کسی گھاٹی میں علحدہ رہتا ہو، اللہ کی عبادت کرتا ہو، اور لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہو (مسلم کتاب الامارۃ باب ۳۴ حدیث ۱۸۸۸)......اور اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ لوگوں کے احوال مختلف ہیں، اس لئے حکم بھی مختلف ہے، جو شخص لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے، اور ان کی حرکتیں برداشت کرسکتا ہے، اس کے لئے لوگوں سے میل جول رکھنا بہتر ہے، اور جو ان کی باتیں برداشت نہیں کرسکتا، نہ وہ ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے: وہ اگر لوگوں سے علحدہ رہے تو یہی اس کے حق میں بہتر ہے۔

[٦٦(٨)-] بابٌ

[٢٥٠٣-] حدثنا أَبُوْ مُوْسَى مُحمدُ بنُ الْمُثَنَّى، نَا ابنُ أَبِيْ عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ، عَنْ يَحْيىَ بنِ وَثَّابٍ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، أُرَاهُ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ، وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ: خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِيْ لاَيُخَالِطُ النَّاسَ، وَلاَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ" قَالَ ابنُ أَبِيْ عَدِيٍّ: كَانَ شُعْبَةُ يَرَى أَنَّهُ ابنُ عُمَرَ.

بابٌ

باہمی معاملات بگاڑنا دین کا ناس کردیتا ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّهَا الحَالِقَة: فساد ذات البین یعنی لوگوں کے ساتھ معاملات بگاڑنے سے بچو کیونکہ یہ چیز مونڈنے والی ہے!

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فساد ذات البین سے مراد باہمی عداوت اور شدید نفرت ہے، یہ چیز دین کو مونڈ کر رکھ دیتی ہے، جب لوگوں میں عداوتیں اور نفرتیں پیدا ہوتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کی بدگوئی کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کی ایذا رسانی کے درپے ہوتے ہیں، اس طرح ان کا دین برباد ہوجاتا ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں روزے، نماز اور صدقہ کے درجہ سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟" صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپؐ نے فرمایا: "وہ اصلاح ذات البین ہے یعنی لوگوں کے ساتھ معاملات کو سنوارنا، کیونکہ فساد ذات البین مونڈنے والی چیز ہے" اور آئندہ حدیث میں جو ضعیف ہے یہ اضافہ ہے: "فساد ذات البین مونڈنے

والا ہے، میں نہیں کہتا کہ وہ بال مونڈتا ہے بلکہ وہ دین مونڈتا ہے''

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری طرف رینگ آئی تم سے پہلی امتوں کی بیماری: دوسرے پر جلنا، اور شدید نفرت کرنا، یہی مونڈنے والی ہے، میں نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ وہ دین کو مونڈتی ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم جنت میں نہیں جاؤگے تا آنکہ ایمان لاؤ، اور تم ایمان نہیں لاؤگے تا آنکہ ایک دوسرے سے محبت کرو، پس کیا میں تم کو وہ کام نہ بتلاؤں جو تمہارے لئے محبت کو ثابت کرے؟ سلام کو آپس میں رواج دو!''

تشریح: اس حدیث کی سند میں زبیر کا مولی (آزاد کردہ) مجہول راوی ہے، مگر منذری کہتے ہیں: بزار وبیہقی نے اس کو عمدہ سند سے روایت کیا ہے، اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا، البتہ گذشتہ حدیث کے آخر میں یُروی (فعل مجہول) لاکر اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے...... اور حسد (کسی پر جلنا) اور بغضاء (شدید نفرت) ایک ہی طرح کے گناہ ہیں، حسد: بغض سے ناشی ہوتا ہے اس لئے ھی مفرد ضمیر لائی گئی ہے...... اور یَثبِّتُ: تثبیت باب تفعیل سے ہے اس کے معنی ہیں: جمانا، واقعہ بنانا۔

[٦٧(٩)- بابٌ]

[٢٥٠٤-] حدثنا أَبُوْ يَحْيىَ مُحمدُ بنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَغْدَادِيُّ، نا مُعَلَّى بنُ مَنْصُوْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ جَعْفَرٍ المَخْرَمِيُّ، هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمِسْوَرِ بنِ مَخْرَمَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بنِ مُحمدٍ الأَخْنَسِيِّ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّهَا الْحَالِقَةُ"

قَالَ أَبُوْ عِيسى: هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَسُوْءُ ذَاتِ الْبَيْنِ: إِنَّمَا يَعْنِيْ بِهِ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ، وَقَوْلُهُ: الْحَالِقَةُ: أَنَّهَا تَحْلِقُ الدِّيْنَ.

[٢٥٠٥-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَمْرِو بنِ مُرَّةَ، عَنْ سَالِمِ بنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَلاَ أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلاَةِ وَالصَّدَقَةِ؟" قَالُوْا: بَلَى، قَالَ:" صَلاَحُ ذَاتِ الْبَيْنِ، فَإِنَّ فَسَادَ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ"

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَيُرْوَى عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ: "هِيَ الْحَالِقَةُ، لاَ أَقُوْلُ: تَحْلِقُ الشَّعْرَ، وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ"

[٢٥٠٦-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيْعٍ، نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ حَرْبِ بنِ شَدَّادٍ، عَنْ يَحْيىَ

بنِ أَبِىْ كَثِيْرٍ، عَنْ يَعِيْشَ بنِ الْوَلِيْدِ، أَنَّ مَوْلًى لِلزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّ الزُّبَيْرَ بنَ الْعَوَّامِ حَدَّثَهُ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" دَبَّ إِلَيْكُمْ دَاءُ الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ: الحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ، هِيَ الْحَالِقَةُ! لَا أَقُوْلُ: تَحْلِقُ الشَّعْرَ، وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ! لَاتَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوْا، وَلَاتُؤْمِنُوْا حَتَّى تَحَابُّوْا، أَفَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِمَا يُثَبِّتُ ذٰلِكَ لَكُمْ؟ أَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ"

بابٌ

ظلم اور قطع رحمی کی سزا

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی بھی گناہ زیادہ لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے کرنے والے کو دنیا میں جلد سزا دیں، اس سزا کے ساتھ جس کو وہ آخرت میں ذخیرہ رکھیں: ظلم اور قطع رحمی سے، یعنی یہی دو گناہ دارین کی سزا کے زیادہ لائق ہیں۔

ترکیب: ما نافیہ ہے، اور مِنْ زائدہ نفی کے استغراق کے لئے ہے...... أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ سے پہلے ب مقدر ہے اور جار مجرور أَجْدَرُ سے متعلق ہیں...... العُقُوبَةَ: يُعَجِّل کا مفعول بہ ہے...... اور مِنَ الْبَغْيِ: مفضل منہ ہے، اور بَغْيٌ مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: حد سے تجاوز کرنا، دوسروں کے حقوق پر دست درازی کرنا، سرکشی اور ظلم کرنا، اور زمین کو فساد اور بگاڑ سے بھر دینا۔

تشریح: ظلم وزیادتی اور قطع رحمی ایک ہی طرح کے گناہ ہیں، اول عام ہے اور ثانی خاص، یہ دو گناہ ایسے سخت ہیں کہ آخرت میں تو ان کی سزا ملے ہی گی، دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی سزا دیتے ہیں، اس لئے لوگوں کو ان دو گناہوں سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

فائدہ: گناہوں کی سزا کے سلسلہ میں کوئی واضح قاعدہ وارد نہیں ہوا، البتہ مختلف نصوص سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بعض گناہوں کی پوری سزا دنیا میں دیدی جاتی ہے، یہ گناہ عام طور پر لازم ہوتے ہیں، یعنی ان کا ضرر دوسروں تک نہیں پہنچتا، اور جو گناہ متعدی ہوتے ہیں جیسے ظلم وزیادتی اور قطع رحمی وغیرہ، ان کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی، اور ایسا ان گناہوں کی سنگینی کی وجہ سے کیا جاتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دو گناہ بہت بھاری ہیں، ان سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

[٦٨(١٠)- بابٌ]

[٢٥٠٧-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ عُيَيْنَةَ بنِ عَبْدِ الرحمنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ

أَبِيْ بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:" مَامِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِيْ الآخِرَةِ: مِنَ الْبَغْيِ، وَقَطِيْعَةِ الرَّحِمِ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

صبر وشکر کا جذبہ کیسے پیدا ہوسکتا ہے؟

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص میں دو باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس کو شاکر وصابر لکھتے ہیں، اور جس میں یہ دو باتیں نہ ہوں اس کو اللہ تعالیٰ نہ شاکر لکھتے ہیں نہ صابر: (۱) جو دین کے معاملہ میں اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے فائق ہے، پس وہ اس کی پیروی کرے (۲) اور جو دنیا کے معاملہ میں اس شخص کی طرف دیکھے جو اس سے کمتر ہے، پس وہ اللہ کا شکر بجالائے، اس نعمت کا جس کے ذریعہ اللہ نے اس کو اس کم تر پر برتری بخشی ہے، پس اللہ تعالیٰ اس کو شاکر وصابر لکھتے ہیں...... اور جو دین کے معاملہ میں اس شخص کی طرف دیکھے جو کہ وہ اس سے کمتر ہے، اور دنیا کے معاملہ میں اس کی طرف دیکھے جو کہ وہ اس سے بہتر ہے: پس وہ اس نعمت پر افسوس کرے جو اس کے ہاتھ سے نکل گئی، تو اللہ تعالیٰ اس کو نہ شاکر لکھتے ہیں نہ صابر!‘‘

یہ حدیث کس درجہ کی ہے؟ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث اپنے دو اساتذہ سے روایت کی ہے: ایک: سوید بن نصر سے، ان کی سند میں یہ حدیث عمرو بن شعیب اپنے پردادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں جبکہ انھوں نے اپنے پردادا کا زمانہ نہیں پایا، اس لئے یہ سند منقطع ہے، اور دوسرے استاذ: موسیٰ بن حزام ہیں، ان کی سند میں عمرو بن شعیب اپنے ابا سے، اور وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں، یہ سند متصل ہے، نیز آگے جو دوسری حدیث آرہی ہے وہ اس کی شاہد ہے اس لئے یہ حدیث ٹھیک ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: أُنْظُروا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنكُمْ، وَلاَ تَنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لاَتَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ: اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے کمتر ہے، اور اس شخص کی طرف مت دیکھو جو تم سے بہتر ہے، یہ بات اس کے زیادہ لائق ہے کہ تم اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو معمولی نہ سمجھو‘‘

لغت: لاَتَزْدَرُوْا: فعل مضارع منفی، صیغہ جمع مذکر حاضر إِزْدَرَى إِزْدِرَاءً: حقیر سمجھنا، باب افتعال سے ہے جس کی ف دال سے بدل گئی ہے۔

تشریح: انسان کی ایک فطری کمزوری یہ ہے کہ جب وہ کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو مال ودولت میں، شکل وصورت میں، اور دنیوی وجاہت میں اس سے بہتر ہے تو اس میں طمع اور حرص پیدا ہوتی ہے، اور وہ خیال کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو ایسا کیوں نہیں بنایا! اس حدیث میں اس کا علاج بتایا گیا ہے کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے جو اس سے ان چیزوں

میں کمتر ہے، اس سے صبر وشکر کا جذبہ پیدا ہوگا، اللہ نے جس حال میں اس کو رکھا ہے اس پر وہ صبر وشکر بجالائے گا البتہ دین کے معاملہ میں ہمیشہ نظران بندوں کی طرف رہنی چاہئے جن کا مقام دین میں بلند ہے، اوران کی پیروی کرنی چاہئے، اس طرح وہ آخرت کے کاموں میں ترقی کرتا چلا جائے گا۔

[۶۹(۱۱)- بابٌ]

[۲۵۰۸-] حدثنا سُوَيْدٌ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنِ الْمُثَنَّى بنِ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا، وَمَنْ لَمْ تَكُوْنَا فِيْهِ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَاصَابِرًا: مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهِ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ، فَاقْتَدَى بِهِ، وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ، فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلَى مَافَضَّلَهُ بِهِ عَلَيْهِ: كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا، وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهِ إِلَى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ، وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَهُ، فَأَسِفَ عَلَى مَا فَاتَهُ مِنْهُ: لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَلَا صَابِرًا"

حدثنا مُوْسَى بنُ حِزَامٍ، نا عَلِيُّ بنُ إِسْحَاقَ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، نا الْمُثَنَّى بنُ الصَّبَّاحِ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَلَمْ يَذْكُرْ سُوَيْدٌ: عَنْ أَبِيْهِ فِيْ حَدِيْثِهِ.

[۲۵۰۹-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" اُنْظُرُوْا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوْا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَإِنَّهُ أَجْدَرُ أَنْ لَاتَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

احوال دائمی نہیں ہوتے

حال: نفس کی وہ کیفیت ہے جو عارضی اور وقتی ہوتی ہے، پھر جب وہ کیفیت دائمی ہوجاتی ہے تو "مقام" کہلاتی ہے۔ مقامات دائمی ہوتے ہیں مگر احوال دائمی نہیں ہوتے۔

حدیث: حضرت حنظلہ اُسَیّدی رضی اللہ عنہ جو کاتبین وحی میں سے ہیں: روتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا: اے حنظلہ! کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا: اے ابوبکر! حنظلہ تو منافق ہوگیا، ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتے ہیں، آپ ؐ ہمیں جنت وجہنم یاد دلاتے ہیں تو گویا ہم (ان کو) آنکھوں

سے دیکھتے ہیں، پھر جب ہم لوٹتے ہیں اور بیویوں میں اور جائداد میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میرا بھی یہی حال ہے، آؤ! رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیں، پس جب نبی ﷺ نے حضرت حنظلہ کو دیکھا تو پوچھا: حنظلہ! کیا بات ہے؟ انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہوگیا، ہم آپؐ کے پاس ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت ودوزخ یاد دلاتے ہیں تو گویا ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھتے ہیں، پھر جب ہم لوٹتے ہیں اور بیویوں میں اور جائداد میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''اگر تم اس حالت پر ہمیشہ رہو جس حالت پر میرے پاس سے اٹھتے ہو تو تم سے فرشتے مصافحہ کریں تمہاری مجلسوں میں، تمہارے بستروں میں اور تمہاری راہوں میں، مگر اے حنظلہ! گھڑی اور گھڑی (یعنی احوال دائمی نہیں ہوتے، بس بجلی کی طرح کوندتے ہیں) اور آپؐ کے سامنے کچھ حال، اور پیچھے کچھ حال: اس کو حضرت حنظلہؓ نے نفاق سمجھا ہے۔

تشریح: حنظلہ دو ہیں: ایک حنظلۃ الکاتب، جن کے باپ کا نام ربیع ہے، یہ قبیلہ اُسیّد کے ہیں، جو قبیلہ بنوتمیم کی شاخ ہے، یہ حکیم العرب اکثم بن صیفی کے بھتیجے ہیں، یہ واقعہ انہی کا ہے، دوسرے: حنظلۃ الغسیل ہیں، ان کے باپ کا نام ابو عامر راہب ہے، یہ انصاری اوسی ہیں، جنگ احد میں شہید ہوئے ہیں، فرشتوں نے ان کو غسل دیا تھا، کیونکہ وہ حالتِ جنابت میں مارے گئے تھے، یہ واقعہ ان کا نہیں ہے۔

اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خوف وخشیت کی حالت اور آخرت اور دین کی فکر ہمیشہ اعلی درجہ کی باقی نہیں رہتی، حضرت حنظلہؓ اس میں معمولی تغیر اور ذرا سے انحطاط کو دیکھ کر اپنے اوپر نفاق کا شبہ کرنے لگے تھے۔ نبی ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ یہ نفاق نہیں ہے، یہ 'حال' ہے جو دائمی نہیں ہوتا۔

لغات: كَأَنَّا رَأْىَ عَيْنٍ: کو دو طرح پڑھ سکتے ہیں: رَأْىَ (منصوب) رَأْىُ (مرفوع) پہلی صورت میں فعل محذوف (نَرى) کا مفعول مطلق ہوگا، أى صِرْنَ كَأَنَّا نرى الجنةَ وَالنَّارَ رَأْىَ عَيْنٍ أى بِأَبْصَارِنَا: اور رفع کی صورت میں مصدر بمعنی اسم فاعل ہوگا، اور عمل مبالغۃً ہوگا، اور مبتداء محذوف ہوگا أى كَأَنَّا الرُّؤْيَةُ: رُؤْيَةُ عَيْنٍ: ...... عَافَسَ الْأُمُوْرَ مُعَافَسَةً: کاموں میں لگنا، کام انجام دینا ...... الضَّيْعَةُ: جاگیر، یا نفع بخش جائداد، یا کام جیسے تجارت وصنعت وغیرہ ...... سَاعَةً وَسَاعَةً: أى تكون تلك الحالُ ساعة كذا وساعةَ كذا: یعنی احوال میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے۔

[۷۰ (۱۲)- بابٌ]

[۲۵۱۰-] حدثنا بِشْرُ بنُ هِلَالٍ الْبَصْرِيُّ، نا جَعْفَرُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، ح: ثَنَا هَارُوْنُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَزَّازُ، ناسَيَّارٌ، نا جَعْفَرُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْجُرَيْرِيِّ — وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ — عَنْ أَبِى

عُثْمَانَ، عَنْ حَنْظَلَةَ الأُسَيِّدِيِّ، وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي، فَقَالَ: مَالَكَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! يَا أَبَا بَكْرٍ، نَكُوْنُ عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ، وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا، قَالَ: فَوَ اللّٰهِ أَنَا كَذٰلِكَ، انْطَلِقْ بِنَا إِلٰى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَانْطَلَقْنَا، فَلَمَّا رَآهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَالَكَ يَا حَنْظَلَةُ" قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ! يَارسولَ اللّٰهِ، نَكُوْنُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ، حَتّٰى كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ؛ فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ، وَنَسِيْنَا كَثِيْرًا، قَالَ: فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ تَقُوْمُوْنَ بِهَا مِنْ عِنْدِيْ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِيْ مَجَالِسِكُمْ، وَعَلَى فُرُشِكُمْ، وَفِيْ طُرُقِكُمْ، وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً" قَالَ أَبُوْ عيسىٰ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

جو اپنے لئے پسند کرو وہی ہر مسلمان کے لئے پسند کرو

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: لَايُؤْمِنُ أَحُدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَايُحِبُّ لِنَفْسِهِ: تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ بات پسند کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں لایُؤْمِنُ سے کمالِ ایمان کی نفی مراد ہے، ایمان میں کمال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب دوسرے مسلمانوں کے لئے عبادتوں میں سے اور جائز کاموں میں سے وہ بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور یہ کچھ مشکل امر نہیں، دل میں خیر خواہی کا جذبہ ہو تو یہ بات بہت آسان ہے۔

[٧١(١٣)- بابٌ]

[٢٥١١-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لَايُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

صرف اللہ تعالیٰ نافع اور ضار ہیں

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میں ایک دن نبی ﷺ کے پیچھے تھا، آپؐ نے فرمایا: اے

لڑکے! میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں:

۱-اِحْفَظِ اللّٰهَ: يَحْفَظْكَ: اللہ کی نگہداشت کر، یعنی ان کے احکام کی پیروی کر، اللہ تیری حفاظت کریں گے یعنی دنیا میں تجھے مکروہات سے بچائیں گے، اور آخرت میں تیری انواع عذاب سے حفاظت کریں گے۔

۲-اِحْفَظِ اللّٰهَ: تَجِدْهُ تُجَاهَكَ: اللہ کی حفاظت کر: اللہ کو تو اپنے سامنے پائے گا، اس جملہ کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے جملہ کا ہے، اور تُجَاه میں ت واؤ سے بدلی ہوئی ہے، اصل وُجَاهٌ تھا یعنی سامنے۔

۳-وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ: اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے سوال کر، اور جب تو مدد طلب کرے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر، یعنی ہر معاملہ میں اللہ کی طرف لو لگائے رہ، وہی مدد کرنے والے ہیں، دوسرا کوئی مدد نہیں کرسکتا، اور وہی دینے والے ہیں، کسی اور کے پاس کچھ نہیں، نافع اور ضار وہی ہیں۔

۴- واعلم أَنَّ الْأُمَةَ لوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوْكَ بشيءٍ، لَمْ يَنْفَعُوْكَ بشيءٍ، إِلَّا قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ: اور جان لے کہ امت اگر اکٹھا ہو جائے اس بات پر کہ وہ تجھے کچھ نفع پہنچائے تو وہ تجھے کچھ بھی نفع نہیں پہنچاسکتی مگر وہ نفع جو اللہ نے تیرے لئے مقدر کیا ہے۔

۵-وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَنْ يَضُرُّوْكَ بشيءٍ، لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشيءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ: اور اگر امت اکٹھا ہو جائے اس بات پر کہ وہ تجھے کچھ نقصان پہنچائے تو وہ تجھے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچاسکتی، مگر وہ نقصان جو اللہ نے تیرے لئے مقدر کیا ہے۔

رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ: قلم (لکھ کر) فارغ ہو گیا، اور کاغذ خشک ہو گیا، اس جملہ کا تعلق پچھلی دو باتوں سے ہے، پرانے زمانے میں لوگ کچی سیاہی سے لکھتے تھے، اس وقت جب تک سیاہی گیلی رہتی تھی: اس میں تبدیلی ممکن تھی، لیکن جب قلم اٹھالیا گیا، اور تحریر خشک ہوگئی تو اب اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی، اور مراد یہ ہے کہ قلم تقدیر لکھ کر فارغ ہو گیا، اور تیرا نفع نقصان مقدر ہو چکا، اس لئے لوگ اس کے خلاف نفع نقصان نہیں پہنچاسکتے، تقدیر کا لکھا اٹل ہے۔

[۷۲(۱٤)- بابٌ]

[۲۵۱۲-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ محمدِ بنِ مُوْسَى، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا لَيْثُ بنُ سَعْدٍ، وَابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ قَيْسِ بنِ الْحَجَّاجِ، ح: قَالَ: وَثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرحمنِ، نَا أَبُوْ الْوَلِيْدِ، نَا لَيْثُ بنُ سَعْدٍ، ثَنِي قَيْسُ بنُ الْحَجَّاجِ ــ الْمَعْنَى وَاحِدٌ ــ عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنْتُ خَلْفَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا، فَقَالَ: "يَا غُلَامُ! إِنِّيْ أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ،

احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ، لَمْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْئٍ، إِلَّا قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلَى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْئٍ، لَمْ يَضُرُّوْكَ، إِلَّا بِشَيْئٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَجَفَّتِ الصُّحُفُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ

تدبیر اور توکل میں منافات نہیں

حدیث: ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے اونٹ کا زانو باندھ کر اللہ پر بھروسہ کروں یا آزاد چھوڑ کر؟ آپؐ نے فرمایا: اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ: زانو باندھ کر اللہ پر اعتماد کرو۔

تشریح: الکوکب الدری میں ہے: توکل کا سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آدمی اسباب اختیار کرے، مگر ان پر تکیہ نہ کرے، پھر یہ بات ہے کہ اسباب اختیار نہ کرے اور اللہ پر بھروسہ کرے، پھر اس کے بعد توکل کا کوئی درجہ نہیں، یعنی اسباب اختیار کرنا اور ان پر بھروسہ کرنا توکل نہیں بلکہ توکل کے منافی ہے۔

اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تدبیر اور توکل میں منافات نہیں، اس لئے دونوں کو اختیار کرنا ضروری ہے، سورۂ یوسف (آیات ۶۷ و۶۸) میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا اور ان کے بیٹوں کا قصہ آیا ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے بن یامین کی حفاظت کے لئے عالم اسباب کے قوانین کے مطابق تمام تدبیریں بتائیں، پھر فرمایا: یہ تدبیر مشیت الٰہی کو نافذ ہونے سے روک نہیں سکتی، اور اصل حفاظت اللہ پاک کی حفاظت ہے، اور مؤمن کا بھروسہ اپنی تدبیروں پر نہیں بلکہ اللہ پاک کے فضل پر ہوتا ہے۔

سند کی بحث: یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے تو منکر یعنی نہایت ضعیف ہے، مگر یہی حدیث حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ سے صحیح ابن حبان میں مروی ہے (تحفہ ۱:۱۷۱ میں بھی امام ترمذیؒ نے یہ بات بیان کی ہے) اور ایسا ہوتا ہے کہ حدیث کسی ایک صحابی کی روایت سے صحیح ہو اور دوسرے صحابی کی روایت سے ضعیف ہو، رواۃ کے اوہام سے کسی کی روایت کسی کی طرف منسوب ہو جاتی ہے۔

[۷۳(۱۵)- بابٌ]

[۲۵۱۳-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، ثَنِيْ يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ، نَا الْمُغِيْرَةُ بنُ أَبِيْ قُرَّةَ السَّدُوْسِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رسولَ اللّٰهِ! أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ، أَوْ أُطْلِقُهَا

وَأَتوَكَّلُ؟ قَالَ: "اعْقِلْهَا وَتوَكَّلْ" قَالَ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ: قَالَ يَحيىَ: وَهٰذَا عِنْدِی حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ.

قَالَ أَبُوْ عيسىٰ: وَهٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَمْرِو بنِ أُمَيَّةَ الضَّمْرِیِّ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم نَحْوُ هٰذَا.

بابٌ

کھٹک والی بات چھوڑ واور بےکھٹک بات اختیار کرو

حدیث: ابوالحوراء سعدی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپؓ کو نبی ﷺ کی کیا باتیں یاد ہیں؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا:

۱- مجھے یہ یاد ہے کہ میں نے صدقہ کی ایک کھجور منہ میں ڈال لی، نبی ﷺ نے اس کو تھوک کے ساتھ نکال کر کھجوروں کے ڈھیر میں ڈال دیا، ایک شخص نے عرض کیا: اگر یہ بچہ ایک کھجور کھالیتا تو کیا حرج تھا؟ آپؐ نے فرمایا: إنا لا نأْكُلُ الصدقة: ہم زکوٰۃ نہیں کھاتے، یعنی زکوٰۃ ہم پر حرام ہے۔

۲- اور مجھے یہ بات یاد ہے کہ آپؐ نے فرمایا: دَعْ مَايَرِيْبُك إِلٰی مَالاَيَرِيْبُكَ، فإن الصِّدْقَ طُمَأْنِيْنَةٌ، وَإِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ: وہ بات چھوڑ جو تیرے دل میں کھٹک پیدا کرے، اور وہ بات اختیار کر جو بےکھٹک ہو، پس سچ طمانینت ہے، اور جھوٹ کھٹک ہے۔

۳- اور یہ بات یاد ہے کہ نبی ﷺ نے مجھے وتروں میں پڑھنے کے لئے یہ دعا سکھائی: اللّٰهُم اهْدِنِی فِيْمَنْ هَدَيْتَ إلخ: (رواہ احمد)

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ نے جو فرمایا ہے کہ اس حدیث میں لمبا مضمون ہے، وہ یہی مضمون ہے جو مسند احمد کی روایت میں آیا ہے، یہاں ان میں سے دوسری بات مذکور ہے، اور یُریب کوی کے زبر اور زیر: دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، رَابَ الرَّجُلُ فلانًا: اور أَرَابَ الرجلُ فلاناً: دونوں کے معنی ہیں: شک میں ڈالنا، اور إِلٰی مَا: جار مجرور: ذَاهِبًا مقدر سے متعلق ہیں، یعنی شک والی بات چھوڑ کر اس بات کی طرف جاؤ جو بےکھٹک ہو، پھر نبی ﷺ نے ایک مثال سے اس کی وضاحت فرمائی کہ سچ بولنا دل کو اطمینان بخشتا ہے، اور جھوٹ بولنا الجھن پیدا کرتا ہے، آدمی جھوٹ بول کر کام نکال لیتا ہے، مگر دل میں کانٹا چبھتا رہتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا! اور سچ بولنے سے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے، اگرچہ سچ بولنے سے کبھی نقصان ہوتا ہے، مگر یہ نقصان اہوں (ہلکا) ہے، پس ہر معاملہ میں سچ بولنا چاہئے، اور یہ بات کہ کھٹک والی بات چھوڑ واور بےکھٹک بات اختیار کرو: قاعدہ کلیہ ہے، اس کو ہر جگہ ملحوظ رکھنا چاہئے۔

[٧٤(١٦)- بابٌ]

[٢٥١٤-] حدثنا أَبُوْ مُوْسَى الأَنْصَارِيُّ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ إِدْرِيْسَ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ بُرَيْدِ بنِ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ، قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بنِ عَلِيٍّ: مَا حَفِظْتَ مِنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" دَعْ مَايَرِيْبُكَ إِلٰى مَالاَ يَرِيْبُكَ، فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِيْنَةٌ، وَإِنَّ الْكِذْبَ رِيْبَةٌ"

وفي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيُّ: اسْمُهُ رَبِيْعَةُ بنُ شَيْبَانَ.

حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ بُرَيْدٍ نَحْوَهُ.

بابٌ

ورع کا مقام عبادت سے بلند ہے

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا تذکرہ آیا، جو خوب عبادت کرتا تھا، وہ عبادت میں بڑی محنت کرتا تھا، اور ایک دوسرے شخص کا بھی تذکرہ کیا گیا جو پرہیز گار تھا، یعنی مشتبہ چیزوں سے بچتا تھا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: لَایُعْدَلُ بالرِّعَةِ: پرہیز گاری کے برابر کوئی چیز نہیں۔

تشریح: لَایُعْدَلُ (فعل مجہول) کا مفعول تعمیم کی غرض سے حذف کیا گیا ہے أی لا یُعْدَلُه شيئٌ اور اجتہاد فی العبادۃ کی طرف لوٹنے والی ضمیر مفعول بھی محذوف ہوسکتی ہے یعنی اجتہاد فی العبادہ: ورع کے برابر نہیں، مگر اس صورت میں تعمیم کا فائدہ حاصل نہ ہوگا...... اور رِعَةٌ مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: پرہیز گار رہنا، محتاط ہونا، اور اس کا فعل وَرِعَ یَرَعُ (س) وَرَعًا وَرِعَةً ہے۔ ورع یعنی مشکوک چیزوں سے بچنا دین میں اہم مقام رکھتا ہے، اور حدیث میں ہے کہ بندہ اس مقام تک نہیں پہنچتا کہ وہ پرہیز گاروں میں شمار ہو، جب تک وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں گنجائش ہے، ان چیزوں سے بچنے کے لئے جن میں گنجائش نہیں (مشکوۃ حدیث ۲۷۷۵) یعنی آدمی کی دینداری اس وقت مکمل ہوتی ہے جب وہ مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دے، اور وہ بات اختیار کرے جس میں کوئی شک نہیں، یہی اعلی درجہ کی پرہیز گاری ہے۔

[٧٥(١٧)- بابٌ]

[٢٥١٥-] حدثنا زَيْدُ بنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا إِبْرَاهِيْمُ بنُ أَبِي الْوَزِيْرِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ جَعْفَرٍ

الْمَخْرَمِيُّ، عَنْ مُحمدِ بن عَبْدِ الرحمنِ بنِ نُبَيْهٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جابِرٍ، قَالَ: ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ، وَذُكِرَ آخَرُ بِرِعَةٍ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "لَايُعْدَلُ بِالرِّعَةِ!" هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابٌ

جنت میں لے جانے والے تین کام

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "جو ستھرا (حلال) کھانا کھاتا ہے، اور سنت پر عمل کرتا ہے، اور لوگ اس کی آفتوں سے بچے ہوئے ہیں: وہ جنت میں جائے گا" پس ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ باتیں آج لوگوں میں بہت ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: بعد کی صدیوں میں بھی یہ باتیں ہونگی، یعنی ان پر عمل کچھ مشکل نہیں، اس لئے ہر زمانہ میں مؤمنین ان پر عمل کریں گے۔

تشریح: اس حدیث میں سنت: بدعت کا مقابل ہے اور اس کے معنی ہیں: دینی راہ، دین میں جو بعد کے اضافے ہوئے ہیں وہ بدعات کہلاتے ہیں، جیسے کوئی محل پرانا ہو جائے تو اس میں مکڑیاں جالے تنتی ہیں، پلاسترا کھڑتا ہے، اور صحن میں کھڈے پڑ جاتے ہیں، اسی طرح دین کے ساتھ بھی معاملہ پیش آتا ہے۔ پس جو اصل دین ہے وہی سنت ہے، اور اضافے بدعات ہیں۔

لغت: البَوَائِق: الْبَائِقَة کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: فتنہ، مصیبت، یعنی لوگ اس کی آفات وبلیات سے محفوظ رہیں، وہ کسی کو ضرر نہ پہنچائے۔

[۷۶(۱۸)- بابٌ]

[۲۵۱۶-] حدثنا هَنَّادٌ، وَأَبُوْ زُرْعَةَ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا قَبِيْصَةُ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ هِلَالِ بنِ مِقْلَاصٍ الصَّيْرَفِيِّ، عَنْ أَبِيْ بِشْرٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا، وَعَمِلَ فِيْ سُنَّةٍ، وَأَمِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ: دَخَلَ الْجَنَّةَ" فَقَالَ رَجُلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنَّ هٰذَا الْيَوْمَ فِيْ النَّاسِ لَكَثِيْرٌ، قَالَ: "فَسَيَكُوْنُ فِيْ قُرُوْنٍ بَعْدِيْ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيْثِ إِسْرَائِيْلَ.

حدثنا عَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ، نَا يَحْيىَ بنُ أَبِيْ بُكَيْرٍ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ هِلَالِ بنِ مِقْلَاصٍ نَحْوَ حَدِيْثِ قَبِيْصَةَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ.

بابٌ

وہ کام جن سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَعْطٰى للّٰهِ، وَمَنَعَ للّٰهِ، وَأَحَبَّ للّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَنْكَحَ للّٰهِ: فَقَدِ اسْتَكْمَلَ إِيْمَانَهُ: جس نے اللہ کے لئے دیا، اور اللہ کے لئے روکا، اور اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے دشمنی کی، اور اللہ کے لئے شادی کرائی تو اس نے یقیناً اپنے ایمان کی تکمیل کی۔

تشریح: یہ حدیث حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ کی سند سے تو نہایت ضعیف ہے، مگر ابوداؤد میں یہ حدیث حضرت ابوامامہ سے مروی ہے، اور اس کی سند صحیح ہے، مگر اس میں وَأَنْكَحَ للّٰهِ نہیں ہے۔

اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ جو شخص اپنے تمام کاموں کو اللہ کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے: کسی سے محبت رکھتا ہے تو اللہ کے لئے رکھتا ہے، شدید نفرت رکھتا ہے تو اللہ کے لئے رکھتا ہے، کسی کو کچھ دیتا ہے یا ہاتھ روک لیتا ہے تو اللہ کی خوشنودی کے لئے ایسا کرتا ہے، اور کسی کا نکاح کراتا ہے یعنی کسی کے نکاح میں دامے، درمے، سخنے، قدمے تعاون کرتا ہے تو وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتا ہے: تو یہ کام بندے کے کمالِ ایمان کی دلیل ہیں، اور کامل الایمان شخص آخرت میں جنت کے اونچے درجات پر فائز ہوگا۔

[۷۷(۱۹)- بابٌ]

[۲۵۱۷-] حدثنا عَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ يَزِيْدَ، نَا سَعِيْدُ بنُ أَبِيْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ مَرْحُوْمٍ عَبْدِ الرَّحِيْمِ بنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ سَهْلِ بنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ أَعْطٰى لِلّٰهِ، وَمَنَعَ لِلّٰهِ، وَأَحَبَّ لِلّٰهِ، وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ، وَأَنْكَحَ لِلّٰهِ: فَقَدِ اسْتَكْمَلَ إِيْمَانَهُ" هٰذَا حديثٌ مُنْكَرٌ.
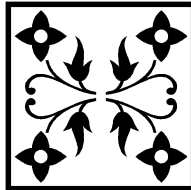
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

جنت کے احوال

پہلے چند باتیں سمجھ لیں:

پہلی بات: عالم دو ہیں: یہ دنیا اور وہ دنیا۔ یعنی دنیا اور آخرت، الدنیا: الأدنی کا مؤنث ہے، جس کے معنی ہیں: الأقرب، اور یہ الدار کی صفت ہے جس کو موصوف کے قائم مقام کیا گیا ہے، پس الدار الدنیا کے معنی ہیں: قریبی دنیا، یعنی وہ عالم جو ہم سے قریب ہے، کتنا قریب ہے؟ جتنا مچھلی سے تالاب قریب ہے، یعنی پانی مچھلی کے چاروں طرف ہے، اسی طرح ہم اس دنیا میں سموئے ہوئے ہیں، اور دنیا ہمارے چاروں طرف ہے۔

اور دوسری دنیا کے لئے لفظ الآخرة ہے، یہ الآخِرُ کا مؤنث ہے، اور یہ بھی الدار کی صفت ہے، اور موصوف کے قائم مقام ہے، اور الآخِرُ کے معنی ہیں: پرے کی دنیا، یعنی اُس طرف کی دنیا جو ہم سے دور ہے۔

اور یہ دونوں عالم حادث ہیں، یعنی پہلے ناپید تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو موجود کیا، پہلے عالم آخرت کو پیدا کیا پھر ہماری یہ دنیا پیدا کی، اور جب دو عالم وجود میں آئے، تو درمیان میں آڑ ضروری ہوئی، جس کا نام عالم برزخ اور عالم قبر ہے۔

پھر عالم آخرت تو ہمیشہ چلنے والا عالم ہے یعنی وہ اپنے آخری سرے کی طرف سے ابدی ہے، اور جنت وجہنم، حور وقصور اور ملائکہ وغیرہ مخلوقات عالم آخرت کی چیزیں ہیں، اور وہ سب چیزیں فی الحال موجود ہیں۔

اور ہماری یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی، اس کا الیوم الآخر آنے والا ہے، جس کا دوسرا نام یوم القیامة ہے، پھر مخلوقات حساب وکتاب کے بعد عالم آخرت میں منتقل کی جائیں گی، وہ ایک پل سے گذر کر دوسری دنیا میں جائیں گی،

پھر یہ عالم ختم کر دیا جائے گا۔

دوسری بات: عالم آخرت کی جن حقیقتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا، ان میں جنت اور جہنم بھی ہیں، یہی دونوں تمام انسانوں کی آخری منزل اور ابدی ٹھکانہ ہیں، قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں جنت اور اس کی نعمتوں کا، اور دوزخ اور اس کی تکلیفوں کا تفصیل سے ذکر آیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں دوزخ اور اس کے عذاب کا خوف پیدا ہو، اور وہ ان برائیوں سے بچیں جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں، اور جنت اور اس کی بہاروں کا شوق پیدا ہو وہ اچھے اعمال کریں اور جنت نشیں بنیں۔

تیسری بات: قرآن کریم میں اور احادیث شریفہ میں جنت وجہنم کے تعلق سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کی پوری حقیقت ابھی سمجھ میں نہیں آسکتی، مشاہدہ کے بعد ہی پوری حقیقت واضح ہوگی، فی الحال ایک اجمالی نقشہ ہی ذہن میں لایا جاسکتا ہے، اور وہ بھی اصل سے کمتر، دنیا میں بھی جب کسی بارونق شہر کے بازاروں کا اور وہاں کے باغوں اور نظاروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ذہنوں میں جو تصور قائم ہوتا ہے وہ ہمیشہ اصل کے مقابلہ میں ناقص ہوتا ہے، اس لئے کہ الفاظ حقائق کی پوری طرح تصویر کشی نہیں کر سکتے، اس لئے اس حقیقت کو ذہن میں رکھ کر قرآن وحدیث کے مضامین کو پڑھنا چاہئے۔

چوتھی بات: دوسری دنیا کی حقیقتیں بیان کرنے کے لئے ہماری اس دنیا کے الفاظ مستعار لئے گئے ہیں، اور ہمارے الفاظ کا موضوع لہ اس دنیا کی چیزیں ہیں مثلاً: انگور، کیلا اور بیری وغیرہ کہا جائے تو ہمارے ذہن میں ہماری اسی دنیا کے پھل آتے ہیں، آخرت کے یہ پھل کیسے ہونگے؟ یہ بات ان الفاظ سے ہم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، غرض یہاں بھی ٹھیک وہی معاملہ ہے جو صفات باری کا ہے، وہاں بھی جن الفاظ کے ذریعہ صفات کو بیان کیا گیا ہے ان سے صفات کو کما حقہ نہیں سمجھا جاسکتا، اسی طرح آخرت کی نعمتوں اور آخرت کے عذاب کا بھی پورا ادراک قرآن وحدیث میں آنے والے الفاظ سے نہیں ہوسکتا۔

پانچویں بات: احادیث میں نبی ﷺ نے جنت ودوزخ کے احوال بہت تفصیل سے بیان کئے ہیں، کیونکہ یہ احوال آپؐ کے دیدہ تھے، صرف شنیدہ نہیں تھے، معراج میں آپ ﷺ کو عالم بالا کی سیر کرائی گئی تھی، آسمانوں کے احوال سے واقف کیا گیا تھا، جنت وجہنم کا مشاہدہ کرایا گیا تھا، اور ان گنت عجائبات قدرت دکھائے گئے تھے، تاکہ آپؐ اپنی امت کو دوسری دنیا کا آنکھوں دیکھا حال بتلائیں، چنانچہ دوسری آسمانی کتابوں میں اور دوسرے انبیاء کے اقوال میں یہ باتیں اتنی تفصیل سے نہیں ہیں جتنی تفصیل سے قرآن وحدیث میں ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آخرت کے احوال اور جنت وجہنم کے کوائف تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کے سامنے بیان کئے ہیں، مگر وہ سب شنیدہ تھے، یعنی وحی کے ذریعہ جن احوال کی ان کو اطلاع دی گئی تھی وہی احوال

انھوں نے اپنی امتوں سے بیان کئے تھے، اور ہمارے نبی ﷺ کو دوسری دنیا کے احوال صرف وحی سے نہیں بتلائے گئے، بلکہ معراج میں موقع پر لے جا کر تفصیلی مشاہدہ کرایا گیا، چنانچہ آپؐ نے جنت وجہنم وغیرہ کے احوال اتنی تفصیل سے امت کو سنائے ہیں کہ گذشتہ کسی نبی نے اتنی تفصیل بیان نہیں کی، اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص حج کر کے لوٹتا ہے تو ہفتوں، مہینوں حرمین کے احوال لوگوں کو سناتا ہے، اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بیان کرتا ہے، اور مزے لے لے کر بیان کرتا ہے: تھکتا نہیں، آپ معراج کی احادیث پڑھیں اتنی تفصیل سے نبی ﷺ نے عجائباتِ قدرت بیان کئے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اور صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں آپؐ کی چشم دید ہیں۔

بابُ مَاجاءَ فِي صِفَةِ شَجَرِ الْجَنَّةِ

جنت کے درختوں کا حال

اس باب میں جنت کے درختوں کے بارے میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں: ایک: ان کا سایہ بہت لمبا ہے، دوسری: ان کے تنے جن پر شاخیں نکلتی ہیں: سنہرے ہیں۔

حدیث (۱): حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے، جس کے سایے میں اونٹ سوار سو سال چلے تو بھی اس کو طے نہیں کر سکتا، پھر نبی ﷺ نے یا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور وہی ظلّ ممدود (لمبا سایہ) ہے (جس کا تذکرہ سورۃ الواقعہ آیت ۳۰ میں آیا ہے)

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایے میں اونٹ سوار سو سال چلے گا (بخاری شریف میں اس حدیث میں یہ اضافہ ہے: لایَقْطَعُهَا، واقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ ﴿وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ﴾ یعنی اس درخت کو سو سال میں بھی اونٹ سوار طے نہیں کر سکتا، اور تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿وَظِلٍّ مَمْدُوْدٍ﴾

تشریح: ان حدیثوں میں کسی معین درخت کا ذکر ہے یا ہر درخت کا یہ حال ہے؟ اور معین درخت سے مراد شجر طوبی ہے، جو جنت کا ایک بہت بڑا درخت ہے، جس کی شاخیں جنت کے ہر درجہ میں پہنچی ہوئی ہیں، شارحین کرام کا خیال ہے کہ یہ شجر طوبی کا بیان ہے، ہر درخت کا یہ حال نہیں، اور شجرۃ کی تنکیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، اور سایہ کا اطلاق مجازاً ہے۔ کیونکہ جنت میں سورج اور دھوپ نہیں، اس لئے معروف سایہ بھی وہاں نہیں، اور اس کا دراز ہونا ظاہر ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں جو بھی درخت ہے اس کا تنا سونے کا ہے یعنی سنہری ہے (یہ جنت کے ہر درخت کا حال ہے)

بسم الله الرحمن الرحيم

أبوابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[۱-] بابُ مَاجاءَ فِيْ صِفَةِ شَجَرِ الْجَنَّةِ

[۲۵۱۸-] حدثنا عَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ مُوْسَى، عَنْ شَيْبَانَ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ: يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ، لاَيَقْطَعُهَا" قَالَ:" وَذٰلِكَ الظِّلُّ الْمَمْدُوْدُ"

[۲۵۱۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيْدٍ، ثَنَا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرِيرةَ، عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ:" إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً: يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ"

وفي الباب: عَنْ أَنَسٍ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

[۲۵۲۰-] حدثنا أَبُوْ سَعِيْدٍ الأَشَجُّ، نَا زِيَادُ بنُ الْحَسَنِ بنِ الْفُرَاتِ الْقَزَّازُ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنْ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ إِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ حَسَنٌ.

بابُ ماجاء في صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنِعِيْمِهَا

جنت کا اور اس کی نعمتوں کا حال

باب کی حدیث چار حدیثوں کا مجموعہ ہے:

۱- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہماری یہ حالت کیوں ہے کہ جب ہم آپؐ کے پاس ہوتے ہیں تو ہمارے دل پتلے (نرم) ہوتے ہیں، اور ہم دنیا میں بے رغبت ہوتے ہیں، اور ہم آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں، یعنی آخرت کی طرف راغب ہوتے ہیں، پھر جب ہم آپؐ کے پاس سے نکلتے ہیں اور اپنے گھر والوں سے دل بہلاتے ہیں اور اپنی اولاد کو سونگھتے ہیں یعنی چومتے ہیں تو ہم اپنے دلوں کو اوپرا سمجھتے ہیں، یعنی ہمارے دلوں کی

کیفیت بدل جاتی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ بات ہو کہ تم جب میرے پاس سے نکلو تو ہو تمہاری اس حالت پر (جو میرے پاس تھی) تو فرشتے تمہاری ملاقات کریں تمہارے گھروں میں!''

تشریح: یعنی آخرت کا شوق ذوق اور ولولہ دائمی نہیں ہوتا، اس میں اتار چڑھاؤ ہوتا ہے، اور یہ مضمون پہلے أبواب صفةِ القيامة (باب ۲۱) میں حضرت حنظلہ اسیّدیؓ کی حدیث میں مفصل آیا ہے، اور اتنی حدیث مسند احمد میں مروی ہے ...... قوله: كنتم على حالكم: یہ کنتم: پہلے تکونون کی تکرار ہے، درمیان میں إذا خرجتم من عندی کا فصل آ گیا تھا، اس لئے تکونون کو کنتم کی شکل میں مکرر لایا گیا ہے، اور عربی میں ایسا بہت ہوتا ہے، قرآن میں بھی اس کی مثالیں ہیں اور حدیثوں میں بھی۔

لغات: آنَسَ فلاناً إِينَاسًا: دل بہلانا، وحشت دور کرنا، فهو مُؤْنِسٌ وَأَنِيْسٌ...... أَنْكَرَ الشيئَ: کسی چیز کو نہ پہچاننا، عجیب واجنبی سمجھنا۔

۲- اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ نئی مخلوق لائیں جو گناہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی بخشش کریں۔

تشریح: گناہ بشریت کا خاصہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ ہے کہ فرشتوں کی دنیا کے علاوہ بشر کی بھی ایک دنیا ہو، جو گناہ کریں اور توبہ کریں، پس اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کریں، اس لئے اگر انسانوں کا حال فرشتوں جیسا ہو جائے تو وہ بشر نہیں رہے، بلکہ ملائکہ ہو گئے پس اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق پیدا کریں گے جس میں بشریت ہوگی اور اس میں بشریت کے تقاضے پائے جائیں گے اور جواب نبوی کا حاصل یہ ہے کہ میرے پاس سے نکلنے کے بعد جو تمہاری حالت بدل جاتی ہے تو یہ کوئی حیرت انگیز بات نہیں، یہ تو بشریت کا خاصّہ ہے۔

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: پانی سے (یہ مضمون سورۃ الانبیاء آیت ۳۰ میں ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا ہے۔ اور سورۃ النور (آیت ۴۵) میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ﴾: اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے) حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا: جنت کی تعمیر کس چیز سے ہوئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی، اور اس کا مسالہ (جس سے اینٹوں کو جوڑا گیا ہے) تیز خوشبودار مشک ہے، اور اس کے کنکر موتی اور یاقوت (ہیرے) ہیں، اور اس کی خاک زعفران ہے، جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ تر و تازہ رہے گا، کبھی بدحال نہیں ہوگا، اور ہمیشہ جیئے گا، کبھی مرے گا نہیں، اور ان کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہونگے، اور ان کی جوانی کبھی ڈھلے گی نہیں!''

لغات: مِلَاط: مسالہ، دیوار چننے کا گارا...... الأذفر: تیز خوشبودار، ذَفِرَ (س) الشيئُ: خوشبو یا بدبو کا تیز ہونا، فَهُوَ: ذَفِرٌ وأَذْفَرُ، وهی: ذَفِرَةٌ وَذَفْرَاءُ، مِسْكٌ أَذْفَرُ، وَذَفِرٌ: انتہائی تیز مہکنے والا مشک...... نَعِمَ يَنْعَمُ (س)

تروتازہ ہونا......یَئِسَ (س) یَأْسًا: بدحال ہونا۔

۴- پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی: (۱) انصاف پرور حاکم کی (۲) روزہ دار کی جب وہ روزہ کھولتا ہے (۳) اور مظلوم کی بددعا: اللہ تعالیٰ اس کو بادلوں سے اوپر اٹھاتے ہیں، اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور پروردگار تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''میری عزت کی قسم! میں تیری ضرور مدد کروں گا چاہے تھوڑی دیر بعد ہو!''

[۲-] بابُ ماجاء فی صِفَةِ الْجَنَّةِ وَنعِيْمِهَا

[۲۵۲۱-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا مُحمدُ بنُ فُضَيْلٍ، عَنْ حَمْزَةَ الزَّيَّاتِ، عَنْ زِيَادٍ الطَّائِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قُلْنَا: يَارسولَ اللّٰهِ! مَالَنَا إِذَا كُنَّا عِنْدَكَ رَقَّتْ قُلُوْبُنَا، وَزَهِدْنَا، وَكُنَّا مِنْ أَهْلِ الآخِرَةِ، فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ، فَآنَسْنَا أَهَالِيْنَا، وَشَمَمْنَا أَوْلاَدَنَا: أَنْكَرْنَا أَنْفُسَنَا؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''لَوْ أَنَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ إِذَا خَرَجْتُمْ مِنْ عِنْدِيْ، كُنْتُمْ عَلَى حَالِكُمْ ذٰلِكَ، لَزَارَتْكُمُ الْمَلاَئِكَةُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ''

''وَلَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَجَاءَ اللّٰهُ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ، كَيْ يُذْنِبُوْا، فَيَغْفِرَ لَهُمْ''

قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ؟ قَالَ: ''مِنَ الْمَاءِ'' قُلْتُ: الْجَنَّةُ: مَابِنَاؤُهَا؟ قَالَ: ''لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ، وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، وَمِلاَطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ، وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوْتُ، وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ، مَنْ يَدْخُلُهَا يَنْعَمُ، لاَيَبْأَسُ، وَيَخْلُدُ، لاَيَمُوْتُ؛ وَلاَ تَبْلىٰ ثِيَابُهُمْ، وَلاَ يَفْنَى شَبَابُهُمْ''

ثُمَّ قَالَ: ''ثَلاَثٌ لاَيُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الإِمَامُ الْعَادِلُ، وَالصَّائِمُ حِيْنَ يُفْطِرُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ، يَرْفَعُهَا فَوْقَ الغَمَامِ، وَتُفَتَّحُ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ: وَعِزَّتِيْ! لَأَنْصُرَنَّكَ، وَلَوْ بَعْدَ حِيْنٍ!''

هٰذَا حديثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ، وَلَيْسَ هُوَ عِنْدِيْ بِمُتَّصِلٍ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ بِإِسْنَادٍ آخَرَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

وضاحت: اس حدیث کی سند میں زیاد طائی مجہول راوی ہے، اور حضرت ابوہریرہؓ سے اس کا لقاء بھی نہیں ہے، اس لئے یہ روایت ضعیف ہے......البتہ اس روایت کا پہلا حصہ مسند احمد میں ہے، اور دوسرا حصہ مسلم شریف میں ہے، اور تیسرا حصہ مسند احمد اور دارمی وغیرہ میں ہے، اور چوتھا حصہ مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے، اور آگے ترمذی میں بھی کتاب الدعوات میں آرہا ہے، پس علحدہ علحدہ روایتیں صحیح ہیں......اور منذری نے ترغیب میں لکھا ہے کہ یہ پوری حدیث مسند احمد، مسند بزار، معجم طبرانی اور صحیح ابن حبان میں مروی ہے، امام ترمذیؒ نے قد رُوِیَ سے غالبًا اسی کا ذکر کیا ہے۔

بابُ ماجاء فى صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ

جنت کے بالا خانوں کا حال

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے کمرے ہیں جن کا باہر اندر سے نظر آتا ہے، اور اندر باہر سے نظر آتا ہے (پہلے یہ بات عجیب تھی مگر اب عام ہوگئی ہے، مکانوں میں ایسے شیشے لگنے لگے ہیں) ایک بدو اٹھا، اور اس نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ کمرے کس کے لئے ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ کمرے ان لوگوں کے لئے ہونگے جو اچھی گفتگو کرتے ہیں، غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور ہمیشہ یعنی بکثرت روزے رکھتے ہیں، اور رات میں اللہ کے لئے نماز پڑھتے ہیں، جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں''

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے اس کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق ابوشیبہ الواسطی ویُقال الکوفی: ضعیف ہے، اور ایک دوسرا راوی بھی عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے، مگر وہ مدینہ منورہ کا باشندہ ہے، پھر وہ بصرہ چلا گیا تھا، یہ راوی پہلے راوی سے مضبوط (صدوق) ہے اور مسلم اور سنن اربعہ کا راوی ہے...... اور یہ حدیث پہلے اسی سند اور متن سے أبواب البر والصلة، باب قول المعروف میں گذر چکی ہے، شرح وہاں کردی گئی ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے جن کا نام عبداللہ بن قیس ہے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (اصطلاحی) جنت میں چاندی کی دو جنتیں (درجے) ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے (سب چاندی کا ہے) اور دو جنتیں سونے کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے (سب سونے کا ہے) اور نہیں ہے ہمیشہ رہنے کی جنت میں لوگوں کے درمیان اور اس بات کے درمیان کہ وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں، مگر اللہ کے چہرے پر کبریائی (عظمت) کی چادر!

اور جنت میں کھوکھلا (خالی) کئے ہوئے موتی کا ایک خیمہ ہے، اس کی پہنائی (چوڑائی) سات میل ہے، اس کے ہر کونے میں (جنتی کی) ایسی فیملی ہوگی جو دوسرے کو نہیں دیکھے گی، مؤمن ان کے پاس آتا جاتا رہے گا۔

رواۃ کا تعارف: ابوعمران جونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے، اور ابوبکر کا نام معلوم نہیں، اور عبداللہ بن قیس حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا نام ہے۔

ترکیب: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ جَنَّتَيْنِ مِنْ فِضَّةٍ، آنِيَتُهُمَا وَمَا فِيهِمَا: کی خبر محذوف ہے، أی كذلك، یعنی وہ سب چیزیں چاندی کی ہیں...... دوسری ترکیب: فِضَّة خبر مقدم ہے اور آنِيَتُهُمَا وما فيهما مبتدا مؤخر ہے، اور جملہ جنتين کی صفت ہے...... یہی دو ترکیبیں اگلے جملہ کی بھی ہیں...... على وجهه: رداء الكبرياء کا حال ہے...... اور فی جنة عدن کا تعلق القوم سے ہے، اسی لئے اس کا ترجمہ پہلے کیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ایک لمبی بحث ہوئی ہے کہ ''ردائے کبریا'' کیا چیز ہے جو اللہ کے چہرے پر پڑی ہوئی ہوگی؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ اللہ کی ایک صفت ہے، مشہور حدیث ہے: الکبریاء ردائی، والعظمة إزاری: بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری لنگی ہے، اور صفات نہ عین ذات ہوتی ہیں نہ غیر ذات، پس یہ سوال ختم ہوگیا کہ ماسوی اللہ نے اللہ کے چہرے کا احاطہ کیسے کیا؟

اور حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں تو رویت باری کے لئے مانع انسانوں کا ضعفِ بصر بھی ہے، جنت میں یہ مانع تو باقی نہیں رہے گا، البتہ اللہ کی عظمت وکبریائی کی وجہ سے جنتی ہر وقت اللہ کی زیارت نہیں کرسکیں گے، بلکہ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ معاملہ کرنے میں اپنے چہرے سے عظمت کی چادر ہٹائیں گے تو جنتیوں کو زیارت نصیب ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کی شان اگرچہ اطلاقی ہے، مگر بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں وہ خود کو تقییدات کا پابند کرتے ہیں، یہ مضمون تفصیل سے میں نے تفسیر ہدایت القرآن سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

[۳-] بابُ ماجاء فی صِفَةِ غُرَفِ الْجَنَّةِ

[۲۵۲۲-] حدثنا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ، نَا عَلِیُّ بنُ مُسْهِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: '' إِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَغُرَفًا یُرَی ظُهُوْرُهَا مِنْ بُطُوْنِهَا، وَبُطُوْنُهَا مِنْ ظُهُوْرِهَا'' فَقَامَ إِلَیْهِ أَعْرَابِیٌّ، فَقَالَ: لِمَنْ هِیَ یَانَبِیَّ اللّٰهِ؟ قَالَ:'' هِیَ لِمَنْ أَطَابَ الْکَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّیَامَ، وَصَلَّی لِلّٰهِ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ''

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ، وَقَدْ تَکَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِیْثِ فِیْ عَبْدِ الرحمنِ بنِ إِسْحَاقَ هٰذَا مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ، وَهُوَ کُوْفِیٌّ، وَعَبْدُ الرحمنِ بنُ إِسْحَاقَ الْقُرَشِیُّ: مَدِیْنِیٌّ، وَهُوَ أَثْبَتُ مِنْ هٰذَا.

[۲۵۲۳-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، ثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّیُّ، عَنْ أَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ، عَنْ أَبِیْ بَکْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ قَیْسٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: ''إِنَّ فِی الْجَنَّةِ جَنَّتَیْنِ مِنْ فِضَّةٍ: آنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا، وَجَنَّتَیْنِ مِنْ ذَهَبٍ: آنِیَتُهُمَا وَمَا فِیْهِمَا، وَمَا بَیْنَ الْقَوْمِ، وَبَیْنَ أَنْ یَنْظُرُوْا إِلٰی رَبِّهِمْ، إِلَّا رِدَاءُ الْکِبْرِیَاءِ عَلَی وَجْهِهِ: فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ.

[۲۵۲۴-] وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ:'' إِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَخَیْمَةً مِنْ دُرَّةٍ مُجَوَّفَةٍ، عَرْضُهَا سِتُّوْنَ مِیْلًا، فِیْ کُلِّ زَاوِیَةٍ مِنهَا أَهْلٌ، لَایَرَوْنَ الآخَرِیْنَ، یَطُوْفُ عَلَیْهِمُ الْمُؤْمِنُ''

هٰذَا حدیثٌ صحیحٌ، وَأَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیُّ: اسْمُهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بنُ حَبِیْبٍ، وَأَبُوْ بَکْرِبْنُ أَبِیْ مُوْسَی: قَالَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ: لَایُعْرَفُ اسْمُهُ، وَأَبُوْ مُوْسَی الأَشْعَرِیُّ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ قَیْسٍ.

بابُ ماجاء فی صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ

جنت کے درجات کا حال

الدرجة: کے معنی ہیں: رتبہ، مرتبہ، اور درجہ حسّی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی، اور درجہ ہمیشہ نیچے سے اوپر چڑھتا ہے، کہا جاتا ہے: **له علیه درجةٌ**: اسے اس پر فوقیت حاصل ہے...... نعمتوں اور عزتوں کے لحاظ سے جنت ایک درجہ کی نہیں ہے، بلکہ اس کے متفاوت درجات ہیں، اور نیچے کے درجات سے اوپر کے درجات حسی طور پر بھی اور معنوی طور پر بھی بلند وبالا ہیں، باب کی حدیثوں میں اس کا تذکرہ ہے، اور جہنم کے لئے لفظ ''درکات'' استعمال ہوتا ہے، الدرکات کے معنی ہیں: وہ منزلیں جو ایک دوسرے سے نیچے ہوں۔ غرض فضیلت کے لئے ''درجات'' اور رزالت کے لئے ''درکات'' استعمال ہوتا ہے، قرآن کریم میں ہے: ﴿**إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِی الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ**﴾ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر کی ہیں:

حدیث (۱): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان سو سال ہیں!''

تشریح: یعنی حسّی مسافت بھی سو سالہ ہے، اور معنوی تفاوت بھی اسی قدر ہے، اور بعض روایات میں پانچ سو سالہ مسافت کا ذکر ہے، اور بعض میں اس سے کم وبیش۔ مناوی کہتے ہیں: یہ تفاوت چال کے تیز ہلکے اور میانہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔

حدیث (۲): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے اور نمازیں پڑھیں اور بیت اللہ کا حج کیا ـــــ عطاء بن یسار کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کا تذکرہ کیا یا نہیں؟ ـــــ تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ اس کی بخشش کریں خواہ اس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہو یا اپنی اس سرزمین میں ٹھہرا رہا ہو جس میں وہ جنا گیا ہے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا میں اس کی لوگوں کو اطلاع نہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا: لوگوں کو چھوڑو کہ عمل کریں، کیونکہ جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا تفاوت ہے، اور فردوس: جنت کا اعلیٰ اور افضل درجہ ہے، اور اس سے اوپر رحمان کا عرش ہے، اور فردوس سے جنت کی (چار) نہریں پھوٹتی ہیں، پس جب تم اللہ سے مانگو تو فردوس مانگو۔

تشریح:

۱- آخرت میں نجاتِ اولیٰ کے لئے ارکانِ خمسہ کی ادائیگی ضروری ہے، جیسے وضو کی صحت کے لئے اعضاء مغسولہ

کوکم ازکم ایک بار بالاستیعاب دھونا، اور کم ازکم چوتھائی سر کا مسح کرنا ضروری ہے، اور نماز کی صحت کے لئے فرائض ستہ کی ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح متعدد روایات میں یہ بات آئی ہے کہ آخرت میں نجات کے لئے اسلام کے ارکانِ خمسہ کی ادائیگی ضروری ہے، جو شخص کبیرہ گناہوں سے بچتے ہوئے ان ارکانِ اسلام پر عمل پیرا ہوگا، وہ اگر دیگر عبادتیں نہیں بھی کرے گا تو مرتے ہی اس کی نجات ہوجائے گی، اور عذاب جہنم سے بچ جائے گا، اور جنت کا حقدار ہوجائے گا، اور یہ مضمون حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ قسم دوم کے شروع میں بیان کیا ہے، نیز آپ نے ارکانِ خمسہ کی تخصیص کی وجہ بھی بیان کی ہے، پھر گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تفصیل کی ہے، یہ مضمون طلبہ کو کامل برہانِ الٰہی (۲:۳۹۲-۳۹۹) میں دیکھنا چاہئے۔

۲-دورِاول میں جہاد کی طرح ہجرت بھی فرض تھی، قرآن وحدیث میں اس پر بہت زور دیا گیا تھا کہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ منورہ آجائیں، اور جہاد میں اور دین کے کام میں شرکت کریں، اسی زمانہ میں نبی ﷺ نے حضرت معاذؓ سے یہ ارشاد فرمایا کہ نجات اولیٰ کے لئے ہجرت ضروری نہیں، آدمی نے خواہ ہجرت کی ہو یا نہ کی ہو، اگر اس نے پابندی سے ارکانِ اربعہ پر عمل کیا ہے تو اس کی نجات ضرور ہوگی، اللہ تعالیٰ پر حق کا یہی مطلب ہے، حضرت معاذؓ نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو میں یہ بات لوگوں کو بتلادوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہ بتاؤ، لوگوں کو ہجرت کرنے دو اور جہاد میں حصہ لینے دو، کیونکہ جنت میں جانا ہی مطلوب نہیں، بلکہ اس کے بلند درجات حاصل کرنا بھی مطلوب ہے، اور جنت میں سو درجے ہیں، اور ہر دو درجوں کے درمیان حسی اور معنوی تفاوت آسمان وزمین کا ہے۔ اور سب سے اعلی اور بہترین درجہ فردوس ہے (یہ عربی لفظ نہیں ہے، کسی اور زبان کا لفظ ہے، اور اس کے لغوی معنی ہیں: اعلی درجہ کا انگور کا باغ) پھر اس سے اوپر عرش پاک ہے، اور سورۂ محمد (آیت ۱۵) میں جنت کی جن چار نہروں کا ذکر آیا ہے اور آئندہ ایک حدیث میں بھی ان کا تذکرہ آرہا ہے: یہ نہریں فردوس سے نکلتی ہیں، پس جو شخص جنت کے لئے دعا کرے اس کو چاہئے کہ بہشت بریں کی دعا کرے، اور جب فردوس کی دعا کرے گا تو اس کے لائق عمل بھی کرے گا، خالی دعا کرنا اور اس کے لئے اسباب اختیار نہ کرنا نری نادانی ہے، جیسے کوئی اولاد کی دعا کرے اور شادی نہ کرے تو اس کو بے وقوفی کے علاوہ کیا نام دیا جاسکتا ہے؟ اور جنت کے یہ بلند درجات ہجرت اور جہاد سے حاصل ہوتے ہیں، اس لئے اگر لوگوں کو عموماً یہ بات بتادی گئی کہ نجات اولیٰ کے لئے ہجرت اور جہاد ضروری نہیں، تو لوگ سہل انگاری کا شکار ہوجائیں گے، اس لئے یہ بات ابھی نہ بتائی جائے۔

سند کی بحث: یہ حدیث عبدالعزیز دَراوردی کی ہے، اور ان کے متابع ہشام بن سعد ہیں، امام ترمذیؒ کے نزدیک یہ سند اصح ہے، یعنی یہ حدیث حضرت معاذؓ کی ہے اور اگلے نمبر پر جو ہمام کی سند آرہی ہے وہ حضرت عبادہؓ پر پہنچتی ہے، امام ترمذیؒ نے اس کو غیر اصح قرار دیا ہے اور حضرت معاذؓ کی روایت منقطع ہے، کیونکہ عطاء کا حضرت معاذؓ سے لقاء وسماع

نہیں، حضرت معاذؓ کی وفات بہت جلدی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں طاعون عمواس میں ہوگئی تھی، اس لئے عطاء کا ان سے سماع نہیں (مگر عطاء بن یسار کے ایک چوتھے شاگرد ہلال بن علی کی روایت بخاری شریف (حدیث ۲۷۹۰) میں ہے وہ عطاء بن یسار سے اور وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، اور یہ حدیث صحیح ہے)

حدیث (۳): حضرت عبادہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا تفاوت ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے، اور فردوس ان کا اعلیٰ درجہ ہے، اور وہیں سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں (جن کا تذکرہ سورۂ محمد آیت ۱۵ میں ہے) اور فردوس سے اوپر عرشِ پاک ہے، پس جب تم دعا کرو تو فردوس کی دعا کرو (اور اس کے لائق عمل کرو) یہ اوپر والی حدیث ہی ہے، امام ترمذیؒ نے اسی کو غیر اصح کہا ہے۔

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں، اور اگر یہ بات ہو کہ تمام جہانوں کے لوگ ان درجات میں سے کسی ایک درجہ میں جمع ہو جائیں تو وہ ان سب کے لئے کافی ہو جائے (یہ درجاتِ جنت کی وسعت کا بیان ہے)

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں، نیز درّاج کی ابوالہیثم سے روایتوں میں بھی ضعف ہوتا ہے۔

[٤-] بابُ ماجاء فی صِفَةِ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ

[٢٥٢٥-] حدثنا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ، نَا شَرِيْكٌ، عَنْ مُحمدِ بنِ جُحَادَةَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[٢٥٢٦-] حدثنا قُتَيْبَةُ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ، قَالاَ: نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، وَصَلَّى الصَّلاَةَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ - لاَ أَدْرِيْ أَذَكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لاَ - إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، إِنْ هَاجَرَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، أَوْ مَكَثَ بِأَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ بِهَا"

قَالَ مُعَاذٌ: أَلاَ أُخْبِرُ بِهَا النَّاسَ؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "ذَرِ النَّاسَ يَعْمَلُوْنَ، فَإِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَى الْجَنَّةِ وَأَوْسَطُهَا، وَفَوْقَ ذٰلِكَ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ، وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ" هٰكَذَا رُوِىَ هٰذَا الحديثُ عَنْ هِشَامِ بنِ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاذِ

بنِ جَبَلٍ، وَهٰذَا عِندِیْ أَصَحُّ مِنْ حَدِیْثِ هَمَّامٍ، عَنْ زَیْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بنِ یَسَارٍ، عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، وَعَطَاءٌ لَمْ یُدْرِكْ مُعَاذَ بنَ جَبَلٍ، وَمُعَاذٌ قَدِیْمُ الْمَوْتِ، مَاتَ فِیْ خِلَافَةِ عُمَرَ.

[۲۵۲۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرحمنِ، أَنَا یَزِیْدُ بنُ هَارُوْنَ، أَنَا هَمَّامٌ، عَنْ زَیْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بنِ یَسَارٍ، عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ:" فِی الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ، مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً، وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ، وَمِنْ فَوْقِهَا یَکُوْنُ العَرْشُ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ"

حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِیْعٍ، نَا یَزِیْدُ بنُ هَارُوْنَ، نَا هَمَّامٌ، عَنْ زَیْدِ بنِ أَسْلَمَ نَحْوَهُ.

[۲۵۲۸-] حدثنا قُتَیْبَةُ، نَا ابنُ لَهِیْعَةَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِی الْهَیْثَمِ، عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم، قَالَ:" إِنَّ فِیْ الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ، لَوْ أَنَّ الْعَالَمِیْنَ اجْتَمَعُوْا فِیْ إِحْدَاهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ"

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ.

بابُ ماجاء فِی صِفَةِ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

جنتیوں کی عورتوں کا حال

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک جنتیوں کی عورتوں میں سے ہر عورت کا حال یہ ہوگا کہ اس کی پنڈلی کی سفیدی دیکھی جائے گی، ستر جوڑوں کے ورے سے، یہاں تک کہ اس کا گودا دیکھا جائے گا، اور یہ بات اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (سورۃ الرحمٰن آیت ۵۸ میں) فرمایا ہے: ﴿كَأَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ یعنی گویا وہ عورتیں یاقوت و مرجان ہیں، پس رہا یاقوت تو وہ ایک پتھر ہے، آپ اگر اس میں دھاگا ڈالیں پھر اس کے خالص حصے کو دیکھیں تو آپ کو وہ دھاگا یاقوت کے ورے سے نظر آئے گا۔

تشریح: یہ بات پہلے نادر تھی، اب عام ہوگئی ہے، گلاس کی ایسی بہت سی چیزیں وجود میں آ گئی ہیں جن میں اگر دھاگا ڈالا جائے تو وہ باہر سے نظر آئے گا، اسی طرح یاقوت (ہیرا) بھی ایک پتھر ہے، اگر اس میں دھاگا ڈالا جائے تو یاقوت کا جو صاف حصہ ہے وہاں سے دھاگا نظر آئے گا، یہی حال جنت کی عورتوں کا ہے، انھوں نے خواہ کتنے ہی جوڑے پہن رکھے ہوں، ان کی پنڈلی کا گوراپن نظر آئے گا، بلکہ ان کی نلی کا گودا بھی نظر آئے گا (یہ ان عورتوں کی شفافیت کا بیان ہے)

سند کی بحث: اس حدیث کو عبیدۃ بن حمید نے مرفوع کیا ہے، مگر عطاء بن السائب کے دوسرے شاگرد ابو الاحوص حدیث کو مرفوع نہیں کرتے بلکہ اس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں، اور جریر وغیرہ ان

کے متابع ہیں، اس لئے امام ترمذیؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، مرفوع نہیں اور عبیدہ کی حدیث سے ابو الاحوص کی حدیث اصح ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جنت میں جو پہلی جماعت داخل ہوگی وہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگی، اور دوسری جماعت آسمان میں چمکنے والے بہترین ستارے کی طرح ہوگی، ان میں سے ہر ایک کے لئے دو بیویاں ہونگی، اور ہر بیوی نے ستر جوڑے پہن رکھے ہونگے (مگر) اس کی پنڈلی کا گودا ان جوڑوں کے ورے سے نظر آئے گا!''

تشریح: جنت میں داخل ہونے والی پہلی جماعت: انبیاء کرام علیہم السلام کی ہوگی اور دوسری جماعت اولیاء اور صلحاء کی ہوگی، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ ہر جنتی کی دو بیویاں ہونگی، اور دوسری حدیث میں یہ ہے کہ معمولی جنتی کی بھی بہتّر بیویاں ہونگی، علماء نے ان میں تطبیق دو طرح سے دی ہے: (۱) دو بیویاں دنیا کی عورتوں میں سے ہونگی، اور باقی جنت کی حوروں میں سے ہونگی۔ اس حدیث میں صرف اول کا بیان ہے، اور دوسری حدیث میں دونوں کا (۲) دو بیویاں ایسی شفاف ہونگی کہ ستر جوڑے پہننے کے بعد بھی ان کی پنڈلی کا گوراپن بلکہ نلی کا گودہ بھی نظر آئے گا، اور باقی ازواج کا یہ حال نہ ہوگا، اور پہلی حدیث میں جو ہر عورت کا یہ حال بیان کیا گیا ہے: اس سے مراد وہی دنیا کی بیویاں ہیں۔

حدیث (۳): دوسری حدیث فضیل بن مرزوق کی تھی، وہی حدیث فراس بن یحییٰ کی سند سے اس طرح مروی ہے: پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی، وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگی، اور دوسری جماعت آسمان میں چمکنے والے بہترین ستارے کی رنگت میں ہوگی، اور جنتیوں میں سے ہر آدمی کے لئے (دنیا کی) دو بیویاں ہونگی اور ہر بیوی نے ستر جوڑے پہن رکھے ہونگے، ان کی پنڈلی کا گودا ان جوڑوں کے ورے سے نظر آئے گا'' (اس کی سند صحیح ہے اور یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے)

[۵-] بابُ ماجاء فِی صِفَةِ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

[۲۵۲۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نا فَرْوَةُ بنُ أَبِی الْمَغْرَاءِ، نا عَبِیْدَةُ بنُ حُمَیْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، عَنْ عَمْرِو بنِ مَیْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: '' إِنَّ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَیُرَی بَیَاضُ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ سَبْعِیْنَ حُلَّةً، حَتَّی یُرَی مُخُّهَا، وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالَی یَقُوْلُ: ﴿كَأَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ فَأَمَّا الْیَاقُوْتُ: فَإِنَّهُ حَجَرٌ، لَوْ أَدْخَلْتَ فِیْهِ سِلْكًا، ثُمَّ اسْتَصْفَیْتَهُ، لَأُرِیْتَهُ مِنْ وَرَائِهِ''

حدثنا هَنَّادٌ، نا عَبِیْدَةُ بنُ حُمَیْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، عَنْ عَمْرِو بنِ مَیْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ

مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبيِّ صلی اللہ علیه وسلم نَحْوَهُ.

حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، عَنْ عَمْرِو بنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ عَبِيْدَةَ بنِ حُمَيْدٍ، وَهٰكَذَا رَوَى جَرِيْرٌ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، وَلَمْ يَرْفَعُوْهُ.

[۲۵۳۰-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيْعٍ، نَا أَبِیْ، عَنْ فُضَيْلِ بنِ مَرْزُوْقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ:" إِنَّ أَوَّلَ زُمْرَةٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلَى مِثْلِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِی السَّمَاءِ، لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً، يُرَى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا" هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۵۳۱-] حدثنا الْعَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ مُوْسَى، نَا شَيْبَانُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النبيِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ:" أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالثَّانِيَةُ عَلَى لَوْنِ أَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِیْ السَّمَاءِ، لِكُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، عَلَى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً، يَبْدُوْ مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَائِهَا " هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فی صِفَةِ جِمَاعِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

جنتیوں کی مجامعت کا حال

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِی الْجَنَّةِ قوةَ كذا وكذا: من الجِمَاعِ: مؤمن جنت میں اتنی اتنی مرتبہ مجامعت کرنے کی طاقت دیا جائے گا، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا مؤمن اس کی طاقت رکھے گا؟ آپؐ نے فرمایا: يُعْطَى قوةَ مِائَةٍ: یعنی وہ سو آدمیوں کی طاقت دیا جائے گا (پھر اس کی طاقت کیوں نہ ہوگی؟)

تشریح: اس حدیث کی سند عمران القطان سے آخر تک یہی ہے، مگر سند صحیح ہے، اور صحیح ابن حبان (حدیث ۷۳۵۷) میں من الجماع کے بجائے من النساء ہے، پس یہ کسی راوی کا اضافہ ہے، اصل حدیث کذا وکذا تک ہے، اور کذا وکذا غیر معلوم المقدار سے کنایہ ہوتا ہے، البتہ کثرتِ کاثرہ یعنی بہت زیادہ تعداد مراد ہوتی ہے، پھر آخر میں تمیز مفرد منصوب آتی ہے، جیسے: اشتریتُ کذا وکذا قلماً: یعنی میں نے بہت قلم خریدے، اور یہ تمیز وضاحت کے لئے ہوتی ہے، اور اس حدیث میں کسی راوی نے اس تمیز کو من بیانیہ لاکر بیان کیا ہے، پھر کسی نے من الجماع کہا اور کسی نے من النساء، اور مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہے کہ جنتی بہت مرتبہ مجامعت کرے گا۔ اس پر سوال ہوا کہ بہت سی عورتوں سے یا بہت مرتبہ فارغ ہونا آدمی کے لئے کیونکر ممکن ہوگا؟ آپؐ نے جواب دیا: جنتی کو دنیا کے سو مردوں کی طاقت دی

جائے گی، کیونکہ جنت میں جسم اور جسم کی طاقت بڑھادی جائے گی أبواب صفة جهنم میں جہنمیوں کے تعلق سے جو روایات آرہی ہیں ان پر جنتیوں کو قیاس کیا جائے، پس جنت میں اسی اعتبار سے جنتی فارغ ہوگا۔

اور باب میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی جس حدیث کا حوالہ ہے، وہ نسائی اور مسند احمد میں ہے اور اس کی سند صحیح ہے، وہ حدیث یہ ہے: اہل کتاب میں سے ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے کہا: اے ابوالقاسم! آپ کا خیال ہے کہ جنتی کھائیں گے اور پئیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! ان میں سے ایک آدمی یقیناً کھانے، پینے اور صحبت کرنے میں سو آدمیوں کی طاقت دیا جائے گا۔ اس شخص نے کہا: جو کھائے گا پیئے گا اس کو حاجت بھی پیش آئے گی؟ درانحالیکہ جنت میں تکلیف دہ چیز نہیں آپؐ نے فرمایا: ان کی حاجت پسینہ کی شکل میں نکل جائے گی، ان کی کھالوں سے مشک جیسا خوشبودار پسینہ بہے گا، جس سے ان کے پیٹ ہلکے ہو جائیں گے۔

[٦-] بابُ ماجاءَ فی صِفَةِ جِمَاعِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

[٢٥٣٢-] حدثنا مُحمُودُ بنُ غَيْلَانَ، وَمُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، قَالاَ: نَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ عِمْرَانَ القَطَّانِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا: مِنَ الْجِمَاعِ" قِيْلَ: يَارسولَ اللهِ! أَوَ يُطِيْقُ ذٰلِكَ؟ قَالَ: "يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ"

وفي الباب: عَنْ زَيْدِ بنِ أَرْقَمَ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ.

بابُ ماجاء فی صِفَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

جنتیوں کے احوال

حدیث (۱): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی: ان کی صورتیں چودھویں کے چاند کی طرح ہونگی، ان کو نہ تھوک آئے گا، نہ ان کی ناک بہے گی، نہ وہ پاخانہ کریں گے، جنت میں ان کے برتن سونے کے ہونگے، اور ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی ہونگی، ان کی دھونی کی انگیٹھی اگر کی ہوگی، اور ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا، اور ان میں سے ہر ایک کے لئے دو بیویاں ہونگی جن کی پنڈلیوں کا گودا خوبصورتی کی وجہ سے گوشت کے ورے سے نظر آئے گا، اور جنتیوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا، اور نہ کوئی دوسرے سے شدید بغض رکھے گا، ان کے دل ایک آدمی کا دل ہونگے، وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کریں گے‘‘

تشریح: جنت کی غذا لطیف اور نورانی ہوگی، پیٹ میں اس کا کوئی فُضلہ تیار نہیں ہوگا، بس ایک خوشگوار ڈکار آئے گی اور معدہ ہلکا ہو جائے گا، اور کچھ پسینہ کے راستہ سے نکل جائے گا، مگر پسینہ بھی مشک جیسا خوشبودار ہوگا۔

لغات: بَصَقَ (ن) بَصْقًا: تھوکنا...... تَمَخَّطَ فلانٌ: ناک صاف کرنا، ناک سے رینٹ نکالنا...... تَغَوَّطَ: پاخانہ کرنا...... مَجَامِرُ: مِجْمَرکی جمع ہے: دھونی کی انگیٹھی جس میں کوئلے جلا کر اس پر خوشبو ڈال کر جلاتے ہیں ......الأُلُوَّة: العُود: اگر کی لکڑی......من الحُسن میں من اجلیہ ہے یعنی خوبصورتی کی وجہ سے ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا...... لا اختلافَ بینهم، ولاتبَاغُض: جنتیوں میں نہ اختلاف ہوگا، نہ آپس میں بغض ونفرت ہوگی، اور اس کی وجہ سورۃ الحجر (آیت ۴۷) میں یہ آئی ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ﴾ اور ان کے دلوں میں (دنیا میں) جو کینہ تھا وہ ہم سب دور کردیں گے، پس سب بھائیوں کی طرح (الفت ومحبت سے) تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے، اور یہی مضمون سورۃ الاعراف (آیت ۴۳) میں بھی آیا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ﴾ اور جو کچھ (دنیا میں) ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کردیں گے ......قلوبُهم قلبُ رجلٍ واحدٍ: یعنی اتفاق ومحبت میں جنتیوں کے دل ایک دل کی طرح ہونگے......يُسَبِّحُوْنَ اللهَ: جس طرح دنیا میں سانس کی آمد ورفت رہتی ہے: جنت میں اللہ کا ذکر جاری رہے گا (اور یہ حدیث متفق علیہ ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا:

۱-لو أَنَّ مَا يُقِلُّ ظُفُرٌ: مِمَّا في الجنة: بَدَا: لَتَزَخْرَفَتْ ما بين خَوافِقِ السماوات والأرض: اگر یہ بات ہو کہ جتنی مقدار ایک ناخن اٹھاتا ہے اگر اتنی مقدار ان چیزوں میں سے جو جنت میں ہیں، یعنی جنت کی چیزوں میں سے ناخن بھر (دنیا میں) ظاہر ہو جائے تو اس کی وجہ سے مزین ہو جائیں وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین کے کناروں میں ہیں، یعنی چاردانگ عالم روشن اور آراستہ پیراستہ ہو جائے! (اور ''ناخن بھر'' عربی کا محاورہ ہے، اور اردو کا محاورہ ''چٹکی بھر'' ہے یعنی تھوڑا سا، جتنا چٹکی میں سما جائے)

۲- وَلَوْ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ، فَبَدَا أَسَاوِرُهُ، لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ، كَمَا تَطْمَسُ الشَّمْسُ ضوءَ النجوم: اور اگر یہ بات ہو کہ جنتیوں میں سے کوئی شخص (دنیا کی طرف) جھانک لے پس اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو وہ سورج کی روشنی کو ماند کردیں، جس طرح سورج ستاروں کی روشنی کو ماند کر دیتا ہے۔

ترکیب اور لغات: مَايُقِلُّ میں ما موصولہ ہے، اور عائد محذوف ہے أي ما يُقِلُّه، وہ مقدار جس کو اٹھائے، أَقَلَّ الشيئَ: اٹھانا، بلند کرنا، قرآن پاک میں ہے: ﴿حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالاً سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَيِّتٍ﴾: یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھاتی ہیں تو ہم ان کو کسی خشک زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں (الاعراف آیت ۵۷) قوله: مما في الجنة: یہ ما موصولہ کا بیان ہے، یعنی ایک ناخن جنت کی نعمتوں میں سے جو مقدار اٹھائے یعنی

ناخن بھر......بَدَا(ن)بُدُوًّا: ظاہر ہونا، روشن ہونا......تَزَخْرَفَ: سجنا، آراستہ ہونا، مزین ہونا اور لہ میں ل اجلیہ ہے أی لأجل ذلك المقدار وسَبَبِه......خوافق: خَافِقَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: جانب، اور دنیا کی چار جانبیں: چار دانگ عالم کہلاتی ہیں، وہی یہاں مراد ہیں اور ما بین إلخ فاعل ہے اور بتاویل الأماکن: فعل مؤنث لایا گیا ہے......أَسَاوِرُ: أَسْوِرَةٌ کی جمع ہے اور وہ سِوَارٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں: کنگن، چوڑی۔

[۷-] بابُ ماجاء فی صِفَةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

[۲۵۳۳-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا ابنُ الْمُبَارَكِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِی هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: " أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ: صُوْرَتُهُمْ عَلَى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لاَ يَبْصُقُوْنَ، وَلاَ يَتَمَخَّطُوْنَ، وَلاَ يَتَغَوَّطُوْنَ، آنِيَتُهُمْ فِيْهَا مِنَ الذَّهَبِ، وأَمْشَاطُهُمْ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَمَجَامِرُهُمْ مِنَ الْأُلُوَّةِ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرَى مُخُّ سُوْقِهِمَا مِنْ وَرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لاَ اخْتِلاَفَ بَيْنَهُمْ، وَلاَ تَبَاغُضَ، قُلُوْبُهُمْ قَلْبُ رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَعَشِيًّا " هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

[۲۵۳٤-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا ابنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ أَبِی حَبِيْبٍ، عَنْ دَاوُدَ بنِ عَامِرِ بنِ سَعْدِ بنِ أَبِی وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: " لَوْ أَنَّ مَا يُقِلُّ ظُفُرٌ مِمَّا فِی الْجَنَّةِ، بَدَا، لَتَزَخْرَفَتْ لَهُ مَا بَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَلَوْ أَنَّ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ، فَبَدَا أَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءَ الشَّمْسِ، كَمَا تَطْمَسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ ، لاَنَعْرِفُهُ بِهٰذَا الإِسْنَادِ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ لَهِيْعَةَ، وَقَدْ رَوَى يَحْيَى بنُ أَيُّوْبَ هٰذَا الحديثَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ أَبِی حَبِيْبٍ، وَقَالَ: عَنْ عُمَرَ بنِ سَعْدِ بنِ أَبِی وَقَّاصٍ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم.

وضاحت: باب کی دوسری حدیث کی پہلی سند میں ابن لہیعہ ہیں جو ضعیف ہیں، مگر اس حدیث کو یزید بن ابی حبیب سے یحییٰ بن ابی ایوب بھی روایت کرتے ہیں، پس وہ ابن لہیعہ کے متابع ہیں، مگر وہ اپنی سند میں داؤد بن عامر بن ابی وقاص عن ابیہ عن جدہ نہیں کہتے، بلکہ عن عمر بن سعد بن ابی وقاص عن النبی ﷺ کہتے ہیں، اور عمر صحابی نہیں اور جس نے ان کا صحابہ میں تذکرہ کیا ہے وہ وہم ہے، ابن معین نے صاف فرمایا ہے کہ جس دن حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا اسی دن یہ عمر پیدا ہوئے ہیں، پس یہ روایت مرسل ہے اس لئے ابن لہیعہ کی روایت کے لئے شاہد نہیں بن سکتی۔

بابُ ماجاء فِی صِفَةِ ثِیَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

جنتیوں کے کپڑوں کا حال

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنتیوں کے جسم بالوں (روؤں) سے خالی ہونگے، وہ بے ریش ہونگے اور سرگیں آنکھوں والے ہونگے، ان کی جوانی کبھی ڈھلے گی نہیں، نہ ان کے کپڑے کبھی پرانے ہونگے''

لغات: جُرْد: أجرد کی جمع ہے، جَرِدَ (س) جَرْدًا: جسم کا بالوں (روؤں) سے خالی ہونا...... مُرْد: أمْرَد کی جمع ہے، مَرِدَ (س) الغلامُ مَرَدًا: بے ریش ہونا، داڑھی نکلنے کے قریب ہونا، مگر ظاہر نہ ہونا...... کَحْلَی (بفتح الکاف) کَحِیْل کی جمع ہے، سرگیں آنکھ والا، کَحِلَتِ العَیْنُ (س): پیدائشی طور پر آنکھ کا سرگیں ہونا......اس حدیث کی یہی ایک سند ہے اس لئے غریب ہے، اور یہ حدیث سنن دارمی میں بھی ہے۔

حدیث (۲): سورۃ الواقعہ (آیت ۳۴) میں ہے: ''اصحابِ یمین کے لئے اونچے اونچے فرش ہونگے'' اس کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی آسمان وزمین کے درمیان پانچ سوسال کی مسافت ہے''

تشریح: إرْتِفَاعُهَا: مبتدا ہے، اور لکما خبر ہے، اور مسیرۃ: ماقبل سے بدل یا اس کا بیان ہے......اس حدیث میں یہ سمجھنا ہے کہ پانچ سوسال کی مسافت اونچے بستروں کی ہوگی، یا وہ بستر جنت کے جن درجوں میں بچھے ہوئے ہونگے ان درجوں کی یہ بلندی ہوگی؟ یعنی وہ درجے نیچے والے درجوں سے پانچ سوسال کی مسافت کے بقدر بلند ہونگے؟ پس جاننا چاہئے کہ یہ حدیث اول تو رشدین کی وجہ سے ضعیف ہے، پھر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے درجات میں جو بستر بچھے ہوئے ہونگے، اس درجہ میں اور دیگر درجات میں پانچ سوسالہ مسافت ہوگی، خود بستر پانچ سوسال کی مسافت کے بقدر اونچے نہیں ہونگے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے بعض اہل علم کے حوالہ سے حدیث کی یہی شرح نقل کی ہے، فرماتے ہیں: حدیث کے معنی یہ ہیں: إِنَّ الفُرُش فی الدرجات: درجاتِ جنت میں بچھے ہوئے بستر وبین الدرجات اوراس درجے اور دیگر درجات کے درمیان فاصلہ، کما بین السماء والأرض: اتنا ہوگا جتنا آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ ہے، لیکن اس تفسیر پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر قرآن کریم میں ان بستروں کی صفت مَرفوعة کیوں لائی گئی ہے، جبکہ وہ خود اونچے نہیں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اونچا ہونا رتبہ میں بھی ہوتا ہے، یعنی وہ بستر بے حد بلند رتبہ ہونگے، مگر ساتھ ہی ظاہری بلندی بھی کسی درجہ میں مراد لینی ہوگی، رہی پانچ سوسالہ مسافت تو وہ بستروں کی نہیں، بلکہ درجاتِ جنت کی ہوگی۔

[۸-] بابُ ماجاء فِی صِفَةِ ثِیَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ

[۲۵۳۵-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، وَأَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، قَالاَ: نا مُعَاذُ بنُ هِشَامٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَامِرٍ

الْأَحْوَلِ، عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''أَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كَحْلَى، لَايَفْنَى شَبَابُهُمْ، وَلَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ'' هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

[۲۵۳٦-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا رِشْدِيْنُ بنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ أَبِيْ السَّمْحِ، عَنْ أَبِيْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ:﴿ وَفُرُشٍ مَرْفُوْعَةٍ﴾ قَالَ: ''ارْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضِ: مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ''

هٰذا حديثٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بنِ سَعْدٍ، وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذَ الْحَدِيْثِ: مَعْنَاهُ: أَنَّ الفُرُشَ فِي الدَّرْجَاتِ وَبَيْنَ الدَّرْجَاتِ، كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

بابُ ماجاءَ فِي صِفَةِ ثِمَارِ الْجَنَّةِ

جنت کے پھلوں کا حال

حدیث: حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں: سورۃ النجم (آیت ۱۴) میں جو سدرة المنتهى (باڑر کی بیری) کا ذکر آیا ہے: نبی ﷺ نے اس کا تذکرہ کیا، اور فرمایا: ''اونٹ سوار سدرة المنتهى کی شاخوں کے سایہ میں سو سال چلتا رہے گا'' یا فرمایا: سدرة المنتهى کے سایے سے سو اونٹ سوار سایہ حاصل کریں گے'' — حدیث کے راوی یحییٰ کو شک ہے — ''سدرة المنتهى میں سونے کے پتنگے ہیں، گویا سدرۃ المنتہیٰ کے پھل مٹکے ہیں'' یعنی اس پر اتنے بڑے بڑے بیر لگے ہوئے ہیں۔

لغات: السِّدْرَة: بیری کا درخت ...... المنتهى: سرحد، ساتویں آسمان کے اوپر عرش سے ورے ایک ایسا مقام ہے جس سے آگے ملائکہ وغیرہ نہیں جاسکتے، یہی سدرة المنتهى (باڑر کی بیری) ہے ...... الفَنَن: درخت کی سیدھی شاخ، جمع أفنان، سورۃ الرحمٰن میں ہے: ﴿ذَوَاتَا أَفْنَانٍ﴾: سیدھی شاخوں والے دو باغ ...... الفَراش (بفتح الفاء) تتلی، پروانہ، مفرد فَراشة ...... القُلَّة: پانی کی صراحی، مٹکا، جمع قِلال اور قُلَلٌ۔

[۹-] بابُ ماجاءَ فِي صِفَةِ ثِمَارِ الْجَنَّةِ

[۲۵۳۷-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا يُوْنُسُ بنُ بُكَيْرٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيىَ بنِ عَبَّادِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِيْ بَكْرٍ، قَالَتْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَذَكَرَ سِدْرَةَ الْمُنْتَهَى، قَالَ: ''يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ، أَوْ: يَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ — شَكَّ يَحْيىَ — فِيْهَا فَرَاشُ الذَّهَبِ، كَأَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابُ ماجاءَ فِي صِفَةِ طَيْرِ الْجَنَّةِ

جنت کے پرندوں کا حال

حدیث: جب سورۃ الکوثر نازل ہوئی تو صحابہ نے پوچھا: کوثر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے جو مجھے اللہ نے (جنت میں) عطا فرمائی ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس نہر میں پرندے ہیں، جن کی گردنیں قصائی (کٹائی) کے اونٹوں کی گردنوں کے برابر ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: إن هٰذه لَنَاعِمَةٌ! یہ پرندے تو یقیناً خوش گوار ہونگے! پس نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان کے کھانے والے (جنتی) ان سے بھی زیادہ خوش گوار ہونگے!''

تشریح: الکوثر کے لغوی معنی ہیں: خیر کثیر، یہ کَثْرۃ سے ماخوذ ہے، اور ثلاثی مزید فیہ ملحق برباعی مجرد ہے اور اصطلاح میں وہ جنت کی ایک نہر کا نام ہے، اور مفسرین کرام نے ان سب نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دنیا میں یا آخرت میں عطا فرمائی ہیں: الکوثر کا مصداق قرار دیا ہے...... اور الکوثر کا سر چشمہ جنت میں ہے، وہاں سے یہ نہر میدانِ محشر میں آئے گی، اور ایک حوض میں پانی جمع ہوگا جس کا نام حوض کوثر ہے...... أَعْطَانِيْهِ اللّٰهُ میں اللہ فاعل ہے، اور ی مفعول اول ہے، اور ہ مفعول ثانی ہے اور ن وقایہ کا ہے...... اور لفظ طیر: مذکر ومؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے...... اور الجُزُر: (بضمتين) الجَزُوْر (بفتح الجيم) کی جمع ہے، قابل ذبح اونٹنی، کٹائی کا جانور (یہ اونٹ چھوٹے قد کے ہوتے ہیں)...... نَعِمَ الشيئُ (س) نَعَمًا وَنَعْمَةً وَنَعِيْمًا: خوشگوار ہونا، خوش منظر ہونا، یعنی وہ پرندے بڑے بھلے لگیں گے...... أَكَلَة: یا تو آکِلٌ کی جمع ہے، جیسے طَلَبَة: طالب کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: کھانے والے، یا آكِلَة (بمد الهمزة و كسر الكاف) ہے جو آکِلٌ کی جمع ہے، اور واحد مؤنث کبھی جمع کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے، اس کے معنی بھی ہیں: کھانے والے...... أَنْعَم: (اسم تفضیل) زیادہ خوشگوار، یعنی ان پرندوں سے بھی زیادہ دلچسپ وہ جنتی ہونگے جو ان پرندوں کو کھائیں گے۔

فائدہ: یہ پرندے تو نہر کوثر کے آبی پرندے ہیں، اور جنت میں خشکی کے پرندے بھی ہونگے، جن کا تذکرہ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے، مسند احمد میں ہے: إن طَيْرَ الجنة كأمثالِ البُخْتِ تَرْعَى فى شَجَرِ الْجَنَّةِ: جنت کے پرندے بُختی اونٹوں جیسے ہونگے جو جنت کے درختوں میں چریں گے، پس حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! إن هذه الطيرَ ناعمةٌ: یہ پرندے تو بڑے دلچسپ ہونگے، پس نبی ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: أَكَلَتُهَا أَنْعَمُ مِنْهَا: ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ خوش گوار ہونگے، وَإِنِّي لَأَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ مِمَّنْ يَأْكُلُ مِنْهَا: اور مجھے امید ہے کہ آپؓ ان پرندوں کو کھانے والوں میں سے ہونگے (اور باب کی حدیث ٹھیک ہے، اور اس کے راوی محمد امام زہری

کے بھتیجے ہیں، اور ثقہ ہیں اور ان کے والد امام زہری کے بھائی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہیں)

[۱۰-] بابُ ماجاءَ فِی صِفَةِ طَیْرِ الْجَنَّةِ

[۲۵۳۸-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَیْدٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: سُئِلَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مَاالْکَوْثَرُ؟ قَالَ:" ذَاكَ نَهْرٌ، أَعْطَانِیْهِ اللّٰهُ – یَعْنِیْ فِی الْجَنَّةِ – أَشَدُّ بَیَاضًا مِنَ اللَّبَنِ، وَأَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ، فِیْهِ طَیْرٌ أَعْنَاقُهَا کَأَعْنَاقِ الْجُزُرِ!" قَالَ عُمَرُ: إِنَّ هٰذِهِ لَنَاعِمَةٌ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم:" أَکَلَتُهَا أَنْعَمُ مِنْهَا "

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ، وَمُحمدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُسْلِمٍ: هُوَ ابنُ أَخِیْ ابنِ شِهَابٍ الزُّهْرِیِّ.

بابُ ماجاءَ فِی صِفَةِ خَیْلِ الْجَنَّةِ

جنت کے گھوڑوں کا حال

حدیث (۱): کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! جنت میں گھوڑے ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں داخل کریں، پھر آپ چاہیں کہ جنت میں سرخ یاقوت کے کسی گھوڑے پر سوار کیے جائیں جو آپ کو جنت میں جہاں چاہیں اڑا کر لے جائے تو آپ ایسا کریں گے، یعنی اگر آپ کی یہ خواہش ہوگی تو وہ پوری کی جائے گی، اور آپ کے لئے ایسا گھوڑا مہیا کیا جائے گا، مگر وہ گھوڑا دنیا کے گھوڑوں سے مختلف ہوگا، اس کے پیر ہونگے مگر وہ چلے گا نہیں، اڑے گا۔

راوی کہتے ہیں: کسی دوسرے شخص نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا جنت میں اونٹ ہونگے؟ راوی کہتے ہیں: آپؐ نے اس کو وہ جواب نہیں دیا جو اس کے ساتھی کو دیا تھا (بلکہ ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا) اور فرمایا:" اگر اللہ تعالیٰ آپ کو جنت میں داخل کریں تو آپ کو جنت میں ہر وہ چیز ملے گی جو آپ کا دل چاہے گا، اور جس سے آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی"

تشریح: إِنِ اللّٰهُ میں إِنْ شرطیہ ہے اور الله: علی شریطة التفسیر مرفوع ہے، یعنی أَدْخَلَ کا فاعل ہے، وہ مبتدا نہیں ہوسکتا، کیونکہ حرف شرط کے بعد مبتدا نہیں آتا۔

سند کی بحث: یہ حدیث علقمہ سے مسعودی اور ثوری رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں، پھر مسعودی کی سند حضرت بریدہؓ پر پہنچتی ہے، مگر یہ سند صحیح نہیں، صحیح سند امام ثوری رحمہ اللہ کی ہے، وہ یہ حدیث عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کرتے ہیں جو

تابعی ہیں، پس یہ حدیث مرسل ہے، اور یہ حدیث اصح اس لئے ہے کہ ثوری: مسعودی سے بدرجہا بہتر ہیں۔

حدیث (۲): ایک بدو آیا اور اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے گھوڑا پسند ہے، پس کیا جنت میں گھوڑے ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: اگر تو جنت میں داخل کیا گیا تو تیرے پاس یاقوت کا گھوڑا لایا جائے گا جس کے دو پر ہونگے، پس تو اس پر سوار کیا جائے گا، پھر وہ تجھے لے کر اڑے گا جہاں تو چاہے گا، یہ حدیث ضعیف ہے، واصل بن السائب ضعیف راوی ہے اور اس کا استاذ ابوسَورۃ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے، یہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھتیجا تھا، امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ منکر الحدیث ہے، یعنی اس کی روایات نہایت ضعیف ہوتی ہیں، وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ایسی اوپری حدیثیں روایت کرتا ہے جن میں اس کا کوئی ہمنوا نہیں ہوتا (مگر یہ مضمون چونکہ دیگر روایات میں بھی آیا ہے اس لئے سند کے ضعیف ہونے سے مضمون پر اثر نہیں پڑتا)

[۱۱-] بابُ ماجاءَ فِی صِفَةِ خَيْلِ الْجَنَّةِ

[۲۵۳۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عَاصِمُ بنُ عَلِيٍّ، نَا الْمَسْعُوْدِيُّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! هَلْ فِی الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ؟ قَالَ:"إِنِ اللّٰهُ أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ، فَلاَ تَشَاءُ أَنْ تُحْمَلَ فِيْهَا عَلَى فَرَسٍ، مِنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ، وَتَطِيْرُ بِكَ فِی الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ: إِلَّا فَعَلْتَ"

قَالَ: وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسولَ اللّٰهِ! هَلْ فِی الْجَنَّةِ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: فَلَمْ يَقُلْ لَهُ مَاقَالَ لِصَاحِبِه، فَقَالَ:" إِنْ يُدْخِلُكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ، يَكُن لَكَ فِيْهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ، وَلَذَّتْ عَيْنُكَ"

حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ مَرْثَدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ سَابِطٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ الْمَسْعُوْدِيِّ.

[۲۵۴۰-] حدثنا مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ بنِ سَمُرَةَ الْأَحْمَسِيُّ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنْ وَاصِلِ بنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِیْ سَوْرَةَ، عَنْ أَبِیْ أَيُّوْبَ، قَالَ: أَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّیْ أُحِبُّ الْخَيْلَ، أَفِی الْجَنَّةِ خَيْلٌ؟ قَالَ رَسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنْ أُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ، أُتِيْتَ بِفَرَسٍ مِنْ يَاقُوْتَةٍ، لَهُ جنَاحَانِ، فَحُمِلْتَ عَلَيْهِ، ثُم طَارَ بِكَ حَيْثُ شِئْتَ "

هٰذَا حديثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ، وَلاَ نعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ أَبِیْ أَيُّوْبَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ سَوْرَةَ: هُوَ ابنُ أَخِیْ أَبِیْ أَيُّوْبَ، يُضَعَّفُ فِی الْحَدِيْثِ، ضَعَّفَهُ يَحْيىَ بنُ مَعِيْنٍ جِدًّا، وَسَمِعْتُ مُحمدَ بنَ إِسْمَاعِيْلَ يَقُوْلُ: أَبُوْ سَوْرَةَ هٰذَا مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ، يَرْوِیْ مَنَاكِيْرَ عَنْ أَبِیْ أَيُّوْبَ، لاَيُتَابَعُ عَلَيْهَا.

بابُ ماجاء فِي سِنِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

جنتیوں کی عمروں کا بیان

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جنتی جنت میں داخل ہونگے درانحالیکہ ان کے بدن پر بال (رووَیں) نہیں ہونگے، وہ بے ریش ہونگے، وہ سرگیں آنکھوں والے ہونگے، وہ ۳۰ یا ۳۳ سال کے ہونگے، اور ہمیشہ اسی عمر میں رہیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں راوی کو عدد میں شک ہے، مگر مسند احمد وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس میں بغیر شک کے ۳۳ سال کا عدد مذکور ہے، اسی طرح حضرت مقدامؓ کی حدیث میں بھی ۳۳ سال کا عدد ہے، اس لئے یہی اصح ہے (اور یہ حدیث سند کے اعتبار سے ٹھیک ہے، اور مسند احمد میں بھی ہے، اور قتادہ کے بعض تلامذہ جو اس حدیث کو مرسل کرتے ہیں وہ روایت بھی مسند احمد میں ہے)

[١٢-] بابُ ماجاء فِي سِنِّ أَهْلِ الْجَنَّةِ

[٢٥٤١-] حدثنا أَبُوْ هُرَيْرَةَ مُحمدُ بنُ فِرَاسٍ الْبَصْرِيُّ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا عِمْرَانُ أَبُوْ الْعَوَّامِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ غَنْمٍ، عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِيْنَ، أَبْنَاءَ ثَلاَثِيْنَ أَوْ: ثَلاَثٍ وَثَلاَثِيْنَ سَنَةً"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَبَعْضُ أَصْحَابِ قَتَادَةَ رَوَوْا هٰذَا عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلاً، وَلَمْ يُسْنِدُوْهُ.

بابُ ماجاء فى كَمْ صَفُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟

جنتیوں کی کتنی صفیں ہونگی؟ (اور ان میں اس امت کی نسبت کیا ہوگی؟)

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: جنتی ایک سو بیس صفیں ہونگے، ان میں سے اسّی صفیں اس امت کی ہونگی، اور چالیس صفیں دوسری امتوں کی، یعنی یہ امت جنت میں دو تہائی ہوگی۔

سند کا حال اور راویوں کا تعارف: یہ حدیث ٹھیک ہے اور اس کی دو سندیں ہیں: پہلی سند ابوسنان ضرار بن مُرّہ کی ہے، وہ محارب سے، وہ سلیمان سے، اور وہ حضرت بریدہؓ سے روایت کرتے ہیں، اور دوسری سند علقمة بن مرثد کی ہے، وہ سلیمان سے مرسل روایت کرتے ہیں، کیونکہ سلیمان تابعی ہیں، مگر علقمہ کے بعض تلامذہ سند میں عن أبیه بڑھاتے ہیں، پس یہ حدیث موصول ہے۔

اور ابوسنان کنیت کے تین راوی ہیں: ایک: یہی ضرار بن مرہ ہیں، یہ کوفہ کے باشندے تھے، خاندانی نسبت الشَّيْبَانِيُّ

الأَکْبر ہے، یہ بہت مضبوط راوی ہیں...... دوسرے: ابوسنان: الشیبانی الأصغر ہیں جن کا نام سعید بن سنان ہے، یہ بصرہ کے باشندے تھے، یہ معمولی راوی ہیں......اور تیسرے ابوسنان شامی ہیں، یہ فلسطین کے رہنے والے تھے، جو بعد میں بصرہ چلے گئے تھے، ان کا نام عیسیٰ بن سنان ہے، یہ قبیلہ بنوحنیفہ کے تھے، اور بصرہ کے محلّہ قسامِلہ میں فروکش ہوگئے تھے، اس لئے حنفی قسمَلی کہلاتے ہیں، ان کی حدیثیں نرم ہوتی ہیں، یعنی یہ معمولی ثقہ راوی ہیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک قبّہ میں تقریباً چالیس آدمی نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پس آپؐ نے ہم سے پوچھا: ''کیا تم خوش ہو کہ تم جنتیوں میں چوتھائی ہو؟'' صحابہ نے جواب دیا: جی ہاں، آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم خوش ہو کہ جنتیوں کی تہائی ہو؟'' صحابہ نے جواب دیا: ہاں، آپؐ نے فرمایا: ''کیا تم خوش ہو کہ جنتیوں کے نصف ہو؟'' (اس کا جواب واضح ہے) بیشک جنت میں نہیں جائے گا مگر مسلمان آدمی (اور) نہیں ہو تم مشرکین کی بہ نسبت مگر کالے بیل کی کھال میں سفید بال کی طرح، یا فرمایا: سرخ بیل کی کھال میں کالے بال کی طرح''

تشریح: یہ حدیث متفق علیہ ہے اور اس میں دو مضمون ہیں:

پہلا مضمون: اس امت کے بارے میں نبی ﷺ نے پہلے یہ خبر دی کہ جنت میں ان کی تعداد چوتھائی ہوگی، پھر تہائی کی خبر دی، پھر آدھے کی خبر دی، یہ ترقی تدریجاً وحی آنے کی وجہ سے ہوئی ہے، جس طرح وحی آتی گئی، آپ امت کو مطلع فرماتے رہے، اور آخری وحی وہ ہے جو پہلی حدیث میں گذری ہے کہ یہ امت جنتیوں میں دو تہائی ہوگی (یہ دیگر امتوں کی بہ نسبت اس امت کی تعداد کا بیان ہے)

دوسرا مضمون: اور مشرکین یعنی جہنمیوں کی بہ نسبت جنتیوں کی تعداد بہت ہی معمولی ہوگی، کالے بیل کی کھال میں ایک سفید بال کی جو نسبت ہے وہی نسبت جنتیوں اور جہنمیوں میں ہوگی، اور یہ نسبت سمجھنے کے لئے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ کالے بیل کی کھال میں کل کتنے بال ہیں، مگر یہ بات کون بتا سکتا ہے؟ اس لئے نسبت بھی معلوم نہیں ہوسکتی، اور ہمیں اس فکر میں پڑنے کی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ حدیث کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جنتیوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی ہوگی، کیونکہ جنت میں مسلمان ہی جائے گا، کفار و مشرکین کا وہاں گذر نہیں۔

اور باب میں حضرت عمران رضی اللہ عنہ کی جو حدیث ہے وہ کتاب التفسیر (سورۃ الحج کی تفسیر) میں آئے گی، اور حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث بخاری مسلم میں ہے۔

[۱۳-] بابُ ماجاء فی کَمْ صَفُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟

[۲۵۴۲-] حدثنا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيْدَ الطَّحَّانُ الْكُوْفِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ ضِرَارِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مُحَارِبِ بنِ دِثَارٍ، عَنْ ابنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: '' أَهْلُ الْجَنَّةِ

عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ، ثَمَانُوْنَ مِنهَا مِنْ هٰذِهِ الأُمَّةِ، وَأَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الأُمَمِ“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الحديثُ عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ بُرَيْدَةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم مُرْسَلاً، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: سُلَيْمَانُ بنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ.

وَحَدِيْثُ أَبِیْ سِنَانٍ عَنْ مُحَارِبِ بنِ دِثَارٍحَسَنٌ، وَأَبُوْ سِنَانٍ: اسْمُهُ ضِرَارُ بنُ مُرَّةَ، وَأَبُوْ سِنَانٍ الشَّيْبَانِيُّ:اسْمُهُ سَعِيْدُ بنُ سِنَانٍ، وَهُوَ بَصْرِیٌّ، وَأَبُوْ سِنَانٍ الشَّامِيُّ: اسْمُهُ عَيْسَى بنُ سِنَانٍ، هُوَ القَسْمَلِيُّ.

[۲۵۴۳-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بنَ مَيْمُوْنٍ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، فِیْ قُبَّةٍ نَحْوًا مِنْ أَرْبَعِيْنَ، فَقَالَ لَنَا رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:” أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟“ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ:” أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟“ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ:” أَتَرْضَوْنَ أَنْ تَكُوْنُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟ إِنَّ الْجَنَّةَ لاَتَدْخُلُهَا إِلاَّ نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ، مَا أَنْتُمْ فِی الشِّرْكِ إِلاَّ كَالشَّعْرَةِ الْبَيْضَاءِ فِیْ جِلْدِ الثَّوْرِ الأَسْوَدِ، أَوْ: كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِی جِلْدِ الثَّوْرِ الأَحْمَرِ“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفی الباب: عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، وَأَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ.

بابُ ماجاءَ فی صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

جنت کے دروازوں کا حال

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کا دروازہ: جس سے وہ جنت میں جائیں گے: اس کی چوڑائی تیز رفتار اونٹ سوار کی تین سال کی مسافت ہے، تاہم وہ دروازے پر بھینچے جائیں گے، یہاں تک کہ ان کے مونڈھے جگہ سے ہٹنے کے قریب ہوجائیں (مگر کسی کو کسی سے تکلیف نہیں پہنچے گی، کیونکہ جنت آنجا کہ آزارے نباشد: جنت وہ جگہ ہے جہاں کوئی ایذاءرسانی نہیں!)

لغات اور ترکیب: بابُ أُمتی: مبتداء ہے، الذین یدخلُون موصول صلہ مل کر أمة کی صفت ہیں، اور عرضُه: دوسرا مبتدا ہے اور مسیرةٌ اس کی خبر ہے، پھر جملہ: پہلے مبتدا کی خبر ہے اور ثلاثاً: مسیرةٌ کا ظرف ہے، جس کے معنی تین راتیں بھی ہوسکتے ہیں، اور تین سال بھی، اور دوسرے معنی اظہر ہیں، کیونکہ ایک دوسری روایت میں ہے: جنت کے دروازوں کے دوپٹوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہوگی ...... المُجَوِّدُ: (اسم فاعل) تیز رفتار، جَوَّدَ الْفَرَسُ فِیْ عدوِہ: تیز دوڑنا ...... يُضْغَطُوْنَ (فعل مجہول) بھینچے جائیں گے، ضَغَطَهُ ضَغْطًا: بھینچنا، دبانا ...... تزول: سرکنا، زَالَ يَزُوْلُ زَوَالاً: الگ ہونا، جگہ سے ہٹنا، اور کاد: محل اثبات میں فعل کی نفی کرتا ہے، یعنی شانے

اترنے کے قریب ہوجائیں گے، اتریں گے نہیں۔

حدیث کا حال: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی خالد بن ابی بکر کمزور راوی ہے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے، ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس راوی کے تذکرہ میں یہ حدیث ذکر کر کے کہا ہے: ھٰذا من مناکیرہ: یہ حدیث اس کی ضعیف حدیثوں میں سے ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو وہ اس حدیث کو کسی اور سند سے نہیں جانتے تھے، اور امام بخاری نے یہ بھی فرمایا کہ خالد: حضرت سالم سے ضعیف روایتیں کرتا ہے۔

[١٤-] بابُ ماجاءَ فی صِفَةِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ

[٢٥٤٤-] حدثنا الفَضْلُ بنُ الصَّبَّاحِ الْبَغْدَادِيُّ، نا مَعْنُ بنُ عِيْسَى الْقَزَّازُ، عَنْ خَالِدِ بنِ أَبِيْ بَكْرٍ، عَنْ سَالِمِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ:قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" بَابُ أُمَّتِيْ: الَّذِى يَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ: عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلاَثًا، ثُمَّ إِنَّهُمْ لَيُضْغَطُوْنَ عَلَيْهِ، حَتَّى تَكَادَ مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَسَأَلْتُ مُحمداً عَنْ هٰذَا الحديثِ: فَلَمْ يَعْرِفْهُ، وَقَالَ: لِخَالِدِ بنِ أَبِيْ بَكْرٍ مَنَاكِيْرُ: عَنْ سَالِمِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ.

بابُ ماجاءَ فی سُوْقِ الْجَنَّةِ

جنت کے بازار کا تذکرہ

حدیث: حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور آپ کو جنت کے بازار میں جمع کریں، یعنی وہاں بھی ہماری ملاقات ہو، حضرت سعیدؒ نے پوچھا: کیا جنت میں بازار ہوگا؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا: ہاں، مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے کہ جب جنتی جنت میں جائیں گے تو وہ جنت میں اپنے اعمال کی فضیلت کے اعتبار سے اتریں گے، یعنی ان کو ان کے اعمال کے اعتبار سے درجہ ملے گا۔ پھر وہ دنیا کے دنوں میں سے ہفتہ کی مقدار میں اجازت دیئے جائیں گے (یعنی دنیا میں ہفتہ کی جو مقدار ہوتی ہے اتنی مدت گذرنے پر ان کو اجازت دی جائے گی کہ وہ دیدار الٰہی کے لئے جمع ہوں، اور جنت میں اگرچہ سورج نہیں مگر نور کے پردے لٹکائے جائیں گے، جن سے ایام بنیں گے، اور وہاں بھی اجتماع جمعہ کے دن ہوگا) پس وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے، اور ان کے لئے عرش الٰہی ظاہر کیا جائے گا، اور جنت کے باغات

میں سے کسی باغ میں اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائیں گے، پس جنتیوں کے لئے: نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد (پنّا، ایک سبز رنگ کا زردی مائل جوہر) کے منبر، سونے کے منبر اور چاندی کے منبر رکھے جائیں گے، اور کمتر جنتی ـــــ اور جنتیوں میں کوئی کمتر نہیں ـــــ مشک وکافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا، وہ نہیں دکھلائے جائیں گے یعنی وہ نہیں سمجھیں گے کہ کرسیوں والے ان سے مجلس کے اعتبار سے بہتر ہیں، یعنی وہ کرسیوں والوں کو اپنے سے بہتر خیال نہیں کریں گے، بلکہ خود کو ان کے برابر سمجھیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں، کیا تم جھگڑا کرتے ہو یا شک کرتے ہو سورج کے اور چودہویں کے چاند کے دیکھنے میں؟'' (یہ جاری مضمون کے درمیان سوال وجواب ہیں)

اور اس مجلس میں کوئی شخص باقی نہیں رہے گا، مگر اس سے اللہ تعالیٰ کھل کر باتیں کریں گے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک شخص سے کہیں گے: اے فلاں: فلاں کے بیٹے! کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے یہ یہ کیا تھا؟ پس اللہ تعالیٰ اس کو اس کی بعض بے وفائیاں (گناہ) یاد دلائیں گے جو اس نے دنیا میں کی تھیں، پس بندہ عرض کرے گا: اے میرے رب! کیا آپ نے میری بخشش نہیں فرمادی؟! پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیوں نہیں، میری مغفرت کی وسعت کی وجہ ہی سے تو اپنے اس مرتبہ تک پہنچا ہے!

پس دریں اثنا کہ وہ اس حال میں ہونگے یعنی اسی طرح وقت گذرتا رہے گا کہ ان کے اوپر سے ان پر ایک بادل چھائے گا، پس وہ ان پر خوشبو برسائے گا، وہ اس کی خوشبو جیسی کوئی چیز کبھی نہیں پائیں گے، یعنی وہ خوشبو بڑی ہی لاجواب ہوگی، پس ہمارے پروردگار فرمائیں گے: اس عزت وکرامت کی طرف اٹھو جو میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے، پس تم جو چاہو (وہاں سے) لے لو، پس ہم ایک بازار میں آئیں گے جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہوگا، اس میں وہ چیزیں ہونگی جن کے مانند چیزیں آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھیں، اور کانوں نے کبھی نہیں سنیں، اور دلوں میں کبھی ان کا خیال نہیں گذرا، پس ہماری طرف وہ چیزیں اٹھائی جائیں گی جو ہم چاہیں گے، درانحالیکہ وہاں خرید وفروخت نہیں ہوگی، یعنی جنتیوں کی پسندیدہ چیزیں مفت ان کے گھروں تک پہنچائی جائیں گی، وہاں چیزیں نہ خریدنی پڑیں گی نہ ڈھونی پڑیں گی۔

اور اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس اونچے درجے والا ایک شخص متوجہ ہوگا، پس وہ اپنے سے کمتر درجہ والے سے ملاقات کرے گا ـــــ اور جنتیوں میں کوئی کمتر نہیں ـــــ پس کم درجے والے کو گھبراہٹ میں ڈالے گا وہ لباس جو وہ اونچے درجہ والے پر دیکھے گا، پس ابھی اس سے بات چیت پوری نہیں ہوگی کہ اس کے خیال میں ایسا آئے گا کہ اس کا لباس اس رفیع المرتبہ کے لباس سے بہتر ہے، اور یہ بات اس لئے ہوگی کہ کسی جنتی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ جنت میں غمگین ہو (اس لئے اس کم تر کا لباس بہتر ہوجائے گا)

پھر ہم اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے، پس ہماری بیویاں ہمارا استقبال کریں گی، پس وہ ہمیں خوش آمدید کہیں گی، اور کہیں گی: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ آپ لوٹے ہیں درانحالیکہ آپ کے لئے خوبصورتی میں سے اس سے بہتر ہے جس پر آپ ہم سے جدا ہوئے تھے، یعنی آپ گھر سے نکلے اس وقت اتنے حسین نہیں تھے جتنے اب ہیں، پس جنتی کہے گا: آج ہم اپنے عظیم پروردگار کے ساتھ ہم نشیں ہوئے ہیں، اس لئے ہمارے لئے لائق ہے کہ ہم لوٹیں اس کے مانند کے ساتھ جس کے ساتھ ہم لوٹے ہیں!

حدیث کی سند کا حال: یہ حدیث عبدالحمید کی سند سے جانی گئی ہے، اور عبدالحمید: امام اوزاعیؒ کے کاتب (سکریٹری) تھے، وہ مختلف فیہ راوی ہیں (مگر ابن ابی الدنیا نے یہ حدیث ہقل بن زیاد کی سند سے بھی روایت کی ہے، وہ بھی امام اوزاعی کے کاتب تھے، مگر ثقہ تھے، اس لئے یہ روایت ٹھیک ہے)

لغات: تبَدّی: ظاہر ہونا، بَدَا (ن) بُدُوًّا: ظاہر ہونا، روشن ہونا...... تَمارَی القومُ: باہم جھگڑنا، شک کرنا، سورۃ النجم (آیت ۵۵) میں ہے: ﴿فَبِأَیِّ آلآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی﴾ پس تو اپنے رب کی کونسی نعمت میں شک کرتا رہے گا...... حاضَرَ القومَ مُحاضَرَۃً: کلام میں مقابلہ کرنا، رودررو بات کرنا، فلانٌ حَسَنُ الْمُحَاضَرَۃ: فلاں حاضر جواب اور خوش گفتار ہے۔ اور مُحاضَرَۃً: مفعول مطلق ہے یعنی خوب کھل کر بات چیت ہوگی...... الغَدَرات: الغَدْرَۃ کی جمع ہے، جو الغَدْرُ کے معنی میں ہے، یعنی بے وفائی، خیانت، دھوکا...... الکرامۃ: عزت وشرافت...... **قوله:** حتی یَتَخَیَّلَ علیه ما هو أَحْسَنُ مِنْهُ: تَخَیَّلَ الشیئُ له وعلیه: کسی چیز کا خیال آنا، صورت ذہن میں آنا، ما هو: وہ لباس جو اس رفیع المرتبہ کے لباس سے بہتر ہے، یہ یَتَخَیَّل کا مفعول ہے، اور فاعل حرف جر کے ساتھ آیا ہے...... حَقَّ الأَمْرُ یَحِقُّ حَقًّا: لائق ہونا، ثابت ہونا، سزاوار ہونا، ما انقلبنا کے بعد صلہ محذوف ہے أی ما انقلبنا به۔

تشریح: جنت میں جو بارش ہوگی وہ حسن وجمال کی ہوگی، اور شمال کی جانب سے خوشبودار ہوا چلے گی، جس کی وجہ سے جنتیوں کا حسن دوبالا ہوجائے گا، اور پیچھے گھروں میں بھی حسن وجمال کی بارش ہوگی جس میں جنتیوں کی عورتیں نہائیں گی، اس سے ان کا حسن بھی کئی گنا بڑھ جائے گا، پس جب جنتی گھر لوٹیں گے تو ان کی بیویاں ان سے کہیں گی کہ تم پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو تو جنتی بھی اپنی بیویوں سے کہیں گے: خوش نصیب! تم بھی پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو، وہ جواب دیں گی کہ آپ کے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جمال کی بارش برسائی، جس میں ہم نے غسل کیا...... اور حسن میں یہ اضافہ ہر ایک ہفتہ کی مقدار میں تا ابد ہوتا رہے گا۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید وفروخت نہیں، صرف مردوں اور عورتوں کی صورتیں ہیں: پس جب کوئی شخص کوئی صورت چاہے گا یعنی اس کو کوئی صورت پسند آئے گی تو وہ اس میں داخل ہوجائے گا، یعنی اس کی صورت اس جیسی ہوجائے گی (اس حدیث کی سند میں ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق معمولی راوی ہے)

[١٥-] بابُ ماجاءَ فى سُوْقِ الْجَنَّةِ

[٢٥٤٥-] حدثنا مُحمدُ بنُ إسْمَاعِيْلَ، نَا هِشَامُ بنُ عَمَّارٍ، نَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بنُ حَبِيبِ بنِ أَبِى العِشْرِيْنَ، نَا الأَوْزَاعِيُّ، ثَنَا حَسَّانُ بنُ عَطِيَّةَ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ الْمُسَيَّبِ: أَنَّهُ لَقِىَ أَبَا هُرَيْرَةَ، فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ: أَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَجْمَعَ بَيْنِى وَبَيْنَكَ فِىْ سُوْقِ الْجَنَّةِ، فَقَالَ سَعِيْدٌ، أَفِيْهَا سُوْقٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَخْبَرَنِىْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلُوْهَا: نَزَلُوْا فِيْهَا بِفَضْلِ أَعْمَالِهِمْ، ثُمَّ يُؤْذَنُ فِىْ مِقْدَارِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا، فَيَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ، وَيُبْرِزُ لَهُمْ عَرْشَهُ، وَيَتَبَدَّى لَهُمْ فِىْ رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، فَتُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ يَاقُوْتٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ، وَمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ، وَيَجْلِسُ أَدْنَاهُمْ ــ وَمَا فِيْهِمْ مِنْ دَنِيٍّ ــ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ، مَا يُرَوْنَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَرَاسِيِّ بِأَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا "

قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ: قُلْتُ: يارسولَ اللّٰهِ! وَهَلْ نَرَى رَبَّنَا؟ قَالَ:" نَعَمْ، هَلْ تَتَمَارَوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟" قُلْنَا: لاَ، قَالَ:" كَذٰلِكَ لاَتَتَمَارَوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ "

وَلاَ يَبْقَى فِىْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ إِلاَّ حَاضَرَهُ اللّٰهُ مُحَاضَرَةً، حَتَّى يَقُوْلَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ: يَا فُلاَنَ بنَ فُلاَنٍ! أَتَذْكُرُ يَوْمَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا، فَيُذَكِّرُهُ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهِ فِى الدُّنْيَا، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ أَفَلَمْ تَغْفِرْ لِىْ؟ فَيَقُوْلُ: بَلَى، فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِىْ بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهِ.

فَبَيْنَاهُمْ عَلَى ذٰلِكَ، غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِنْ فَوْقِهِمْ، فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا، لَمْ يَجِدُوْا مِثْلَ رِيْحِهِ شَيْئًا قَطُّ، وَيَقُوْلُ رَبُّنا: قُوْمُوْا إِلٰى مَا أَعْدَدْتُ لَكُمْ مِنَ الْكَرَامَةِ، فَخُذُوْا مَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَأْتِىَ سُوْقًا، قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلاَئِكَةُ، فِيْهِ مَالَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ إِلَى مِثْلِهِ، وَلَمْ تَسْمَعِ الآذَانُ، وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ، فَيُحْمَلَ إِلَيْنَا مَا اشْتَهَيْنَا، لَيْسَ يُبَاعُ فِيْهَا، وَلاَ يُشْتَرَى.

وَفِىْ ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقَى أَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، قَالَ: فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُوْ الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ، فَيَلْقَى مَنْ هُوَ دُوْنَهُ ــ وَمَا فِيْهِمْ دَنِيٌّ ــ فَيَرُوْعُهُ مَا يَرَى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ، فَمَا يَنْقَضِى آخِرُ حَدِيْثِهِ حَتَّى يَتَخَيَّلَ عَلَيْهِ مَا هُوَ أَحْسَنُ مِنْهُ، وَذٰلِكَ: أَنَّهُ لاَ يَنْبَغِى لِأَحَدٍ أَنْ يَحْزَنَ فِيْهَا.

ثُمَّ نَنْصَرِفُ إِلَى مَنَازِلِنَا، فَتَتَلَقَّانَا أَزْوَاجُنَا، فَيَقُلْنَ: مَرْحَبًا وَأَهْلاً، لَقَدْ جِئْتَ وَإِنَّ لَكَ مِنَ الْجَمَالِ أَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ، فَيَقُوْلُ: إِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ، وَيَحِقُّ لَنَا أَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا" هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[٢٥٤٦-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، وَهَنَّادٌ، قَالاَ: نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، ثَنَا عَبْدُ الرحمنِ بنُ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ

بنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا، مَا فِيْهَا شِرًى وَلَا بَيْعَ، إِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، فَإِذَا اشْتَهَى الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِيْهَا“ هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بابُ ماجاءَ فِي رُؤْيَةِ الرَّبِّ تبارَكَ وَتَعالٰى

جنت میں دیدارِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کا دیدار: وہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اہل جنت کو نوازا جائے گا، یہ اہل السنہ والجماعہ کا اجماعی عقیدہ ہے، اور قرآن پاک میں اہل ایمان کو اس کی بشارت سنائی گئی ہے: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ بہت سے چہرے اس دن بارونق ہونگے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے (سورۃ القیامہ آیات ۲۲و۲۳) اور کفار کے بارے میں ہے: ﴿إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾ وہ لوگ اس دن (قیامت کے دن) اپنے رب سے حجاب میں رکھے جائیں گے (سورۃ التطفیف آیت ۱۵) اس آیت کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے بے حجاب ہونگے۔

البتہ خوارج، معتزلہ اور بعض مرجئہ آخرت میں دیدارِ الٰہی کے منکر ہیں، وہ کہتے ہیں: مرئی کے لئے جسم ہونا، سفید یا زرد وغیرہ کوئی رنگ دار ہونا اور آنکھوں کی سیدھ میں ہونا ضروری ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ جسم ہیں، نہ ان کا کوئی رنگ ہے، نہ وہ کسی جہت میں ہیں، پھر ان کو کیسے دیکھا جاسکتا ہے؟ مگر وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ مرئی ہونا یعنی دکھنا اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے، اور صفات کو ایک حد تک ہی سمجھا جاسکتا ہے، نیز صفات کے بارے میں ”کیسے“ کا سوال مہمل ہے، پس بغیر کیف کے جنتیوں کو جنت میں اللہ کی زیارت نصیب ہوگی (یہ بات امام ترمذی رحمہ اللہ ابھی باب ۱۹ کے آخر میں بیان کریں گے)

علاوہ ازیں: اللہ تعالیٰ جنت میں جنتیوں کو بہت سی ایسی قوتیں عطا فرمائیں گے جو اس دنیا میں عطا نہیں ہوئیں، ان کو ایسی آنکھیں عطا ہونگی جن کی قوت اتنی محدود اور کمزور نہیں ہوگی جتنی اس دنیا میں ہے، پس رویت کے لئے اس دنیا میں جو شرائط ہیں وہ وہاں نہیں ہونگی، وہاں بغیر مقابلہ اور جہت کے اللہ جل شانہ کے جمال کا نظارہ ممکن ہوسکے گا۔

اور رویت باری کا تذکرہ جب صراحتاً قرآن مجید میں آگیا تو اب احادیث کی ضرورت باقی نہیں رہتی، پھر بھی اس مسئلہ میں اتنی حدیثیں مروی ہیں جو حدتواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ امام ترمذیؒ نے ان میں سے چار حدیثیں ذکر کی ہیں:

حدیث (۱): حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (ایک رات) ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، پس آپؐ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھا، اور فرمایا: ”عنقریب تم اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، پس تم اس کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو، بھیڑ نہیں کرتے تم (یا شک نہیں کرتے تم) اس کی رویت میں، پس اگر تمہارے بس میں یہ بات ہو کہ نہ ہرائے جاؤ تم طلوع آفتاب سے پہلے والی نماز میں اور غروب آفتاب سے پہلے والی

نماز میں تو ایسا کرو یعنی یہ دونمازیں اہتمام سے پڑھو، اس کے بعد آپ نے سورۂ ق کی آیت ۳۹ پڑھی: ''اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو، سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے'' (یہ حدیث متفق علیہ ہے اس میں نماز فجر اور نماز عصر کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ ہے، اس لئے آپ نے بھی ان کی تخصیص کی)

لغات: لاتُضَامُّوْن: (بتشدید میم) اور لاتُضَامُوْنُ (بتخفیف میم) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں، مگر مشہور قراءت پہلی ہے، اور پہلی صورت میں ترجمہ ہے: پروردگار کے دیدار کے وقت تم ایک دوسرے سے ملو گے نہیں، یعنی ہجوم نہیں ہوگا، ہر شخص بفراغت اپنی جگہ رہتے ہوئے اللہ کو دیکھے گا، تَضَامَّ الشیئُ کے معنی ہیں: جڑ جانا، مل جانا، اور اس صورت میں ماخذ ضَمّ ہوگا۔ اور دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہے: دیدار الٰہی کے وقت تم پر ظلم نہیں ہوگا، یعنی کوئی دیکھے، کوئی محروم رہے، ایسا نہیں ہوگا، ضَامَهُ یَضِیْمُ ضَیْمًا کے معنی ہیں: کسی پر ظلم کرنا، حق تلفی کرنا، الضَّیْمُ: ظلم وزیادتی، اور اس صورت میں ماخذ یہی ضَیْم ہے...... لاتُغْلَبُ (فعل مجہول) نہ مغلوب کئے جاؤ تم، نہ ہرائے جاؤ تم، غَلَبَهُ وعلیه یَغْلِبُ غَلْبًا: زیر کرنا، غالب ہونا، فتح پانا، غُلِبَ علی أَمْرِہ: کسی معاملہ میں مجبور ہونا۔

تشریح: دنیا میں جب لوگ کسی حسین چیز کو دیکھنے کے لئے لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، اور سب اس کے دیکھنے کے انتہائی درجہ مشتاق ہوتے ہیں تو ایسے موقعے پر بڑی کشمکش اور بڑی زحمت ہوتی ہے، اور اس چیز کو اچھی طرح دیکھنا مشکل ہوتا ہے، مگر چاند کا معاملہ اس سے مختلف ہے، مشرق ومغرب کے سبھی لوگ، بغیر کسی کشمکش اور زحمت کے، پورے اطمینان سے بیک وقت اس کو دیکھتے ہیں، اسی طرح جنت میں حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا، بیک وقت بے شمار خوش نصیب بندے اللہ پاک کی زیارت کریں گے، وہاں نہ کوئی دھکا مکی ہوگی، نہ کوئی زحمت وکشمکش پیش آئے گی، سب لوگ سکون واطمینان کے ساتھ جمالِ حق کا نظارہ کریں گے (اور یہ مطلب تَضَامُّوْن (بتشدید میم) کی صورت میں ہے)

اسی طرح جب چودہویں کا چاند سر پر ہوتا ہے تو اس کے دیکھنے والوں کو رویت میں ذرا شک نہیں ہوتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے والے بھی بیشک اللہ پاک ہی کی زیارت کریں گے، ان کو اس معاملہ میں ادنی شک نہیں ہوگا (اور یہ مطلب تَضَامُوْنَ: بتخفیف میم کی صورت میں ہے)

اور حدیث کے آخر میں نبی ﷺ نے نمازوں کے اہتمام کی تاکید فرمائی ہے، نمازوں کے اہتمام سے آدمی میں جمالِ حق کے دیدار کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، کیونکہ اعمال کے خواص ہیں: زکوۃ سے بخیلی دور ہوتی ہے، روزہ سے پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے، حج سے محبت الٰہی بڑھتی ہے، اسی طرح نماز سے اللہ کے دیدار کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، پس جو بندے جمالِ حق کو دیکھنے کی آرزومند ہیں وہ پانچوں نمازوں کا اہتمام کریں، اور دونمازوں کی تخصیص ان کی اہمیت کی وجہ سے ہے، جو ان دونمازوں کا اہتمام کرے گا وہ باقی نمازوں کا ضرور اہتمام کرے گا۔

[۱٦-] بابُ ماجاء فِي رُؤْيَةِ الرَّبِّ تبارَكَ وَتَعالٰى

[۲۵٤۷-] حدثنا هَنَّادٌ، نا وَكِيْعٌ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بن أَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بنِ أَبِيْ حَازِمٍ، عَنْ جَرِيْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ البَجَلِيِّ، قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَنظَرَ إِلَى الْقَمرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَقَالَ:" إِنَّكُمْ ستُعْرَضُوْنَ عَلَى رَبِّكُمْ، فترَوْنَهُ كَما ترَوْنَ هٰذَا الْقَمرَ، لاَتُضامُّوْنَ فِيْ رُؤْيَتِهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لاَ تُغْلَبُوْا عَلَى صَلاَةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ، وَصلاَةٍ قَبْلَ غُرُوْبِها: فَافْعَلُوْا، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ﴾ هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

حدیث (۲): سورۂ یونس آیت ۲٦ میں ہے: ﴿لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾: جن لوگوں نے نیک کام کئے ہیں ان کے لئے خوبی یعنی جنت ہے اور مزید برآں یعنی دیدارِ الٰہی ہے، اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا: بیشک تمہارے لئے اللہ کے پاس ایک وعدہ ہے'' یعنی ابھی اللہ تعالیٰ تمہیں ایک اور چیز عنایت فرمائیں گے، بندے عرض کریں گے: کیا آپ نے ہمارے چہرے روشن نہیں کئے؟ اور دوزخ سے نجات نہیں بخشی؟ اور جنت میں داخل نہیں کیا؟ یعنی اب اور کیا چیز باقی رہ گئی ہے جو ہمیں عنایت ہوگی؟ فرشتے کہیں گے: کیوں نہیں! یعنی بیشک یہ سب چیزیں تمہیں دیدی گئی ہیں مگر اب بھی ایک نعمت باقی ہے، پس حجاب اٹھایا جائے گا (اور جنتی جمالِ حق کا نظارہ کریں گے) نبی ﷺ نے فرمایا: ''پس بخدا! نہیں عطا کی ہے اللہ نے ان کو کوئی چیز جو ان کے نزدیک زیادہ محبوب ہو جمالِ الٰہی کے دیدار سے'' یعنی جنتیوں کو جب دیدارِ الٰہی نصیب ہوگا تو ان کے نزدیک سب سے پیاری چیز یہی دیدار کی نعمت ہوگی۔

تشریح: پردہ اٹھنے کا مطلب وہ ہے جو پہلے ایک حدیث میں گذرا ہے کہ کبریائی کی چادر ہٹے گی، اللہ تعالیٰ اپنی عظمت ورفعت سے نیچے اتریں گے تاکہ بندے ان کی زیارت کرسکیں، اور پہلے یہ بات بتائی گئی ہے کہ اللہ کی شان اگرچہ اطلاقی ہے، مگر بندوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں وہ اپنی کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ بندوں کی کمزوری کی وجہ سے خاص تقییدی معاملہ فرماتے ہیں۔

ملحوظہ: اس حدیث کو حماد بن سلمہ نے مرفوع متصل کیا ہے، اور ثابت بُنانی سے یہ حدیث سلیمان بن مغیرہ بھی روایت کرتے ہیں، مگر وہ اس کو ابن ابی لیلیٰ کبیر کا قول قرار دیتے ہیں، حدیث کو مرفوع نہیں کرتے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنتیوں میں جو سب سے کمتر ہوگا وہ اپنے باغات کی طرف، اپنی بیویوں کی طرف، اپنی نعمتوں کی طرف، اپنے خدام کی طرف، اور اپنی مسہریوں کی طرف، ہزار سال کی مسافت تک دیکھے گا'' یعنی اتنی دور تک اس کی نعمتیں پھیلی ہوئی ہونگی۔ ''اور جنتیوں میں جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز ہوگا وہ اللہ کے

چہرے کی طرف صبح وشام دیکھے گا'' پھر نبی ﷺ نے سورۃ القیامہ کی یہ آیتیں پڑھیں: ''بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے''

ملحوظہ: اسرائیل سے آخر تک اس حدیث کی یہی سند ہے، اور اسرائیل کے بہت سے تلامذہ اس حدیث کو مرفوع کرتے ہیں، مگر اسرائیل کے ساتھی عبدالملک بن اَبجر: ثُو یر اور ابن عمرؓ کے درمیان مجاہد کا واسطہ بھی بڑھاتے ہیں، اور حدیث کو موقوف کرتے ہیں اور سفیان ثوری ان کے متابع ہیں، وہ بھی واسطہ بڑھاتے ہیں اور حدیث کو ابن عمرؓ کا قول قرار دیتے ہیں۔

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم بھیڑ کرتے ہو چودھویں کے چاند کے دیکھنے میں؟ کیا تم بھیڑ کرتے ہو سورج کے دیکھنے میں؟'' صحابہ نے کہا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: ''پس بیشک تم عنقریب دیکھو گے اپنے پروردگار کو جس طرح چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو، نہیں بھیڑ کرو گے تم اس کے دیکھنے میں''

سند کی بحث: جابر بن نوح جو کہ ضعیف راوی ہے حدیث کی سند حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا ہے، اور یحییٰ بن عیسیٰ رَملی اس کے متابع ہیں، وہ بھی اسی طرح سند بیان کرتے ہیں، اور اعمش کے شاگرد عبداللہ بن ادریس سند حضرت ابوسعید خدریؓ تک پہنچاتے ہیں، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ سند محفوظ نہیں، پہلی ہی سند اصح ہے، کیونکہ اعمش کے متابع سہیل ہیں، وہ بھی اسی طرح سند پیش کرتے ہیں، البتہ حضرت ابوسعید خدریؓ سے عطاء بن السائب کی سند سے یہی حدیث بخاری ومسلم میں مروی ہے، اور یہاں اگلے باب میں آرہی ہے، پس وہ حدیث بھی صحیح ہے۔

[۲۵۴۸-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، نَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرحمنِ بنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ صُهَيْبٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فِيْ قَوْلِهِ: ﴿لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾ قَالَ: " إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، نَادَى مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَوْعِدًا!" قَالُوْا: أَلَمْ يُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا، وَيُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ، وَيُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ؟ قَالُوْا: بَلَى، فَيُكْشَفُ الْحِجَابُ، قَالَ:" فَوَ اللّٰهِ مَا أَعْطَاهُمْ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَيْهِ"

هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا أَسْنَدَهُ حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، وَرَفَعَهُ، وَرَوَى سُلَيْمَانُ بنُ الْمُغِيْرَةِ هٰذَا الحديثَ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرحمنِ بنِ أَبِيْ لَيْلَى قَوْلَهُ.

[۲۵۴۹-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنِيْ شَبَابَةُ بنُ سَوَّارٍ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ ابنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً: لَمَنْ يَنْظُرُ إِلٰى جِنَانِهِ، وَزَوْجَاتِهِ، وَنَعِيْمِهِ، وَخَدَمِهِ، وَسُرُرِهِ: مَسِيْرَةَ أَلْفِ سَنَةٍ، وأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللّٰهِ: مَنْ يَنْظُرُ إِلَى وَجْهِهِ غُدْوَةً وَعَشِيَّةً، ثُمَّ قَرَأَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:﴿ وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ، إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ مُرْفُوْعًا، وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بنُ أَبْجَرَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ مَوْقُوْفًا، وَرَوَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ قَوْلَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، حدثنا بِذٰلِكَ أَبُوْ كُرَيْبٍ مُحمدُ بنُ الْعَلَاءِ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ثُوَيْرٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

[۲۵۵۰-] حدثنا مُحمدُ بنُ طَرِيْفٍ الْكُوْفِيُّ، ثَنَا جَابِرُ بنُ نُوْحٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ” تُضَامُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟ تُضَامُّوْنَ فِىْ رُؤْيَةِ الشَّمْسِ؟“ قَالُوْا: لَا، قَالَ: ” فَإِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، لَاتُضَامُّوْنَ فِىْ رُؤْيَتِهِ “

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَهٰكَذَا رَوَى يَحْيَى بنُ عِيْسَى الرَّمْلِيُّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَرَوَى عَبْدُ اللّٰهِ بنُ إِدْرِيْسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَحَدِيْثُ ابْنُ إِدْرِيْسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ، وَحَدِيْثُ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم أَصَحُّ، وَهٰكَذَا رَوَاهُ سُهَيْلُ بنُ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ مِثْلُ هٰذَا الحديثِ، وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيحٌ أَيْضًا.

بابٌ

اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی نعمت ہے

حدیث: عطاء بن یسار حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ جنتیوں سے فرمائیں گے: او جنتیو! پس وہ کہیں گے: بار بار حاضر ہیں ہم اے ہمارے پروردگار! اور یہ حاضری ہمارے لئے سعادت ہے، پس اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تم خوش ہوگئے؟ یعنی جنت میں جو نعمتیں تم کو دی گئی ہیں ان پر تم راضی ہو؟ جنتی عرض کریں گے: ہمارے لئے کیا چیز مانع ہے کہ ہم خوش نہ ہوں، جبکہ آپ نے ہمیں وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں؟! پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اب میں تمہیں ان سب سے بہتر چیز دیتا ہوں، جنتی پوچھیں گے: ان سب سے بہتر چیز کیا ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اب میں تم پر اپنی خوشنودی اتارتا ہوں، اب میں کبھی تم سے ناراض نہیں ہوؤں گا۔

تشریح: جنت اور جنت کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت: دیدارِ الٰہی اور دائمی رضا کا تحفہ ہے، سورۃ التوبہ (آیت ۷۲)

میں ہے: ﴿وَرِضْوَانٌ مِنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ اور (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب (نعمتوں) سے بڑی نعمت ہے، یہی بڑی کامیابی ہے، اس حدیث میں بھی اسی نعمت عظمیٰ کا تذکرہ ہے، اوراعلان رضا اور دیدار الٰہی ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اس لئے ان میں افضل کون ہے؟ یہ سوال خارج از بحث ہے۔

[۱۷-] بابٌ

[۲۵۵۱-] حدثنا سُوَيْدٌ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، نا مَالِكُ بنُ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! فَيَقُوْلُوْنَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ! فَيَقُوْلُ: هَلْ رَضِيْتُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: مَالَنَا لاَنَرْضَى، وَقَدْ أَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ! فَيَقُوْلُ: أَنَا أُعْطِيْكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا: وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: أُحِلَّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ، فَلاَ أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ أَبَدًا هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی تَرَائِی أَهْلِ الْجَنَّةِ فِیْ الغُرَفِ

جنتی بالاخانوں میں سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے

تَراءَ ى القومُ: لوگوں کا ایک دوسرے کو دیکھنا...... فی الغُرَفِ: أی كائناً فی الغُرَفِ: بالاخانوں میں رہتے ہوئے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جنتی بالاخانوں میں سے ایک دوسرے کو دیکھیں گے، جیسے مشرقی یا مغربی ستارے کو دیکھتے ہیں جو افق میں ڈوب رہا ہو یا نکل رہا ہو، تفاضل درجات کے ساتھ، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہ انبیاء ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کچھ اور لوگ بھی ہونگے، جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہونگے، اور انھوں نے رسولوں کی تصدیق کی ہوگی۔

تشریح: مشرق یا مغرب میں جو ستارہ غروب ہورہا ہو یا نکل رہا ہو اس کو لوگ آنکھیں لمبی کرکے دیکھتے ہیں، اور جو ستارہ سر پر ہو اس کو دیکھنے کے لئے آنکھیں لمبی نہیں کرنی پڑتیں، پس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جنتی ایک بالاخانہ سے دوسرے بالاخانہ والے کو اسی طرح آنکھیں لمبی کرکے دیکھیں گے، کیونکہ وہ دور فاصلے پر ہونگے...... اور ''تفاضل درجات کے ساتھ'' کا مطلب یہ ہے کہ ایک جنتی اپنے اونچے درجہ میں ہوگا، اور دوسرا اپنے نیچے درجہ میں ہوگا، پھر بھی ایک دوسرے کو دیکھیں گے، جب جنتی چاہے گا پردہ ہٹے گا، اور بے تکلف دوست کی زیارت ہوگی، اور اس سے باتیں بھی ہونگی، پھر پردہ پڑ جائے گا...... اور صحابہ کے سوال وجواب کا مطلب یہ ہے کہ صرف انبیاء کرام کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوگی، بلکہ دیگر کامل مؤمنین کو بھی اس نعمت سے سرفراز کیا جائے گا۔

[١٨-] بابُ ماجاءَ فى تَرَائِى أَهْلِ الْجَنَّةِ فِىْ الغُرَفِ

[٢٥٥٢-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، نا فُلَيْحُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بنِ عَلِيٍّ، عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِى الْغُرْفَةِ، كَمَا يَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الشَّرْقِيَّ أَوِ الْكَوْكَبَ الْغَرْبِيَّ، الْغَارِبَ فِىْ الْأُفُقِ أَوِ الطَّالِعَ: فِىْ تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ" قَالُوْا: يَارسولَ اللّٰهِ! أُوْلٰئِكَ النَّبِيُّوْنَ؟ قَالَ: " بَلَى، وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهِ! وَأَقْوَامٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فِى خُلُوْدِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ

جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے

یہاں چند باتیں سمجھ لیں:

پہلی بات: جنت ایمان کی دائمی جزاء ہے، اور جہنم کفر کی دائمی سزا۔ کیونکہ ایمان وکفر ابدی حقیقتیں ہیں، وہ صحیح اور غلط عقیدے ہیں، اور عقیدے ہمیشہ باقی رہتے ہیں، پس ان کی جزاؤسزا بھی ہمیشہ باقی رہے گی، اور یہ بات قرآنِ کریم میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے کہ جنت وجہنم ابدی ہیں اور ایمان وکفر کی جزاؤسزا بھی ابدی ہیں۔

دوسری بات: اعمالِ صالحہ اور اعمالِ سیئہ موقّت ومحدود ہیں، مثلاً جب نماز پڑھ کر فارغ ہوتے ہیں تو عمل تمام ہوجاتا ہے، اسی طرح جب زانی زنا کر کے فارغ ہوتا ہے تو اس کا براعمل پورا ہوجاتا ہے، پس قاعدہ سے اعمال کی جزاؤسزا مؤقت ومحدود ہونی چاہئے، مگر مؤمن کے اعمالِ صالحہ ایمان کے تابع کردیئے جائیں گے اس لئے ان کی جزائے خیر مؤبّد ہوگی، اور کفار کے اعمالِ سئیہ کفر کے تابع کردیئے جائیں گے اس لئے ان کی سزا بھی مؤبد ہوگی۔

دلیل:

(۱) سورۂ یوسف آیت ۵٦ و۵۷ ہے:﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِىْ الْأَرْضِ، يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ، نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ، وَلَا نُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ. وَلَأَجْرُ الآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ ترجمہ: اور ہم نے اس طرح یوسف علیہ السلام کو سرزمین مصر میں بااختیار بنادیا کہ وہ اس میں جہاں چاہیں رہیں (یعنی ابھی تو وہ قید خانہ میں تھے اور اب آزادی کے ساتھ پورے ملک کی پیداوار پر مامور ہوگئے، اب وہ پورے ملک میں جہاں چاہیں رہ سکتے ہیں) ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی عنایت سے سرفراز کرتے ہیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے، یعنی ایمان اور اعمالِ صالحہ کا صلہ دنیا میں نہیں دیتے، البتہ رحمت وبرکت سے جسے چاہتے

ہیں نوازتے ہیں، ہر صالح مؤمن کو دنیا میں خوش حالی عطا نہیں فرماتے ، مگر ان کا عمل ضائع نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے ، اور آخرت کا اجر کہیں بڑھ کر ہے، ایمان اور تقوی والوں کے لئے یعنی صالح مؤمنین کو ان کے عمل کی جزاء آخرت میں دی جائے گی اور وہ ابدی ہوگی اور یہی ان کے لئے خیر کی بات ہے۔

ان دونوں آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں کسی کسی نیک بندے کو اس کی نیکی کی برکت پہنچائی جاتی ہے، ہر کسی کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کے برعکس معاملہ کیا جاتا ہے۔حدیث میں ہے: أَشَدُّ الناسِ بلاءً الأنبياءُ ثم الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ: پھر صالح مؤمنین کو اس دنیا میں جو برکات سے نوازا جاتا ہے تو اس کے لئے کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں، یہ بات اللہ کی حکمت ومشیت کے تابع ہے ﴿مَنْ نَشَآءُ﴾ کا یہی مطلب ہے، اور صالح مؤمنین کے اعمالِ صالحہ ان کے ایمان کے ساتھ باقی رکھے جاتے ہیں اور ان کا اجر آخرت میں دیا جاتا ہے، کیونکہ یہی بات ان کے لئے بہتر ہے، اگر دنیا میں ان کو اجر دیا جائے گا تو وہ محدود وموقت ہوگا، موت پر وہ صلہ ختم ہوجائے گا، اور یہ بات مؤمنین کے لئے مفید نہیں۔

نیز دنیا دار العمل ہے، دار الجزاء نہیں، پس قاعدہ سے اچھے برے کاموں کی جزاؤسزا آخرت میں ہوگی، دنیا میں اگر جزاء یا سزا دی جاتی ہے تو وہ کسی مصلحت سے ہوتی ہے، پس یہ سوال ختم ہوگیا کہ اعمالِ صالحہ کی برکت ہر نیک بندے کو دنیا میں بھی پہنچائی جائے اور آخرت میں بھی اجروثواب دیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اس لئے نہیں کیا جاتا کہ یہ دنیا دار العمل ہے دار الجزاء دوسری دنیا ہے، اس دنیا میں بونا ہے اور دوسری دنیا میں کاٹنا ہے، دونوں باتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتیں، مزدور جب عمل پورا کرتا ہے تبھی اجرت پاتا ہے۔

(۲) سورۃ المدثر (آیات ۴۱-۴۷) میں ہے: جنتی جنتوں میں مجرموں کا حال پوچھیں گے کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا؟ وہ کہیں گے: ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے، اور نہ غریب کو کھانا کھلایا کرتے تھے، یعنی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے، اور ہم گھسنے والوں کے ساتھ گھسا کرتے تھے، یعنی اسلام کے خلاف باتیں چھانٹنے والوں کا ساتھ دیا کرتے تھے، اور ہم قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی، یعنی خاتمہ ان برے اعمال پر ہوا اس لئے ہم دوزخ میں ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جہنم صرف کفر کی سزا نہیں ہے بلکہ کفار کے اعمالِ سیئہ کی بھی سزا ہے۔

تیسری بات: اور مؤمن کے اعمالِ سیئہ ایمان کے تابع نہیں ہوسکتے، کیونکہ دونوں ہم جنس نہیں، اس لئے ان کی سزا دنیا میں، پھر قبر میں، پھر میدانِ حشر میں، پھر جہنم میں دی جائے گی، اور جب سزا پوری ہوجائے گی، حساب بے باق ہوجائے گا، یعنی اگر دنیا میں سزا پوری ہوگئی تو آگے معاملہ صاف ہے ورنہ قبر میں سزا ہوگی۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ایک حدیث لکھی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کی زیادہ تر

سزائیں قبر میں نمٹ جائیں گی'' (حدیث پوری ہوئی) اور جن کی سزا پوری نہیں ہوگی وہ میدانِ حشر میں معذب ہونگے، اور اگر اس دن میں بھی سزا پوری نہ ہوئی اور وہ نہ بخشے گئے تو باقی سزا پانے کے لئے جہنم میں جانا ہوگا، پھر وہ سفارشوں کی بنا پر یا سزا بھگت کر ایمان کی وجہ سے جنت میں آئیں گے۔

چوتھی بات: اور کفار کے اعمالِ صالحہ کفر کے تابع نہیں ہوسکتے، کیونکہ دونوں ہم جنس نہیں، اس لئے ان کے اعمال صالحہ کی جزاء ان کو دنیا میں دیدی جاتی ہے، ان کی نیکیاں ان کو دنیا میں کھلا دی جاتی ہیں، نعمتوں کی شکل میں یا بلائیں اور آفتیں روکنے کی صورت میں ان کو صلہ دیدیا جاتا ہے، قبر میں اور اس سے آگے کی زندگیوں میں ان کے لئے کوئی جزائے خیر نہیں، یہ مضمون حدیثوں میں آیا ہے، رہی اعانتِ نبوی کی وجہ سے ابوطالب کی سزا میں تخفیف تو وہ ایک استثنائی معاملہ ہے، ہر کسی کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب لوگوں کو ایک سرزمین میں جمع کریں گے، پھر ان پر رب العالمین اوپر سے ظاہر ہونگے، یعنی تجلی فرمائیں گے، پس فرمائیں گے: کیا ہر انسان اس کی پیروی نہیں کرتا جس کی وہ عبادت کیا کرتا تھا؟ پس پیکر محسوس بنائی جائے گی سولی والوں کے لئے ان کی سولی، اور مورتیوں والوں کے لئے ان کی مورتیاں، اور آگ کے پجاریوں کے لئے ان کی آگ۔ پس پیروی کریں گے لوگ اس کی جس کی وہ پوجا کرتے تھے، اور باقی رہ جائیں گے مسلمان، پس ان کے اوپر سے رب العالمین ظاہر ہونگے، پس کہیں گے: کیا تم لوگوں کے پیچھے نہیں جاتے؟ تم میرے پیچھے آؤ، میں تمہارا معبود ہوں، میں تمہیں لے چلتا ہوں (اور بخاری ومسلم میں ہے: **وتبقى هذه الأمةُ، فيها منافقوها، فيأتيهم الله في صورةٍ غيرَ صورته التي يَعْرِفون، فيقول: أنا ربكم:** اور باقی رہ جائے گی یہ امت، ان میں ان کے منافقین بھی ہونگے، پس ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں آئیں گے جو ان کی اس صورت کے علاوہ ہوگی جس کو مؤمنین پہچانتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں تمہارا پروردگار ہوں) پس مؤمنین کہیں گے: ہم تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں! ہم تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں! ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور یہ ہماری جگہ ہے، یعنی ہم یہیں انتظار کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں، درانحالیکہ وہ ان کو حکم دے رہے ہوں اور ان کو جما رہے ہوں، یعنی ثابت قدم رکھ رہے ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی شان کے ساتھ جلوہ فرما ہوں، اور ان کی شان حکم دینا اور مؤمنین کو ہولناک موقعوں پر ثابت قدم رکھنا ہے۔

صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم رب العالمین کو دیکھیں گے، آپؐ نے فرمایا: اور کیا تم ایک دوسرے کو ضرر پہنچاتے ہو چودہویں کے چاند کے دیکھنے میں؟ صحابہ نے کہا: نہیں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: پس بیشک تم ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچاؤ گے رب العالمین کے دیکھنے میں اس وقت میں۔

پھر رب العالمین پردہ فرمالیں گے، پھر (دوبارہ) اوپر سے ظاہر ہونگے، پس ان کو اپنی پہچان کروائیں گے، پھر

فرمائیں گے: میں تمہارا رب ہوں، پس میری پیروی کرو، پس مسلمان اٹھیں گے، یعنی پیروی کے لئے تیار ہو جائیں گے، اور پل صراط رکھا جائے گا، پس آدمی اس پر گذرے گا تیز رفتار گھوڑے اور اونٹ کی طرح، اور مسلمانوں کا بول پل صراط پر سَلِّمْ سَلِّمْ (بچا بچا) ہوگا، اور دوزخی باقی رہ جائیں گے، یعنی تمام مسلمان پل صراط سے گذر جائیں گے، وہاں تک دوزخی انتظار میں رہیں گے، وہ پل صراط سے بعد میں گذریں گے، اگرچہ وہ میدانِ محشر سے اپنے معبودوں کے پیچھے پہلے چلے ہونگے۔

پھر (جب دوزخیوں کا نمبر آئے گا تو) ان میں سے ایک گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا، پس (جہنم سے) پوچھا جائے گا: کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی: کیا کچھ اور ہے؟ یعنی میں ابھی نہیں بھری، پھر (اسی طرح) جہنم میں فوج در فوج ڈالی جاتی رہے گی اور (ہر بار) پوچھا جائے گا: کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی: کیا کچھ اور ہے؟ پس جب سب لوگ پوری طرح جہنم میں گھسا دیئے جائیں گے، یعنی کوئی جہنمی باہر نہیں رہے گا تو نہایت مہربان اللہ تعالیٰ جہنم میں اپنا پیر رکھیں گے، اور جہنم کے بعض کو بعض کی طرف سمیٹ دیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: بس؟ وہ کہے گی: بس! بس! یعنی اب میں بھر گئی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ جنتیوں کو جنت میں داخل کر دیں گے اور جہنمیوں کو جہنم میں، تو موت کو گریبان سے پکڑ کر لایا جائے گا، پس اس کو اس دیوار پر کھڑا کیا جائے گا جو جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان ہوگی، پھر پکارا جائے گا: او جنتیو! پس وہ ڈرتے ہوئے اوپر سے جھانکیں گے، پھر پکارا جائے گا: او جہنمیو! پس وہ خوش ہوتے ہوئے اوپر سے جھانکیں گے، وہ سفارش کی امید باندھیں گے، پس دونوں سے پوچھا جائے گا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ پس وہ اور یہ دونوں کہیں گے: ہم اس کو پہچانتے ہیں (یہ) وہی موت ہے جو ہم پر مسلط کی گئی تھی، پس وہ موت لٹائی جائے گی، پس دیوار پر پوری طرح ذبح کر دی جائے گی، پھر کہا جائے گا: او جنتیو! جنت میں ہمیشہ رہو، اب موت نہیں! اور او جہنمیو! جہنم میں ہمیشہ رہو، اب موت نہیں!

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو موت کو لایا جائے گا، سیاہ سفید رنگ کے مینڈھے کی شکل میں، پس وہ جنت وجہنم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا، پس وہ ذبح کیا جائے گا، درانحالیکہ وہ (جنتی اور جہنمی) دیکھ رہے ہونگے، پس اگر یہ بات ہوتی کہ کوئی خوشی سے مرجاتا تو جنتی ضرور مرجاتے، اور اگر یہ بات ہوتی کہ کوئی غم سے مرجاتا تو دوزخی ضرور مرجاتے۔

تشریح:

۱- پہلی مرتبہ اللہ پاک انجانی شکل میں مؤمنین کے سامنے ظاہر ہونگے، تاکہ ان کا امتحان ہو کہ وہ اپنے رب کو پہچانتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ انجانی شکل ہونے کی وجہ سے مؤمنین پناہ چاہیں گے، مؤمنین اندھا دھند کسی کے پیچھے چلنے والے نہیں، وہ حق کو ٹھوک بجا کر اور پہچان کر اختیار کرتے ہیں ...... اور ترمذی کی حدیث میں تھوڑا مضمون رہ گیا

تھا جو بخاری و مسلم کی روایت سے بڑھایا ہے...... اور ترمذی کے ہندوستانی نسخوں میں یہاں عبارت میں تکرار ہے اس کا خیال رکھا جائے۔

۲-تُضَارُّوْن: الضَّرَر سے ہے، جس کے معنی تنگی اور پریشانی کے ہیں، تَضَارًّا: ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا، هل تُضَارُّوْن؟ کیا تم ایک دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہو؟ یعنی چودھویں کے چاند کے دیکھنے میں کچھ دھکا مکی ہوتی ہے؟...... أُوْعِبُوْا: (فعل مجہول) أَوْعَبَ الشيئَ في الشيئِ: کسی چیز میں کوئی چیز پوری طرح گھسا دینا...... أُزْوِى: (فعل مجہول) ربڑ کی طرح بعض اجزاء کو بعض کے ساتھ ملا دینا۔ الزَّوُّ: کے معنی ہیں: ہم نشیں، جوڑی دار، کہتے ہیں: كان تَوًّا فصار زَوًّا: وہ اکیلا تھا پس دو ہو گئے...... قَطْ: بمعنی حَسْبُ: کافی، صرف، اس صورت میں ك مفتوح اور ط ساکن ہوتی ہے، اور کبھی شروع میں ف بڑھا کر فقط بھی کہتے ہیں۔

۳-جنتی ڈرتے ہوئے جھانکیں گے، وہ یہ خطرہ محسوس کریں گے کہ کہیں جنت سے نکلنے کا حکم تو نہیں دیا جائے گا! ...... اور جہنمی خوش ہونگے کہ شاید چھٹی مل جائے۔

۴-اس حدیث میں اللہ کے قدم کا ذکر آیا ہے، یہ بات صفاتِ متشابہات میں سے ہے، اور امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر کتاب الزکوٰۃ میں گفتگو کی ہے، اور ہم نے بھی وہاں مسئلہ کی پوری وضاحت کی ہے (دیکھیں: تحفہ ۲: ۵۸۳) اور یہاں امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے (خیال رہے کہ عبارت میں اطناب ہے)

نبی ﷺ سے اس قسم کی بہت سی روایات مروی ہیں، جن میں رویت باری کا معاملہ ذکر کیا جاتا ہے کہ لوگ اپنے پروردگار کو دیکھیں گے، اور (جن روایات میں) پیر کا اور ان چیزوں کا تذکرہ ہے جو ان کے مشابہ ہیں، اور اس سلسلہ میں بڑے علماء کا مذہب: جیسے سفیان ثوری، امام مالک، سفیان بن عیینہ، ابن المبارک، وکیع رحمہم اللہ اور ان کے علاوہ: یہ ہے کہ وہ حضرات ان باتوں کا (جو احادیث میں آئی ہیں) عقیدہ رکھتے ہیں، اور کہتے ہیں: یہ حدیثیں روایت کی جائیں، اور ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، اور نہ پوچھا جائے: کیسے؟ اور یہی وہ بات ہے جس کو محدثین نے اختیار کیا ہے کہ یہ چیزیں اسی طرح روایت کی جائیں جس طرح وہ آئی ہیں، اور ان پر ایمان رکھا جائے، اور ان کی تفسیر نہ کی جائے، اور کوئی خیال بھی نہ پکایا جائے، اور نہ پوچھا جائے: کیسے؟ اور یہی اہل علم کا معاملہ ہے جس کو انھوں نے اختیار کیا ہے اور جس کی طرف وہ گئے ہیں...... اور حدیث میں نبی ﷺ کے ارشاد: ''پس پہچانوائیں گے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی ذات'' اس ارشاد کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے سامنے (متعارف صورت میں) تجلی فرمائیں گے۔

[۱۹-] بابُ ماجاءَ فِي خُلُوْدِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ

[۲۵۵۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ مُحمدٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بن عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ

أَبِیْ هریرةَ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: ” يَجْمَعُ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِیْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ يَطْلُعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، فَيَقُوْلُ: أَلَا يَتْبَعُ كُلُّ إِنْسَانٍ مَاكَانُوْا يَعْبُدُوْنَ؟ فَيُمَثَّلُ لِصَاحِبِ الصَّلِيْبِ صَلِيْبُهُ، وَلِصَاحِبِ التَّصَاوِيْرِ تَصَاوِيْرُهُ، وَلِصَاحِبِ النَّارِ نَارُهُ، فَيَتْبَعُوْنَ مَاكَانُوا يَعْبُدُوْنَ، وَيَبْقَى الْمُسْلِمُوْنَ، فَيَطْلُعُ عَلَيْهِمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ، فَيَقُوْلُ: أَلَا تَتْبَعُوْنَ النَّاسَ؟ فَيَقُوْلُوْنَ: نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ! نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ! اللّٰهُ رَبُّنَا، وَهٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى نَرَى رَبَّنَا، وَهُوَ يَأْمُرُهُمْ وَيُثَبِّتُهُمْ.

قَالُوْا: وَهَلْ نَرَاهُ يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:” وَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ؟“ قَالُوْا: لَا، يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ:” فَإِنَّكُمْ لَاتُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْيَتِهِ تِلْكَ السَّاعَةَ.

ثُمَّ يَتَوَارَى ثُمَّ يَطْلُعُ فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّبِعُوْنِیْ، فَيَقُوْمُ الْمُسْلِمُوْنَ، وَيُوْضَعُ الصِّرَاطُ، فَيَمُرُّ عَلَيْهِ مِثْلَ جِيَادِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ، وَقَوْلُهُمْ عَلَيْهِ سَلِّمْ! سَلِّمْ!

وَيَبْقَى أَهْلُ النَّارِ، فَيُطْرَحُ مِنْهُمْ فِيْهَا فَوْجٌ، فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ، فَتَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ؟ ثُمَّ يُطْرَحُ فِيْهَا فَوْجٌ فَيُقَالُ: هَلِ امْتَلَأْتِ، فَتَقُوْلُ: هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ؟ حَتَّى إِذَا أُوْعِبُوْا فِيْهَا وَضَعَ الرَّحْمٰنُ قَدَمَهُ فِيْهَا، وَأُزْوِىَ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ، ثُمَّ قَالَ: قَطْ؟ قَالَتْ: قَطْ قَطْ!

فَإِذَا أَدْخَلَ اللّٰهُ تَعَالَى أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، وَأَهْلَ النَّارِ النَّارَ، أُتِیَ بِالْمَوْتِ مُلَبَّبًا، فَيُوْقَفُ عَلَى السُّوْرِ الَّذِیْ بَيْنَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَهْلِ النَّارِ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! فَيَطْلُعُوْنَ خَائِفِيْنَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ النَّارِ! فَيَطْلُعُوْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ، يَرْجُوْنَ الشَّفَاعَةَ، فَيُقَالُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ وَلِأَهْلِ النَّارِ: هَلْ تَعْرِفُوْنَ هٰذَا؟ فَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ: قَدْ عَرَفْنَاهُ، هُوَ الْمَوْتُ الَّذِیْ وُكِّلَ بِنَا، فَيُضْجَعُ، فَيُذْبَحُ ذَبْحًا عَلَى السُّوْرِ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! خُلُوْدٌ لَامَوْتَ! وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ لَامَوْتَ!“ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۵۵٤-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيْعٍ، نَا أَبِیْ، عَنْ فُضَيْلِ بنِ مَرْزُوْقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ، يَرْفَعُهُ، قَالَ:” إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ: أُتِیَ بِالْمَوْتِ كَالْكَبْشِ الْأَمْلَحِ، فَيُوْقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيُذْبَحُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ، فَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ فَرَحًا لَمَاتَ أَهْلُ الْجَنَّةِ، وَلَوْ أَنَّ أَحَدًا مَاتَ حُزْنًا لَمَاتَ أَهْلُ النَّارِ “ هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم رِوَايَاتٌ كَثِيْرَةٌ مِثْلُ هٰذَا: مَا يُذْكَرُ فِيْهِ أَمْرُ الرُّؤْيَةِ: أَنَّ النَّاسَ يَرَوْنَ رَبَّهُمْ، وَذِكْرُ الْقَدَمِ، وَمَا أَشْبَهَ هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ، وَالْمَذْهَبُ فِیْ هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنَ الْأَئِمَّةِ مِثْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِیِّ، وَمَالِكِ بنِ أَنَسٍ، وَسُفْيَانَ بنِ عُيَيْنَةَ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَوَكِيْعٍ، وَغَيْرِهِمْ: أَنَّهُمْ رَوَوْا هٰذِهِ الْأَشْيَاءَ، وَقَالُوْا: تُرْوَى هٰذِهِ الْأَحَادِيْثُ، وَنُؤْمِنُ بِهَا، وَلَا يُقَالُ كَيْفَ؟ وَهٰذَا الَّذِیْ

اخْتَارَهُ أَهْلُ الحَدِيْثِ: أَنْ يَرْوُوْا هٰذِهِ الأَشْيَاءَ كَمَا جَاءَ تْ، وَيُؤْمَنُ بِهَا، وَلَا تُفَسَّرُ، وَلَا يُتَوَهَّمُ، وَلَا يُقَالُ كَيْفَ؟ وَهٰذَا أَمْرُ أَهْلِ الْعِلْمِ الَّذِيْ اخْتَارُوْهُ، وَذَهَبُوْا إِلَيْهِ، وَمَعْنَى قَوْلِهِ فِي الحَدِيْثِ: فَيُعَرِّفُهُمْ نَفْسَهُ يَعْنِيْ يَتَجَلَّى لَهُمْ.

بابُ ماجاء: حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

جنت: ناگواریوں کے ساتھ،اور جہنم: خواہشات کے ساتھ گھیری گئی ہے

حَفَّ الشيئَ (ن) حَفًّا: گھیرنا، احاطہ کرنا...... المكاره: الْمَكْرَهُ کی جمع: ناپسندیدہ بات، گراں بار چیز۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: حُفَّتِ الجنةُ بالمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النارُ بالشهوات: جنت ناگواریوں کے ساتھ گھیری گئی ہے، اور دوزخ خواہشات کے ساتھ گھیری گئی ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت وجہنم کو پیدا کیا تو جبرئیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا، اور فرمایا: جنت کو دیکھو، اوران چیزوں کو دیکھو جو میں نے اس میں جنتیوں کے لئے تیار کی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: پس جبرئیلؑ جنت میں گئے، اوراس کو دیکھا، اوران چیزوں کو دیکھا جو اللہ نے اس میں جنتیوں کے لئے تیار کی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: پھر جبرئیل علیہ السلام اللہ کی طرف لوٹے، اور کہا: آپ کی عزت کی قسم! جو بھی جنت کا حال سنے گا وہ اس میں ضرور جائے گا! پس اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں حکم دیا اور وہ ناگواریوں (دشوار کاموں) کے ساتھ گھیری گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: جنت کی طرف دوبارہ جاؤ اوراس کو دیکھو اوران چیزوں کو دیکھو جو میں نے جنت میں جنتیوں کے لئے تیار کی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: جبرئیل اس کی طرف دوبارہ گئے، پس اچانک دیکھا کہ وہ ناگواریوں کے ساتھ گھیری گئی ہے، پس وہ اللہ کی طرف لوٹے اور کہا: آپ کی عزت کی قسم! بخدا! اب تو مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جہنم کی طرف جاؤ اوراس کو دیکھو، اوران چیزوں کو دیکھو جو میں نے اس میں جہنمیوں کے لئے تیار کی ہیں، پس اچانک جبرئیلؑ نے دیکھا کہ جہنم کا بعض بعض پر چڑھ رہا ہے، یعنی شعلے خوب بھڑک رہے ہیں، پس جبرئیلؑ اللہ کی طرف لوٹے اور کہا: آپ کی عزت کی قسم! جو بھی جہنم کا حال سنے گا وہ اس میں ہرگز نہیں جائے گا، پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور وہ خواہشات کے ساتھ گھیری گئی، پھر جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: اس کی طرف دوبارہ جاؤ، جبرئیلؑ اس کی طرف دوبارہ گئے اور (لوٹ کر) کہا: آپ کی عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اب اس سے کوئی بچ نہیں سکے گا، ہر شخص اس میں پہنچ جائے گا۔

تشریح: جنت میں لے جانے والے اعمال عام طور پر نفس پر گراں ہوتے ہیں، مگران کا انجام اور منتہی جنت

ہے، جس میں دائمی عیش اور راحت کا سامان موجود ہے، پس جو جنت کا خواہش مند ہے: وہ اطاعت والی، مجاہدہ کی زندگی گذارے تاکہ جنت میں اپنا مقام حاصل کرے...... اور جہنم میں لے جانے والے گناہ عام طور پر نفس کا تقاضہ ہوتے ہیں، اور نفسانی خواہشات بڑی لذیذ اور مرغوب ہوتی ہے، مگر ان کا انجام اور منتہی دوزخ کا دردناک عذاب ہے، جس کی ایک لپٹ زندگی بھر کے مزوں کو ختم کردے گی، پس جو شخص جہنم سے بچنا چاہتا ہے وہ نفس کی خواہشوں سے مغلوب ہوکر معاصی کا ارتکاب نہ کرے، بلکہ نفس سے ٹکر لے اور ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے تاکہ جہنم سے بچ جائے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ، وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾: پس جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو وہ پورا کامیاب ہوگیا (آل عمران ۱۸۵)

[۲۰-] بابُ ماجاء: حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ

[۲۵۵۵-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عَمْرُو بنُ عَاصِمٍ، نَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، وَثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۵۵٦-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، نَا أَبُوْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ، أَرْسَلَ جَبْرَئِيْلَ إِلَى الْجَنَّةِ، فَقَالَ: انْظُرْ إِلَيْهَا، وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، قَالَ: فَجَاءَهَا، فَنَظَرَ إِلَيْهَا، وَإِلَى مَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَيْهِ، قَالَ: فَوَعِزَّتِكَ! لَايَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَحُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَانْظُرْ إِلَيْهَا، وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَيْهَا، فَإِذَا هِيَ قَدْ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ! لَقَدْ خِفْتُ أَنْ لَّايَدْخُلَهَا أَحَدٌ.

قَالَ: اذْهَبْ إِلَى النَّارِ، فَانْظُرْ إِلَيْهَا، وَإِلَى مَا أَعْدَدْتُ لِأَهْلِهَا فِيْهَا، فَإِذَا هِيَ يَرْكَبُ بَعْضُهَا بَعْضًا، فَرَجَعَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ! لَايَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا، فَأَمَرَ بِهَا، فَحُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ، فَقَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهَا، فَرَجَعَ إِلَيْهَا، فَقَالَ: وَعِزَّتِكَ! لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ لَايَبْقَى أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

ملحوظہ: ہندی اور مصری نسخوں میں حدیث کا آخری جملہ: لايَنْجُو منها أحد تھا جو صحیح نہیں، تصحیح مشکوۃ (حدیث ۵٦۹٦) سے کی ہے۔

بابُ ماجاء فی احْتِجَاجِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

جنت وجہنم میں مباحثہ

عربی میں احتجاج ایسی گفتگو کو کہتے ہیں جس سے اپنی مونچھ اونچی ہو اور دوسرے کی ہیٹی ہو، جنت اور جہنم میں ایسی ہی ایک گفتگو ہوئی، جنت نے کہا: میرے اندر ایسے لوگ آئیں گے جو کمزور اور غریب ہونگے، یعنی اچھے لوگ آئیں گے اگر چہ وہ بظاہر خستہ حال ہونگے پس جہنم نے جواب دیا: میرے اندر سرکش اور متکبر لوگ آئیں گے اگر چہ وہ دل کے خراب ہونگے، یعنی ایک کا ظاہر خراب اور باطن اچھا ہوگا، جنت میں جانے والے دل کے آراستہ اور جسم کے بدحال ہونگے، اور جہنم میں جانے والے دل کے خستہ مگر بظاہر پُر شوکت ہونگے، پس اللہ تعالیٰ نے دونوں میں فیصلہ فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو ایک جزوی فضیلت حاصل ہے، اور دونوں ہی سے مقصد خداوندی کی تکمیل ہوتی ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جنت اور جہنم میں جھگڑا ہوا، پس جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور غریب لوگ آئیں گے، اور دوزخ نے کہا: میرے اندر سرکش اور متکبر لوگ آئیں گے، یعنی ہر ایک نے دوسرے پر اپنی فوقیت جتلائی پس اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے، میں تیرے ذریعہ بدلہ لیتا ہوں جس سے چاہتا ہوں، اور جنت سے فرمایا: تو میری مہربانی ہے، میں تیرے ذریعہ مہربانی کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔

تشریح: اور ہمارے لئے اس گفتگو میں سبق یہ ہے کہ سرکشی اور گھمنڈ سے بچنا چاہئے، اور ظاہر کو سنوارنے کے بجائے باطن کی اصلاح کرنی چاہئے، تاکہ جہنم سے بچ جائیں، اور کمزوروں اور غریبوں کو اپنی حالت زار پر نالاں نہیں ہونا چاہئے، یہ حالت تو جنت میں لے جانے والی ہے۔

[۲۱-] بابُ ماجاء فی احْتِجَاجِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ

[۲۵۵۷-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا عَبْدَةُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِى سَلَمَةَ، عَنْ أَبِى هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " احْتَجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ، فَقَالَتِ الْجَنَّةُ: يَدْخُلُنِى الضُّعَفَاءُ وَالْمَسَاكِيْنُ، وَقَالَتِ النَّارُ: يَدْخُلُنِى الْجَبَّارُوْنَ وَالْمُتَكَبِّرُوْنَ. فَقَالَ لِلنَّارِ: أَنْتِ عَذَابِى، أَنْتَقِمُ بِكِ مِمَّنْ شِئْتُ، وَقَالَ لِلْجَنَّةِ: أَنْتِ رَحْمَتِى، أَرْحَمُ بِكِ مَنْ شِئْتُ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء: مَا لِأَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْكَرَامَةِ؟

معمولی درجہ کے جنتی کی کتنی تکریم ہوگی؟

حدیث (۱): نبی ﷺ سے تین باتیں مروی ہیں:

۱-جنتیوں میں مرتبہ کے اعتبار سے معمولی وہ ہوگا جس کے لئے اسّی ہزار خادم (نوکر) اور بہتر بیویاں ہونگی، اور اس کے لئے موتی، زبرجد اور یاقوت کا (اتنا بڑا) قبہ کھڑا کیا جائے گا جتنا جابیہ اور صنعاء کے درمیان کا فاصلہ ہے (جابیہ ملک شام میں ہے اور صنعاء یمن میں ہے اور دونوں کے درمیان ایک ماہ کی مسافت ہے)

۲-جنتیوں میں سے جو بھی مرتا ہے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، وہ جنت میں تیس سالہ عمر کی طرف لوٹایا جائے گا، وہ اس سے کبھی نہیں بڑھے گا، یعنی وہ ہمیشہ اسی عمر میں رہے گا، اور یہی حال دوزخیوں کا ہے۔

۳-جنتیوں کو تاج پہنائے جائیں گے، جن کا معمولی موتی مشرق ومغرب کے درمیان کو روشن کردے گا۔

تشریح: یہ تینوں حدیثیں رشدین بن سعد کی وجہ سے ضعیف ہیں، اور مسلم شریف میں ہے کہ صِغَارُهم دَعَامِيْصُ الجنة: جنتیوں کے بچے جنت کے کیڑے ہونگے، یعنی بے روک ٹوک بہشت میں آتے جاتے رہیں گے، اور اس حدیث میں ہے کہ چھوٹے بچے بھی تیس سال کی عمر کی طرف لوٹائے جائیں گے، اس تعارض کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ تیس سال کی عمر کی طرف لوٹائے جانے سے پہلے کا حال ہے۔ اور تیسرا جواب: یہ ہے کہ یہ بچے جنت کی مخلوق ہیں اور صغارهم میں اضافت ادنی ملابست کی وجہ سے ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مؤمن جب جنت میں اولاد چاہے گا تو حمل، وضع حمل اور عمر رسیدگی ایک ہی لمحہ میں اسی طرح ہوجائے گی جس طرح وہ چاہے گا۔

تشریح: اہل علم میں اس مسئلہ میں اختلاف ہے: بعض کی رائے یہ ہے کہ جنت میں صحبت تو ہوگی مگر اولاد نہیں ہوگی، طاؤس، مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے ایسا ہی منقول ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: حضرت اسحاق بن راہویہؒ نے حدیث: "جب مؤمن جنت میں اولاد چاہے گا تو وہ اولاد ایک لمحہ میں ہوجائے گی، جیسی مؤمن چاہے گا": اس حدیث کی شرح میں حضرت اسحاق رحمہ اللہ نے فرمایا: مگر مؤمن اولاد نہیں چاہے گا، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ابورزین عُقیلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتیوں کے لئے جنت میں اولاد نہیں ہوگی (حضرت ابورزین عقیلی کی حدیث مسند احمد میں ہے کہ نیک بیویاں نیک مردوں کے لئے ہونگی، اور وہ بھی مردوں کی طرح لذت صحبت محسوس کریں گی غیرَ أن لاَّ تَوَالُدَ: مگر جنت میں توالد وتناسل نہیں ہوگا)

[۲۲-] بابُ ماجاء: مَا لِأَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْكَرَامَةِ؟

[۲۵۵۸-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، نَا رِشْدِيْنُ بنُ سَعْدٍ، ثَنِىْ عَمْرُو بنُ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِى الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَدْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً: الَّذِىْ لَهُ ثَمَانُوْنَ أَلْفَ خَادِمٍ، وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ زَوْجَةً، وَتُنْصَبُ لَهُ قُبَّةٌ مِنْ

لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ وَيَاقُوْتٍ، كَمَا بَيْنَ الْجَابِيَةِ إِلَى صَنْعَاءَ"

وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" مَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ صَغِيْرٍ أَوْ كَبِيْرٍ، يُرَدُّوْنَ بَنِى ثَلاَثِيْنَ فِي الْجَنَّةِ، لاَ يَزِيْدُوْنَ عَلَيْهَا أَبَدًا، وَكَذٰلِكَ أَهْلُ النَّارِ"

وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ عَلَيْهِمُ التِّيْجَانُ؛ إِنَّ أَدْنَى لُؤْلُؤَةٍ مِنهَا لَتُضِيْءُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ لانَعرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بنِ سَعْدٍ.

[٢٥٥٩-] حدثنا أَبُوْ بَكْرٍ مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نا مُعَاذُ بنُ هِشَامٍ، ثَنِىْ أَبِىْ، عَنْ عَامِرٍ الأَحْوَلِ، عَنْ أَبِىْ الصِّدِّيْقِ النَّاجِيِّ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْمُؤْمِنُ إِذَا اشْتَهَى الْوَلَدَ فِي الْجَنَّةِ: كَانَ حَمْلُهُ وَوَضْعُهُ وَسِنُّهُ فِىْ سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِىْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

وَقَدِ اخْتَلَفَ أَهْلُ الْعِلْمِ فِىْ هٰذَا: فَقَالَ بَعْضُهُمْ: فِي الْجَنَّةِ جِمَاعٌ، وَلاَيَكُوْنُ وَلَدٌ، هٰكَذَا يُرْوَى عَنْ طَاوُسٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَإِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ، وَقَالَ مُحمدٌ: قَالَ إِسْحَاقُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ فِىْ حَدِيْثِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم:" إِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ الْوَلَدَ فِىْ الْجَنَّةِ: كَانَ فِىْ سَاعَةٍ كَمَا يَشْتَهِى" وَلٰكِنْ لاَيَشْتَهِىْ، قَالَ مُحمدٌ: وَقَدْ رُوِىَ عَنْ أَبِىْ رَزِيْنٍ الْعُقَيْلِيِّ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لاَيَكُوْنُ لَهُمْ فِيْهَا وَلَدٌ.

وَأَبُوْالصِّدِّيْقِ النَّاجِيُّ: اسْمُهُ بَكْرُ بنُ عَمْرٍو، وَيُقَالُ بَكْرُ بنُ قَيْسٍ.

بابُ ماجاء فى كَلَامِ الحُوْرِ العِيْنِ

جنت میں گوری بڑی آنکھوں والی عورتوں کا گانا

الحُوْر: الحَوْرَاءُ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: گوری عورت۔ اور العِیْن: العَیْنَاءُ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: بڑی آنکھوں والی، اور الحور العین جنت کی عورتوں کا لقب ہے، اور اردو میں صرف ''حور'' کہتے ہیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں گوری رنگت والیوں اور بڑی آنکھوں والیوں (حوروں) کے لئے اجتماع گاہ ہوگی، جس میں وہ بلند آواز سے گائیں گی (اور) اس جیسی آواز مخلوقات نے کبھی نہیں سنی ہوگی:

ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں، ہم ہلاک نہیں ہونگی ❁ ہم نرم ونازک ہیں، ہم بدحال نہیں ہونگی
ہم خوش ہونے والیاں ہیں، ہم ناراض نہیں ہونگی ❁ خوش گوار ہے جو ہمارے لئے ہے اور ہم جس کیلئے ہیں

لغات: المُجْتَمَع: اجتماع گاہ، جلسہ گاہ...... بَادَ يَبِيْدُ بَيْدًا: ہلاک ہوجانا، ختم ہوجانا...... النَّاعِمة: النَّاعِم کا مؤنث: نرم ونازک، تروتازہ ...... بَئِسَ يَبْأَسُ (س) بَأْسًا وَبُؤْسًا: بدحال ہونا، غریب ومحتاج ہونا ...... الطُّوْبٰى: خوشگوار حالت۔

[۲۳-] بابُ ماجاء فی كَلَامِ الحُوْرِ العِيْنِ

[۲۵۶۰-] حدثنا هَنَّادٌ، وَأَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، قَالاَ: نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بنِ سَعْدٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِلْحُوْرِ الْعِيْنِ، يَرْفَعْنَ بِأَصْوَاتٍ لَمْ يَسْمَعِ الْخَلاَئِقُ مِثْلَهَا، يَقُلْنَ: نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلاَ نَبِيْدُ، وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلاَ نَبْأَسُ، وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلاَ نَسْخَطُ، طُوْبَى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهُ"

وفى الباب: عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ، وَأَبِى سَعِيْدٍ، وَأَنَسٍ، حَدِيْثُ عَلِيٍّ حديثٌ غريبٌ.

بابُ ماجاء فى صِفَةِ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ

جنت کی نہروں کا حال

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں پانی کا سمندر ہے، شہد کا سمندر ہے، دودھ کا سمندر ہے اور شراب کا سمندر ہے، پھر وہاں سے نہریں پھوٹتی ہیں (اور جنت میں پہنچتی ہیں)

تشریح: ان نہروں کا ذکر سورۂ محمد (آیت ۱۵) میں ہے: ﴿فِيْهَا أَنْهٰرٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ، وَأَنْهٰرٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ، وَأَنْهٰرٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشّٰرِبِيْنَ، وَأَنْهٰرٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى﴾: جنت میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا (نہ بو میں، نہ رنگ میں نہ مزہ میں) اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں، جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہیں ہوگا، اور بہت سے نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی، اور بہت سی نہریں صاف شفاف شہد کی ہیں، اور اس حدیث میں ان نہروں کے سرچشمہ کا بیان ہے کہ یہ نہریں جنت کے چار سمندروں سے پوری جنت میں پھیلیں گی۔

[۲۴-] بابُ ماجاء فى صِفَةِ أَنْهَارِ الْجَنَّةِ

[۲۵۶۱-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نا يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، نا الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ حَكِيْمِ بنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَاءِ، وَبَحْرَ الْعَسَلِ، وَبَحْرَ اللَّبَنِ،

وَبَحْرَ الْخَمْرِ، ثُمَّ تُشَقَّقُ الْأَنْهَارُ بَعْدُ"
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَحَكِيْمُ بنُ مُعَاوِيَةَ: هُوَ وَالِدُ بَهْزٍ.

متفرق احادیث

اب متفرق احادیث ذکر کرتے ہیں، جن پر کوئی باب قائم نہیں کیا۔

۱- جنت کے لئے دعا کرنا اور جہنم سے پناہ چاہنا

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کے لئے دعا کرتا ہے (دعا کا یہی ادب ہے: جب بھی دعا کی جائے تین مرتبہ کی جائے) تو جنت کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جنت میں داخل فرما (اس میں تکلم سے غیبت کی طرف التفات ہے) اور جو شخص تین مرتبہ جہنم سے پناہ چاہتا ہے تو جہنم کہتی ہے: اے اللہ! اس کو جہنم سے پناہ دے!

تشریح: یہ حدیث ابواسحاق کے شاگرد ابوالاحوص کی ہے، اور یونس ان کے متابع ہیں، وہ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، اور ابواسحاق کے کچھ دوسرے شاگرد حدیث کو مرفوع نہیں کرتے، بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں (یہ حدیث نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں بھی مرفوع ہے) اور حدیث کا مقصد واضح ہے کہ ہر شخص کو بار بار جنت طلب کرنی چاہئے اور جہنم سے پناہ مانگنی چاہئے۔

[۲۵۶۲-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ بُرَيْدِ بنِ أَبِيْ مَرْيَمَ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَتِ الْجَنَّةُ: اللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ، وَمَنِ اسْتَجَارَ مِنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَتِ النَّارُ: اللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنَ النَّارِ"
هٰكَذَا رَوَى يُوْنُسُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ هٰذَا الْحَدِيْثَ، عَنْ بُرَيْدِ بنِ أَبِيْ مَرْيَمَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنْ بُرَيْدِ بنِ أَبِيْ مَرْيَمَ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَوْلُهُ.

۲- مشک کے ٹیلوں پر بیٹھنے والے تین آدمی

حدیث: تین قسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہونگے۔ اور راوی کا خیال ہے کہ نبی ﷺ نے یومَ القیامة بھی فرمایا، یعنی قیامت کے دن یہ حضرات مشک کے ٹیلوں پر ہونگے اور ان پر اگلے اور پچھلے رشک کریں گے (رشک کرنے کا مطلب ابواب الزہد باب ۴۴ ماجاء فی الحُبِّ فی اللّٰہ میں بیان کیا گیا ہے) (۱) وہ شخص جو پانچوں نمازوں کی

اذان دیتا ہے، ہر رات دن میں یعنی کیف ما اتفق پانچ اذانیں دینے کی یہ فضیلت نہیں، بلکہ روزانہ سب اذانیں دینے کی یہ فضیلت ہے (۲) اور وہ شخص جو ایسے لوگوں کی امامت کرتا ہے جو اس سے راضی ہیں (۳) اور وہ غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے آقاؤں کا حق بھی ادا کرتا ہے۔

تشریح: یہ حدیث أبواب البر والصلة باب ۵۳ (تحفہ ۵: ۳۲۳) میں گذر چکی ہے، اور اس کا راوی ابوالیقظان نہایت ضعیف راوی ہے، مگر امام ترمذیؒ اس سے خوش ہیں، اس لئے حدیث کی تحسین کی ہے۔

[۲۵۶۳-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ، عَنْ زَاذَانَ، عَنْ ابنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "ثَلاثَةٌ عَلَى كُثْبَانِ الْمِسْكِ – أُرَاهُ قَالَ: يَوْمَ الْقِيَامَةِ – يَغْبِطُهُمُ الْأَوَّلُوْنَ وَالآخَرُوْنَ: رَجُلٌ يُنَادِيْ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، وَرَجُلٌ يَؤُمُّ قَوْمًا وَهُمْ بِهِ رَاضُوْنَ، وَعَبْدٌ أَدَّى حَقَّ اللهِ وَحَقَّ مَوَالِيْهِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ إِلَّا عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَأَبُوْ الْيَقْظَانِ: اسْمُهُ عُثْمَانُ بنُ عُمَيْرٍ، وَيُقَالُ: ابنُ قَيْسٍ.

۳- وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں: (۱) وہ شخص جو رات میں اٹھتا ہے، پس وہ (نماز میں) اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتا ہے (۲) اور وہ شخص جو اپنے دائیں ہاتھ سے کوئی خیرات کرتا ہے جس کو وہ چھپاتا ہے، راوی کا خیال ہے کہ اس حدیث میں مِن شمالِه بھی ہے، یعنی اپنے بائیں ہاتھ سے چھپاتا ہے (۳) اور وہ شخص جو کسی چھوٹے لشکر میں ہوتا ہے، پس اس کے ساتھی ہار جاتے ہیں، پس وہ دشمن کا سامنا کرتا ہے، یعنی وہ بھاگنے کے بجائے دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔

سند کا حال: اس حدیث کی یہی ایک سند ہے اور وہ صحیح نہیں، صحیح سند امام شعبہ رحمہ اللہ وغیرہ کی ہے جو آخر میں (حدیث ۲۵۶۷) آرہی ہے، اور یہ سند غیر محفوظ اس لئے ہے کہ ابوبکر بن عیاش بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا اور امام شعبہ اعلیٰ درجہ کے راوی ہیں، اور ان کے متابع بھی ہیں، اور ابوبکر کا کوئی متابع نہیں۔

[۲۵۶۴-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا يَحْيىَ بنُ آدَمَ، عَنْ أَبِيْ بَكْرِ بنِ عَيَّاشٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، يَرْفَعُهُ، قَالَ: "ثَلاثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللهِ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهِ يُخْفِيْهَا – قَالَ: أُرَاهُ مِنْ شِمَالِهِ – وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ،

فَانْهَزَمَ أَصْحَابُهُ، فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ،وَالصَّحِيْحُ مَارَوَى شُعْبَةُ وَغَيْرُهُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بنِ حِرَاشٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ ظَبْيَانَ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَأَبُوْ بَكْرِ بنُ عَيَّاشٍ كَثِيْرُ الْغَلَطِ.

۴- جب دریائے فرات میں خزانہ ظاہر ہوتو اس کوکوئی نہ لے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: عنقریب دریائے فرات (عراق کا ایک دریا) سونے کے خزانے سے ہٹ جائے گا، پس جو شخص اس موقع پر موجود ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے، اور اس حدیث کے دوسرے طریق میں یہ ہے کہ دریائے فرات سونے کے پہاڑ سے ہٹ جائے گا، یعنی بہت بڑا خزانہ ظاہر ہوگا، اور مسلم شریف میں ہے کہ اس خزانہ کو حاصل کرنے کے لئے بڑی جنگ ہوگی، اور سو میں سے ننانوے مارے جائیں گے، ہر شخص چاہے گا کہ وہ خزانہ اس کے ہاتھ آئے، اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس خزانہ میں سے کوئی نہ لے'' اس کو حاصل کرنے کے لئے کوئی اپنی جان نہ گنوائے، اور یہ حدیث أبو اب صفة الجنة میں اس لئے لائی گئی ہے کہ اس خزانہ میں سے کچھ نہ لینا جنت میں جانے کا سبب ہے، ورنہ اس حدیث کا اصل محل أبو اب الفتن ہیں۔

[۲۵۶۵-] حدثنا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ، نَا عُقْبَةُ بنُ خَالِدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ، عَنْ خُبَيْبِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ جَدِّهِ حَفْصِ بنِ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يُوْشِكُ الفُرَاتُ يَحْسِرُ عَنْ كَنْزٍ مِنَ الذَّهَبِ، فَمَنْ حَضَرَهُ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا" هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

[۲۵۶۶-] حدثنا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ، نَا عُقْبَةُ بنُ خَالِدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ:" يَحْسِرُ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

۵- وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، اور وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ سخت نفرت کرتے ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں، اور تین شخصوں سے اللہ تعالیٰ شدید نفرت کرتے ہیں، پس رہے وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں: (۱) وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس آیا، پس ان سے اللہ کے لئے مانگا، اس نے ان لوگوں سے باہمی کسی رشتہ داری کی وجہ سے نہیں مانگا (بلکہ صرف اللہ کے لئے مانگا) پس ان لوگوں نے اس کو نہ دیا، پس ان میں سے ایک معین شخص پیچھے رہ گیا، اور اس نے اس کو چپکے سے دیدیا، اس کے عطیہ کو اللہ کے سواء اور اس شخص کے سواء جس کو اس نے دیا ہے کوئی نہیں جانتا (۲) اور وہ لوگ جو رات بھر سفر

کرتے رہے یہاں تک کہ جب نیندان کے نزدیک زیادہ محبوب ہوگئی، ہراس چیز سے جو نیند کے ساتھ ہم وزن کی جاتی ہے، یعنی میٹھی نیند ہر چیز سے زیادہ شیریں ہوگئی تو انھوں نے اپنے سر رکھے (اور سوگئے) پس ایک آدمی (نماز میں) کھڑا ہوا وہ میری چاپلوسی (خوشامد) کرتا ہے، اور میری آیتیں تلاوت کرتا ہے (۳) اور وہ شخص جو کسی چھوٹے لشکر میں تھا، پس وہ لشکر دشمن سے بھڑا اور ہار گیا، پس وہ آدمی اپنے سینہ کے ساتھ (دشمن کی طرف) متوجہ ہوا یہاں تک کہ مارا گیا، یا فتح مند ہوا۔

اور وہ تین شخص جن سے اللہ تعالیٰ شدید نفرت کرتے ہیں: (۱) بوڑھا زناکار (۲) گھمنڈی غریب (۳) اور ظلم شعار مالدار ہیں (یہ گناہ ہر شخص سے برے ہیں مگر ان تین شخصوں سے بہت ہی برے ہیں، بوڑھا ہوگیا مگر بدکاری سے باز نہیں آتا، فقیر ہے، ناک مٹی سے رگڑ کھا رہی ہے مگر سرین آسمان پر چڑھی ہوئی ہے، اور اللہ نے مالدار بنایا ہے جس کا تقاضہ حسن سلوک ہے، مگر وہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے، تو ان سے زیادہ برے گناہ کیا ہوسکتے ہیں؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں سے سخت نفرت ہے)

سند کا بیان: یہ روایت منصور کے شاگرد شعبہؒ کی ہے اور پہلے جو حدیث (نمبر۲۵۶۴) گذری ہے وہ منصور کے شاگرد اعمش کی تھی جس کو ان سے ابوبکر بن عیاش روایت کرتے تھے، وہ سند صحیح نہیں تھی، یہ روایت صحیح ہے، کیونکہ شیبان امام شعبہ کے متابع ہیں۔

[۲۵۶۷-] حدثنا محمدُ بنُ بَشَّارٍ، وَمُحمدُ بنُ الْمُثَنَّى، قَالاَ: ثَنا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرِ بنِ الْمُعْتَمِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ، يُحَدِّثُ عَنْ زَيْدِ بنِ ظَبْيَانَ، رَفَعَهُ إِلَى أَبِيْ ذَرٍّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " ثَلاَثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ، وَثَلاَثَةٌ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ: فَأَمَّا الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ:

فَرَجُلٌ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمْ بِاللّٰهِ، وَلَمْ يَسْأَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُمْ، فَمَنَعُوْهُ، فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ، فَأَعْطَاهُ سِرًّا، لاَيَعْلَمُ بِعَطِيَّتِهِ إِلاَّ اللّٰهُ، وَالَّذِيْ أَعْطَاهُ.

وَقَوْمٌ سَارُوْا لَيْلَتَهُمْ، حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ، فَوَضَعُوْا رُؤُوْسَهُمْ، فَقَامَ رَجُلٌ يَتَمَلَّقُنِيْ، وَيَتْلُوْ آيَاتِي.

وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْعَدُوَّ، فَهُزِمُوْا، فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى يُقْتَلَ أَوْ يُفْتَحَ لَهُ.

وَالثَّلاَثَةُ الَّذِيْنَ يُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ: الشَّيْخُ الزَّانِيْ، وَالْفَقِيْرُ الْمُخْتَالُ، وَالْغَنِيُّ الظَّلُوْمُ"

حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نَا النَّضْرُ بنُ شُمَيْلٍ، عَنْ شُعْبَةَ نَحْوَهُ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَهٰكَذَا رَوَى شَيْبَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ نَحْوَ هٰذَا، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ بَكْرِ بنِ عَيَّاشٍ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

دوزخ کے احوال

أبواب صفة الجنة کے شروع میں جوتمہیدی باتیں بیان کی گئی ہیں وہ سب باتیں یہاں بھی ملحوظ رہنی چاہئیں، وہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت کی لذتوں اور راحتوں کو اس دنیا کی لذتوں اور راحتوں سے کوئی نسبت نہیں، وہاں کی نعمتیں ابدی ہیں، اور یہاں کی لذتیں اور راحتیں فانی ہیں، اسی طرح دوزخ کی کلفتیں اس دنیا کے دکھوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتیں، وہ کلفتیں ابدی ہیں، اور اس دنیا کی تکلیفیں ختم ہونے والی ہیں، اس لئے قرآن وحدیث کے الفاظ سے جس طرح جنت کے عیش وراحت کا جو نقشہ ہمارے ذہنوں میں قائم ہوتا ہے، وہ اصل حقیقت سے بہت ناقص اور کمتر ہوتا ہے، اسی طرح دوزخ کے عذاب کا جو تصور اور نقشہ ہمارے ذہنوں میں ابھرتا ہے وہ بھی ناقص ہوتا ہے، اور اس کی وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی گئی ہے کہ ہماری زبان کے تمام الفاظ ہماری اس دنیا کی چیزوں کے لئے وضع کئے گئے ہیں، پس جب ہم لفظ سیب یا انگور سنتے ہیں تو دنیا کے سیب اور انگور ہمارے ذہن میں آتے ہیں، اسی طرح جب ہم سانپ بچھو کے الفاظ سنتے ہیں تو اس دنیا کے سانپ بچھو ہمارے ذہن میں آتے ہیں، ہم ان لفظوں سے جنت کے سیب اور انگور کا اور جہنم کے سانپ اور بچھو کا پورا اندازہ نہیں کرسکتے، صرف دھندلا سا تصور ہی قائم ہوسکتا ہے۔

اور جنت ودوزخ کے بارے میں قرآن وحدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا مقصد وہاں کا جغرافیہ بیان کرنا نہیں ہے، نہ وہاں کے حالات کا صحیح نقشہ پیش کرنا ہے، بلکہ اس بیان کا مقصد جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف دلا کر اللہ کی رضا والی، اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچانے والی زندگی پر اللہ کے بندوں کو آمادہ کرنا ہے، اور اس مقصد کے لئے جنت ودوزخ سے متعلق قرآن وحدیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بالکل کافی وافی ہے۔

بابُ ماجاء فِي صِفَةِ النَّارِ

دوزخ کا حال

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: اس دن یعنی قیامت میں جہنم لائی جائے گی، اس کے لئے ستر ہزار لگامیں ہونگی، ہرلگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے، جواس کو گھسیٹ کر لائیں گے۔

تشریح: اس حدیث کو علاء کے شاگرد حفص بن غیاث نے مرفوع کیا ہے، مگر ثوریؒ مرفوع نہیں کرتے، وہ اس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں...... قیامت کے دن جنت وجہنم کو میدانِ محشر سے قریب لایا جائے گا، سورۂ ق (آیت ۳۱) میں ہے: ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ اور جنت متقیوں سے قریب لائی جائے گی، وہ کچھ دور نہ رہے گی، اور سورۃ الشعراء (آیت ۹۰و۹۱) میں ہے: ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ، وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ﴾ اور قیامت کے دن جنت پرہیزگاروں سے نزدیک کردی جائے گی (تاکہ وہ اس کو دیکھیں اور یہ جان کر کہ وہ اس میں جائیں گے خوش ہوں) اور دوزخ گمراہوں کے سامنے ظاہر کی جائے گی (تاکہ کفار اس کو دیکھ کر غم زدہ ہوں) اور اس حدیث میں جہنم کو میدانِ محشر سے قریب لانے کی صورت بیان کی گئی ہے کہ بے شمار فرشتے اس کو گھسیٹ کر لائیں گے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی، جس کے لئے دیکھنے والی دو آنکھیں ہونگی، سننے والے دو کان ہونگے، اور بولنے والی ایک زبان ہوگی، وہ گردن کہے گی: میں تین شخصوں پر مسلط کی گئی ہوں، ہر سرکش ضدی پر، اور ہر اس شخص پر جو اللہ کے ساتھ کسی کو پکارتا تھا اور تصویریں بنانے والوں پر''

تشریح: جہنم سے نکلنے والی یہ گردن ان تین شخصوں پر اس لئے مسلط کی جائے گی کہ وہ ان کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دے، یا اس لئے مسلط کی جائے گی کہ وہ ان تین شخصوں کو میدانِ قیامت میں رسوا کرے، اور الجبار کے معنی ہیں: سرکش، مغرور ومتکبر، یہی معنی العنید کے ہیں، عَنَدَ فلان (ض) عَنْدًا وَعُنُوْدًا: تکبر کرنا، حد سے زیادہ سرکش ونافرمان ہونا، اور تصویر سازوں کی سزا کا بیان أبواب اللباس (باب ۱۹، تحفہ ۵: ۸۱) میں گذر چکا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أبوابُ صِفَةِ جَهَنَّمَ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[۱-] بابُ مَاجاءَ فِيْ صِفَةِ النَّارِ

[۲۵٦۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَا عُمَرُ بنُ حَفْصِ بنِ غِيَاثٍ، نَا أَبِيْ، عَنِ الْعَلَاءِ بنِ

خَالِدِ الْكَاهِلِيِّ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ، لَهَا سَبْعُوْنَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ، يَجُرُّوْنَهَا“

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَالثَّوْرِيُّ لَايَرْفَعُهُ، حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بنُ عُمَرَ، وَأَبُوْ عَامِرٍ الْعَقْدِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْعَلَاءِ بنِ خَالِدٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ.

[۲۵۶۹-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مُعَاوِيَةَ الجُمَحِيُّ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:” يَخْرُجُ عُنُقٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَهُ عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ، وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ، وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُوْلُ: إِنِّيْ وُكِّلْتُ بِثَلَاثَةٍ: بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ“ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابُ ماجاء فی صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ

جہنم کی گہرائی کا بیان

حدیث (۱): حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت عتبۃ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے (جو جلیل القدر صحابی ہیں، مہاجری اور بدری ہیں، اور جنھوں نے بصرہ بسایا ہے) ہمارے اس منبر پر یعنی بصرہ کے منبر پر نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ پتھر کی بڑی چٹان اگر جہنم کے کنارے سے ڈالی جائے اور وہ جہنم میں ستر سال گرتی چلی جائے تو بھی اپنے ٹھکانہ پر نہیں پہنچے گی (پس جہنم کی گہرائی کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟)

حدیث (۲): حضرت عتبۃ بن غزوانؓ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: أکثِروا ذکرَ النار، فإنَّ حَرَّها شدیدٌ، وإِنَّ قَعْرَها بعیدٌ، وَإِنَّ مَقامِعَها حدیدٌ: دوزخ کو بکثرت یاد کرو، کیونکہ اس کی گرمی سخت ہے، اس کا پیندا (تلی) بہت دور ہے، اور اس کے گُرز لوہے کے ہیں“

لغات: الشَّفیر: کنارہ، گوشہ، شفیرُ جهنم: جہنم کا کنارہ...... هَوَی یَهْوِی هَوِیًّا: اوپر سے نیچے گرنا، قرآن مجید میں ہے: ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَی﴾ ستارے کی قسم: جب وہ گرے یعنی غروب ہو...... القَرَار: تلی، آخری تہ...... القَعْرُ: پیندا، تلی، گہرائی...... المقامِع: المِقْمَعَة کی جمع: گُرز، مڑے ہوئے کنارے والا لکڑی کا یا لوہے کا ڈنڈا، جس سے ہاتھی وغیرہ کو قابو میں کرنے کے لئے مارتے ہیں، قرآن کریم میں ہے: ﴿وَلَهُمْ مَقامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ﴾ اور دوزخیوں کو مارنے کے لئے لوہے کے گرز ہونگے (الحج آیت ۲۱)

سند کا بیان: یہ دونوں حدیثیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حضرت عتبۃ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، مگر حضرت حسنؒ کا حضرت عتبہؓ سے سماع نہیں، حضرت عتبہؓ دورِ فاروقی میں بصرہ میں آئے ہیں، بلکہ

انھوں نے ہی بصرہ بسایا ہے، اور حضرت حسن کی ولادت جب دورِ فاروقی کے دوسال باقی رہ گئے تب ہوئی ہے، اس لئے یہ دونوں روایتیں منقطع ہیں۔

حدیث (۳): سورۃ المدثر (آیت ۱۷) ہے: ﴿سَأُرْهِقُهُ صَعُوْدًا﴾ عنقریب میں کافرکو (مرنے کے بعد) صعود پر چڑھاؤں گا، اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: صعود آگ کا ایک پہاڑ ہے جس پر کافر ستر سال تک چڑھے گا، یعنی اتنی مدت میں چوٹی پر پہنچے گا، اور وہ جہنم میں گرے گا، اسی طرح تا ابد ہوتا رہے گا (یہ حدیث ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے)

لغت: الخریف: موسم خزاں، پت جھڑ کا زمانہ (اکیس ستمبر سے اکیس دسمبر تک) اور عربی محاورات میں خریف سے پورا سال مراد لیا جاتا ہے، جیسے اردو محاورات میں بہار سے پورا سال مراد لیا جاتا ہے۔

[۲-] بابُ ماجاء فی صِفَةِ قَعْرِ جَهَنَّمَ

[۲۵۷۰-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، نا حُسَيْنُ بنُ عَلِيٍّ الجُعْفِيُّ، عَنْ فُضَيْلِ بنِ عِيَاضٍ، عَنْ هِشَامِ بنِ حَسَّانٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ عُتْبَةُ بنُ غَزْوَانَ عَلَى مِنبَرِنَا هٰذَا: مِنْبَرِ الْبَصْرَةِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" إِنَّ الصَّخْرَةَ الْعَظِيْمَةَ لَتُلْقَى مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ، فَتَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ عَامًا، مَا تُفْضِى إِلَى قَرَارِهَا "

[۲۵۷۱-] قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: أَكْثِرُوْا ذِكْرَ النَّارِ، فَإِنَّ حَرَّهَا شَدِيْدٌ، وَإِنَّ قَعْرَهَا بَعِيْدٌ، وَإِنَّ مَقَامِعَهَا حَدِيْدٌ.

لاَنعْرِفُ لِلْحَسَنِ سَمَاعًا عَنْ عُتْبَةَ بنِ غَزْوَانَ، وَإِنَّمَا قَدِمَ عُتْبَةُ بنُ غَزْوَانَ الْبَصْرَةَ فِىْ زَمَنِ عُمَرَ، وَوُلِدَ الحَسَنُ لِسَنَتَيْنِ بَقِيَتَا مِنْ خِلاَفَةِ عُمَرَ.

[۲۵۷۲-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، نَا حَسَنُ بنُ مُوْسَى، عَنْ ابنِ لَهِيْعَةَ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِى الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" الصَّعُوْدُ: جَبَلٌ مِنْ نَارٍ، يَتَصَعَّدُ فِيْهِ الْكَافِرُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا، وَيَهْوِىْ فِيْهِ كَذٰلِكَ أَبَدًا" هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنعْرِفُهُ مَرْفُوْعًا إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ لَهِيْعَةَ.

بابُ ماجاءَ فى عِظَمِ أَهْلِ النَّارِ

جہنمی عظیم الجثّہ ہونگے

حدیث (۱و۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن کافر کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی، اور اس کی ران بیضاء

پہاڑ کے برابر ہوگی، اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ تین دن کی مسافت گھیرے گی، جیسے مدینہ سے رَبذہ کی مسافت۔

تشریح: پہلی حدیث محمد بن عمار بن حفص قرظی مدنی اپنے نانا محمد بن عمار بن سعد قرظی سے روایت کرتے ہیں، یہ راوی لابأس به ہے، اور اس کے نانا ثقہ ہیں، مگر ان کے استاذ صالح مولی التوأمہ غیر صالح ہیں، وہ صدوق تھے مگر ان کو اختلاط کا عارضہ پیش آ گیا تھا، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے پہلی حدیث کی صرف تحسین کی ہے، تصحیح نہیں کی۔

اور دوسری حدیث کی سند میں مصعب بن مقدام ہیں، جو صرف صدوق ہیں، اور وہ حدیث میں غلطیاں بھی کرتے تھے، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے دوسری حدیث کی بھی صرف تحسین کی ہے (مگر یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے (حدیث ۲۸۵۱) بیان کی ہے، اس لئے فی نفسہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: (دوزخ میں) کافر اپنی زبان ایک فرسخ یا دو فرسخ گھسیٹے گا، اس کو لوگ کچلیں گے۔

تشریح: ایک فرسخ تین میل سے کچھ زائد ہوتا ہے (اٹھارہ ہزار فٹ)......سَحَبَ الشیئَ (ف) سَحْبًا: زمین پر گھسیٹنا......تَوَطَّأَ الشیئَ بِرِجْلِهِ: پاؤں سے کچلنا......اس حدیث کا راوی فضل بن یزید تو ٹھیک ہے، اس سے متعدد ائمہ نے روایت کی ہے، مگر اس کا استاذ ابوالمخارق مجہول ہے (مگر منذری وغیرہ کہتے ہیں: یہ راوی ابوالمخارق نہیں ہے بلکہ ابوالعجلان مُحاربی ہے، اور وہ مقبول راوی ہے، نیز منذری نے یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، یعنی یہ ابن عمرؓ کی روایت نہیں، بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرو العاصؓ کی روایت ہے)

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: (جہنم میں) کافر کی کھال کی موٹائی بیالیس ہاتھ ہوگی، اور اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی، اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کے بقدر ہوگی (یہ حدیث صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں عمدہ سند کے ساتھ مروی ہے)

[۳-] بابُ ماجاءَ فی عِظَمِ أَهْلِ النَّارِ

[۲۵۷۳-] حدثنا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ، نَا مُحمدُ بنُ عَمَّارٍ، ثَنِیْ جَدِّیْ مُحمدُ بن عَمَّارٍ، وَصَالِحٌ مَوْلَی التَوْأَمَةِ، عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: "ضِرْسُ الْكَافِرِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِثْلُ أُحُدٍ، وَفَخِذُهُ مِثْلُ الْبَیْضَاءِ، وَمَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ مَسِیْرَةُ ثَلَاثٍ، مِثْلَ الرَّبَذَةِ" قَوْلُهُ مِثْلُ الرَّبَذَةِ یَعْنِی بِهِ كَمَا بَیْنَ الْمَدِیْنَةِ وَالرَّبَذَةِ، وَالْبَیْضَاءُ جَبَلٌ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ.

[۲۵۷۴-] حدثنا أَبُوْ كُرَیْبٍ، نَا مُصْعَبُ بنُ الْمِقْدَامِ، عَنْ فُضَیْلِ بْنِ غَزْوَانَ، عَنْ أَبِیْ حَازِمٍ، عَنْ أَبِی هریرةَ، رَفَعَهُ، قَالَ: "ضِرْسُ الْكَافِرِ مِثْلُ أُحُدٍ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ، وَأَبُوْ حَازِمٍ: هُوَ الْأَشْجَعِیُ، وَاسْمُهُ

سَلْمَانُ مَوْلَى عَزَّةَ الْأَشْجَعِيَّةَ.

[۲۵۷۵-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عَلِيُّ بنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الْفَضْلِ بنِ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِيْ الْمُخَارِقِ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ، يَتَوَطَّأُهُ النَّاسُ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَالْفَضْلُ بنُ يَزِيْدَ: كُوْفِيٌّ، قَدْ رَوَى عَنْهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْأَئِمَّةِ، وَأَبُوْ الْمُخَارِقِ لَيْسَ بِمَعْرُوْفٍ.

[۲۵۷٦-] حدثنا العَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ مُوْسَى، نَا شَيْبَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "إِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ: اثْنَانِ وَأَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا، وَإِنَّ ضِرْسَهُ مِثْلُ أُحُدٍ، وَإِنَّ مَجْلِسَهُ مِنْ جَهَنَّمَ: مَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْأَعْمَشِ.

بابُ ماجاء فى صِفَةِ شَرَابِ أَهْلِ النَّارِ

جہنمیوں کے مشروب کا بیان

حدیث (۱): سورۃ الدخان (آیات ۴۳-۴۶) ہیں: ﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ، طَعَامُ الْأَثِيْمِ، كَالْمُهْلِ، يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ، كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ﴾: زقوم کا درخت بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسے تیز گرم پانی کھولتا ہے، اس آیت میں جو ﴿كَالْمُهْلِ﴾ ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا: جیسے تیل کی تلچھٹ، پس جب جہنمی اس کو اپنے چہرے سے قریب کرے گا تو اس کے چہرے کی کھال بال سمیت اس میں گر پڑے گی۔

تشریح: العَكَرُ: ہر چیز کی گاد، تلچھٹ ...... الزیت: روغنِ زیتون، دیگر تیلوں کے لئے بھی یہی لفظ ہے ...... الفَرْوَة: بال دار چمڑا، فَرْوَةُ الرأْس: سر کی بال سمیت کھال ...... یہ حدیث رشدین بن سعد کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: "بیشک کھولتا پانی جہنمیوں کے سروں پر ریڑھا جائے گا، پس وہ کھولتا پانی پار ہوجائے گا یہاں تک کہ وہ اس کے پیٹ تک پہنچ جائے گا، پس وہ صاف کردے گا ان (آنتوں) کو جو اس کے پیٹ میں ہیں، یہاں تک کہ وہ اس کے پچھلے راستہ سے نکل جائیں گی، اور یہی "پگھلانا" ہے، پھر وہ جیسا تھا ویسا ہی کردیا جائے گا۔

لغات: الحمیم: کھولتا ہوا گرم پانی (اسی لفظ کے معنی گہرے دوست کے بھی ہیں) ...... نَفَذَ (ن) نُفُوْذًا فيه ومنه: آر پار ہونا، چیر کر دوسری طرف نکل جانا (سورۃ الرحمٰن آیت ۳۳ میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے) ...... خَلَصَ (ن) خُلُوْصًا إِلَى الشيئ: پہنچنا ...... سَلَتَ (ن،ض) سَلْتًا: کسی چیز کے اندر کا سب کچھ نکال لینا، صاف کردینا ......

مَرَقَ (ن) مُرُوْقًا: تیزی کے ساتھ دوسری طرف نکل جانا، آر پار ہوجانا ...... صَهَرَ الشيئَ بالنار (ف) صَهْرًا: پگھلانا، گلانا، سورۃ الحج آیت ۱۹ و ۲۰ میں ہے: ﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُ وْسِهِمُ الْحَمِيْمُ، يُصْهَرُ بِهِ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ﴾ ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ کی چیزیں اور کھالیں سب گل جائیں گی، یہ حدیث پاک اس آیت کی شرح ہے، اس میں جو پیٹ کے اندر کی چیزوں کے گلنے کا ذکر ہے اس کی نبی ﷺ نے وضاحت فرمائی ہے۔

[٤-] بابُ ماجاء فی صِفَةِ شَرَابِ أَهْلِ النَّارِ

[٢٥٧٧-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا رِشْدِيْنُ بنُ سَعْدٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ: ﴿كَالْمُهْلِ﴾ قَالَ: " كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قَرَّبَهُ إِلَى وَجْهِهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيْهِ " هٰذَا حديثٌ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بنِ سَعْدٍ، وَرِشْدِيْنُ: قَدْ تُكُلِّمَ فِيْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

[٢٥٧٨-] حدثنا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، نَا سَعِيْدُ بنُ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِي السَّمْحِ، عَنِ ابنِ حُجَيْرَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلَى رُؤُوْسِهِمْ، فَيَنْفُذُ الْحَمِيْمُ حَتَّى يَخْلُصَ إِلَى جَوْفِهِ، فَيَسْلِتَ مَا فِيْ جَوْفِهِ، حَتَّى يَمْرُقَ مِنْ قَدَمَيْهِ، وَهُوَ " الصَّهْرُ " ثُمَّ يُعَادُ كَمَا كَانَ "

وَابنُ حُجَيْرَةَ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ حُجَيْرَةَ الْمِصْرِيُّ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

حدیث (۳): سورۂ ابراہیم (آیت ۱۶ و ۱۷) میں ہے: ﴿وَيُسْقٰى مِنْ مَآءٍ صَدِيْدٍ، يَتَجَرَّعُهُ، وَلَايَكَادُ يُسِيْغُهُ﴾ اور اس کو یعنی کافر کو جہنم میں ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ پیپ اور لہو کے مشابہ ہوگا جس کو وہ گھونٹ گھونٹ پیئے گا، اور وہ اس کو گلے سے آسانی سے اتار نہیں سکے گا، اس آیت کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ پیپ نما کھولتا پانی اس کے منہ سے نزدیک کیا جائے گا، پس وہ اس کو ناگوار ہوگا، پس جب وہ اس سے قریب کیا جائے گا تو وہ اس کے چہرے کو بھون ڈالے گا، اور اس کے سر کی کھال بالوں سمیت گر پڑے گی، پھر جب وہ اس کو پیئے گا تو وہ اس کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا، یہاں تک کہ وہ آنتیں اس کے پچھلے راستہ سے نکلیں گی، اور سورۂ محمد (آیت ۱۵) میں اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: ﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَ هُمْ﴾ اور جہنمیوں کو کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا، اور سورۃ الکہف (آیت ۲۹) میں ہے: ﴿وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ، بِئْسَ الشَّرَابُ، وَسَاءَ تْ مُرْتَفَقًا﴾ اور اگر جہنمی پیاس سے فریاد کریں گے تو وہ ایسے پانی سے فریاد رسی کئے جائیں گے

جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، جو مونہوں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برا پانی ہے، اور کیا ہی وہ آرام کی بری جگہ ہے!

سند کے راوی کی تفصیل: یہ حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے عبیداللہ بن بسر روایت کرتے ہیں، امام بخاریؒ نے بھی اس راوی کا یہی نام لیا ہے، مگر یہ راوی معروف نہیں، صرف اسی حدیث میں اس کا تذکرہ آیا ہے، اور صفوان بن عمرو: حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیثیں روایت کرتے ہیں، اور یہ معروف صحابی ہیں، ان کا ایک بھائی اور ایک بہن بھی صحابہ میں شامل ہیں، دونوں نے نبی ﷺ سے حدیثیں سنی ہیں، پس ممکن ہے صفوان جن عبیداللہ سے حضرت ابوامامہؓ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں، وہ حضرت عبداللہ بن بسر کے بھائی ہوں جو خود بھی صحابی ہیں، جنھوں نے نبی ﷺ سے حدیثیں سنی ہیں، مگر وہ یہ حدیث حضرت ابوامامہؓ سے روایت کرتے ہیں۔

[۲۵۷۹-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا صَفْوَانُ بنُ عَمْرٍو، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ بُسْرٍ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ قَوْلِهِ:﴿ وَيُسْقٰى مِنْ مَاءٍ صَدِيْدٍ، يتجرَّعُهُ﴾ قَالَ: يُقَرَّبُ إِلٰى فِيْهِ، فَيَكْرَهُهُ، فَإِذَا أُدْنِيَ مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ، وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ، فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ أَمْعَاءَهُ، حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ، يَقُوْلُ اللّٰهُ تبارَكَ وَتَعَالٰى:﴿وَسُقُوْا مَاءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ﴾ وَيَقُوْلُ: ﴿وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ، بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾

هٰذا حديثٌ غريبٌ، هٰكَذَا قَالَ مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ: عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ بُسْرٍ، وَلَا يُعْرَفُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ بُسْرٍ إِلَّا فِيْ هٰذَا الحديثِ، وَقَدْ رَوَى صَفْوَانُ بنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ بُسْرٍ، صَاحِبِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم غَيْرَ هٰذَا الحَدِيْثِ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بنُ بُسْرٍ: لَهُ أَخٌ، قَدْ سَمِعَ مِنَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَأُخْتُهُ: قَدْ سَمِعَتْ مِنَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ بُسْرٍ الَّذِيْ رَوَى عَنْهُ صَفْوَانُ بنُ عَمْرٍو، حَدِيْثَ أَبِيْ أُمَامَةَ: لَعَلَّهُ أَنْ يَكُوْنَ أَخَا عَبْدِ اللّٰهِ بنِ بُسْرٍ.

حدیث (۴): حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ﴿كَالْمُهْلِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''جیسے زیتون کے تیل کی گاد، پس جب وہ کھولتا ہوا پانی جہنمی سے قریب کیا جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال بالوں سمیت اس میں گر پڑے گی''

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جہنم کے چاروں طرف احاطہ کی چار دیواریں ہیں، ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی مسافت ہے'' (سُرادق: سُرْدَق کی جمع ہے، چاروں طرف سے گھیرنے والی دیوار یا پردہ)

حدیث (۶): نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر جہنمیوں کے زخموں سے بہنے والی پیپ کی ایک بالٹی دنیا میں ریڑھ دی جائے تو وہ ساری دنیا کو بدبودار کردے!'' (یہ حدیث رشدین کی وجہ سے ضعیف ہے)

[۲۵۸۰-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا رِشْدِيْنُ بنُ سَعْدٍ، ثَنِيْ عَمْرُو بنُ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِيْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:﴿ كَالْمُهْلِ﴾ قَالَ: كَعَكَرِ الزَّيْتِ، فَإِذَا قُرِّبَ إِلَيْهِ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهِ فِيْهِ ''

[۲۵۸۱-] وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: قَالَ:'' لَسُرَادِقُ النَّارِ أَرْبَعَةُ جُدُرٍ، كِثَفُ كُلِّ جِدَارٍ مَسِيْرَةُ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ''

[۲۵۸۲-] وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' لَوْ أَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ، يُهْرَاقُ فِي الدُّنْيَا، لَأَنْتَنَ أَهْلَ الدُّنْيَا''

هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ رِشْدِيْنَ بنِ سَعْدٍ، وَفِيْ رِشْدِيْنَ بنِ سَعْدٍ مَقَالٌ.

حدیث(۷): سورۂ آل عمران (آیت۱۰۲) میں ہے:﴿يٰـأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰـتِهٖ، وَلاَتَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور ہرگز نہ مرو مگر سرافگندہ ہونے کی حالت میں! نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی پھر ارشاد فرمایا: ''اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو وہ دنیا والوں کی معاش تباہ کردے، پس کیا حال ہوگا اس کا جس کو کھانے کے لئے یہ دیا جائے گا؟

تشریح: الزَّقوم: ایک تلخ اور بدبودار درخت، جس کا پھل دوزخیوں کو کھانے کے لئے دیا جائے گا...... معایش: المعیشة کی جمع: اسبابِ زندگی، ذریعہ، گذر بسر...... اور اس ارشاد سے پہلے نبی ﷺ نے جو آیت تلاوت فرمائی ہے اس سے تعلق یہ ہے کہ زندگی کے آخری سانس تک احکام الٰہی کی پیروی ضروری ہے، ورنہ ایمان کے باوجود احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کی صورت میں جہنم میں جانا پڑے گا، اور وہاں کھانے کو زقوم ملے گا جس کی کرواہٹ اور بدبو کا حال وہ ہے جو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے...... اور آیت پاک میں جو حَقَّ تُقٰتِهٖ فرمایا ہے کہ اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ کامل تقوی اختیار کرو، یعنی جس طرح کفر وشرک سے بچے ہوئے ہو سب معاصی سے بھی بچو، تقوی کے ادنی درجہ پر اکتفامت کرو، بلکہ اعلی درجہ کا تقوی اختیار کرو۔

[۲۵۸۳-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَرَأَ هٰذِهِ الآيَةَ:﴿ اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلاَتَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ﴾ قَالَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم:'' لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّوْمِ، قُطِرَتْ فِيْ دَارِ الدُّنْيَا، لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُوْنُ طَعَامَهُ ''هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فى صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ

جہنمیوں کے کھانے پینے کی چیزوں کا بیان

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: جہنمیوں پر بھوک مسلط کی جائے گی، پس وہ اس عذاب کے برابر ہوجائے گی جس میں وہ ہونگے، یعنی ان پر بری طرح بھوک مسلط کی جائے گی، اور وہ بھوک تکلیف میں جہنم کے عذاب کے برابر ہوجائے گی، پس وہ فریاد کریں گے، تو فریاد رسی کئے جائیں گے خاردار جھاڑی کے ذریعہ، یعنی خاردار جھاڑی کھانے کے لئے دی جائے گی، جو نہ فربہ کرے گی، نہ بھوک مٹائے گی، پس وہ فریاد کریں گے کہ ہمیں کھانے کے لئے دو، تو وہ فریاد رسی کئے جائیں گے ایسے کھانے سے جو گلے میں پھنسنے والا ہوگا، پس وہ یاد کریں گے کہ وہ دنیا میں پھنسے ہوئے لقموں کو پانی سے اتارا کرتے تھے، پس وہ فریاد کریں گے کہ ہمیں پینے کے لئے پانی دو، پس ان کو (پینے کے لئے) لوہے کے آنکڑوں سے پکڑ کر کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، جب وہ پانی ان کے چہرے سے قریب ہوگا تو وہ ان کے مونہوں کو بھون ڈالے گا، اور جب وہ ان کے پیٹوں میں اترے گا تو وہ آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا، پس وہ کہیں گے: جہنم کے ذمہ دار فرشتوں کو پکارو، پس فرشتے ان کو جواب دیں گے: ”کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلائل کے ساتھ نہیں آئے تھے؟“ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! فرشتے کہیں گے: پس تم خود ہی پکارو، اور کافروں کی پکار محض بے اثر ہوگی (سورۃ المؤمن آیت ۴۹)

پھر جہنمی کہیں گے: (جہنم کے داروغے) مالک کو پکارو، پس وہ کہیں گے: اے مالک! چاہئے کہ آپ کا پروردگار ہمارا کام تمام کردے، یعنی ہمیں موت دیدے، نبی ﷺ نے فرمایا: پس مالک ان کو جواب دیں گے: بیشک تم ہمیشہ اسی حال میں رہوگے (الزخرف ۷۷) اعمشؒ کہتے ہیں: مجھے بتلایا گیا ہے کہ جہنمیوں کی پکار اور مالک کے جواب کے درمیان ہزار سال ہونگے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: پھر جہنمی کہیں گے: تم اپنے رب کو پکارو، کیونکہ تمہارے رب سے بہتر کوئی نہیں! پس وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم کو ہماری بدبختی نے گھیر لیا، بلاشبہ ہم گمراہ تھے، اے ہمارے رب! ہم کو اس سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم پورے قصوروار ہیں (المؤمنون آیت ۱۰۶)

نبی ﷺ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ ان کو جواب دیں گے: ”جہنم میں راندے ہوئے پڑے رہو، اور مجھ سے بات نہ کرو! نبی ﷺ نے فرمایا: تب وہ ہر چیز سے مایوس ہوجائیں گے، اور اس وقت چلانا، پچھتانا اور کم بختی کو پکارنا شروع کریں گے۔

امام دارمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: لوگ (رواۃ) اس حدیث کو مرفوع نہیں کرتے، امام دارمیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ

اعمش کی اسی سند سے یہ حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے، مگر قطبہ ثقہ راوی ہیں، اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے، پس ان کا حدیث کو مرفوع کرنا مقبول ہے۔

لغات: اِسْتَغَاثَه: مدد کے لئے پکارنا......أَغَاثَهُ: مدد کرنا......الضریع: خاردار گھاس، دوزخ کا ایک خاردار اور بہت کڑوا درخت جو نہایت بدبودار ہے، سورۃ الغاشیہ آیت ۶ میں اس کا ذکر آیا ہے......الغُصَّة: گلے میں اٹک جانے والی کھانے پینے کی چیز یا لقمہ، اُچّھو، جمع الغُصَص......أَجَازَ يُجِيزُ اللقمةَ: گلے میں پھنسے ہوئے لقمہ کو اتارنا...... كلاليب: كَلُّوب کی جمع: لوہے کا آنکڑا جس کا منہ کج ہو......الخَزَنَة: الخازن کی جمع: گودام وغیرہ کا محافظ و منتظم ......خَسَأَ الكلبُ: دور ہونا، دھتکارا ہوا ہونا، إِخْسَأْ: میرے پاس سے دور ہو، خَسَأَ الكلبَ: دھتکارنا، دور بھگانا ......الزَّفِير: چلانے کا شور۔

[٥-] بابُ ماجاء فی صِفَةِ طَعَامِ أَهْلِ النَّارِ

[٢٥٨٤-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عَاصِمُ بنُ يُوْسُفَ، نَا قُطْبَةُ بنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شِمْرِ بنِ عَطِيَّةَ، عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِى الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "يُلْقَى عَلَى أَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ، فَيَعْدِلُ مَاهُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ، فَيَسْتَغِيْثُوْنَ، فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِنْ ضَرِيْعٍ، لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِى مِنْ جُوْعٍ، فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ، فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِى غُصَّةٍ، فَيَذْكُرُوْنَ أَنَّهُمْ كَانُوْا يُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِى الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ، فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ، فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمُ الحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الحَدِيْدِ، فَإِذَا دَنَتْ مِنْ وُجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ، فَإِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: ادْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ، فَيَقُوْلُوْنَ: ﴿أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ؟ قَالُوْا: بَلٰى، قَالُوْا: فَادْعُوْا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ إِلَّا فِىْ ضَلَالٍ﴾ قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: ادْعُوْا مَالِكًا، فَيَقُوْلُوْنَ: ﴿يَامَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ﴾ قَالَ: فَيُجِيْبُهُمْ: ﴿إِنَّكُمْ مَاكِثُوْنَ﴾ قَالَ الْأَعْمَشُ: نُبِّئْتُ أَنَّ بَيْنَ دُعَائِهِمْ، وَبَيْنَ إِجَابَةِ مَالِكٍ إِيَّاهُمْ أَلْفَ عَامٍ، قَالَ: فَيَقُوْلُوْنَ: ادْعُوْا رَبَّكُمْ، فَلَا أَحَدَ خَيْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ، فَيَقُوْلُوْنَ: ﴿رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا، وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّيْنَ، رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُوْنَ﴾ قَالَ: فَيُجِيْبُهُمْ: ﴿اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾ قَالَ: فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ، وَعِنْدَ ذٰلِكَ يَأْخُذُوْنَ فِى الزَّفِيْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ.

قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: وَالنَّاسُ لَايَرْفَعُوْنَ هٰذَا الحديثَ، قَالَ: وَإِنَّمَا رُوِىَ هٰذَا الحديثُ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شِمْرِ بنِ عَطِيَّةَ، عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ، عَنْ أَبِى الدَّرْدَاءِ قَوْلُهُ، وَلَيْسَ بِمَرْفُوْعٍ، وَقُطْبَةُ بنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ هُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الحديثِ.

حدیث (۲): سورۃ المؤمنون (آیت۱۰۴) میں ہے: ﴿وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ﴾ وہ جہنم میں منہ بگڑے ہوئے ہونگے: اس کی تفسیر میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''آگ دوزخی کو بھون ڈالے گی، پس اس کا اوپر کا ہونٹ اٹھ جائے گا، یہاں تک کہ وہ آدھے سر کے برابر ہو جائے گا، اور اس کا نچلا ہونٹ لٹک جائے گا، یہاں تک کہ وہ اس کی ناف کے برابر ہو جائے گا''

لغات: الکالح: بگڑے ہوئے چہرے والا، کھلے ہوئے ہونٹوں والا، جس کے ہونٹ دانتوں سے چھوٹے ہوں، اور دانت دکھائی دیتے ہوں...... شَوَی اللحمَ يَشْوِیْ شَيًّا: آگ میں بھوننا...... تَقَلَّصَ الشیئُ: سمٹنا، سکڑنا۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ بات ہو کہ ایسا پتھر ـــــ اور آپؐ نے کھوپڑی کے مانند کی طرف اشارہ کیا ـــ آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے ـــ درانحالیکہ وہ پانچ سو سالہ مسافت ہے ـــ تو وہ رات سے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا۔ اور اگر یہ بات ہو کہ وہ پتھر زنجیر کے سرے سے چھوڑا جائے تو وہ چالیس سال تک شب و روز چلتا رہے گا، جہنم کی جڑ میں پہنچنے سے پہلے یا فرمایا: جہنم کی تہ میں پہنچنے سے پہلے''

لغات: الرَّصاصة: عام پتھر اور جاری چشمہ کے گرد لگے ہوئے پتھر...... الجُمْجُمَة: کھوپڑی...... السِّلسلة: زنجیر، جس کا ذکر سورۃ الحاقہ آیت ۲۵ میں آیا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں پہلے مثال ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان پانچ سو سالہ مسافت ہے، پھر بھی کھوپڑی جیسا بڑا پتھر اگر آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جائے تو وہ رات سے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا، پھر مسئلہ ہے کہ جہنم کی زنجیر کے سرے سے اتنا بڑا پتھر اگر جہنم میں چھوڑا جائے تو شب و روز مسلسل چالیس سال گرتے رہنے کے باوجود: جہنم کی تہہ میں نہیں پہنچے گا، پس اندازہ کرو جہنم کتنی گہری ہے؟!

[۲۵۸۵-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ يَزِيْدَ أَبِیْ شُجَاعٍ، عَنْ أَبِیْ السَّمْحِ، عَنْ أَبِیْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِیِّ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: ﴿وَهُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ﴾ قَالَ: تَشْوِيْهِ النَّارُ، فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْيَا، حَتَّى تَبْلُغَ وَسْطَ رَأْسِهِ، وَتَسْتَرْخِی شَفَتُهُ السُّفْلَى، حَتَّى تَضْرِبَ سُرَّتَهُ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وَأَبُوْ الْهَيْثَمِ: اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ عَمْرِو بنِ عَبْدٍ الْعُتْوَارِیُّ، وَكَانَ يَتِيْمًا فِیْ حِجْرِ أَبِیْ سَعِيْدٍ.

[۲۵۸۶-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا سَعِيْدُ بنُ يَزِيْدَ، عَنْ أَبِیْ السَّمْحِ، عَنْ عِيْسَى بنِ هِلَالٍ الصَّدَفِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرِو بنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم:

" لَوْ أَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هٰذِهِ ـ وَأَشَارَ إِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ ـ أُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ـ وَهِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ ـ لَبَلَغَتْ الْأَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ، وَلَوْ أَنَّهَا أُرْسِلَتْ مِنْ رَأْسِ السِّلْسِلَةِ، لَسَارَتْ أَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا، اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ، قَبْلَ أَنْ تَبْلُغَ أَصْلَهَا أَوْ: قَعْرَهَا " هٰذَا حديثٌ إِسْنَادُهُ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ نارَكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا ستّر واں حصہ ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری یہ (دنیا کی) آگ جس کو تم جلاتے ہو جہنم کی (آگ کی) گرمی کی نسبت سے ستّر اجزاء میں سے ایک جزء ہے'' یعنی اس کی گرمی دوزخ کی آگ کی گرمی کا ایک بٹا ستّر (۷۰/۱) ہے صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بخدا! یہ دنیا کی آگ ہی کافی تھی! یعنی آخرت میں سزا دینے کے لئے یہ دنیوی آگ ہی بہت تھی اس کا جلانا ہی ناقابل برداشت ہے! آپؐ نے فرمایا: ''جہنم کی آگ انہتر (۶۹) گنا برتری بخشی گئی ہے، جو سب یعنی ہر گنا دنیا کی آگ کی گرمی کے برابر ہے''

حدیث (۲): تمہاری یہ (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے، جہنم کی آگ کے ہر گنا کے لئے دنیوی آگ کی حرارت ہے!''

حدیث (۳): ''جہنم کی آگ کو ہزار سال دہکایا گیا تو وہ سرخ ہوئی، پھر اس کو ہزار سال دہکایا گیا تو وہ سفید ہوئی، پھر اس کو ہزار سال دہکایا گیا تو وہ سیاہ ہوئی، پس دوزخ کی آگ سیاہ تاریک ہے (اس آخری حدیث کو صرف یحییٰ بن ابی بُکیر نے مرفوع کیا ہے، دوسرے روات مثلاً: ابن المبارکؒ وغیرہ اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیتے ہیں اور یہی اصح ہے)

تشریح: دنیا کی بھی سب آگیں حرارت میں یکساں نہیں، بعض بعض سے بڑھی ہوئی ہیں، جیسے لکڑی کی آگ میں گھاس پھونس کی آگ سے زیادہ گرمی ہے، اور پتھر کے کوئلے کی آگ میں اس سے بھی زیادہ حرارت ہے، اور جب بم پھٹتا ہے اور اس سے آگ نکلتی ہے تو اس کا درجۂ حرارت بدر جہا بڑھا ہوا ہوتا ہے، اور اب ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں جن سے پتا چلا لیا جاتا ہے کہ کس آگ کی گرمی دوسری آگ سے کس درجہ کم یا زیادہ ہے، اس لئے اب یہ بات سمجھنا کچھ مشکل نہیں، کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے ستر گنا حرارت میں بڑھی ہوئی ہے، اور ستّر کا عدد عربی میں محض کثرت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اس لئے ممکن ہے اس حدیث میں عدد مراد نہ ہو، بلکہ محاورہ کے مطابق کثرت مراد ہو، پس اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ دوزخ کی آگ اپنی گرمی میں اور جلانے کی صفت میں دنیا کی

آگ سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

یہ ارشاد پاک سن کر صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! سزا دینے کے لئے دنیا کی یہ آگ ہی کافی تھی! اس پر آپؐ نے اور زیادہ واضح لفظوں میں پہلا والا مضمون دوہرایا، کوئی نیا جواب نہیں دیا، یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ بندوں کو آتش دوزخ سے بچنے کی فکر کرنی چاہئے، آخرت کی چیزوں کی تفصیلات جاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا ہے، اور جو کچھ وہ کریں گے: سب ٹھیک ہے (ماخوذ از معارف الحدیث ۱: ۲۷۶)

قوله: وحديثُ أبي هريرة في هذا موقوفٌ أصح: ترمذی کے تمام نسخوں میں موقوفٌ ہے، مگر بظاہر موقوفاً حالتِ نصبی میں ہونا چاہئے۔

[٦-] بابُ ماجاءَ أَنَّ نارَكُمْ هٰذِهِ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

[٢٥٨٧-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبارَكِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " نَارُكُمْ هٰذِهِ الَّتِيْ تُوْقِدُوْنَ جُزْءٌ وَاحِدٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ " قَالُوْا: وَاللّٰهِ! إِنْ كَانَتْ لَكَافِيَةً يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: " فَإِنَّهَا فُضِّلَتْ بِتِسْعَةٍ وَسِتِّيْنَ جُزْءً كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهَمَّامُ بنُ مُنَبِّهٍ: هُوَ أَخُو وَهْبِ بنِ مُنَبِّهٍ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ وَهْبٌ.

[٧-] بابٌ مِنْهُ

[٢٥٨٨-] حدثنا عَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ، أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ مُوْسَى، أَنَا شَيْبَانُ، عَنْ فِرَاسٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " نَارُكُمْ هٰذِهِ جَزْءٌ مِنْ سَبْعِيْنَ جُزْءً مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ، لِكُلِّ جُزْءٍ مِنْهَا حَرُّهَا " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حديثِ أَبِيْ سَعِيْدٍ.

[٢٥٨٩-] حدثنا عَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الدُّوْرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ، نَا يَحْيَى بنُ أَبِيْ بُكَيْرٍ، نَا شَرِيْكٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَن أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " أُوْقِدَ عَلَى النَّارِ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى احْمَرَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى ابْيَضَّتْ، ثُمَّ أُوْقِدَ عَلَيْهَا أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى اسْوَدَّتْ، فَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ "

حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ شَرِيْكٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، أَوْ رَجُلٍ آخَرَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَرْفَعْهُ، وَحَدِيْثُ أَبِيْ هريرةَ فِيْ هٰذَا مَوْقُوْفٌ أَصَحُّ، وَلاَ أَعْلَمُ أَحَدًا رَفَعَهُ غَيرَ يَحْيَى بنِ أَبِيْ بُكَيْرٍ، عَنْ شَرِيْكٍ.

بابُ ماجاء أَنَّ لِلنَّارِ نَفَسَيْنِ، وَمَا ذُكِرَ: مَنْ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيْدِ؟

دوزخ کے دوسانس، اور یہ بات کہ کونسا مسلمان دوزخ سے نکلے گا؟

اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے دس حدیثیں ذکر کی ہیں، جن میں دو مضمون ہیں: پہلی حدیث باب کے پہلے جزء سے متعلق ہے، اور باقی حدیثیں دوسرے جز سے متعلق ہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''دوزخ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی، اس نے کہا: میرا بعض بعض کو کھا گیا! پس اللہ نے اس کے لئے دوسانس بنائے، ایک سانس سردی میں، اور ایک سانس گرمی میں، پس رہا سردی میں اس کا سانس تو وہ زمہریر (سخت جاڑا) ہے، اور رہا گرمی میں اس کا سانس تو وہ لُو (بادِسموم) ہے''

تشریح: سانس لینے کی دوصورتیں ہیں: ایک: باہر سے ہوا اندر لینا پھر اس کو باہر نکالنا، حیوانات اسی طرح سانس لیتے ہیں، دوسری: اندر کی گیس باہر نکالنا، جمادات اسی طرح سانس لیتے ہیں، انجن اسی طرح گیس پھینکتے ہیں، یہی ان کا سانس لینا ہے، جہنم بھی اسی طرح دوسانس لیتی ہے، ایک گرمیوں میں ایک سردی میں، اس کے سرد سانس سے دنیا میں سخت سردی ہوتی ہے، اور اس کے گرم سانس سے جھلسا دینے والی لو چلتی ہے۔

رہا یہ سوال کہ سردی گرمی کا بظاہر تعلق سورج کے سر کے قریب آنے اور دور ہونے سے ہے، جہنم سے اس کا کچھ تعلق نہیں، اس کا جواب (تحفہ ۱:۴۵۶) اور رحمۃ اللہ (۳۱۱:۳) میں ہے، جہاں یہ حدیث آئی ہے کہ گرمی کی زیادتی جہنم کے پھیلاؤ سے ہے، اور سورۃ الدہر (آیت ۱۳) میں ہے کہ جنت میں نہ تپش ہے نہ جاڑا ﴿لاَیَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَلاَزَمْهَرِیْرًا﴾ اس کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم کے دو طبقے ہیں: ایک میں شدید حرارت ہے، اور دوسری میں شدید سردی، اور دونوں طبقوں کو سال میں ایک مرتبہ گیس باہر پھینکنے کی اجازت ملی ہے، تاکہ ان کی گرمی سردی میں کچھ کمی آئے، اور خود جہنم کو کچھ آرام ملے، اور یہ حدیث بخاری ومسلم کی ہے، اگرچہ یہاں جو سند ہے اس کا ایک راوی مفضل بن صالح اعلی درجہ کا راوی نہیں، مگر صحیحین میں یہ حدیث دوسری سندوں سے مروی ہے اس لئے حدیث صحیح ہے۔

[۸-] بابُ ماجاء أَنَّ لِلنَّارِ نَفَسَيْنِ، وَمَا ذُكِرَ: مَنْ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيْدِ؟

[۲۵۹۰-] حدثنا مُحمدُ بنُ عُمَرَ بنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوْفِيُّ، نَا الْمُفَضَّلُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا، وَقَالَتْ: أَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا، فَجَعَلَ لَهَا نَفَسَيْنِ: نَفَسًا فِي الشِّتَاءِ، وَنَفَسًا فِي الصَّيْفِ، فَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الشِّتَاءِ فَزَمْهَرِيْرٌ، وَأَمَّا نَفَسُهَا فِي الصَّيْفِ فَسَمُوْمٌ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ أَبِىْ هريرةَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، وَالْمُفَضَّلُ بنُ صَالِحٍ: لَيْسَ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيْثِ بِذَاكَ الْحَافِظِ.

حدیث (۲): شعبہ اور ہشام دونوں قتادہ سے روایت کرتے ہیں، اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پھر ہشام کے الفاظ ہیں: ''دوزخ سے نکلے گا'' اور شعبہؒ کے الفاظ ہیں: ''دوزخ سے نکالو'': اس شخص کو جس نے لا إله إلا الله کہا ہے، اور اس کے دل میں جَو کے دانے کے برابر خیر ہے، جہنم سے نکالو اس شخص کو جس نے لا إله إلا الله کہا ہے اور اس کے دل میں گیہوں کے دانہ کے برابر خیر ہے، جہنم سے نکالو اس شخص کو جس نے لا إله إلا الله کہا ہے اور اس کے دل میں ذرہ بھر خیر ہے، اور امام شعبہؒ نے ذَرَّہ کے بجائے ذُرَۃ کہا ہے، جس کے معنی ہیں: مکئی یا چینے کا دانہ۔

تشریح: ''جہنم سے نکالو'' یہ خطاب قیامت کے دن ان سفارش کرنے والوں سے ہوگا جن کی سفارش قبول کی جائے گی، ان سے کہا جائے گا: تم جس کے لئے سفارش کررہے ہو اگر اس کے دل میں ایمان ہے، اگرچہ کم سے کم درجہ کا ہے، اس کو جہنم سے نکال لو...... دل میں جَو کے دانے کے برابر، یا گیہوں کے دانے کے برابر، یا مکئی کے دانے کے برابر، یا چینے کے دانے کے برابر خیر ہے: اس سے یہی لا إله إلا الله کہنا مراد ہے، یعنی خواہ کسی درجہ کا ایمان ہو، کمزور سے کمزور ایمان ہو اسے بھی جہنم سے نکال لو...... اور اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جَو کے دانے کا وزن گیہوں کے دانے کے وزن سے زیادہ ہے، بعض ممالک میں ایسا ہی ہوتا ہے، مگر عام طور پر دونوں دانے ہم وزن ہوتے ہیں یا گیہوں کا دانہ وزنی ہوتا ہے...... ذرّہ: چھوٹے سے چھوٹا ریزہ، مادّہ کا نہایت چھوٹا ٹکڑا، فرش سے جو گرد اٹھتی ہے اور جو روزن کی دھوپ میں نظر آتی ہے وہ ذرّہ ہے...... اور چینا ایک قسم کا غلہ ہے جو سرسوں کے دانہ کے مشابہ اور اس سے چھوٹا ہوتا ہے، اس کا رنگ بھی پیلا ہوتا ہے، اور اس پر چھلکا ہوتا ہے، چھلکا اتار کر اس کی کھچڑی پکاتے ہیں، اور روٹی بھی پکا سکتے ہیں...... البتہ محدثین کرام نے اس کو امام شعبہؒ کی تصحیف قرار دیا ہے، مسلم شریف میں اس کی صراحت ہے (کتاب الایمان حدیث ۳۲۵) پس حدیث میں صحیح لفظ ذَرّۃ ہے، قرآن میں بھی یہی لفظ آیا ہے (سورۃ الزلزال)

[۲۵۹۱-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلاَنَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا شُعْبَةُ، وَهِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: قَالَ هِشَامٌ: يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ، وَقَالَ شُعْبَةُ: أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَكَانَ فِىْ قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَايَزِنُ شَعِيْرَةً، أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَكَانَ فِى قَلْبِهِ مِنَ الْخَيْرِ مَا يَزِنُ بُرَّةً، أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَكَانَ فِىْ قَلْبِهِ مَايَزِنُ ذَرَّةً. وَقَالَ شُعْبَةُ: '' مَايَزِنُ ذُرَةً '' مُخَفَّفَةً.

وفى الباب: عَنْ جَابِرٍ، وَعِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

حدیث (۳): نبی ﷺ سے مروی ہے کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''جہنم سے نکالو اس شخص کو جس نے (ایمان کے ساتھ) کسی دن مجھے یاد کیا ہے، یا کسی موقع پر مجھ سے ڈرا ہے''

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا: ایک شخص جہنم سے گھسٹتا ہوا نکلے گا (اور اس کو جنت میں جانے کی اجازت دی جائے گی) پس وہ کہے گا: اے میرے رب! لوگوں نے جنت کی سب جگہیں گھیر لی ہیں یعنی جنت میں کوئی جگہ خالی نہیں، پس میں کہاں جاؤں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: پس اس سے کہا جائے گا: یعنی فرشتے اللہ کی طرف سے اس سے کہیں گے: جنت کی طرف چل، اور جنت میں داخل ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ جائے گا تاکہ جنت میں داخل ہوے، پس وہ لوگوں کو پائے گا کہ انھوں نے سب جگہیں گھیر لی ہیں، پس وہ واپس آئے گا اور عرض کرے گا: اے میرے رب! لوگوں نے سب جگہیں گھیر لی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: پس اس سے کہا جائے گا: کیا تجھے (دنیا کا) وہ زمانہ یاد ہے جس میں تو تھا؟ وہ کہے گا: ہاں، پس اس سے کہا جائے گا: (اب) آرزو کر، یعنی تجھے کتنی جنت چاہئے، اس کی تمنا کر، نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ آرزو کرے گا، پس اس سے کہا جائے گا: تیرے لئے وہ ہے جس کی تو نے آرزو کی ہے اور دنیا کا دس گنا (تجھے دیا جاتا ہے) نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ کہے گا: کیا آپ میرے ساتھ ٹھٹھا کرتے ہیں درانحالیکہ آپ شہنشاہ ہیں؟ راوی کہتے ہیں: پس بخدا! میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ ہنسے یہاں تک کہ آپؐ کی ڈاڑھیں کھل گئیں۔

[۲۵۹۲-] حدثنا مُحمدُ بنُ رَافِعٍ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ مُبارَكِ بنِ فَضَالَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِى بَكْرِ بنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" يَقُوْلُ اللّٰهُ: أَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِىْ يَوْمًا، أَوْ خَافَنِىْ فِىْ مَقَامٍ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[۲۵۹۳-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْراهِيمَ، عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنِّىْ لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا: رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا، فَيقُوْلُ: يَارَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ، فَادْخُلِ الْجَنَّةَ، قَالَ: فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ، فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوْا الْمَنازِلَ، فَيَرْجِعُ، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنازِلَ، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِىْ كُنْتَ فِيْهِ؟ فَيَقُوْلُ: نَعَمْ، فَيُقَالُ لَهُ: تَمَنَّ، قَالَ: فَيتَمَنَّى، فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ الَّذِىْ تَمَنَّيْتَ، وَعَشْرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا، قَالَ: فَيَقُوْلُ: أَتَسْخَرُبِىْ، وَأَنْتَ الْمَلِكُ! قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ضَحِكَ، حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا اور جو

سب سے آخر میں جنت میں داخل کیا جائے گا: ایک آدمی لایا جائے گا، پس اللہ تعالیٰ (فرشتوں کو) حکم دیں گے کہ اس سے اس کے چھوٹے گناہوں کے بارے میں پوچھو، اور اس کے بڑے گناہ چھپادو، پس اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کئے ہیں؟ تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کئے ہیں؟ (مثلاً بیڑی پی ہے، گٹکا کھایا ہے؟ وہ اقرار کرے گا، اور دل میں ڈر رہا ہوگا کہ بڑے گناہوں کا نمبر آئے گا تو کیا ہوگا؟) نبی ﷺ نے فرمایا: پس اس سے کہا جائے گا: تیرے ہر گناہ کے بدلہ میں ایک نیکی ہے، یعنی اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جائے گا، نبی ﷺ نے فرمایا: پس وہ کہے گا: اے میرے رب! بخدا! میں نے کچھ اور بھی گناہ کئے ہیں، جن کو میں یہاں نہیں دیکھتا، یعنی میں نے تو بڑے بڑے کالے کرتوت کئے ہیں وہ گناہ مجھے یہاں نظر نہیں آرہے، وہ گناہ پہلے حاضر کئے جائیں، پھر ان کو نیکیوں سے بدلا جائے، راوی کہتے ہیں: پس بخدا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ ہنس رہے ہیں، یہاں تک کہ آپؐ کی ڈاڑھیں کھل گئیں!

لغت: أَخْبِؤُا: فعل امر، صیغہ جمع مذکر حاضر ہے، اس کو مجرد اور مزید دونوں بابوں سے پڑھ سکتے ہیں، خَبَأَه (ف) خَبْئًا: چھپانا، أَخْبَأَه کے بھی یہی معنی ہیں۔

[۲۵۹۴-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنِ الْمَعْرُوْرِ بنِ سُوَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنِّيْ لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنَ النَّارِ، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلاً الجَنَّةَ: يُؤْتَى بِرَجُلٍ، فَيَقُوْلُ: سَلُوْا عَنْ صِغَارِ ذُنُوْبِهِ، وَأَخْبِؤُا كِبَارَهَا، فَيُقَالُ لَهُ: عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا؟ عَمِلْتَ كَذَا وَكَذَا فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا؟ قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً، قَالَ: فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! لَقَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ مَا أَرَاهَا هَاهُنَا، قَالَ: فَلَقَدْ رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَضْحَكُ، حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۶): نبی ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں اہل توحید (ایک اللہ کے ماننے والے گنہ گاروں) کو (بھی) سزا دی جائے گی، یعنی جہنم میں صرف کفار نہیں جائیں گے، نافرمان مسلمان بھی جائیں گے، یہاں تک کہ وہ جہنم میں (جل کر) کوئلہ ہو جائیں گے، پھر ان کو رحمت الٰہی پہنچے گی، پس وہ (جہنم سے) نکالے جائیں گے، اور جنت کے دروازوں پر ڈالے جائیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: پس جنتی ان پر پانی چھڑکیں گے، پس وہ اُگیں گے جس طرح سیلاب کے ساتھ بہہ کر آئے ہوئے کوڑے میں بیج اگتا ہے، پھر وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

لغات: أَهلُ التوحید: ایک اللہ کو ماننے والے، اگرچہ ان کا تعلق گمراہ فرقوں سے ہو، مگر ضروری ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے باہر نہ ہوئے ہوں تو ان کو بھی جہنم سے نکالا جائے گا...... الحُمَم: حُمَمَة کی جمع: کوئلہ، آگ سے جلی ہوئی

ہر چیز......**الغُثَاءُ**: کوڑا کرکٹ جو سیلاب کے ساتھ بہہ کر آتا ہے، اس میں مختلف چیزوں کے بیج بھی ہوتے ہیں، جو بعد میں اگتے ہیں، یہی بیج یہاں مراد ہیں......**الحُمَالة**: کوڑا کرکٹ جو نالا بہا کر لاتا ہے......اور یہ حدیث مسلم شریف میں مفصل ہے۔

[۲۵۹۵-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِىْ سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يُعَذَّبُ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ التَّوْحِيْدِ فِى النَّارِ، حَتَّى يَكُوْنُوْا فِيْهَا حُمَمًا، ثُمَّ تُدْرِكُهُمُ الرَّحْمَةُ، فَيُخْرَجُوْنَ، وَيُطْرَحُوْنَ عَلَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَرُشُّ عَلَيْهِمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْمَاءَ، فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا يَنْبُتُ الغُثَاءُ فِىْ حُمَالَةِ السَّيْلِ، ثُمَّ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ.

حدیث (۷): نبی ﷺ نے فرمایا: دوزخ سے نکالا جائے گا ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر یعنی کمزور سے کمزور ایمان ہے، حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس جس کو شک ہو وہ سورۃ النساء کی آیت ۴۰ پڑھے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَايَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہ کریں گے۔

تشریح: جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا بدلہ دیں گے، کیونکہ اگر اس کو اس کا بدلہ نہ دیا جائے تو وہ ظلم ہوگا، جس کی اس آیت میں نفی کی گئی ہے، اور ایمان کا بدلہ جنت ہے، پس کمزور سے کمزور ایمان والے کو بھی کسی نہ کسی دن جنت میں ضرور پہنچایا جائے گا۔

[۲۵۹٦-] حدثنا سَلَمَةُ بنُ شَبِيْبٍ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِىِّ، أَنَّ النبىَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:"يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنَ الإِيْمَانِ" قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: فَمَنْ شَكَّ فَلْيَقْرَأْ﴿ إِنَّ اللّٰهَ لَايَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۸): نبی ﷺ نے فرمایا: دو شخص اُن (مؤمنین) میں سے جو جہنم میں گئے ہیں: بہت زیادہ روئیں گے، چلائیں گے، پس پروردگار حکم دیں گے کہ دونوں کو دوزخ سے نکالو، وہ دونوں نکالے جائیں گے، ان سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: تم دونوں اس قدر کیوں رو چلا رہے ہو؟ وہ جواب دیں گے: ہم نے یہ حرکت اس لئے کی ہے کہ آپ ہم پر رحم فرمائیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرا رحم تم پر یہ ہے کہ تم دونوں جاؤ، اور خود کو وہیں ڈالو جہاں تم دوزخ میں تھے، پس دونوں چلیں گے، اور ان میں سے ایک خود کو (جہنم میں) ڈالے گا، پس اللہ تعالیٰ جہنم کو اس کے لئے بردوسلام بنادیں

گے، اور دوسرا کھڑا رہے گا، وہ خود کو (جہنم میں) نہیں ڈالے گا، پس اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے: تجھے کس چیز نے روکا کہ تو خود کو (جہنم میں) ڈالے، جس طرح تیرے ساتھی نے ڈالا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! مجھے امید تھی کہ آپ مجھے جہنم سے نکالنے کے بعد پھر اس میں نہیں لوٹائیں گے، پس پروردگار فرمائیں گے: تیرے لئے تیری امید ہے، یعنی تیری امید پوری کی جاتی ہے، پس دونوں ہی اللہ کی مہربانی سے جنت میں داخل کئے جائیں گے (اس حدیث کی سند میں دو راوی ضعیف ہیں: ایک: رشدین بن سعد، دوسرے عبدالرحمٰن افریقی، مگر دونوں کا ضعف قابل برداشت ہے، رشدین کے حالات کے لئے دیکھیں: تحفہ (۱: ۲۷۲) اور افریقی کے حالات کے لئے دیکھیں: تحفہ (۱: ۲۸۴)

[۲۵۹۷-] حدثنا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ، أَنَا ابنُ الْمُبَارَكِ، أَنَا رِشْدِيْنُ بنُ سَعْدٍ، قَالَ: ثَنِيْ ابنُ أَنْعُمَ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "إِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا، فَقَالَ الرَّبُّ تبارَكَ وَتَعَالٰى: أَخْرِجُوْهُمَا، فَلَمَّا أُخْرِجَا قَالَ لَهُمَا: لِأَيِّ شَيْئٍ اشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا؟ قَالاَ: فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمَنَا، قَالَ: رَحْمَتِيْ لَكُمَا: أَنْ تَنْطَلِقَا، فَتُلْقِيَا أَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ، فَيَنْطَلِقَانِ، فَيُلْقِيْ أَحَدُهُمَا نَفْسَهُ، فَيَجْعَلُهَا عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلاَمًا، وَيَقُوْمُ الآخَرُ فَلاَ يُلْقِيْ نَفْسَهُ، فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تبارَكَ وَتَعَالٰى: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا أَلْقَى صَاحِبُكَ؟ فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! إِنِّيْ لَأَرْجُوْ أَنْ لاَتُعِيْدَنِيْ فِيْهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِيْ، فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تبارَكَ وَتَعَالٰى: لَكَ رَجَاؤُكَ! فَيُدْخَلاَنِ الْجَنَّةَ جَمِيْعًا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ"

إِسْنَادُ هٰذَا الحديثِ ضَعِيْفٌ، لِأَنَّهُ عَنْ رِشْدِيْنَ بنِ سَعْدٍ، وَرِشْدِيْنُ بنُ سَعْدٍ: هُوَ ضَعِيْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الحديثِ، عَنْ ابنِ أَنْعُمَ وَهُوَ الإِفْرِيْقِيُّ، وَالإِفْرِيْقِيُّ ضَعِيْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الحَدِيْثِ.

حدیث (۹): نبی ﷺ نے فرمایا: ضرور میری امت کی ایک جماعت میری سفارش کی وجہ سے جہنم سے نکالی جائے گی جو "جہنمی" کہلائیں گے۔

تشریح: نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو جنتی: جہنمی کہہ کر پکاریں گے، پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: هٰؤُلآءِ عُتَقَاءُ الله: یعنی یہ جہنمی نہیں ہیں، بلکہ جہنم سے آزاد کردہ ہیں، اور مسلم شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کا یہ نام ہٹا دیں گے، یعنی جنتی اس نام سے پکارنا چھوڑ دیں گے، اور یہ حدیث بخاری شریف میں کتاب الرقاق کے آخر میں ہے (حدیث ۶۵۶۶)

[۲۵۹۸-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ، نَا الحَسَنُ بنُ ذَكْوَانَ، عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لَيُخْرَجَنَّ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِيْ

مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِيْ، يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ"
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ رَجَاءٍ العُطَارِدِيُّ: اسْمُهُ عِمْرَانُ بنُ تَيْمٍ، وَيُقَالُ: ابنُ مَلْحَانَ.

حدیث (۱۰): نبی ﷺ نے فرمایا: ما رأَيْتُ مثلَ النار: نَامَ هارِبُها، وَلاَ مِثْلَ الجنة: نَامَ طَالِبُهَا: میں نے دوزخ جیسا حال نہیں دیکھا: اس سے بھاگنے والا سو رہا ہے! اور میں نے جنت جیسا حال (بھی) نہیں دیکھا: اس کا چاہنے والا سو رہا ہے۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی یحییٰ بن عبید اللہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو بیدار رہنا چاہئے، جو جہنم سے بچنا چاہتا ہے اسے جہنم سے بچنے کا سامان کرنا چاہئے، مگر عجیب بات ہے کہ وہ سو رہا ہے، اسی طرح جنت کے خواہش مندوں کو بھی جنت کی تیاری میں لگنا چاہئے، مگر عجیب بات ہے کہ وہ بھی سو رہا ہے، اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ دونوں بیدار ہو جائیں، اور جہنم سے بچنے کا اور جنت میں جانے کا سامان کریں۔

[۲۵۹۹-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيىَ بنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ: نَامَ هَارِبُهَا، وَلاَ مِثْلَ الْجَنَّةِ: نَامَ طَالِبُهَا"
هٰذَا حديثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيىَ بنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَيَحْيىَ بنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ ضَعِيْفٌ عِنْدَ أَهْلِ الحديثِ، تَكَلَّمَ فِيْهِ شُعْبَةُ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ

دوزخ میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو میں نے وہاں زیادہ تعداد غریبوں کی دیکھی، اور میں نے دوزخ میں جھانکا تو میں نے وہاں زیادہ تعداد عورتوں کی دیکھی۔

تشریح: جنت میں غریبوں کی تعداد دو وجہ سے زیادہ ہوگی: پہلی وجہ: دنیا میں غریبوں کی تعداد زیادہ ہے، پس جنت میں بھی ان کی تعداد زیادہ ہوگی۔ دوسری وجہ: غریبوں کو دنیا میں حرام اور ناجائز کاموں سے زیادہ واسطہ نہیں پڑتا، اس لئے آخرت میں بھی ان کے پاس حساب کا جھمیلا نہیں ہوگا: ماہیچ نہ داریم غم ہیچ نہ داریم! ...... اور جہنم میں عورتوں کی تعداد اُس وجہ سے زیادہ ہوگی جو أبواب الإیمان باب ۶ (حدیث ۲۶۱۱) میں آئے گی۔

سند کا بیان: یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، اور حضرت عمران بن حصین ؓ سے بھی،

اور دونوں حدیثیں ابورجاء عطاردی کی ہیں، پھر ایوب سختیانی نے حضرت ابن عباسؓ تک سند پہنچائی ہے، اور عوف اعرابی نے حضرت عمرانؓ تک، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دونوں سندوں میں کچھ کمی نہیں، پس ممکن ہے ابورجاء نے دونوں ہی سے یہ حدیث سنی ہو، اس لئے دونوں حدیثیں صحیح ہیں (حضرت عمرانؓ کی حدیث بخاری میں ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مسلم شریف میں ہے، اور ایوب اور عوف دونوں کے متابع موجود ہیں)

[۹-] بابُ ماجاءَ أَنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ

[۲۶۰۰-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، ثَنَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ إِبْرَاهِيْمَ، نَا أَيُّوْبُ، عَنْ أَبِى رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ ابنَ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ، فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ، فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ "

[۲۶۰۱-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا ابنُ أَبِى عَدِيٍّ، وَمُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الوَهَّابِ، قَالُوْا: نَا عَوْفٌ، عَنْ أَبِى رَجَاءٍ العُطَارِدِيِّ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "اطَّلَعْتُ فِيْ النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ، وَاطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، هٰكَذَا يَقُوْلُ عَوْفٌ، عَنْ أَبِى رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، وَيَقُوْلُ أَيُّوْبُ: عَنْ أَبِى رَجَاءٍ، عَن ابنِ عَبَّاسٍ: وَكِلاَ الإِسْنَادَيْنِ لَيْس فِيْهِمَا مَقَالٌ، وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُوْنَ أَبُوْ رَجَاءٍ سَمِعَ مِنْهُمَا جَمِيْعًا، وَقَدْ رَوَى غَيْرُ عَوْفٍ أَيْضًا هٰذَا الحديثَ عَنْ أَبِى رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ.

بابٌ

وہ جہنمی جسے سب سے ہلکا عذاب ہوگا

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "دوزخیوں میں عذاب کے اعتبار سے سب سے ہلکا وہ شخص ہے جس کے دونوں پیروں کے تلوں میں دو چنگاریاں ہونگی، جن سے اس کا دماغ کھولے گا!"

لغت: الأَخْمَص: تلوا، پاؤں کا نچلا بیچ کا حصہ جو زمین سے نہیں لگتا۔

تشریح: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بخاری و مسلم میں اس طرح ہے: "دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا جس کی چپلیں اور ان کے تسمے آگ کے ہونگے، ان کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جس طرح چولہے پر دیگچی کھولتی ہے، وہ نہیں خیال کرے گا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ سخت عذاب میں ہے، یعنی وہ خود کو سب سے زیادہ سخت عذاب میں سمجھے گا، حالانکہ وہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ہوگا۔

[۱۰-] بابٌ

[۲٦۰۲-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا وَهْبُ بنُ جَرِيْرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ النُّعْمَانِ بنِ بَشِيْرٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِنَّ أَهْوَنَ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا: رَجُلٌ فِيْ أَخْمَصِ قَدَمَيْهِ جَمْرَتَانِ، يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هُريرةَ، وَعَبَّاسِ بنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ.

بابٌ

خاکساری اچھا وصف ہے اور گھمنڈ برا!

حدیث: نبی ﷺ نے صحابہ سے پوچھا: کیا میں تمہیں جنتی لوگ نہ بتلاؤں؟ (سوال سے مقصود جواب نہیں ہے، بلکہ توجہ طلب کرنا مقصود ہے، جب لوگ متوجہ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا) **كُلُّ ضعيفٍ مُتَضَعَّفٍ، لو أَقْسَمَ على اللّٰهِ لَأَ بَرَّهُ**: ہر کمزور ناتواں گردانا ہوا: اگر اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم ضرور پوری کریں (پھر آپؐ نے دوسرا سوال کیا:) کیا میں تمہیں دوزخی لوگ نہ بتلاؤں؟ (پھر بتایا) **كُل عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ**: ہر اکھڑ مزاج، اکڑ کر چلنے والا گھمنڈی (دوزخی ہے، اور یہ حدیث متفق علیہ ہے)

لغات: کل ضعیفٍ: اور کل عُتُلٍّ سے پہلے ھم مبتدا محذوف ہے...... **الضعيف**: کمزور...... **المُتَضَعَّف**: (اسم مفعول) ناتواں قرار دیا ہوا، یعنی جس کو لوگ حقیر سمجھیں، اور اس کی حالت کی کمزوری کی وجہ سے اس پر ظلم کریں، اس کا فعل تَضَعَّفَه ہے، اور بعض نے اس کو مُتَضَعِّف (اسم فاعل) پڑھا ہے، اس صورت میں معنی ہونگے: ناتواں ہونے والا یعنی بے حیثیت، گمنام...... **أَبَرَّ اليمينَ**: قسم کو پورا کرنا...... **العُتُلّ**: اکھڑ مزاج، عَتَلَهُ (ض) سختی کے ساتھ گھسیٹنا، سورۃ القلم (آیت ۱۳) میں یہ لفظ آیا ہے: ﴿عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ سخت مزاج، علاوہ ازیں: دوسرے خاندان کی طرف منسوب ہونے والا، اور دوسری جگہ فعل استعمال ہوا ہے: ﴿خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ إِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ﴾ اسے پکڑو، اور زور سے گھسیٹ کر جہنم کے بیچ میں ڈالو...... **الجوّاظ**: اکڑ کر چلنے والا، جاظَ (ن) جَوْظًا: اکڑ کر چلنا۔

تشریح: حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لئے پہلے دو باتیں سمجھیں:

پہلی بات: دوسری زبانوں کی طرح عربی میں بھی تابع آتا ہے، مگر دوسری زبانوں میں تابع مہمل (بے معنی) ہوتا ہے، اور عربی میں تابع معنی دار ہوتا ہے، اور تابع کے ذریعہ ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہوتی ہے، پھر تابع اور متبوع مل کر ایک مفہوم ادا کرتے ہیں، جیسے سورۃ النساء میں ہے: ﴿نُدْخِلُهُمْ ظِلاًّ ظَلِيْلاً﴾ ہم ان کو نہایت گھنے

سایہ میں داخل کریں گے، یہاں ظِلٌّ کے معنی میں ظَلِیْل نے تاکید پیدا کی ہے، پس یہ ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہے۔اور ایسا دو وجہ سے کیا جاتا ہے: ایک: زبان کی تنگ دامنی کی وجہ سے،لغت میں کوئی ایسا جامع لفظ نہیں ہوتا جو سارا مفہوم ادا کرے، پس چند لفظ ملا کر مفہوم ادا کیا جاتا ہے، دوسری وجہ: منبع (سرچشمہ) کی نشاندہی مقصود ہوتی ہے، جیسے جوضعیف ہوگا اسی کولوگ ناتواں قرار دیں گے اوراس پر ظلم کریں گے، زبردست کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا، اُس سے سب ڈرتے ہیں،اسی طرح گھمنڈ کا آغاز اکھڑپن سے ہوتا ہے اور درمیانی مرحلہ اترا کر چلنا ہے۔

دوسری بات: دوسری زبانوں میں ایک ہی تابع آتا ہے، کیونکہ وہ مہمل ہوتا ہے، جیسے: کھانا وانا، چائے وائے، بات چیت وغیرہ،اور عربی میں ایک سے زیادہ تابع بھی آتے ہیں، کیونکہ وہ معنی دار ہوتے ہیں،اور ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہوتی ہے،اس لئے متعدد تابع آسکتے ہیں،مگر خیال رہے کہ ایک موصوف کی متعدد صفتیں بھی حرف عطف کے بغیر آتی ہیں، جوموصوف میں قیدیں بڑھاتی ہیں، جیسے:زیدٌ العالمُ الفاضلُ العاقلُ حاضر ،اورتوابع قید نہیں ہوتے ، بلکہ معنی میں زیادتی کرتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ پہلے جملہ میں مُتضعَّف: ضعیف کا تابع ہے، ضعیفٌ کے معنی ہیں: کمزور، اور متضعّف کے معنی ہیں: کمزور قرار دیا ہوا، یعنی انتہائی ناتواں جس کولوگ حقیر سمجھتے ہوں، اور دوسرے جملہ میں عُتُلّ کے معنی ہیں: اکھڑ مزاج، جواظ نے اس کے معنی میں زیادتی کی ہے، یعنی سخت مزاجی کے ساتھ اکڑ کر چلنے والا ،اور متکبر نے معنی میں اور زیادتی کی ہے یعنی گھمنڈی بھی۔

پس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تواضع اور خاکساری وصفِ محمود ہے، جب وہ انتہائی درجہ کی دینداری کے ساتھ جمع ہوتو وہ جنت نشیں بنانے والا ہے،اس لئے فرمایا: ہر کمزور، کمزور قرار دیا ہوا کہ اگر وہ بظاہر نوشتہ تقدیر کے خلاف قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کردیں، یہ اس کی انتہائی دینداری کی علامت ہے، پس جب یہ بات تواضع کے ساتھ جمع ہوتو وہ دخولِ جنت کا سبب ہوگی۔اسی طرح جہنم میں لے جانے والا وصف گھمنڈ ہے،اوراس کے ساتھ کفر وغیرہ کی کوئی قید نہیں، پس مؤمن بھی اگر اکھڑ مزاج اکڑ کر چلنے والا گھمنڈی ہے تو جہنم میں جائے گا، پناہ بخدا!

[۱۱-] بابٌ

[۲۶۰۳-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ نُعَيْمٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مَعْبَدِ بنِ خَالِدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ حَارِثَةَ بنَ وَهْبِ الخُزَاعِيَّ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ، أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُتَكَبِّرٍ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ الإيمان

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

ایمان کا بیان

أبواب الزهد سے تعلق رکھنے والے ابواب پورے ہوئے، اب ایمان کا بیان شروع کرتے ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں عمل صالح کے ساتھ ایمان کی قید آئی ہے، سورۃ النساء (آیت ۱۲۴) میں ہے: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ﴾ الآيةَ: جو بھی شخص کوئی نیک کام کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہونگے، اور ان پر ذرّہ بھر ظلم نہ ہوگا۔ اور سورۃ النحل (آیت ۹۷) میں، اور سورۃ المؤمن (آیت ۴۰) میں بھی یہ مضمون آیا ہے، اس لئے اعمالِ صالحہ کے بیان سے فارغ ہوکر اب ایمان کا بیان شروع کرتے ہیں، وہ قید ہونے کے اعتبار سے مؤخر ہے، اگرچہ شرط ہونے کے اعتبار سے مقدم ہے۔

ایمان کے معنی:

ایمان کے لغوی معنی ہیں: تصدیق کرنا، یعنی کسی کے اعتماد واعتبار پر اس کی بات کو سچا ماننا، اور اصطلاحی معنی ہیں: اللہ کے پیغمبروں نے جو ایسی حقیقتیں ہم کو بتلائی ہیں جو ہمارے حواس اور آلاتِ ادراک کی حدود سے ماوراء ہیں، اور انھوں نے جو علم وہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں پہنچائی ہے، ان سب باتوں کو سچ ماننا اور ان انبیاء کی تصدیق کرنا، اور ان کے لائے ہوئے دین کو قبول کرنا، یہی ایمانِ شرعی ہے۔ ایمانِ شرعی کا تعلق درحقیقت ایسے امورِ غیب سے ہے جن کو ہم آلاتِ احساس وادراک (آنکھ، ناک، کان وغیرہ) کے ذریعہ معلوم نہیں کرسکتے، اس لئے قرآن کریم میں ایمان کے ساتھ ﴿بِالْغَيْبِ﴾ کی قید آئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ، ان کی صفات، اور ان کے احکام، رسولوں کی رسالت، ان پر وحی کی آمد، اور مبدأ ومعاد کے تعلق سے: ان حضرات نے جو اطلاعات دی ہیں ان سب کو ان کی سچائی کے اعتماد پر حق جان کر دل سے قبول کرنے کا نام اصطلاحِ شریعت میں ایمان ہے، اور پیغمبر کی اسی قسم کی بتلائی ہوئی باتوں میں سے کسی ایک بات کو بھی نہ ماننا، یا اس کو حق نہ سمجھنا اس کی تکذیب ہے، جو آدمی کو ایمان کے دائرے سے

خارج کر کے کفر کی سرحد میں داخل کر دیتی ہے، غرض مؤمن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ان تمام باتوں کی جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں نے اللہ کی طرف سے بتلائی ہیں: تصدیق کرے اور ان کو حق مان کر قبول کرے۔

امورِ ایمان:

امورِ ایمان کو عقائد اسلام بھی کہا جاتا ہے، یہ عقائد اگر پھیلائے جائیں تو بہت ہیں، بہشتی زیور میں پچاس عقیدے بیان کئے ہیں، لیکن اگر ان کو سمیٹا جائے تو وہ چھ عقیدے ہیں، جن کا ذکر حدیث جبرئیل میں آیا ہے، اور جن کو ''ایمان مفصل'' میں لیا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر، اللہ کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر) اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لانا، اور اگر مزید سمیٹا جائے تو صرف دو بنیادی عقیدے رہ جاتے ہیں جو کلمہ طیبہ میں لئے گئے ہیں، یعنی توحید اور رسالت محمدی کا اقرار پھر مزید سمیٹا جائے تو بنیادی عقیدہ لا إله إلا الله ہے، مگر یہ وہ لا إله إلا الله ہے جس میں رسالت محمدی وغیرہ تمام عقائد شامل ہیں۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیں: ایک انچ ربڑ لیں، اور اس کو دونوں کناروں سے پکڑ کر کھینچیں تو ایک ہاتھ لمبا ہو جائے گا، پھر چھوڑ دیں تو ایک انچ رہ جائے گا، اسی طرح تمام عقائد سمٹ کر لا إله إلا الله رہ جاتے ہیں، اور وہی پھیل کر پچاس عقیدے بن جاتے ہیں۔

ایمانیات کی تفصیل:

۱- اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے موجود، وحدہ لاشریک لہ، خالق کائنات، اور رب العالمین ہونے کا یقین کیا جائے، اور ہر عیب ونقص سے ان کو پاک اور ہر صفتِ کمال سے ان کو متصف مانا جائے۔

۲- اور فرشتوں پر ایمان لانا یہ ہے کہ مخلوقات میں ان کو ایک مستقل نوع کی حیثیت سے ان کے وجود کو تسلیم کیا جائے، اور یقین کیا جائے کہ وہ اللہ کی پاکیزہ اور محترم مخلوق ہیں، ہر شر اور نافرمانی سے پاک ہیں، ان کا کام اللہ کی بندگی اور ان کی جوڈیوٹیاں ہیں ان کو بخوبی انجام دینا ہے، اور وہی اللہ کے پیغامات رسولوں تک پہنچاتے ہیں۔

۳- اور اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یقین کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً اپنے رسولوں کے ذریعہ ہدایت نامے بھیجے ہیں، ان میں سب سے آخری پیغام قرآن مجید ہے، جو پہلی سب کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، یعنی گذشتہ کتابوں کی تعلیم کا خلاصہ اور نچوڑ قرآن کریم میں لے لیا گیا ہے، پس یہ آخری کتاب سب سے مستغنی کرنے والی کتاب ہے۔

۴- اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ اللہ نے اپنے بندوں کی راہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً اور مختلف علاقوں میں اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی ہدایت کا پیغام ودستور دے کر بھیجا

ہے، اورانھوں نے پوری امانت ودیانت کے ساتھ خدا کا وہ پیغام بندوں کو پہنچایا ہے، اورلوگوں کوراہِ راست پر لانے کی پوری پوری کوششیں کی ہیں، یہ سب پیغمبر اللہ کے برگزیدہ اور صادق بندے تھے، اس لئے ان رسولوں کی تصدیق کرنا، اور بحیثیت پیغمبران کا پورا پورا احترام کرنا ایمان کی شرائط میں سے ہے، نیز اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ اس سلسلہ نبوت کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے، آپؐ خاتم الانبیاء اور اللہ کے آخری رسول ہیں، اب قیامت تک انسانوں کی نجات وفلاح آپؐ ہی کی ہدایت کی پیروی میں منحصر ہے۔

۵-اوراس دنیا کے آخری دن پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس حقیقت کا یقین کیا جائے کہ یہ دنیا ایک دن فنا کردی جائے گی، اوراس آخری دن میں اللہ تعالیٰ جزاء وسزا کے فیصلے کریں گے، اوراس کے مطابق لوگ جنت اور جہنم میں جائیں گے، قیامت کا یہ عقیدہ سارے نظام دین کی بنیاد ہے، اگر کوئی اس کا قائل نہ ہوتو پھر کسی دین ومذہب اور تعلیمات وہدایات کو ماننے کی اوراس پر عمل کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اور بعث بعد الموت کا عقیدہ یوم آخر کے عقیدے میں شامل ہے۔

اورموت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پہلی موت سے صرف جسم مرتا ہے، روح نہیں مرتی، وہ عالم برزخ میں چلی جاتی ہے، پھر جب اس دنیا کا آخری دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ تمام اجسام کو زمین سے دوبارہ بنائیں گے، پھران کی طرف ان کی روحیں لوٹائیں گے، پس نئی زندگی شروع ہوجائے گی، پھر حساب وکتاب ہوگا، جزاء وسزا کے فیصلے ہونگے، اورلوگ جنت وجہنم میں پہنچ کردم لیں گے، اور وہاں تاابد نعمتوں میں یا عذاب میں رہیں گے۔

۶-اور بھلی بری تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں اس عالم کے لئے ایک پلاننگ کی ہے، اور یہ بات طے کردی ہے کہ کیا کیا چیزیں، کونسے عقیدے اور کونسے اعمال انسان کے لئے مفید ہیں، اور کونسے مضر۔ مثلاً: گھی مفید ہے اور زہر مضر ہے، اسی طرح ایمان مفید ہے اور کفر وشرک مضر ہیں، نماز روزہ مفید ہیں اور زنا اور چوری مضر ہیں، یہ اللہ کی ازلی پلاننگ ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے، لوگ مادی چیزوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو مانتے بھی ہیں اوراس پر عمل پیرا بھی ہیں، تجربہ سے جن چیزوں کا مفید ہونا ثابت ہوتا ہے اس کو اختیار کرتے ہیں، اور مضر چیزوں سے بچتے ہیں، اسی طرح معنویات (ایمان وعمل) کے سلسلہ میں بھی پیغمبروں نے اللہ کی طرف سے جو ہدایات دی ہیں ان کو ماننا اوران پر مضبوطی سے عمل پیرا ہونا ضروری ہے، اور یہ سب باتیں ازل سے طے ہیں، ایسا نہیں ہے کہ یہ کارخانہ بس یونہی چل رہا ہے، ازل سے اس کے بارے میں اللہ کو کچھ معلوم نہیں، ایسا ماننے کی صورت میں اللہ کی انتہائی عاجزی اور بے چارگی لازم آئے گی (تقدیر الٰہی کی مزید تفصیل ابواب القدر کے شروع میں گذر چکی ہے)

فرشتوں پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

انسان چونکہ اللہ کے بندے ہیں، اس لئے اللہ نے ان کو پیدا کرنے کے بعد ان کی جسمانی اور روحانی ضرورتوں کا

انتظام کیا ہے، جسمانی ضرورتیں: جیسے بارش برسانا، زمین سے غلہ اگانا، گرمی سردی کا توازن قائم کرنا وغیرہ، اور روحانی ضرورتیں: ایمان وعمل صالح کی راہنمائی کرنا ہے، تاکہ بندے بہشت میں پہنچیں اور جہنم سے بچیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی ضرورتوں کا انتظام تو بلا واسطہ کیا ہے، اور روحانی ضرورتوں کا انتظام نبوت کا سلسلہ قائم کر کے کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں انسانوں سے براہ راست خطاب نہیں کرتے، یہ بات ان کی سکت سے باہر ہے، اس لئے وہ اپنے پیغامات فرشتوں کے واسطہ سے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس بھیجتے ہیں، اس لئے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے، تاکہ یہ سوال پیدا نہ ہو کہ انبیاء کے پاس یہ ہدایتیں کس ذریعہ سے آئیں؟

گذشتہ نبیوں پر اور گذشتہ کتابوں پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

اور گذشتہ نبیوں پر اور گذشتہ کتابوں پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے کہ یہ حضرات ایک ہی ہستی کے نمائندے ہیں، اور ان کی کتابیں ایک ہی سرچشمہ سے نکلی ہوئی نہریں ہیں، سب کا دین متحد ہے اور وہ اسلام ہے: ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الإِسْلَامِ﴾ البتہ شریعتیں (آئین) مختلف ہیں، کیونکہ زمانوں کے تقاضے مختلف ہیں، مگر سب شریعتیں اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہیں، پس خاتم النّبیین ﷺ پر نازل کیا ہوا دین بھی اور اللہ کی کتاب قرآن مجید اور آئین بھی اسی سرچشمہ سے آیا ہے، پس آخری دین اور شریعت کو ماننے کا لازمی تقاضہ یہ ہے کہ گذشتہ دین اور شریعتوں کو اور گذشتہ پیغمبروں کو بھی تسلیم کیا جائے۔

اسلام کے معنی:

اسلام کے لغوی معنی ہیں: سرافگندگی، یعنی خود کو کسی کے سپرد کر دینا، اور بالکل اسی کے تابع اور فرمانبردار ہو جانا، اور اصطلاحی معنی ہیں: اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کو اپنا دستور زندگی بنانا، اور اللہ کے احکام کا مطیع ہونا، سورۃ الحج میں ہے: ﴿إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ، فَلَهُ أَسْلِمُوْا﴾ اللہ ہی تمہارے ایک معبود ہیں، پس تم اسی کے مطیع ہو جاؤ، اور سورۃ النساء میں ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْنًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ﴾: اور اس سے بہتر کون ہے جس نے خود کو خدا کے سپرد کر دیا؟ اور سورۂ آل عمران میں ہے: ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾: جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے گا وہ اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا، اور وہ آخرت میں بڑے گھاٹے میں رہے گا۔

غرض اسلام کی اصل روح اور حقیقت یہی ہے کہ بندہ خود کو کلی طور پر اللہ کے حوالہ کر دے، اور ہر پہلو سے ان کا مطیع وفرمانبردار بن جائے، پھر انبیاء کی شریعتوں میں کچھ مخصوص بنیادی اعمال کا بھی حکم دیا گیا ہے جو دین کے پیکر محسوس ہوتے ہیں، اور اس باطنی حقیقت کی نشوونما اور اس کی تازگی کا مدار انہی مخصوص ارکان پر ہوتا ہے، اس لئے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کو دستورِ حیات بنائیں، انہی ارکان پر اسلام کا اطلاق کیا جاتا ہے، نبی ﷺ

کی لائی ہوئی شریعت میں یہ ارکان پانچ ہیں: (۱) توحید خداوندی، اور رسالت محمدی کی گواہی دینا، یعنی منکروں کو اسلام کے یہ دو بنیادی عقیدے پہنچانا (۲) نماز (۳) زکوۃ (۴) روزہ (۵) اور بیت اللہ شریف کا حج، ان پانچ چیزوں کو ارکانِ اسلام قرار دیا گیا ہے، آگے حدیث آرہی ہے کہ اسلام کی بنیاد انہی پانچ چیزوں پر ہے۔

مگر نصوص میں ایمان واسلام ایک دوسرے کی جگہ بھی مستعمل ہوئے ہیں، عقائد پر اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے، اور اعمال پر ایمان کا، اس لئے طلبہ کو احادیث پڑھتے ہوئے اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

بابُ ماجاءَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ

ایمان قبول کرنے پر جنگ بند کرنا ضروری ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ: میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ لا إله إلاّ الله کہیں، پس جب انھوں نے یہ بات کہی تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لئے، مگر اس کلمہ کے حق کی وجہ سے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

تشریح: یہ حدیث بہت اہم ہے، اس کے ذیل میں چند باتیں سمجھنی چاہئیں:

پہلی بات: اس حدیث میں جنگ بندی کا بیان ہے، دشمن اگر جنگ کے دوران ایمان لے آئے تو فوراً جنگ بند کرنا ضروری ہے، خواہ اس نے مسلمانوں کو کتنا ہی نقصان پہنچایا ہو، جب وہ ایمان لے آیا تو وہ ہمارا دینی بھائی ہے، اب اس سے لڑنا جائز نہیں اور جس طرح یہ حکم دشمن قوم کے لئے ہے: فرد کے لئے بھی ہے، کوئی فرد دورانِ جنگ صدق دل سے کلمہ پڑھ لے تو اب اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔

دوسری بات: اگر یہ حدیث آدھی پڑھی جائے تو غلط فہمی پیدا ہوگی، جیسے ﴿لاتَقْرَبُوا الصَّلوة﴾ پر رک جائیں اور ﴿وَأَنْتُمْ سُكَارىٰ﴾ نہ پڑھیں تو مطلب کچھ سے کچھ ہو جائے گا، اسی طرح اس حدیث سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ نبی ﷺ کو جنگ کے ذریعہ دین پھیلانے کا حکم دیا گیا ہے کہ جب تک لوگ ایمان نہ لے آئیں جنگ جاری رکھی جائے، پھر ان لوگوں نے اس پر یہ گل کھلایا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، یہ ان کی سخت غلط فہمی ہے، اس حدیث میں جنگ کرنے کا نہیں، بلکہ جنگ بند کرنے کا حکم ہے۔

تیسری بات: لا إله إلاّ الله کہنے سے مراد پورا دین اسلام قبول کرنا ہے، دوسرے باب کی پہلی حدیث میں یہ بات صراحۃً آرہی ہے، محض کلمہ پڑھ لینا مراد نہیں، اور إلا بحقّها کا مطلب یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اگر لوگ کوئی ایسا جرم کریں جس کی سزا اللہ کے قانون میں جان یا مال لینا ہو تو حکم خداوندی کے مطابق اس کو سزا دی

جائے گی، ایمان لانے سے اور مسلمان کہلانے سے وہ قانونی گرفت سے بچ نہیں سکیں گے، اور ضمیر مؤنث کلمة الإسلام کی طرف لوٹے گی۔

چوتھی بات: حسابهم علی الله: مطلب یہ ہے کہ جو شخص کلمۂ اسلام پڑھ کر اپنا مؤمن ہونا ہمارے سامنے ظاہر کرے، ہم اس کو مؤمن مان کر جنگ بند کردیں گے، اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کریں گے، لیکن اگر حقیقت میں اس کی نیت میں کھوٹ ہو تو اس کا حساب آخرت میں اللہ تعالیٰ لیں گے، وہ عالم الغیب ہیں، دلوں کے رازوں سے واقف ہیں، وہ اس کا پورا پورا حساب چکائیں گے۔

پانچویں بات: اور ایمان لانے پر جنگ بند کرنا اس لئے ضروری ہے کہ جہاد کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی کے راستہ پر ڈالا جائے، اور ان کو عذاب ابدی سے بچایا جائے، پس جو شخص اللہ کے دین کو قبول کرلے، اور اللہ کی بندگی کا اقرار کرکے آئین وشریعت پر چلنا منظور کرلے، اس کے ساتھ جہاد کرنے کے کوئی معنی نہیں، اب جنگ موقوف کردینا ضروری ہے۔

آخری بات: اور جہاد کی نوبت اس وقت آتی ہے جب دعوتِ اسلام اور اللہ کی بندگی کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں، لوگ اللہ کے داعیوں کو دعوت کا موقع نہ دیں، یا مسلمانوں کو ستائیں اور دین پر عمل نہ کرنے دیں تو فتنہ فرو کرنے کے لئے تلوار اٹھانی پڑتی ہے، کیونکہ فتنہ پردازی کرنا، جہاد میں قتل کرنے سے بدرجہا برا ہے۔ ﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (البقرة ۲۱۷) اور ضرر اشد کو ہٹانے کے لئے ضرر اخف کو اختیار کرنا بالکل معقول بات ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ کی وفات ہوئی، اور آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو دین اسلام کا انکار کیا جس نے انکار کیا عربوں میں سے (کچھ لوگ دین اسلام سے بالکل پھر گئے تھے، جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے متبعین، اور کچھ لوگوں نے ایمان تو نہیں چھوڑا تھا، مگر انھوں نے پایۂ خلافت کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کردیا تھا، وہ کہتے تھے: ہم اپنی زکات خود غریبوں میں بانٹیں گے، امیر المؤمنین حضرت ابوبکرؓ کو نہیں دیں گے، پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دونوں فرقوں سے جنگ کا ارادہ کیا، مرتدین کی طرف تو لشکر فوراً روانہ کردیا، اور صحابہ میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہوا، مگر دوسری جماعت کی طرف جب لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا تو صحابہ میں اختلاف ہوا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپؓ لوگوں سے (یعنی مانعین زکوٰۃ سے) جنگ کیسے کریں گے جبکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ کہیں: لا إله إلّا الله اور جس نے لا إله إلّا الله کہا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان محفوظ کرلی، مگر حق اسلام کی وجہ سے، اور اس کا حساب اللہ پر ہے؟ یعنی ایمان لانے پر جنگ بند کرنا ضروری ہے، اور یہ مانعین زکوٰۃ مؤمنین ہیں، ایمان کا انکار نہیں کرتے، پھر ان کے ساتھ جنگ کیسے کی جائے گی؟

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: بخدا! میں ضرور لڑوں گا اس شخص سے جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، یعنی جس طرح نماز بدن کا حق ہے، اور وہ لوگ اجتماعی طور پر نماز قائم کرتے ہیں مگر زکوٰۃ اجماعی طور پر ادا کرنے کے لئے تیار نہیں: میں ان سے ملت کی شیرازہ بندی کے لئے ضرور جنگ کروں گا۔ بخدا! اگر وہ مجھے اونٹ کا پیر باندھنے کی رسّی نہیں دیں گے جس کو وہ نبی ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں ضرور ان سے اس کے نہ دینے پر لڑوں گا۔ پس حضرت عمرؓ نے فرمایا: بخدا! نہیں تھی وہ بات مگر یہ کہ دیکھی میں نے کہ اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا ہے جنگ کے لئے تو میں سمجھ گیا کہ وہی بات برحق ہے۔

تشریح: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ان مانعین زکوٰۃ سے بھی بربنائے ارتداد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنگ کرنا چاہتے ہیں، اس لئے انھوں نے مذکورہ حدیث سے معارضہ کیا، مگر حضرت ابوبکرؓ نے سمجھایا کہ وہ اس بنیاد پر جنگ نہیں کر رہے، بلکہ ملت کی شیرازہ بندی کے لئے یہ اقدام کر رہے ہیں، جیسے کسی علاقہ کے مسلمان ختنہ نہ کرنے پر اتفاق کرلیں، یا اذان نہ دینے پر اجماع کرلیں تو ان سے جنگ کی جائے گی، اور یہ جنگ بربنائے ارتداد نہیں ہوگی بلکہ ملت کی اجتماعیت برقرار رکھنے کے لئے ہوگی، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ جس طرح یہ لوگ اجتماعی طور پر نمازیں ادا کرتے ہیں، اسی طرح نبی ﷺ کے زمانہ سے جو اجتماعی طور پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام چلا آرہا ہے اس کو برقرار رکھنا بھی ضروری ہے، اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو تسبیح کے دانے بکھر جائیں گے، اور ملت میں یک جہتی باقی نہیں رہے گی، یہ نکتہ حضرت عمرؓ کی سمجھ میں بہت دیر میں آیا اور اس کے بعد ان کو شرح صدر ہوگیا کہ حضرت ابوبکرؓ کا موقف صحیح ہے، پھر مانعین زکوٰۃ سے قتال کی نوبت نہیں آئی، وہ مدینہ کو زکوٰتیں بھیجنے کے لئے تیار ہوگئے۔

فائدہ: خلفائے راشدین کی سنتوں کی پیروی ضروری ہے، حدیث شریف میں اس کا حکم دیا گیا ہے، اور یہ وہ سنتیں ہیں جو ملک وملت کی تنظیم سے تعلق رکھتی ہیں، اور یہ حضرت ابوبکرؓ کی پہلی سنت (دینی طریقہ) ہے کہ جو کام اجتماعی طور پر انجام دینے ضروری ہیں اگر ان میں افتراق پیدا کیا جائے تو ان سے بھی جنگ کی جائے گی۔

أبوابُ الإيمان

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[۱-] بابُ ماجاءَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ

[۲٦۰٤-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، فَإِذَا قَالُوْهَا،

عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَ هُمْ وَأَمْوَالَهُمْ، إِلَّا بِحَقِّهَا، وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ"

وفي الباب: عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِیْ سَعِیْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٦٠٥-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، أَخْبَرَنِیْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُتْبَةَ بنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: لَمَّا تُوُفِّیَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، واسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَهُ: كَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ، فَقَالَ عُمَرُ بنُ الْخَطَّابِ، لِأَبِیْ بَكْرٍ: كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُوْلُوْا:لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَمَنْ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهُ وَنَفْسَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ؟ فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ، فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ، وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالاً كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ إِلٰى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ، فَقَالَ عُمَرُ بنُ الْخَطَّابِ: فَوَ اللّٰهِ! مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِیْ بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وهٰكَذَا رَوَى شُعَيْبُ بنُ أَبِیْ حَمْزَةَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ.

وَرَوَى عِمْرَانُ الْقَطَّانُ هٰذَا الحديثَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِیْ بَكْرٍ، وَهُوَ حَدِيْثٌ خَطَأٌ، وَقَدْ خُوْلِفَ عِمْرَانُ فِیْ رِوَايَتِهِ عَنْ مَعْمَرٍ.

وضاحت: باب کی دونوں حدیثیں متفق علیہ ہیں، اور دوسری حدیث عُقیل بن خالد کی ہے، اور شعیب بن ابی حمزہ ان کے متابع ہیں، پس یہی سند صحیح ہے، اور عمران القطان بواسطہ معمر یہ حدیث امام زہری سے، وہ حضرت انسؓ سے اور وہ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں، مگر یہ سند چوک ہے، عمران کے علاوہ معمر کے دوسرے شاگرد اس طرح سند بیان نہیں کرتے۔ قد خُوْلِفَ عمران: (عمران مخالفت کئے گئے) کا یہی مطلب ہے۔

بابُ ماجاءَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيُقِيْمُوْا الصَّلَاةَ

لا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ کہنے کا مطلب پورے دین اسلام کو قبول کرنا ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میں حکم دیا گیا ہوں کہ لوگوں کے ساتھ جنگ کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ وہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، اور یہ کہ وہ ہمارا ذبیحہ کھائیں، اور یہ کہ وہ ہماری طرح نماز پڑھیں، پس جب انھوں

نے یہ کام کیئے تو ہم پر ان کے خون اور ان کے مال حرام ہو گئے، مگر کلمۂ اسلام کے حق کی وجہ سے (اب) ان ایمان لانے والوں کے لئے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے لئے ہے، اور ان کے وہی فرائض ہیں جو مسلمانوں کے ہیں۔

تشریح: متفق علیہ روایت میں ہے: حتی یَشْهَدُوا أَنْ لاَإِلٰـهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَيُؤْمِنُوْا بِیْ، وَبِمَا جَئْتُ بِهِ: یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور مجھ پر ایمان لائیں، اور اس دین پر ایمان لائیں جس کو میں لے کر آیا ہوں، اور بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: حتی یَشْهَدُوْا أن لا إلـهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحمدًا رسولُ اللّٰهِ، وَيُقِيْمُوْا الصلاةَ، وَيُؤْتُو الزكوة: یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ (حضرت) محمد (مصطفیٰ ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کا اہتمام کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور باب کی روایت میں ہے کہ وہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، ہمارا ذبیحہ کھائیں، اور ہماری طرح نماز پڑھیں، یعنی کسی اور ڈھنگ سے نماز نہ پڑھیں، یہ سب الفاظ دلیل ہیں کہ لا إلـهَ إِلاَّ الله کہنے سے مراد پورے دین کو قبول کرنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے، صرف لا إلـهَ إِلاَّ الله کہنا مراد نہیں، یہ کلمہ تو یہود و نصاریٰ بھی کہتے ہیں، مگر وہ معتبر نہیں، کیونکہ ہر زمانہ کا لا إلـهَ إِلاَّ الله الگ ہے، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے لا إلـهَ إِلاَّ الله میں موسیٰ رسول اللہ بھی شامل تھا، اور عیسیٰ علیہ السلام کے لا إلـهَ إِلاَّ الله میں عیسیٰ رسول اللہ بھی شامل تھا، اسی طرح خاتم النّبیین ﷺ کے لا إلـهَ إِلاَّ الله میں محمد رسول اللہ بھی شامل ہے، پھر جب رسول کی رسالت کا اقرار کر لیا تو رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے جو دین آیا ہے اس کا اقرار کرنا، اور اس پر عمل پیرا ہونا بھی لا إلـهَ إِلاَّ الله میں شامل ہو گیا۔

اور حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ان نو مسلموں میں اور پرانے مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا، حقوق و فرائض سب کے یکساں ہیں۔

[۲-] بابُ ماجاءَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا: لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَيُقِيْمُوْا الصَّلاَةَ

[۲۶۰۶-] حدثنا سَعِيْدُ بنُ يَعْقُوْبَ الطَّالِقَانِيُّ، أَنَا ابنُ الْمُبَارَكِ، أَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيْلُ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ، حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحمدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوْا قِبْلَتَنَا، وَيَأْكُلُوْا ذَبِيْحَتَنَا، وَأَنْ يُصَلُّوْا صَلاَ تَنَا، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُ هُمْ وَأَمْوَالُهُمْ، إِلاَّ بِحَقِّهَا، لَهُمْ مَالِلْمُسْلِمِيْنَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ "

وفى الباب: عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، وَأَبِىْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رَوَاهُ يَحْيىَ بنُ أَيُّوْبَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ نَحْوَهُ.

بابُ ماجاءَ: بُنِيَ الإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ

اسلام کے ارکان پانچ ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اس بات کی گواہی دینا کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں (۲) اور نماز قائم کرنا (۳) اور زکات ادا کرنا (۴) اور رمضان کے روزے رکھنا (۵) اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

تشریح:

۱- اس حدیث میں نبی ﷺ نے اسلام کو ایک ایسی عمارت سے تشبیہ دی ہے جو چند ستونوں پر قائم ہو، پس کسی مسلمان کے لئے اس کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ان ارکان کے ادا کرنے میں غفلت برتے، کیونکہ یہ اسلام کے بنیادی ستون ہیں، اور مختلف روایات میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جس طرح وضو کی صحت کے لئے اعضاء مغسولہ کو کم از کم ایک بار بالاستیعاب دھونا اور کم از کم چوتھائی سر کا مسح کرنا ضروری ہے، اسی طرح آخرت میں نجات اوّلی کے لئے اسلام کے ارکان خمسہ کی ادائیگی ضروری ہے، جو شخص گناہوں سے بچتے ہوئے ان اعمالِ اسلام پر عمل پیرا ہوگا وہ اگر دیگر طاعات نہ بھی کرے تو بھی اس کی نجات اوّلی ہوگی، وہ عذاب جہنم سے بچ جائے گا، اور جنت کا حق دار ہوگا۔

۲- اور ان ارکانِ خمسہ کو اسلام کی رکنیت کے لئے اس وجہ سے خاص کیا گیا ہے کہ یہ پانچوں اعمال لوگوں کی مشہور عبادتیں ہیں، تمام امتوں نے ان کو اختیار کیا ہے، اور ان کا انتظام کیا ہے، یہود ہوں یا عیسائی، مجوسی ہوں یا عرب جو دین ابراہیمی پر کسی درجہ میں قائم تھے، سب ان طاعات کو اپنائے ہوئے تھے، اگرچہ ان عبادتوں کی ادائیگی کے طریقوں میں ان میں اختلاف تھا، یہود کی نماز کا طریقہ اور تھا اور عیسائیوں کا اور، مگر سب نماز ادا کرتے تھے، یہی حال زکوٰۃ وغیرہ کا تھا، سب ملتوں کے ماننے والے غریبوں پر خرچ کرتے تھے، پس یہ متفق علیہ امور ہیں، اس لئے ان کو رکنیت کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ پھر ان طاعاتِ خمسہ میں جو خوبیاں ہیں، وہ دیگر طاعتوں میں نہیں ہیں، اس لئے یہ طاعات رکنیت کے لئے خاص کی گئی ہیں۔

۳- توحید کا اقرار، رسالت محمدی کی تصدیق، اور پوری شریعت کو تسلیم کرنا، اور ان دونوں باتوں کی دعوت دوسروں تک پہنچانا دین کا بنیادی رکن ہے، کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ موافق ومخالف کے درمیان امتیاز کیا جاسکتا ہے، انہی کی بنیاد پر کسی کے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے، اور ان میں کوتاہی پر باز پرس کی جاسکتی ہے۔

۴- اور نوع بشری کی نیک بختی کا مدار اور نجات اخروی کا سرمایہ چار اخلاق ہیں: (۱) اخبات یعنی اللہ کے سامنے نیاز مند رہنا (۲) طہارت یعنی پاکی اختیار کرنا (۳) سماحت یعنی فیاضی سے کام لینا (۴) اور عدل وانصاف برتنا۔ اور

نماز کے ذریعہ اخبات ونظافت بدست آتے ہیں، کیونکہ نماز کے لئے پاکی شرط ہے،اور نماز بارگاہ خداوندی میں اعلی درجہ کی نیازمندی ہے،اور زکوٰۃ ادا کرنے سے فیاضی اور عدل کی صفات بدست آتی ہیں، کیونکہ شرائط کا لحاظ کرکے زکوٰۃ کی ادائیگی اعلی درجہ کی فیاضی ہے،اور یہی انصاف کی بات بھی ہے کہ مالدار اللہ کی بخشی ہوئی دولت میں سے غریبوں کا حق ادا کرے۔

پھر انسانوں کے لئے کوئی ایسی عبادت بھی ضروری ہے جو اس کی خواہشات پر قہرمان ہو، تاکہ اس کے ذریعہ نفسانی خواہشات کو دبایا جاسکے،اور ایسی عبادت روزہ ہے،اس مقصد کے لئے اس سے بہتر کوئی عبادت نہیں،اس لئے روزہ کو چوتھا رکن قرار دیا۔

اور اللہ کی شریعتوں میں ایک بنیادی حکم یہ بھی رہا ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے،اور اسلام کے اہم شعائر چار ہیں: قرآن مجید، کعبہ شریف، نبی اور نماز۔ حج کی عبادت کعبہ شریف کی تعظیم کے لئے مقرر کی گئی ہے، نیز اس کا ایک اہم مقصد جذبۂ محبت کو مہمیز کرنا بھی ہے، ہر مؤمن کے دل میں محبت الٰہی کی چنگاری موجود ہے،اس کو روشن کرنا اور اس کو بھڑ کا کر لاوا بنانا حج کی عبادت کا خاص مقصد ہے۔

فائدہ(۱): اسلام کے فرائض ان ارکانِ خمسہ کے علاوہ بھی ہیں، جیسے: جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ۔ مگر جو اہمیت وخصوصیت ان پانچ کو حاصل ہے وہ اوروں کو حاصل نہیں،اس لئے اسلام کا رکن صرف انہی کو قرار دیا گیا ہے،اور وہ خصوصیت اور اہمیت یہ ہے کہ یہ پانچ ارکان دینِ اسلام کے لئے بمنزلہ پیکرِ محسوس کے ہیں، نیز یہی وہ خاص تعبدی امور ہیں جو بالذات مطلوب ومقصود ہیں،ان کی فرضیت کسی عارض کی وجہ سے اور کسی خاص حالت سے وابستہ نہیں، یہ مستقل اور دائمی فرائض ہیں، برخلاف جہاد اور امر بالمعروف کے کہ ان کی یہ حیثیت نہیں، وہ خاص حالات میں اور خاص موقعوں پر فرض ہوتے ہیں۔

فائدہ(۲): لوگوں نے پہلے رکن کو یعنی توحید ورسالت کی گواہی کو جو سب سے اہم رکن ہے، رکنیت سے خارج کرکے ایمانیات میں شامل کر دیا ہے،اس طرح لوگوں میں ارکانِ اربعہ مشہور ہو گئے، حالانکہ گواہی کورٹ میں مدعی علیہ کے سامنے دی جاتی ہے، جب مدعی علیہ مدعی کے دعوی کا انکار کرے۔اسی طرح ان دو باتوں کی گواہی ان لوگوں کے سامنے دینی ہے جو ان دوعقیدوں کے قائل نہیں، پھر جس طرح کورٹ میں گواہوں کا کام صرف گواہی دینا ہے، اس پر فیصلہ قاضی کرتا ہے،اسی طرح یہاں بھی مسلمانوں کی ذمہ داری غیر مسلموں تک یہ دو دعوتیں پہنچانا ہے، پھر فیصلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کریں گے،لیکن اگر گواہ کوتاہی کریں،اور وہ گواہی کا فریضہ انجام نہ دیں تو قاضی کس بنیاد پر فیصلہ کرے گا؟ بلکہ ممکن ہے کسی درجہ میں گواہ بھی ماخوذ ہوں کہ تم نے اپنا فریضہ کیوں ادا نہ کیا؟ اگر تم دین کی دعوت دوسروں تک پہنچاتے تو ممکن تھا وہ بھی اللہ کے بندے بن جاتے ہیں،اور جنت میں پہنچ جاتے ہیں،اس لئے یہ امت

کی کوتاہی تصور کی جائے گی، مگر اب امت کا عجیب حال ہوگیا ہے، انھوں نے اس دعوت کو ارکان کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے، اور ایمانیات میں داخل کر دیا ہے فیا لَلْعَجَب!......اسی طرح امت میں عرصہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ متروک ہوگیا ہے حالانکہ تبلیغ: احیائے دین کے لئے ضروری ہے، حدیث میں ہے: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً: جس کو دین کی ایک بات معلوم ہو وہ بھی دوسرے مسلمانوں تک وہ بات پہنچائے، اور فریضۂ تبلیغ چھوڑ بیٹھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آدھی امت دین سے بے خبر ہو کر رہ گئی فیا للأَسَف!......پس جو دین کا بول بالا دیکھنا چاہتے ہیں وہ دعوت وتبلیغ کی محنتوں کے لئے تیار ہو جائیں ان کے بغیر دین کا احیاء نہیں ہوسکتا۔

[۳-] بابُ ماجاءَ: بُنِیَ الإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ

[۲۶۰۷-] حدثنا ابنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ، عَنْ سُعَیْرِ بنِ الْخِمْسِ التَّمِیْمِیِّ، عَنْ حَبِیْبِ بنِ أَبِیْ ثَابِتٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: " بُنِیَ الإِسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحمدًا رَسولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِیْتَاءِ الزَّکَاةِ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ، وَحَجِّ الْبَیْتِ "

وفی الباب: عَنْ جَرِیْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم نَحْوُ هٰذَا، وَسُعَیْرُ بنُ الْخِمْسِ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِیْثِ.

حدثنا أَبُوْ کُرَیْبٍ، نا وَکِیْعٌ، عَنْ حَنْظَلَةَ بنِ أَبِیْ سُفْیَانَ الْجُمَحِیِّ، عَنْ عِکْرِمَةَ بنِ خَالِدٍ الْمَخْزُوْمِیِّ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم نَحْوَهُ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

وضاحت: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث دو سندوں سے مروی ہے، اور دونوں اعلی درجہ کی صحیح ہیں، اور پہلی سند کا راوی سُعیر (آخر میں ر اور مصغّر) بن الْخِمْس (خ معجمہ مکسورہ پھر م اور آخر میں س مہملہ) تمیمی اچھا راوی ہے، مسلم شریف میں وسوسہ کے بیان میں اس کی ایک حدیث ہے۔

بابُ ماجاء فی وَصْفِ جِبْرَئِیْلَ لِلنَّبیِّ صلی الله علیه وسلم الإِیْمَانَ والإِسْلَامَ

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سوالات اور نبی ﷺ کے جوابات

(ایمان، اسلام، احسان، وقتِ قیامت اور علاماتِ قیامت کا بیان)

وَصَفَ الشیئَ یَصِفُ وَصْفًا وَصِفَةً: کے معنی ہیں: کیفیت وحالت بیان کرنا، اچھی یا بری صفت بیان کرنا۔

جاننا چاہئے کہ اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے لئے ایمان واسلام کی وضاحت نہیں کی، بلکہ انھوں نے سوالات کئے ہیں، اور نبی ﷺ نے جوابات دیئے ہیں، پس وضاحت درحقیقت نبی ﷺ نے کی ہے مگر چونکہ اس کا سبب حضرت جبرئیل علیہ السلام بنے تھے، اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے وضاحت کی نسبت حضرت جبرئیلؑ کی طرف کردی، پس یہ نسبت مجازی ہے۔

حدیث: یحییٰ بن یعمر بصری جو بعد میں مَرو میں جابسے تھے، اور وہاں کے قاضی تھے، اور اعلیٰ درجہ کے ثقہ راوی ہیں، کہتے ہیں: سب سے پہلا وہ شخص جس نے تقدیر کے مسئلہ میں گفتگو کی یعنی تقدیر کا انکار کیا وہ مَعبد جُہنی تھا (یہ شخص بصرہ کا باشندہ تھا، پھر بصرہ سے مدینہ چلا آیا تھا، اور یہاں اپنا باطل مذہب پھیلانا چاہتا تھا، حجاج نے اس کو سن ۸۰ ہجری میں قتل کیا) یحییٰ کہتے ہیں: میں اور حُمید بن عبدالرحمٰن حِمیری (جو حدیث کے ثقہ راوی ہیں) نکلے، یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچے، پس ہم نے دل میں کہا: اگر ہماری صحابہ میں سے کسی سے ملاقات ہوئی تو ہم ان سے پوچھیں گے اس (نئی) بات کے بارے میں جو اِن (منکرین تقدیر) لوگوں نے نکالی ہے، پس ہماری ایک صحابی سے ملاقات ہوئی — وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مراد لے رہے ہیں — درانحالیکہ وہ مسجد نبوی سے نکل رہے تھے، پس میں نے اور میرے ساتھی نے ان کو گھیر لیا، اور میں نے گمان کیا کہ میرا ساتھی مجھے گفتگو کا ذمہ دار بنائے گا، چنانچہ میں نے عرض کیا: اے ابو عبدالرحمٰن! کچھ لوگ قرآن کریم پڑھتے ہیں، اور وہ علم کے نشانات بھی تلاش کرتے ہیں، یعنی وہ حدیثیں بھی جمع کرتے ہیں، مگر وہ کہتے ہیں کہ تقدیر کچھ نہیں، معاملہ اچھوتا ہے، یعنی ازل سے اللہ تعالیٰ نے کوئی بات طے نہیں کی، نہ وہ پیش آمدہ واقعات کو ازل سے جانتے ہیں۔

لغات: اِكْتَنَفَ فلاناً: گھیرنا...... وَكَلَ إِلَيْهِ الْأَمْرَ يَكِلُ وَكْلاً وَوُكُوْلاً: کسی کو کوئی معاملہ سونپ کر بے فکر ہوجانا، کسی معاملہ میں کسی کو مختار بنادینا...... تَقَفَّرَ العلمَ: علم تلاش کرنا، تحصیل علم کی راہوں پر چلنا...... الْأُنُف (بضمتین) جدید، تازہ، اچھوتا، جسے ابھی تک استعمال نہ کیا گیا ہو، الرَّوْضُ الْأُنُف: اچھوتی کیاری، جس میں کسی جانور نے منہ نہ مارا ہو۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: پس جب آپ کی ان لوگوں سے ملاقات ہو تو آپ انہیں بتلائیں کہ میں ان سے بری ہوں، اور وہ مجھ سے بری ہیں، یعنی میرا ان سے کچھ تعلق نہیں، اور ان کا مجھ سے کچھ تعلق نہیں، قسم ہے اس اللہ کی جس کی عبداللہ قسم کھاتا ہے! اگر یہ بات ہو کہ ان میں سے ایک شخص احد پہاڑ کے بقدر سونا خرچ کرے تو بھی وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان لائے، اس کے بھلے پر بھی اور اس کے برے پر بھی۔

یحییٰ کہتے ہیں: پھر حضرت ابن عمرؓ نے حدیث بیان کرنی شروع کی، چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نبی ﷺ کے پاس تھے، پس ایک شخص آیا، جس کے کپڑے نہایت سفید تھے، اور جس کے بال

نہایت کالے تھے، اس پر سفر کا کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا تھا، اور اس کو ہم میں سے کوئی نہیں جانتا تھا، یہاں تک کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آیا، پس اس نے اپنا زانو نبی ﷺ کے زانو سے ملا دیا یعنی بالکل قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

تشریح: یہ صاحب ایسے وقت میں آئے تھے کہ مجلس نبوی میں صحابہ کا مجمع تھا، اور آپؐ ان سے خطاب فرما رہے تھے، اور کپڑوں کی سفیدی اور بالوں کی سیاہی اور سفر کا کوئی اثر محسوس نہ ہونا: دلالت کرتا تھا کہ کوئی باہر کا آدمی نہیں ہے، اور کسی کا اس کو نہ پہچاننا: دلالت کرتا تھا کہ کوئی باہر کا آدمی ہے، یہ دو متضاد حالتیں ان میں جمع تھیں، اس پر لوگوں کو حیرت ہو رہی تھی، وہ حلقہ میں سے گذر کر بالکل نبی ﷺ سے مل کر بیٹھ گئے تاکہ آسانی سے سوال کر سکیں۔

ترجمہ: پھر انھوں نے کہا: اے محمد! ایمان کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ کی، اس کے فرشتوں کی، اس کی کتابوں کی، اس کے رسولوں کی، اس دنیا کے آخری دن کی اور بھلی بری تقدیر کی تصدیق کریں۔

تشریح: ایمان کے لغوی اور اصطلاحی معنی، اور ایمانیات کی تشریح أبو اب الإیمان کے شروع میں گذر چکی ہے۔ یہاں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث میں چھ ایمانیات کا تذکرہ ہے، اور ایمان مفصل میں سات کا ذکر ہے، اس میں بعث بعد الموت کا تذکرہ بھی ہے، درحقیقت یہ الیوم الآخر: یعنی قیامت کے دن کو ماننے کا جز ہے، اس لئے اگر سمیٹیں گے تو چھ عقیدے ہونگے، اور پھیلائیں گے تو سات عقیدے ہونگے ...... دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہئے کہ سوالات کی صحیح ترتیب یہی ہے جو اس حدیث میں ہے، بعض روایات میں پہلا سوال اسلام کے بارے میں ہے وہ رواۃ کا تصرف ہے۔

ترجمہ: پھر انھوں نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور اس بات کی گواہی دینا کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکوٰۃ ادا کرنا، اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔

تشریح: اسلام کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور اسلام کے ارکان خمسہ کی تفصیل بھی أبو اب الإیمان کے شروع میں گذر چکی ہے، نیز باب ۳ میں بھی اس کی تفصیل آچکی ہے۔

ترجمہ: پھر انھوں نے پوچھا: احسان (نکوکردن) کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: احسان (عمل کو عمدہ کرنے کا طریقہ) یہ ہے کہ آپ اللہ کی عبادت کریں گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں، پس اگر آپ اللہ کو نہیں دیکھ رہے تو وہ یقیناً آپ کو دیکھ رہے ہیں۔

تشریح: إحسان: باب افعال کا مصدر ہے، اور اس کا مأخذ حُسن (خوبی) ہے، پس إحسان کے معنی ہیں: نکوکردن، یعنی اچھا بنانا، سائل نے تیسرا سوال یہ کیا ہے کہ اسلام کے ارکانِ خمسہ کو اور دیگر تمام اعمال کو عمدہ طریقہ پر ادا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ نبی ﷺ نے اس کے دو طریقے بتائے ہیں: ایک اعلی دوسرا ادنی:

پہلا طریقہ: اس دنیا میں حقیقتاً اللہ کا دیدار ممکن نہیں، البتہ ''گویا'' کے درجہ میں ممکن ہے، یعنی استحضاری کیفیت اتنی بڑھ جائے کہ گویا وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے، پس اس حالت میں جو عبادت کرے گا وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوگی، جیسے غلام اپنے آقا کے احکام کی تعمیل اس وقت کرے جب وہ آقا کے سامنے ہو، اور یقین ہو کہ آقا اسے دیکھ رہا ہے، اس وقت غلام خوش اسلوبی سے وظائفِ خدمت انجام دیتا ہے، یہی حال بندوں کا ہے، جس وقت بندہ یہ محسوس کرے کہ میں اپنے مولیٰ کے سامنے ہوں، اور وہ میرے ہر کام اور ہر حرکت وسکون کو دیکھ رہا ہے، اس وقت اس کی بندگی میں ایک خاص شانِ نیازمندی پیدا ہوگی، اور اس سے اعمال نہایت عمدہ کیفیت کے ساتھ وجود میں آئیں گے۔

دوسرا طریقہ: اور اگر یہ استحضاری حالت نصیب نہ ہو تو پھر اس عقیدہ کو تازہ کرلیا جائے کہ اللہ تعالیٰ بہرحال اسے دیکھ رہے ہیں، سورۃ الانعام (آیت ۱۰۳) میں ہے: ﴿لَاتُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ، وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ، وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ یعنی اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی، مگر وہ سب نگاہوں کو محیط ہوجاتے ہیں، وہ بڑے باریک بیں باخبر ہیں، اس لئے کوئی چیز ان سے مخفی نہیں۔ جب اس عقیدے کے ساتھ عبادت کرے گا تو بھی عبادت شاندار ہوگی، جیسے مکتب کا مدرس استنجے کے لئے گیا، اور روزن سے بچوں کو دیکھ رہا ہے، مگر بچے اس کو نہیں دیکھ رہے، مگر بچوں کو یقین ہے کہ ان کی ہر حالت استاذ کی نگاہ میں ہے، تو بھی بچے سکون کے ساتھ پڑھتے رہیں گے، دنگا فساد نہیں کریں گے، اسی طرح جب بندہ اس یقین کے ساتھ عبادت کرتا ہے کہ وہ اللہ کی نگاہ میں ہے تو بھی شاندار عبادت وجود میں آئے گی۔

فائدہ (۱): جاننا چاہئے کہ یہ حدیث نماز کے ساتھ خاص نہیں، حدیث میں تعبُد کا لفظ ہے، جس کے معنی مطلق عبادت وبندگی کے ہیں، بلکہ ایک حدیث میں تَخْشیٰ بھی آیا ہے، یعنی تم خدا سے اس طرح ڈرو کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو، اور ایک دوسری روایت میں تَعمَل بھی آیا ہے، ان روایتوں سے واضح ہوا کہ احسان کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے۔

فائدہ (۲): فارسی کے دو لفظ ہیں: ایک: نیکو کردن، یہ نیک سے ہے یعنی اچھے اعمال کرنا، دوسرا: نِکو کردن، یعنی عمدہ بنانا، احسان کا ترجمہ (بغیری کے) نکوکردن ہے، اور ابوداؤد میں حدیث (نمبر ۲۸۱۴ کتاب الضحایا باب ۱۰) ہے: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ على كُلِّ شَيْئٍ، فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الْقِتْلَةَ، وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوْا الذِّبْحَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذِبِيْحَتَهُ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں عمدہ کرنا فرض کیا ہے، پس جب تم دشمن کو قتل کرو تو بہترین طریقہ پر قتل کرو، یعنی لاش نہ بگاڑو، اور جب تم جانور کو ذبح کرو تو بہترین طریقہ پر ذبح کرو، اور چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی چھری تیز کرلے، اور چاہئے کہ وہ اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے، یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے، اور ترمذی میں بھی کتاب الذبائح میں گذر چکی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احسان یعنی عمدہ کرنے کا تعلق ہر چیز کے ساتھ ہے۔

فائدہ: تصوف کے لئے قرآن کریم اور احادیثِ شریفہ میں یہی احسان کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، فرمایا:

﴿بَلٰی مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ، وَهُوَ مُحْسِنٌ، فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾ ہاں جس نے خود کو خدا کے سپرد کردیا درانحالیکہ وہ نکوکار بھی ہے تو اس کے لئے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہے۔ اور دوسری جگہ ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِیْنًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ اور اس سے دین میں اچھا کون جس نے خود کو خدا کے سپرد کردیا، اور ساتھ ہی وہ نکوکار بھی ہے؟ یعنی اعمالِ اسلام کو بہترین طریقہ پر ادا کرتا ہے۔

اور احادیث میں احسان کے علاوہ تصوف کے لئے زہد کی اصطلاح بھی استعمال کی گئی ہے، اسی جلد میں أبو اب الزهد گذر چکے ہیں، پھر جب لوگ خوش حال ہو گئے، اور شاندار کپڑے پہننے لگے، مگر اللہ کے دیندار بندے صوف (اون) کے کپڑے ہی پہنتے رہے، تو وہ صوفی اور ان کا طریقہ تصوف کہلانے لگا، اور حاصل تینوں کا ''تصحیح نیت'' ہے، یعنی احسان کا مقصد، زہد کی غرض، اور تصوف کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنی نیت درست کرے، اور ہر عمل کو اللہ کے لئے خالص کرے، یہ اخلاص ہی تصوف کی جان ہے، اور وہی احسان سے مراد ہے۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان سب (سوالوں کے جواب) میں وہ صاحب نبی ﷺ سے کہتے رہے: صَدَقْتَ: آپؐ نے سچ فرمایا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں: پس ہمیں اس پر تعجب ہوا کہ وہ شخص پوچھتا بھی ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے!

تشریح: پوچھنا دلیل ہے کہ وہ بے خبر ہے، اور تصدیق کرنا دلیل ہے کہ اسے یہ سب باتیں معلوم ہیں، پھر پوچھ کیوں رہا ہے؟ اس پر صحابہ کو بڑی حیرت ہوئی۔

ترجمہ: پھر ان صاحب نے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جس سے یہ سوال کیا جارہا ہے وہ اس کو سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا!

تشریح: قیامت کا خاص وقت جس طرح سائل کو معلوم نہیں تھا، نبی ﷺ کو بھی معلوم نہیں تھا، کیونکہ قیامت کا وقت ان پانچ چیزوں میں ہے جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر آپؐ نے سورۂ لقمان کی آخری آیت تلاوت فرمائی: اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے، اور وہی بارش برساتے ہیں، اور وہی جانتے ہیں جو کچھ بچہ دانی میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا؟ اللہ تعالیٰ ہی ان سب باتوں کے جاننے والے باخبر ہیں ...... اور شارحین کرام نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ نے قیامت کے سوال کے جواب میں لا أدری! (مجھے اس کا علم نہیں!) فرمانے کے بجائے: یہ پیرایہ اس لئے اختیار فرمایا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کسی بھی سائل اور کسی بھی مسئول کو اس کا علم نہیں، پھر آیتِ پاک تلاوت کر کے آپؐ نے اس کو اور زیادہ مستحکم فرمادیا۔

ترجمہ: پھر ان صاحب نے پوچھا: پس قیامت کی نشانیاں کیا ہیں؟ یعنی قیامت کا وقتِ خاص معلوم نہیں تو اس کی علامتیں ہی بتائیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ باندی اپنی مالکہ کو جنے، اور دوسری نشانی

یہ ہے کہ آپ ننگے پیر، ننگے بدن، قلاش، بکریوں کے چرانے والوں کو دیکھیں کہ عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے بڑھے جارہے ہیں۔

لغات: رَبَّةٌ: رَبٌّ کا مؤنث: مالک، آقا، سردار...... **الحُفَاة**: الحافی کی جمع: برہنہ پا...... **العُرَاة**: العاری کی جمع، برہنہ، ننگا...... **العَالَة**: العائل کی جمع: غریب، محتاج لوگ...... **رِعَاء**: الرَّاعِی کی جمع، چرواہا...... **تطاوَلَ**: دراز ہونا، لمبا بننا، غرور وتکبر کرنا...... **البُنْیان**: البِناءُ کی جمع: عمارت کی ساخت۔

تشریح: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی دونشانیاں بیان فرمائی ہیں:

ایک: باندی اپنی مالکہ کو جنے، یعنی بیٹی ماں پر حکم چلائے ......اوراس کی تفصیل یہ ہے کہ جب باندیاں تھیں، اور مولیٰ اس سے صحبت کرتا تھا تو اس سے جو اولاد ہوتی تھی وہ آزاد ہوتی تھی، اور باندی ام ولد بن جاتی تھی، مگر باندی ہی رہتی تھی، اس لئے اولاد بڑی ہوکر ماں پر حکم چلاتی تھی، کیونکہ ماں گھر کی لونڈی ہوتی تھی، اور صرف لڑکے ہی حکم نہیں چلاتے تھے، لڑکیاں بھی حکم چلاتی تھیں، یہ قیامت کی نشانی تھی، یعنی اولاد اتنی بدتمیز ہوجائے کہ ماں باپ کو نوکر سمجھنے لگے، آج کل اولاد کا عام طور پر یہی حال ہے، اگر اولاد نے کچھ پڑھ لکھ لیا تو ماں باپ کی ان کی نگاہوں میں کوئی وقعت باقی نہیں رہتی، وہ ان سے نوکر جیسا معاملہ کرتے ہیں، یہ بات علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

دوسری علامت: یہ ہے کہ دولت کی ریل پیل ہوجائے، انتہائی درجہ کے قلاش لوگ بھی تعمیرات میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگیں، پس سمجھنا چاہئے کہ قیامت نزدیک آگئی!

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی، اس واقعہ کے تین دن کے بعد، پس آپؐ نے فرمایا: اے عمر! جانتے ہو سائل کون تھا؟ وہ جبرئیلؑ تھے، وہ تمہارے پاس آئے تھے تاکہ تمہیں تمہارا دین سکھلائیں۔

تشریح: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تین دن کے بعد خبر دینا: اسی روایت میں آیا ہے، پس اس کو یاد رکھنا چاہئے، دوسری روایتوں میں مَلِیًّا آیا ہے، یعنی عرصہ کے بعد، اوراس آخری ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس لئے تشریف لائے تھے کہ وہ ایسے سوالات کریں جن کے جوابات میں پورے دین کا خلاصہ آجائے، اور صحابہ اس کو محفوظ کرلیں۔

[٤-] بابُ ماجاء فی وَصْفِ جِبْرَئِیْلَ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم الإِیْمَانَ والإِسْلاَمَ

[٢٦٠٨-] حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَیْنُ بنُ حُرَیْثٍ الْخُزَاعِیُّ، نَا وَکِیْعٌ، عَنْ کَهْمَسِ بنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ بُرَیْدَةَ، عَنْ یَحْیَی بنِ یَعْمَرَ، قَالَ: أَوَّلُ مَنْ تکَلَّمَ فِی الْقَدْرِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِیُّ، قَالَ: خَرَجْتُ أَنَا وَحُمَیْدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْیَرِیُّ، حَتّٰی أَتَیْنَا الْمَدِیْنَةَ، فَقُلْنَا: لَوْ لَقِیْنَا رَجُلاً مِنْ

أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا أَحْدَثَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ، فَلَقِيْنَاهُ يَعْنِى عَبْدَ اللّٰهِ بنَ عُمَرَ، وَهُوَ خَارِجٌ مِنَ الْمَسْجِدِ، قَالَ: فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِى، فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِى سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! إِنَّ قَوْمًا يَقْرَأُوْنَ الْقُرْآنَ، وَيَتَقَفَّرُوْنَ الْعِلْمَ، وَيَزْعُمُوْنَ أَن لَّاقَدَرَ، وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ.

قَالَ: فَإِذَا لَقِيْتَ أُوْلٰئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّىْ مِنْهُمْ بَرِيٌّ، وَأَنَّهُمْ مِنِّى بُرَآءُ. وَالَّذِىْ يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا قُبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ، حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.

قَالَ: ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُ، فَقَالَ: قَالَ عُمَرُ بنُ الْخَطَّابِ: كُنَّا عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَجَاءَ رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ، لايُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلاَ يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى أَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَأَلْزَقَ رُكْبَتَهُ بِرُكْبَتِهِ.

ثُمَّ قَالَ: يَا مُحمدُّ! مَا الإِيْمَانُ؟ قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ.

قَالَ: فَمَا الإِسْلَامُ؟ قَالَ: شَهَادَةُ أَنَّ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحمدًّا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، وَإِقَامَ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَحَجُّ الْبَيْتِ، وَصُوْمُ رَمَضَانَ.

قَالَ: فَمَا الإِحْسَانُ؟ قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.

قَالَ: فِىْ كُلِّ ذٰلِكَ يَقُوْلُ لَهُ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَتَعَجَّبْنَا مِنْهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ.

قَالَ: فَمَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ.

قَالَ: فَمَا أَمَارَتُهَا؟ قَالَ: أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِى الْبُنْيَانِ.

قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيَنِىَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَلَاثٍ، فَقَالَ: يَا عُمَرُ هَلْ تَدْرِىْ مَنِ السَّائِلُ؟ ذَاكَ جِبْرَئِيْلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ أَمْرَ دِيْنِكُمْ.

حدثنا أَحْمَدُ بنُ مُحمدٍ، نَا ابنُ الْمُبَارَكِ، نَا كَهْمَسُ بنُ الْحَسَنِ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

حدثنا مُحمدُ بنُ الْمُثَنَّى، نا مُعَاذُ بنُ هِشَامٍ، عَنْ كَهْمَسٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

وفى الباب: عَنْ طَلْحَةَ بنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَأَنَسِ بنِ مَالِكٍ، وَأَبِىْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوُ هٰذَا، وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الحديثُ عَنْ ابنِ عُمَرَ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَالصَّحِيْحُ هُوَ عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وضاحت: حدیث کی پہلی سند کَہْمس کے شاگرد وکیع کی ہے، دوسری ابن المبارک کی، اور تیسری معاذ بن ہشام کی، پس یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، اس حدیث کی سندیں اس کے علاوہ اور بھی ہیں، اور ایک سند حضرت ابن عمرؓ پر رک جاتی ہے، یہ صحیح نہیں، یہ حدیث درحقیقت حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

بابُ مَاجَاءَ فِيْ إِضَافَةِ الْفَرَائِضِ إِلَى الإِيْمَانِ

فرائض کی ایمان کی طرف نسبت

أَضَافَ الشيئَ إليه: کے معنی ہیں: ملانا، شامل کرنا، بڑھانا، اضافہ کرنا، اور باب کا مطلب یہ ہے کہ احادیث میں فرائض (ارکان اسلام) کی ایمان کی طرف اضافت (نسبت) کی گئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں، یہ اختلافی مسئلہ ہے، اور اختلاف کا مدار اس پر ہے کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ اسلامی فرقوں میں ایمان کی تعریف میں اختلاف پایا جاتا ہے، مگر اہل حق کے درمیان اختلاف لفظی ہے:

ماتریدیہ اور جمہور محققین صرف تصدیق قلبی کو ایمان کہتے ہیں، اور سرخسی، بزدوی اور بعض دیگر احناف تصدیق قلبی اور اقرار لسانی کے مجموعہ کو ایمان کہتے ہیں، اور جمہور محدثین، اشاعرہ، معتزلہ اور خوارج تصدیق قلبی، اقرار لسانی اور اعمالِ جوارح کے مجموعہ کا نام ایمان رکھتے ہیں۔

پھر جب ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو سمجھنے کی کوشش کی گئی تو معلوم ہوا کہ اہل حق کے درمیان اختلاف محض لفظی ہے، البتہ گمراہ فرقوں کے ساتھ اختلاف حقیقی ہے، کیونکہ پہلی تعریف نفسِ ایمان کی ہے، جس پر نجات اخروی کا مدار ہے، اور دوسری تعریف میں اقرار لسانی کو دنیوی احکام جاری کرنے کے لئے شرط کے طور پر لیا گیا ہے، اور آخری تعریف ایمانِ کامل کی ہے جو نجات اولی کی ضامن ہے۔

پھر جب مرتکبِ کبیرہ کے کفر واسلام کا مسئلہ سامنے آیا تو یہ راز کھلا کہ اہل حق (جمہور محدثین) نے جو اعمال کو ایمان کا جزء قرار دیا ہے: وہ صرف تکمیلی اور تزئینی جزء قرار دیا ہے، حقیقی جز قرار نہیں دیا۔ چنانچہ انھوں نے مرتکب کبیرہ کو مسلمان مانا، اور معتزلہ اور خوارج اعمال کو ایمان کا حقیقی جزء مانتے ہیں، اس لئے وہ مرتکب کبیرہ کو اسلام سے خارج کرتے ہیں (اس کی مزید تفصیل اگلے باب میں آرہی ہے، نیز تسہیل ادلہ کاملہ ص: ۱۰۵-۱۱۸ اور ایضاح الادلہ ص: ۳۰۱-۳۶۰ میں بھی پوری بحث ہے)

حدیث: نزار بن معد بن عدنان کے دولڑکے تھے ربیعہ اور مضر، جو بعد میں بڑے قبائل بن گئے، پھر ربیعہ کی ایک شاخ عبدالقیس ہے جس کا مقام بحرین، قطیف اور ہجر مقامات تھے، ان کا ایک وفد سن ۸ ہجری میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، اور انھوں نے عرض کیا: ہم (عبدالقیس) ربیعہ کی شاخ ہیں، اور ہم آپؐ تک محترم مہینوں (رجب،

ذوالقعدہ، ذوالحجہ اورمحرم) ہی میں پہنچ سکتے ہیں (کیونکہ درمیان میں قبائلِ مضر حائل تھے، جن سے قبائل ربیعہ کی ہمیشہ جنگ رہتی تھی، اس لئے وہ مضر کی بستیوں سے گذر کر دیگر مہینوں میں مدینہ منورہ تک نہیں پہنچ سکتے تھے) پس آپؐ ہمیں کسی ایسی بات کا حکم دیں جس کو ہم آپؐ کی طرف سے لے لیں، اور جس کی طرف ہم ان لوگوں کو بلائیں جو ہمارے پیچھے ہیں (قبیلہ عبدالقیس کے یہ حضرات پورے قبیلہ کے نمائندے بن کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے) پس نبی ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں: (۱) اللہ پر ایمان لانے کا، پھر نبی ﷺ نے ان کے لئے اللہ پر ایمان لانے کی وضاحت فرمائی کہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں (۲) اور نماز کا اہتمام کرنا (۳) اور زکوٰۃ ادا کرنا (۴) اور یہ کہ اس مال کا پانچواں حصہ ادا کریں جو غنیمت میں حاصل کریں (قبائل ربیعہ: قبائل مضر کے ساتھ ہمیشہ برسر پیکار رہتے تھے، اس لئے فرمایا: جو غنیمت حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ مرکزی حکومت کو ادا کریں)

لغات اور ترکیب: قوله: هذا الحيَّ مِن ربيعةَ: یہ منصوب علی الاختصاص ہے، یعنی ہم سے ربیعہ کی یہ شاخ عبدالقیس مراد ہے ...... الوفد: باحیثیت یا بااقتدار لوگوں کے پاس کسی مقصد سے جانے والی منتخب افراد کی جماعت، ڈیلی گیشن، جمع وفود ...... فَسَّرَهَا کی ضمیر إیمان بالله کی طرف راجع ہے، اور مؤنث ضمیر بتاویل خَصلة لائی گئی ہے ...... الإیمان: مجرور ہے، کیونکہ أربع سے بدل ہے، اور شهادةُ مرفوع ہے، کیونکہ مبتدا ھی محذوف ہے، اور إقَام وغیرہ مرفوع اور مجرور دونوں ہوسکتے ہیں، اگر ان کا عطف شهادةُ پر کیا جائے تو مرفوع ہونگے، اور اگر عطف الإيمانِ پر کیا جائے تو مجرور ہونگے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے شهادةُ پر عطف کیا ہے، پس اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ پر ایمان لانے میں: شہادتین، اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور مال غنیمت کا خمس ادا کرنا: یہ سب باتیں ایمان باللہ میں شامل ہیں، پس حدیث کا تعلق باب سے ظاہر ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں۔

لیکن اگر دوسری ترکیب کی جائے اور تینوں کا عطف الإیمان پر کیا جائے تو ایمان باللہ کی شرح صرف شہادتین میں منحصر ہوگی، باقی تین اعمال ایمان سے خارج ہوں گے، اور حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ نبی ﷺ نے جو چار باتیں بتانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا ان میں سے باقی تین باتیں یہ ہیں، پس اس صورت میں حدیث سے باب ثابت نہیں ہوگا، یعنی اعمال کا جز ایمان ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ حدیث یہاں مختصر ہے، اس لئے بات پوری طرح واضح نہیں ہوتی۔ یہ حدیث بخاری شریف میں گیارہ مرتبہ آئی ہے، پہلی مرتبہ کتاب الإیمان باب ۴۰ (حدیث ۵۳) میں ہے۔ اور وہ اس طرح ہے: وفد نے عرض کیا: ہمیں کوئی واضح بات بتائیں جو ہم پیچھے والوں کو بتائیں، اور اس کے ذریعہ ہم جنت میں جائیں، اور انھوں نے نبی ﷺ سے شرابوں (نبیذوں) کے بارے میں بھی پوچھا: فَأَمَرَهُمْ بِأَرْبَعٍ وَنَهَاهُمْ عَنْ أَرْبَعٍ: پس نبی ﷺ

نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع کیا، أَمَرَهم بالإيمان بِاللّٰهِ وَحْدَهُ: آپؐ نے ان کو صرف اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا، قَالَ: أَتَدْرُوْنَ مَا الإيمانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ؟! آپؐ نے پوچھا: کیا جانتے ہو صرف اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ!: انھوں نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، قَالَ: ''شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحمداً رسولَ اللّٰهِ، وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكوٰةِ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَأَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمْسَ'': فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کا اہتمام کرنا، اور زکوۃ ادا کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا (اور حج کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ ابھی تک فرض نہیں ہوا تھا) اور یہ کہ مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ مرکزی حکومت کو دو (یہاں بھی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں: اگر الإیمانِ پر عطف کریں تو یہ سب جملے مجرور ہونگے اور نماز، زکوۃ اور روزہ وغیرہ ایمان کی تفسیر سے خارج ہونگے، اور یہ چار باتوں میں سے باقی تین باتیں ہونگی، اور مالِ غنیمت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنے کی بات چار باتوں سے زائد ہوگی ...... اور اگر الإیمانُ پر عطف کریں تو یہ سب جملے مرفوع ہونگے اور یہ سب باتیں ایمان کی تفسیر میں داخل ہونگی ...... مگر صحیح ترکیب پہلی ہے، کیونکہ دوسری ترکیب کی صورت میں سوال ہوگا کہ باقی تین باتیں کیا ہیں؟ بعض شارحین نے اس کا جواب دیا ہے کہ راوی ان کو بھول گیا (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ!) اور نبی ﷺ نے ان کو چار برتنوں کے استعمال سے منع کیا: (۱) ہرے رنگ کا گھڑا جس میں نبیذ تیار کی جاتی تھی (۲) تُونبی یعنی کدو کا برتن (۳) لکڑی کھود کر بنایا ہوا برتن (۴) تارکول پھیرا ہوا برتن ...... پھر آخر میں نبی ﷺ نے فرمایا: یہ سب باتیں یاد رکھو اور یہ سب باتیں ان لوگوں کو بتاؤ جو تمہارے پیچھے ہیں۔

[۵-] بابُ مَاجَاءَ فِيْ إِضَافَةِ الْفَرَائِضِ إِلَى الإِيْمَانِ

[۲۶۰۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبَّادُ بنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ، عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا: إِنَّا هٰذَا الْحَيَّ مِنْ رَبِيْعَةَ، وَلَسْنَا نَصِلُ إِلَيْكَ إِلَّا فِي الشَّهْرِ الْحَرَامِ، فَمُرْنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ، وَنَدْعُوْ إِلَيْهِ مَنْ وَرَاءَ نَا، فَقَالَ: ''آمُرُكُمْ بِأَرْبَعٍ: الإِيْمَانِ بِاللّٰهِ، ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ: شَهَادَةُ أَنَّ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّيْ رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَأَنْ تُؤَدُّوْا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ''

حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وَأَبُوْ جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ: اسْمُهُ نَصْرُ بنُ عِمْرَانَ، وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ جَمْرَةَ أَيْضًا، وَزَادَ فِيْهِ:

أَتَدْرُوْنَ مَاالإِيْمَانُ؟ قَالَ: الإِيْمَانُ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَذَكَرَ الحَدِيْثَ.
سَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بنَ سَعِيْدٍ يَقُوْلُ: مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰؤُلَاءِ الْفُقَهَاءِ الْأَشْرَافِ الْأَرْبَعَةِ: مَالِكِ بنِ أَنَسٍ، وَاللَّيْثِ بنِ سَعْدٍ، وَعَبَّادِ بنِ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيِّ، وَعَبْدِ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ، قَالَ قُتَيْبَةُ: وَكُنَّا نَرْضَى أَنْ نَرْجِعَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عِنْدِ عَبَّادِ بنِ عَبَّادٍ بِحَدِيْثَيْنِ، وَعَبَّادُ بنُ عَبَّادٍ هُوَ مِنْ وَلَدِ الْمُهَلَّبِ بنِ أَبِيْ صُفْرَةَ.

وضاحت: امام ترمذیؒ نے حدیث کی دو سندیں پیش کی ہیں: ایک: عباد کی، دوسری حماد کی، دونوں حضرات ابو جمرہ کے شاگرد ہیں، اور حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، اور ابو جمرہ کا نام نصر بن عمران ضُبَعی ہے، اور یہ حدیث ابو جمرۃ سے امام شعبہ بھی روایت کرتے ہیں، اور ان کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ نبی ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو ایمان کیا ہے؟ پھر فرمایا: ایمان: لا إلٰہ إلا اللہ کی گواہی دینا ہے، اور اس بات کی گواہی دینا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پھر باقی حدیث وہی ہے جو اوپر گذری۔

قتیبہ کہتے ہیں: میں نے ان چار بزرگ فقہاء جیسے حضرات نہیں دیکھے: ایک: امام مالک، دوسرے: امام لیث بن سعد مصری، تیسرے: عباد بن عباد المُهَلَّبِی اور چوتھے: عبدالوہاب ثقفی، نیز قتیبہ کہتے ہیں: ہمیں اس وقت خوشی ہوتی تھی جب ہم روزانہ عباد بن عباد کے پاس سے (کم از کم) دو حدیثیں پڑھ کر لوٹتے تھے، اور عباد: مہلّب بن ابی صُفرہ کی اولاد میں سے ہیں (مہلّب فوجی کمانڈر گذرے ہیں، اور جلیل القدر تابعی ہیں، ابو اسحاق سبیعی کہتے ہیں: میں نے ان سے افضل امیر نہیں دیکھا)

بَابٌ فِي اسْتِكْمَالِ الإِيْمَانِ، وَزِيَادَتِهِ، وَنُقْصَانِهِ

ایمان کی تکمیل اور اس میں کمی بیشی کا بیان

اسْتَكْمَلَ الشيئَ کے معنی ہیں: پورا کرنا...... ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے یا نہیں؟ یعنی ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟ یہ قدیم اختلافی مسئلہ ہے، کیونکہ ایمان کے دو معنی ہیں، یا یہ کہئے کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں: ایک: نفسِ ایمان، دوسری: ایمانِ کامل، جیسے انسان دو طرح کے ہیں: ایک محض انسان، دوسرا کامل انسان، محض انسان: وہ ہے جس پر حیوان ناطق صادق آئے، اگرچہ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر نہ ہوں، اور وہ نہایت بدصورت اور اول نمبر کا احمق ہو پھر بھی انسان ہے، اور کامل انسان: وہ ہے جس کی بناوٹ پوری ہو، فہم و فراست میں یگانہ ہو، حسن و جمال میں یوسفِ زمانہ ہو، طاقت و قوت میں رستم دوراں ہو، اور نظافت و طہارت میں فرشتہ ہو: یہ کامل انسان ہے۔

اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ ایمان بھی دو طرح کا ہے، ایک نفسِ ایمان، جس پر نجات اخروی کا مدار ہے، دوسرا کامل ایمان جو نجات اوّلی کا ضامن ہے...... پس بعض حضرات نے نفسِ ایمان کی تعریف کی اور دوسروں نے ایمانِ

کامل کی تعریف کی: اس لئے تعریفیں مختلف ہوگئیں۔

ایمان کی پہلی تعریف:

ماتریدیہ اور جمہور محققین صرف تصدیق قلبی کو ایمان کہتے ہیں: اور اقرار لسانی کو احکام دنیویہ جاری کرنے کے لئے شرط قرار دیتے ہیں، پھر ان حضرات میں اختلاف ہوا کہ اقرار: ایمان کا اصلی جز ہے یا زائد؟ امام اعظم رحمہ اللہ نے الفقه الأكبر میں لکھا ہے: الإيمانُ: هو الإقرارُ والتصديقُ: لیکن امام اعظمؒ نے اس کی صراحت نہیں کی کہ اقرار: ایمان کا حقیقی جز ہے یا اضافی؟ محققین کا خیال ہے کہ اضافی جز ہے۔ دنیا میں کسی کو مسلمان قرار دینے کے لئے اقرار ضروری ہے، ورنہ ایمان بسیط ہے، اس کا کوئی جز نہیں، پس ماتریدیہ کی تعریف میں اور سرخسی اور بزدوی کی تعریف میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ مؤمن ہونے کے لئے جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے، ان تمام چیزوں کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے، ابھی حدیث جبرئیل گذری ہے کہ ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو، اس کے فرشتوں کو، اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور اس دنیا کے آخری دن کو اور بھلی بری تقدیر کو مانیں، حضرت جبرئیلؑ نے اس جوابِ نبوی کی تائید فرمائی ہے، پس جوابِ نبوی اور تائید جبرئیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے، کیونکہ اس حدیث میں ایمان کا صلہ ب آیا ہے، اور اس صورت میں ایمان کے معنی تصدیق یعنی یقین کرنے کے ہوتے ہیں، اور اس حدیث میں مذکور چھ چیزیں جن کے ماننے کو ایمان قرار دیا گیا ہے وہ مُؤْمَن به اور مُصَدَّق بِه کہلاتی ہیں، اس کی دوسری مختصر تعبیر الإيمانُ بماجاء به الرسول ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے، اگر ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی دل سے نہیں مانے گا تو وہ مؤمن نہیں ہوگا، کافر ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد مؤمَن به میں سے کسی ایک چیز کا بھی دل سے انکار کردے تو وہ بھی مؤمن نہیں رہے گا، کافر ہوجائے گا۔

اور ایمان کے بسیط ہونے کی پہلی دلیل یہ ہے کہ متعدد آیتوں میں دل کو ایمان کا محل قرار دیا گیا ہے، مثلاً: ﴿أُولٰئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الإِيْمَانَ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثابت فرمادیا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ دل میں صرف تصدیق پائی جاتی ہے، پس اسی کا نام ایمان ہے۔

اور ایمان کے بسیط ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ بعض آیتوں میں ایمان کی دل کی طرف نسبت کی گئی ہے، یعنی ایمان کو دل کا فعل بتایا ہے، مثلاً: ﴿قَالُوْا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ، وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ﴾ وہ اپنے مونہوں سے کہتے ہیں: ہم ایمان لائے اور ان کے دلوں نے یقین نہیں کیا، اس قسم کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان دل کا فعل ہے، اور دل کا فعل تصدیق ہے، پس وہی ایمان ہے۔

ایمان کی دوسری تعریف:

اس کے بالمقابل جمہور محدثین، اشاعرہ، معتزلہ اور خوارج کے نزدیک ایمان تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، یعنی تصدیق قلبی، اقرار لسانی اور عمل بدنی، ان حضرات نے بھی اپنے موقف کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے، پھر جب ان حضرات نے اعمال کو ایمان کا جز قرار دیا تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوا کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے یا نہیں؟ اور تمام مؤمنین کا ایمان یکساں ہے یا متفاوت؟ کیونکہ اعمال متفاوت ہیں۔ احناف کے نزدیک چونکہ اعمال: ایمان کا جز نہیں اس لئے انھوں نے انکار کیا، اور کہا کہ ایک مؤمن کا ایمان اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ایمان برابر ہے، اور تمام مؤمنین ایمان میں یکساں ہیں۔ یعنی ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوتی، کیونکہ اعمال: ایمان کا جز نہیں، اور نفسِ تصدیق میں کمی بیشی ممکن نہیں، اور اسی قول کی بنا پر احناف پر یہ الزام لگا کہ یہ حضرات عمل کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، جیسے مرجئہ کہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ تو آخرت میں مفید ہونگے مگر اعمال سیئہ سے انسان کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا، بلکہ مؤمنین کی تمام برائیاں معاف کردی جائیں گی، بلکہ بعض حضرات نے تو کھل کر امام اعظم رحمہ اللہ اور احناف کو مرجئہ کہہ دیا، حالانکہ امام اعظمؒ نے خود الفقہ الاکبر میں صراحت کی ہے کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری نیکیاں تو مقبول ہیں اور ہماری برائیاں معاف ہیں، جیسے مرجئہ کہتے ہیں، اور دوسری جگہ فرمایا ہے: آسمان والوں اور زمین والوں کا ایمان مُؤمَن به کے اعتبار سے بڑھتا گھٹتا نہیں، البتہ تصدیق ویقین کے اعتبار سے بڑھتا گھٹتا ہے، یعنی تصدیق ویقین میں شدت وضعف کے اعتبار سے کمی بیشی ہوتی ہے، اور تمام مؤمنین ایمان وتوحید میں یکساں ہیں، اور اعمال میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

اختلاف کا راز کھلتا ہے:

پھر جب یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن ہے یا نہیں؟ تو معتزلہ اور خوارج نے یہ موقف اختیار کیا کہ وہ ایمان سے خارج ہے، کیونکہ ایمان تین اجزا سے مرکب ہے، اور مرکب کا کوئی بھی جز فوت ہوجائے تو مرکب باقی نہیں رہتا، پس جب عمل صالح نہ رہا کہ اس نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو وہ ایمان سے خارج ہوگیا، اور احناف نے مرتکب کبیرہ کو مؤمن قرار دیا، اسی طرح اشاعرہ اور تمام محدثین نے بھی مرتکب کبیرہ کو مؤمن قرار دیا۔ ایمان سے خارج نہیں کیا، اور جب ان سے پوچھا گیا کہ مرتکب کبیرہ مؤمن کیسے ہوسکتا ہے؟ ایمان تو مرکب ہے؟ یعنی اعمال ایمان کا جز ہیں، پس عمل کے فوت ہونے سے ایمان فوت ہوجانا چاہئے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اعمال ایمان کا اصلی جز نہیں، بلکہ تکمیلی اور تزئینی جز ہیں، اس لئے ان کے نہ رہنے سے ایمان فوت نہ ہوگا۔

الغرض: اس جگہ محدثین نے معتزلہ اور خوارج کا ساتھ چھوڑ دیا، وہ احناف کے ساتھ ہوگئے، پس واضح ہوگیا کہ

محدثین نے اعمال کو جس ایمان کا جز قرار دیا ہے وہ ایمانِ کامل ہے، اور احناف نے جو اعمال کو ایمان کا جز قرار نہیں دیا تو وہ نفس ایمان کا جز قرار نہیں دیا، اس طرح جب حقیقت حال کھلی تو معلوم ہوا کہ اہل حق کے درمیان اختلاف حقیقی نہیں، صرف لفظی ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ولِذَا ذَهَبَ الإِمَامُ الرازيُّ و كثيرٌ من المتكلمين إلى أَنَّ هٰذَا الخلافَ لفظيٌّ: اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ یہ اختلاف لفظی ہے۔

تزایدِ ایمان والی نصوص کا مطلب:

اب رہا یہ سوال کہ قرآن پاک کی بعض آیات سے اور احادیث شریفہ سے ایمان میں کمی زیادتی ثابت ہوتی ہے، مثلاً سورۃ التوبہ (آیت ۱۲۴) ہے: ﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهِ إِيْمَانًا﴾ الآیۃ یعنی جب بھی کوئی (نئی) سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافقین (غریب مسلمانوں سے تمسخر کرتے ہوئے) کہتے ہیں: (بتاؤ) اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا؟ سو (سنو) جو لوگ ایمان دار ہیں: اس سورت نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے، اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بات صراحتاً موجود ہے کہ ایمان میں زیادتی احکام واخبار کے بڑھنے کی وجہ سے ہوئی ہے، یعنی جب بھی اللہ کا نیا کلام نازل ہوتا ہے تو مؤمنین کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اور ان کی ایمانی کیفیت یعنی خوشی بڑھ جاتی ہے، اور مُؤمن بہ میں یہ اضافہ نزول وحی کے زمانہ میں ہوتا تھا، اب وحی مکمل ہو چکی، اس لئے مؤمن بہ میں اضافہ کی کوئی صورت نہیں۔

اس کی مزید تشریح یہ ہے کہ اسلام کے دور اول میں جتنا قرآن نازل ہوتا تھا بس اتنے پر ایمان لانا ضروری تھا، اسی طرح جو احکام نازل ہو چکے تھے ان پر ایمان لانا مکمل ایمان تھا، پھر جب نئی وحی آتی، اور نئے احکام اترتے تو ان پر بھی ایمان لانا ضروری ہوتا، اس طرح ان حضرات کا ایمان بڑھتا رہتا تھا، مگر وہ زیادتی نفس ایمان میں نہیں ہوتی تھی، بلکہ مُؤْمَن بہ میں ہوتی تھی، یعنی ان چیزوں میں ہوتی تھی جن پر ایمان لانا ضروری تھا، مُؤمن بہ کی اسی زیادتی کو ایمان کی زیادتی قرار دیا گیا تھا.......... پھر جب نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا، اور وحی مکمل ہو گئی تو اب مؤمن بہ محدود و متعین ہو گیا، اور اب سب لوگوں کے لئے انہی باتوں پر ایمان لانا ضروری ہو گیا، اب ان میں نہ زیادتی ہو سکتی ہے نہ کمی، لہٰذا مؤمن بہ کے اعتبار سے ایمان میں زیادتی کمی کا سوال ختم ہو گیا۔

ہاں تصدیق کے مکملات یعنی اعمال کے اعتبار سے ایمان میں کمی بیشی جاری ہے، اسی طرح تصدیق کی کیفیت یعنی شدت وضعف کے اعتبار سے بھی ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے، مگر کمیت یعنی مقدار کے اعتبار سے ایمان میں کچھ کمی بیشی نہیں ہوتی، کیونکہ ایمان خواہ کتنا ہی قوی ہو، مُؤمن بہ میں کوئی جز نہیں بڑھتا۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ: مؤمنین

میں ایمان کے اعتبار سے کامل ترین: ان میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے، اور ان میں اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم برتاؤ کرنے والا ہے۔

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اخلاق کی عمدگی سے، اور گھر والوں کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے، جس شخص میں یہ دو وصف ہونگے اس کا ایمان بڑھا ہوا ہوگا، اور جس میں یہ دو وصف سرے سے نہیں ہونگے یا کم ہونگے اس کا ایمان ناقص ہوگا، پس ثابت ہوا کہ اعمال: ایمان کا جز ہیں، اور اعمال صالحہ سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے، مگر ظاہر ہے ان اوصاف سے مؤمن بہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، اس لئے یہ نفس ایمان میں اضافہ نہیں، بلکہ ان اوصاف سے ایمانِ کامل میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس کا کوئی منکر نہیں۔

[٦-] بابٌ فی اسْتِكْمَالِ الإِيْمَانِ، وَزِيَادَتِهِ، وَنُقْصَانِهِ

[٢٦١٠-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ الْبَغْدَادِيُّ، أَنَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ عُلَيَّةَ، نَا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِيْ قِلَابَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِيْمَانًا: أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ"

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأَنَسِ بنِ مَالِكٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَلاَ نَعْرِفُ لِأَبِيْ قِلَابَةَ سَمَاعًا مِنْ عَائِشَةَ، وَقَدْ رَوَى أَبُوْ قِلَابَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ يَزِيْدَ رَضِيعٍ لِعَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ غَيْرَ هٰذَا الحديثِ، وَأَبُوْ قِلَابَةَ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ زَيْدٍ الْجَرْمِيُّ.

حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: ذَكَرَ أَيُّوْبُ السِّخْتِيَانِيُّ أَبَا قِلَابَةَ، فَقَالَ: كَانَ وَاللّٰهِ مِنَ الْفُقَهَاءِ ذَوِى الأَلْبَابِ.

وضاحت: عبداللہ بن زید جرمی بصری کبار تابعین میں سے ہیں، مگر انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث نہیں سنی، اور وہ اس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث عبداللہ بن یزید کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، یہ حضرت عائشہ کے رضاعی بھائی ہیں، وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں...... اور ایوب سختیانی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ ابوقلابہ کا ذکر کیا تو فرمایا: بخدا! وہ عقلمند فقہاء میں سے تھے۔

حدیث (۲): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی، پہلے دل نرم کرنے والی باتیں بیان فرمائیں، پھر فرمایا: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ: اوخواتین! خیرات کرو، کیونکہ تمہاری تعداد دوزخ میں زیادہ ہے، پس خواتین میں سے ایک نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ایسا کیوں ہے؟ یعنی جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ کیوں ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: لِكَثْرَةِ لَعْنِكُنَّ: تمہارے بہت زیادہ

لعنت کرنے کی وجہ سے، راوی کہتا ہے: نبی ﷺ کی مراد: شوہروں کی ناشکری ہے، (یعنی عورتیں شوہروں کو کوستی ہیں، زندگی بھر شوہر بیوی کو ناز سے پالے، پھر اس کی کوئی ایک خواہش پوری نہ کرے تو بعض عورتیں چھوٹتے ہی کہتی ہیں: میں نے تیرے گھر میں آ کر کیا دیکھا ہے، چار ٹھیکرے اور چار چیتھڑے! اور جو لوگوں کا شکر بجا نہیں لاتا وہ اللہ کا بھی شکر بجا نہیں لاتا، اس لئے یہ لعن طعن جہنم میں جانے کا سبب بن جاتا ہے، پھر) فرمایا: وما رأيتُ من ناقصاتِ عقلٍ ودينٍ أَغْلَبَ لذوى الألباب وذوى الرأيِ مِنْكُنَّ!: میں نے کوئی عقل اور دین کی ادھوری ایسی (مخلوق) نہیں دیکھی جو عقل مندوں اور رائے والوں پر تم سے زیادہ غالب آنے والی ہو (یعنی عورت شوہر کو اگرچہ وہ کتنا ہی فرزانہ ہو مٹھی میں کر لیتی ہے، اور ماں باپ سے اور دیگر رشتہ داروں سے لڑا دیتی ہے، نیز اپنی دیگر خواہشات میں بھی شوہر کو استعمال کرتی ہے، اس لئے یہ چیز بھی جہنم میں جانے کا سبب بن جاتی ہے)

پھر خواتین میں سے ایک نے پوچھا: عورت کی عقل اور عورت کا دین ادھورا کیوں ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے (یہ اس کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے) اور اس کے دین کا نقصان حیض ہے، پس تم میں سے ہر عورت تین چار دن ٹھہری رہتی ہے، نماز نہیں پڑھتی (اگرچہ حالتِ حیض کی نمازیں معاف ہیں، مگر مرد جو تیس دن نماز پڑھتے ہیں اور عورت جو چھبیس دن نماز پڑھتی ہے، دونوں برابر نہیں ہو سکتے، یہ عورتوں کے دین کی کمی کی دلیل ہے)

تشریح: امام ترمذیؒ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب حالت حیض میں نمازیں نہ پڑھنے سے عورتوں کے دین میں کمی آئی، اور مردوں کے نماز پڑھنے سے ان کے دین میں ترقی ہوئی تو معلوم ہوا کہ اعمال سے دین میں یعنی ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے (مگر یہ تفاوت درجاتِ جنت میں ہوتا ہے، نفس ایمان میں نہیں ہوتا، اس لئے ایمان کامل میں تو اس حدیث سے کمی بیشی ثابت ہوتی ہے، مگر نفس ایمان میں جس پر نجات کا مدار ہے کمی بیشی ثابت نہیں ہوتی)

[۲۶۱۱-] حدثنا أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هُرَيْمُ بنُ مِسْعَرٍ الْأَزْدِيُّ التِرْمِذِيُّ، نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بنِ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِىْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم خَطَبَ النَّاسَ، فَوَعَظَهُمْ، ثُمَّ قَالَ:'' يَامَعْشَرَ النِّسَاءِ! تَصَدَّقْنَ، فَإِنَّكُنَّ أَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ'' فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: وَلِمَ ذَاكَ؟ يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ:'' لِكَثْرَةِ لَعْنِكُنَّ'' يَعْنِىْ وَكُفْرِكُنَّ الْعَشِيْرَ، قَالَ:'' وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَغْلَبَ لِذَوِىْ الْأَلْبَابِ وَذَوِى الرَّأْىِ مِنْكُنَّ'' قَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ: وَمَا نُقْصَانُ عَقْلِهَا وَدِيْنِهَا؟ قَالَ: ''شَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ مِنْكُنَّ بِشَهَادَةِ رَجُلٍ، وَنُقْصَانُ دِيْنِكُنَّ الْحَيْضَةُ، فَتَمْكُثُ إِحْدَاكُنَّ الثَّلَاثَ وَالْأَرْبَعَ لَاتُصَلِّىْ''

وفى الباب: عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: الإیمانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا، فَأَدْنَاهَا: إِمَاطَةُ الْأَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ، وَأَرْفَعُهَا: قَوْلُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ: ایمان کے ستّر سے کچھ زیادہ دروازے ہیں (اوراسی حدیث میں دوسری سند سے یہ ہے کہ ایمان کے چونسٹھ دروازے ہیں) پس ان میں سے معمولی عمل: راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے، اوران میں سے بہترین عمل: لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه کہنا ہے۔

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث سے بھی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چھوٹے بڑے تمام اعمال ایمان کا جز ہیں، پس ایمان کی تکمیل اعمال ہی سے ہوگی، اوراعمال کی کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی ہوگی (مگر یہ ایمانِ کامل کا حال ہے، اعمال سے ایمان کو رونق ملتی ہے، اور گناہوں سے ایمان کی شان گھٹتی ہے، اوراس میں کوئی اختلاف نہیں، اختلاف جو کچھ ہے وہ نفس ایمان میں کمی بیشی میں ہے، اور یہ حدیث اس سے ساکت ہے)

اس حدیث میں لفظ باب آیا ہے جس کے معنی ہیں: دروازہ، اوردوسری حدیث میں شعبة آیا ہے جس کے معنی ہیں: شاخ، ٹہنی، نبی ﷺ نے ایمانِ کامل کو سرسبز تناور درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، اورأدناها کی ضمیر باب کی جمع أبواب کی طرف لوٹتی ہے، اسی طرح أرفعُها کی ضمیر بھی اور لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰه کہنے سے ذکر کرنا مراد ہے، ایمان لانا مراد نہیں۔

اور یہ تشبیہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ کمی بیشی کا تعلق ایمانِ کامل سے ہے، کیونکہ اگر درخت کے پتّے جھڑ جائیں، پھل پھول گر جائیں، شاخیں نہ رہیں، صرف تنا باقی رہ جائے تو بھی درخت باقی رہتا ہے، اگرچہ وہ ناقص ہوتا ہے، اسی طرح جو شخص تمام مؤمَن به کو مانتا ہے مگر اعمالِ صالحہ نہیں کرتا، بلکہ اعمال سیئہ میں مبتلا ہے تو اس کا نفس ایمان موجود ہے، مگر وہ ایمان کامل نہیں، اس لئے اس ایمان کی وجہ سے نہ جنت کا دخول اوّلی نصیب ہوگا نہ وہ درجاتِ عالیہ کا حقدار بنے گا۔

[۲۶۱۲-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سُهَيْلِ بنِ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " الإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ بَابًا، فَأَدْنَاهَا: إِمَاطَةُ الْأَذٰی عَنِ الطَّرِيْقِ، وَأَرْفَعُهَا: قَوْلُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهٰكَذَا رَوٰى سُهَيْلُ بنُ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ دِيْنَارٍ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَرَوٰى عُمَارَةُ بنُ غَزِيَّةَ هٰذَا الحديثَ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " الإِيْمَانُ أَرْبَعَةٌ وَسِتُّوْنَ بَابًا " حدثنا بِذٰلِكَ قُتَيْبَةُ، نَا بَكْرُ بنُ مُضَرَ، عَنْ عُمَارَةَ بنِ غَزِيَّةَ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وضاحت: حدیث کی پہلی سند عبداللہ بن دینار کی ہے، اوراس حدیث کو عمارۃ بھی ابوصالح سے روایت کرتے

ہیں مگران کی حدیث میں چونسٹھ دروازوں کا ذکر ہے، اور یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا ایک حدیث میں ہے کہ پانچ چیزیں امورفطرت میں سے ہیں، اور دوسری حدیث میں ہے کہ دس چیزیں امورفطرت میں سے ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ چھوٹا عدد بڑے عدد کا جز ہوتا ہے اور جس طرح وحی آتی رہی: آپؐ اطلاع دیتے رہے، یا یہ کہا جائے کہ ثقہ کی زیادتی معتبر ہے، بہرحال بڑا عدد لیا جائے گا۔

بابُ ماجاءَ: اَلْحَيَاءُ مِنَ الإِيْمَانِ

حیا ایمان کا جز ہے

گذشتہ دو بابوں سے ایمان کی بساطت وترکیب کا مسئلہ چل رہا ہے، یعنی اعمال ایمان کا جز ہیں یا نہیں؟ احناف اعمال کو ایمانِ حقیقی کا جز نہیں مانتے، اور محدثین کرام جز مانتے ہیں، یہ باب بھی اسی مسئلہ سے متعلق ہے اور آگے بھی کئی ابواب اسی مسئلہ سے متعلق آرہے ہیں، پہلے اعمالِ صالحہ کے ابواب آئیں گے، جن میں اعمال کا ایمان سے تعلق بیان کیا جائے گا، پھر معاصی کے ابواب آئیں گے، جن کو ایمان کے منافی قرار دیا جائے گا۔ اس باب میں حیا کا جز ایمان ہونا ثابت کرتے ہیں۔

حدیث: بخاری شریف (حدیث ۲۴ و ۶۱۱۸) میں ہے کہ نبی ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس سے گذرے، جو اپنے بھائی کو حیا کے سلسلہ میں ملامت کر رہا تھا، وہ کہہ رہا تھا: تو اتنا شرماتا ہے کہ اپنا نقصان کرلیتا ہے، نبی ﷺ نے اس کی بات سنی تو فرمایا: **دَعْهُ، فَإِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الإِيْمَان**: رہنے دے، حیا ایمان کا جز ہے۔

تشریح: اخلاقِ حسنہ میں حیا کا نہایت اہم مقام ہے، حیا ہی وہ خوبی ہے جو آدمی کو بہت سی برائیوں سے روکتی ہے، اس وجہ سے ایمان اور حیا میں خاص رشتہ ہے ...... اور حیا صرف ہم جنسوں سے نہیں کی جاتی بلکہ اصل حیا حق تعالیٰ سے کی جاتی ہے، پہلے أبواب البر والصلة میں باب الحياء گذرا ہے، وہاں یہ حدیث آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہئے، پھر آپؐ نے اس کی وضاحت کی کہ سر کی اور سر میں جو افکار وخیالات ہیں ان کی حفاظت کرو، اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں ہے ان کی نگرانی کرو، اور موت کو اور موت کے بعد قبر میں جو حالت پیش آنی ہے اس کو یاد کرو، جس نے یہ سب کچھ کیا اس نے اللہ سے حیا کی جیسا اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے اور اس حدیث سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں، مگر ابواب الایمان کی تمہید کے آخر میں ہم نے یہ بات عرض کی ہے کہ نصوص میں ایمان اور اسلام کا ایک دوسرے پر اطلاق ہوتا ہے، پس اس حدیث میں ایمان سے اسلام مراد ہے۔ علاوہ ازیں: ایمان کے دو معنی ہیں: حقیقی ایمان جس پر نجات کا مدار ہے، اور کامل ایمان جو نجات اولی کا ضامن ہے، اور جس کی وجہ سے جنت کے بلند درجات ملتے

ہیں، اور اختلاف جو کچھ ہے وہ پہلے معنی میں ہے، دوسرے معنی میں کوئی اختلاف نہیں، سب اہل حق متفق ہیں کہ اعمال صالحہ ایمان کامل کا جز ہیں، پس حیا بھی دوسرے معنی کے اعتبار سے ایمان کا جز ہے۔

[۷-] بابُ ماجاءَ: الْحَيَاءُ مِنَ الإِيْمَانِ

[۲۶۱۳-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، وَأَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ – الْمَعْنَى وَاحِدٌ – قَالَ: نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّ بِرَجُلٍ، وَهُوَ يَعِظُ أَخَاهُ فِيْ الْحَيَاءِ، فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْحَيَاءُ مِنَ الإِيْمَانِ" قَالَ أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ فِيْ حَدِيْثِهِ: إِنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم سَمِعَ رَجُلاً يَعِظُ أَخَاهُ فِيْ الْحَيَاءِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَفِي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے پاس سے گذرے جبکہ وہ اپنے بھائی کو حیا کے سلسلہ میں نصیحت کررہا تھا، پس نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: "حیا ایمان سے ہے" امام ترمذیؒ کے استاذ احمد بن منیع کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں: نبی ﷺ نے ایک شخص کو حیا کے سلسلہ میں اپنے بھائی کو سمجھاتے ہوئے سنا (یہ الفاظ غیر واضح تھے، اس لئے میں نے بخاری شریف سے حدیث کے الفاظ نقل کئے)

بابُ ماجاءَ فِي حُرْمَةِ الصَّلاَةِ

نماز کی عظمت وتقدیس کا بیان

الحرمۃُ کے معنی ہیں: تقدیس، عظمت وعزت، جمع حُرُمات ...... یہ باب بھی گذشتہ سے پیوستہ ہے، نماز بھی اہم عبادت ہے، اس لئے وہ بھی ایمان کا جز ہے۔

حدیث (۱): حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا (یہ واقعہ سفر تبوک کا ہے) پس میں ایک دن آپؐ سے قریب ہوا، جبکہ ہم چل رہے تھے (گرمی سخت تھی، ساتھی بکھر گئے تھے، صرف حضرت معاذؓ حضور ﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے) پس میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں پہنچائے، اور جو مجھے جہنم سے دور کرے۔ آپؐ نے فرمایا: "تم نے مجھ سے ایک بڑی بات پوچھی ہے" یعنی عمل کے اعتبار سے بھاری بات پوچھی ہے، "مگر وہ اس شخص پر آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کریں: (۱) اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۲) اور نماز کا اہتمام کرو (۳) اور زکوٰۃ ادا کرو (۴) اور رمضان کے روزے رکھو (۵) اور بیت اللہ کا حج کرو"

پھر آپؐ نے فرمایا: کیا میں خیر (بھلائی) کے دروازوں کی طرف آپؓ کی راہنمائی نہ کروں؟ (۱) روزہ ڈھال ہے (۲) اور خیرات گناہوں کو بجھاتی ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے (۳) اور آدمی کا رات کے درمیان میں نماز پڑھنا (بھی ایسا ہی اہم عمل ہے) حضرت معاذؓ کہتے ہیں: پھر نبی ﷺ نے سورۃ السجدہ کی (آیات ۱۶ و ۱۷) پڑھیں: ''ان لوگوں کے پہلو خواب گاہوں سے الگ ہوتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کو امید اور خوف سے پکارتے ہیں، اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں، پس ان کے اعمال کے صلہ کے طور پر جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپائی گئی ہے اس کو کوئی نہیں جانتا!''

پھر آپؐ نے فرمایا: کیا میں آپ کو سارے معاملے کا یعنی دین کا سر، اور اس کا ستون، اور اس کی کوہان کی بلندی نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول! آپؐ نے فرمایا: معاملے (دین) کا سر اسلام (انقیاد وسرافگندگی) ہے، اور اس کا ستون نماز ہے، اور اس کی کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں آپؓ کو اس سارے معاملہ کی اصل (جڑ) نہ بتاؤں؟'' میں نے عرض کیا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! حضرت معاذ کہتے ہیں: پس آپؐ نے اپنی زبان مبارک پکڑی، اور فرمایا: ''اس کو اپنے خلاف روک لو'' یعنی کوئی نقصان پہنچانے والی بات مت بولو، پس میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا ہم پکڑے جائیں گے ان باتوں کی وجہ سے جو ہم بولتے ہیں؟ پس آپؐ نے فرمایا: ''اے معاذ! تمہیں تمہاری ماں گم کرے! لوگوں کو دوزخ میں ان کے مونہوں کے بل یا فرمایا: ان کے نتھنوں کے بل ان کی زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی ہی تو ڈالتی ہے!''

لغات: الذِّرْوَةُ (بکسر الذال وضمها) چوٹی، بلندی، کہا جاتا ہے: هو في ذِرْوَة النسب: وہ اعلیٰ نسب کا ہے...... السَّنَام (بفتح السين) کوہان، اونٹ کی کمر پر ابھرا ہوا چربی کا گٹھا، ہر چیز کا بالائی حصہ...... مَلاك الأمر (بفتح الميم): کسی معاملہ کی اصل، روح، جوہر اور خلاصہ۔

تشریح:

۱- حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے پہلے ان کو اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم دیا، پھر اسلام کے ارکانِ اربعہ بتائے، اور پہلے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ آخرت میں نجات اوّلی کے لئے پابندی سے یہ کام کرنے ضروری ہیں، جو بھی بندہ صرف اللہ کی عبادت کرے گا، اور ارکانِ اربعہ کا اہتمام کرے گا وہ مرتے ہی جنت میں جائے گا۔

اور یہ کام ایک اعتبار سے آسان ہیں، اور ایک اعتبار سے مشکل ہیں۔ سورۃ البقرہ (آیت ۴۵ و ۴۶) میں ہے: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلوةِ، وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ﴾ الآية صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، یعنی صبر اختیار کرو اور نماز کا اہتمام کرو، اور بیشک نماز دشوار ہے، یعنی پابندی سے روزانہ پانچ مرتبہ نماز پڑھنا بھاری عمل ہے، مگر جن کے قلوب

میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔ اور خاشعین وہ لوگ ہیں جن کو یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں، اوران کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اس آیت میں نماز میں دونوں پہلو جمع کئے گئے ہیں، دشوار ہونے کا بھی اور آسان ہونے کا بھی، اسی طرح اسلام کے ارکانِ اربعہ کا معاملہ ہے، ایمان دار بندوں پر ان کی پابندی کچھ دشوار نہیں، اور عام لوگوں کے لئے یہ بڑے بھاری اعمال ہیں۔

۲- پھر نبی ﷺ نے خیر کے تین اہم کام بتلائے: ایک نفل روزہ کا اہتمام کرنا، کیونکہ روزہ ڈھال ہے، وہ نفس اور شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے، اور جب آدمی کا شیطان اور نفس سے پیچھا چھوٹ جاتا ہے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اور دوسری بات: نفلی خیرات کرنا ہے، یہ بھی اللہ کی ناراضگی کو دور کرتی ہے، اور انسان سے گناہ تو ہو ہی جاتے ہیں، پس اگر خیرات کا عمل بھی جاری رہے تو وہ گناہوں کو دھودے گا۔ اور تیسری بات: تہجد کی نماز کی ترغیب دی، یہ بھی ایک اہم عمل ہے، اور اس کی تائید میں سورۃ السجدہ کی آیات پڑھیں، جن میں اس عمل کی اور دیگر اعمالِ صالحہ کی جزاء کا بیان ہے، اور حدیث کا یہی حصہ باب سے متعلق ہے، نماز کی تقدیس وتعظیم اسی سے سمجھ میں آتی ہے کہ جب تہجد یعنی نفل نماز کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو فرض نمازوں کا مقام تو اس سے اور بھی بلند ہے، پھر آگے نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے۔ اس سے بھی نماز کی عظمت سمجھ میں آتی ہے، پس ثابت ہوا کہ نماز ایمان کامل کا جزء ہے۔

پھر نبی ﷺ نے تین اور باتوں کی طرف راہنمائی فرمائی، ایک اسلام کی طرف، یعنی اگر انسان کے مزاج میں انقیاد واطاعت اور سرافگندگی کی کیفیت پیدا ہو جائے، اور وہ ہمیشہ احکام الٰہی کے سامنے سر جھکائے رہے تو دین کا سرا اس کے ہاتھ آ گیا اور یہی بہترین مسلمان ہیں۔ جیسے ہالی بیل لے کر کھیت میں ہل چلانے جاتا ہے، ایک بیل کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف پھیرتا ہے، پھر ان کو جُوا دکھاتا ہے، پس جو بہترین بیل ہوتے ہیں وہ سر ڈال کر جوا گردن پر لے لیتے ہیں، یہ بہترین بندوں کی مثال ہے، اللہ نے بھی امانت انسانوں کے سامنے پیش کی ہے (سورۃ الاحزاب آیت ۷۲) پس جو بہترین بندے ہیں وہ سر جھکا کر اس ذمہ داری کو گردن پر لے لیتے ہیں، اور زندگی کے آخری سانس تک اس کو نباہتے ہیں، یہی بات سارے دین کا سر ہے...... اور نماز دین کا ستون ہے، حدیث میں ہے: الصلاةُ عِمَادُ الدِّيْن: نماز دین کا ستون ہے، جو نماز کا اہتمام کرتا ہے، وہ سارے دین کا اہتمام کرتا ہے، اور جو نماز چھوڑ بیٹھتا ہے جبکہ اس میں کچھ خرچ نہیں ہوتا: وہ دین کی دوسری باتیں بدرجہ اولیٰ چھوڑ دیتا ہے...... اور اسلام کی سربلندی جہاد کی رہینِ منت ہے، جب بھی عملِ جہاد ترک کیا جائے گا: مسلمان رسوائی سے دوچار ہونگے، اور جب بھی عمل جہاد شروع کیا جائے گا: مسلمان سرخ رو ہونگے۔

۳- اور آخر میں آپؐ نے سارے ہی معاملہ کی جڑ بتائی ہے کہ اپنی زبان کو ناجائز باتوں سے روکو، خرابی کی جڑ یہی

زبان ہے، یہیں سے فساد شروع ہوتا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس پر حیرت ہوئی کہ کیا بولنے کی وجہ سے بھی گرفت ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: بھلے مانس! زبان جو کچھ کھیتی کاٹتی ہے اسی کی وجہ سے تو انسانوں کو مونہوں کے بل جہنم میں ڈالا جائے گا (یہ حصر ادّعائی ہے)

فائدہ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ: ایک محاورہ ہے، جس کے معنی ہیں: تجھ کو تیری ماں گم کرے، مگر محاورات کے لغوی معنی نہیں ہوتے، بلکہ محل استعمال کے اعتبار سے جو مرادی معنی ہوتے ہیں وہ مراد لئے جاتے ہیں، پس جو شخص کسی زبان کے رموز سے واقف ہوتا ہے وہ اس زبان کے محاورات براہ راست سمجھ سکتا ہے، اور جو زبان سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتا اس کے لئے دوسری زبان کے محاورے میں ترجمہ کرنا پڑتا ہے، اور وہی ترجمہ میں نے کیا ہے: بھلے مانس یا بھولے آدمی۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے معاہدہ (Contract) کئے ہوئے ہے تو اس کے لئے ایمان کی گواہی دو، کیونکہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ (آیت ۱۸) میں فرماتے ہیں: ’’اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا، انہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اور نماز کی پابندی کرتے ہیں، اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، ایسے ہی لوگ: امید ہے کہ مقصود تک پہنچ جائیں‘‘

تشریح: یہ حدیث آگے ابواب التفسیر میں بھی آرہی ہے، اس حدیث سے نماز کا ایمان کے ساتھ جو تعلق ہے وہ واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے، مگر مسجد کے ساتھ یہ تعلق کمالِ ایمان کی دلیل ہے، نفسِ ایمان کی جزئیت پر یہ حدیث دلالت نہیں کرتی۔

[۸-] بابُ ماجاءَ فِي حُرْمَةِ الصَّلاَةِ

[۲۶۱۴-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ مُعَاذٍ الصَّنْعَانِيُّ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَاصِمِ بنِ أَبِيْ النَّجُوْدِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم فِيْ سَفَرٍ، فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيْبًا مِنْهُ، وَنَحْنُ نَسِيْرُ، فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، وَيُبَاعِدُنِيْ عَنِ النَّارِ، قَالَ: ’’لَقَدْ سَأَلْتَنِيْ عَنْ عَظِيْمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللّٰهَ، وَلاَ تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلاَةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ‘‘

ثُمَّ قَالَ: ’’أَلاَ أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الْخَيْرِ؟ الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ، وَصَلاَةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ‘‘ قَالَ: ثُمَّ تَلاَ ﴿تتجافَى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ﴾ — حَتَّى بَلَغَ — ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾

ثُمَّ قَالَ: " أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِرَأْسِ الْأَمْرِ كُلِّهِ، وَعَمُوْدِهِ، وَذِرْوَةِ سَنَامِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى، يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: " رَأْسُ الْأَمْرِ الإِسْلَامُ، وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ، وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ "

ثُمَّ قَالَ:" أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهِ؟ قُلْتُ: بَلَى، يَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ: فَأَخَذَ بِلِسَانِهِ، قَالَ: "كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا!" فَقُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ؟ فَقَالَ: "ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ! وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوْهِهِمْ أَوْ: عَلَى مَنَاخِرِهِمْ، إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۶۱۵-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ أَبِيْ السَّمْحِ، عَنْ أَبِيْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ، فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالإِيْمَانِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ: ﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَآتَى الزَّكَاةَ﴾ الآيةَ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بَابُ ماجاء في تَرْكِ الصَّلَاةِ

نماز چھوڑنے پر سخت وعید

یہ باب بھی گذشتہ سلسلۂ بیان سے جڑا ہوا ہے۔ اب تک جو ابواب آئے ہیں وہ مثبت پہلو سے آئے ہیں، اور یہ باب منفی پہلو سے ہے، نماز نہ پڑھنے پر احادیث میں جو سخت وعید آئی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز ایمان کا جز ہے، کیونکہ ترکِ نماز ایمان کے منافی ہے، اور اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں:

پہلی حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہے، ان سے یہ حدیث ابوسفیان طلحہ بن نافع اور ابوالزبیر محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں، پھر ابوسفیان سے سلیمان اعمش روایت کرتے ہیں، اور اعمش کے شاگرد ابومعاویہ کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بَيْنَ الْكُفْرِ وَالإِيْمَانِ: تَرْكُ الصَّلَاةِ: کفر اور ایمان کے درمیان یعنی حد فاصل نماز چھوڑنا ہے، یعنی نماز پڑھنا تو ایمانی عمل ہے اور نماز چھوڑنا صریح کفر نہیں ہے، بلکہ ایمان وکفر کے درمیان کا عمل ہے، اور اعمش کے دوسرے شاگرد اسباط بن محمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ أَوْ: الْكُفْرِ: تَرْكُ الصَّلَاةِ: یعنی بندے کے درمیان اور شرک کے درمیان یا فرمایا: کفر کے درمیان نماز چھوڑنا ہے۔ مگر ابوسفیان حضرت جابرؓ کے مضبوط راوی نہیں۔ انھوں نے حضرت جابرؓ سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں، اور وہ چاروں بخاری شریف میں ہیں (جن کا حوالہ تحفہ ۲:۴۷۹ کے حاشیہ میں ہے) باقی روایتیں انھوں نے ایک صحیفہ سے روایت کی ہیں (جو حضرت جابرؓ کے کسی گمنام شاگرد کا مرتب کیا ہوا تھا) اور ابوالزبیر حضرت جابرؓ کے مضبوط راوی ہیں، ان کی روایت

کے الفاظ ہیں: بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ: تَرْکُ الصَّلاَۃِ: ان کی روایت میں کفر اور شرک کے درمیان شک نہیں ہے، اور اس روایت کے معنی ہیں: بندے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنا ہے۔

تشریح: بین العبد وبین الکفر: خبر مقدم ہے اور ترکُ الصلوۃ مبتدا مؤخر ہے، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھنا تو ایمانی عمل ہے، اور نماز نہ پڑھنا بندے اور کفر کے درمیان کی چیز ہے، جیسے آنے جانے والے دو راستوں کے درمیان حد فاصل (Divider) ہوتی ہے جو کسی راستہ کا جز نہیں ہوتی، اسی طرح نماز چھوڑنا نہ ایمانی عمل ہے اور نہ صریح کفر و شرک ہے، بلکہ دونوں کے درمیان کا عمل ہے، پس بالقصد نماز نہ پڑھنے والے کو بھی کافر و مرتد نہیں کہیں گے۔

دوسری حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: العهدُ الذی بیننا وبینهم: الصلوۃ، فمن ترکها فقد کَفَرَ: نماز ہی وہ عہد و پیمان ہے جو ہمارے اور ان (ایمان قبول کرنے والوں) کے درمیان ہے، پس جس نے نماز چھوڑ دی اس نے دین کا عملی طور پر انکار کر دیا۔

تشریح: العهد: خبر مقدم ہے اور ترکُ الصلوۃ: مبتدا مؤخر ہے، اور خبر کی تقدیم و تعریف سے حصر پیدا ہوا ہے ...... نماز ایمان کی اہم نشانی اور اسلام کا خاص شعار ہے، پس جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا اللہ سے اور اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا، اس نے خود کو ترکِ صلوۃ کر کے ملتِ اسلامیہ سے الگ کر لیا...... اور بینهم سے مراد عام ایمان قبول کرنے والے ہیں، بعض لوگوں نے اس کا مصداق منافقین کو قرار دیا ہے، یہ ٹھیک نہیں۔

تیسری حدیث: جلیل القدر تابعی عبداللہ بن شقیق عقیلی صحابہ کرام کے بارے میں فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب: نماز کے علاوہ کسی بھی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔

تشریح: یہ روایت مرسل نہیں ہے، حضرت عبداللہ تابعی ہیں، انھوں نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے، چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام دین کے دوسرے ارکان واعمال مثلاً روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ، اور اسی طرح اخلاق و معاملات میں کوتاہی کرنے کو صرف گناہ اور معصیت سمجھتے تھے، لیکن نماز چونکہ ایمان کی نشانی اور ملتِ اسلامیہ کا خاص شعار ہے اس لئے اس کے ترک کو وہ دینِ اسلام سے بے تعلقی اور ملتِ اسلامیہ سے خروج کی علامت سمجھتے تھے۔

ان حدیثوں کی وجہ سے امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ سمجھا ہے کہ نماز چھوڑنے سے آدمی قطعاً کافر اور مرتد ہو جاتا ہے، اور اس کا اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا، اس لئے اگر وہ اس حال میں مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے، مگر یہ مذہب متروک ہے، سعودیہ میں بھی اس پر عمل نہیں۔

اور دوسرے اکثر ائمہ کے نزدیک ترکِ نماز اگرچہ کافرانہ عمل ہے، جس کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں، مگر وہ صریح کفر نہیں، پس اگر کسی بد بخت نے غفلت سے نماز چھوڑ دی، اور اس نے دل سے نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کیا، اور اس کے عقیدے میں کوئی انحراف بھی نہیں آیا تو اگرچہ وہ دنیا و آخرت میں سخت سزا کا مستحق ہے، لیکن اسلام

سے اور ملتِ اسلامیہ سے اس کا تعلق بالکل ٹوٹ نہیں گیا، اور اس پر مرتد کے احکام جاری نہیں ہونگے۔ ان حضرات کے نزدیک مندرجہ بالا احادیث میں جو ترک نماز پر وعید آئی ہے، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ کافرانہ عمل ہے، اور اس گناہ کی انتہائی شدت بیان کرنے کے لئے کفر کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، حقیقتاً وہ ایمان سے نکل کر کفر کے دائرہ میں نہیں چلا جاتا، پس ان حدیثوں سے بھی نماز کا ایمانِ حقیقی کا جز ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

[۹-] بابُ ماجاء فی تَرْكِ الصَّلاَةِ

[۲۶۱۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا جَرِيْرٌ، وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِىْ سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "بَيْنَ الْكُفْرِ وَالإِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلاَةِ"

[۲۶۱۷-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَسْبَاطُ بنُ مُحمدٍ، عَنِ الأَعْمَشِ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، قَالَ: "بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ أَوِ: الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلاَةِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ سُفْيَانَ: اسْمُهُ طَلْحَةُ بنُ نَافِعٍ.

[۲۶۱۸-] حدثنا هَنَّادٌ، نا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِى الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلاَةِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ الزُّبَيْرِ: اسْمُهُ مُحمدُ بنُ مُسْلِمِ بنِ تَدْرُسَ.

[۲۶۱۹-] حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بنُ حُرَيْثٍ، وَيُوْسُفُ بنُ عِيسَى، قَالاَ: نَا الْفَضْلُ بنُ مُوْسَى، عَنِ الْحُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ، ح: وَثَنَا أَبُوْ عَمَّارٍ، وَمَحْمُوْدُ بنُ غَيْلاَنَ، قَالاَ: نَا عَلِيُّ بنُ الْحُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، ح: وَثَنَا مُحمدُ بنُ عَلِيِّ بنِ الْحَسَنِ الشَّقِيْقِيُّ، وَمَحْمُوْدُ بنُ غَيْلاَنَ، قَالاَ: نَا عَلِيُّ بنُ الْحَسَنِ بنِ شَقِيْقٍ، عَنِ الْحُسَيْنِ بنِ وَاقِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْعَهْدُ الَّذِىْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلاَةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ"

وفى الباب: عَنْ أَنَسٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

[۲۶۲۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا بِشْرُ بنُ الْمُفَضَّلِ، عَنِ الْجُرَيْرِىِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ شَقِيْقٍ الْعُقَيْلِىِّ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ مُحمدٍ صلى الله عليه وسلم لاَيَرَوْنَ شَيْئًا مِنَ الأَعْمَالِ تَرْكُهُ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلاَةِ.

بابٌ

ایمان کب مزہ دیتا ہے؟

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ذَاقَ طَعْمَ الإِيْمَانِ، مَنْ رَضِىَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالإِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ

نَبِيًّا: اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر، اور محمد (ﷺ) کے نبی ہونے پر راضی ہوگیا۔

تشریح: جس طرح لذیذ ذائقہ دار مادی غذاؤں میں جو ٹیسٹ ہوتا ہے اس کو وہی شخص پاتا ہے، جس کی قوت ذائقہ ٹھیک ہو، اسی طرح ایمان کی حلاوت بھی اس شخص کو محسوس ہوتی ہے جو پوری خوش دلی سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین (دستور حیات) اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا نبی تسلیم کرلے، اور آپ ؐ کے لائے ہوئے دین کی پیروی میں اپنی نجات تصور کرے، اسی بندے کو ایمان کی لذت وحلاوت نصیب ہوتی ہے، اور اسی کا ایمان کامل ایمان ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ طَعْمَ الإِيْمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْأَ، لاَيُحِبُّهُ إِلاَّ لِلّٰهُ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ: تین باتیں جس شخص میں ہوں وہ ایمان کا مزہ محسوس کرتا ہے: (۱) اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس میں تمام ماسوا سے زیادہ ہو (۲) اور یہ بات ہو کہ جس سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لئے کرے (۳) اور یہ بات ہو کہ کفر کی طرف پلٹنے کو ـــــ اس کے بعد کہ اللہ نے اس کا کفر سے پیچھا چھڑا دیا ـــــ ایسا ناپسند کرے جیسا آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ ایمان کی حلاوت اسی آدمی کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ ورسول کی محبت میں ایسا سرشار ہو کہ ہر چیز سے زیادہ اس کو اللہ ورسول سے محبت ہو، اور اس محبت کا اس کے دل پر ایسا قبضہ ہو کہ اگر وہ کسی اور سے بھی محبت کرے تو اللہ ہی کے لئے کرے، اور دین اسلام اس کو اتنا پیارا ہو کہ اس کو چھوڑنے کا خیال اس کے لئے آگ میں گرجانے کی تکلیف کے برابر ہو۔

نوٹ: پہلی حدیث مسلم شریف کی ہے اور دوسری حدیث متفق علیہ ہے۔

[۱۰-] بابٌ

[۲۶۲۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ الْهَادِ، عَنْ مُحمدِ بنِ إِبْرَاهِيْمَ بنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَامِرِ بنِ سَعْدٍ، عَنِ الْعَبَّاسِ بنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَنَّهُ سَمِعَ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: ''ذَاقَ طَعْمَ الإِيْمَانِ مَنْ رَضِيَ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالإِسْلاَمِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۶۲۲-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ أَبِيْ قِلاَبَةَ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ''ثَلاَثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ طَعْمَ الإِيْمَانِ: مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ، لاَيُحِبُّهُ إِلاَّ لِلّٰهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ

بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ"
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

بابُ لَايَزْنِي الزَّانِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

حالتِ ایمان میں زنا کا صدور نہیں ہوتا

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: لایزنی الزانی وھو مؤمنٌ: زانی زنا نہیں کرتا جبکہ وہ مؤمن ہو، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ: اور چور چوری نہیں کرتا جبکہ وہ مؤمن ہو، ولٰکِنَّ التَّوْبَةَ مَعْرُوْضَةٌ: مگر توبہ پیش کی ہوئی ہے یعنی ان گناہوں کے بعد بھی توبہ کا موقع ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے، پس وہ اس کے سر پر سائبان کی طرح ہو جاتا ہے، پھر جب بندہ اس گناہ سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔

حدیث (۳): حضرت ابو جعفر محمد باقر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا: آدمی ایمان سے اسلام کی طرف نکلتا ہے یعنی ایمان سے تو نکل جاتا ہے مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

حدیث (۴): اور متعدد طرق سے نبی ﷺ سے مروی ہے کہ آپؐ نے زنا اور چوری کے بارے میں فرمایا: مَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، فَأُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ فَهُوَ كَفَّارَةُ ذَنْبِهِ: جو ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے، پس اس پر حد جاری کی گئی تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہے، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا، فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ تعالی: إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَإِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُ: اور جس نے ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا، پس اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی یعنی گناہ ظاہر نہیں ہوا اور سزا نہیں ملی تو وہ معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر اللہ چاہیں گے تو قیامت کے دن اس کو سزا دیں گے، اور اگر چاہیں گے تو اس کو بخش دیں گے (یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مرفوعاً مروی ہے)

حدیث (۵): پھر مذکورہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے، اور اس کے الفاظ ہیں: مَنْ أَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوْبَتُهُ فِي الدُّنْيَا، فَاللّٰهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ يُثَنِّيَ عَلَى عَبْدِهِ الْعُقُوْبَةَ فِي الْآخِرَةِ: جو کسی حد کو پہنچا، پس دنیا میں اس کی سزا جلدی دیدی گئی، تو اللہ تعالیٰ کے انصاف سے یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ آخرت میں وہ اس کو دوبارہ سزا دیں، وَمَنْ أَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، وَعَفَا عَنْهُ، فَاللّٰهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يَعُوْدَ فِيْ شَيْءٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ: اور جو شخص کسی حد کو پہنچا، پس اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا، اور اس سے درگذر کیا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ وہ کسی ایسی چیز کی طرف لوٹیں جس سے وہ درگذر کر چکے، یعنی ان شاء اللہ اس کو

آخرت میں سزانہیں ملے گی۔

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ زنا، چوری اور شراب پینے کی وجہ سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اور پہلی روایت میں جو فرمایا ہے کہ کبائر کے ارتکاب کے بعد بھی توبہ پیش کی ہوئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کا موقع رہتا ہے، اگر بندہ قولی یا فعلی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس توبہ کو قبول کر لیتے ہیں......اور دوسری حدیث میں یہ بیان ہے کہ زنا کرتے وقت اگرچہ ایمان نکل جاتا ہے، مگر وہ چلا نہیں جاتا، بلکہ اس کے سر پر سایہ فگن رہتا ہے، یعنی بندے سے ایمان کا تعلق قائم رہتا ہے، اور گناہ سے فارغ ہونے کے بعد ایمان حسب سابق لوٹ آتا ہے......اور تیسری روایت میں امام باقر رحمہ اللہ نے یہی حقیقت سمجھائی ہے کہ ایمان تو نکل جاتا ہے مگر اسلام یعنی ظاہری انقیاد باقی رہتا ہے...... پھر آخری دو حدیثوں میں یہ مضمون ہے کہ اگر گناہ کی سزا دنیا میں مل گئی تو آخرت میں حساب بے باق ہوجاتا ہے، اور اگر دنیا میں سزا نہیں ملی تو آخرت میں اس گناہ کی سزا مل بھی سکتی ہے اور معاف بھی ہوسکتی ہے......اور بالکل آخری حدیث میں یہ مضمون ہے کہ اگر دنیا میں سزا ملی تو آخرت میں اس کو دوبارہ سزا دینا اللہ کے انصاف سے بہت ہی بعید ہے، اور اگر دنیا میں سزا نہ ملی اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تو جس ہستی نے اس کی یہاں عزت رکھی ہے اس کے کرم سے کیا بعید ہے کہ وہ آخرت میں بھی اس سے درگذر فرمائیں، پس گنہ گار کو گناہ کی وجہ سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، اللہ کی بارگاہ مایوسی کی بارگاہ نہیں، اگر کسی نے سو بار بھی توبہ توڑی ہے: اس کو بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر لوٹ آئے تو اس کو دنیا بھولا نہیں کہتی!

[۱۱-] بابُ لَایَزْنِی الزَّانِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

[۲۶۲۳-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ، نا عَبِيْدَةُ بنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لَایَزْنِی الزَّانِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلٰكِنَّ التَّوْبَةَ مَعْرُوْضَةٌ"

وفی الباب: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِیْ أَوْفَى، حَدِيْثُ أَبِیْ هريرةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۶۲۴-] وَقَدْ رُوِیَ عَنْ أَبِیْ هريرةَ عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيْمَانُ، فَكَانَ فَوْقَ رَأْسِهِ كَالظُّلَّةِ، فَإِذَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ الْعَمَلِ عَادَ إِلَيْهِ الْإِيْمَانُ"

[۲۶۲۵-] وَرُوِیَ عَنْ أَبِیْ جَعْفَرٍ مُحمدِ بنِ عَلِیٍّ، أَنَّهُ قَالَ فِیْ هٰذَا: خُرُوْجٌ عَنِ الإِيْمَانِ إِلَى الإِسْلَامِ.

[۲۶۲۶-] وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ فِی الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ: ”مَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَیْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَهُوَ إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی إِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَإِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ“ رَوَی ذٰلِكَ عَلِیُّ بنُ أَبِیْ طَالِبٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ وَخُزَیْمَةُ بنُ ثَابِتٍ عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

[۲۶۲۷-] حدثنا أَبُوْ عُبَیْدَةَ بنُ أَبِیْ السَّفَرِ، نَا أَحْمَدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْهَمْدَانِیُّ، نَا الْحَجَّاجُ بنُ مُحمدٍ، عَنْ یُوْنُسَ بنِ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِیِّ، عَنْ أَبِیْ جُحَیْفَةَ، عَنْ عَلِیِّ بنِ أَبِیْ طَالِبٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ”مَنْ أَصَابَ حَدًّا فَعُجِّلَ عُقُوْبَتُهُ فِی الدُّنْیَا، فَاللّٰهُ أَعْدَلُ مِنْ أَنْ یُثَنِّیَ عَلَی عَبْدِهِ الْعُقُوْبَةَ فِی الآخِرَةِ، وَمَنْ أَصَابَ حَدًّا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ، وَعَفَا عَنْهُ، فَاللّٰهُ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ یَعُوْدَ فِیْ شَیْئٍ قَدْ عَفَا عَنْهُ“

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ، وَهٰذَا قَوْلُ أَهْلِ الْعِلْمِ لاَنَعْلَمُ أَحَدًا كَفَّرَ أَحَدًا بِالزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَشُرْبِ الْخَمرِ.

بابُ ماجاء: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَیَدِهِ

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَیَدِهِ: مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی دِمَائِهِمْ وَأَموَالِهِمْ: اور مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے بارے میں بے خوف ہوں۔

حدیث (۲): نبی ﷺ سے پوچھا گیا: کونسا مسلمان بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ شخص جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

تشریح: حدیث میں صرف زبان اور ہاتھ کی ایذاء رسانی کا تذکرہ اس لئے کیا گیا ہے کہ عام طور پر انہی دو سے تکلیف پہنچائی جاتی ہے، ورنہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ لوگوں کو اس سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے ...... اور ابن حبان کی روایت میں اسی حدیث میں المسلمون کے بجائے الناس ہے، یعنی ایک مسلمان کو تمام انسانوں کے لئے بے آزار ہونا چاہئے ...... اور اس حدیث میں جس ایذاء رسانی کو اسلام کے منافی قرار دیا گیا ہے وہ وہ ایذا رسانی ہے جو بغیر کسی معقول وجہ کے ہو، مجرموں کو سزا دینا، ظالموں اور مفسدوں کی فساد انگیزیوں کا سدّ باب کرنا: مسلمانوں کا فرض منصبی ہے، اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو دنیا امن وراحت سے محروم

ہو جائے گی (ماخوذ از معارف الحدیث ۱:۱۴۳)

فائدہ: مسلمان کی اصل مُسْلِمْ ہے، اس میں الف نون زائدتان ہیں، جیسے طالب سے طالبان۔

[۱۲-] بابُ ماجاء: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ

[۲۶۲۸-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ عَجْلَانَ، عَنِ الْقَعْقَاعِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ"

[۲۶۲۹-] وَيُرْوَى عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: "أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ" حدثنا بذٰلك إِبْرَاهِيْمُ بنُ سَعِيْدٍ الْجَوْهَرِيُّ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم سُئِلَ: أَيُّ الْمُسْلِمِيْنَ أَفْضَلُ؟ قَالَ: "مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَفي الباب: عَنْ جَابِرٍ، وَأَبِيْ مُوْسَى، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَحَدِيْثُ أَبِيْ هريرةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: پہلی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے اور دوسری حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی۔ امام ترمذیؒ نے دوسری حدیث پہلے بغیر سند کے لکھی ہے پھر اس کی سند پیش کی ہے، اور یُرْوی (فعل مجہول) استعمال کیا ہے، مگر یہ حدیث صحیح ہے، ضعیف نہیں۔

بابُ ماجاء: إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا

اسلام کی ابتدا کس مپرسی کی حالت میں ہوئی ہے، اور آگے بھی یہی حال ہو جائے گا

غَرُبَ عَنْ وَطَنِهِ (ک) غَرَابَةً، وَغُرْبَةً: بے وطن ہونا، پردیسی ہونا، فهو غريبٌ، جمع غُرَبَاءُ، وهي غريبةٌ جمع غرائبُ: اور پردیسی غریب اس لئے ہوتا ہے کہ اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا، وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ: اسلام کا آغاز کسمپرسی کی حالت میں ہوا ہے، اور عنقریب اس کا پھر وہی حال ہو جائے گا جو ابتداء میں تھا، پس لاچاروں کے لئے خوش حالی ہے!

تشریح: تاریخ میں مکی دور کے مسلمانوں کے احوال پڑھیں، ان کی کس مپرسی کا پورا نقشہ نگاہوں کے سامنے

آ جائے گا، دورآخر میں پھر مسلمانوں کا یہی حال ہوجائے گا، دینداروں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوگا، زمانہ میں وہ نکوبن کررہ جائیں گے، نبی ﷺ نے ان کو دعا دی، اور خوشخبری سنائی کہ ان کے لئے جنت کی ہر خوشگوار نعمت ہے، طُوْبیٰ: اسم تفضیل مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: ہر خیر و بھلائی، خوش حالی، اور سعادت، یہ لفظ سورۃ الرعد آیت ۲۹ میں آیا ہے: ﴿ الَّذِیْن آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ طُوْبیٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ﴾ جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے خوش حالی اور نیک انجامی ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: **إنَّ الدينَ لَيَأْرِزُ إِلَى الحجاز كَمَا تَأْرِزُ الحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا:** دین یقیناً حجاز میں پناہ لے گا، جس طرح سانپ اپنے بل میں پناہ لیتا ہے، أَرَزَ أَرْزًا (ن،ض،ف) کے معنی ہیں: پناہ لینا، سکڑنا، سمٹنا...... **الجُحْر** (بتقديم الجيم) بل، سوراخ...... **وَلَيَعْقِلَنَّ الدينُ فى الحجاز مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ من رأسِ الجبل:** اور دین ضرور حجاز میں پناہ لے گا: پہاڑی بکرے کے پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لینے کی طرح۔ عَقَلَ (ن) إليه عَقْلاً وَعُقُوْلاً: کسی کی پناہ میں آنا، مَعْقِل: مصدر یا اسم ظرف: پناہ لینا، یا پناہ گاہ...... **الْأُرْوِيَّة:** پہاڑی بکرا (نر و مادہ دونوں کے لئے) جمع أَرَاوِی...... **إنَّ الدينَ بَدَأَ غريباً، ويرجعُ غريبا، فطوبى للغُرَبَاءِ:** دین کا آغاز کسمپرسی کی حالت میں ہوا ہے، اور پھر اس کا یہی حال ہوجائے گا، پس خوش حالی ہے بے چارے مسلمانوں کے لئے!...... **الذين يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِى مِنْ سُنَّتِیْ:** اور بے چارے مسلمان وہ ہیں جو میری اس سنت کو سنوارتے ہیں جس کو لوگوں نے میرے بعد بگاڑ دیا ہے۔

تشریح: یہ حدیث کثیر بن عبداللہ کی ہے، اور یہ راوی ضعیف ہے، مگر امام ترمذیؒ اس سے خوش ہیں، اس لئے کبھی وہ اس کی حدیث کی تصحیح کرتے ہیں اور کبھی تحسین، یہاں تحسین کی ہے۔

اور حدیث کے پہلے دونوں جملوں کا مطلب ایک ہے کہ آخر زمانہ میں کفر والحاد کا ایسا غلبہ ہوگا کہ مسلمانوں کے لئے حجاز کے علاوہ کسی دوسرے ملک میں رہنا دشوار ہوجائے گا، اور دنیا کے تمام مسلمان سمٹ کر حجاز میں یعنی مکہ ومدینہ میں آرہیں گے، وہی جگہ مسلمانوں کے لئے جائے پناہ ہوگی، جیسے سانپ بل سے روزی تلاش کرنے کے لئے نکلتا ہے پھر لوٹ کر وہیں آجاتا ہے، اور پہاڑی بکرا چرنے چگنے کے لئے پہاڑ سے نیچے اترتا ہے، پھر چوٹی پر چڑھ جاتا ہے، اور ایسا اس زمانہ میں ہوگا جب ساری دنیا میں مسلمان کسمپرسی کی حالت میں ہوجائیں، اس وقت جو مسلمان دین کو مضبوط تھامے رہیں گے ان کے لئے آخرت میں ہر نعمت اور ہر خوش حالی ہے۔

[۱۳-] بابُ ماجاء: إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا

[۲۶۳۰-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا حَفْصُ بنُ غِيَاثٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِیْ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِی الأَحْوَصِ،

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ الإِسْلَامَ بَدَأَ غَرِيْبًا، وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ، فَطُوْبَى لِلْغُرَبَاءِ! "

وفي الباب: عَنْ سَعْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَجَابِرٍ، وَأَنَسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ مَسْعُوْدٍ، وَإِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ حَفْصِ بنِ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، وَأَبُوْ الْأَحْوَصِ: اسْمُهُ عَوْفُ بنُ مَالِكِ بنِ نَضْلَةَ الجُشَمِيُّ، تَفَرَّدَ بِهِ حَفْصٌ.

[٢٦٣١-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ أَبِيْ أُوَيْسٍ، ثَنِيْ كَثِيْرُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرِو بنِ عَوْفِ بنِ زَيْدِ بنِ مِلْحَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "إِنَّ الدِّيْنَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْحِجَازِ، كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا، وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّيْنُ فِي الْحِجَازِ مَعْقِلَ الْأُرْوِيَّةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ، إِنَّ الدِّيْنَ بَدَأَ غَرِيْبًا، وَيَرْجِعُ غَرِيْبًا، فَطُوْبَى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِيْ مِنْ سُنَّتِيْ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاء فِي عَلَامَةِ الْمُنَافِقِ

منافق کی علامتیں

منافقت: کے معنی ہیں: دل میں کفر کا ہونا، اور ظاہر میں ایمان کا دعوی کرنا، پس منافق: وہ شخص ہے جو ایمان ظاہر کرتا ہے، مگر وہ بناوٹی ہے، دل میں اس کو یقین نہیں، لوگوں کے ڈر سے یا کسی مصلحت سے ایسا کرتا ہے۔

نبی ﷺ کے زمانہ میں لوگ تین طرح کے تھے: ایک: خالص مؤمن، دوسرے: خالص کافر، تیسرے: منافق، نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے احوال معلوم کرا دیتے تھے، اس لئے اس وقت یہ تین فرقے تھے۔ اب دو فرقے رہ گئے ہیں: مؤمن اور کافر۔ مگر آج بھی ایسا ہوتا ہے کہ کبھی نفاقِ اعتقادی کا پتہ چل جاتا ہے، جیسے کسی کے بارے میں معتبر شہادت سے معلوم ہوا کہ وہ مسلمانوں کے سامنے تو اسلام کا دعوی کرتا ہے، مگر کافروں میں جا کر ان کی رسموں میں شرکت کرتا ہے، مندروں میں جا کر بتوں کے سامنے ڈنڈوت کرتا ہے، تو وہ یقیناً منافق ہے۔

اعتقادی نفاق انسان کی بدترین حالت ہے، اور ان منافقین کے بارے میں فرمایا گیا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہونگے ...... علاوہ ازیں: بعض بری عادتیں اور بدخصلتیں ایسی ہیں جن کو منافقین سے خاص نسبت ہے، وہ دراصل انہی کی عادتیں اور خصلتیں ہیں، کسی صاحبِ ایمان میں ان کی پرچھائیں بھی نہیں ہونی چاہئے، اس باب میں منافقین کے انہیں اخلاق وعادات کا بیان ہے، اگر بدقسمتی سے کسی مسلمان میں ان میں سے کوئی عادت ہو تو اسے منافقانہ عادت کہا جائے گا، اور اگر کسی میں بدبختی سے

منافقوں والی ساری عادتیں جمع ہوجائیں تو وہ پورا منافق کہلائے گا، مگر ہوگا وہ مسلمان۔ اور ایک مسلمان کے لئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ کفر وشرک اور اعتقادی نفاق کی گندگی سے بچے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ منافقانہ سیرت وکردار کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔

اور باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں: پہلی دو حدیثوں میں منافقانہ اعمال واخلاق کا بیان ہے، اور تیسری حدیث میں وعدہ خلافی کے سلسلہ میں ایک مسئلہ ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: آيةُ المنافق ثلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا ائْتُمِنَ خَانَ: منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے (۳) اور جب اس کو امانت سونپی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

تشریح: یہ حدیث اعلی درجہ کی متفق علیہ روایت ہے، مگر یہاں اس کی جو پہلی سند ہے اس میں ایک راوی یحییٰ ہے، یہ راوی ٹھیک (صدوق) ہے، مگر وہ غلطیاں بہت کرتا تھا، اور وہی علاء سے یہ حدیث روایت کرتا ہے، اس لئے یہ سند اعلی درجہ کی نہیں، پھر امام ترمذیؒ نے اس کی دوسری سند پیش کی ہے، جو امام مالکؒ کے چچا کی ہے، جن کا نام نافع تھا، وہ اعلی درجہ کی ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: چار عادتیں جس شخص میں ہوتی ہیں وہ منافق ہوتا ہے (اور بخاری میں خالصاً بھی ہے، یعنی وہ پکا (Pure) منافق ہوتا ہے) اور اگر کسی میں ان میں سے ایک عادت ہو تو اس میں نفاق کی ایک عادت ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے: (۱) وہ شخص جب بھی بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) اور جب بھی وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے (۳) اور جب بھی کسی سے جھگڑے تو بدزبانی کرے (۴) اور جب عہد وپیمان کرے تو بے وفائی کرے۔

تشریح: یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، اور متفق علیہ ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: علماء کے نزدیک اس حدیث کا مصداق نفاقِ عملی ہے، کیونکہ نفاقِ اعتقادی نبی ﷺ کے زمانہ میں تھا، یعنی دورِ نبوت میں اس کا پتا چلتا تھا، اب عام طور پر اس کا پتا نہیں چلتا، اس لئے روایات میں اس کا بیان نہیں آیا، پس ان دو روایتوں میں جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ عملی منافق کی ہیں، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے اسی طرح کی بات مروی ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: إِذَا وَعَدَ الرجلُ، وَيَنْوِي أَنْ يَفِيَ بِهِ، فَلَمْ يَفِ بِهِ، فلاجُناحَ عليه: جب کوئی شخص وعدہ کرے اور اس کی نیت ہو کہ وہ وعدہ پورا کرے گا، پھر اس نے وعدہ پورا نہ کیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے دو راوی مجہول ہیں، ابوالنعمان اور ابو وقاص۔ اور حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر وعدہ کرتے وقت وفا کی نیت تھی، پھر کسی عذر سے وفا نہ کیا تو وہ منافقانہ عادت نہیں، منافقانہ عادت یہ ہے کہ

وعدہ کرتے وقت ہی نیت یہ ہو کہ وہ فانہیں کرے گا، پھر چاہے اسے وفا کرے مگر یہ منافقانہ خصلت ہے، ایسا جھوٹا وعدہ نہیں کرنا چاہئے۔

[١٤-] بابُ ماجاء فِي عَلامَةِ الْمُنَافِقِ

[٢٦٣٢-] حدثنا أَبُوْ حَفْصٍ عَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، نَا يَحْيَى بنُ مُحمدِ بنِ قَيْسٍ، عَنِ الْعَلاَءِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " آيةُ الْمُنَافِقِ ثَلاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ الْعَلاَءِ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَفِي الباب: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، وَأَنَسٍ، وَجَابِرٍ.

حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيْ سُهَيْلِ بنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

وَأَبُوْ سُهَيْلٍ: هُوَ عَمُّ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ، وَاسْمُهُ نَافِعُ بنُ مَالِكِ بنِ أَبِيْ عَامِرٍ الْخَوْلاَنِيُّ الأَصْبَحِيُّ.

[٢٦٣٣-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ مُوْسَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا، وَإِنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ: كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ، حَتَّى يَدَعَهَا: مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَإِنَّمَا مَعْنَى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: نِفَاقُ الْعَمَلِ، وَإِنَّمَا كَانَ نِفَاقُ التَّكْذِيْبِ عَلَى عَهْدِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، هٰكَذَا رُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ شَيْئٌ مِنْ هٰذَا.

حدثنا الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلاَّلُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُرَّةَ، بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٦٣٤-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ عَامِرٍ، نَا إِبْرَاهِيْمُ بنُ طَهْمَانَ، عَنْ عَلِيِّ بنِ عَبْدِ الأَعْلٰى، عَنْ أَبِي النُّعْمَانِ، عَنْ أَبِيْ وَقَّاصٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَرْقَمَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ، وَيَنْوِي أَنْ يَفِيَ بِهِ، فَلَمْ يَفِ بِهِ، فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ، عَلِيُّ بنُ عَبْدِ الأَعْلَى ثِقَةٌ، وَأَبُوْ النُّعْمَانِ مَجْهُوْلٌ، وَأَبُوْ وَقَّاصٍ مَجْهُوْلٌ.

بابُ ماجاء: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ

مسلمان کو گالی دینا بدکاری ہے

أبواب البر والصلة، باب۵۱ (تحفہ۵: ۳۲۰) میں یہ حدیث اوراس کی شرح گذر چکی ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: قِتَالُ الْمُسْلِمِ أَخَاهُ كَفْرٌ، وَسِبَابُهُ فُسُوْقٌ: مسلمان کا اپنے بھائی سے جنگ کرنا کفر ہے، اوراس کو گالی دینا بدکاری ہے (یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، مگر یہاں اس کی جو سند ہے اس کا راوی عبدالحکیم متروک ہے، مگر امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے، کیونکہ اس کے شواہد موجود ہیں)

شاہد حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: سباب المسلم فسوقٌ، وقتاله كفرٌ: مسلمان کو گالی دینا بدکاری ہے، اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے، یعنی یہ ایمان کے منافی عمل ہے، پس اس کا گذشتہ مسئلہ سے تعلق ہے یعنی جس طرح اعمالِ صالحہ ایمان کا جز ہیں، اعمالِ سیئہ اس کے منافی اعمال ہیں۔

[۱۵-] بابُ ماجاء: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ

[۲۶۳۵-] حدثنا مُحمدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ بَزِيْعٍ، نا عَبْدُ الْحَكِيْمِ بنُ مَنْصُوْرٍ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " قِتَالُ الْمُسْلِمِ أَخَاهُ كُفْرٌ، وَسِبَابُهُ فُسُوْقٌ "

وفی الباب: عَنْ سَعْدٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُغَفَّلٍ، حديثُ ابنِ مَسْعُوْدٍ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ.

[۲۶۳۶-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا وَكِيْعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی مَنْ رَمَى أَخَاهُ بِكُفْرٍ

مسلمان پر کفر کی تہمت لگانا بدترین گناہ ہے

رَمَى فلانا بِأَمْرٍ قبيحٍ: کسی پر الزام لگانا، تہمت لگانا۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: بندے پر کوئی منت نہیں، اس مال میں جس کا وہ مالک نہیں (یہ مضمون پہلے

تحفہ۳:۴۰۷و۴۶۰ میں گذر چکا ہے) اور مؤمن پر لعن طعن کرنے والا اس سے جنگ کرنے والے کی طرح ہے، اور جو شخص کسی مؤمن پر کفر کی تہمت لگاتا ہے وہ بھی اس سے جنگ کرنے والے کی طرح ہے، اور جو شخص خود کو کسی ذریعہ سے مار ڈالتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سزا دیں گے، اُس چیز کے ذریعہ جس سے اس نے اپنے آپ کو مار ڈالا ہے (اس کا بیان بھی تحفہ۵:۳۸۳ میں گذر چکا ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے مسلمان بھائی سے کہا: ''وہ کافر ہے'' تو یقیناً لوٹا اس کلمہ کے ساتھ دونوں میں سے ایک''

تشریح: یہ دونوں حدیثیں متفق علیہ ہیں، اور دونوں میں مشترک مضمون یہ ہے کہ مسلمان پر لعن طعن کرنا، اور مسلمان پر کفر کا الزام لگانا: بھاری گناہ ہے، یہ اس کے قتل کے مترادف ہے، اور دوسری حدیث میں یہ بات بھی ہے کہ اگر مخاطب اس الزام کا محل نہیں تو وہ الزام: الزام لگانے والے پر لوٹ آتا ہے، اس کی وہ بری بات رائگاں نہیں جاتی، دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور پڑتی ہے، اور یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ مخاطب اس الزام کا سزاوار ہے یا نہیں؟ پس اس طرح کی الزام تراشیوں سے احتراز کرنا چاہئے، اور یہ باب بھی گذشتہ سے پیوستہ ہے۔ یہ لعن طعن اور یہ کفر کا الزام: ایمان کے منافی اعمال ہیں، پس ان کی اضداد یعنی اعمالِ صالحہ ایمان کے اجزا ہیں۔

[۱۶-] بابُ ماجاء فی مَنْ رَمَی أَخَاهُ بِکُفْرٍ

[۲۶۳۷-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِیعٍ، نَا إِسْحَاقُ بنُ یُوْسُفَ الْأَزْرَقُ، عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِیِّ، عَنْ یَحْیَی بنِ أَبِیْ کَثِیْرٍ، عَنْ أَبِی قِلَابَةَ، عَنْ ثَابِتِ بنِ الضَّحَّاكِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: ''لَیْسَ عَلَی الْعَبْدِ نَذْرٌ فِیْمَا لَایَمْلِكُ، وَلَاعِنُ الْمُؤْمِنِ کَقَاتِلِهِ، وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِکُفْرٍ فَهُوَ کَقَاتِلِهِ، وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بَشَیْئٍ: عَذَّبَهُ اللّٰهُ بِمَا قَتَلَ بِهِ نَفْسَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ''

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ، وَابْنِ عُمَرَ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[۲۶۳۸-] حدثنا قُتَیْبَةُ، عَنْ مَالِكِ بنِ أَنَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ دِیْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: ''أَیُّمَا رَجُلٍ قَالَ لِأَخِیْهِ: کَافِرٌ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا'' هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابٌ: فِیمَنْ یَمُوْتُ وَهُوَ یَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

جس کی موت عقیدۂ توحید پر آئے وہ جنتی ہے

دور سے جو مضمون چل رہا تھا وہ پورا ہوا، یعنی اعمالِ صالحہ ایمان کے اجزاء ہیں، اور اعمالِ طالحہ ایمان کے منافی

ہیں: یہ مضمون پورا ہوا۔ اب یہ باب دفع دخل مقدر کے طور پر لایا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ جب ایمان کی حقیقت مرکب ہے، اور وہ تین چیزوں کا مجموعہ ہے، اور اعمالِ صالحہ ایمان کے اجزاء ہیں، اور اعمالِ طالحہ ایمان کے منافی ہیں، تو جو مسلمان بدکاریاں کرتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوا، اس کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ کیا وہ ایمان کی حالت میں مرا یا وہ مؤمن نہیں؟ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے بتلایا کہ وہ مؤمن ہے، کیونکہ اعمالِ صالحہ ایمانِ کامل کے اجزاء ہیں، اور اعمالِ سیئہ ایمانِ کامل کے منافی ہیں، نفس ایمان کو یہ چیزیں مس نہیں کرتیں، اصل ایمان ایک بسیط حقیقت ہے، اور اسی کے ماتریدیہ اور جمہور محققین قائل ہیں۔

حدیث (۱): ابوعبداللہ عبدالرحمٰن بن عسیلہ صُنابحی جو کبار تابعین میں سے ہیں، حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت عبادہؓ مرضِ موت میں تھے، اس لئے صنابحی رونے لگے، حضرت عبادہؓ نے فرمایا: صبر سے کام لو، روتے کیوں ہو؟ بخدا! اگر مجھ سے گواہی طلب کی گئی تو میں ضرور آپ کے لئے گواہی دوں گا، اور اگر میری سفارش قبول کی گئی تو میں ضرور آپ کے لئے سفارش کروں گا، اور اگر میرے بس میں ہوا تو میں ضرور آپ کو نفع پہنچاؤں گا، پھر حضرت عبادہؓ نے فرمایا: بخدا! جو بھی حدیث میں نے نبی ﷺ سے سنی ہے، جس میں تمہارے لئے نفع ہے، وہ حدیث میں نے آپ سے بیان کر دی، ایک حدیث کے علاوہ، اور وہ ابھی میں آپ سے بیان کرتا ہوں جبکہ میری روح گھیر لی گئی ہے، یعنی موت کا وقت قریب آ گیا ہے، میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مَن شهد أن لا إلٰهَ إلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحمداً رسولُ اللّٰهِ: حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ: جس نے گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دیں گے۔

تشریح: یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے، اور مسلم شریف کی روایت ہے، اور یہی مضمون دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے: مَنْ قَالَ لا إله إلا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ: جس نے لا إله إلا اللّٰه کہا وہ جنت میں جائے گا، ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایمان ایک بسیط حقیقت ہے، وہ صرف عقائد کا نام ہے، اور اسی پر دخولِ جنت کا مدار ہے، پس یہ بات محدثین کے موقف کے خلاف ہے، اس لئے امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: إِنَّمَا كَانَ هٰذَا فِيْ أَوَّلِ الإِسْلَامِ، قَبْلَ نُزُوْلِ الْفَرَائِضِ وَالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ: یعنی یہ ارشادات دورِ اول کے ہیں، جبکہ فرائض اور اوامر و نواہی کا نزول نہیں ہوا تھا، بعد میں جب اعمالِ صالحہ مامور بہ ہوئے اور اعمالِ سیئہ منہی عنہ ٹھہرے تو وہ ایمان کی حقیقت میں داخل ہو گئے، اور وہ ایمان کے اجزا بن گئے۔

مگر امام ترمذیؒ نے اس توجیہ کو پسند نہیں کیا، اس لئے اہل علم سے دوسری توجیہ نقل کی کہ جو بھی توحید کا قائل ہے، وہ کسی نہ کسی دن جنت میں ضرور جائے گا، اگرچہ اس کو گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں بھیجا جائے، مگر وہ دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا، کیونکہ سات صحابہ سے ایسی حدیثیں مروی ہیں جن کا مضمون یہ ہے: سَيُخْرَجُ قومٌ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ

التَّوْحِيْدِ، وَيَدْخُلُوْنَ الجنَّةَ: عنقریب کچھ لوگ جو توحید کے قائل ہیں جہنم سے نکالے جائیں گے، اور جنت میں داخل کئے جائیں گے، اور متعدد تابعین سے سورۃ الحجر آیت ۲ ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ کی تفسیر میں مروی ہے کہ جب توحید کے قائل دوزخ سے نکالے جائیں گے اور جنت میں داخل کئے جائیں گے تو کفار آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے، پھر امام ترمذیؒ نے بطاقہ والی حدیث پیش کی ہے، اس پرچہ میں کلمۂ شہادت ہوگا، اور وہ تمام برائیوں سے بھاری ہو جائے گا، پس امام ترمذیؒ کی گفتگو کا حاصل: امام زہریؒ کی توجیہ پر رد کرنا ہے، اور اس بحث سے یہ بات کھل کر واضح ہوگئی کہ محدثین نے جو کہا ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں: وہ ہاتھی کے دکھانے کے دانت ہیں، کھانے کے دانت وہ ہیں جو اس بحث میں سامنے آئے ہیں کہ اعمال ایمانِ حقیقی کا جز نہیں۔

[۱۷-] بابٌ: فِيْمَنْ يَمُوْتُ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

[۲۶۳۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ عَجْلَانَ، عَنْ مُحمدِ بنِ يَحْيىَ بنِ حَبَّانَ، عَنْ ابنِ مُحَيْرِيْزٍ، عَنِ الصُّنَابِحِيِّ، عَنْ عُبَادَةَ بنِ الصَّامِتِ، أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ، فَبَكَيْتُ، فَقَالَ: مَهْلاً، لِمَ تَبْكِيْ؟ فَوَ اللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ، وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ، وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ، ثُمَّ قَالَ: وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيْثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، لَكُمْ فِيْهِ خَيْرٌ، إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوْهُ، إِلَّا حَدِيْثًا وَاحِدًا، وَسَأُحَدِّثُكُمُوْهُ الْيَوْمَ، وَقَدْ أُحِيْطَ بِنَفْسِيْ، سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: "مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحمداً رَسُوْلُ اللّٰهِ: حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ"

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَعَلِيٍّ، وَطَلْحَةَ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَزَيْدِ بنِ خَالِدٍ؛ وَالصُّنَابِحِيُّ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ عُسَيْلَةَ، أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

وَقَدْ رُوِىَ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ قَوْلِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ: دَخَلَ الْجَنَّةَ" فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ هٰذَا فِيْ أَوَّلِ الإِسْلَامِ، قَبْلَ نُزُوْلِ الْفَرَائِضِ، وَالْأَمْرِ، وَالنَّهْيِ.

وَوَجْهُ هٰذَا الحديثِ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّ أَهْلَ التَّوْحِيْدِ سَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، وَإِنْ عُذِّبُوْا فِي النَّارِ بِذُنُوْبِهِمْ، فَإِنَّهُمْ لَا يُخَلَّدُوْنَ فِي النَّارِ.

وَقَدْ رُوِىَ عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، وَأَبِيْ ذَرٍّ، وَعِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، وَجَابِرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "سَيَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ مِنْ أَهْلِ

التَّوْحِيْدِ، وَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ"
وَهٰكَذَا رُوِىَ عَنْ سَعِيْدِ بنِ جُبَيْرٍ، وَإِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ التَّابِعِيْنَ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الآيَةِ: ﴿ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ قَالُوْا: إِذَا أُخْرِجَ أَهْلُ التَّوْحِيْدِ مِنَ النَّارِ، وَأُدْخِلُوْا الْجَنَّةَ، يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ!

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عنقریب نجات دیں گے میری امت میں سے ایک آدمی کو تمام مخلوقات کے سامنے، پس اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائیں گے، ہر دفتر منتہائے نظر تک پھیلا ہوا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: کیا تو ان گناہوں میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تجھ پر میرے نامۂ اعمال لکھنے والے محافظ فرشتوں نے کچھ ظلم کیا ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں، اے میرے پروردگار! پس اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ بندہ کہے گا: نہیں، اے میرے پروردگار! پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیوں نہیں، تیرے لئے ہمارے پاس ایک نیکی ہے، اور تجھ پر آج ظلم نہیں ہوگا، پس اللہ تعالیٰ ایک پرچہ نکالیں گے جس میں ہوگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (حضرت) محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جا تیرے اعمال تُل رہے ہیں، وہاں موجود رہ، بندہ کہے گا: اے میرے پروردگار! اس پرچہ کی کیا حیثیت ہے! اور ان دفتروں سے اس کو کیا نسبت ہے! یعنی نیکی صرف ایک ہے، اور گناہ بے شمار ہیں، پھر ان کو تولنے سے کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تجھ پر آج ظلم نہیں ہوگا (اس لئے تیرے اعمال ضرور تولے جائیں گے) نبی ﷺ نے فرمایا: پھر سارے دفتر ایک پلڑے میں رکھے جائیں گے، اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے گا، پس وہ سارے دفتر اوچھے ہو جائیں گے، اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا، کیونکہ اللہ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔

تشریح: اس حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہوئی کہ نفسِ ایمان بسیط ہے اور وہ صرف عقیدہ ہے، اعمال اس کا جز نہیں، اور البطاقة کے معنی ہیں: ٹکڑا، پرچہ...... اور طَاشَ يَطِيْشُ کے معنی ہیں: اوچھا ہونا، کم ہونا۔

[۲٦٤٠-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا ابنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ لَيْثِ بنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَافِرِيِّ ثُمَّ الْحُبُلِّيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، يَقُوْلُ سَمِعْتُ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: " إِنَّ اللهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلاً مِنْ أُمَّتِيْ عَلَى رُؤُوْسِ الْخَلاَئِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُنْشِرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَتِسْعِيْنَ سِجِلاًّ، كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلَ مَدِّ الْبَصَرِ، ثُمَّ يَقُوْلُ: أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا؟ أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ؟ يَقُوْلُ: لاَ، يَارَبِّ! فَيَقُوْلُ: أَفَلَكَ عُذْرٌ؟ فَيَقُوْلُ: لاَ، يَارَبِّ! فَيَقُوْلُ: بَلَى، إِنَّ

لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً، وَإِنَّهُ لاَظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ، فَيُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا: أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحمداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، فَيَقُوْلُ: احْضُرْ وَزْنَكَ، فَيَقُوْلُ: يَارَبِّ! مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ؟ مَاهٰذِهِ السِّجِلَّاتُ؟ فَقَالَ: فَإِنَّكَ لاَتُظْلَمُ، قَالَ: فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كِفَّةٍ، وَالْبِطَاقَةُ فِيْ كِفَّةٍ، فَطَاشَتْ السِّجِلاَّتُ، وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ، وَلاَ يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْئٌ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا ابنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ عَامِرِ بنِ يَحْيىَ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، وَالْبِطَاقَةُ: الْقِطْعَةُ.

بابُ افْتِرَاقِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ

امت میں گروہ بندیاں

یہ باب گذشتہ بحث کا آخری باب ہے، اور یہ باب بھی دفع دخل مقدر کے طور پر لایا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ معتزلہ اور خوارج وغیرہ ایمان کو مرکب مانتے ہیں، اعمالِ صالحہ کو اس کا جز مانتے ہیں، اور مرتکب کبیرہ کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں، اس کا کیا جواب ہے؟ یہ باب اس کا جواب ہے کہ یہ فرقے گمراہ ہیں، اس لئے ان کے اختلاف کا اعتبار نہیں، نبی ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ گذشتہ امتوں کی طرح اس امت میں بھی اختلاف ہوگا، اور ان میں سے ناجی صرف ایک فرقہ ہوگا، باقی سب جہنم میں جائیں گے، اس لئے ان کے عقائد اور ان کے خیالات کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: یہود اکھتّر فرقوں میں بٹ گئے، یا فرمایا: بہتّر فرقوں میں، اور نصاریٰ کی صورت حال بھی یہی رہی، اور میری امت تہتّر فرقوں میں بٹے گی (یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ضرور میری امت پر وہ احوال گذریں گے جو بنی اسرائیل پر گذر چکے ہیں، چپل کے چپل کے ساتھ برابر ہونے کی طرح، یعنی گذشتہ امتوں کے احوال میں اور اس امت کے احوال میں سرمو فرق نہیں ہوگا، یہاں تک کہ اگر گذشتہ امتوں میں کوئی شخص ایسا ہوا ہے جس نے اپنی ماں سے برملا بدکاری کی ہے تو میری امت میں بھی ضرور ایسا شخص ہوگا، جو یہ حرکت کرے گا، اور بنی اسرائیل بہتر ملتوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر ملتوں میں بٹ جائے گی، سب فرقے دوزخ میں جائیں گے، ایک ملت کے علاوہ، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ ایک ملت کونسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ما أنا عليه و أصحابی: وہ ملت جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگی۔

تشریح:

۱- یہ حدیث مُفَسَّر (اسم مفعول) یا مُفَسِّر (اسم فاعل) ہے یعنی واضح ہے، گذشتہ حدیث میں اُس ایک ملت کی تعیین نہیں کی تھی جو ناجی ہوگی، اس حدیث میں اس کی تعیین ہے، اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی صرف تحسین کی

ہے، کیونکہ سند کا ایک راوی افریقی امام ترمذیؒ کے نزدیک ضعیف ہے، مگر حقیقت میں یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ افریقی پر جو جرح کی گئی ہے وہ غلط فہمی کی بنیاد پر کی گئی ہے (تحفۃ الالمعی ۱:۳۸۴ میں اس کی تفصیل ہے)

۲- اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ امت گذشتہ امتوں کے نقش قدم پر چلے گی، عملی اور اعتقادی دونوں قسم کی خرابیوں میں، اپنی ماں کے ساتھ برملا بدکاری کرنے کا تذکرہ عملی خرابیوں میں یکسانیت کی مثال ہے۔ اور گروہ بندیاں اعتقادی خرابیوں کی مثال ہیں۔

۳- حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ: یعنی جس طرح ایک چپل دوسرے چپل کے برابر ہوتا ہے، پس یہ تساوی کی مثال ہے، اور بہتّر اور تہتّر کے اعداد تکثیر کے لئے ہیں، عربی میں سات، ستّر اور سات سو کے اعداد تکثیر کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں، تھوڑی تکثیر کے لئے سات، درمیانی تکثیر کے لئے ستر اور بہت زیادہ تکثیر کے لئے سات سو کا عدد استعمال کیا جاتا ہے۔

۴- اور سارے گمراہ فرقے جہنم میں جائیں گے مگر یہ جہنم میں جانا بطور خلود نہیں ہوگا، بلکہ اپنی گمراہی کی سزا پانے کے بعد یہ فرقے بھی اگر اسلام کے دائرے سے باہر نہیں ہوئے تو ناجی ہونگے، اور جہنم سے نکالے جائیں گے، اور ایک فرقہ جو جہنم سے بچ جائے گا وہ عقائد کی بنیاد پر بچ جائے گا، البتہ وہ بھی عملی کوتاہی کی وجہ سے جہنم میں جاسکتا ہے، مگر دونوں کی سزا میں فرق ہوگا، عقائد کی خرابی کی وجہ سے جہنم میں جانے والے کی سزا سخت ہوگی، اور عملی خرابی سے جہنم میں جانے والی کی سزا ہلکی ہوگی، مثلاً دو کپڑے ہیں: ایک پر نہ مٹنے والا داغ لگ گیا ہے اور دوسرا صرف میلا ہے تو دونوں کی دھلائی میں فرق ہوتا ہے۔

۵- اور صحابہ نے صرف فرقہ ناجیہ کی تعیین اس لئے پوچھی کہ وہی مقصود ومطلوب ہے، اسی کی پیروی کرنی ہے، گمراہ فرقوں سے امت کو کیا لینا ہے! ہاں علماء کے لئے ان کے احوال سے واقفیت ضروری ہے۔

۶- اور فرقہ ناجیہ اہل السنہ والجماعہ ہے، **ما أنا عليه**: سنت سے تعبیر ہے، نبی ﷺ کا جو طریقہ ہے وہی سنت ہے، اور سنت ہی حجت ہے، حدیث حجت نہیں، کسی حدیث میں حدیثوں کو مضبوط پکڑنے کا حکم نہیں آیا، تمام حدیثوں میں سنت ہی کو مضبوط پکڑنے کا حکم ہے، اور سنت اور حدیث میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، حدیث: نام ہے ہر اس بات کا جو نبی ﷺ کی طرف منسوب ہے، اور سنت نام ہے: **الطريقة المسلوكة في الدين**: (دینی راہ) کا، پس وہ حدیثیں جو مخصوص ہیں یا منسوخ ہیں یا مؤول ہیں: وہ صرف حدیثیں ہیں، سنت نہیں، اور خلفائے راشدین کی سنتیں صرف سنتیں ہیں، حدیث نہیں، اور جو احادیثِ شریفہ مامور بہ ہیں وہ حدیثیں بھی ہیں اور سنت بھی ...... اور **ما عليه أصحابی** سے مراد: اجماع امت ہے، ابن ماجہ اور ابوداؤد میں یہی حدیث دوسرے صحابہ سے مروی ہے، اس میں لفظ **الجماعة** ہے، یعنی نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ ایک ملت جو ناجی ہوگی وہ کونسی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **الجماعة**:

یعنی جماعت مسلمین، اسی کا نام اجماعِ امت ہے، پس جس طرح فرقہ اہلِ قرآن گمراہ ہے بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسی طرح فرقہ اہل حدیث بھی گمراہ ہے، مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں، اور برحق ملت صرف اہل السنہ والجماعہ ہیں، جو ائمہ اربعہ کی پیروی کرتے ہیں۔

[۱۸-] بابُ افْتِرَاقِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ

[۲٦٤١-] حدثنا الحُسَيْنُ بنُ حُرَيْثٍ أَبُوْ عَمَّارٍ، نا الْفَضْلُ بنُ مُوْسَى، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ”تَفرَّقَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، أَو: اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَالنَّصَارَى مِثْلُ ذٰلِكَ، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلَى ثَلاَثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً“

وفي الباب: عَنْ سَعْدٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَعَوْفِ بنِ مَالِكٍ، حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيرةَ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲٦٤٢-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ زِيَادِ بنِ أَنْعُمَ الْأَفْرِيْقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ يَزِيْدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِيْ مَا أَتَى عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلاَنِيَةً لَكَانَ فِيْ أُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ تَفرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِيْ عَلَى ثَلاَثٍ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً“ قَالُوْا: مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ“

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مُفَسَّرٌ، لاَنَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى خَلَقَ خَلْقَهُ فِيْ ظُلْمَةٍ: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا ہے (یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا جو اس کا مقابل ہے چھوڑ دیا گیا ہے، اور مجموعہ سے مراد وہ مضمون ہے جو سورۃ الشمس (آیت ۸) میں آیا ہے: ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ یعنی نفس کو اس کی بدکاری اور اس کی پرہیزگاری الہام فرمائی، یہ الہام تکوینی ہے، چنانچہ قلب میں جو بدی کی طرف میلان پایا جاتا ہے اور جو نیکی کی طرف رجحان ہوتا ہے، یہ باتیں فطرت کا تقاضہ ہیں فألْقَى عليهم من نوره: پس اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا کچھ نور ڈالا، یعنی وحی کے ذریعہ انبیاء کی معرفت لوگوں کو اپنا دین اور اپنا علم پہنچایا، فَمَنْ أَصَابَهُ من ذلك النور اهْتَدَى، وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ: پس جس شخص کو اس نور میں سے حصہ ملا وہ راہ یاب ہوا، اور جو اس نور کو چوک گیا وہ گمراہ ہوا، یعنی ہدایت وضلالت انسان کا اختیاری عمل ہے، جس نے اللہ کے نازل کئے ہوئے دین کی پیروی کی وہ راہِ راست پر آیا،

اور جو اس دین کو چوک گیا وہ مسلمان کہلانے کے باوجود گمراہ ہوگیا۔ فلذلك أَقُوْلُ: جَفَّ الْقَلَمُ على علم الله: اسی لئے میں (نبی ﷺ) کہتا ہوں: اللہ کے علم کے مطابق قلم تقدیر لکھ کر خشک ہوگیا، پس جو کچھ ہو رہا ہے: سب نوشتۂ تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے۔

تشریح: امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث اس باب میں لا کر اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان کہلانے والی امت میں جو فکری اور اعتقادی گمراہی رونما ہوگی، اور فرقے وجود میں آئیں گے، اس کی بنیاد وہ ہوگی جو اس حدیث میں آئی ہے، یعنی فطرتِ انسانی میں خیر وشر دونوں رکھے گئے ہیں، پھر انسان کی وحی کے ذریعہ راہنمائی کی گئی ہے، پھر آگے اس وحی کی پیروی کرنے نہ کرنے کا انسان کو اختیار ہے، پس جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنے کسب سے ہدایت پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوتا ہے وہ بھی اپنے اختیاری فعل سے گمراہ ہوتا ہے، پس ساری ذمہ داری انسان کی ہے، اور یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ ازل سے جانتے ہیں، اور نہ صرف جانتے ہیں بلکہ سب باتیں لوح محفوظ میں لکھ بھی رکھی ہیں۔

فائدہ: في ظلمة: جار مجرور: خلق سے متعلق نہیں، کائناً سے متعلق ہو کر حال ہیں، پھر حال بھی خلق کے فاعل سے نہیں، بلکہ مفعول (مخلوق) کا حال ہیں۔

حدیث (۴): حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: أَتَدْرِیْ مَاحَقُّ اللّٰه على العباد؟ جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، پس آپؐ نے فرمایا: فَإِنَّ حَقَّهُ عليهم: أن يعبُدوه، ولاَيُشْرِكُوْا به شيئًا: اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں (یہ لا إلٰه إلاَّ اللّٰه کا مضمون ہے) پھر نبی ﷺ نے پوچھا: جانتے ہو جب بندے اس طرح عبادت کریں تو ان کا اللہ پر کیا حق ہے؟ حضرت معاذ نے پھر وہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں: آپؐ نے فرمایا: بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ اللہ ان کو (دائمی طور پر جہنم کی) سزا نہ دیں۔

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے، پس انھوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ جس کی موت اس حال میں آئی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں جائے گا۔ نبی ﷺ نے پوچھا: اگرچہ اس نے زنا کیا ہو؟ اگرچہ اس نے چوری کی ہو؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! یعنی پھر بھی وہ جنت میں جائے گا۔

تشریح: ان آخری دونوں حدیثوں میں یہ مضمون ہے کہ جو بھی توحید پر ہے اور اسی حال میں اس کی موت آئی تو اس کی بخشش ضرور ہوگی، اگرچہ اس نے کبائر کا ارتکاب کیا ہو...... وَإِنْ زَنَى، وَإِنْ سَرَقَ کا سوال پہلے نبی ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کیا ہے، پھر جب یہ بات نبی ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بیان کی تو انھوں نے بھی یہی سوال کیا، اور آپؐ نے جواب دیا: وإن زنى وإن سَرَقَ على رغم أنف أبى ذَرٍّ: یعنی اگرچہ

کبائر کا ارتکاب کیا ہو: وہ جنت میں جائے گا، اگر چہ اس کا جنت میں جانا ابوذرؓ کو نا گوار ہو۔

اوران آخری حدیثوں سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ نجات کا مدار کلمہ توحید پر ہے، اور ایمان ایک بسیط حقیقت ہے، اقرار واعمال اس کا جز نہیں، اقرار صرف دنیا میں احکام جاری کرنے کے لئے ضروری ہے، اور اعمالِ صالحہ اور کبائر سے بچنا ایمان کامل کے لئے شرط ہے، جس کی وجہ سے بندہ نجات اوّلی کا حقدار ہوتا ہے، اور جنت کے بلند درجات پر فائز ہوتا ہے، رہا نفس ایمان کا حامل یعنی توحید کا قائل تو وہ اگر چہ کبائر میں ملوث رہا ہو مگر اللہ تعالیٰ اس کی تمام کوتاہیاں معاف کردیں گے یا وہ سزا پانے کے بعد نجات پائے گا۔

[۲٦٤۳-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَرَفَةَ، نا إِسْمَاعِيْلُ بنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِيْ عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الدَّيْلَمِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بنَ عَمْرٍو، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ تبَارَكَ وَتَعَالٰى خَلَقَ خَلْقَهُ فِيْ ظُلْمَةٍ، فَأَلْقَى عَلَيْهِمْ مِنْ نُوْرِهِ، فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ اهْتَدَى، وَمَنْ أَخْطَأَهُ ضَلَّ، فَلِذٰلِكَ أَقُوْلُ: جَفَّ الْقَلَمُ عَلَى عِلْمِ اللّٰهِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۲٦٤٤-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ أَحْمَدَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بنِ مَيْمُوْنٍ، عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَتَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟ فَقُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: "فَإِنَّ حَقَّهُ عَلَيْهِمْ: أَنْ يَعْبُدُوْهُ، وَلاَيُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا" قَالَ: "فَتَدْرِيْ مَا حَقُّهُمْ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ؟" قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: "أَنْ لاَيُعَذِّبَهُمْ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُعَاذِ بنِ جَبَلٍ.

[۲٦٤۵-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيْبِ بنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، وَعَبْدِ الْعَزِيْزِ بنِ رُفَيْعٍ، وَالأَعْمَشِ، كُلُّهُمْ سَمِعُوْا زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ، عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "أَتَانِيْ جِبْرَئِيْلُ فَبَشَّرَنِيْ: أَنَّهُ مَنْ مَاتَ لاَيُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا: دَخَلَ الْجَنَّةَ، قُلْتُ: وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَرَقَ؟ قَالَ: نَعَمْ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفي الباب: عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ.

وضاحت: حدیث (۳) کی سند میں ایک راوی السَّیْبَانی ہے، یہ لفظ س مہملہ کے ساتھ ہے، اس راوی کی کنیت ابوزرعہ ہے، اور یہ ثقہ راوی ہے۔ اور اس کی یہ حدیث مسند احمد، مستدرک حاکم اور صحیح ابن حبان میں ہے، اور آخری دونوں حدیثیں متفق علیہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ العِلْمِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

علم کا بیان

علم کے لغوی معنی ہیں: جاننا، مگراس کی تعریف میں بڑا اختلاف ہے، یعنی جاننے کی حقیقت کیا ہے؟ یہ بات ابھی تک منقّح نہیں ہوسکی، اسی طرح جاننے والی قوت کونسی ہے: عقل ہے یا دل؟ اوراس کا محل کیا ہے؟ یہ بات بھی ابھی تک طے نہیں ہوسکی، مرقاۃ (منطق کی کتاب) میں علم کی پانچ تعریفیں کی گئی ہیں، کیونکہ جب کوئی نئی چیز نظر کے سامنے آتی ہے، مثلاً کسی نے تاج محل نہیں دیکھا، جب وہ تاج محل کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی صورت ذہن میں آتی ہے۔

۱-اب کوئی کہتا ہے: اس کی صورت کے ذہن میں آنے کا نام علم ہے(**حصولُ صورةِ الشيئ في العقل**)

۲-اورکوئی کہتا ہے: ذہن میں آئی ہوئی صورت کا نام علم ہے(**الصورة الحاصلة من الشيئ عند العقل**)

۳-اورکوئی ''ذہن'' کے بجائے لفظ مُدرِک (ادراک کرنے والی قوت) استعمال کرتا ہے، اور کہتا ہے: ادراک کرنے والی قوت کے پاس جو صورت آتی ہے اس کا نام علم ہے(**الحاضِرُ عند المُدْرِك**)

۴-اورکوئی کہتا ہے: نفس ناطقہ (انسانی نفس) جب اس صورت کو قبول کرلے تو وہ علم ہے(**قبول النفس لتلك الصورة**) چنانچہ دو شخصوں کے سامنے ایک ہی چیز کی صورت آتی ہے، مگر ایک اس کو سمجھ جاتا ہے اور دوسرا نہیں سمجھتا، کیونکہ پہلے کے نفس ناطقہ نے اس صورت کو قبول کرلیا، اور دوسرے کے نفس ناطقہ نے قبول نہیں کیا۔

۵-اورکوئی کہتا ہے: عالم ومعلوم کے درمیان جو تعلق قائم ہوتا ہے اس کا نام علم ہے(**الإضافة الحاصلة بين العالم والمعلوم**)

۶-اورشرح عقائد میں علم کی تعریف یہ کی ہے: **صفةٌ يَتَجَلّٰى بها المذكورُ، لِمَنْ قامَتْ هي به**: یعنی علم ایک حالت کا نام ہے: جس سے وہ بات واضح ہوجاتی ہے جو عالم کے سامنے ذکر کی جاتی ہے، جبکہ عالم کے ساتھ وہ حالت قائم بھی ہو، یعنی اس میں موجود بھی ہو۔ اور اگر وہ بے وقوف ہے تو اس کے سامنے معلوم کا خواہ کتنا ہی ذکر کیا جائے

اس کو علم حاصل نہیں ہوگا۔

۷- اور ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ علم ایک نور ہے جس سے معلوم واضح ہوجاتا ہے، جیسے آنکھ میں روشنی ہے جس سے دیکھی ہوئی چیز واضح ہوجاتی ہے۔

۸- اور ملا محبّ اللہ بہاری رحمہ اللہ نے سلم میں یہ کہہ کر سپر ڈال دی: الحقُّ أنه مِنْ أَجْلَى البديهيات، كالنور والسُّرُوْرِ نعم تنقيحُ حقيقته عسير جداً: یعنی علم ایک بہت ہی بدیہی چیز ہے، جیسے روشنی اور خوشی، ہر شخص سمجھائے بغیر دونوں کو سمجھتا ہے، مگر اس کی حقیقت منقح کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، اس لئے علم کیا ہے؟ اس چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ علم کیا ہے؟ عیاں را چہ بیاں!

اور ابواب الایمان کے بعد ابواب العلم اس لئے لائے ہیں کہ ایمان کا مدار معرفت وخشیت پر ہے، سورۃ الفاطر (آیت ۲۸) میں ہے: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں، اس آیت میں علماء سے معروف علماء مراد نہیں، بلکہ یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی جو اللہ کی عظمت وکبریائی کو جانتا ہے وہی اللہ پر ایمان لاتا ہے، اور وہی اللہ سے ڈرتا ہے۔

بابٌ إِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْراً فَقَّهَهُ فِي الدِّيْنِ

اللہ تعالیٰ کو جس کے ساتھ خیر منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ: اللہ تعالیٰ کو جس کے ساتھ خیر منظور ہوتی ہے اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرماتے ہیں۔

تشریح: فَقَّهَه کے معنی ہیں: کسی چیز کو سمجھانا، فقیہ اور قانون داں بنانا......اور دین کی سمجھ کا ادنی درجہ یہ ہے کہ دین کی اہمیت مؤمن کے لئے واضح ہوجائے، اور وہ دیندار بن جائے، دنیا کی پُر فریب زندگی کے چکر سے نکل جائے، اور احکام شرعیہ کی پوری طرح پیروی کرنے لگے، یہ دینی سمجھ اگر کسی مسلمان کو مل جائے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ خیر منظور ہے، پس جتنے دیندار مسلمان ہیں: سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

اور دین کی سمجھ کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ آدمی دین وشریعت سے پوری طرح واقف ہوجائے، قصہ مشہور ہے کہ کسی نے امام محمد رحمہ اللہ کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا: کیا حال گذرا؟ امام محمدؒ نے فرمایا: مجھے فرشتوں نے اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا، اللہ نے مجھ سے فرمایا: محمد! اگر مجھے تیرے ساتھ خیر منظور نہ ہوتی تو میں تجھے اپنا علم نہ دیتا، جا تجھے بخش دیا۔

پس یہ حدیث جس طرح ہر دیندار مسلمان کے لئے بشارت ہے: علماء اور طلباء کے لئے بھی بہت بڑی خوشخبری

ہے، آپ غور کریں: کروڑوں بچے گلیوں میں بھٹکر رہے ہیں، یا اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں، اور آپ چند خوش نصیب نفوس کا اللہ تعالیٰ نے دین حاصل کرنے کے لئے انتخاب فرمایا ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ کے ساتھ اللہ کو خیر منظور ہے، پس اس نعمت کی قدر کریں، شکر گزاری سے نعمت بڑھتی ہے، اور طلبہ کی شکر گذاری یہ ہے کہ ہمہ تن علم کی طرف متوجہ رہیں، اور تحصیل علم میں رات دن ایک کر دیں۔

بسم الله الرحمن الرحیم

أبو ابُ العِلْمِ

عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

[۱-] بابٌ إِذَا أَرَادَ اللّٰهَ بَعَبْدٍ خَيْراً فَقَّهَهُ فِی الدِّيْنِ

[۲۶۴۶-] حدثنا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ سَعِيْدِ بنِ أَبِیْ هِنْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ:" مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ "

وفی الباب: عَنْ عُمَرَ، وَأَبِیْ هريرةَ، وَمُعَاوِيَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ فَضْلِ طَلَبِ الْعِلْمِ

تحصیل علم کی فضیلت

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فيه عِلْمًا، سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ: جو شخص کوئی ایسی راہ چلتا ہے جس میں وہ علم تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔

تشریح: علم دین کی تحصیل کے لئے گھر سے نکلنا مشکل کام ہے، اور ثواب بقدر مشقت ہوتا ہے، اور جنت کی راہ بھی دشوار گذار ہے، جنت ناگواریوں سے گھیری ہوئی ہے، پس جو اللہ کے لئے علم دین حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے، اور ہر طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے اس کو اس کا صلہ اس طرح ملتا ہے کہ جنت کا راستہ اس کے لئے آسان کر دیا جاتا ہے۔

فائدہ: جنت کا راستہ ایمان وعمل سے آسان ہوتا ہے، پس اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ علم دین حاصل کرنے والے طلبہ کو حاصل کئے ہوئے علم پر عمل پیرا ہونا چاہئے، کیونکہ دین کا علم برائے علم مطلوب نہیں، نہ وہ

برائے دنیا مطلوب ہے، بلکہ وہ برائے عمل مطلوب ہے، پس اگر طلبہ حاصل کئے ہوئے علم پر عمل کریں گے تو تحصیل علم کی غرض پوری ہوگی، اور وہ جنت میں پہنچ جائیں گے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتَّى يَرْجِعَ: جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے وہ راہِ خدا میں ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ گھر لوٹ آئے۔

تشریح: اس حدیث میں طالب علم کا مجاہد فی سبیل اللہ کے ساتھ الحاق کیا گیا ہے، اور یہ الحاق اس کے لئے بڑی خوشخبری ہے، اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ مجاہد فی سبیل اللہ کا کام جتنا مشکل ہے: طالب علم کا کام بھی اس سے کچھ کم مشکل نہیں، اور ثواب بقدر مشقت ہوتا ہے، پس مجاہد کی طرح طالب عالم بھی بڑے درجات پر فائز ہوگا، اس لئے طلبہ اپنا مقام پہچانیں اور تحصیل علم میں جاں کاہی کا مظاہرہ کریں۔

حدیث (۳): ضعیف حدیث ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ طَلَبَ العلمَ كَانَ كَفَارَةً لِمَا مَضَى: جس نے علم دین حاصل کیا تو وہ اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا، اس کی سند کا ایک راوی ابوداؤد نُفیع اعمی ضعیف راوی ہے، اور اس کا استاذ عبداللہ، اور اس کا استاذ سَخبرہ قلیل الروایہ ہیں۔

[۲-] بابُ فَضْلِ طَلَبِ الْعِلْمِ

[۲٦٤٧-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا: سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۲٦٤٨-] حدثنا نَصْرُ بنُ عَلِيٍّ، نَا خَالِدُ بنُ يَزِيْدَ الْعَتَكِيُّ، عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ الرَّازِيِّ، عَنِ الرَّبِيْعِ بنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ خَرَجَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَتَّى يَرْجِعَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَرَوَاهُ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَرْفَعْهُ.

[۲٦٤٩-] حدثنا مُحمدُ بنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيِّ، نَا مُحمدُ بنُ الْمُعَلَّى، نَا زِيَادُ بنُ خَيْثَمَةَ، عَنْ أَبِيْ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَخْبَرَةَ، عَنْ سَخْبَرَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى"

هٰذَا حديثٌ ضَعِيْفُ الإِسْنَادِ، أَبُوْ دَاوُدَ: اسْمُهُ نُفَيْعُ الْأَعْمَى، يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ، وَلَا نَعْرِفُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَخْبَرَةَ كَبِيْرَ شَيْئٍ، وَلَا لِأَبِيْهِ.

بابُ ماجاء فِی کِتْمَانِ الْعِلْمِ

علم چھپانے پر وعید

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ، عَلِمَهُ، ثُمَّ كَتَمَهُ: أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ: جس سے کوئی ایسی دینی بات پوچھی گئی جس کو وہ جانتا ہے، پھر اس نے اس کو چھپایا تو وہ قیامت کے دن آگ کی لگام دیا جائے گا۔

تشریح: علم دین برائے علم مطلوب نہیں، بلکہ علم دین اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ خود بھی اس پر عمل کرے، اور دوسرے بندوں کو بھی اس پر لائے، پس جو شخص کوئی دینی بات جانتا ہے اور دوسرا مسلمان اس سے واقف نہیں اس لئے پوچھتا ہے، مگر وہ بتاتا نہیں تو وہ تحصیل علم کا مقصد فوت کرتا ہے، اور کسی کام کا جتنا بڑا ثواب ہوتا ہے، اس کی ضد کا اتنا ہی بڑا وبال ہوتا ہے، اس لئے ایسے عالم کو قیامت کے دن جہنم کی لگام دی جائے گی، یعنی ایسا عالم جہنم میں جائے گا، پس سب علم دین حاصل کرنے والوں کو اس حدیث سے سبق لینا چاہئے، اور ہمیشہ یہ حدیث پیش نظر رکھنی چاہئے اور اللہ کے دین سے اللہ کے بندوں کو خوب فائدہ پہنچانا چاہئے۔

[۳-] بابُ ماجاء فِی کِتْمَانِ الْعِلْمِ

[۲۶۵۰-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ بُدَيْلِ بنِ قُرَيْشٍ الْيَامِيُّ الْكُوْفِيُّ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بنِ زَاذَانَ، عَنْ عَلِيِّ بنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ”مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ، عَلِمَهُ، ثُمَّ كَتَمَهُ: أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ“

وفی الباب: عَنْ جَابِرٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، حديثُ أَبِیْ هريرةَ حديثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاء فی الاِسْتِیْصَاءِ بِمَنْ یَطْلُبُ الْعِلْمَ

طالبینِ علم کے ساتھ حسن سلوک کرنا

اسْتَوْصٰی به استیصاءً: کسی کے بارے میں کسی کی وصیت قبول کرنا، اسْتَوْصَی به خیراً: کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرنا، کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا، حدیث میں ہے: اسْتَوْصُوْا بالنِّسَاءِ خَیْراً: عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔

حدیث: حضرت سفیان ثوریؒ: ابو ہارون عبدیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

کے پاس (تحصیل علم کے لئے) جاتے تھے، تو آپؓ فرماتے تھے: نبی ﷺ کی وصیت کی وجہ سے میں آپ حضرات کوخوش آمدید کہتا ہوں (ب سببیہ ہے) نبی ﷺ نے فرمایا ہے: إِنَّ الناسَ لَکُمْ تَبَعٌ: لوگ تمہارے تابع ہیں (اسی لئے صحابہ کے بعد کے لوگوں کو تابعی کہا جاتا ہے) وَإِنَّ رِجَالاً یَأْتُوْنَکُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ یَتَفَقَّهُوْنَ فی الدین: اور لوگ تمہارے پاس یعنی صحابہ کے پاس زمین کے کناروں سے آئیں گے تاکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں (جملہ یتفقهون مستأنفہ ہے اور بیان علت کے لئے آیا ہے) فَإِذَا أَتَوْکم، فَاسْتَوْصُوا بهم خیراً: پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری تاکیدی نصیحت قبول کرو۔

سند کا حال: امام علی بن المدینی کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا: امام شعبہ: ابوہارون عبدی کو ضعیف قرار دیتے تھے، یحییٰ قطان کہتے ہیں: مگر ابوعون عبداللہ بن عون بصری (جو اعلی درجہ کے ثقہ راوی ہیں، اور بڑے درجہ کے فقیہ ہیں، اور حضرت ایوب سختیانی رحمہ اللہ کے ہمعصر ہیں) برابر وفات تک ابوہارون عبدی سے روایتیں کرتے تھے، یعنی ان کے نزدیک یہ راوی معتبر تھا، پس یہ راوی مختلف فیہ ہے، اور ابوہارون کا نام عمارۃ بن جُوین ہے۔

پھر یہی حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے نوح بن قیس کی سند سے ابوہارون عبدی سے روایت کی ہے، اس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس مشرق (عراق) کی طرف سے کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری تاکیدی نصیحت قبول کرو'' ابوہارون عبدی کہتے ہیں: جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہمیں دیکھتے تو کہتے: نبی ﷺ کی وصیت کی وجہ سے میں آپ لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں، یہ حدیث صرف ابوہارون عبدی روایت کرتے ہیں (اور وہ مختلف فیہ راوی ہیں، اس لئے امام ترمذیؒ نے حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا)

[٤-] بابُ ماجاء فی الاِسْتِیْصَاءِ بِمَنْ یَطْلُبُ الْعِلْمَ

[٢٦٥١-] حدثنا سُفْیَانُ بنُ وَکِیْعٍ، نا أَبُوْ دَاوُدَ الْحَفَرِیُّ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنْ أَبِیْ هَارُوْنَ، قَالَ: کُنَّا نَأْتِیْ أَبَا سَعِیْدٍ، فَیَقُوْلُ: مَرْحَبًا بِوَصِیَّةِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، إِنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: '' إِنَّ النَّاسَ لَکُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّ رِجَالاً یَأْتُوْنَکُمْ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ، یَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّیْنِ، فَإِذَا أَتَوْکُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَیْرًا ''

قَالَ عَلِیُّ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ: قَالَ یَحْیَی بنُ سَعِیْدٍ: کَانَ شُعْبَةُ یُضَعِّفُ أَبَا هَارُوْنَ الْعَبْدِیَّ، قَالَ یَحْیَی: وَمَازَالَ ابنُ عَوْنٍ یَرْوِیْ عَنْ أَبِیْ هَارُوْنَ الْعَبْدِیِّ، حَتّٰی مَاتَ، وَأَبُوْ هَارُوْنَ: اسْمُهُ عُمَارَةُ بنُ جُوَیْنٍ.

[٢٦٥٢-] حدثنا قُتَیْبَةُ، نا نُوْحُ بنُ قَیْسٍ، عَنْ أَبِیْ هَارُوْنَ الْعَبْدِیِّ، عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، عَنِ

النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" يَأْتِيكُمْ رِجَالٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَتعَلَّمُوْنَ، فَإِذَا جَاؤُوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا "

قَالَ: فَكَانَ أَبُوْ سَعِيْدٍ إِذَا رَآنَا قَالَ: مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم! وَهٰذَا حديثٌ لاَنعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ أَبِيْ هَارُوْنَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ.

بابُ ماجاء فِي ذَهَابِ الْعِلْمِ

علم اٹھ جانے کا بیان

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ لاَيَقْبِضُ العلمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ: اللہ تعالیٰ علم کو چھیننے کے طور پر قبض نہیں کریں گے کہ وہ اس کو لوگوں سے چھین لیں، ولكن يَقْبِضُ العلم بِقَبْضِ العلماء: بلکہ وہ علم کو قبض کریں گے علماء کو قبض کرنے کے ذریعہ، حتى إذا لم يَتْرُكْ عالما اتَّخَذَ الناسُ رؤوسا جهالا: یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ کسی عالم کو باقی نہیں رکھیں گے تو لوگ نہایت نادان سرداروں کو بڑا بنالیں گے۔فَسُئِلُوْا، فَأَفْتَوْا بغيرِ علمٍ، فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا: پس وہ مسائل پوچھے جائیں گے، پس وہ علم کے بغیر فتوی دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ترکیب: انتزاعاً: یاتو لاَ يَقْبِضُ کا مفعول مطلق ہے: من غیر لفظه، اس صورت میں جملہ ينتزعه: انتزاعاً کی صفت ہوگا، اور نوعیت انتزاع کی وضاحت کرے گا، اور یہ بھی احتمال ہے کہ انتزاعاً: بعد میں آنے والے فعل کا مفعول مطلق ہو، اس صورت میں ينتزعه: جملہ حالیہ ہوگا، یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں سے علم دین کو اس طرح نہیں اٹھائیں گے کہ لوگوں کے درمیان سے اس کو اچک لیں، بلکہ عالم اسباب میں اس کی شکل یہ ہوگی کہ علماء یکے بعد دیگرے اٹھتے چلے جائیں گے، پس لوگ جاہلوں کو بڑا بنالیں گے، ان سے مسائل پوچھیں گے، وہ علم کے بغیر اپنی رائے سے فتوی دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہونگے، اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ علم کو دین کی حفاظت کے لئے پڑھو پڑھاؤ، اور خوب محنت سے علم حاصل کرو، ورنہ صورتِ حال بگڑ جائے گی، اور اس حدیث سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ فتوی ایک اہم ذمہ داری ہے، اس لئے کافی علم کے بغیر اس پر اقدام نہیں کرنا چاہئے۔

حدیث (۲): حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے، پس آپؐ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی، پھر فرمایا: هٰذَا أَوَانٌ يُخْتَلَسُ العلمُ مِنَ النَّاسِ حتى لاَيَقْدِرُوْا منه على شيئٍ: یہ وقت ہے: لوگوں سے علم دین جھپٹ لیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ اس میں سے کسی چیز پر قادر نہیں رہیں گے، یعنی علم دین

بالکلیہ اٹھالیا جائے گا، اور یہ مکاشفۂ نبوی ہے، آپؐ کے لئے آئندہ کا حال منکشف کیا گیا ہے، یعنی آئندہ ایسا وقت آرہا ہے کہ دین سارا ہی اٹھالیا جائے گا۔

پس حضرت زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے (جو بدری صحابی ہیں اور جو وفات نبوی کے وقت حضرموت کے گورنر تھے) عرض کیا: ہم سے علم کیسے جھپٹ لیا جائے گا، جبکہ ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے، پس بخدا! ہم ضرور اس کو پڑھتے رہیں گے، اور بخدا! ہم ضرور اس کو اپنی عورتوں کو اور اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: اے زیاد! تجھے تیری ماں گم کرے! میں تو تجھے مدینہ کے سمجھ دار لوگوں میں شمار کرتا تھا! یہ یہود و نصاریٰ کے پاس تورات وانجیل ہیں، پس وہ ان کے کیا کام آرہی ہیں؟ یعنی اللہ کی کتابیں ان کے ہاتھ میں ہوتے ہوئے بھی وہ گمراہ ہوگئے ہیں۔

جبیر بن نُفیر جو یہ حدیث حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کررہے ہیں، کہتے ہیں: پھر میری ملاقات حضرت عبادة رضی اللہ عنہ سے ہوئی، پس میں نے کہا: آپؓ نے وہ بات نہیں سنی جو آپؓ کے بھائی ابوالدرداءؓ نے بیان کی؟ پس میں نے ان کو وہ بات بتائی جو حضرت ابوالدرداء نے بیان کی تھی، پس حضرت عبادہؓ نے فرمایا: ابوالدرداءؓ نے صحیح بیان کیا، اگر تو چاہے تو میں تجھ سے ضرور بیان کروں کہ سب سے پہلے لوگوں سے کونسا علم اٹھایا جائے گا؟ وہ خشوع (اللہ کے سامنے نیازمندی) ہے، قریب ہے وہ زمانہ جب تو جامع مسجد میں جائے پس اس میں کوئی خاشع (عاجزی کرنے والا) نظر نہ آئے۔

سند کا حال: حدیث کا ایک راوی معاویہ بن صالح ہے، یہ ثقہ راوی ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: اس راوی پر یحییٰ قطان کے علاوہ کسی نے جرح نہیں کی، اور یہ روایت معاویہ سے تو اسی طرح مروی ہے، مگر عبدالرحمٰن کے بعض دوسرے تلامذہ اس کی سند حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے ہیں، پس اللہ بہتر جانتے ہیں کہ یہ روایت حضرت ابوالدرداءؓ کی ہے یا عوف بن مالکؓ کی؟

تشریح: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صرف قرآن، حدیث اور فقہ پڑھنے سے دین باقی نہیں رہے گا، بلکہ جب تک اخلاص کے ساتھ قرآن پڑھا جائے گا دین باقی رہے گا، اور جب اس کو دنیوی مفادات کا ذریعہ بنالیا جائے گا تو دین کا جنازہ نکل جائے گا، جیسا اگلے باب میں آرہا ہے، پس طلبہ کو چاہئے کہ وہ نیت میں اخلاص پیدا کریں، دین کو صرف دین کے لئے حاصل کریں، اور اللہ کی خوشنودی کے لئے اس کو پھیلائیں، اپنا کوئی مفاد اس کے ساتھ وابستہ نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

[۵-] بابُ ماجاء فِي ذَهَابِ الْعِلْمِ

[۲۶۵۳-] حدثنا هَارُوْنُ بنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، نا عَبْدَةُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِشَامِ بنِ عُرْوَةَ، عَنْ

أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرِو بنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ اللّٰهَ لاَيَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا، يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلُمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالاً، فَسُئِلُوْا، فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا "

وفى الباب: عَنْ عَائِشَةَ، وَزِيَادِ بنِ لَبِيْدٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَى هٰذَا الحديثَ الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَعَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَ هٰذَا.

[۲۶۵۴-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِى مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ جُبَيْرِ بنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ جُبَيْرِ بنِ نُفَيْرٍ، عَنِ أَبِى الدَّرْدَاءِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَشَخَصَ بِبَصَرِهِ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ قَالَ: " هٰذَا أَوَانٌ يُخْتَلَسُ العِلْمُ مِنَ النَّاسِ، حَتَّى لاَيَقْدِرُوْا مِنْهُ عَلَى شَيْئٍ! "

فَقَالَ زِيَادُ بنُ لَبِيْدٍ الأَنْصَارِيُّ: كَيْفَ يُخْتَلَسُ مِنَّا، وَقَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ، فَوَ اللّٰهِ لَنَقْرَأَنَّهُ، وَلَنُقْرِئَنَّهُ نِسَاءَ نَا وَأَبْنَاءَ نَا؟ قَالَ: " ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يا زِيَادُ! إِنْ كُنْتُ لَأَعُدُّكَ مِنْ فُقَهَاءِ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ! هٰذِهِ التَّوْرَاةُ وَالْأَنْجِيْلُ عِنْدَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى، فَمَاذَا تُغْنِى عَنْهُمْ؟!"

قَالَ جُبَيْرٌ: فَلَقِيْتُ عُبَادَةَ بنَ الصَّامِتِ، فَقُلْتُ: أَلاَ تَسْمَعُ مَايَقُوْلُ أَخُوْكَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِى قَالَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ، قَالَ: صَدَقَ أَبُوْ الدَّرْدَاءِ! إِنْ شِئْتَ لَأُحَدِّثَنَّكَ بِأَوَّلِ عِلْمٍ يُرْفَعُ مِنَ النَّاسِ: الْخُشُوْعُ، يُوْشِكُ أَنْ تَدْخُلَ مَسْجِدَ الْجَامِعِ، فَلاَ تَرَى فِيْهِ رَجُلاً خَاشِعًا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَمُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الحديثِ، وَلاَ نَعْلَمُ أَحَدًا تَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرَ يَحْيىَ بنِ سَعِيْدٍ الْقَطَّانِ، وَقَدْ رُوِىَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بنِ صَالِحٍ نَحْوُ هٰذَا، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الحديثَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ جُبَيْرِ بنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَوْفِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

بابُ ماجاء فى مَنْ يَطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنْيَا

علم دین سے دنیا کمانے پر وعید

علم کی دو قسمیں ہیں: دینی اور دنیوی، دینی علم اللہ کی رضا کے لئے اور دنیوی علم دنیا کمانے کے لئے حاصل کیا جاتا ہے، پھر اگر کوئی دنیوی علم اللہ کی رضا کے لئے حاصل کرے تو اس کی خوبی کے کیا کہنے! اور اگر کوئی دینی علم دنیا کمانے کے لئے حاصل کرے تو اس کی قباحت ظاہر ہے، حدیثوں میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: **مَنْ طَلَبَ العلمَ لِيُجَارِيَ به العلماءَ:** جس نے علم دین حاصل کیا تاکہ اس کے ذریعہ علماء سے مقابلہ کرے، **جَارَى يُجَارِيْ مُجَارَاةً وجَرَاءً:** کسی کے ساتھ دوڑنا، دوڑ میں مقابلہ کرنا، یعنی علم دین اس نیت سے حاصل کیا کہ علماء سے مناظرہ کرے گا، اور اپنا تفوّق جتلائے گا، **أو لِيُمَارِيَ به السُّفَهَاءَ:** یا اس کے ذریعہ بیوقوفوں سے حجت بازی کرے، **مَارَاهُ يُمَارِي مُمَارَاة ومِراءً:** مناظرہ کرنا، بحث مباحثہ کرنا، حجت بازی کرنا، جھگڑا کرنا، **وَيَصْرِفَ به وجوهَ النَّاسِ إِلَيْهِ:** اور اس علم کے ذریعہ لوگوں کی توجہات اپنی طرف پھیرے (مشکوٰۃ میں أو ہے) یعنی علماء سے مقابلہ کرے، یا نادانوں سے مناظرہ کرے یا لوگوں کو گرویدہ بنائے: **أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ:** تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کریں گے (کیونکہ اس نے علم دین صحیح نیت سے حاصل نہیں کیا)

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ ضعیف ہے، اس پر حافظہ کی کمزوری کا اعتراض کیا گیا ہے، مگر حضرت ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث اس کی شاہد ہے (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ واحمد، مشکوٰۃ حدیث ۲۲۷)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: **مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لغير الله، أَو: أَرَادَ به غَيْرَ اللّٰهِ، فَلْيَتَبَوَّأْ مقعدَه من النار:** جس نے غیر اللہ کے لئے علم دین سیکھا، مثلاً طلب جاہ یا طلب دنیا کے لئے علم دین حاصل کیا یا فرمایا: اس نے علم دین سے غیر اللہ کا ارادہ کیا (أَوْ بظاہر شک کے لئے ہے) تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے (کیونکہ اس نے بھی علم دین صحیح نیت سے حاصل نہیں کیا، یہ حدیث منقطع ہے، خالد بن دُرَیک کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں)

تشریح: ان دونوں حدیثوں کا سبق یہ ہے کہ علم دین صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے حاصل کرنا چاہئے، دوسری کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے، پہلے جب اسلامی حکومت تھی تو قاضی بننے کے لئے، شیخ الاسلام بننے کے لئے، لوگوں سے مناظرہ اور حجت بازی کرنے کے لئے، اپنی بڑائی جتانے کے لئے اور عام لوگوں کو گرویدہ بنانے کے لئے: علم دین حاصل کیا کرتے تھے، یہ مقاصد تو اب نہیں رہے۔ اب کچھ طلبہ بے مقصد علم دین پڑھتے ہیں، ان کی کوئی نیت نہیں ہوتی، وہ صرف اس لئے پڑھنے آتے ہیں کہ ان کے ابا کو جنت میں جانا ہے، باپ چاہتا ہے کہ بیٹا حافظ ہوجائے یا عالم بن جائے تو اسے جنت مل جائے، اس کی یہ نیت صحیح ہے، مگر خود بچے کی کوئی نیت نہیں ہوتی، اس لئے عام طور پر وہ حفظ تو کرلیتے ہیں، کیونکہ بے شعوری کا زمانہ ہوتا ہے، باپ حافظ بنانا چاہتا ہے، اور استاذ سختی کرتا ہے اس لئے وہ حفظ تو مکمل کرلیتا ہے، مگر جب علم دین کی تحصیل کا زمانہ شروع ہوتا ہے تو وہ باشعور ہوجاتا ہے، اب استاذ سختی نہیں کرسکتا، اس لئے باپ کے دباؤ میں مدرسہ میں پڑا رہتا ہے، پڑھتا نہیں، صرف وقت گذاری کرکے مولوی بن جاتا ہے، اس لئے علم سے کورارہ جاتا ہے، اسی طرح کچھ طلبہ غریب گھر کے ہوتے ہیں، وہ دنیا سنوارنے کے لئے علم دین حاصل کرتے ہیں: یہ سب مقاصد صحیح نہیں، دینی علم کے طالب علموں کو چاہئے کہ وہ پہلے اپنی نیت صحیح کریں، اپنے اندر اللہ کی رضا کے لئے علم دین حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کریں، پھر خوب محنت سے پڑھیں، ان شاء اللہ کامیاب ہونگے۔

[٦-] بابُ ماجاء فی مَنْ یَطْلُبُ بِعِلْمِهِ الدُّنْیَا

[٢٦٥٥-] حدثنا أَبُوْ الأَشْعَثِ أَحْمَدُ بنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِیُّ الْبَصْرِیُّ، نَا أُمَیَّةُ بنُ خَالِدٍ، نَا إِسْحَاقُ بنُ یَحْیَی بنِ طَلْحَةَ، ثَنِیْ ابنُ کَعْبِ بنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم یَقُوْلُ:" مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِیُجَارِیَ بِهِ الْعُلَمَاءَ، أَوْ لِیُمَارِیَ بِهِ السُّفَهَاءَ، وَیَصْرِفَ بِهِ وُجُوْهَ النَّاسِ إِلَیْهِ: أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ"

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَإِسْحَاقُ بنُ یَحْیَی بنِ طَلْحَةَ لَیْسَ بِذَاكَ الْقَوِیِّ عِنْدَهُمْ، تُکُلِّمَ فِیْهِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

[٢٦٥٦-] حدثنا عَلِیُّ بنُ نَصْرِ بنِ عَلِیٍّ، نَا مُحمدُ بنُ عَبَّادٍ الْهُنَائِیُّ، نَا عَلِیُّ بنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ أَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیِّ، عَنْ خَالِدِ بنِ دُرَیْكٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم، قَالَ:" مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِغَیْرِ اللّٰهِ، أَوْ: أَرَادَ بِهِ غَیْرَ اللّٰهِ: فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

بابُ ماجاء فی الحَثِّ عَلَی تَبْلِیْغِ السَّمَاعِ

پڑھی ہوئی حدیثیں دوسروں تک پہنچانے کی فضیلت

پہلے حدیثیں لکھی نہیں جاتی تھیں، صرف زبانی روایتیں کی جاتی تھیں۔ اس وقت یہ حکم تھا کہ جو بھی طالب علم کوئی حدیث سنے، وہ آگے بڑھائے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کریں، اور اب جبکہ حدیثیں کتابوں میں لکھ لی گئی ہیں، بات پوری طرح منطبق نہیں رہی، مگر تعلّم کے بعد تعلیم کی اہمیت آج بھی برقرار ہے، اور وجہ وہی ہے، کبھی استاذ سے شاگرد آگے بڑھ جاتا ہے، اس لئے اگر ہر شخص دین کا علم آگے بڑھائے گا تو ممکن ہے اس کے شاگردوں میں کوئی اس سے بھی بڑا با کمال پیدا ہو۔

حدیث (۱): حضرت ابان بن عثمان کہتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ٹھیک دوپہر کے وقت مروان کے پاس سے نکلے (مروان مدینہ منورہ کا گورنر تھا) ہم نے یعنی طلبہ نے آپس میں کہا: مروان نے اس وقت حضرت زیدؓ کو کوئی اہم بات پوچھنے ہی کے لئے بلایا ہے، اس لئے ہم کھڑے ہوئے اور ہم نے حضرت زیدؓ سے وہ بات پوچھی، انھوں نے فرمایا: ہاں مروان نے ہم سے چند حدیثیں پوچھیں، جو ہم نے نبی ﷺ سے سنی ہیں، میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے، آپؐ نے فرمایا: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حدیثا، فَحَفِظَهُ، حَتّٰی یُبَلِّغَهُ غَیْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰی مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لیس بفقیهٍ: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھیں جس نے ہم سے کوئی حدیث

سنی، پس اس کو یاد کیا، یہاں تک کہ اس کو اپنے علاوہ تک پہنچایا، کیونکہ بعض مسائل کی بات یاد کرنے والے اس کو اس شخص تک پہنچاتے ہیں جو اس سے بڑا فقیہ ہوتا ہے، اور بعض مسائل کی بات یاد کرنے والے فقیہ نہیں ہوتے۔

تشریح: طالب علموں کا اشتیاق دیکھ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کی فضیلت میں ایک حدیث سنائی ہے، ضروری نہیں کہ یہی حدیث مروان کو بھی سنائی ہو، مروان نے جو حدیثیں پوچھی ہونگی، وہ معلوم نہیں کیا ہونگی...... اللہ تروتازہ رکھیں: یہ علم دین کے طالب علموں کے لئے دعائے نبوی ہے، جو یقیناً بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی ہے......

فَحَفِظَهُ: یعنی حدیث سن کر یاد کی، آج کل طلبہ پڑھتے ہیں مگر خواندہ یاد نہیں کرتے، یہ پڑھنا رائگاں جاتا ہے، یہ پڑھنا ہاتھوں میں سوراخ کر کے پانی پینے کی طرح ہے، اس صورت میں جو پانی ڈالا جائے گا: سوراخ سے نکل جائے گا، منہ تک نہیں پہنچے گا، اسی طرح اگر طالب علم خواندہ یاد نہیں کرے گا تو وہ چند دنوں میں پڑھا ہوا بھول جائے گا......

اور حتی یُبَلِّغَه غیرَہ : کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرے کو حدیث پہنچا کر خود بھول جائے، بلکہ اس جملہ میں حدیث پڑھنے کی غرض وغایت بیان کی گئی ہے کہ علم دین پڑھنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس علم کو آگے بڑھائے، اور اس کو دوسروں تک پہنچائے...... پھر دوسروں تک حدیث پہنچانے کے دو فائدے ذکر کئے ہیں:

پہلا فائدہ: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حدیث میں کوئی گہرا مسئلہ ہوتا ہے، اور حاملِ حدیث فقیہ تو ہوتا ہے مگر وہ اس درجہ سمجھ دار نہیں ہوتا کہ وہ یہ گہرا مسئلہ نکال سکے، البتہ جس کو وہ حدیث پہنچاتا ہے وہ بڑا فقیہ ہوتا ہے، وہ یہ گہرا مسئلہ حدیث سے نکال لیتا ہے، مشہور واقعہ ہے: امام ابو یوسف رحمہ اللہ: حضرت وکیع رحمہ اللہ کے درس میں تحصیل حدیث کے لئے بیٹھے ہوئے تھے، ایک عورت آئی اور اس نے حضرت وکیع سے کوئی مسئلہ پوچھا: انھوں نے جواب دیا: مجھے تیرا مسئلہ معلوم نہیں، امام ابو یوسفؒ نے جن کا نام یعقوب تھا عرض کیا: اگر اجازت ہو تو میں یہ مسئلہ بتا دوں، وکیع نے اجازت دیدی، امام ابو یوسف نے مسئلہ بتایا، مسئلہ بالکل صحیح تھا، استاذ خوش ہوئے اور پوچھا: یعقوبؒ! تو نے یہ مسئلہ کہاں سے جانا؟ طالب علم نے کہا: حضرت! یہ مسئلہ میں نے فلاں حدیث سے نکالا ہے، جو آپ نے ہم سے بیان کی ہے، وکیع رحمہ اللہ کہنے لگے: یعقوب! یہ حدیث تو مجھے اس وقت سے یاد ہے جب تیرے ماں باپ ملے بھی نہیں تھے، یعنی تیرا حمل ٹھہرا اس سے پہلے سے یہ حدیث جانتا ہوں، مگر میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ اس حدیث سے یہ مسئلہ نکلتا ہے۔

دوسرا فائدہ: اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم سرے سے فقیہ نہیں ہوتا، پس اگر وہ حدیث آگے نہیں بڑھائے گا تو اس حدیث میں جو مسائل فقیہ ہیں وہ امت کے سامنے نہیں آئیں گے، اور حدیث آگے بڑھائے گا تو وہ کبھی فقیہ تک پہنچے گی اور وہ اس میں سے مسائل دینیہ مستنبط کرے گا، اس لئے علم دین کو روک لینے میں ملت کا نقصان ہے، اور آگے بڑھانے میں ملت کا فائدہ ہے، پس ہر طالب علم کو چاہئے کہ وہ پڑھا ہوا علم آگے بڑھائے۔ واللّٰہُ الموفِّق۔

حدیث (۲): نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا، فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى

مِنْ سَامِعٍ: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھیں جس نے ہم سے کوئی چیز سنی، پس اس کو پہنچائی جیسی اس نے سنی، یعنی بے کم وکاست پہنچائی، کیونکہ بعض پہنچائے ہوئے: سننے والے سے زیادہ یاد کرنے والے ہوتے ہیں (مُبَلَّغ: اسم مفعول اور أَوْعیٰ: اسم تفضیل ہے، وَعَی یَعِیْ وَعْیًا: حدیث یا بات کو اچھی طرح سمجھ کر ذہن میں رکھنا، محفوظ کر لینا)

[۷-] بابُ ماجاء فی الحثِّ عَلَی تَبْلِیْغِ السَّمَا عِ

[۲۶۵۷-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَیْلاَنَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِیْ عُمَرُ بنُ سُلَیْمَانَ، مِنْ وَلَدِ عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبَانَ بنِ عُثْمَانَ، یُحَدِّثُ عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: خَرَجَ زَیْدُ بنُ ثَابتٍ مِنْ عِنْدِ مَرْوَانَ نِصْفَ النَّهارِ، فَقُلْنَا: مَا بَعَثَ إِلَیْهِ هٰذِهِ السَّاعَةَ إِلاَّ لِشَیِيءٍ یَسْأَلُهُ عَنْهُ، فَقُمْنَا فَسَأَلْنَاهُ، فَقَالَ: نَعَمْ، سَأَلَنَا عَنْ أَشْیَاءَ سَمِعْنَاهَا مِنْ رسولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ: "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا، فَحَفِظَهُ، حَتَّی یُبَلِّغَهُ غَیْرَهُ، فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰی مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَیْسَ بِفَقِیْهٍ"

وفی الباب: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، وَمُعَاذِ بنِ جَبَلٍ، وَجُبَیْرِ بنُ مُطْعِمٍ، وَأَبِیْ الدَّرْدَاءِ، وَأَنَسٍ، حدیثُ زَیْدِ بنِ ثَابتٍ حدیثٌ حسنٌ.

[۲۶۵۸-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَیْلاَنَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بنَ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، یُحَدِّثُ عَنْ أَبِیْهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ: "نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَیْئًا، فَبَلَّغَهُ کَمَا سَمِعَهُ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَی مِنْ سَامِعٍ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابٌ فِی تَعْظِیْمِ الْکِذْبِ عَلَی رسولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم

جھوٹی حدیث بیان کرنے کا وبال

الکِذْب (ك کا زیر اور ذ ساکن) مصدر ہے، جھوٹ بولنا، اور الکَذِب: (ك کا زبر اور ذ کا زیر) اسم ہے جس کے معنی ہیں: جھوٹ ...... اس باب میں امام ترمذیؒ نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں اور انیس صحابہ کی حدیثوں کا حوالہ دیا ہے، پھر بھی یہ فہرست آدھی ہے، پس یہ حدیث متواتر ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: جس نے بالقصد مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، (تبوَّءَ المکان: جگہ بنانا، جگہ لینا)

حدیث (۲): حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: لاتَکْذِبُوْا عَلَیَّ، فَإِنَّہٗ مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ یَلِجُ النَّارَ: مجھ پر جھوٹ مت بولو، کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ جہنم میں جائے گا (اس حدیث کے راوی منصور بن المعتمر: کوفہ کے رواۃ میں سب سے مضبوط راوی تھے، یہ بات عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمائی ہے، اور دوسرے راوی رِبْعِیؒ بن حراش نے اسلام قبول کرنے کے بعد کبھی جھوٹ نہیں بولا، یہ بات وکیع نے فرمائی ہے)

حدیث (۳): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر جھوٹ بولا —— راوی کہتا ہے: میرے خیال میں آپؐ نے ''بالقصد'' بھی فرمایا —— پس چاہئے کہ وہ اپنا گھر دوزخ میں بنالے!

تشریح:

۱- نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں جس طرح صحابہ قرآن کریم کی تبلیغ کرتے تھے، یعنی نیا نازل شدہ قرآن سب مسلمانوں تک پہنچاتے تھے، اور اس کا حکم بھی تھا: بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً: میری طرف سے پہنچاؤ، اگرچہ ایک آیت ہو، اسی طرح حیاتِ نبوی میں صحابہ حدیثیں بھی روایت کرتے تھے، کیونکہ سب صحابہ ہر وقت خدمت نبوی میں حاضر نہیں رہتے تھے، پس جو موجود ہوتے اور کوئی حدیث سنتے تو وہ اس کو دوسرے صحابہ تک پہنچاتے، اس لئے مذکورہ احادیث میں ہدایت دی گئی کہ کوئی شخص نبی ﷺ کی طرف سے غلط بیانی نہ کرے، صحیح بات ہی بے کم وکاست پہنچائے۔

۲- اور یہ حکم حیاتِ نبوی کے ساتھ خاص نہیں، قیامت تک کے لئے امت کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ احادیث بیان کرنے میں پوری احتیاط رکھیں، صحیح روایات ہی بیان کریں، بالقصد کوئی جھوٹی بات حضور ﷺ کی طرف منسوب نہ کریں۔

۳- قرآن کریم تو اللہ کی وہ وحی ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے، اس لئے اس میں تو کسی گڑبڑ کا امکان نہیں، مگر احادیث شریفہ میں گڑبڑ کی جاسکتی ہے، کیونکہ الفاظ محفوظ نہیں، اس لئے لوگ دانستہ یا نادانستہ غلط بیانی کرسکتے ہیں، مگر نادانستہ کوئی تبدیلی ہوجانے پر پابندی نہیں لگائی، کیونکہ جہل ونسیان انسان کی فطرت ہے، اس لئے ''دانستہ'' کی قید کے ساتھ غلط بیانی کرنے پر وعید سنائی۔

۴- پھر جب تک نبی ﷺ دنیا میں رونق افروز رہے، آپؐ کی نگرانی قائم رہی، کسی حدیث کے بارے میں تحقیق کرنی ہوتی تو آپؐ کی طرف یا اکابر صحابہ کی طرف رجوع کیا جاتا، پھر بعد کے قرون میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی امت کے بہترین افراد کو احادیث وسنن کی تحقیق اور تعلیم وتعلم کے لئے منتخب فرمایا، جنھوں نے پوری دیانت داری کے ساتھ ایسے فنون کی تدوین کی جن کی مدد سے دودھ اور پانی کے درمیان آسانی سے امتیاز کیا جاسکتا ہے، پس آج جو لوگ اناپ شناپ حدیثیں بیان کرتے ہیں ان کی تحقیق فن حدیث کے ذریعہ کی جاسکتی ہے، آج بھی واعظین اور مبلغین جہالت کی وجہ سے بے سروپا باتیں بیان کرتے ہیں، وہ ان حدیثوں کا مصداق ہیں، ان کو محتاط رہنا چاہئے، حدیث کی مذکور وعید کا مصداق نہیں بننا چاہئے۔

[٨-] بابٌ فِي تَعْظِيْمِ الْكِذْبِ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

[٢٦٥٩-] حدثنا أَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، نَا أَبُوْ بَكْرِ بنُ عَيَّاشٍ، نَا عَاصِمٌ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

[٢٦٦٠-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الْفَزَارِيُّ ابْنُ ابْنَةِ السُّدِّيِّ، نَا شَرِيْكُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ مَنْصُوْرِ بنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بنِ حِرَاشٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ أَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لاَ تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ يَلِجُ النَّارَ"

وفى الباب: عَنْ أَبِيْ بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعِيْدِ بنِ زَيْدٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَأَنَسٍ، وَجَابِرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، وَعَمْرِو بنِ عَبْسَةَ، وَعُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ، وَمُعَاوِيَةَ، وَبُرَيْدَةَ، وَأَبِيْ مُوْسَى، وَأَبِيْ أُمَامَةَ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، وَالْمُنْقَعِ، وَأَوْسٍ الثَّقَفِيِّ، حَدِيْثُ عَلِيِّ بنِ أَبِيْ طَالِبٍ حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ: مَنْصُوْرُ بنُ الْمُعْتَمِرِ أَثْبَتُ أَهْلِ الْكُوْفَةِ، وَقَالَ وَكِيْعٌ: لَمْ يَكْذِبْ رِبْعِيُّ بنُ حِرَاشٍ فِي الإِسْلاَمِ كِذْبَةً.

[٢٦٦١-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ بنُ سَعْدٍ، عَنِ ابنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ — حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: مُتَعَمِّدًا — فَلْيَتَبَوَّأْ بَيْتَهُ مِنَ النَّارِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

بابُ ماجاءَ فِي مَنْ رَوَى حَدِيْثًا وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ

جس حدیث کے بارے میں خیال ہو کہ وہ جھوٹ ہے: اس کو روایت کرنا جائز نہیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ حَدِيْثًا، وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ، فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ: جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی درانحالیکہ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے، یا دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔

تشریح:

۱- يُرَى: معروف ومجہول دونوں ہو سکتے ہیں، مگر بہتر مجہول پڑھنا ہے، يَرَى معروف کے معنی ہیں: دیکھتا ہے، یعنی آنکھ سے دیکھتا ہے، اور يُرَى مجہول کے معنی ہیں: دکھایا جاتا ہے، یعنی دل سے دکھایا جاتا ہے، یعنی اس کا گمان اور خیال

ہے، مگر معروف کی صورت میں بھی گمان کے معنی ہوسکتے ہیں، اس لئے دونوں ہی قراءتوں میں گمان کے معنی بہتر ہیں۔

۲-الکاذبین: جمع اور تثنیہ دونوں ہوسکتے ہیں، جمع کی صورت میں ب مکسور اور ن مفتوح ہوگا۔ اور تثنیہ کی صورت میں ب مفتوح اور ن مکسور ہوگا، اور بہتر جمع پڑھنا ہے۔

۳-اس حدیث کا تعلق بھی اسی مضمون سے ہے جو گذشتہ باب میں گذر چکا ہے، گذشتہ باب میں حدیث متعمداً کی قید کے ساتھ آئی تھی، یعنی بالقصد جھوٹی روایت بیان کرنا بڑا گناہ ہے، اور اس حدیث میں اس سے کم تر کا حکم ہے، اگر حدیث بیان کرنے والے کا گمان یہ ہو کہ یہ حدیث صحیح نہیں، پھر بھی وہ بیان کرے تو یہ جائز نہیں، اگر وہ اس کو بیان کرے گا تو اس کا شمار جھوٹوں میں ہوگا، یا وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہوگا، پہلا جھوٹا: حدیث بنانے والا، اور دوسرا جھوٹا: یہ روایت کرنے والا، جعلی سکّہ بنانے والا جس طرح مجرم ہے: اس کا چلانے والا بھی مجرم ہے۔

۴-اور یہ حدیث حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور اس کی سند یہاں (ترمذی میں) ہے، اور امام شعبہ اس کی سند حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ تک لے جاتے ہیں، وہ حدیث مسلم شریف وغیرہ میں ہے، اور امام اعمشؒ وغیرہ اس کی سند حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے ہیں، یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے، اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت سمرۃ کی حدیث کو اصح قرار دیا ہے (مگر میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں، سبھی سندیں صحیح ہیں)

۵-امام ترمذیؒ نے امام دارمیؒ سے جن کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن اور کنیت ابو محمد ہے، تین باتیں پوچھیں ہیں:

۱-ایک شخص کوئی حدیث ایسی سند سے روایت کرتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ سند غلط ہے، تو کیا یہ شخص اس وعید کا مصداق ہے؟

۲-ایک حدیث مرسل روایت کی جاتی ہے، مگر ایک راوی اس کو مسند کرتا ہے تو کیا یہ شخص اس وعید کا مصداق ہے؟

۳-ایک راوی کسی حدیث کی سند الٹ پلٹ کر دیتا ہے تو کیا وہ اس وعید کا مصداق ہے؟

امام دارمیؒ نے جواب دیا: یہ تینوں شخص اس وعید کا مصداق نہیں، یعنی سند میں کوئی گڑبڑ کرنا حدیث کا مصداق نہیں، حدیث کا تعلق متن سے ہے، اگر کوئی شخص ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کی (شریعت میں) کوئی اصل نہیں تو وہ شخص اس حدیث کا مصداق ہے۔

[۹-] بابُ ماجاء فِي مَنْ رَوَى حَدِيْثًا وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ

[۲۶۶۲-] حدثنا بُنْدَارٌ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيْبِ بنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُوْنِ بنِ أَبِيْ شَبِيْبٍ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ بنِ شُعْبَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ حَدِيْثًا، وَهُوَ يُرَى أَنَّهُ كَذِبٌ، فَهُوَ أَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ"

وفی الباب: عَنْ عَلِیِّ بنِ أَبِیْ طَالِبٍ، وَسَمُرَةَ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

وَرَوَی شُعْبَةُ، عَنِ الْحَکَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِیْ لَیْلَی، عَنْ سَمُرَةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم هٰذَا الحدیثَ، وَرَوَی الْأَعْمَشُ، وَابْنُ أَبِیْ لَیْلَی، عَنِ الْحَکَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِیْ لَیْلَی، عَنْ عَلِیٍّ، عَنِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم، وَکَأَنَّ حَدِیْثَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِیْ لَیْلَی، عَنْ سَمُرَةَ، عِنْدَ أَهْلِ الحدیثِ أَصَحُّ.

قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبَا مُحمدٍ: عَنْ حَدِیْثِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ”مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ حَدِیْثًا وَهُوَ یُرَی أَنَّهُ کَذِبَ: فَهُوَ أَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ“ قُلْتُ لَهُ: مَنْ رَوَی حَدِیْثًا، وَهُوَ یَعْلَمُ أَنَّ إِسْنَادَهُ خَطَأٌ، أَتَخَافُ أَنْ یَکُوْنَ قَدْ دَخَلَ فِیْ حَدِیْثِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم؟ أَوْ إِذَا رَوَی النَّاسُ حَدِیْثًا مُرْسَلًا: فَأَسْنَدَهُ بَعْضُهُمْ، أَوْ قَلَبَ إِسْنَادَهُ، یَکُوْنُ قَدْ دَخَلَ فِیْ هٰذَا الحدیثِ؟ فَقَالَ: لَا، إِنَّمَا مَعْنَی هٰذَا الحدیثِ: إِذَا رَوَی الرَّجُلُ حَدِیْثًا، وَلَا یُعْرَفُ لِذٰلِكَ الحدیثِ عَنِ النبیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم أَصْلٌ، فَحَدَّثَ بِهِ، فَأَخَافُ أَنْ یَکُوْنَ قَدْ دَخَلَ فِیْ هٰذَا الحدیثِ.

ترجمہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابومحمد (امام دارمی) سے نبی ﷺ کی حدیث: ”جس نے میری طرف سے کوئی حدیث بیان کی درانحالیکہ وہ گمان کرتا ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے“ کے بارے میں پوچھا: میں نے عرض کیا: (۱) جو شخص کوئی حدیث روایت کرتا ہے درانحالیکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی سند غلط ہے تو کیا آپ ڈرتے ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی اس حدیث کا مصداق ہوگا؟ (۲) یا جب لوگ کوئی حدیث مرسل روایت کرتے ہوں پس بعض اس کو مسند بیان کریں (۳) یا اس کی سند کو الٹ پلٹ کردیں تو کیا وہ اس حدیث کا مصداق ہونگے؟ امام دارمیؒ نے فرمایا: نہیں، اس حدیث کا مطلب اتنا ہی ہے کہ جب آدمی کوئی حدیث روایت کرے اور اس حدیث کی اصل نبی ﷺ سے نہ جانی گئی ہو، پھر بھی اس کو بیان کرے یعنی متن میں گڑبڑ کرے تو میں ڈرتا ہوں کہ وہ اس حدیث کا مصداق ہوگا۔

بابُ مانُهِیَ عَنْهُ: أَنَّهُ یُقَالُ عِنْدَ حَدِیْثِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیه وسلم

حدیث سن کر یہ کہنا کہ قرآن ہمارے لئے کافی ہے: خطرناک گمراہی ہے

(حجیتِ حدیث کا مسئلہ)

باب کا لفظی ترجمہ: اس چیز کا بیان جس سے روکا گیا ہے کہ وہ بات کہی جائے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سن کر...... جملہ أَنَّهُ: ما موصولہ کا بیان ہے۔

پہلی حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيكَتِهِ، يَأْتِيهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ به، أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُوْلُ: لَا أَدْرِيْ! مَا وَجَدْنَا فِيْ كتابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ: ہرگز میں تم میں سے کسی کو اپنے چھپر کھٹ پر ٹیک لگائے ہوئے نہ پاؤں، جسے میرے اوامر میں سے کوئی امر پہنچے، یا نواہی میں سے کوئی نہی پہنچے، پس وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا، ہم جو احکام قرآن میں پاتے ہیں اس کی پیروی کریں گے۔

تشریح: قدیم زمانہ سے ایک گمراہی یہ چلی آرہی ہے کہ کچھ لوگ صرف قرآن کریم کو حجت مانتے ہیں، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا کام بس قرآن پہنچانا ہے، اور قرآنی احکام ہی کی تعمیل ضروری ہے، اس کے علاوہ کوئی چیز حجت نہیں، حتی کہ رسول اللہ ﷺ کا قول وفعل بھی حجت اور واجب الاتباع نہیں، یہ فرقہ خود کو ''اہل قرآن'' کہتا ہے، مگر حقیقت میں وہ ''منکرین حدیث'' ہیں، یہ لوگ حدیث کی تاریخی حیثیت کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس کی حجیت کا انکار کرتے ہیں، نبی ﷺ نے متعدد احادیث میں اس فرقہ کے وجود کی پیشین گوئی فرمائی ہے، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے۔

دوسری حدیث: حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سنو! وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک آدمی کو میری طرف سے حدیث پہنچے گی، درانحالیکہ وہ اپنے چھپر کھٹ پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا، پس وہ کہے گا: ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، پس جس چیز کو ہم نے اس میں حلال پایا اس کو ہم نے حلال جانا، اور جس چیز کو ہم نے اس میں حرام پایا اس کو ہم نے حرام جانا، حالانکہ اللہ کے رسول نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ بھی ویسی ہی حرام ہیں جیسی اللہ نے حرام کی ہیں۔

تیسری حدیث: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے ایک شخص اپنے چھپر کھٹ پر ٹیک لگائے ہوئے گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بس وہی چیزیں حرام کی ہیں جو اس قرآن میں حرام ہیں! سنو! بخدا میں نے بھی احکام دیئے ہیں، اور نصیحتیں کی ہیں، اور بہت سی باتوں سے روکا ہے، جو قرآن کے بقدر ہیں یا اس سے بھی زیادہ (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ حدیث ۱۶۴)

پس حجیتِ حدیث کا انکار درحقیقت وہی لوگ کرتے ہیں جو رسول کی حیثیت سے واقف نہیں، اور اس کا صحیح مقام نہیں پہچانتے، قرآن کریم میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اللہ کے رسول کی حیثیت صرف ایک پیغامبر اور ڈاکیہ کی نہیں ہے، بلکہ وہ ہادی، قاضی، مطاع، متبوع، امام، حاکم وغیرہ بہت سی صفات کے حامل ہیں، اس لئے ماننا پڑے گا کہ دین کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کا ہر امر ونہی، ہر حکم وفیصلہ اور ہر قول وعمل ناطق، واجب التسلیم اور لازم ہے (رحمۃ اللہ ۱: ۷۰)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ وحی کی دو صورتیں ہیں: صریح اور حکمی، قرآن کریم صریح وحی ہے، جس کے الفاظ بھی اللہ کی طرف سے آئے ہیں، اور وحی کی دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے مضمون آتا ہے، الفاظ نہیں آتے، پھر

مضمون کبھی مفصل اتارا جاتا ہے اور کبھی اصولی رنگ میں، جو مضمون مفصل اتارا جاتا ہے اس کو نبی ﷺ اپنے الفاظ کا جامہ پہنا کر لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں، اور وہ احادیثِ قدسیہ کہلاتی ہیں، اور جو وحی اصولی رنگ میں آتی ہے اس کو نبی ﷺ پہلے پھیلاتے ہیں، پھر الفاظ کا جامہ پہنا کر بیان کرتے ہیں، اور وہ احادیثِ نبویہ کہلاتی ہیں، مثلاً اسلام کے ارکانِ اربعہ: نماز، زکوۃ، روزہ اور حج: قرآن کریم میں مذکور ہیں، مگر ان کی تفصیلات قرآن میں نہیں ہیں، ان کی ذمہ داری نبی ﷺ پر ڈالی گئی تھی، پس اگر کوئی شخص حدیث کو حجت نہیں مانتا تو وہ اسلام کے ارکان اربعہ پر بھی عمل پیرا نہیں ہوسکتا، اسی طرح بہت سے معاملات، مثلاً: دیت کا حکم قرآن میں ہے، مگر اس کی کوئی تفصیل قرآن میں نہیں ہے، اس کی تفصیل احادیث میں ہے، اس لئے حجیتِ حدیث کا انکار درحقیقت احکامِ قرآنی سے گریز ہے، کیونکہ حدیثوں کے بغیر قرآنی احکام پر عمل ممکن نہیں (اور اس مسئلہ پر مفصل گفتگو تحفۃ الالمعی کے مقدمہ میں ہے)

سند کا بیان: ابن عیینہ رحمہ اللہ یہ روایت دو اساتذہ سے روایت کرتے ہیں: ایک: محمد بن المنکدر رسے، اور یہ روایت مرسل ہے، دوم: سالم ابوالنضر سے، اور یہ حدیث مسند ہے، سالم: عبیداللہ سے، اور وہ اپنے ابا ابورافع سے روایت کرتے ہیں، پھر اختلاف ہے کہ اس دوسری سند سے حدیث مرفوع ہے یا موقوف؟ ابن عیینہ کے شاگرد قتیبہ مرفوع نہیں کرتے، اور ان کے علاوہ ابن عیینہ کے دوسرے تلامذہ حدیث کو مرفوع کرتے ہیں، اور خود سفیان بن عیینہ جب دونوں اساتذہ کی حدیثیں الگ الگ بیان کرتے تھے، اور محمد بن المنکدر رکی حدیث کو سالم کی حدیث سے جدا کرتے تھے، تو پہلی حدیث کو مرسل بیان کرتے تھے اور سالم کی حدیث کو مسند مرفوع کرتے تھے، اور جب وہ دونوں اساتذہ کی سندوں کو جمع کرتے تھے تو اس طرح بیان کرتے تھے جس طرح باب کے شروع حدیث میں ہے، اس لئے پتا نہیں چلتا تھا کہ ابن المنکدر رکی روایت مرسل ہے...... اور ابورافع رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ ہیں، ان کا نام اسلم ہے۔

[۱۰-] بابُ مانُهِيَ عَنْهُ: أَنَّهُ يُقَالُ عِنْدَ حَدِيْثِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

[۲۶۶۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مُحمدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ، وَسَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيْ رَافِعٍ: — وَغَيْرُهُ رَفَعَهُ — قَالَ: " لاَأُلْفِيَنَّ أَحَدَكُم مُتَّكِئًا عَلَى أَرِيْكَتِهِ، يَأْتِيْهِ أَمْرٌ مِمَّا أَمَرْتُ بِهِ، أَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ، فَيَقُوْلُ: لاَ أَدْرِيْ! مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ابنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، وَسَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ رَافِعٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وَكَانَ ابنُ عُيَيْنَةَ إِذَا رَوَى هٰذَا الْحَدِيْثَ عَلَى الإِنْفِرَادِ، بَيَّنَ حَدِيْثَ مُحمدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ، مِنْ حَدِيْثِ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، وَإِذَا جَمَعَهُمَا رَوَى هٰكَذَا، وَأَبُوْ رَافِعٍ مَوْلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، اسْمُهُ أَسْلَمُ.

[۲٦٦٤-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، نَا مُعَاوِيَةُ بنُ صَالِحٍ، عَنِ الْحَسَنِ بنِ جَابِرٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ المِقْدَامِ بنِ مَعْدِيْكَرِبَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَلاَ هَلْ عَسَى رَجُلٌ يَبْلُغُهُ الحديثُ عَنِّيْ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلى أَرِيْكَتِهِ، فَيَقُوْلُ: بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ، فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَلاَلاً اسْتَحلَلْنَاهُ، وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ، وَإِنَّ مَا حَرَّمَ رسولُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

وضاحت: أَلْفَاهُ يُلْفِيْ إِلْفَاءً: پانا، اتفاقاً ملنا...... مُتَّكِئًا: حال ہے یا مفعول ثانی ہے...... الأَرِيْكَةُ: چھپرکھٹ، آراستہ تکیہ دار چارپائی یا چوکی...... دوسری حدیث کے شروع میں أَلاَ حرف تنبیہ ہے، اور هَلْ بمعنی قد ہے، هَل عَسَى أی قَدْ عَسَی: بالتحقیق قریب آ گیا۔

بابُ ماجاءَ فی کَرَاهِيَةِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

حدیث لکھنے کی ممانعت پھر اجازت (تدوینِ حدیث کا مسئلہ)

تحفۃ الالمعی کے مقدمہ میں تفصیل سے یہ بات بیان کی گئی ہے کہ شروع میں بعض مصالح کی بنا پر عمومی طور پر حدیثیں لکھنے سے منع کیا گیا تھا، مگر بعض خاص مواقع پر حدیثیں لکھی بھی گئی تھیں، اس لئے جب وہ عارض ہٹ گیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے حدیثیں جمع کرنے کا حکم دیدیا، اور اس طرح تدوینِ حدیث کا سلسلہ شروع ہوگیا، جو کئی مرحلوں سے گذر کر تکمیل پذیر ہوا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں دو باب قائم کئے ہیں، پہلے باب میں ممانعت کی روایت لائے ہیں، اور دوسرے باب میں جواز کی، پہلی روایت میں حدیثیں لکھنے کی ممانعت ہے اور دوسرے باب کی روایتوں سے جواز ثابت ہوتا ہے:

حدیث (۱): حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ سے حدیثیں لکھنے کی اجازت طلب کی، آپؐ نے ہمیں اجازت نہیں دی (یہ روایت مسلم شریف میں ان الفاظ سے ہے: لاَ تَكْتُبُوْا عَنِّيْ شَيْئًا غَيْرَ الْقُرْآن: میری طرف سے قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھو)

حدیث (۲): حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک انصاری صحابی خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے، وہ نبی ﷺ سے حدیثیں سنتے تھے، حدیثیں ان کو پسند آتی تھیں، مگر ان کو یاد نہیں رہتی تھیں، انھوں نے نبی ﷺ سے اس کا شکوہ کیا کہ یارسول اللہ! میں آپؐ سے حدیثیں سنتا ہوں، مجھے وہ پسند آتی ہیں، مگر یاد نہیں رہتیں، آپؐ نے فرمایا: اسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ: اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو، یعنی لکھ لو، اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے لکھنے کی طرف اشارہ کیا

(یہ حدیث نہایت ضعیف ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: اس کا ایک راوی خلیل بن مرّہ منکر الحدیث ہے، یعنی اس کی حدیثیں انتہائی درجہ ضعیف ہوتی ہیں)

حدیث (۳): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر تقریر فرمائی، پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے لمبا مضمون بیان کیا (یہ مفصل مضمون بخاری شریف کتاب العلم میں اور مسلم شریف کتاب الحج میں ہے) ایک صحابی ابوشاہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (یہ تقریر) میرے لئے لکھ دیں (تاکہ میں اس کو اپنے وطن میں لے جاؤں) نبی ﷺ نے فرمایا: أُكْتُبُوْا لِأَبِيْ شَاهٍ: یہ تقریر ابوشاہ کے لئے لکھ دو (اس روایت سے حدیث لکھنے کا جواز ثابت ہوا)

حدیث (۴): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ میں سے کسی کے پاس مرفوع حدیثیں مجھ سے زیادہ نہیں ہیں، سوائے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حدیثیں لکھتے تھے، اور میں نہیں لکھتا تھا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے اجازت نبوی سے حدیثیں لکھی تھیں، اور اپنے صحیفہ کا نام ''صحیفہ صادقہ'' رکھا تھا جو عمرو بن شعیب عن أبیه، عن جده کی سند سے مروی ہے، اس روایت سے تدوین حدیث کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنے زمانہ میں بعض مصالح کی بنا پر وقتی طور پر اگرچہ حدیثیں لکھنے سے منع کیا تھا، مگر حضرت عبداللہؓ کو اس کی اجازت دی تھی، اس لئے جب وہ مانع ہٹ گیا تو تدوین حدیث کے جواز پر امت کا اجماع ہو گیا)

[۱۱-] بابُ ماجاءَ فی كَرَاهِيَةِ كِتَابَةِ الْعِلْمِ

[۲۶۶۵-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيعٍ، نا ابنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَطَاءِ بنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَّا النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فِي الْكِتَابَةِ، فَلَمْ يَأْذَنْ لَنَا.

وَقَدْ رُوِىَ هٰذَا الحديثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا، عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ، وَرَوَاهُ هَمَّامٌ عَنْ زَيْدِ بنِ أَسْلَمَ.

[۱۲-] بابُ ماجاءَ فی الرُّخْصَةِ فِيْهِ

[۲۶۶۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنِ الْخَلِيْلِ بنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بنِ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَجْلِسُ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَيَسْمَعُ مِنَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم الحَدِيْثَ، فَيُعْجِبُهُ، وَلاَ يَحْفَظُهُ، فَشَكَى ذٰلِكَ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ لَأَسْمَعُ مِنْكَ الْحَدِيْثَ، فَيُعْجِبُنِيْ، وَلاَ أَحْفَظُهُ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''اسْتَعِنْ بِيَمِيْنِكَ'' وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ الْخَطَّ.

وفى الباب: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، هٰذَا حديثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ الْقَائِمِ، وَسَمِعْتُ محمدَ بنَ

إِسْمَاعِيلَ يَقُوْلُ: الْخَلِيْلُ بنُ مُرَّةَ مُنكَرُ الحَدِيْثِ.

[٢٦٦٧-] حدثنا يَحْيى بنُ مُوْسَى، وَمَحْمُوْدُ بنُ غَيْلاَنَ، قَالاَ: نَا الْوَلِيْدُ بنُ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ يَحْيى بنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم خَطَبَ، فَذَكَرَ قِصَّةً فِي الْحَدِيْثِ، فَقَالَ أَبُوْ شَاهٍ: اكْتُبُوْا لِيْ يَارسولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "اكْتُبُوْا لِأَبِيْ شَاهٍ" وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَى شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيى بنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ مِثْلَ هٰذَا.

[٢٦٦٨-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَمْرِو بنِ دِيْنَارٍ، عَنْ وَهْبِ بنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَخِيْهِ، وَهُوَ هَمَّامُ بنُ مُنَبِّهٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ: لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَكْثَرَ حَدِيْثًا عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنِّيْ، إِلاَّ عَبْدَ اللّٰهِ بنَ عَمْرٍو، فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ، وَكُنْتُ لاَ أَكْتُبُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَوَهْبُ بنُ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيْهِ، هُوَ هَمَّامُ بنُ مُنَبِّهٍ.

بابُ ماجاءَ فِي الْحَدِيْثِ عَنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ

اسرائیلیات بیان کرنے کا حکم

سب نبیوں کا دین ایک ہے، اور قرآنِ کریم نے اعلان کیا ہے: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ، وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ، وَرَضِيْتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيْنًا﴾ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا، یعنی اب قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا، اس کو منسوخ کرکے دوسرا دین تجویز نہیں کیا جائے گا (المائدہ آیت ۲) اس لئے یہود ونصاریٰ سے دین کی کوئی بات روایت کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور شریعتیں مختلف رہی ہیں، بنی اسرائیل کی شریعت اور تھی اور نبی ﷺ کی شریعت اور ہے، اس لئے جو باتیں گذشتہ شریعتوں کی قرآن وحدیث میں لے لی گئی ہیں، وہ تو حجت ہیں، باقی باتیں یہود ونصاریٰ کے ساتھ خاص ہیں، اس لئے ان کو نقل کرنے کا بھی سوال نہیں، البتہ انبیائے بنی اسرائیل کے واقعات احادیث میں بہت کم آئے ہیں، اس لئے ان کی تفصیلات اگر اصولِ اسلام کے خلاف نہ ہوں تو بنی اسرائیل سے روایت کی جاسکتی ہیں، مگر مفسرین کرام جو لمبے چوڑے واقعات آیات کے ذیل میں نقل کرتے ہیں وہ اکثر بے سروپا ہوتے ہیں، اس قسم کے واقعات اگر نص قرآنی کے خلاف نہ ہوں تو ان کی نہ تصدیق کرنی چاہئے نہ تکذیب، اور نہ ان کو تفسیروں اور تقریروں میں بیان کرنا چاہئے، بخاری شریف میں روایت ہے کہ اہل کتاب

(یہود) عبرانی میں تورات پڑھتے تھے، اور عربی میں مسلمانوں کے لئے اس کی تفسیر کیا کرتے تھے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: لَاتُصَدِّقُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلاَ تُكَذِّبُوْهُمْ، وقولوا: آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ: اہل کتاب (یہود ونصاری) کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو، بلکہ کہو: ہم اللہ پر اور اللہ نے جو کچھ (ہم پر) نازل کیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں، یعنی ہمیں تمہاری باتوں کی ضرورت نہیں (بخاری کتاب التفسیر ص ۶۴۴ و ۱۰۹۳)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

۱- بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً: میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہو۔ آیت سے مراد قرآن کریم کی آیت ہے، یعنی جو نیا قرآن نازل ہو اس کو دوسرے مسلمانوں تک پہنچاؤ، جس کو نیا نازل شدہ قرآن سارا یاد نہ ہو، بلکہ ایک آیت یاد ہو تو وہ اسی کو دوسروں تک پہنچائے۔

۲- وَحَدِّثُوْا عن بنی إسرائیلَ وَلاَ حَرَجَ: اور بنی اسرائیل (یہود ونصاری) سے باتیں نقل کرو، اس میں کچھ حرج نہیں (اس سے مراد واقعاتِ انبیاء کے سلسلہ کی تفصیلات ہیں، دین وشریعت نقل کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ اجازت)

۳- وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: اور جو شخص مجھ پر بالقصد جھوٹ بولے وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ جہنم میں بنالے، یعنی دوزخ میں اپنی سیٹ ریزرو کرالے! یعنی بنی اسرائیل کی باتیں انہی کی طرف منسوب کرکے بیان کرو، میری طرف اس کی نسبت نہ کرو، جو ایسا کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

[۱۳-] بابُ ماجاءَ فِی الْحَدِیْثِ عَنْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ

[۲۶۶۹-] حدثنا مُحمدُ بنُ یَحْییَ، نَا مُحمدُ بنُ یُوْسُفَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَابِتِ بنِ ثَوْبَانَ الْعَابِدِ الشَّامِیِّ، عَنْ حَسَّانَ بنِ عَطِیَّةَ، عَنْ أَبِیْ کَبْشَةَ السُّلُوْلِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: " بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً، وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ وَلاَ حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِیِّ، عَنْ حَسَّانِ بنِ عَطِیَّةَ، عَنْ أَبِیْ کَبْشَةَ السُّلُوْلِیِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم نَحْوَهُ، وَهٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ مَاجاءَ أَنَّ الدَّالَّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهِ

خیر کے کام کی راہنمائی کرنے والا خیر کے کام کرنے والے کی طرح ہے

جس طرح خیر وشر کے ارتکاب پر ثواب وعقاب ہوتا ہے اسی طرح ان کاموں کا سبب بننے پر بھی ثواب وعقاب ہوتا

ہے، باب میں امام ترمذیؒ نے چار حدیثیں ذکر کی ہیں، پہلی تین حدیثیں خیر کا سبب بننے پر ثواب ملنے کی ہیں، اور آخری حدیث شر کا سبب بننے پر عقاب کی ہے اور دین سکھلانا بھی خیر کا کام ہے اس مناسبت سے یہ باب أبواب العلم لایا گیا ہے۔

پہلی حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں سواری طلب کرنے کے لئے آیا، اس نے آپؐ کے پاس وہ جانور نہیں پایا، جس پر آپؐ اس کو سوار کریں، اس لئے آپؐ نے اس کی ایک اور شخص کی طرف رہنمائی فرمائی، اس نے اس کو سواری دیدی، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپؐ کو اس کی اطلاع دی کہ مجھے سواری کا جانور مل گیا، تو آپؐ نے فرمایا: الدَّالُ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ: خیر کے کام کی راہنمائی کرنے والا خیر کے کام کرنے والے کی طرح ہے، یعنی اس کو بھی خیر کا کام کرنے کی طرح ثواب ملے گا، رہی یہ بات کہ کتنا ثواب ملے گا؟ اس کی تعیین مشکل ہے، برابر بھی مل سکتا ہے اور کم وبیش بھی۔

تشریح: اس حدیث کی ایک ہی سند ہے، اس لئے غریب ہے، اور مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں لکھا ہے کہ اس کی سند حسن ہے (صحیح اس لئے نہیں کہ اس کے دوراوی ہلکے ہیں: ایک: احمد بن بشیر، دوسرے: اس کے استاذ شبیب بن بشر) اور حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی حدیث آگے آرہی ہے، اور حضرت بریدہؓ کی حدیث مسند احمد وغیرہ میں ہے۔

دوسری حدیث: حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں سواری کا جانور مانگنے کے لئے آیا، اس نے عرض کیا: میرا سواری کا جانور تھک گیا ہے، پس نبی ﷺ نے فرمایا: فلاں شخص کے پاس جا، وہ اس کے پاس گیا، اس نے اس کو سواری کا جانور دے دیا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ: جس نے کسی کی خیر کی طرف راہنمائی کی تو اس کے لئے بھی اس خیر کے کام کرنے والے کی طرح ثواب ہے (پس جو دین کی تعلیم دیتا ہے: وہ عمل خیر کی طرف راہ نمائی کرتا ہے، پس اس کو بھی عمل کرنے والے کی طرح ثواب ملے گا)

تشریح: اس حدیث کی پہلی سند میں فاعله اور عامله میں شک ہے، مگر دوسری سند میں بالیقین فاعله ہے، اور یہ واقعہ وہی ہے جو پہلی حدیث میں آیا ہے۔

تیسری حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اشْفَعُوْا، وَلْتُؤْجَرُوْا، وَلْيَقْضِيَ اللّٰهُ على لسانِ نَبِيِّه مَاشَاءَ: (میرے پاس لوگوں کے کاموں کے لئے) سفارش کرو، اور چاہئے کہ تم اجر پاؤ، اور چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعہ وہ فیصلہ فرمائیں جو وہ چاہیں (پس طالب علموں کے لئے بھی سفارش کرنی چاہئے)

تشریح: اس حدیث میں تین باتیں بیان کی ہیں:

ایک: سفارش کرنی چاہئے، یعنی کوئی شخص اتھارٹی سے کوئی درخواست کرے تو اس پر سفارش لکھنی چاہئے، مثلاً: طالب علم اہتمام سے یا تعلیمات سے اپنا کوئی حق چاہے تو اساتذہ کو اس کی سفارش کرنی چاہئے۔

دوسری بات: سفارش کرنے والے کو سفارش کا ثواب ملے گا، خواہ درخواست دینے والے کا کام ہو یا نہ ہو۔

تیسری بات: سفارش کا قبول کرنا ضروری نہیں، منتظم: ادارہ کی یا حکومت کی مصلحت پیش نظر رکھ کر درخواست قبول بھی کرسکتا ہے اور رد بھی کرسکتا ہے، کیونکہ سفارش اگر ماننی ضروری ہو تو وہ سفارش نہیں رہی، حکم ہوگئی۔

فائدہ: میں بعض مرتبہ طلبہ کی درخواستوں پر سفارش نہیں لکھتا، انکار کردیتا ہوں: اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ میرے نزدیک طالب علم کی درخواست معقول نہیں ہوتی، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ جس کے پاس درخواست دیتا ہے وہ میرا شاگرد ہوتا ہے، مثلاً طالب علم خاص کمرہ کے لئے حلقہ کے ناظم کو درخواست دیتا ہے، اور ناظم میرا شاگرد ہوتا ہے، وہ میری سفارش کو حکم کا درجہ دیتا ہے، اس لئے میں سفارش نہیں کرتا۔

چوتھی حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: **مَامِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا، إِلَّا كَانَ عَلَى ابنِ آدَمَ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، ذٰلِكَ لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَسَنَّ الْقَتْلَ:** جو بھی شخص ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے لڑکے (قابیل) پر اس کے خون کا ایک حصہ ہوتا ہے، یعنی گناہ کا ایک دھبہ اس پر بھی لگتا ہے، اور یہ بات اس لئے ہے کہ وہی پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ چلایا ہے (وکیع رحمہ اللہ کی روایت میں أَسَنَّ اور عبدالرزاق کی روایت میں سَنَّ ہے۔ اور دونوں کے معنی ایک ہیں)

لغات: اِسْتَحْمَلَهُ: سواری کا جانور طلب کرنا...... أُبْدِعَ بِیْ (فعل مجہول) کسی کی سواری ہلاک ہوجانا، یا تھک جانا، اور ساتھیوں سے بچھڑ جانا...... اور حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے قاتل لڑکے کا نام قابیل تھا، مگر وہ ناقابل تھا، اس نے اپنے بھائی ہابیل کو ناحق قتل کیا تھا...... سَنَّ سُنَّةً اور أَسَنَّ سُنَّةً کے معنی ہیں: واضح اور پختہ راستہ بنانا، کوئی طریقہ جاری کرنا...... قابیل نے قتلِ ناحق کا برا طریقہ چلایا تھا اس لئے قیامت تک جتنے ناحق قتل ہونگے ان کے گناہوں میں سے ایک حصہ قابیل کو بھی پہنچے گا...... الْكِفْل: حصہ، قرآن پاک میں ہے: ﴿وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا﴾ جو شخص بری سفارش کرے یعنی جس کا طریقہ یا غرض غیر مشروع ہو اس کو اس کی وجہ سے اس بری سفارش میں سے ایک حصہ ملے گا (النساء آیت ۸۵) یعنی وہ بھی درخواست کرنے والے کی طرح گنہگار ہوگا۔

[١٤-] بابُ مَاجاءَ أَنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ

[٢٦٧٠-] حدثنا نَصْرُ بنُ عَبْدِ الرحمنِ الْكُوْفِيُّ، نَا أَحْمَدُ بنُ بَشِيْرٍ، عَنْ شَبِيْبِ بنِ بِشْرٍ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ أَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم رَجُلٌ يَسْتَحْمِلُهُ، فَلَمْ يَجِدْ عِنْدَهُ مَا يَحْمِلُهُ، فَدَلَّهُ عَلَى آخَرَ، فَحَمَلَهُ، فَأَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: " إِنَّ الدَّالَّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ"

وفي الباب: عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ، وَبُرَيْدَةَ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

[٢٦٧١-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ: أَنَّ رَجُلاً أَتَى النبيَّ صلى الله عليه وسلم يَسْتَحْمِلُهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ قَدْ أُبْدِعَ بِيْ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: إِيْتِ فُلَانًا، فَأَتَاهُ فَحَمَلَهُ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ" أَوْ قَالَ: "عَامِلِهِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ: اسْمُهُ سَعْدُ بنُ إِيَاسٍ، وَأَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيُّ: اسْمُهُ عُقْبَةُ بنُ عَمْرٍو.

حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، وَقَالَ: "مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ" وَلَمْ يَشُكَّ فِيْهِ.

[٢٦٧٢-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، وَالْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ جَدِّهِ أَبِيْ بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "اشْفَعُوْا، وَلْتُؤْجَرُوْا، وَلْيَقْضِيَ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ مَاشَاءَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَبُرَيْدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ بُرْدَةَ بنِ أَبِيْ مُوْسَى: قَدْ رَوَى عَنْهُ الثَّوْرِيُّ، وَسُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، وَبُرَيْدٌ يُكْنَى أَبَا بُرْدَةَ، هُوَ ابنُ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ.

[٢٦٧٣-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، نَا وَكِيْعٌ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَا مِنْ نَفْسٍ تُقْتَلُ ظُلْمًا، إِلَّا كَانَ عَلَى ابنِ آدَمَ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا، ذٰلِكَ: لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَسَنَّ الْقَتْلَ" وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: "سَنَّ الْقَتْلَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فِي مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى فَأُتْبِعَ، أَوْ إِلٰى ضَلَالَةٍ

ہدایت یا گمراہی کی دعوت دی: جس کی لوگوں نے پیروی کی

أَتْبَعَ الشيئَ کے معنی ہیں: پیچھے چلنا، بعد میں آنا، تابع ہونا، اور باب کا لفظی ترجمہ ہے: جس نے ہدایت (دینی بات) کی دعوت دی، پس وہ پیروی کیا گیا، یا کسی گمراہی کی دعوت دی (اور اس کی پیروی کی گئی تو اس کے لئے کیا ثواب وعقاب ہے؟) اور یہ باب گذشتہ باب (باب ماجاء أن الدالَّ علی الخیر کفاعله) سے عام ہے، وہ خیر کے ساتھ خاص تھا، یہ شر کو بھی عام ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی ہدایت (دینی بات) کی دعوت دی تو اس کے لئے ثواب

میں سے ان لوگوں کے ثواب کے مانند ہوگا جو اس کی پیروی کریں گے، نہیں کم کرے گا یہ ثواب ان لوگوں کے ثوابوں میں سے کچھ بھی...... اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس پر گناہ ہوگا ان لوگوں کے گناہوں کے مانند جو اس کی پیروی کریں گے، نہیں کم کرے گا یہ ان گناہوں میں سے کچھ بھی (یہ حدیث مسلم شریف میں ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی اچھا طریقہ چلایا، پس اس کی اس طریقہ میں پیروی کی گئی تو اس کے لئے اس کا اپنا ثواب ہے اور ان لوگوں کے ثواب کے مانند ہے جو اس کی پیروی کریں گے، درانحالیکہ ان کے ثوابوں میں سے ذرا بھی گھٹایا نہیں جائے گا...... اور جس نے کوئی برا طریقہ چلایا، پس اس کی اس طریقہ میں پیروی کی گئی تو اس پر اس کا اپنا گناہ ہوگا، اور ان لوگوں کے گناہوں کے مانند ہوگا جو اس کی پیروی کریں گے، درانحالیکہ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی گھٹایا نہیں جائے گا (یہ حدیث بھی مسلم شریف کی ہے، اور اس حدیث کو حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے متعدد حضرات روایت کرتے ہیں، نیز ان کے دو صاحبزادے: منذر اور عبید اللہ بھی روایت کرتے ہیں، اور باب کی حدیث منذر کی ہے)

[۱۵-] بابُ ماجاءَ فِي مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى فَأُتْبِعَ، أَوْ إِلَى ضَلَالَةٍ

[۲۶۷۴-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِيْلُ بنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى: كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ يَتَّبِعُهُ، لَايَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ، مِثْلُ آثَامِ مَنْ يَتَّبِعُهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۶۷۵-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نَا يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، قَالَ: نَا الْمَسْعُوْدِيُّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بنِ عُمَيْرٍ، عَنْ ابنِ جَرِيْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَنْ سَنَّ سُنَّةَ خَيْرٍ، فَأُتْبِعَ عَلَيْهَا، فَلَهُ أَجْرُهُ، وَمِثْلُ أُجُوْرِ مَنِ اتَّبَعَهُ، غَيْرَ مَنْقُوْصٍ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةَ شَرٍّ، فَأُتْبِعَ عَلَيْهَا، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهُ، وَمِثْلُ أَوْزَارِ مَنِ اتَّبَعَهُ، غَيْرَ مَنْقُوْصٍ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا "

وفي الباب: عَنْ حُذَيْفَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَرِيْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوُ هٰذَا. وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ عَنِ الْمُنْذِرِ بنِ جَرِيْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ جَرِيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

بابُ الْأَخْذِ بِالسُّنَّةِ، وَاجْتِنَابِ الْبِدْعَةِ

سنت کومضبوط پکڑنا اور بدعت سے کنارہ کش رہنا

حدیث (۱): حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک دن فجر کی نماز کے بعد ہمارے سامنے وعظ کہا، اور ایسا مؤثر وعظ کہا کہ اس سے آنسو بہہ پڑے، اور اس سے دل دہل گئے، پس ایک شخص نے کہا: یہ وعظ رخصت کرنے والے کے وعظ کی طرح ہے، یعنی جب کوئی شخص لمبے سفر کے لئے نکلتا ہے تو اپنے متعلقین کو اہم کاموں کی جس طرح تاکید کرتا ہے اس طرح کا یہ وعظ ہے، پس اے اللہ کے رسول! آپ ہم سے کیا عہد وپیمان لینا چاہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: (۱) میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی تاکید کرتا ہوں (۲) اور (حاکم کی) بات سننے اور ماننے کی تاکید کرتا ہوں، اگر چہ وہ (حاکم) حبشی غلام کیوں نہ ہو، کیونکہ جو تم میں سے (دیر تک) زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا (۳) اور تم (دین میں) نئی باتوں سے بچو، اس لئے کہ وہ گمراہی ہے (۴) پس جو شخص تم میں سے وہ (بدعات) پائے تو وہ لازم پکڑے میرا طریقہ اور میرے راہ یاب، ہدایت مآب جانشینوں کا طریقہ، اس کو ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو!

تشریح: اس حدیث میں نبی ﷺ نے امت سے چار باتوں کا عہد لیا ہے:

پہلی بات: اللہ سے ڈرنے کا، کیونکہ یہ سب باتوں کی جڑ ہے، اور اللہ سے ڈرنا بر بنائے محبت ہوتا ہے، بر بنائے خوف نہیں ہوتا، مؤمن بندہ پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے، وہ سوچتا ہے: مجھ سے کوئی ایسی حرکت نہ ہوجائے جس سے میرے مولیٰ ناراض ہوجائیں، اگر ایسا ہوگیا تو میرا کہاں ٹھکانہ ہوگا!

دوسری بات: حکومت کے ذمہ داروں کی بات سننے کی اور ماننے کی تاکید فرمائی ہے، خواہ وہ حاکم معمولی آدمی ہو، کیونکہ جب وہ حاکم بن گیا تو اس کی اطاعت ضروری ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ آگے بہت اختلافات ہونگے، لوگ حکومت کے خلاف خروج کریں گے، اس وقت حاکم کی بات ماننا اور اس کی تعمیل کرنا ضروری ہے تاکہ اختلاف ختم ہو، کیونکہ جب تک حاکم سے صریح کفر ظاہر نہ ہو اس کی اطاعت سے دست بردار ہونا جائز نہیں۔

تیسری بات: بدعات سے بچنے کا نبی ﷺ نے امت سے عہد وپیمان لیا ہے، کیونکہ دین میں نئی نکالی ہوئی باتیں ہدایت کی باتیں ہرگز نہیں ہوسکتیں، دین مکمل ہوگیا ہے: ﴿اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ یہ آیت ۱۰ھ میں عرفہ کے دن نازل ہوئی ہے، پس بعد میں جو دین میں اضافے ہونگے وہ ریشم کے کپڑے میں ٹاٹ کا پیوند ہونگے، اس لئے ان سے بچنا ضروری ہے۔

چوتھی بات: جب بدعات کا دور شروع ہو تو طریقہ نبوی سے، اور خلفائے راشدین کے طریقہ سے چپکا رہنا

ضروری ہے، طریقہ نبوی کو مضبوط پکڑنے کی وجہ تو ظاہر ہے، آپؐ اللہ کے رسول اور نمائندے ہیں، پس آپؐ کا جو طریقہ ہے وہ اللہ کا طریقہ ہے۔ اس لئے اس کو لازم پکڑنا ضروری ہے، اور یہ بات ہر مسلمان کے لئے بدیہی ہے، اس کے لئے کسی تاکید کی ضرورت نہیں، البتہ خلفائے راشدین پیغمبر نہیں، پھر ان کے طریقے کو لازماً کیوں پکڑا جائے؟ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے، اس لئے نبی ﷺ نے بات آگے بڑھائی کہ ان کی پیروی اس لئے ضروری ہے کہ وہ راشد اور مہدی ہونگے، یعنی وہ راہ یاب ہونگے، ان کا ہر قدم شریعت کے مطابق اٹھے گا، اور ہدایت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہوگی، ان سے عقلاً خطا کا صدور تو ممکن ہے مگر عملاً خطا کا صدور ممکن نہیں، اس لئے خلفاء کی سنت کو بھی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑنا ضروری ہے (اور ائمہ مجتہدین اور دین جاننے والوں کی پیروی بھی اسی بنیاد پر کی جاتی ہے)

فائدہ: اس حدیث میں خلفائے راشدین کی جن سنتوں کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے: ان سے مراد ملک وملت کی تنظیم سے تعلق رکھنے والی سنتیں ہیں، کیونکہ نبی ﷺ کے زمانہ تک نیشنل حکومت (قومی حکومت) قائم ہوئی تھی، انٹرنیشنل (بین الاقوامی حکومت) قائم نہیں ہوئی تھی، وہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں قائم ہوئی، اس لئے اس سلسلہ کے احکام نبی ﷺ نے بیان نہیں فرمائے۔ خلفاء راشدین کے زمانہ میں جب ایسی حکومت قائم ہوئی تو ان حضرات نے بہت سی باتیں ملک وملت کی تنظیم سے تعلق رکھنے والی بیان کیں، مثلاً: ابھی مثال گذری ہے کہ ملت کی شیرازہ بندی کے لئے بھی جنگ ضروری ہے، یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، اور بیس رکعت باجماعت تراویح کا نظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنایا ہے، یہ حضرت عمرؓ کی سنت ہے، اول کا تعلق ملک کی تنظیم سے ہے اور ثانی کا ملت کی تنظیم سے۔ پس اگر ان کی پیروی نہیں کی جائے گی تو یہ احکام کہاں سے اخذ کئے جائیں گے؟

اور دین کی دوسری باتوں میں خلفائے راشدین بمنزلۂ مجتہدین امت ہیں، ان کی باتیں لی بھی جاتی ہیں اور چھوڑی بھی جاتی ہیں، کیونکہ دین اگرچہ مکمل ہوگیا ہے، مگر کچھ اجتہادی امور باقی ہیں، جن کا نصوص سے استنباط کیا جاتا ہے، اور یہ کام مجتہدین امت کا ہے، اور ان میں اختلافات بھی ہوئے ہیں، اور ایسے ہی امور میں تقلید کی ضرورت پیش آتی ہے، اور مجتہدین کی تقلید بھی انہی دو بنیادوں پر کی جاتی ہے کہ وہ راشد (راہ یاب) اور مہدی (ہدایت مآب) ہیں، ان سے چوک اگرچہ ممکن ہے، مگر وہ دانستہ غلط بیانی نہیں کرتے، اور تقلید شخصی: حکمی تقلید شخصی ہے، حقیقی تقلید شخصی نہیں ہے، کیونکہ ہر فقہ میں سربراہ کے سارے اقوال نہیں لئے جاتے، چھوڑے بھی جاتے ہیں (اس کی تفصیل میری کتاب: ''دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت'' میں ہے)

[۱۶-] بابُ الأَخْذِ بِالسُّنَّةِ، وَاجْتِنَابِ الْبِدْعَةِ

[۲۶۷۶-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نا بَقِيَّةُ بنُ الْوَلِيْدِ، عَنْ بَحِيْرِ بنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بنِ مَعْدَانَ، عَنْ

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ، قَالَ: وَعَظَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا بَعْدَ صَلاَةِ الْغَدَاةِ، مَوْعِظَةً بَلِيْغَةً، ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَبِمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:" أُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلاَفًا كَثِيْرًا، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ! فَإِنَّهَا ضَلاَلَةٌ، فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِيْ، وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ، عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، قَدْ رَوَى ثَوْرُ بنُ يَزِيْدَ، عَنْ خَالِدِ بنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَ هٰذَا، حدثنا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلاَّلُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا أَبُوْ عَاصِمٍ، عَنْ ثَوْرِ بنِ يَزِيْدَ، عَنْ خَالِدِ بنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

وَالْعِرْبَاضُ بنُ سَارِيَةَ: يُكْنَى أَبَا نَجِيْحٍ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ عَنْ حُجْرِ بنِ حُجْرٍ، عَنْ عِرْبَاضِ بنِ سَارِيَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

وضاحت: یہ حدیث ابوداؤد، ابن ماجہ اور مسند احمد میں بھی ہے، اور خالد بن معدان سے اس حدیث کو بحیر بن سعد کے علاوہ ثور بن یزید بھی روایت کرتے ہیں، اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ابوداؤد نے اس حدیث پر سکوت فرمایا ہے، اور منذری نے امام ترمذیؒ کی تصحیح کو برقرار رکھا ہے...... اور حضرت عرباض کی کنیت ابونجیح ہے، اور یہ حدیث حضرت عرباض سے عبدالرحمٰن سلمی کے علاوہ حُجر بن حُجر بھی روایت کرتے ہیں، ان کی روایت ابوداؤد میں ہے۔

❁ ❁ ❁

حدیث (۲): نبی ﷺ نے حضرت بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''جان لو'' حضرت بلالؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جانوں؟ آپؐ نے فرمایا: جان لو کہ جس نے میرے طریقوں میں سے کسی ایسے طریقہ کو زندہ کیا جو میرے بعد مار دیا گیا تھا یعنی وہ سنت متروک ہوگئی تھی تو اس کے لئے ثواب میں سے ان لوگوں کے مانند ہے جو اس پر عمل کریں گے، اس کے بغیر کہ ان کے ثوابوں میں سے کچھ کم کیا جائے...... اور جس نے گمراہی کی کوئی ایسی بات نکالی جس کو اللہ اور اس کے رسول پسند نہیں کرتے تو اس پر ان لوگوں کے گناہوں کے مانند ہوگا جو اس پر عمل کریں گے (اور) یہ بات لوگوں کے گناہوں میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گی۔

[٢٦٧٧-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا مُحمدُ بنُ عُيَيْنَة، عَنْ مَرْوَانَ بنِ مُعَاوِيَةَ، عَنْ كَثِيْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لِبِلَالِ بنِ الْحَارِثِ: ''اعْلَمْ!'' قَالَ: مَا أَعْلَمُ يَارسولَ اللّٰهِ؟ قَالَ:'' إِنَّهُ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِيْ، قَدْ أُمِيْتَتْ بَعْدِيْ، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ مَنْ عَمِلَ بِهَا، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا، وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةَ ضَلَالَةٍ، لَايَرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ، كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أَوْزَارِ النَّاسِ شَيْئًا''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَمُحمدُ بنُ عُيَيْنَةَ هٰذَا: هُوَ مِصِّيْصِيٌّ، شَامِيٌّ، وَكَثِيْرُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ: هُوَ ابنُ عَمْرِو بنِ عَوْفٍ الْمُزَنِيُّ.

وضاحت: یہ حدیث صرف حسن ہے، کیونکہ یہ کثیر بن عبداللہ کی روایت ہے، اور یہ راوی ہلکا ہے، مگر اس حدیث کے متعدد شواہد ہیں، اس لئے فی نفسہ حدیث صحیح ہے...... اور محمد بن عیینہ: مصیصی شامی ہیں، مصیصہ: سمندر کے کنارے ایک شہر تھا۔

❁ ❁ ❁

حدیث (۳): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: ''پیارے بچے! اگر تو اس پر قادر ہو کہ صبح وشام کرے درانحالیکہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی میل نہ ہو تو ایسا کر'' پھر مجھ سے فرمایا: ''پیارے بچے! اور یہ بات میرا طریقہ ہے، اور جس نے میرا طریقہ زندہ کیا: اس نے مجھے زندہ کیا، اور جس نے مجھے زندہ کیا: وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا''

[٢٦٧٨-] حدثنا مُسْلِمُ بنُ حَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا مُحمدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَلِيِّ بنِ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَالَ أَنَسُ بنُ مَالِكٍ: قَالَ لِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' يَابُنَيَّ! إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِيَ، لَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ: فَافْعَلْ'' ثُمَّ قَالَ لِيْ:'' يَابُنَيَّ! وَذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِيْ، وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحْيَانِيْ، وَمَنْ أَحْيَانِيْ كَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ'' وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ طَوِيْلَةٌ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَمُحمدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ: ثِقَةٌ، وَأَبُوْهُ ثِقَةٌ، وَعَلِيُّ بنُ زَيْدٍ صَدُوْقٌ، إِلَّا أَنَّهُ رُبَّمَا يَرْفَعُ الشَّيْئَ الَّذِيْ يُوْقِفُهُ غَيْرُهُ، وَسَمِعْتُ مُحمدَ بنَ بَشَّارٍ، يَقُوْلُ: قَالَ أَبُوْ الْوَلِيْدِ، قَالَ شُعْبَةُ: نَا عَلِيُّ بنُ زَيْدٍ، وَكَانَ رَفَّاعًا، وَلَا نَعْرِفُ لِسَعِيْدِ بنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَنَسٍ رِوَايَةً، إِلَّا هٰذَا الحديثَ بِطُوْلِهِ.

وَقَدْ رَوَى عَبَّادُ الْمِنْقَرِيُّ هٰذَا الحديثَ، عَنْ عَلِيِّ بنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ الْمُسَيَّبِ.

وَذَاكَرْتُ بِهِ مُحمدَ بنَ إِسْمَاعِيْلَ، وَلَمْ يَعْرِفْهُ، وَلَمْ يَعْرِفْ لِسَعِيْدِ بنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَنَسٍ هٰذَا الحديثَ، وَلاَ غَيْرَهُ، وَمَاتَ أَنَسُ بنُ مَالِكٍ سَنَةَ ثَلاَثٍ وَتِسْعِيْنَ، وَمَاتَ سَعِيْدُ بنُ الْمُسَيَّبِ بَعْدَهُ بِسَنَتَيْنِ، مَاتَ سَنَةَ خَمْسٍ وَتِسْعِيْنَ.

وضاحت: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں لمبا مضمون ہے (معلوم نہیں وہ مضمون کیا ہے؟ اور کس کتاب میں ہے؟) اور اس حدیث کی یہی ایک سند ہے، اور وہ اعلی درجہ کی نہیں ہے، کیونکہ انصاری اگرچہ ثقہ ہیں، اور ان کے ابا بھی ثقہ ہیں، مگر علی بن زید بن جُدعان صرف صدوق (معمولی راوی) ہیں (مگر دوسرے ائمہ کے نزدیک ضعیف ہیں) اور کبھی وہ موقوف احادیث کو مرفوع کر دیا کرتے تھے، شعبہؒ نے ایک مرتبہ ان کی سند سے حدیث بیان کی تو فرمایا: و کان رَفَّاعًا: یعنی وہ حدیثوں کو بہت زیادہ مرفوع کرنے والے تھے، پس یہ اس راوی میں ایک عیب ہے...... دوسری کمی اس سند میں یہ ہے کہ یہ حضرت سعید بن المسیبؒ کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور حضرت سعید کا حضرت انسؓ سے سماع ہمارے علم میں نہیں، اسی حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے، اور عباد منقری سند میں حضرت سعید کا واسطہ نہیں بڑھاتے، علی بن زید حضرت انسؓ سے راست روایت کرتے ہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ اس حدیث کا مذاکرہ کیا تو امام بخاریؒ کو حضرت سعید کے واسطہ والی سند معلوم نہیں تھی، نیز ان کے علم میں یہ بات بھی نہیں تھی کہ حضرت سعید: حضرت انسؓ سے یہ حدیث یا کوئی اور حدیث روایت کرتے ہیں، اگرچہ حضرت انسؓ کا انتقال ۹۳ ہجری میں ہوا ہے، اور حضرت سعید کا انتقال ان کے دو سال بعد ۹۵ ہجری میں ہوا ہے، مگر دونوں کا لقاء اور سماع ثابت نہیں...... غرض اس سند میں یہ دو کمیاں ہیں: ایک علی بن زید موقوف حدیثوں کو مرفوع کیا کرتے تھے۔ دوسری: سعید کا واسطہ بڑھا ہوا ہے، جو ثابت نہیں، اس لئے امام ترمذیؒ نے حدیث کی صرف تحسین کی ہے، تصحیح نہیں کی۔

بابٌ فی الِانْتِهَاءِ عَمَّا نَهَی عَنْهُ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم

منہیات سے احتراز لازم ہے

باب کا لفظی ترجمہ ہے: ان باتوں سے رک جانے کا بیان، جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع کیا ہے، یعنی جس طرح اوامر مامور بہ ہیں، نواہی منہی عنہ ہیں، جانبِ فعل میں جو درجہ مامورات کا ہے، وہی درجہ جانبِ ترک میں منہیات کا ہے، کیونکہ شریعت کے دو حصے ہیں: مامورات اور منہیات، پس جس طرح مامورات کا چھوڑنا گناہ ہے،

منہیات کاارتکاب کرنا بھی گناہ ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اتْرُكُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فَخُذُوْا عَنِّي، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبلَكم بكثرةِ سؤالِهم، واختلافِهم على أنبياءِ هم: مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑے رہوں، یعنی احکام کے بارے میں سوالات مت کرو، جب تک میں کوئی حکم بیان نہ کروں تم مجھ سے مت پوچھو، پھر جب میں تم سے کوئی بات بیان کروں تو اس کو میری طرف سے لے لو، یعنی جب میں کوئی حکم دوں یا کسی بات سے منع کروں تو اس پر مضبوطی سے عمل کرو، کیونکہ تم سے پہلے والے بکثرت سوال کرنے کی وجہ سے، اور اپنے انبیاء کی بات نہ ماننے کی وجہ ہی سے ہلاک ہوئے ہیں، یعنی گذشتہ امتیں اپنے انبیاء سے کرید کرید کر احکام پوچھتی تھیں، پھر جب انبیاء احکام بیان کرتے تو وہ لوگ ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے تھے، جس کی وجہ سے وہ امتیں ہلاک کی گئیں، پس تم یہ حرکت نہ کرو، اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پیغمبر جو بھی حکم دیں خواہ وہ ازقبیل اوامر ہو یا ازقبیل نواہی: اس پر مضبوطی سے عمل کرنا ضروری ہے۔

[۱۷-] بابُ فی الاِنْتِهَاءِ عَمَّا نَهَى عَنْهُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

[۲۶۷۹-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " اتْرُكُوْنِي مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِذَا حَدَّثْتُكُمْ فَخُذُوْا عَنِّيْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ، وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَاءِ هِمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ

مدینہ کے عالم کی فضیلت

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: وہ زمانہ نزدیک ہے کہ لوگ اونٹوں کے جگروں کو ماریں گے یعنی لمبے سفر کریں گے وہ علم طلب کر رہے ہونگے، پس وہ مدینہ کے عالم سے بڑا کوئی عالم نہیں پائیں گے۔

تشریح: حدیث کے راوی حضرت سفیان بن عیینہ نے کبھی تو اس حدیث کا مصداق امام مالکؒ کو قرار دیا، اور کبھی عمری زاہد کو، امام مالکؒ کو تو سبھی جانتے ہیں، اور عمری زاہد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے ہیں، ان کا پورا نام عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب ہے، اور یہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا بیان ہے، جو انھوں نے اسحاق بن موسیٰ سے سنا ہے، مگر تہذیب التہذیب میں ہے کہ عمری زاہد: عبدالعزیز کے بیٹے عبداللہ ہیں، جن کا انتقال

۱۸۴ ہجری میں ہوا ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے عبدالرزاق صنعانی کا قول بواسطہ یحییٰ بن موسیٰ یہ نقل کیا ہے کہ یہ عالم: امام مالک رحمہ اللہ ہیں۔

فائدہ: اس قسم کی مبہم روایات کا مصداق متعین کرنا مشکل ہے، ایسی روایات کے متعدد مصادیق ہو سکتے ہیں، جیسے ایک روایت کا مصداق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو بنایا گیا ہے، یہ ظنی مصداق ہے، نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ ان روایات کا مصداق کوئی ایک شخص ہو، متعدد حضرات بھی ان کا مصداق ہو سکتے ہیں۔

[۱۸-] بابُ ماجاء فی عَالِمِ الْمَدِیْنَةِ

[۲۶۸۰-] حدثنا الحَسَنُ بنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ، وَإِسْحَاقُ بنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ، قَالاَ: نَا سُفْيَانُ بنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ ابنِ جُرَيْجٍ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هريرةَ، رِوَايَةً: " يُوْشِكُ أَنْ يَضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الإِبِلِ، يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ، فَلاَ يَجِدُوْنَ أَحَدًا أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَهُوَ حَدِيْثُ ابنِ عُيَيْنَةَ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ ابنِ عُيَيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ فِيْ هٰذَا: "مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ": أَنَّهُ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ.

قَالَ إِسْحَاقُ بنُ مُوْسَى: وَسَمِعْتُ ابْنَ عُيَيْنَةَ، قَالَ: هُوَ الْعُمَرِيُّ الزَّاهِدُ، وَاسْمُهُ: عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، وَسَمِعْتُ يَحْيىَ بنَ مُوْسَى يَقُوْلُ: قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: هُوَ مَالِكُ بنُ أَنَسٍ.

ترجمہ: ابن عیینہؒ سے مروی ہے: انھوں نے اس حدیث میں فرمایا کہ عالم مدینہ سے مراد امام مالک ہیں، اور اسحاق بن موسیٰ کہتے ہیں: میں نے ابن عیینہ سے سنا: انھوں نے فرمایا: وہ عمری زاہد ہیں، اور ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ ہے، اور میں نے یحییٰ بن موسیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ عبدالرزاق نے فرمایا: وہ امام مالک ہیں۔

بابُ ماجاء فِي فَضْلِ الْفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ

عبادت پر فقہ (فہم دین) کی برتری

اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو حدیثیں لکھی ہیں، پھر متفرق حدیثیں ہیں جن پر ابواب قائم نہیں کئے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: فَقِيهٌ واحدٌ أَشَدُّ على الشيطان مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ: ایک ماہر عالم دین شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

سند کا حال: ابن ماجہ (حدیث ۲۲۲) میں اس حدیث میں واحد کا لفظ بھی ہے، اور یہ حدیث رَوح بن جُناح کی وجہ سے نہایت ضعیف ہے، یہ راوی بہت ہی زیادہ کمزور تھا بلکہ اُس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام بھی تھا (یہ حدیث علامہ

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے مگر اس کی سند میں یزید بن عیاض ہے جو کذاب ہے)

تشریح: شیطان کے لئے دین کے کسی واقف کار عالم کو بچلانا ہزار عابدوں کو بچلانے سے زیادہ مشکل ہے، اور اس کی دو وجہیں:

پہلی وجہ: عالم دین: دین کا فہم رکھتا ہے، اس لئے اس کو جلدی دھوکا نہیں دیا جاسکتا، اور محض عبادت گذار چونکہ دین کا فہم نہیں رکھتا اس لئے اس کو آسانی سے دھوکا دیا جاسکتا ہے۔

دوسری وجہ: فقیہ اصلاحِ خلق کا کام کرتا ہے، اور عابد اپنے فائدہ کے لئے عبادت کرتا ہے، پس ہزار عابد اپنی عبادت سے خود کو سنواریں گے، اور ایک عالم ایک خلقت کو سنوارے گا، اس طرح وہ شیطان کو ناکوں چنے چبواتا ہے۔

حدیث (۲): قیس بن کثیر (صحیح نام کثیر بن قیس ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے) کہتا ہے: ایک شخص مدینہ منورہ سے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ابوالدرداءؓ دمشق میں تھے، اس سے ابوالدرداءؓ نے پوچھا: اے میرے بھائی! آپ کو یہاں کیا چیز لائی ہے؟ آنے والے نے جواب دیا: مجھے ایک حدیث لائی ہے، مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپؓ اس کو نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں، حضرت ابوالدرداءؓ نے پوچھا: کسی اور ضرورت سے تو آپ نہیں آئے؟ اس نے کہا: نہیں، حضرت ابوالدرداءؓ نے پوچھا: آپ کسی کاروبار کے لئے تو نہیں آئے؟ اس نے کہا نہیں، میں صرف اس حدیث کی طلب میں آیا ہوں، اس پر حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

۱- مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِيْ فِيْهِ عِلْمًا: سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ: جو شخص کسی ایسے راستہ پر چلتا ہے جس میں وہ علم ڈھونڈھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی طرف ایک راستے پر چلاتے ہیں، یعنی جو جتنا علم دین کی تحصیل میں دوڑ دھوپ کرتا ہے اتنا ہی وہ جنت سے قریب ہوتا ہے (یہ مضمون پہلے ابواب العلم باب ۲ میں گذر چکا ہے)

۲- وَإِنَّ الْمَلاَ ئِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ: اور فرشتے یقیناً اپنے پر رکھ دیتے ہیں طالب علم کی خوشنودی کے لئے۔

تشریح: اس حدیث کا مطلب عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ فرشتے طالب علم کے پیروں کے نیچے پَر بچھاتے ہیں، مگر میرے نزدیک اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ فرشتے پَر رکھ دیتے ہیں، یعنی پرواز بند کر دیتے ہیں، جیسے کوئی عالم آرہا ہو تو طالب عالم باادب کھڑا ہو جاتا ہے، اسی طرح آسمان وزمین کے درمیان جو فرشتے آجا رہے ہیں: جب وہ کسی طالب علم کو دیکھتے ہیں تو اس کی تعظیم کے لئے رک جاتے ہیں، اور پرواز بند کر دیتے ہیں، پھر جب وہ طالب علم گذر جاتا ہے تو وہ اپنی راہ لیتے ہیں۔

۳-وَإِنَّ العَالِمَ يَسْتَغْفِرُ له مَنْ فى السماوات وَمَنْ فى الأَرْضِ حَتَّى الحِيْتَانُ فِيْ جَوْفِ الْمَاءِ: اور عالم کے لئے یقیناً دعائے مغفرت کرتے ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی۔

۴-وفضلُ العالِمِ عَلى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ: اور عالم دین کی فضیلت عبادت گذار پر ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر، یعنی عالم کا درجہ عابد سے ہزاروں گنا بڑھا ہوا ہے، جیسے چاند کی روشنی دوسرے ستاروں کی روشنی سے ہزاروں گنا بڑھی ہوئی ہے۔

۵-إِنَّ العلماءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلاَ دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوْا العلمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ فَقَدْ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ: علماء بالیقین انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء نے ترکہ میں دینار و درہم نہیں چھوڑے، انھوں نے علم ہی میراث میں چھوڑا ہے، پس جس نے علم حاصل کیا اس نے میراث نبوت میں سے کامل حصہ لیا۔

تشریح: یہ حدیث مسند احمد (۱۹۶:۵) ابوداؤد (حدیث ۳۶۴۱) ابن ماجہ (حدیث ۲۲۳) اور سنن دارمی (۹۸:۱) میں بھی ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عاصم بن رجاء سے آخر تک اس حدیث کی یہی ایک سند ہے، اور امام ترمذی کے نزدیک یہ سند متصل نہیں، اور حدیث کی اس طرح سند امام ترمذیؒ کے استاذ محمود بن خداش نے بیان کی ہے، دوسرے روات عاصم اور کثیر کے درمیان داؤد بن جمیل کا واسطہ بڑھاتے ہیں (ابوداؤد ۳:۷ ۳۱ مصری) اور داؤد ضعیف راوی ہے، اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ واسطہ والی سند محمود بن خداش کی سند سے اصح ہے، پس یہ حدیث ضعیف ہے۔

تشریح: اس حدیث کے ہر جملہ سے عالم دین کی عبادت گذار پر برتری ثابت ہوتی ہے، جب کوئی شخص طلب علم کے لئے نکلتا ہے تو وہ جنت کی طرف بڑھتا ہے، یہ بات عبادت گذار کو حاصل نہیں، اور فرشتے طالب علم کی نہایت تعظیم کرتے ہیں، یہ بات بھی عابد کو حاصل نہیں، اور ہر مخلوق عالم کے لئے دعا کرتی ہے، اور عالم عابد سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے، یہ سب عالم کی برتری کی دلیلیں ہیں، اور آخری اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ علماء: انبیاء کے وارث ہیں، اور وارث: مُورِث کے مقام میں ہوتا ہے، اس لئے عالم کے لئے یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کے ہم پلہ کوئی فضیلت نہیں۔

[۱۹-] بابُ ماجاء فِي فَضْلِ الْفِقْهِ عَلَى الْعِبَادَةِ

[۲٦٨١-] حدثنا مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا إِبْرَاهِيْمُ بنُ مُوْسَى، نَا الْوَلِيْدُ، هُوَ ابنُ مُسْلِمٍ، نَا رَوْحُ بنُ جُنَاحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " فَقِيْهٌ أَشَدُّ

عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَلَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ الْوَلِيْدِ بنِ مُسْلِمٍ.

[٢٦٨٢-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنِ خِدَاشٍ الْبَغْدَادِيُّ، نَا مُحمدُ بنُ يَزِيْدَ الْوَاسِطِيُّ، نَا عَاصِمُ بنُ رَجَاءِ بنِ حَيْوَةَ، عَن قَيْسِ بنِ كَثِيْرٍ، قَالَ: قَدِمَ رَجُلٌ مِنَ الْمَدِيْنَةِ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ، وَهُوَ بِدِمَشْقَ، فَقَالَ: مَا أَقْدَمَكَ يَا أَخِيْ؟ قَالَ: حَدِيْثٌ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: أَمَاجِئْتَ لِحَاجَةٍ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: أَمَا قَدِمْتَ لِتِجَارَةٍ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: مَا جِئْتُ إِلَّا فِيْ طَلَبِ هٰذَا الحديثِ، قَالَ: فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِي فِيْهِ عِلْمًا: سَلَكَ اللّٰهُ بِهِ طَرِيْقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِيْ الْأَرْضِ حَتَّى الْحِيْتَانُ فِي الْمَاءِ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ، إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا، إِنَّمَا وَرَّثُوْا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَ بِهِ فَقَدْ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ"

وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الحديثَ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عَاصِمِ بنِ رَجَاءِ بنِ حَيْوَةَ، وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِيْ بِمُتَّصِلٍ، هٰكَذَا حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بنُ خِدَاشٍ هٰذَا الحديثَ، وَإِنَّمَا يُرْوَى هٰذَا الحديثُ عَنْ عَاصِمِ بنِ رَجَاءِ بنِ حَيْوَةَ، عَنْ دَاوُدَ بنِ جَمِيْلٍ، عَنْ كَثِيْرِ بنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بنِ خِدَاشٍ.

عالم کے لئے ایک جامع نصیحت

حدیث: یزید بن سلمہ جُعفی رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں اور جن کی یہی ایک حدیث ہے: انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپؐ سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی پچھلی، ان کی پہلی کو بھلا دے (جب آدمی بہت ساری باتیں سنتا ہے تو دماغ میں جتنی سمائی ہوتی ہے اتنی ہی باتیں دماغ میں رہتی ہیں، باقی باتیں دماغ سے نکل جاتی ہیں) پس مجھ سے کوئی ایسی بات بیان کیجئے جو ہر چیز کی جڑ بنیاد ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: اتَّقِ اللّٰهَ فِيْمَا تَعْلَمُ: ان باتوں میں جن کو تم جانتے ہو اللہ سے ڈرو، یعنی دین کی جو جو باتیں تمہیں معلوم ہیں ان پر عمل کرو، مامورات کو نہ چھوڑو، اور منہیات کا ارتکاب نہ کرو۔

سند کا حال: امام ترمذیؒ کے نزدیک: اس حدیث کی سند متصل نہیں، اس میں انقطاع ہے، کیونکہ سعید بن عمرو بن اَشْوع ہمدانی قاضی کوفہ نے حضرت یزید بن سلمہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا (اشوع: سعید کے دادا کا نام ہے،

والد کا نام عمرو ہے)

[٢٦٨٣-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ مَسْرُوْقٍ، عَنْ ابنِ أَشْوَعَ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ سَلَمَةَ الجُعْفِيِّ، قَالَ: قَالَ يَزِيْدُ بنُ سَلَمَةَ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِنِّيْ سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا، أَخَافُ أَنْ يُنْسِيَ أَوَّلَهُ آخِرُهُ! فَحَدِّثْنِيْ بِكَلِمَةٍ تَكُوْنُ جِمَاعًا، قَالَ:" اتَّقِ اللّٰهَ فِيْمَا تَعْلَمُ "

هٰذَا حديثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ، هُوَ عِنْدِيْ مُرْسَلٌ، وَلَمْ يُدْرِكْ عِنْدِيْ ابنُ أَشْوَعَ: يَزِيْدَ بنَ سَلَمَةَ، وَابْنُ أَشْوَعَ: اسْمُهُ سَعِيْدُ بنُ أَشْوَعَ.

عالم دین میں دو باتیں ہونی چاہئیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: خَصْلَتَانِ لَاتَجْتَمِعَانِ فِيْ مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ وَلاَ فِقْهٌ فِي الدين: کسی منافق میں دو باتیں اکٹھا نہیں ہوتیں: سیرت کی عمدگی اور دین کی فقاہت، پس عالم دین میں یہ دونوں باتیں جمع ہونی چاہئیں، اس کی سیرت بھی عمدہ ہونی چاہئے، اور دین میں مہارت بھی ہونی چاہئے، اگر اس کی سیرت عمدہ نہیں ہوگی تو لوگ دین سے بیزار ہوجائیں گے، اور اگر وہ دین کا ماہر نہیں ہوگا تو لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

سند کا حال: یہ حدیث خلف بن ایوب عامری ابوسعید بلخی: عوف بن ابی جمیلہ سے روایت کرتا ہے، اور خلف سے ابوکریب محمد بن العلاء روایت کرتا ہے، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: میں اس شیخ کا حال نہیں جانتا کہ وہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ خلف کا شمار فقہاء میں ہے، اس لئے امام ترمذیؒ نے ان کے لئے لفظ شیخ استعمال کیا ہے، مگر یحییٰ بن معین نے ان کی تضعیف کی ہے، اور ان پر مرجئہ ہونے کا الزام بھی لگا تھا، اس لئے یہ روایت اعلیٰ درجہ کی نہیں، البتہ حسن کہہ سکتے ہیں۔

[٢٦٨٤-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا خَلْفُ بنُ أَيُّوْبَ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ ابنِ سِيْرِيْنَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" خَصْلَتَانِ لَاتَجْتَمِعَانِ فِيْ مُنَافِقٍ: حُسْنُ سَمْتٍ وَلاَ فِقْهٌ فِي الدِّيْنِ "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَلاَ نَعْرِفُ هٰذَا الحديثَ مِنْ حَدِيْثِ عَوْفٍ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ هٰذَا الشَّيْخِ: خَلْفِ بنِ أَيُّوْبَ الْعَامِرِيِّ، وَلَمْ أَرَ أَحَدًا يَرْوِيْ عَنْهُ غَيْرَ مُحمدِ بنِ الْعَلَاءِ، وَلاَ أَدْرِيْ كَيْفَ هُوَ؟

عالم کی عابد پر فضیلت

حدیث (۱): حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ کے سامنے دو شخصوں کا تذکرہ آیا، ایک عابد کا

اور دوسرے: عالم کا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: فضلُ العالِم على العابد كفضلي على أدناكم: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے معمولی آدمی پر، پھر نبی ﷺ نے فرمایا: إنَّ اللّٰهَ وَملائِكتَهُ، وَأَهْلَ السَّماوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةِ فِيْ جُحْرِهَا، وَحَتَّى الْحُوْتُ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلیاں: یقیناً رحمت کی دعا کرتے ہیں لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے کے لئے۔

حدیث (۲): فضیل بن عیاض جو بڑے بزرگوں میں سے ہیں، فرماتے ہیں: عالم باعمل، دین کی تعلیم دینے والا فرشتوں کی دنیا میں ''بڑا آدمی'' کہلاتا ہے۔

تشریح: علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے جامعُ بيَانِ العلم وَفَضْلِهِ (۶:۲) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: مَنْ عَلِمَ وَعَمِلَ وَعَلَّمَ فذلك يُدعَى عظيما في ملكوت السماوات: جس نے علم دین حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور وہ علم دوسروں کو سکھلایا تو وہ فرشتوں کی دنیا میں ''بڑا آدمی'' کہلاتا ہے۔

[۲۶۸۵-] حدثنا مُحمدُ بنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، نَا سَلَمَةُ بنُ رَجَاءٍ، نَا الْوَلِيْدُ بنُ جَمِيْلٍ، نَا الْقَاسِمُ أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، قَالَ: ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلَانِ أَحدُهُمَا: عَابِدٌ، وَالآخَرُ عَالِمٌ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ''، ثُمَّ قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةُ فِيْ جُحْرِهَا، وَحَتَّى الْحُوْتُ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ'' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ صحيحٌ.

[۲۶۸۶-] سَمِعْتُ أَبَا عَمَّارٍ الْحُسَيْنَ بنَ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيَّ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ الْفُضَيْلَ بنَ عِيَاضٍ يَقُوْلُ: عَالِمٌ عَامِلٌ مُعَلِّمٌ يُدْعَى كَبِيْرًا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ.

مؤمن کا خیر سے کبھی پیٹ نہیں بھرتا

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: لَنْ يَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَّسْمَعُهُ حَتَّى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الجَنَّةُ: مؤمن ایسی خیر سے جس کو وہ سنتا ہے ہرگز شکم سیر نہیں ہوتا، یعنی دین کی باتوں سے کبھی اس کا پیٹ نہیں بھرتا، یہاں تک کہ جنت اس کا منتہا ہوتی ہے، یعنی علم دین اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے (یہ حدیث دراج کی ابوالہیثم سے ہے، دراج کی روایتیں اس استاذ سے کمزور قرار دی گئی ہیں)

[٢٦٨٧-] حدثنا عُمَرُ بنُ حَفْصٍ الشَّيْبَانِيُّ الْبَصْرِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ الْحَارِثِ، عَنْ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِيْ الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "لَنْ يَشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَيْرٍ يَّسْمَعُهُ حَتَّى يَكُوْنَ مُنْتَهَاهُ الْجَنَّةُ" هٰذَا حديثٌ غريبٌ.

دانشمندی کی بات جہاں بھی ملے لے لینی چاہئے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: الكلمةُ الحكمةُ ضالَّةُ المؤمنِ، فحيثُ وَجَدَها فهو أَحَقُّ بها: دانشمندی کی بات مؤمن کا گم شدہ جانور ہے، پس جہاں بھی وہ اس کو پائے: وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

تشریح: یہ حدیث کلمةُ الحكمةِ (موصوف کی صفت کی طرف اضافت) اور الكلمةُ الحكيمة کے لفظوں سے بھی مروی ہے، اور حدیث کا مطلب وہ ہے جو شیخ سعدیؒ نے ایک شعر میں بیان کیا ہے:

مرد باید کہ پند گیرد ❁ ور نبشتہ باشد بر دیوار

یعنی نصیحت اگرچہ دیوار پر لکھی ہوئی ہو، اسے لے لینا چاہئے، اور کہتے ہیں: اُنْظُرْ إِلَى مَاقَالَ، وَلاَ تَنْظُرْ إِلَى مَنْ قَالَ: بات کو دیکھو، بات کہنے والے کو مت دیکھو یعنی بات اگر کام کی ہے تو لے لو، یہ مت دیکھو کہ بات کہنے والا اس پر عمل پیرا ہے یا نہیں؟ (یہ حدیث ضعیف ہے اس کا ایک راوی ابراہیم مخزومی متروک ہے)

[٢٦٨٨-] حدثنا مُحمدُ بنُ عُمَرَ بنِ الْوَلِيْدِ الْكِنْدِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بنِ الْفَضْلِ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَابْرَاهِيْمُ بنُ الْفَضْلِ الْمَخْزُوْمِيُّ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ.
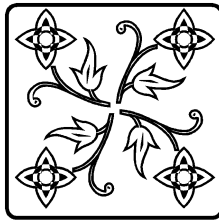
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ الاِسْتِیْذَانِ وَالآدَابِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

اجازت طلبی اور سلیقہ مندی کی باتیں

استیذان کی حکمت اور اس کے مختلف درجات:

سورۃ النور آیت ۲۷ میں ارشادِ پاک ہے: ''اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل مت ہوؤ، یہاں تک کہ تم اجازت حاصل کرلو، اور ان کے رہنے والوں کو سلام کرلو''

اور سورۃ النور کی آیات ۵۸ و ۵۹ میں ارشادِ پاک ہے: ''اے ایمان والو! چاہئے کہ تم سے اجازت لیں وہ لوگ جن کے تم مالک ہو، یعنی غلام باندی، اور وہ لوگ جو تم میں سے حد بلوغ کو نہیں پہنچے، تین اوقات میں: صبح کی نماز سے پہلے، اور دوپہر میں جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات ہیں، اور ان اوقات کے علاوہ تم پر کچھ الزام نہیں، اور نہ ان پر کچھ الزام ہے، وہ بکثرت تمہارے پاس آنے جانے والے ہیں: ایک دوسرے کے پاس، اس طرح اللہ تعالیٰ صاف صاف احکام بیان فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جاننے والے حکمت والے ہیں، اور جب تمہارے بچے حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہئے، جس طرح ان سے پہلے والے لوگ لیتے ہیں''

استیذان کا مسنون طریقہ:

استیذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آنے والا پہلے سلام کرے، پھر نام بتلا کر اجازت طلب کرے، حدیث میں ہے کہ بنو عامر کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اس طرح اجازت طلب کی: أَلِجُ؟ میں اندر آؤں؟ آپؐ نے خادم سے فرمایا: ''یہ شخص استیذان کا طریقہ نہیں جانتا، تم باہر جا کر اس کو طریقہ سکھلاؤ کہ کہے: **السلام علیکم، أَأَدْخُلُ؟** تم سلامت رہو! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ ان صاحب نے آپؐ کی یہ بات سن لی، چنانچہ انھوں نے اسی

طرح اجازت طلب کی، آپؐ نے اجازت دیدی (ابوداؤد حدیث ۵۱۷۷)

اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص پہلے سلام نہ کرے اس کو اندر آنے کی اجازت مت دو (مشکوٰۃ حدیث ۴۶۷۶) اور یہ سلام: سلام استیذان ہے، پس جب اجازت کے بعد گھر میں داخل ہو تو دوبارہ سلام کرے (معارف القرآن) اور آیت میں سلام پر استیذان کی تقدیم کی وجہ یہ ہے کہ آنے والا سلام تو کیا ہی کرتا ہے، لوگ استیذان میں غفلت برتتے ہیں، اس لئے اہمیت ظاہر کرنے کے لئے استیذان کا حکم مقدم کیا گیا۔

استیذان کا حکم دو وجہ سے دیا گیا ہے:

پہلی وجہ: آدمی کبھی تنہائی میں بے تکلف حالت میں ہوتا ہے، اور کبھی کسی ضرورت سے برہنہ ہوتا ہے، پس اگر کوئی اچانک گھر میں گھس آئے گا تو اس کی اس کے ستر پر نظر پڑے گی، اور یہ بات اس کو سخت ناگوار ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں اپنی والدہ کے پاس جانے کے لئے اجازت لوں؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں، اجازت لو'' انھوں نے عرض کیا: میں والدہ کے ساتھ رہتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ''پھر بھی اجازت لو'' انھوں نے عرض کیا: میں اس کا خادم ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: ''تاہم اجازت لو، کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اپنی والدہ کو ننگا دیکھو؟'' انھوں نے جواب دیا: نہیں، آپؐ نے فرمایا: ''پس اجازت لو'' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ضرورت سے ستر کھولے ہوئے ہو، اور اس پر تمہاری نظر پڑ جائے (مشکوٰۃ حدیث ۴۶۷۴)

فائدہ: گھر میں صرف بیوی ہو تو استیذان واجب نہیں، البتہ مستحب یہ ہے کہ بدوں اطلاع داخل نہ ہو، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں کھنکار کر داخل ہوتے تھے، ان کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ آپؓ کا یہ معمول اس لئے تھا کہ وہ ہمیں ایسی حالت میں نہ دیکھیں جو ان کو پسند نہ ہو (ابن کثیر) اور یہ بھی ممکن ہے کہ پاس پڑوس کی کوئی عورت گھر میں آئی ہوئی ہو، اس لئے اجازت لے کر داخل ہونا ہی مناسب ہے۔

دوسری وجہ: کبھی انسان اپنے گھر میں تنہائی میں کوئی ایسا کام کر رہا ہوتا ہے کہ نہیں چاہتا کہ دوسرا اس سے واقف ہو، پس اگر کوئی شخص بے اجازت اندر گھس آئے گا تو اس کو سخت اذیت پہنچے گی، اور حکم استیذان کی علت ایذاء رسانی سے بچنا، اور حسن معاشرت کے آداب سکھانا ہے، حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے گھر میں جھانکا، آپؐ باریک سینگی سے سر مبارک کھجلا رہے تھے، آپؐ نے فرمایا: ''اگر میں جانتا کہ تو گھر میں دیکھ رہا ہے تو تیری آنکھ میں سینگی مارتا، اجازت حاصل کرنے کا حکم آنکھ ہی کی وجہ سے ہے!'' (بخاری حدیث ۶۲۴۱)

استیذان کے تعلق سے لوگ تین طرح کے ہیں:

اول: اجنبی شخص جس سے ملنا جلنا نہیں ہوتا، اس کا حکم یہ ہے کہ وہ صراحتاً اجازت لئے بغیر گھر میں داخل نہ

ہوئے، حضرت کلدۃ بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (ان کے اخیافی بھائی) صفوان بن امیہؓ نے ان کو دودھ، ہرنی کا بچہ اور چھوٹی ککڑیاں دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا، رسول اللہ ﷺ وادی مکہ کے بالائی حصہ میں قیام فرما تھے، کلدۃ کہتے ہیں: میں یہ چیزیں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گیا، میں نے نہ سلام کیا نہ حاضری کی اجازت چاہی، آپؐ نے فرمایا: ''واپس جاؤ اور کہو: السلام علیکم! أَأَدْخُلُ؟ تم پر سلامتی ہو، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ (مشکوٰۃ حدیث ۴۶۷۱) رسول اللہ ﷺ نے حضرت کلدۃ کو عملی طور پر استیذان کا طریقہ سکھلایا تاکہ یہ سبق ہمیشہ یاد رہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے دروازے پر جا کر اجازت طلب کی: سلام کیا، دروازہ کھٹکھٹایا، یا گھنٹی بجائی، مگر اندر سے کوئی جواب نہیں ملا تو دوبارہ اجازت طلب کرے، پھر جواب نہ ملے تو تیسری مرتبہ اجازت طلب کرے، اگر تیسری مرتبہ بھی جواب نہ ملے تو لوٹ جائے، مسلم شریف (۱۴: ۱۳۲ مصری) میں روایت ہے کہ ''اجازت تین مرتبہ طلب کی جائے، پس اگر تمہیں اجازت دی جائے تو فبہا، ورنہ واپس لوٹ جائے'' اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تین مرتبہ استیذان سے تقریباً یہ بات متعین ہوجاتی ہے کہ آواز سن لی گئی ہے، مگر صاحب خانہ یا تو ایسی حالت میں ہے کہ جواب نہیں دے سکتا مثلاً: نماز پڑھ رہا ہے، یا بیت الخلاء میں ہے، یا غسل کر رہا ہے، یا پھر اس کو اس وقت ملنا منظور نہیں، پس ایسی حالت میں جمے رہنا، اور مسلسل دستک دیتے رہنا مصلحت کے خلاف ہے، بلکہ باعث ایذاء ہے، جس سے بچنا واجب ہے (ماخوذ از معارف القرآن ۶: ۳۹۲)

دوم: ایسا غیر محرم جس کے ساتھ ملنا جلنا اور معاشرتی تعلقات ہیں، ایسے شخص کی اجازت طلبی پہلے شخص کی اجازت طلبی سے کم درجہ ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو نبی ﷺ کے خادم خاص تھے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: إِذْنُكَ عَلَيَّ: أَنْ يُرْفَعَ الحِجَابُ، وَأَنْ تَسْتَمِعَ سِوَادی حتى أَنْهَاكَ (مسلم ۱۴: ۱۵۰ مصری) ترجمہ: میرے پاس آنے کے لئے تمہارے لئے اجازت یہ ہے کہ پردہ اٹھا دیا گیا ہو، یعنی دروازہ کھلا ہوا ہو، اور یہ بات ہے کہ تم (مجھے بات کرتا ہوا) سنو (اور) میری ذات کو (دیکھو) یہاں تک کہ میں تم کو روک دوں، یعنی بیٹھک میں کوئی آیا ہوا ہو، اور دروازہ کھلا ہوا ہو، اور اس آنے والے سے رسول اللہ ﷺ گفتگو فرما رہے ہوں تو خادم خاص حضرت ابن مسعودؓ کو اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں، البتہ ان کو روک دیا جائے تو رک جانا ضروری ہے (السِّواد: بکسر السین: آواز، اور اس میں ''وجود'' کے معنی بھی ہیں)

سوم: بچے اور غلام جن سے پردہ واجب نہیں، اس لئے ان کے لئے استیذان کا حکم بھی نہیں، البتہ وہ اوقات جن میں عام طور پر کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں: اِن کو بھی اجازت لے کر اندر آنا چاہئے، اور یہ اوقات ملکوں اور قوموں کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اور آیتِ کریمہ میں جن تین اوقات کا ذکر ہے ان کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں بچے اور غلام گھر میں آیا کرتے ہیں، ان اوقات میں حصر نہیں، مثلاً آدھی رات میں آنا چاہیں تو

بھی اجازت ضروری ہے، مگراس وقت کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ اس وقت بچے اور غلام گھر میں نہیں آیا کرتے۔

مسئلہ: جس شخص کو کسی کے ذریعہ بلایا گیا ہے اگر وہ قاصد کے ساتھ آئے تو اس کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں، اس کی طرف قاصد بھیجنا ہی اجازت ہے، حدیث میں ہے: ''آدمی کا آدمی کی طرف قاصد بھیجنا اجازت ہے'' (مشکوٰۃ حدیث ۴٦٧٢) اور ایک روایت میں ہے: جو آدمی بلایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ آئے تو یہی اس کے لئے اندر آنے کی اجازت ہے (حوالہ بالا)

حدیث: نبی ﷺ جب کسی کے دروازے پر پہنچتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں بائیں کھڑے ہوتے تھے، اور فرماتے: السلام علیکم، السلام علیکم (مشکوٰۃ حدیث ۴٦٧٣) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے، پس اگر پردہ پڑا ہوا ہو، یا کواڑ بند ہوں تو سامنے کھڑا ہونا جائز ہے (رحمۃ اللہ ۵:۵۵۴-۵۵٧)

سلیقہ مندی (آدابِ اسلامی) کی باتیں:

ادب کے معنی ہیں: تہذیب وشائستگی، مَا يُحْمَدُ فِعْلُهُ، وَلَا يُذَمُّ تَرْكُهُ: جس کا کرنا پسندیدہ ہو، اور چھوڑنا برا نہ ہو۔

افرادِ انسانی میں حاجتوں کا پیش آنا، اور ان حاجتوں میں ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا: ایسے چند آداب کا متقاضی ہے جن کو لوگ باہم برتیں، اور زندگی کو خوشگوار بنائیں، ان آداب میں سے بیشتر ایسے امور ہیں جن کے اصول پر عرب وعجم کا اتفاق ہے، اگرچہ صورتوں اور شکلوں میں اختلاف ہے، ان آداب سے بحث کرنا، اور صالح وفاسد کے درمیان امتیاز کرنا نبی ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے، اس لئے یہ آداب حدیثوں میں آئے ہیں، جو ان ابواب میں مذکور ہیں۔

ابواب کا باہمی ارتباط:

امام ترمذی رحمہ اللہ جب احکام سے یعنی عبادت ومعاملات سے فارغ ہوئے، تو ایمان وعلم کی باتیں شروع کیں، اب آخر میں سلیقہ مندی کی باتیں پیش کرتے ہیں، تاکہ معاشرہ خوشگوار بنے، اور لوگوں کے آپس کے تعلقات بہتر ہوں، پھر ابواب الامثال آئیں گے یعنی معنویات کو محسوس بنا کر کس طرح پیش کیا جائے؟ پھر فضائل القرآن، ابواب القراءت اور ابواب التفسیر آئیں گے، اور آخر میں دعوات واذکار کا تذکرہ کرکے مناقب پر کتاب ختم کریں گے۔

بابُ ماجاءَ فِي إِفْشَاءِ السَّلَامِ

سلام کو رواج دینے کا بیان

سورۃ الزمر (آیت ٧٣) میں ارشادِ پاک ہے: ''جب متقی لوگ جنت پر پہنچیں گے تو محافظ فرشتے ان سے کہیں گے:

السلام علیکم: تم پر سلامتی ہو، تم مزے میں رہو، اور جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ!''

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور تم (کامل) مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو، اور کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم میں باہم محبت پیدا ہو؟ آپس میں سلام کو رواج دو''

تشریح: نبی ﷺ نے سلام کا فائدہ اور اس کی مشروعیت کی وجہ بیان کی ہے۔ سلام محبت پیدا کرتا ہے، اور محبت دخول جنت کا سبب ہے، اس لئے سلام مشروع کیا گیا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ دخولِ جنت کے لئے لازمی شرط ایمان ہے، اور کمالِ ایمان کے لئے مسلمانوں کے درمیان رشتۂ الفت ومحبت ضروری ہے، کیونکہ یہ وصف اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، اور اس کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ سلام کو پھیلانا ہے، پس اس کو رواج دینا چاہئے، جب لوگ خلوص سے ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور ان کو خوش آمدید کہیں گے، جس طرح فرشتے جنتیوں کو خوش آمدید کہیں گے تو باہم الفت ومحبت پیدا ہوگی، اور وہ جنت میں لے جائے گی (رحمۃ اللہ ۵:۵۴۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أبوابُ الِاسْتِيْذَانِ وَالآدَابِ

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[١-] باب مَاجَاءَ فِيْ إِفْشَاءِ السَّلَامِ

[٢٦٨٩-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ! لاتَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوْا، وَلاَ تُؤْمِنُوْا حَتَّى تَحَابُّوْا؛ أَلاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَمْرٍ إِذَا أَنْتُمْ فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ ''

وفى الباب: عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَلَامٍ، وَشُرَيْحِ بنِ هَانِئٍ، عَنْ أَبِيْهِ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، وَالْبَرَاءِ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ما ذُكِرَ فِيْ فَضْلِ السَّلَامِ

سلام کی فضیلت (اجر وثواب)

حدیث: ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: السلام علیکم: (آپؐ نے اس کے

سلام کا جواب دیا، پھر وہ مجلس میں بیٹھ گیا) آپؐ نے فرمایا: ''دس'' (یعنی اس شخص کے لئے اس کے سلام کی وجہ سے دس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک اور آدمی آیا، اس نے کہا: السلام علیکم ورحمة الله: (آپؐ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا، پھر وہ آدمی بیٹھ گیا) آپؐ نے فرمایا: ''بیس'' (یعنی اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک اور آدمی آیا، اس نے کہا: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته: (آپؐ نے اس کے سلام کا بھی جواب دیا، اور وہ بھی مجلس میں بیٹھ گیا) آپؐ نے فرمایا: ''تیس'' یعنی اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئیں۔

تشریح: اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ کا کریمانہ قانون: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ ہے، یعنی نیکی کا اجر دس گنا ملتا ہے، اس لئے پہلے شخص نے چونکہ صرف السلام علیکم کہا تھا، اس لئے اس کے لئے دس نیکیاں ثابت ہوئیں، اور دوسرے نے ورحمة الله بڑھایا اس لئے اس کے لئے بیس نیکیاں ثابت ہوئیں۔ اور تیسرے نے وبرکاته بھی بڑھایا، اس لئے اس کے لئے تیس نیکیاں لکھی گئیں......اسی طرح جواب دینے والے کا بھی اجر وثواب بڑھتا ہے۔

وبرکاته پر اضافہ مشروع ہے یا نہیں؟

اور اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں کہ وبرکاته پر اضافہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ موطا مالک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: انتهَى السلام إلى البركة: سلام ''برکت'' پر پورا ہوگیا۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، اس نے کہا: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته ومغفرته: تو ابن عمرؓ نے فرمایا: حَسبُك وبركاته: یعنی صرف وبرکاتہ تک اضافہ کرنا چاہئے، یہی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

اور چند دوسری روایات سے اضافہ کا جواز ثابت ہوتا ہے، موطا مالک میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے سلام کے جواب میں والغاديات والرّائحات بڑھایا، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی الأدب المفرد میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سلام کے جواب میں اضافہ کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم: ابن عمرؓ نے جواب دیا: السلام علیکم ورحمة الله: پھر وہ شخص دوسری مرتبہ آیا، اور اس نے سلام میں وبرکاته کا اضافہ کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں: وَطِيْبُ صلاتِه کا اضافہ کیا، اور ارشادِ پاک ہے: ﴿فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا﴾ یعنی جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم اس سے اچھے الفاظ میں جواب دو، یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو (النساء آیت ۸٦) اس آیت سے وبرکاته پر اضافہ کا جواز ثابت ہوتا ہے، اور ابوداؤد میں ایک ضعیف حدیث ہے کہ سلام کرنے والے نے ومغفرته بڑھایا تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''چالیس'' پھر فرمایا: وهكذا تكونُ الفضائلُ: اسی طرح ثواب بڑھتا رہتا ہے، اور ابن السُّنّی نے ورضوانه کے اضافہ کی بھی روایت ذکر کی ہے، پس فیصلہ کن بات یہ ہے کہ عام طور پر

وبرکاته تک ہی اضافہ کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی اور اضافہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

[۲-] بابُ ما ذُكِرَ فِيْ فَضْلِ السَّلاَمِ

[۲۶۹۰-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَالْحُسَيْنُ بنُ مُحمدٍ الجُرَيْرِيُّ الْبَلْخِيُّ، قَالاَ: نَا مُحمدُ بنُ كَثِيْرٍ، عَنْ جعْفَرِ بنِ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيِّ، عَنْ عَوْفٍ، عَنْ أَبِيْ رَجَاءٍ، عَنْ عِمْرَانَ بن حُصَيْنٍ: أَنَّ رَجُلاً جَاءَ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:"عَشْرٌ"، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فَقَالَ : السَّلاَمُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم" عِشْرُوْنَ"، ثُمَّ جَاءَ آخَرُ، فقَالَ: السَّلاَمُ عَلَيْكُم وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:" ثَلاَثُوْنَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، مِنْ حَدِيْثِ عِمْرَانَ بنِ حُصَيْنٍ، وَفِي الباب: عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، وَعَلِيٍّ، وَسَهْلِ بنِ حُنَيْفٍ.

بابُ ماجاء في أَنَّ الِاسْتِئْذَانَ ثَلَاثٌ

اجازت تین مرتبہ طلب کی جائے

اسلامی طریقہ یہ ہے کہ جب کسی سے ملاقات کے لئے جائے تو پہلے سلام کرے اور اجازت مانگے، اگر کوئی جواب نہ ملے تو کچھ وقفہ کے بعد دوسری مرتبہ سلام کرے، اور اجازت طلب کرے، پھر بھی جواب نہ ملے تو کچھ وقفہ کے بعد تیسری مرتبہ یہ عمل کرے، پھر اگر تیسری مرتبہ میں بھی جواب نہ ملے تو واپس لوٹ جائے، اور یہ سمجھے کہ صاحبِ خانہ کسی ضروری کام میں مشغول ہے، یا کسی وجہ سے اس وقت ملنے کے موڈ میں نہیں، اس لئے لوٹ جائے، مزید پریشان نہ کرے۔

حدیث: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی، انھوں نے کہا: السلام علیکم! أَأَدْخُلُ ؟ اللہ آپ کو سلامت رکھے! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے (دل میں) کہا: ''ایک مرتبہ'' یعنی یہ ایک مرتبہ اجازت طلب کی، مگر کسی وجہ سے اجازت نہیں دی، آپؓ کسی کام میں مشغول ہونگے، حضرت ابوموسیٰ اشعری تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر کہا: السلام علیکم! أَأَدْخُلُ ؟ حضرت عمرؓ نے (دل میں) کہا: ''دو مرتبہ'' پھر حضرت ابوموسیٰ تھوڑی دیر اور خاموش رہے، پھر کہا: السلام علیکم! أَأَدْخُلُ ؟ حضرت عمرؓ نے کہا: ''تین مرتبہ'' پھر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ لوٹ گئے (جب حضرت عمرؓ کام سے فارغ ہوئے) تو دربان سے پوچھا: ابوموسیٰؓ نے کیا کیا؟ یعنی تیسری مرتبہ کے بعد آواز نہیں آئی، کیا بات ہوئی؟ دربان نے کہا: وہ لوٹ گئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ان کو بلا کر لاؤ، جب ابوموسیٰؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو

حضرت عمرؓ نے پوچھا: آپ نے یہ کیا کیا؟ یعنی تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کے بعد آپ لوٹ کیوں گئے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: میں نے سنت پر عمل کیا یا فرمایا: یہی سنت ہے (السنة پر دو اعراب پڑھ سکتے ہیں، مرفوع اور منصوب) حضرت عمرؓ نے فرمایا: السنةُ؟ کیا یہ اسلامی طریقہ ہے؟ یعنی تین مرتبہ اجازت طلب کرنے پر اجازت نہ ملے تو لوٹ جانا چاہئے، یہ شرعی مسئلہ ہے؟ آپ اس بات کی کوئی واضح دلیل لائیں، ورنہ میں آپ کو سزا دونگا! حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس ابوموسیٰؓ ہمارے پاس آئے، ہم چند انصاری بیٹھے ہوئے تھے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کہا: او جماعتِ انصار! کیا تم نبی ﷺ کی حدیثوں کو دوسروں سے زیادہ جاننے والے نہیں ہو؟ کیا نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اجازت تین مرتبہ طلب کی جائے، پس اگر اجازت دی جائے تو فبہا، ورنہ لوٹ جائے؟ پس لوگ ابوموسیٰ اشعریؓ پر ہنسنے لگے (اور مسلم کی روایت میں ہے کہ ابوسعید خدریؓ نے کہا: تمہارا ایک مسلمان بھائی تمہارے پاس گھبرایا ہوا آیا ہے اور تم ہنس رہے ہو؟ اور امام نوویؒ کہتے ہیں: لوگ اس بات پر ہنسے تھے کہ حضرت عمرؓ کو یہ موٹا سا مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا) حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں: پھر میں نے اپنا سر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اٹھایا اور کہا: ما أَصَابَكَ في هذا مِنَ الْعُقُوْبَةِ فَأَنَا شَرِيْكُكَ: آپ کو اس معاملہ میں جو سزا ملے گی، اس میں میں آپ کا ساجھی ہوں، کیونکہ میں بھی یہ مسئلہ جانتا ہوں، اور حضرت عمرؓ سے جا کر بیان کروں گا۔ راوی کہتا ہے: پس ابوسعید خدریؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے، اور ان کو یہ بات بتائی حضرت عمرؓ نے کہا: مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی!

تشریح: یہاں ایک اشکال اور ایک سوال ہے:

اشکال: آگے حدیث آ رہی ہے: حضرت عمرؓ نے فرمایا: اِسْتَأْذَنْتُ علی رسول اللهِ صلی الله علیه وسلم ثَلَاثًا، فَأَذِنَ لِيْ: میں نے نبی ﷺ سے تین مرتبہ اجازت طلب کی، تو آپؐ نے مجھے اجازت دیدی، اس سے معلوم ہوا کہ اجازت تین ہی مرتبہ طلب کرنی چاہئے، پھر جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر اعتراض کیوں کیا؟ اور ان سے واضح دلیل کیوں طلب کی؟

جواب: دو باتیں الگ الگ ہیں: ایک: حضرت عمرؓ نے تین مرتبہ اجازت طلب کی تو ان کو اجازت مل گئی، دوسری بات: تیسری مرتبہ میں بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جانا چاہئے...... ان میں سے پہلی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے، مگر دوسری بات ان کے علم میں نہیں تھی۔ یہ بات حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ان سے بیان کی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے اس کی تصدیق طلب کی تھی (اشکال کا یہ جواب امام ترمذی رحمہ اللہ نے باب کے آخر میں دیا ہے، مگر اشکال و جواب کو ملا دیا ہے اس لئے عبارت پیچیدہ ہوگئی ہے)

سوال: حضرت عمرؓ کے انکار سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خبر واحد معتبر نہیں، چنانچہ انھوں نے واضح دلیل مانگی کہ کوئی دوسرا شخص لاؤ جس نے یہ بات نبی ﷺ سے سنی ہو، حالانکہ اخبار آحاد شریعت میں معتبر ہیں۔

جواب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، حضرت عمرؓ نے متعدد واقعات میں خبر واحد قبول کی ہے، جیسے شوہر کی دیت میں سے بیوی کو میراث دینے کا مسئلہ، اور مجوس سے جزیہ لینے کا مسئلہ، ان مسائل میں حضرت عمرؓ نے خبر واحد پر عمل کیا ہے، بلکہ اس واقعہ کا تعلق ''دین کے معاملہ میں احتیاط برتنے'' سے ہے، اگر کسی مسئلہ میں کسی وجہ سے تذبذب ہو تو دلائل کا تتبع کرنا چاہئے، مختلف کتابوں میں وہ مسئلہ دیکھنا چاہئے، جب چند کتابوں میں وہ مسئلہ مل جائے تو دل کو اطمینان نصیب ہوگا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اطمینان قلبی کے لئے احیائے موتی کے مشاہدہ کی درخواست کی تھی، چنانچہ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے تائیدی بیان دیا تو حضرت عمرؓ نے تاسف سے کہا: میں بازار میں خرید وفروخت کرتا رہا اس لئے ان مسائل سے ناواقف رہا!

[٣-] بابُ ماجاء فی أَنَّ الِاسْتِئْذَانَ ثَلَاثٌ

[٢٦٩١-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيْعٍ، نا عَبْدُ الأَعْلَى بنُ عَبْدِ الأَعْلَى، عَنِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِى نَضْرَةَ، عَنْ أَبِى سَعِيْدٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ أَبُوْ مُوْسَى عَلَى عُمَرَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ! أَأَدْخُلُ؟ فَقَالَ عُمَرُ: وَاحِدَةٌ، ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ! أَأَدْخُلُ؟ فَقَالَ عُمَرُ: ثِنْتَانِ، ثُمَّ سَكَتَ سَاعَةً، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ! أَأَدْخُلُ؟ فَقَالَ عُمَرُ: ثَلَاثٌ، ثُمَّ رَجَعَ، فَقَالَ عُمَرُ لِلْبَوَّابِ: مَا صَنَعَ؟ قَالَ: رَجَعَ، قَالَ: عَلَيَّ بِهِ، فَلَمَّا جَاءَ هُ، قَالَ: مَا هٰذَا الَّذِىْ صَنَعْتَ؟ قَالَ: السُّنَّةُ، قَالَ: آلسُّنَّةُ؟ وَاللّٰهِ! لَتَأْتِيَنِّىْ عَلَى هٰذَا بِبُرْهَانٍ وَبَيِّنَةٍ، أَوْ لَأَفْعَلَنَّ بِكَ! قَالَ: فَأَتَانَا، وَنَحْنُ رُفْقَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: يَامَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَسْتُمْ أَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِيْثِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ أَلَمْ يَقُلْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " الِاسْتِئْذَانُ ثَلَاثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ، وَإِلَّا فَارْجِعْ؟'' فَجَعَلَ الْقَوْمُ يُمَازِحُوْنَهُ، قَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِى إِلَيْهِ، فَقُلْتُ: مَا أَصَابَكَ فِىْ هٰذَا مِنَ الْعُقُوْبَةِ فَأَنَا شَرِيْكُكَ، قَالَ: فَأَتَى عُمَرَ، فَأَخْبَرَهُ بِذٰلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: مَا كُنْتُ عَلِمْتُ بِهٰذَا.

وفى الباب: عَنْ عَلِيٍّ، وَأُمِّ طَارِقٍ مَوْلَاةِ سَعْدٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَالْجُرَيْرِيُّ: اسْمُهُ سَعِيْدُ بنُ إِيَّاسٍ، يُكْنَى أَبَا مَسْعُوْدٍ، وَقَدْ رَوَى هٰذَا غَيْرُهُ أَيْضًا عَنْ أَبِى نَضْرَةَ، وَأَبُوْ نَضْرَةَ الْعَبْدِيُّ: اسْمُهُ الْمُنْذِرُ بنُ مَالِكِ بنِ قُطَعَةَ.

[٢٦٩٢-] حدثنا محمودُ بنُ غَيْلَانَ، نا عُمَرُ بنُ يُوْنُسَ، عَنْ عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ، ثَنِىْ أَبُوْ زُمَيْلٍ، ثَنِى ابنُ عَبَّاسٍ، ثَنِىْ عُمَرُ بنُ الْخَطَّابِ قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ثَلَاثًا فَأَذِنَ لِىْ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ زُمَيْلٍ: اسْمُهُ سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، وَإِنَّمَا أَنْكَرَ عُمَرُ، عِنْدَنَا، عَلَى أَبِى

مُوْسَى حِيْنَ رَوَى أَنَّهُ قَالَ: " الاِسْتِئْذَانُ ثَلاَثٌ، فَإِنْ أُذِنَ لَكَ، وَإِلَّا فَارْجِعْ" وَقَدْ كَانَ عُمَرُ اسْتَأْذَنَ عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم ثَلاَثًا، فَأَذِنَ لَهُ، وَلَمْ يَكُنْ عَلِمَ هٰذَا الَّذِيْ رَوَاهُ أَبُوْ مُوْسَى عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ:" فَإِنْ أُذِنَ لَكَ، وَإِلَّا فَارْجِعْ"

وضاحت: جُریری کا نام سعید بن ایاس اور کنیت ابومسعود ہے۔ یہ راوی جریر بن عباد کی اولاد میں سے تھا، اس لئے جریری نسبت ہے۔

ترجمہ: اور حضرت عمرؓ نے ہمارے نزدیک انکار اسی وجہ سے کیا، ابوموسیٰ اشعریؓ پر، جب انھوں نے یہ حدیث روایت کی کہ الاستئذان ثلاثٌ، فإِنْ أُذِنَ لَك، وَإِلَّا فَارْجِعْ: حالانکہ خود حضرت عمرؓ نے نبی ﷺ سے تین مرتبہ اجازت طلب کی تھی، پس ان کو اجازت دی گئی تھی، مگر وہ اس روایت کو نہیں جانتے تھے جو ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیان کی کہ اگر تیسری مرتبہ میں بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جائے۔

بابٌ: كَيْفَ رَدُّ السَّلاَمِ؟

سلام کا جواب کس طرح دینا چاہئے

قرآنِ کریم میں ہے کہ جس طرح سلام کیا جائے: اس سے بہتر طریقہ پر یا اسی طرح جواب دیا جائے (النساء ۸۶) پس السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام کہا جائے، تو یہ ویسا ہی جواب ہوا، اور اگر صرف وعلیکم یا وعلیك (واؤ کے ساتھ) کہا جائے تو یہ بھی کافی ہے، یہ بھی ویسا ہی جواب دینا ہوا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص مسجد میں آیا، نبی ﷺ مسجد کے کونے میں تشریف فرما تھے، اس نے نماز پڑھی، پھر آیا، اور آپؐ کو سلام کیا، آپؐ نے فرمایا: وعلیك! ارْجِعْ فَصَلِّ فإنك لم تُصَلِّ!: اور تجھ پر بھی سلامتی ہو، واپس جا اور نماز دوبارہ پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی، یعنی تیری نماز نہیں ہوئی (یہ لمبی حدیث ہے اور پہلے تحفہ ۲: ۹۸ باب ۱۱۳ میں گذر چکی ہے)

[٤-] بابٌ: كَيْفَ رَدُّ السَّلاَمِ؟

[٢٦٩٣-] حدثنا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم جَالِسٌ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ،فَصلَّى، ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" وَعَلَيْكَ، ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ" فَذَكَرَ الحديثَ بِطُوْلِهِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَرَوَى يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ هٰذَا الحديثَ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، فَقَالَ: عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَحَدِيْثُ يَحْيَى بنِ سَعِيْدٍ أَصَحُّ.

بابٌ فی تَبْلِيْغِ السَّلَامِ

کسی سے سلام کہلوانا

جس طرح سلام کرنا مسنون ہے: سلام کہلوانا بھی مسنون ہے، اور جس طرح سلام کا جواب دینا ضروری ہے: آئے ہوئے سلام کا جواب دینا بھی ضروری ہے اور جواب میں سلام لانے والے کو بھی شریک کرنا چاہئے، کہنا چاہئے: علیك وعلیه السلام۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو سلام کہتے ہیں، حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: ان پر سلامتی ہو، اور اللہ کی مہربانی اور اللہ کی برکت!

تشریح: لوگوں میں ایک غلط طریقہ یہ رائج ہے کہ اگر ان سے کہا جائے: فلاں سے سلام کہنا تو پہلے وہی جواب دیدیتا ہے، پھر جس کو سلام کہلوایا ہے اس کو سلام پہنچاتا ہے، یہ غلط طریقہ ہے، جس کے ذریعہ سلام بھیجا جارہا ہے، اس کے ذمہ جواب نہیں، اس کے ذمہ صرف سلام پہنچانا ہے۔ پھر جب وہ سلام پہنچائے تو جس کو سلام پہنچایا ہے وہ جواب دے گا، اور وہ جواب میں سلام پہنچانے والے کو بھی شامل کرے گا۔

[۵-] بابٌ فی تَبْلِيْغِ السَّلَامِ

[۲۶۹٤-] حدثنا عَلِيُّ بنُ الْمُنْذِرِ الْكُوْفِيُّ، نَا مُحمدُ بنُ فُضَيْلٍ، عَنْ زَكَرِيَّا بنِ أَبِيْ زَائِدَةَ، عَنْ عَامِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ سَلَمَةَ: أَنَّ عَائشةَ حَدَّثَتْهُ: أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ لَهَا: "إِنَّ جِبْرَئِيْلَ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ" قَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ!

وفی الباب: عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ نُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ أَيْضًا عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ.

بابٌ فی فَضْلِ الَّذِیْ يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

سلام میں پہل کرنے کی فضیلت

سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب ہے، مگر یہ وہ سنت ہے جس کا ثواب واجب سے زیادہ ہے، کیونکہ

ایک تو اس کو سلام کرنے کا ثواب ملتا ہے، دوسرا الدالُّ علی الخیر کفاعله کے ضابطے سے جواب دینے کا ثواب بھی اس کو ملتا ہے، اس لئے اس کا ثواب دوگنا ہوجاتا ہے۔

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: دو شخص ایک دوسرے سے ملیں تو ان میں سے سلام کی ابتداء کون کرے؟ آپؐ نے فرمایا: أَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ: پہل وہ کرے جو دونوں میں اللہ سے زیادہ قریب ہے، یعنی جو بندہ نیک ہوتا ہے وہ سلام میں پہل کرتا ہے، پس یہ سلام میں پہل کرنے کی فضیلت ہوئی۔ اس کی پہل اس کے نیک بندہ ہونے کی دلیل ہے، پس زہے نصیب!

[٦-] بابٌ فی فَضْلِ الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ

[٢٦٩٥-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نا قُرَّانُ بنُ تَمَّامٍ الأَسَدِيُّ، عَنْ أَبِیْ فَرْوَةَ الرَّهَاوِيِّ: یَزِیْدَ بنِ سِنَانٍ، عَنْ سُلَیْمِ بنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ قَالَ: قِیْلَ: یارسولَ اللّٰهِ! الرَّجُلَانِ یَلْتَقِیَانِ: أَیُّهُمَا یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ؟ فَقَالَ: "أَوْلَاهُمَا بِاللّٰهِ"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ، قَالَ مُحمدٌ: أَبُوْ فَرْوَةَ الرَّهَاوِيُّ مُقَارِبُ الْحَدِیْثِ، إِلَّا أَنَّ ابْنَهُ مُحمدَ بنَ یَزِیْدَ رَوَی عَنْهُ مَنَاکِیْرَ.

وضاحت: اس حدیث کا راوی ابوفروہ رہاوی مقارب الحدیث ہے، یعنی وہ اپنی حدیثوں کو صحیح حدیثوں سے قریب کرنے والا ہے، یہ ادنی درجہ کی توثیق ہے، البتہ اس کا لڑکا محمد: اپنے ابا سے نہایت ضعیف حدیثیں روایت کرتا ہے، مگر یہاں سند میں اس کا ذکر نہیں۔

بابُ ماجاء فی کَرَاهِیَةِ إِشَارَةِ الْیَدِ فِی السَّلَامِ

ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کی ممانعت

سلام میں کلماتِ سلام کا تلفظ ضروری ہے، اسی طرح جواب میں بھی کلماتِ جواب کا تلفظ ضروری ہے، نیز سلام سنانا بھی ضروری ہے، اور جواب سنانا بھی ضروری ہے۔ پس اگر کوئی صرف اشارے سے سلام کرے، اور کلماتِ سلام منہ سے نہ بولے، تو یہ سلام نہیں، اسی طرح جواب میں صرف ہاتھ سے اشارہ کردینا اور منہ سے کلمات جواب ادا نہ کرنا کافی نہیں، اس سے واجب ادا نہ ہوگا، ہاں اگر وہ شخص دور ہو جس کو سلام کرنا ہے یا جواب دینا ہے، پس کلمات سلام وجواب کے تلفظ کے ساتھ اشارہ بھی کیا تو یہ درست ہے۔

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَیْرِنَا: ہم میں سے نہیں وہ شخص جو ہمارے علاوہ کے ساتھ

مشابہت اختیار کرتا ہے۔ لَاتَشَبَّھُوْا بالیھود ولابالنصاری: نہ یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کرو نہ نصاری کے ساتھ، فإنَّ تسلیم الیَھُوْدِ الإشَارَۃُ بالأَصَابع: پس یہود کے سلام کا طریقہ انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے، وتسلیمَ النصاری الإشَارَۃُ بِالأَکُفِّ: اور عیسائیوں کے سلام کا طریقہ ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے (پس ان کا طریقہ اختیار مت کرو، بلکہ اسلامی طریقہ پر سلام کرو، اور وہ زبان سے سلام کرنا اور جواب دینا ہے، پس بے ضرورت اس کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ نہ ملایا جائے (یہ حدیث ابن لہیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے)

[۷-] بابُ ماجاء فی کَرَاھِیَۃِ إِشَارَۃِ الْیَدِ فِی السَّلاَمِ

[۲۶۹۶-] حدثنا قُتَیْبَۃُ، نَا ابنُ لَھِیْعَۃَ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَیْبٍ، عَنْ أَبِیْہِ، عَنْ جَدِّہِ، أَنَّ رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: " لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّہَ بِغَیْرِنَا، لاتَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ وَلاَ بِالنَّصَارَی، فَإِنَّ تَسْلِیْمَ الْیَھُوْدِ الإِشَارَۃُ بِالأَصَابِعِ، وَتَسْلِیْمَ النَّصَارَی الإِشَارَۃُ بِالأَکُفِّ"

ھٰذَا حدیثٌ إِسْنَادُہُ ضَعِیْفٌ، وَرَوَی ابنُ الْمُبَارَکِ ھٰذَا الحدیثَ عَنْ ابنِ لَھِیْعَۃَ فَلَمْ یَرْفَعْہُ.

بابُ ماجاء فی التَّسْلِیْمِ عَلَی الصِّبْیَانِ

بچوں کو سلام کرنے کا بیان

بچے مستقبل کی امت ہیں، کل ہم نہیں رہیں گے اور وہ ہماری جگہ لیں گے، اس لئے بچوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دینی چاہئے، پس جس طرح بچوں کو تمرین کے لئے نماز پڑھوائی جاتی ہے، اور روزہ رکھوایا جاتا ہے، اسی طرح ان کو سلام بھی کیا جائے، تاکہ وہ سلام کرنا اور جواب دینا سیکھیں، علاوہ ازیں بڑوں کا چھوٹوں کو سلام کرنا تواضع کی دلیل ہے۔

حدیث: سیّار ابوالحکم عَنَزِی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں ثابت بنانی کے ساتھ چل رہا تھا، وہ چند بچوں کے پاس سے گذرے، پس ان کو سلام کیا، اور کہا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا، وہ چند بچوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا، اور کہا: میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا، آپ چند بچوں کے پاس سے گذرے تو ان کو سلام کیا۔

تشریح: یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ انصار کی زیارت کے لئے جاتے تھے، پس ان کے بچوں کو سلام کرتے تھے، اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے، اور ان کے لئے دعا کرتے تھے، پس سمجھ دار بچوں کو سلام کرنا چاہئے اور ان کے سلام کا جواب بھی دینا چاہئے۔

[۸-] بابُ ماجاء فی التَّسْلِیْمِ عَلَی الصِّبْیَانِ

[۲۶۹۷-] حدثنا أَبُوْ الْخَطَّابِ زِیَادُ بنُ یَحْیَی الْبَصْرِیُّ، نا أَبُوْ عَتَّابٍ سَهْلُ بنُ حَمَّادٍ، ثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَیَّارٍ، قَالَ: کُنْتُ أَمْشِیْ مَعَ ثَابِتٍ الْبُنَانِیِّ، فَمَرَّ عَلَی صِبْیَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ، فَقَالَ ثَابِتٌ: کُنْتُ مَعَ أَنَسٍ، فَمَرَّ عَلَی صِبْیَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ، وَقَالَ أَنَسٌ: کُنْتُ مَعَ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، فَمَرَّ عَلَی صِبْیَانٍ، فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ.

هٰذَا حدیثٌ صحیحٌ، وَرَوَاهُ غَیْرُ وَاحِدٍ عَنْ ثَابِتٍ، وَرُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ.

حدثنا قُتَیْبَةُ، نَا جَعْفَرُ بنُ سُلَیْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم نَحْوَهُ.

بابُ ماجاء فی التَّسْلِیْمِ عَلَی النِّسَاءِ

عورتوں کوسلام کرنے کا بیان

جس طرح مردوں کے لئے ضروری ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کوسلام کریں، اورسلام کوخوب رواج دیں، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی یہ بات ضروری ہے، ان کوبھی چاہئے کہ آپس میں ایک دوسرے کوخوب سلام کریں، رہا مردوں کا عورتوں کو، اور عورتوں کا مردوں کوسلام کرنا تو یہ دوصورتوں میں جائز ہے:

ایک: مردوزن محرم ہوں یا میاں بیوی ہوں، یا عورت بہت بوڑھی ہو، یا چھوٹی بچی ہوتو ایک دوسرے کوسلام کرنا جائز ہے۔

دوم: عورت اجنبی ہو، مگر اس کوسلام کرنے میں، یا اس کے سلام کرنے میں کوئی تہمت کا اندیشہ نہ ہو، مثلاً: عورتوں کا مجمع ہواوران کوکوئی مردسلام کرے، یامحرم کی موجودگی میں اجنبی عورت کوسلام کرے، یا کوئی عورت مردوں کے مجمع کوسلام کرے تو یہ جائز ہے، کیونکہ ان صورتوں میں فساد کا کوئی اندیشہ نہیں۔

بخاری شریف میں حدیث ہے: صحابہ اس بڑھیا کوسلام کیا کرتے تھے جو ہر جمعہ کوان کی دعوت کیا کرتی تھی، نیز ابھی حدیث گذری ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کے ذریعے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کوسلام کہلوایا ہے، اس لئے امام نوویؒ لکھتے ہیں: ''اگر عورتوں کی جماعت ہوتو مرد ان کوسلام کرسکتا ہے، اوراگر عورت ایک ہوتو اس کوعورتیں، اس کا شوہر، اس کا آقا اوراس کا محرم سلام کرسکتا ہے، خواہ عورت خوبصورت ہو یا نہ ہو، رہا اجنبی شخص تو اگر عورت ایسی بڑھیا ہو جو چاہی نہ جاتی ہوتو اس کوسلام کرنا مستحب ہے، اوروہ بھی مرد کوسلام کرسکتی ہے، اور جو بھی ایک دوسرے کوسلام کرے اس کا جواب دینا ضروری ہے، اوراگر عورت جوان ہو، یا ایسی بوڑھی ہو جسے چاہا

جاتا ہوتو اس کو اجنبی شخص سلام نہیں کرے گا، اور نہ وہ اجنبی شخص کو سلام کرے گی، اور ان میں سے جو بھی ایک دوسرے کو سلام کرے وہ جواب کا مستحق نہیں، بلکہ اس کو جواب دینا مکروہ ہے'' (نووی شرح مسلم شریف)

حدیث: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: نبی ﷺ ایک دن مسجد میں سے گذرے، اور عورتوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، آپؐ نے اپنے ہاتھ سے سلام کا اشارہ کیا، یعنی زبان سے بھی سلام کیا اور ہاتھ سے بھی اشارہ کیا، اور حدیث کے راوی عبدالحمید نے ہاتھ سے اشارہ کر کے طلبہ کو سمجھایا۔

سند کا حال: یہ حدیث حسن ہے، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبدالحمید کی شہر بن حوشب سے روایتیں ٹھیک ہوتی ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شہر بن حوشب کی حدیثیں اچھی ہوتی ہیں، اور امام بخاریؒ نے شہر بن حوشب کے معاملہ کو قوی کیا، یعنی ان کی توثیق کی، اور امام بخاریؒ نے فرمایا: شہر بن حوشب پر صرف عبداللہ بن عون ابو عون بصری نے کلام کیا ہے، یعنی جرح کی ہے۔ پھر وہ ہلال بن ابی زینب سے روایت کرتے ہیں جب کہ بقول امام احمدؒ یہ راوی متروک ہے، یعنی ابن عون بارش سے بھاگے اور پرنالے کے نیچے کھڑے ہو گئے! ابن عون نے شہر بن حوشب کے بارے میں فرمایا ہے: إِنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ: یعنی لوگوں نے شہر بن حوشب پر طعن کیا ہے، نیزک: فارسی لفظ ہے، اس کے معنی ہیں: چھوٹا نیزہ، اس کو عربی بنا کر تصریف کی ہے۔ غرض صحیح لفظ یہی ہے، اور جس نے تَرَکوہ پڑھا ہے وہ تصحیف ہے، کیونکہ اس صورت میں تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی، ابن عونؒ کا یہ قول امام مسلمؒ نے بھی اپنی صحیح کے مقدمہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

[۹-] بابُ ماجاء فی التَّسْلِيْمِ عَلَى النِّسَاءِ

[۲۶۹۸-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا عَبْدُ الْحَمِيْدِ بنُ بَهْرَامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ شَهْرَ بنَ حَوْشَبٍ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَسْمَاءَ بِنْتَ يَزِيْدَ، تُحَدِّثُ أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّ فِي الْمَسْجِدِ يَوْمًا، وَعُصْبَةٌ مِنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ، فَأَلْوَى بِيَدِهِ بِالتَّسْلِيْمِ، وَأَشَارَ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بِيَدِهِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، قَالَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ: لَابَأْسَ بِحَدِيْثِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بنِ بَهْرَامٍ، عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ، وَقَالَ مُحمدٌ: شَهْرٌ حَسَنُ الحَدِيْثِ، وَقَوَّى أَمْرَهُ، وَقَالَ: إِنَّمَا تَكَلَّمَ فِيْهِ ابنُ عَوْنٍ، ثُمَّ رَوَى عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِى زَيْنَبَ، عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشَبٍ.

حدثنا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا النَّضْرُ بنُ شُمَيْلٍ، عَنْ ابنِ عَوْنٍ، قَالَ: إِنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ، قَالَ أَبُوْ دَاوُدَ: قَالَ النَّضْرُ: نَزَكُوْهُ أَىْ طَعَنُوْا فِيْهِ.

بابُ ماجاء فی التَّسْلِیْمِ إِذَا دَخَلَ بَیْتَهُ

جب اپنے گھر میں داخل ہوتو سلام کرے

اگر گھر میں کوئی ہے تو اس کو سلام کرے، اور اگر گھر خالی ہے تو کہے: **السلامُ علی عباد اللہِ الصالحین:** اللہ کے نیک بندوں پر سلام! میرے استاذ شیخ محمود مصری قدس سرہ جب نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں آتے تھے تو دروازہ کھول کر اس طرح سلام کرتے تھے، پھر کمرے میں داخل ہوتے تھے، وہ اپنے کمرے میں اکیلے رہتے تھے، ان کے کمرے میں اور کوئی نہیں ہوتا تھا۔ غرض کمرے میں جو ملائکہ اور جنات ہونگے ان کو یہ سلام پہنچے گا، اور وہ خوش ہونگے۔

اور گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے کا ذکر سورۃ النور (آیت ۶۱) میں ہے: ﴿**فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلَی أَنْفُسِکُمْ تَحِیَّةً مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَکَةً طَیِّبَةً**﴾: جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوؤ تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو دعا کے طور پر اللہ کی طرف سے مقرر ہے، اور برکت والی عمدہ چیز ہے، پس آئندہ حدیث کے ضعف سے مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ یہ مسئلہ قرآن کریم میں ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھ سے نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پیارے بچے! جب تو اپنے گھر والوں کے پاس جائے تو سلام کر، یہ سلام تیرے لئے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے (اس حدیث کی سند میں علی بن زید بن جُدعان ہے جو ضعیف راوی ہے، مگر امام ترمذیؒ اس راوی سے خوش ہیں، اس لئے حدیث کی نہ صرف تحسین کی، بلکہ تصحیح بھی کر ڈالی)

[۱۰-] بابُ ماجاء فی التَّسْلِیْمِ إِذَا دَخَلَ بَیْتَهُ

[۲۶۹۹-] حدثنا أَبُوْحَاتِمٍ الأَنْصَارِیُّ الْبَصْرِیُّ: مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ، نَا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الأَنْصَارِیُّ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ عَلِیِّ بنِ زَیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: قَالَ لِیْ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: " یَابُنَیَّ! إِذَا دَخَلْتَ عَلَی أَهْلِكَ فَسَلِّمْ، تَکُوْنُ بَرَکَةً عَلَیْكَ وَعَلَی أَهْلِ بَیْتِكَ " هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ.

بابُ السَّلاَمِ قَبْلَ الْکَلاَمِ

گفتگو سے پہلے سلام

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: **السلامُ قَبْلَ الْکَلاَمِ:** بات چیت سے پہلے سلام ہے، اور اسی سند سے یہ حدیث بھی

مروی ہے کہ لَاتَدْعُوْا أَحَدًا إِلَی الطعامِ حَتَّی يُسَلِّمَ: کسی کو کھانے پر مدعو نہ کرو، جب تک وہ سلام نہ کرے (کیونکہ سلام: اسلام کا شعار ہے، پس جب تک وہ اس کا اظہار نہ کرے، اس کا اکرام مت کرو، اور اس کو کھانے پر مت بلاؤ)

تشریح: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے، اس کا راوی عنبسہ اُموی متروک ہے، ابو حاتم نے اس کو حدیثیں گڑھنے کے ساتھ متہم کیا ہے، اور اس کا استاذ محمد بن زاذان مدنی متروک ہے، اور امام ترمذیؒ نہایت ضعیف حدیث کو منکر کہتے ہیں، اور ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔

[۱۱-] بابُ السَّلاَمِ قَبْلَ الْكَلاَمِ

[۲۷۰۰-] حدثنا الفَضْلُ بنُ الصَّبَّاحِ، نَا سَعِيْدُ بنُ زَكَرِيَّا، عَنْ عَنْبَسَةَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ مُحمدِ بنِ زَاذَانَ، عَنْ مُحمدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: "السَّلاَمُ قَبْلَ الْكَلاَمِ" وَبِهٰذَا الإِسْنَادِ عَنِ النبيِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: "لاَتَدْعُوْا أَحَدًا إِلَی الطَّعَامِ حَتَّی يُسَلِّمَ"

هٰذَا حديثٌ مُنْكَرٌ، لاَنعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، سَمِعْتُ مُحمداً يَقُوْلُ: عَنْبَسَةُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ، ذَاهِبٌ، وَمُحمدُ بنُ زَاذَانَ مُنْكَرُ الحديثِ.

بابُ ماجاءَ فی کَرَاهِيَةِ التَّسْلِيْمِ عَلَی الذِّمِّيِّ

ذمی (غیر مسلم) کو سلام کرنا مکروہ ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاری کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو، پھر جب ان میں سے کوئی تم سے راستہ میں ملاقات کرے تو اس کو تنگ راستہ کی طرف ہٹنے پر مجبور کرو، یعنی خود نہ ہٹو، بلکہ اس کو دائیں بائیں ہٹنے پر مجبور کرو۔

تشریح: یہ حدیث اسی سند سے أبواب السِّيَر باب ۴۰ باب ماجاء فی التسليم علی أهل الكتاب (تحفہ ۴: ۵۳۶) میں گذر چکی ہے، اور وہاں اس کی شرح کی گئی ہے کہ یہ دونوں حکم یعنی یہود و نصاری کو سلام کرنے میں پہل نہ کرنا، اور آمنا سامنا ہونے کی صورت میں ان کو دائیں بائیں ہٹنے پر مجبور کرنا: یہ دونوں حکم آپؐ نے مسلمانوں کے احساس کمتری کو ختم کرنے کے لئے دیئے تھے، تفصیل وہاں دیکھ لی جائے، پس اس حدیث سے یہ استدلال کرنا کہ غیر مسلم کو سلام کرنا مکروہ ہے، غالباً صحیح نہیں، پس مجبوری ہو مثلاً: غیر مسلم حاکم ہو تو اس کو سلام کیا جا سکتا ہے۔

حدیث (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: یہودیوں کی ایک جماعت نبی ﷺ کے پاس آئی، اور

انھوں نے کہا: السَّامُ علیك: تجھ پر موت واقع ہو، نبی ﷺ نے جواب دیا: علیکم: تم مرو، میں کیوں مروں! حضرت عائشہؓ نے کہا: علیکم السَّامُ واللعنة: تم مرو اور تم پر اللہ کی پھٹکار ہو، نبی ﷺ نے فرمایا: یا عائشة! إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فی الأَمْرِ كُلِّه: اے عائشہ! اللہ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتے ہیں، یعنی تم نے سخت جواب دیا، یہ اللہ کو پسند نہیں، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: آپؐ نے وہ بات نہیں سنی جو انھوں نے کہی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے جواب میں علیکم کہہ دیا، یعنی ان کی بددعا انہی پر لوٹادی، پس جواب ترکی بہ ترکی ہوگیا۔

ملحوظہ: ایسی صورت میں واؤ کے بغیر علیك کہیں گے پس بددعا قائل پر لوٹ جائے گی، اور اگر واؤ بڑھائیں گے تو معنی بگڑ جائیں گے۔ اس صورت میں قائل بھی بددعا میں شریک ہوگا، اس لئے ایسی صورت میں واؤ کے بغیر جواب دیا جائے۔

[۱۲-] بابُ ماجاءَ فی كَرَاهِيَةِ التَّسْلِيْمِ عَلَى الذِّمِّيِّ

[۲۷۰۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بنُ مُحمدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بنِ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِی هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " لَا تَبْدَأُوْا اليَهُوْدَ وَالنَّصارَى بِالسَّلَامِ، فَإِذَا لَقِيْتُمْ أَحَدَهُمْ فِيْ طَرِيْقٍ فَاضْطَرُّوْهُ إِلَى أَضْيَقِهِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۷۰۲-] حدثنا سَعِيْدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ، ثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَهْطًا مِنَ اليَهُوْدِ دَخَلُوْا عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالُوْا: السَّامُ عَلَيْكَ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " عَلَيْكُمْ" فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ: عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ! فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " يَا عَائِشَةُ! إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِيْ الْأَمْرِ كُلِّهِ" قَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَمْ تَسْمَعْ مَاقَالُوْا؟ قَالَ: " قَدْ قُلْتُ: عَلَيْكُمْ"

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسٍ، وَأَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُهَنِيِّ، حَدِيْثُ عَائِشَةَ حَدِيْثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی السَّلَامِ عَلَى مَجْلِسٍ فِيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَغَيْرُهُمْ

ایسے مجمع کو سلام کرنا جس میں مسلم اور غیر مسلم ہوں

حدیث: نبی ﷺ ایک ایسی مجلس کے پاس سے گذرے جس میں مسلمان اور یہودی ملے جلے تھے، آپؐ نے ان کو سلام کیا۔

تشریح: علماء نے لکھا ہے: ایسی صورت میں مسلمانوں کی نیت سے سلام کرے، اور اگر غیر مسلم کو سلام کرے تو

محافظ فرشتوں کی نیت سے سلام کرے (أَخْلَاطٌ: خِلْط کی جمع: ہر وہ چیز جو دوسری چیز سے ملے، ملی جلی چیز، مخلوط)

[۱۳-] بابُ ماجاء فی السَّلَامِ عَلَی مَجْلِسٍ فِیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ وَغَیْرُهُمْ

[۲۷۰۳-] حدثنا یَحْیَی بنُ مُوْسَی، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ أُسَامَةَ بنَ زَیْدٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ النبیَّ صلی الله علیه وسلم مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِیْهِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْیَهُوْدِ، فَسَلَّمَ عَلَیْهِمْ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ ماجاء فی تَسْلِیْمِ الرَّاکِبِ عَلَی الْمَاشِیْ

سوار کا پیدل کو سلام کرنا

سلام کرنے میں پہل کون کرے؟ اس سلسلہ کی روایات میں تعارض ہے، مثلاً فرمایا: چھوٹی عمر والا بڑی عمر والے کو سلام کرے، دوسری طرف یہ ہے کہ آپؐ خود بچوں کو سلام کرتے تھے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے اس تعارض کا جواب یہ دیا ہے:

دنیا کا عام دستور یہ ہے کہ گھر میں آنے والا گھر والوں کو سلام کرتا ہے، اور ادنی آدمی بڑے کو سلام کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے اس رواج کو بحالہ باقی رکھا، چنانچہ چھوٹوں کو حکم دیا کہ بڑوں کو سلام کریں، اور گذرنے والے کو — جو گھر میں آنے والے کے مشابہ ہے — حکم دیا کہ وہ بیٹھے ہوؤں کو سلام کرے، اور تھوڑوں کو — جو تھوڑے ہونے کی وجہ سے ادنی ہیں — حکم دیا کہ وہ زیادہ کو سلام کریں۔

نیز اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اگر آدمی اپنے بڑے اور اشرف کی قدر پہچانے گا، اس کی توقیر کرے گا، اور بڑھ کر اس کو سلام کرے گا تو اس سے سوسائٹی کی شیرازہ بندی ہوگی، اور لوگ باہم مربوط ہونگے، ورنہ بڑوں کا چھوٹوں سے رشتہ ٹوٹ جائے گا، چنانچہ حدیث میں فرمایا کہ جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہیں کرتا، اور ہمارے بڑوں کا حق نہیں پہچانتا، وہ ہم میں سے نہیں! (ابوداؤد حدیث ۴۹۴۳)

البتہ نبی ﷺ جانتے تھے کہ سلام لینے میں ایک طرح کی خود پسندی ہے، چھوٹا جب بڑے کو سلام کرتا ہے تو اس کو فخر محسوس ہوتا ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے اپنے فعل سے بڑوں کو تواضع اور خاکساری کی تعلیم دی کہ ان کو سلام کرنے میں پہل کرنی چاہئے، کیونکہ بڑھ کر سلام کرنے والا تکبر سے پاک ہوتا ہے (مشکوۃ حدیث ۴۶۶۶) اور سوار کو جو حکم دیا ہے کہ وہ پیادے کو سلام کرے: اس میں خصوصیت سے یہ بات ملحوظ ہے، کیونکہ سوار لوگوں کے نزدیک بڑی اہمیت والا سمجھا جاتا ہے، اور وہ بھی خود کو بڑا سمجھتا ہے، اس لئے اس کو تاکید کی کہ وہ اپنے اندر تواضع پیدا کرے، اور پیادے

کوسلام کرے۔

خلاصہ جواب: یہ ہے کہ اصل حکم تو یہ ہے کہ چھوٹے بڑوں کو سلام کریں، مگر ایک دوسری مصلحت سے بڑوں کو تلقین کی کہ وہ بھی چھوٹوں کو سلام کریں، تاکہ ان میں تواضع اور خاکساری پیدا ہو (رحمۃ اللہ ۵:۵۴۶)

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو سلام کرے، اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں، اور امام ترمذی کے استاذ محمد بن المثنیٰ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: گھوڑ سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے، اور پیدل چلنے والا کھڑے ہوئے کو سلام کرے، اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: چھوٹا بڑے کو سلام کرے، اور گذرنے والا بیٹھے ہوؤں کو سلام کرے، اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں۔

تشریح: سلام کرنے میں پہل کون کرے؟ اس سلسلہ میں بنیادی ضابطہ یہ ہے کہ چھوٹا بڑے کو اور کمتر بہتر کو سلام کرے، یہی فطری طریقہ ہے، مگر کہیں نبی ﷺ نے بہتر کو سلام میں پہل کرنے کا حکم دیا تاکہ اس میں خاکساری پیدا ہو، یہ حضرت شاہ صاحبؒ کی بات کا خلاصہ ہے، اس کی روشنی میں حدیثوں کو سمجھنا چاہئے۔

[۱۴-] بابُ ماجاء فی تَسْلِیْمِ الرَّاکِبِ عَلَی الْمَاشِیْ

[۲۷۰۴-] حدثنا مُحمدُ بنُ الْمُثَنَّی، وَإِبْرَاهِیْمُ بنُ یَعْقُوْبَ، قَالاَ: نَا رَوْحُ بنُ عُبَادَةَ، عَنْ حَبِیْبِ بنِ الشَّهِیْدِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: "یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ، وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ، وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ" وَزَادَ ابنُ الْمُثَنَّی فِیْ حَدِیْثِهِ: "وَیُسَلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ"

وفی الباب: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ شِبْلٍ، وَفَضَالَةَ بنِ عُبَیْدٍ، وَجَابِرٍ، هٰذَا حدیثٌ قُدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِیْ هریرةَ، وَقَالَ أَیُّوْبُ السَّخْتِیَانِیُّ، وَیُوْنُسُ بنُ عُبَیْدٍ، وَعَلِیُّ بْنُ زَیْدٍ: أَنَّ الْحَسَنَ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ أَبِیْ هریرةَ.

[۲۷۰۵-] حدثنا سُوَیْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا حَیَوَةُ بنُ شُرَیْحٍ، أَخْبَرَنِیْ أَبُوْ هَانِئٍ الْخَوْلَانِیُّ، عَنْ أَبِیْ عَلِیٍّ الْجَنْبِیِّ، عَنْ فَضَالَةَ بنِ عُبَیْدٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: "یُسَلِّمُ الْفَارِسُ عَلَی الْمَاشِیْ، وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَائِمِ، وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ عَلِيٍّ الْجَنْبِيُّ: اسْمُهُ عَمْرُو بنُ مَالِكٍ.

[۲۷۰۶-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: "يُسَلِّمُ الصَّغِيْرُ عَلَى الْكَبِيْرِ، وَالْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْقَلِيْلُ عَلَى الْكَثِيْرِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: ایوب سختیانی، یونس اور علی بن زید کہتے ہیں: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لقاء اور سماع نہیں، پس باب کی پہلی روایت منقطع ہے۔

بابُ التَّسْلِيْمِ عِنْدَ الْقِيَامِ وَالْقُعُوْدِ

آتے وقت اور جاتے وقت سلام کرنا

جس طرح آتے وقت سلام کرنا مسنون ہے، جاتے وقت بھی سلام کرنا مسنون ہے، جیسے ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا مسنون ہے، اسی طرح رخصت کے وقت بھی مصافحہ کرنا مسنون ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو چاہئے کہ سلام کرے، پس اگر اس کی بیٹھنے کی رائے ہو تو بیٹھے، پھر جب وہ اٹھے تو چاہئے کہ سلام کرے، کیونکہ پہلا سلام پچھلے سلام سے زیادہ حق دار نہیں، یعنی جو اہمیت پہلے سلام کی ہے وہی اہمیت جاتے وقت سلام کرنے کی ہے۔

تشریح: سلام رخصت میں تین مصلحتیں ہیں:

پہلی مصلحت: سلام کر کے جانے سے: ناراض ہو کر ناگواری سے چل دینے، اور کسی ضرورت کے لئے جانے اور پھر ایسی ہی صحبت کی طرف لوٹنے کے درمیان امتیاز ہوتا ہے، اگر سلام کر کے گیا ہے تو خوش گیا ہے، ورنہ دوسری بات کا اندیشہ ہے۔

دوسری مصلحت: سلام کر کے رخصت ہوگا تو صاحب مجلس کو اس سے کوئی بات کہنی ہوگی تو کہہ سکے گا، اور چپکے سے چلا گیا تو بات رہ جائے گی۔

تیسری مصلحت: ایک جانا کھسک جانا ہے، جس کی سورۃ النور آیت ۶۳ میں مذمت آئی ہے، پس جو سلام کر کے جائے گا وہ اس عیب سے محفوظ رہے گا (رحمۃ اللہ ۵:۵۴۹)

[۱۵-] بابُ التَّسْلِيْمِ عِنْدَ الْقِيَامِ وَالْقُعُوْدِ

[۲۷۰۷-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ عَجْلاَنَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هريرةَ، أَنَّ رسولَ

اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ:" إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى مَجْلِسٍ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِنَّ بَدَالَهُ أَنْ يَجْلِسَ فَلْيَجْلِسْ، ثُمَّ إِذَا قَامَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْأُوْلَى بِأَحَقَّ مِنَ الآخِرَةِ"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ، وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الحدیثُ عَنْ ابنِ عَجْلاَنَ أَيْضًا عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

بابُ الِاسْتِئْذَانِ قُبَالَةَ الْبَيْتِ

گھر کے سامنے کھڑے ہوکر اجازت طلب کرنا

امام ترمذی رحمہ اللہ کا یہ باب غیر واضح ہے، درحقیقت امام صاحب کو یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ دروازے کے سامنے کھڑے ہوکر اجازت طلب نہیں کرنی چاہئے، بلکہ دروازے کی دائیں بائیں جانب کھڑے ہوکر اجازت طلب کرنی چاہئے، مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دروازے پر پہنچ کر اجازت طلب کرتے تو سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے، پس اگر دروازے پر کواڑ یا پردہ نہ ہو، یا دروازہ بند نہ ہو تو اجازت لینے والے کو ایک طرف کھڑے ہوکر اجازت مانگنی چاہئے، تاکہ اجازت سے پہلے گھر میں نظر نہ پڑے، اور اگر دروازہ بند ہو تو سامنے کھڑے ہوکر بھی اجازت مانگ سکتے ہیں، البتہ دروازے کی دَرزوں (سوراخوں) سے جھانکنا نہیں چاہئے، ورنہ اجازت طلبی بے فائدہ ہوگی۔

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱- جس نے پردہ اٹھایا، پس اپنی نظر گھر میں داخل کی، اس کو اجازت دیئے جانے سے پہلے، پس اس نے گھر والے کا ستر دیکھ لیا تو وہ ایک ایسی حد پر پہنچا کہ اس کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ اس حد پر پہنچتا۔

۲- اور اگر یہ بات ہو کہ جب اس نے اپنی نظر گھر میں داخل کی تو کوئی شخص اس کے سامنے آگیا۔ پس اس نے اس کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں، تو میں اس کو موردِ الزام قرار نہیں دوں گا۔

۳- اور اگر کوئی شخص ایسے دروازہ پر گذرا جس پر نہ پردہ ہے، نہ وہ بند ہے، پس بے اختیار اس کی نظر اندر چلی گئی، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، گناہ گھر والوں پر ہے (کہ انھوں نے پردہ کیوں نہیں چھوڑا، یا دروازہ کیوں نہیں بھیڑا)

لغت: عَيَّرَہ: کسی کو برے فعل پر شرم دلانا، طعنہ دینا، کسی کے فعل یا حال کو قابل مذمت قرار دینا، عیب لگانا۔

[۱۶-] بابُ الِاسْتِئْذَانِ قُبَالَةَ الْبَيْتِ

[۲۷۰۸-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا ابنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِيْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِّيِّ،

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:

[۱-] مَنْ كَشَفَ سِتْرًا، فَأَدْخَلَ بَصَرَهُ فِي الْبَيْتِ قَبْلَ أَنْ يُؤْذَنَ لَهُ، فَرَأَى عَوْرَةَ أَهْلِهِ، فَقَدْ أَتَى حَدًّا لَايَحِلُّ لَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ.

[۲-] وَلَوْ أَنَّهُ حِينَ أَدْخَلَ بَصَرَهُ اسْتَقْبَلَهُ رَجُلٌ، فَفَقَأَ عَيْنَيْهِ مَا عَيَّرْتُ عَلَيْهِ.

[۳-] وَإِنْ مَرَّ رَجُلٌ عَلَى بَابٍ لَاسِتْرَ لَهُ، غَيْرَ مُغْلَقٍ، فَنَظَرَ فَلَا خَطِيْئَةَ عَلَيْهِ، إِنَّمَا الْخَطِيْئَةُ عَلَى أَهْلِ الْبَيْتِ.

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ هريرةَ، وَأَبِیْ أُمَامَةَ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ لَانَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابنِ أَبِیْ لَهِيْعَةَ، وَأَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِّیُّ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ.

بابُ مَنِ اطَّلَعَ فِیْ دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ

اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں جھانکنا

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ اپنے گھر میں تھے، ایک شخص نے آپ کو جھانک کر دیکھا، آپؐ نے چوڑے پھل کے نیزہ سے اس (کو مارنے) کا قصد کیا۔ وہ شخص پیچھے ہٹ گیا (اور بچ گیا، اور بخاری کی روایت میں ہے: آپؐ کے کمروں میں سے کسی کمرے میں ایک شخص نے جھانکا، آپؐ چوڑے پھل کا نیزہ لے کر اٹھے تا کہ اس کو بے خبری میں دھرلیں)

حدیث (۲): حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی ﷺ کے کسی کمرے میں سوراخ سے جھانکا، آپؐ کے ہاتھ میں کنگھا تھا، جس سے آپؐ سر کھجلا رہے تھے، پس آپؐ نے فرمایا: لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُ: لَطَعَنْتُكَ بها فی عَيْنِكَ، إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِئْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ: اگر میں جانتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو میں کنگھی سے تیری آنکھ میں مارتا، اجازت طلبی نظر ہی کی وجہ سے مقرر کی گئی ہے۔

لغات: اِطَّلَعَ علی الشیئ: جھانکنا، جاننا، واقف ہونا...... الْمِشْقَص: چوڑے پھل کا نیزہ، جمع مَشَاقِص...... الْمِدْرَی: کنگھا، لکڑی کا ہو یا لوہے کا، یا کسی اور چیز کا۔ دَرَی الرأسَ بِالْمِدْرَی: سر میں کنگھا کرنا۔

تشریح: سورۃ النور آیت ۵۸ میں جو استیذان کا حکم ہے: نبی ﷺ نے اس کی علت بیان فرمائی کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی کے نامناسب احوال پر بے خبری میں نظر نہ پڑ جائے، اس لئے اگر کوئی اجازت ملنے سے پہلے گھر میں جھانکتا ہے تو وہ اجازت طلبی کے مقصد کو فوت کرتا ہے۔

[۱۷-] بابُ مَنِ اطَّلَعَ فِيْ دَارِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ

[۲۷۰۹-] حدثنا بُنْدَارٌ، نا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ فِيْ بَيْتِهِ، فَاطَّلَعَ عَلَيْهِ رَجُلٌ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ بِمِشْقَصٍ، فَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۷۱۰-] حدثنا ابنُ أَبِيْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ: أَنَّ رَجُلاً اطَّلَعَ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ جُحْرٍ، فِيْ حُجْرَةِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَمَعَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِدْرَاةٌ، يَحُكُّ بِهَا رَأْسَهُ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: " لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَنْظُرُ: لَطَعَنْتُكَ بِهَا فِيْ عَيْنِكَ، إِنَّمَا جُعِلَ الِاسْتِيْذَانُ مِنْ أَجْلِ الْبَصَرِ" وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ التَّسْلِيْمِ قَبْلَ الِاسْتِيْذَانِ

اجازت طلبی سے پہلے سلام کرنا

پہلے سلام کرنا چاہئے یا پہلے اجازت طلب کرنی چاہئے؟ اس سلسلہ میں جاننا چاہئے کہ اگر صاحبِ بیت گھر میں قریب ہے، اور وہ آواز سن رہا ہے تو پہلے سلام کرے، پھر اجازت طلب کرے، جیسا پہلی حدیث میں آرہا ہے، اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ گھر میں کوئی ہے یا نہیں؟ اور ہے تو قریب ہے یا دور؟ تو پہلے گھنٹی بجائے، یا دروازہ کھٹکھٹائے، پھر جب رابطہ قائم ہو جائے تو سلام کرے، اور اجازت طلب کرے، اور یہ سلام استیذان ہے، پھر جب گھر میں داخل ہو تو دوبارہ سلام تحیہ کرے۔

حدیث (۱): صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ: جو مشہور دشمنِ اسلام اور دشمنِ رسول (ﷺ) امیہ بن خلف کے لڑکے ہیں، اور بتوفیق الٰہی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے: انھوں نے اپنے اخیافی بھائی کلدۃ بن حنبل رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کے طور پر دودھ، کھیس اور چھوٹے کھیرے دے کر نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا، نبی ﷺ مکہ کے بالائی حصہ میں مقیم تھے، کلدہؓ کہتے ہیں: میں یہ چیزیں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا، میں نے نہ اجازت طلب کی اور نہ میں نے سلام کیا، پس آپ ﷺ نے فرمایا: واپس جاؤ اور کہو: السلام علیکم! أَأَدْخُلُ؟ آپ پر سلامتی ہو! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ یہ واقعہ حضرت صفوانؓ کے مسلمان ہونے کے بعد کا ہے، اور حدیث کا راوی عمرو کہتا ہے: میں نے یہ واقعہ حضرت صفوانؓ کے لڑکے امیہ سے بھی سنا ہے، اور انھوں نے کلدۃ سے سننے کا تذکرہ نہیں کیا۔

لغات: اللِّبَأُ: کھیس، پیوسی، جانور کے بچہ دینے کے بعد کا گاڑھا دودھ، جمع أَلْبَاءُ، اور ابو داؤد کی روایت میں

جِدَايَةٌ ہے، جس کے معنی ہیں: ہرنی کا بچہ......الضَّغْبُوْس: چھوٹا کھیرہ یا ککڑی جمع ضَغَابِیْس۔

حدیث (۲): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، ایک قرض کے معاملہ میں، جو میرے ابا پر تھا، آپؐ نے پوچھا: مَنْ هٰذَا؟ کون ہے؟ میں نے جواب دیا: أَنَا: میں ہوں، آپؐ نے فرمایا: أَنَا أَنَا! میں! میں! گویا آپؐ نے اس جواب کو ناپسند کیا۔

تشریح: کون ہے؟ کے جواب میں واضح تعارف چاہئے، جس سے گھر والا سمجھے کہ فلاں ہے، پس اگر اجازت طلب کرنے والے کا کوئی عرف ہو تو اس کو بھی ذکر کرنا چاہئے، اسی طرح آنے والے کے نام کے ساتھ کوئی تعظیمی کلمہ لگتا ہو، جس سے وہ پہچانا جاتا ہو تو اس تعظیمی کلمہ کو بھی ذکر کرنا چاہئے، مثلاً کہے: میں پردھان عبدالستار ہوں۔

[۱۸-] بابُ التَّسْلِيْمِ قَبْلَ الِاسْتِيْذَانِ

[۲۷۱۱-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيْعٍ، نا رَوْحُ بنُ عُبَادَةَ، عَنْ ابنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بنُ أَبِيْ سُفْيَانَ: أَنَّ عَمْرَو بنَ عَبْدِ اللهِ بنِ صَفْوَانَ أَخْبَرَهُ: أَنْ كَلْدَةَ بْنَ حَنْبَلٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ صَفْوَانَ بنَ أُمَيَّةَ بَعَثَهُ بِلَبَنٍ، وَلِبَأٍ، وَضَغَابِيْسَ إِلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَالنبيُّ صلى الله عليه وسلم بِأَعْلَى الْوَادِي، قَالَ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ، وَلَمْ أَسْتَأْذِنْ، وَلَمْ أُسَلِّمْ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "ارْجِعْ فَقُلْ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، أَأَدْخُلُ؟" وَذٰلِكَ بَعْدَمَا أَسْلَمَ صَفْوَانُ، قَالَ عَمْرٌو، وَأَخْبَرَنِيْ بِهٰذَا الحديثِ أُمَيَّةُ بنُ صَفْوَانَ، وَلَمْ يَقُلْ: سَمِعْتُهُ مِنْ كَلْدَةَ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ ابنِ جُرَيْجٍ، وَرَوَاهُ أَبُوْ عَاصِمٍ أَيْضًا عَنْ ابنِ جُرَيْجٍ مِثْلَ هٰذَا.

[۲۷۱۲-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحمدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جابِرٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنْتُ عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فِيْ دَيْنٍ كَانَ عَلَى أَبِيْ، فَقَالَ: "مَنْ هٰذَا؟" فَقُلْتُ: أَنَا، فَقَالَ: "أَنَا أَنَا" كَأَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فِي كَرَاهِيَةِ طُرُوْقِ الرَّجُلِ أَهْلَهُ لَيْلاً

سفر سے رات میں اچانک گھر پہنچنا ممنوع ہے

حدیث (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس بات سے منع کیا کہ وہ (لمبے سفر سے لوٹ کر اچانک) رات میں بیویوں کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی یہی مضمون بیان کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے منع کرنے کے بعد دو شخصوں نے رات میں دروازہ کھٹکھٹایا، تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پایا (یہ روایت ابن خزیمہ کی ہے، اور امام ترمذیؒ نے رُوِیَ (فعل مجہول) سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے)

تشریح: یہ اتفاق تھا کہ دونوں نے اپنی بیویوں کے پاس کسی آدمی کو پایا، اور نبی ﷺ کے زمانے میں ایسے متعدد واقعات پیش آئے ہیں، جن سے لوگ ارشادِ نبوی کی تصدیق کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، ان واقعات سے بھی لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ بے خبری میں گھر نہیں پہنچنا چاہئے، اس کا واضح نقصان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا، مگر حقیقت میں حکم کی یہ علت نہیں، دوسری حدیثوں میں اس حکم کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لمبے سفر سے لوٹتے وقت بیویوں کو صفائی کا موقع دینا چاہئے، جب شوہر گھر پر نہیں ہوتا تو بیوی صفائی کا اہتمام نہیں کرتی، نہ اچھے کپڑے پہنتی ہے، اس لئے اگر شوہر رات میں اچانک گھر آ جائے گا تو ممکن ہے اس کو بیوی کی بوسیدہ حالت ناپسند آئے، اس لئے اطلاع کر کے گھر آنا چاہئے، پس اگر فون وغیرہ سے اطلاع کر دی ہے تو رات میں پہنچنے میں کوئی حرج نہیں۔

[۱۹-] بابُ ماجاءَ فِی کَرَاهِیَةِ طُرُوْقِ الرَّجُلِ أَهْلَهُ لَیْلاً

[۲۷۱۳-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِیعٍ، نَا سُفْیَانُ بنُ عُیَیْنَةَ، عَنِ الأَسْوَدِ بنِ قَیْسٍ، عَنْ نُبَیْحٍ العَنَزِیِّ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم نَهَاهُمْ أَنْ یَطْرُقُوْ النِّسَاءَ لَیْلاً.

وفی الباب: عَنْ أَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وابْنِ عَبَّاسٍ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَقَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم.

[۲۷۱۴-] وَقَدْ رُوِیَ عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم نَهَاهُمْ أَنْ یَطْرُقُوْا النِّسَاءَ لَیْلاً، قَالَ: فَطَرَقَ رَجُلَانِ بَعْدَ نَهْیِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، فَوَجَدَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَعَ امْرَأَتِهِ رَجُلاً.

بابُ ماجاء فی تَتْرِیْبِ الْکِتَابِ

لکھے ہوئے پر مٹی چھڑکنے کا بیان

پہلے لوگ کچی سیاہی سے لکھتے تھے، وہ دیر تک خشک نہیں ہوتی تھی، اس لئے سیاہی چوس کاغذ رکھتے تھے، مگر یہ کاغذ ہر شخص کو میسر نہیں تھا، ایسے لوگ تحریر پر مٹی چھڑک لیتے تھے، مٹی سے سیاہی خشک ہو جاتی تھی، پھر اس کو جھاڑ دیتے تھے، اس طرح مفت میں کام بن جاتا تھا، مگر اس سلسلہ میں جو روایت ہے وہ انتہائی ضعیف ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: إِذَا کَتَبَ أَحَدُکُمْ کتابا، فَلْیُتَرِّبْه، فَإِنَّهُ أَنْجَحُ للحاجَةِ: جب تم میں سے کوئی شخص کوئی تحریر لکھے تو چاہئے کہ اس پر مٹی چھڑک لے، پس بیشک یہ بات

ضرورت کو بہت زیادہ پوری کرنے والی ہے، یعنی مفت میں کام بن جاتا ہے (اس حدیث کا راوی حمزۃ بن ابی حمزہ جعفی جزری نصیبی متروک، متہم بالوضع ہے، اور اس کے باپ کے نام میں اختلاف ہے، کوئی عمرو کہتا ہے، اور کوئی میمون۔ اور ایسی نہایت ضعیف حدیث کو امام ترمذیؒ ''منکر'' کہتے ہیں)

[۲۰-] بابُ ماجاء في تَتْرِيْبِ الْكِتَابِ

[۲۷۱۵-] حدثنا مُحمودُ بنُ غَيْلَانَ، نَا شَبَابَةُ، عَنْ حَمْزَةَ، عَنْ أَبِيْ الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رسولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: ''إِذَا كَتَبَ أَحَدُكُمْ كِتَابًا فَلْيُتَرِّبْهُ، فَإِنَّهُ أَنْجَحُ لِلْحَاجَةِ''

هٰذَا حديثٌ مُنْكَرٌ، لَانَعْرِفُهُ عَنْ أَبِيْ الزُّبَيْرِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَحَمْزَةُ: هُوَ ابنُ عَمْرٍو النَّصِيْبِيُّ، وَهُوَ ضَعِيْفٌ فِيْ الْحَدِيْثِ.

بابٌ

کان پر قلم رکھنے کا فائدہ

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، آپؐ کے پاس ایک کاتب تھا، پس میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ضَعِ الْقَلَمَ عَلَى أُذُنِكَ، فَإِنَّه أَذْكَرُ لِلْمُمْلَى: (لکھنے کے بعد) قلم اپنے کان پر رکھ لو، اس سے لکھوانے کی بات جلدی یاد آجاتی ہے، یعنی آگے کیا لکھنا ہے یا کیا لکھوانا ہے یہ بات جلدی ذہن میں آجاتی ہے۔

تشریح: یہ حدیث نہایت ضعیف ہے، اس کا راوی عنبسۃ بن عبدالرحمٰن اموی متروک ہے، ابو حاتم نے اس پر حدیثیں گڑھنے کا الزام دھرا ہے، اور دوسرا راوی محمد بن زاذان مدنی بھی متروک ہے......اور ام سعد کون ہیں؟ اس میں اختلاف ہے: کوئی کہتا ہے: حضرت زیدؓ کی بیٹی ہیں اور کوئی کہتا ہے: ان کی بیوی ہیں، اور کوئی کہتا ہے: یہ مہاجری خاتون ہیں۔ واللہ اعلم

لغت: مُمْلَى (اسم مفعول) لکھوایا ہوا، یا مُمْلِيْ (اسم فاعل) لکھوانے والا۔ أَمْلَى عليه الكتاب: املاء کرانا، مضمون بول کر لکھوانا، یعنی آئندہ جو مضمون لکھنا ہے یا لکھوانا ہے: وہ کان پر قلم رکھنے سے جلدی یاد آجاتا ہے۔

[۲۱-] بابٌ

[۲۷۱۶-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا عَبْدُ اللهِ بنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَنْبَسَةَ، عَنْ مُحمدِ بنِ زَاذَانَ، عَنْ أُمِّ سَعْدٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، وَبَيْنَ يَدَيْهِ كَاتِبٌ،

فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: " ضَعِ الْقَلَمَ عَلَى أُذُنِكَ، فَإِنَّهُ أَذْكَرُ لِلْمُمْلِى"
هٰذَا حديثٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَهُوَ إِسْنَادٌ ضَعِيْفٌ، مُحمدُ بنُ زَاذَانَ، وَعَنْبَسَةُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُضَعَّفَانِ.

بابٌ فِيْ تَعْلِيْمِ السُّرْيَانِيَّةِ

سُریانی زبان سیکھنے کا بیان

دنیا کی ہر زبان دینی یا دنیوی مقاصد سے سیکھنا جائز ہے، اور آزادی کے زمانہ میں علماء کرام نے جو انگریزی سیکھنے کی حرمت کا فتوی دیا تھا وہ ترکِ موالات کے قبیل سے تھا، یعنی انگریزوں سے بے تعلقی ظاہر کرنے کے لئے یہ فتوی دیا گیا تھا۔ پس یہ ایک وقتی بات تھی، دائمی حکم نہیں تھا:

ایک واقعہ: اسی زمانہ کا واقعہ ہے، مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ جو کانگریس کے صدر تھے، ایک مرتبہ وائسرائے سے ملاقات کے لئے گئے، مولانا انگریزی جانتے تھے، مگر ترجمان کی مدد سے گفتگو کر رہے تھے، کسی بات کی ترجمان نے صحیح ترجمانی نہیں کی تو مولانا نے اس کو ٹوکا، اس پر وائسرائے نے کہا: مولانا! جب آپ انگریزی جانتے ہیں تو براہ راست گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ درمیان میں ترجمان کی کیا ضرورت ہے؟ مولانا نے جواب دیا: جناب! اگر میں آپ سے انگریزی میں گفتگو کروں تو میری انگریزوں سے لڑائی کیا رہی؟! اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔

البتہ علماءِ دین کا کوئی ایسی زبان سیکھنا: جس سے وہ دنیا کے ہو کر رہ جائیں، اور دین حاصل کرنے کا مقصد فوت ہو جائے: ان کے شایانِ شان نہیں۔

حدیث: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا کہ میں آپؐ کے لئے یہود کی تحریر کے چند کلمات سیکھ لوں، یعنی یہود کی زبان اتنی سیکھ لوں کہ نبی ﷺ کا کام چل جائے، آپؐ کی طرف سے یہود کو خط لکھنا، یا یہود کی طرف سے آئے ہوئے خط کو پڑھنا، حضرت زیدؓ کے لئے آسان ہو جائے، بس اتنی ہی زبان سیکھنے کا آپؐ نے حکم دیا تھا، اور آپؐ نے فرمایا: إِنِّیْ واللّٰہِ مَا آمَنُ یھودَ علی کتابی: بخدا! میں یہود پر اپنے خطوط کے سلسلہ میں اعتماد نہیں کرتا، یعنی میں اپنے خطوط ان سے لکھوانا نہیں چاہتا، معلوم نہیں وہ کیا لکھ دیں! حضرت زیدؓ کہتے ہیں: ابھی آدھا مہینہ بھی نہیں گذرا تھا کہ میں نے آپؐ کے لئے یہود کی زبان سیکھ لی (اتنی قلیل مدت میں زبان سیکھ لینا دعائے نبوی کی برکت تھی) حضرت زیدؓ کہتے ہیں: جب میں نے یہود کی زبان سیکھ لی تو جب نبی ﷺ کو یہود کی طرف کوئی خط لکھنے کی ضرورت پیش آتی تو میں ان کی طرف خط لکھتا، اور جب یہودی آپؐ کو خط لکھتے تو میں آپؐ کو ان کا خط پڑھ کر سناتا (اس روایت میں تو یہ صراحت نہیں ہے کہ یہود کی اس زبان کا نام کیا تھا؟ مگر دوسری سند

سے جس کے راوی امام اعمشؒ ہیں یہ صراحت آئی ہے کہ آپؐ نے حضرت زیدؓ کو سریانی زبان کے سیکھنے کا حکم دیا تھا، یہ یہود کی قدیم زبان تھی، جو اب ناپید ہے، اب صرف عبرانی زبان باقی رہ گئی ہے)

[۲۲-] بابٌ فِيْ تَعْلِيْمِ السُّرْيَانِيَّةِ

[۲۷۱۷-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، أَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ خَارِجَةَ بنِ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيْهِ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ، قَالَ: أَمَرَنِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ أَتَعَلَّمَ لَهُ كَلِمَاتٍ مِنْ كِتَابِ يَهُوْدَ، وَقَالَ: "إِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا آمَنُ يَهُوْدَ عَلَى كِتَابِيْ!" قَالَ: فَمَا مَرَّ بِيْ نَصْفُ شَهْرٍ حَتَّى تَعَلَّمْتُهُ لَهُ، قَالَ: فَلَمَّا تَعَلَّمْتُهُ كَانَ إِذَا كَتَبَ إِلَى يَهُوْدَ كَتَبْتُ إِلَيْهِمْ، وَإِذَا كَتَبُوْا إِلَيْهِ قَرَأْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ، وَقَدْ رَوَاهُ الأَعْمَشُ عَنْ ثَابِتِ بنِ عُبَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ ثَابِتٍ، يَقُوْلُ: أَمَرَنِيْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ أَتَعَلَّمَ السُّرْيَانِيَّةَ.

بابٌ فى مُكَاتَبَةِ الْمُشْرِكِيْنَ

مشرکین کے ساتھ خط وکتابت

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے وفات سے پہلے ایران کے بادشاہ کسری کو، روم کے بادشاہ قیصر کو، حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو اور اسی طرح ہر قاہر بادشاہ کو خطوط لکھے، جن میں آپؐ نے ان کو اللہ کی طرف بلایا، یعنی دین کی دعوت دی، اور یہ نجاشی وہ نجاشی نہیں جن کی نماز جنازہ نبی ﷺ نے پڑھی ہے (بلکہ ان کے بعد کا کافر بادشاہ ہے) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر مسلموں کے ساتھ خط وکتابت جائز ہے۔

[۲۳-] بابٌ فى مُكَاتَبَةِ الْمُشْرِكِيْنَ

[۲۷۱۸-] حدثنا يُوْسُفُ بنُ حَمَّادٍ الْبَصْرِيُّ، نَاعَبْدُ الأَعْلَى، عَنْ سَعِيْدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَتَبَ قَبْلَ مَوْتِهِ إِلَى كِسْرَى، وَإِلَى قَيْصَرَ، وَإِلَى النَّجَاشِيِّ، وَإِلَى كُلِّ جَبَّارٍ: يَدْعُوْهُمْ إِلَى اللّٰهِ، وَلَيْسَ بِالنَّجَاشِيِّ الَّذِيْ صَلَّى عَلَيْهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابٌ: كَيْفَ يُكْتَبُ إِلَى أَهْلِ الشِّرْكِ؟

مشرکین کو خط کیسے لکھا جائے؟

خط کا ایک سرنامہ ہوتا ہے اور ایک مضمون ہوتا ہے، مضمون تو جو پیش نظر ہو وہ لکھا جائے گا، مگر خط کا سرنامہ کیا ہو؟

اس سلسلہ میں درج ذیل روایت پڑھیں:

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ان سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہرقل شاہِ روم نے ان کی طرف آدمی بھیجا، اور قریش کی ایک جماعت کے ساتھ ان کو بلایا، یہ سب حضرات تجارت کی غرض سے ملک شام گئے ہوئے تھے، چنانچہ وہ سب ہرقل کے پاس پہنچے، پھر ابن عباسؓ نے حدیث بیان کی (یہاں لمبا مضمون ہے جو بخاری شریف کے شروع میں ہے، امام ترمذیؒ نے اس کو حذف کیا ہے) ابوسفیان نے کہا: پھر ہرقل نے نبی ﷺ کا خط منگوایا، اور وہ پڑھا گیا، اچانک اس میں تھا: بسم الله الرحمن الرحيم، مِنْ مُحمدٍ عبد الله ورسوله، إلى هِرَقْلَ عظيمِ الرومِ، السلام على من اتَّبَعَ الهدى، أما بعد! میں شروع کرتا ہوں نہایت مہربان، بڑے عنایت فرما اللہ کے نام سے، یہ خط اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے، روم کے بڑے آدمی ہرقل کے نام ہے، اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے، تمہید کے بعد! (اس کے بعد لمبا مضمون ہے جس میں ہرقل کو دین کی دعوت دی گئی ہے)

تشریح: اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

پہلی بات: خط اور تحریر کے شروع میں پوری بسم اللہ لکھی جائے، اگرچہ وہ خط یا تحریر غیر مسلم کے نام ہو، ۷۸۶ لکھنے کا جو دستور چل پڑا ہے اس کی کچھ اصل نہیں، اور یہ کہنا کہ خط میں بسم اللہ لکھنے میں بے احتیاطی ہے: بے دلیل بات ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے غیر مسلموں کو جو خطوط لکھے ہیں، ان میں بسم اللہ لکھی ہے، جبکہ یہ یقین نہیں تھا کہ وہ اس تحریر کی حفاظت کریں گے۔

دوسری بات: خط وغیرہ تحریرات میں کاتب اور مکتوب الیہ کا تعارف بھی ہونا چاہئے، نبی ﷺ نے اپنا بھی پورا تعارف کرایا ہے اور مکتوب الیہ کا بھی، اور ضرورت ہو تو اپنے القاب بھی لکھے جائیں اور مکتوب الیہ کے القاب بھی۔

تیسری بات: سلام کا پیرایہ ایسا اختیار کیا جائے کہ نہ سانپ بچے نہ لاٹھی ٹوٹے، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جس طرح سلام کیا تھا (طٰہٰ ۴۷) نبی ﷺ نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

[۲۴-] بابٌ: كَيْفَ يُكْتَبُ إِلَى أَهْلِ الشِّرْكِ؟

[۲۷۱۹-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عُتْبَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ: أَنَّ أَبَا سُفْيَانَ بْنَ حَرْبٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّ هِرَقْلَ أَرْسَلَ إِلَيْهِ فِيْ نَفَرٍ مِنْ قُرَيْشٍ، وَكَانُوْا تُجَّارًا بِالشَّامِ، فَأَتَوْهُ، فَذَكَرَ الحَدِيْثَ، قَالَ: ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَقُرِئَ، فَإِذَا فِيْهِ: "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحمدٍ

عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ، السَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، أَمَّا بَعْدُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ سُفْيَانَ: اسْمُهُ صَخْرُ بنُ حَرْبٍ.

بابُ ماجاء فی خَتْمِ الْكِتَابِ

خط پر مہر لگانے کا بیان

کبھی اعتماد کے لئے تحریر پر مہر لگانی پڑتی ہے، کیونکہ الْخَطُّ يُشْبِهُ الْخَطَّ: خط خط کے مشابہ ہوتا ہے، اس لئے تحریر میں دھوکا ہوسکتا ہے، مگر جب تحریر پر مہر لگ جائے تو دھوکہ کا اندیشہ صفر کے درجہ میں رہ جاتا ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ نے شاہانِ عجم کی طرف خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو آپؐ کو یہ بات بتائی گئی کہ شاہانِ عجم صرف وہی خط قبول کرتے ہیں جن پر مہر ہوتی ہے، چنانچہ نبی ﷺ نے مہر بنوائی (اور اس میں محمد رسول اللہ کندہ کروایا) حضرت انسؓ کہتے ہیں: پس گویا میں حضور ﷺ کی ہتھیلی میں انگوٹھی کی سفیدی دیکھ رہا ہوں، یعنی وہ منظر آج بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے (اور انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننی چاہئے؟ اس کی تفصیل ابواب اللباس (تحفہ ۵:۷۳) میں گذر چکی ہے)

[۲۵-] بابُ ماجاء فی خَتْمِ الْكِتَابِ

[۲۷۲۰-] حدثنا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ، أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بنُ هِشَامٍ، ثنِی أَبِی، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: لَمَّا أَرَادَ نَبِیُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ، قِيْلَ لَهُ: إِنَّ الْعَجَمَ لَايَقْبَلُوْنَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ، فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا، قَالَ: فَكَأَنِّیْ أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِی كَفِّهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابٌ: كَيْفَ السَّلَامُ؟

سلام کرنے کا طریقہ

اگر کوئی سویا ہوا ہو اور کوئی بیدار ہو تو آہستہ سلام کرنا چاہئے، تاکہ سونے والا بیدار نہ ہو جائے، یہی حکم اس وقت ہے جب کوئی نماز پڑھ رہا ہو، اور کوئی خالی ہو، تو اس طرح سلام کرے کہ نمازی کو تشویش نہ ہو۔

حدیث: حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ جن کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ ہے، جو بہت قدیم الاسلام ہیں، اور اصحابِ صفہ (غریب صحابہ) میں سے ہیں: بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی اس حال میں پہنچ گئے کہ

ہمارے کان اور ہماری آنکھیں بھوک کی وجہ سے جواب دے گئیں، پس ہم نے خود کو صحابہ کے سامنے پیش کرنا شروع کیا تا کہ کوئی ہمیں کھلانے کے لئے ساتھ لے جائے، مگر کوئی ہمیں قبول نہیں کرتا تھا یعنی کوئی ہمیں گھر نہیں لے گیا (ان کے یہاں بھی گنجائش نہیں ہوگی) پس ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ ہمیں اپنے گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، نبی ﷺ نے فرمایا: ان کا دودھ نکالو، چنانچہ ہم نے ان کا دودھ نکال لیا، اور ہر شخص نے اپنا حصہ پی لیا، اور ہم نے نبی ﷺ کا حصہ رکھ لیا، نبی ﷺ رات میں آئے، اور اس طرح سلام کیا کہ سونے والا بیدار نہ ہو، اور بیدار سُن لے، پھر آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھی، پھر آپؐ اپنے مشروب کے پاس آئے اور اس کو نوش فرمایا (یہ حدیث تفصیل سے مسلم شریف کتاب الأشربة باب ۳۲ حدیث ۲۰۵۵ میں ہے)

تشریح: الجَهْد کے معنی ہیں: تھکن، یہاں معنی ہیں: بھوک، فاقہ...... خود نبی ﷺ کا بھی فاقہ تھا، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: احْتَلِبُوْا هٰذَا اللَّبَنَ بَيْنَنَا: مسلم شریف میں بَيْنَنَا بھی ہے، یعنی ان بکریوں کا دودھ ہم سب کے لئے نکال لو، یہ شام کا وقت تھا، حضرت مقدادؓ اور ان کے ساتھوں نے وہ بکریاں دوھ لیں، اور اپنا اپنا حصہ پی لیا، اور نبی ﷺ کا حصہ رکھ لیا۔

[۲۶-] بابٌ: كَيْفَ السَّلَامُ؟

[۲۷۲۱-] حدثنا سُوَيْدٌ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، أَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ، نَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ، نَا ابنُ أَبِيْ لَيْلَى، عَنِ الْمِقْدَادِ بنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَصَاحِبَانِ لِيْ، قَدْ ذَهَبَتْ أَسْمَاعُنَا وَأَبْصَارُنَا مِنَ الجَهْدِ، فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ أَنْفُسَنَا عَلَى أَصْحَابِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَلَيْسَ أَحَدٌ يَقْبَلُنَا، فَأَتَيْنَا النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَأَتَى بِنَا أَهْلَهُ، فَإِذَا ثَلَاثَةُ أَعْنُزٍ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم: "احْتَلِبُوْا هٰذَا اللَّبَنَ" وَكُنَّا نَحْتَلِبُهُ، فَيَشْرَبُ كُلُّ إِنْسَانٍ نَصِيْبَهُ، وَنَرْفَعُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَصِيْبَهُ، فَيَجِيْئُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنَ اللَّيْلِ، فَيُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا لَايُوْقِظُ النَّائِمَ، وَيُسْمِعُ الْيَقْظَانَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيُصَلِّي، ثُمَّ يَأْتِيْ شَرَابَهُ فَيَشْرَبُهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء في كَرَاهِيَةِ التَّسْلِيْمِ عَلَى مَنْ يَبُوْلُ

استنجاء کرنے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی ﷺ کو اس حال میں سلام کیا جب آپؐ چھوٹا استنجاء کر رہے تھے، پس آپؐ نے اس کو سلام کا جواب نہ دیا۔

تشریح: واقعہ کی صحیح نوعیت یہ تھی کہ آپؐ پیشاب کر کے لوٹ رہے تھے، اور سلام کرنے والے نے سلام کیا تو آپؐ نے جواب نہ دیا، آپؐ دیوار کی طرف مائل ہوئے اور تیمّم کر کے جواب دیا، یہ حدیث کتاب الطہارۃ (تحفہ ۱:۳۵۱) میں گذر چکی ہے۔ اور وہاں یہ مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص بالفعل چھوٹا یا بڑا استنجاء کر رہا ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے، اور جو پیشاب سے فارغ ہو کر ڈھیلا کر رہا ہو اس کو سلام کرنے کی گنجائش ہے۔

[۲۷-] بابُ ماجاء فی كَرَاهِيَةِ التَّسْلِيْمِ عَلى مَنْ يَبُوْلُ

[۲۷۲۲-] حدثنا بُنْدَارٌ، وَنَصْرُ بنُ عَلِيٍّ، قَالاَ: نَا أَبُوْ أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ: أَنَّ رَجُلاً سَلَّمَ عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَهُوَ يَبُوْلُ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النبيُّ صلى الله عليه وسلم السَّلاَمَ.

حدثنا مُحمدُ بنُ يَحْيىَ النَّيْسَابُوْرِيُّ، نَا مُحمدُ بنُ يُوْسُفَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بنِ عُثْمَانَ: بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَفِيْ الباب: عَنْ عَلْقَمَةَ بنِ الفَغْوَاءِ، وَجَابِرٍ، وَالْبَرَاءِ، وَمُهَاجِرِ بنِ قُنْفُذٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فی كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُوْلَ: "عَلَيْكَ السَّلاَمُ" مُبْتَدِأً

عليك السلام کے الفاظ سے سلام کرنا مکروہ ہے

سلام کے جواب میں عليك السلام اور وعليك السلام کہہ سکتے ہیں، لیکن سلام کرنے والا اس طرح نہ کہے، سلام کا یہ طریقہ شریعت نے پسند نہیں کیا، حدیث میں اس کو سلام اموات کہا گیا ہے۔ شعراء مرثیہ لکھتے ہیں تو اس طرح سلام کرتے ہیں۔

حدیث: ابوتمیمہ ہُجیمی اپنی قوم کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو ڈھونڈھا، پس میں آپؐ پر قادر نہ ہوا، یعنی میں نے آپؐ کو نہ پایا (وہ صحابی نو وارد تھے، نبی ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے) پس میں بیٹھ گیا، اچانک (وہاں) ایک جماعت تھی جن میں آپؐ بھی تھے، اور میں آپؐ کو پہچانتا نہیں تھا، اور آپ اس جماعت کے لوگوں کے درمیان مصالحت کرا رہے تھے، پھر جب آپؐ کام سے فارغ ہوئے (اور چلنے کے لئے اٹھے) تو آپؐ کے ساتھ ان میں سے بعض حضرات کھڑے ہوئے، پس انھوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! پس جب میں نے یہ بات سنی تو میں نے آپؐ کو پہچان لیا (پس) میں نے کہا: عليك السلام یا رسول الله! (تین مرتبہ) نبی ﷺ نے فرمایا: عليك السلام مردے کا سلام ہے، یعنی شعراء اس طرح مرثیوں میں میت کو سلام کرتے ہیں،

اس لئے سلام کا یہ انداز مناسب نہیں پھر نبی ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو چاہئے کہ کہے: السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته: پھر نبی ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا اور تین مرتبہ فرمایا: وعلیك ورحمة الله! اور تجھ پر (بھی) سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو!

تشریح: أبو تمیمه، هُجیمی جس صحابی سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں، ان کا نام دوسری سند میں آیا ہے، وہ ابوجُری جابر بن سُلیم هُجیمی رضی اللہ عنہ ہیں...... اور سلام ایک ہی مرتبہ کیا جاتا ہے، اور جواب بھی ایک ہی مرتبہ دیا جاتا ہے، مگر یہ صحابی چونکہ نو وارد اور نو آموز تھے، اس لئے انھوں نے تین مرتبہ سلام کیا، اور غلط طریقہ پر سلام کیا، چنانچہ آپؐ نے پہلے ان کو سلام کرنے کا صحیح طریقہ بتایا، پھر آپؐ نے بھی ان کو تین مرتبہ جواب دیا، یہ تین مرتبہ جواب دینا ان کی دلداری کے لئے تھا، ورنہ شرعاً ایسا کرنا ضروری نہیں۔

حدیث (۲): مذکورہ حدیث دوسری سند سے اس طرح آئی ہے: جابر بن سُلیمؓ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے کہا: علیك السلام: تو آپؐ نے فرمایا: علیك السلام مت کہو، بلکہ السلام علیکم کہو، پھر روایت میں لمبا مضمون ہے، جو ابوداؤد باب إسبال الإزار میں ہے۔

حدیث (۳): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ جب سلام کرتے تھے تو تین مرتبہ سلام کرتے تھے، اور جب کوئی بات فرماتے تھے تو اس کو تین مرتبہ لوٹاتے تھے۔

تشریح: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں لکھا ہے: ''نبی ﷺ کا یہ طریقہ بڑے مجمع کو سلام کرنے کی صورت میں تھا، جبکہ ایک سلام سب کو نہیں پہنچ سکتا تھا، تو آپؐ سامنے اور دائیں بائیں الگ الگ سلام کرتے تھے'' پھر علامہ نے یہ بھی لکھا ہے: مَنْ تَأَمَّلَ هَدْيَه: عَلِمَ أَنَّ الأَمْرَ لیس کذلك، وَأَنَّ تَکْرار السلام منه کان أَمْرًا عارضاً فی بعض الأحیان: جو شخص سیرتِ پاک میں غور کرے گا وہ جان لیگا کہ تین مرتبہ سلام کرنا معمول نبوی نہیں تھا، اور کبھی آپؐ کا مکرر سلام کرنا عارضی بات تھی...... اسی طرح جب آپؐ بڑے مجمع سے خطاب فرماتے تھے تو سامنے، دائیں اور بائیں ایک ہی بات مکرر فرماتے تھے، تاکہ لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں، اور محفوظ کرلیں۔

[۲۸-] بابُ ماجاء فی کَرَاهِیَةِ أَنْ یَقُوْلَ: ''عَلَیْكَ السَّلَامُ'' مُبْتَدِأً

[۲۷۲۳-] حدثنا سُوَیْدٌ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، نا خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ أَبِیْ تَمِیْمَةَ الْهُجَیْمِیِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ، قَالَ: طَلَبْتُ النبیَّ صلی الله علیه وسلم، فَلَمْ أَقْدِرْ عَلَیْهِ، فَجَلَسْتُ، فَإِذَا نَفَرٌ هُوَ فِیْهِمْ، وَلَا أَعْرِفُهُ، وَهُوَ یُصْلِحُ بَیْنَهُمْ، فَلَمَّا فَرَغَ قَامَ مَعَهُ بَعْضُهُمْ، فَقَالُوْا: یَارسولَ اللّٰهِ! فَلَمَّا رَأَیْتُ ذٰلِكَ، قُلْتُ: عَلَیْكَ السَّلَامُ یَارسولَ اللّٰهِ! عَلَیْكَ السَّلَامُ یارسولَ اللّٰهِ! عَلَیْكَ السَّلَامُ یَارسولَ اللّٰهِ! قَالَ:

''إِنَّ عَلَيْكَ السَّلاَمُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ'' ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيَّ، فَقَالَ:'' إِذَا لَقِيَ الرَّجُلُ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ، فَلْيَقُلْ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ'' ثُمَّ رَدَّ عَلَيَّ النبيُّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:'' وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَعَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ''

وَقَدْ رَوَى هٰذَا الحديثَ أَبُوْ غِفَارٍ، عَنْ أَبِي تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ أَبِي جُرَيٍّ جَابِرِ بنِ سُلَيْمٍ الْهُجَيْمِيِّ، قَالَ: أَتَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَذَكَرَ الحديثَ، وَأَبُوْ تَمِيْمَةَ: اسْمُهُ طَرِيْفُ بنُ مُجَالِدٍ.

[۲۷۲٤-] حدثنا بِذٰلِكَ الْحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ أَبِي غِفَارٍ الْمُثَنَّى بنِ سَعِيْدٍ الطَّائِيِّ، عَنْ أَبِي تَمِيْمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَنْ جَابِرِ بنِ سُلَيْمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، فَقُلْتُ: عَلَيْكَ السَّلاَمُ، قَالَ:'' لاتَقُلْ عَلَيْكَ السَّلاَمُ، وَلٰكِنْ قُلْ: السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ'' وَذَكَرَ قِصَّةً طَوِيْلَةً، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۷۲٥-] حدثنا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ، نَا عَبْدُ الصَّمَدِ بنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ الْمُثَنَّى، نَا ثُمَامَةُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا سَلَّمَ: سَلَّمَ ثَلاَثًا، وَإِذَا تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَعَادَهَا ثَلاَثًا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابٌ

دینی مجلس میں کوتاہ دستی محرومی ہے!

حدیث (۱): حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس درمیان کہ نبی ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، اور لوگ بھی آپؐ کے ساتھ تھے، اچانک تین شخص آئے، ان میں سے دو تو نبی ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے، اور ایک چلا گیا، پھر جب وہ دو نبی ﷺ کے پاس پہنچے تو دونوں نے سلام کیا، پس دونوں میں سے ایک نے حلقہ میں جگہ پائی تو وہ اس میں بیٹھ گیا، اور دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھا، اور تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب نبی ﷺ (بیان سے) فارغ ہوئے تو فرمایا: سنو! میں تمھیں تین شخصوں کا حال بتاتا ہوں: ان میں سے ایک نے اللہ کی طرف پناہ لی تو اللہ نے اس کو پناہ دی، اور دوسرا شرمایا تو اللہ تعالیٰ (بھی) اس سے شرمائے، اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے (بھی) اس سے روگردانی کی۔

تشریح: مجلس نبوی میں علم کا دریا بہہ رہا تھا، پس جو صاحب آگے بڑھے، اور حلقہ میں بیٹھے، انھوں نے پالا مار لیا اور جو ہچکچائے اور پیچھے بیٹھے وہ کوتاہ دست رہے، اور جو جگہ نہ پا کر چلے گئے وہ محروم رہے، اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ دینی مجالس مئے خانے ہیں، وہاں بڑھ کر جو جام اٹھا لیتا ہے وہی مینا کا حقدار ہوتا ہے۔

حدیث (۲): حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم مجلس نبوی میں پہنچتے تھے تو ہم میں سے ہر شخص مجلس کے ختم پر بیٹھتا تھا۔

تشریح: پہلی حدیث میں جو صاحب حلقہ میں گھس کر بیٹھے تھے وہ اس لئے بیٹھے تھے کہ حلقہ میں جگہ تھی، اور دوسری حدیث میں یہ ادب بیان کیا گیا ہے کہ آنے والے کو اگر حلقہ میں جگہ نہ ہو تو زبردستی حلقہ میں نہیں گھسنا چاہئے، بلکہ مجلس کے اختتام پر بیٹھنا چاہئے، یہی حکم جمعہ کے مجمع کے لئے اور سبق کی محفل کے لئے بھی ہے۔

[۲۹-] بابٌ

[۲۷۲۶-] حدثنا الأَنْصَارِیُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ أَبِیْ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِیْ مُرَّةَ، عَنْ أَبِیْ وَاقِدٍ اللَّیْثِیِّ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم بَیْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِی الْمَسْجِدِ، وَالنَّاسُ مَعَهُ، إِذْ أَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نفرٍ، فَأَقْبَلَ اثْنَانِ إِلَی رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، وَذَهَبَ وَاحِدٌ، فَلَمَّا وَقَفَا عَلَی رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم سَلَّمَا، فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَرَأَی فُرْجَةً فِی الْحَلْقَةِ، فَجَلَسَ فِیْهَا، وَأَمَّا الآخَرُ فَجلَسَ خَلْفَهُمْ، وَأَمَّا الآخَرُ فَأَدْبَرَ ذَاهِبًا، فَلَمَّا فَرَغَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ: "أَلَا أُخْبِرُکُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلَاثَةِ؟ أَمَّا أَحَدُهُمْ: فَأَوَی إِلَی اللّٰهِ فَآوَاهُ اللّٰهُ، وَأَمَّا الآخَرَ: فَاسْتَحْیَی فَاسْتَحْیَی اللّٰهُ مِنْهُ، وَأَمَّا الآخَرُ: فَأَعْرَضَ فَأَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَأَبُوْ وَاقِدٍ اللَّیْثِیُّ: اسْمُهُ الْحَارِثُ بنُ عَوْفٍ، وَأَبُوْ مُرَّةَ: مَوْلَی أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِیْ طَالِبٍ، وَاسْمُهُ: یَزِیْدُ، وَیُقَالُ: مَوْلَی عَقِیْلِ بنِ أَبِیْ طَالِبٍ.

[۲۷۲۷-] حدثنا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ، نَا شَرِیْكٌ، عَنْ سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ، قَالَ: کُنَّا إِذَا أَتَیْنَا النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم جَلَسَ أَحَدُنَا حَیْثُ یَنْتَهِیْ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ، وَقَدْ رَوَاهُ زُهَیْرُ بنُ مُعَاوِیَةَ، عَنْ سِمَاكٍ.

حضرت ابو واقد لیثیؓ کا نام حارث بن عوف ہے، اور ان سے روایت کرنے والے ابو مرّۃ حضرت ام ہانیؓ کے آزاد کردہ ہیں، ان کا نام یزید ہے، اور بعض کہتے ہیں: وہ حضرت عقیلؓ کے آزادہ کردہ ہیں۔

بابُ ماجاء: مَا عَلَی الْجَالِسِ فِی الطَّرِیْقِ؟

راستے پر بیٹھنے والے کی کیا ذمہ داری ہے؟

راستے پر بیٹھنے کو شریعت نے پسند نہیں کیا، مگر کبھی راستوں پر بیٹھنا ناگزیر ہوجاتا ہے، اس لئے اس کی اجازت

ہے،مگراس صورت میں کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں،ان کا خیال رکھنا چاہئے۔

حدیث: ابواسحاق سبیعیؒ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (مگرانھوں نے یہ حدیث ان سے نہیں سنی) وہ کہتے ہیں: نبی ﷺ چند انصار کے پاس سے گذرے، وہ راستہ پر بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے فرمایا: إِنْ كُنْتُمْ لاَبُدَّ فاعلين: فَرُدُّوْا السلامَ، وأَعينوا المظلومَ، وَاهْدُوْا السبيلَ: اگرتمہارے لئے راستہ پر بیٹھنے کی مجبوری ہوتو سلام کا جواب دو، مظلوم کی مدد کرو، اور راستہ کی راہنمائی کرو۔

تشریح: حدیث کے پہلے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت راستہ پر نہیں بیٹھنا چاہئے، راستہ سے عورتیں بھی گذرتی ہیں، پس نامحرم پر نظر پڑے گی، مگر کبھی لوگوں کے لئے اکٹھا ہونے کی کوئی جگہ نہیں ہوتی، ایسی صورت میں اگر وہ راستہ پر بیٹھیں تو سلام کرنے والے کا جواب دیں، مظلوم کی مدد کریں، اور کوئی راستہ پوچھے تو اس کو راستہ بتلائیں، اور یہ ذمہ داریاں بطور مثال ہیں، ایسی اور بھی ذمہ دایاں ہوسکتی ہیں۔ جو لوگوں کو خود سمجھنی چاہئیں۔

[۳۰-] بابُ ماجاء: مَا عَلَى الْجَالِسِ فِي الطَّرِيْقِ؟

[۲۷۲۸-] حدثنا مَحمُوْدُ بنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ – وَلَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ – : أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَرَّ بِنَاسٍ مِنَ الأَنْصَارِ، وَهُمْ جُلُوْسٌ فِيْ الطَّرِيْقِ، فَقَالَ: " إِنْ كُنْتُمْ لاَبُدَّ فَاعِلِيْنَ: فَرُدُّوْا السَّلاَمَ، وَأَعِيْنُوْا الْمَظْلُوْمَ، وَاهْدُوْا السَّبِيْلَ"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأَبِيْ شُرَيْحٍ الْخُزَاعِيِّ، وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاءَ في الْمُصَافَحَةِ

مصافحہ کا بیان

صَفْحَةُ الْوَرَق کے معنی ہیں: پتّے کا ایک رخ، پس ہاتھ کے دو رخ ہیں: ایک: ہتھیلی کی جانب کا، دوسرا: پشت کی جانب کا۔ اور صَافَحَهُ مُصَافَحَةً (باب مُفاعله) کے معنی ہیں: اپنے ہاتھ کے رخ کو دوسرے کے ہاتھ کے رخ کے ساتھ ملانا، اور یہ آدھا مصافحہ ہے، پھر جب ہر ایک دوسرا ہاتھ رکھے گا تو دونوں کے ہاتھ کا دوسرا رخ بھی مل جائے گا، اب مصافحہ کامل ہوا، کیونکہ ہر ایک کے ہاتھ کے دونوں رخ دوسرے کے ہاتھ کے دونوں رخوں کے ساتھ مل گئے۔

اسی طرح معانقہ بھی باب مفاعلہ کا مصدر ہے، اور عُنُق: (گردن) سے ماخوذ ہے، پس اگر دو شخصوں کی دائیں طرف کی گردنیں ملیں تو یہ آدھا معانقہ ہوا، پھر جب بائیں طرف کی گردنیں بھی ملیں تو پورا معانقہ ہوا، کیونکہ ہر ایک کی گردن کی دونوں جانبیں دوسرے کی گردن کی دونوں جانبوں کے ساتھ مل گئیں، اور جو لوگ تیسری مرتبہ گردنیں

ملاتے ہیں وہ آبِ زم زم کا پانی پیتے ہیں، اور جو لوگ پہلی مرتبہ بائیں طرف کی گردنیں ملاتے ہیں وہ غلط طریقہ پر معانقہ کرتے ہیں۔

اور کچھ لوگ معانقہ میں گردنیں نہیں ملاتے، صرف سینہ ملاتے ہیں وہ معانقہ نہیں کرتے، بلکہ صَدْرٌ سے مُصَادرہ کرتے ہیں، اور کچھ لوگ سینہ بھی نہیں ملاتے، صرف گال ملاتے ہیں وہ خَدٌّ سے مُخَادَدَہْ کرتے ہیں، اور اگر دونوں کے پیٹ بڑے ہوں اور وہی ملیں تو وہ بَطَنٌ سے مُبَاطنہ ہے۔

اور غیر مقلدین جو مصافحہ کے مسئلہ میں مصر ہیں کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ ہونا چاہئے یہ ان کی بے جا ضد ہے، اور اہل حق جو اصرار کرتے ہیں کہ دو ہاتھ ہی سے مصافحہ ہوتا ہے، یہ بھی احادیث کی روشنی میں صحیح نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ ایک ہاتھ کا مصافحہ ناقص مصافحہ ہے، اگر کوئی اس پر اکتفا کرے تو گنجائش ہے، اور اصل مصافحہ دو ہاتھ سے ہونا چاہئے یہی کامل سنت ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ملاقات کے وقت سلام کے بعد اگر مصافحہ اور معانقہ بھی کیا جائے، اور آنے والے کو خوش آمدید کہا جائے تو اس سے مودت ومحبت اور فرحت وسرور میں اضافہ ہوتا ہے، اور وحشت ونفرت اور قطع تعلق کا اندیشہ دور ہوتا ہے، یعنی یہ باتیں سلام کے مقصد کی تکمیل کرتی ہیں۔

علاوہ ازیں: حدیث میں ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں، اور مصافحہ کریں، اور دونوں اللہ کی حمد کریں، اور دونوں اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں تو دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے، کیونکہ مسلمانوں کے درمیان بشاشت، باہم محبت وملاطفت، اور ذکر الٰہی کی اشاعت رب العالمین کو پسند ہے، اسی لئے مصافحہ کرنے والے مغفرت کے حق دار ہوتے ہیں۔

لیکن مغفرت کا استحقاق اس وقت ہوتا ہے جب ملاقات کے وقت پہلے سلام کیا جائے، حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب صحابہ آپس میں ملتے تھے تو جب تک سلام نہیں کر لیتے تھے مصافحہ نہیں کرتے تھے (مجمع الزوائد ۸: ۳۶) پھر مصافحہ کے ساتھ ہر ایک سلام کی طرح زور سے کہے: یَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ: اللہ میری اور آپ کی مغفرت فرمائیں، پھر مزاج پرسی کے وقت دونوں اللہ کی تعریف کریں، اور ہر حال میں اللہ کا شکر بجالائیں، تو دونوں کی مغفرت کردی جاتی ہے، مسند احمد وغیرہ میں روایت ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں، یعنی مصافحہ کریں، پس اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ دونوں کی دعا میں حاضر ہوں، اور دونوں کو جدا نہ کریں یہاں تک کہ دونوں کو بخش دیں (مجمع الزوائد ۸: ۳۶)

ملحوظہ: لوگوں میں مصافحہ کی دعا کے سلسلہ میں غفلت پائی جاتی ہے، لوگ سلام ہی کو مصافحہ کی دعا سمجھتے ہیں، بلکہ بات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ جو ''مسنون دعائیں'' چھپتی ہیں ان میں مصافحہ کی دعا نہیں ہے، البتہ دہلی سے

جماعت اسلامی نے جو ''مسنون دعائیں'' چھاپی ہیں، اس میں مصافحہ کی دعا ہے۔

اور عام طور پر جو ''مسنون دعائیں'' چھپتی ہیں، اس میں مصافحہ کی دعا اس لئے نہیں ہے کہ یہ کتاب امام نوویؒ کی کتاب الأذکار اور ابن الجزریؒ کی حصن حصین سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہے، اور ان دونوں کتابوں میں کسی وجہ سے مصافحہ کی دعا نہیں آئی۔ اس لئے مسنون دعاؤں میں وہ دعا رہ گئی، اور اس طرح پوری امت مصافحہ کی دعا سے محروم ہوگئی، پس لوگوں کو چاہئے کہ دعا کا اہتمام کریں، اور یہ سنت زندہ کریں، مردہ سنت کو زندہ کرنے کا بڑا ثواب ہے۔

آدابِ ملاقات:

جب ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہو تو سب سے پہلے سلام کرنا چاہئے، یہ **تحیۃُ الإسلام** ہے، یعنی ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دوسرے مسلمان کو سلامتی کی دعا دے، خواہ اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو، بس اتنا معلوم ہونا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے۔

پھر اگر معرفت یا عقیدت ہے تو سلام کے بعد مصافحہ بھی کرنا چاہئے، اور یہ **تحیۃ المعرفۃ** ہے، اس سے سلام کی تکمیل ہوتی ہے، اور اگر غایت درجہ معرفت ہے تو مصافحہ کے بجائے معانقہ کرنا چاہئے، معانقہ: مصافحہ کا نعم البدل ہے اور معانقہ کی دعا بھی وہی ہے جو مصافحہ کی ہے، اور اُس دعا کے ساتھ کوئی اور دعا بھی کر سکتے ہیں، اور مصافحہ اور معانقہ کو جمع کرنا آبِ زم زم کا پانی پینا ہے۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے پوچھا: جب ہم میں سے کوئی اپنے بھائی یا اپنے دوست سے ملے تو کیا اس کی اجازت ہے کہ اس کے سامنے جھکے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں (کیونکہ جھکنا رکوع کے مشابہ ہے، اور جس طرح غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنا حرام ہے رکوع کرنا بھی حرام ہے، پس صرف جھکنا یا سلام کے ساتھ جھکنا جس طرح کُورنش بجالاتے ہیں: ممنوع ہے) پھر سائل نے پوچھا: پس کیا اس کی اجازت ہے کہ اس سے لپٹ جائے؟ یعنی اس کو گلے لگائے اور اس کو چومے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں (کیونکہ اس میں فساد کا اندیشہ ہے) پھر سائل نے پوچھا: پس کیا اس کی اجازت ہے کہ اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑے، اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں، اس کی اجازت ہے۔

تشریح: محبت و تعلق کے اظہار کا آخری اور انتہائی درجہ معانقہ اور تقبیل (چومنا) ہے، لیکن اس کی اجازت اسی صورت میں ہے جب موقع محل کے لحاظ سے کسی شرعی مصلحت کے خلاف نہ ہو، اور اس سے کسی برائی یا شک وشبہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو، مذکورہ حدیث میں جو معانقہ اور تقبیل کی ممانعت ہے اس کا مطلب دوسری حدیثوں کی روشنی میں یہ ہے کہ ممانعت کا تعلق اس صورت سے ہے جبکہ سینہ سے لگانے اور چومنے میں کسی برائی یا شک وشبہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، ورنہ بہت سے واقعات سے نبی ﷺ کا معانقہ فرمانا اور چومنا ثابت ہے۔

اور مصافحہ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے، کچھ لوگ صرف انگلیاں ملاتے ہیں، اور کچھ لوگ صرف ہتھیلیاں ملاتے ہیں، ہاتھ پکڑتے نہیں، یہ مصافحہ کا صحیح طریقہ نہیں۔

حدیث (۲): قتادہؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا صحابہ کرام میں مصافحہ کا رواج تھا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا: جی ہاں۔

[۳۱-] بابُ ماجاءَ فی الْمُصَافَحَةِ

[۲۷۲۹-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا حَنْظَلَةُ بنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَارسولَ اللّٰهِ! الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقٰى أَخَاهُ أَوْ صَدِيْقَهُ، أَيَنْحَنِىْ لَهُ؟ قَالَ:" لاَ" قَالَ: أَفَيَلْتَزِمُهُ، وَيُقَبِّلُهُ؟ قَالَ:" لاَ" قَالَ: فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ، وَيُصَافِحُهُ، قَالَ:" نَعَمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۲۷۳۰-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسِ بنِ مَالِكٍ: هَلْ كَانَتِ الْمُصَافَحَةُ فِيْ أَصْحَابِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ: نَعَمْ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ: دعاوسلام کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب مصافحہ بھی کیا جائے۔

تشریح: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث غریب ہے، یحییٰ بن سلیم سے آخر تک اس کی یہی ایک سند ہے، امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے اس سند کے بارے میں پوچھا تو امام بخاریؒ نے اس کو محفوظ شمار نہیں کیا، اور فرمایا: یحییٰ بن سُلیم درحقیقت اس سند سے یہ حدیث بیان کرنا چاہتے تھے: لَاسَمَرَ إِلَّا لِمُصَلٍّ أَوْ مُسَافِرٍ: عشاء کے بعد قصہ گوئی جائز نہیں، مگر تہجد پڑھنے والے کے لئے یا مسافر کے لئے (اس کی تفصیل تحفہ ۱: ۴۶۷ میں گذر چکی ہے) امام بخاریؒ نے فرمایا: مذکورہ حدیث کی سند یہ ہے: منصور: ابواسحاق سے، اور وہ عبدالرحمٰن بن یزید سے یا ان کے علاوہ کسی اور سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتا ہے: "سلام ودعا کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب مصافحہ کیا جائے" یعنی یہ حدیث مرفوع نہیں ہے، عبدالرحمٰن بن یزید وغیرہ کا قول ہے۔

[۲۷۳۱-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ عَبْدَةَ الضَّبِىُّ، نَا يَحْيىَ بنُ سُلَيْمٍ الطَّائِفِىُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ:" مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ"

وَهٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَلاَنَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ يَحْيىَ بنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سُفْيَانَ. وَسَأَلْتُ مُحمدَ بنَ إِسْمَاعِيْلَ عَنْ هٰذَا الحديثِ؟ فَلَمْ يَعُدَّهُ مَحْفُوْظًا، وَقَالَ: إِنَّمَا أَرَادَ عِنْدِىْ حَدِيْثَ سُفْيَانَ، عَنْ

مَنْصُوْرٍ، عَنْ خَيْثَمَةٍ، عَنْ مَّنْ سَمِعَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:'' لَاسَمَرَ إِلَّا لِمُصَلٍّ أَوْ مُسَافِرٍ''

قَالَ مُحمدٌ: وَإِنَّمَا يُرْوَى عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ يَزِيْدَ، أَوْ غَيْرِهِ، قَالَ:'' مِنْ تَمَامِ التَّحِيَّةِ الْأَخْذُ بِالْيَدِ''

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: بیمار کی بیمار پرسی کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے، جب بیمار پرسی کرنے والا اپنا ہاتھ بیمار کے ماتھے پر رکھے، یا فرمایا: اس کے ہاتھ پر رکھے، پھر اس سے پوچھے: کیف أَنْتَ؟ مزاج شریف! اور آپس میں دعا وسلام کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب مصافحہ بھی کیا جائے۔

تشریح: اس حدیث میں دو مضمون ہیں: پہلا مضمون یہ ہے کہ جو کسی کی بیمار پرسی کے لئے جائے وہ بیمار کے نزدیک جائے، اور اس کے ماتھے پر یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیمار پرسی کرے تو بیمار پرسی کامل ہوگی۔ اور دوسرا مضمون وہی ہے جو اوپر والی حدیث میں ہے۔ اور اس حدیث کی سند بھی ضعیف ہے، امام بخاریؒ فرماتے ہیں: اس کا راوی: عبید اللہ تو ثقہ ہے، مگر اس کا استاذ علی بن یزید ضعیف ہے، پھر اس کا استاذ قاسم ہے جس کے باپ کا نام عبدالرحمٰن ہے، اور اس کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے، یہ راوی ثقہ ہے اور وہ عبدالرحمٰن بن خالد کا آزاد کردہ ہے، اور یہ قاسم شام کا باشندہ تھا، پس اس کا شمار شامی رواۃ میں ہے۔

[۲۷۳۲-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا يَحْيىَ بنُ أَيُّوْبَ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بنِ زَحْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بنِ يَزِيْدَ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ، أَنَّ رسول اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:'' مِنْ تَمَامِ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ: أَنْ يَضَعَ أَحَدُكُمْ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِهِ، أَوْ قَالَ: عَلَى يَدِهِ، فَيَسْأَلُهُ كَيْفَ هُوَ؟ وَتَمَامُ تَحِيَّتِكُمْ بَيْنَكُمْ الْمُصَافَحَةُ''

هٰذَا إِسْنَادٌ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ، قَالَ مُحمدٌ: عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ زَحْرٍ: ثِقَةٌ، وَعَلِيُّ بنُ يَزِيْدَ: ضَعِيْفٌ، وَالْقَاسِمُ: هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَهُوَ ثِقَةٌ، وَهُوَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ خَالِدِ بنِ يَزِيْدَ بنِ مُعَاوِيَةَ، وَالْقَاسِمُ شَامِيٌّ.

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: جو بھی دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں پس وہ مصافحہ کرتے ہیں تو دونوں کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

تشریح: یہ حدیث اتنی مشہور ہوگئی کہ مصافحہ سے دعا رخصت ہوگئی، حالانکہ حضرت براء رضی اللہ عنہ ہی سے یہ حدیث ابوداؤد میں اس طرح مروی ہے: إِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ، فَتَصَافَحَا، وَحَمِدَا اللّٰهَ، وَاسْتَغْفَرَاهُ، غُفِرَلَهُمَا:

اوراس کی سند اعلی درجہ کی صحیح ہے، اور حادثہ واحدۃ میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے، پس امام ترمذیؒ کی روایت میں اگر چہ استغفار کا ذکر نہیں، مگر اس کو بڑھایا جائے گا اور غفر اللہ لھما اس کا قرینہ ہے...... اور حدیث میں واؤ عاطفہ مطلق جمع کے لئے ہے، اور حمد کا موقع مزاج پرسی کا وقت ہے، لوگ عام طور پر اس وقت حمد کرنا بھول جاتے ہیں، اس لئے اہمیت ظاہر کرنے کے لئے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔

[۲۷۳۳-] حدثنا سُفْيَانُ بنُ وَكِيْعٍ، وَإِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ، قَالاَ: نا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الأَجْلَحِ، عَنْ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَامِنْ مُسْلِمَيْنَ يَلْتَقِيَانِ، فَيَتَصَافَحَانِ، إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتفرَّقَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أَبِىْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، وَيُرْوَى هٰذَا الحَدِيْثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ الْبَرَاءِ.

بابُ ماجاء فى الْمُعَانَقَةِ وَالْقُبْلَةِ

معانقہ اور چومنے کا بیان

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت زید بن حارثہ کسی سفر سے لوٹ کر مدینہ پہنچے، اس وقت نبی ﷺ میرے گھر میں تھے، حضرت زیدؓ آپؐ سے ملنے آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، پس نبی ﷺ ان کی طرف اٹھے، درانحالیکہ آپؐ کا بدن کھلا ہوا تھا، اور آپؐ اپنا کپڑا گھسیٹ رہے تھے، صدیقہ فرماتی ہیں: بخدا! میں نے آپؐ کو اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی کسی سے اس طرح کھلے بدن ملتے نہیں دیکھا۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ سے معانقہ کیا اور ان کو چوما۔

تشریح: عُریان: ننگے یعنی کھلے بدن، یعنی کرتے کی جگہ جو چادر آپؐ زیب تن فرماتے تھے وہ نہیں تھی۔ اوپر کا آدھا بدن کھلا تھا، اسی حال میں آپؐ نے معانقہ فرمایا...... اور کپڑا گھسیٹنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی گھر میں جس بے تکلف حالت میں ہو، اسی حال میں باہر نکل آئے، تو کہتے ہیں: ''کپڑا گھسیٹتا ہوا نکلا'' یہ ایک محاورہ ہے، اس کے لئے کپڑا گھسیٹنا ضروری نہیں۔

[۳۲-] بابُ ماجاء فى الْمُعَانَقَةِ وَالْقُبْلَةِ

[۲۷۳۴-] حدثنا مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا إِبْرَاهِيْمُ بنُ يَحْيىَ بنِ مُحمدِ بنِ عَبَّادٍ الْمَدِيْنِيُّ، ثَنِىْ أَبِىْ: يَحْيىَ بنُ مُحمدٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحمدِ بنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ

عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَدِمَ زَيْدُ بنُ حَارِثَةَ الْمَدِيْنَةَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ بَيْتِيْ، فَأَتَاهُ، فَقَرَعَ الْبَابَ، فَقَامَ إِلَيْهِ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عُرْيَانًا، يَجُرُّ ثَوْبَهُ، وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلاَ بَعْدَهُ، فَاعْتَنَقَهُ، وَقَبَّلَهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ مَنْ حَدِيْثِ الزُّهْرِيِّ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابُ ماجاء فی قُبْلَةِ الْيَدِ وَالرِّجْلِ

ہاتھ اور پاؤں چومنا

متعدد روایات سے ہاتھوں کو، اور بعض روایات سے پاؤں کو چومنے کا جواز ثابت ہوتا ہے، وہ روایات درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب وہ ایک جہاد سے بھاگ کر لوٹے تھے، اور نبی ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا تھا: أَنتم الْعَكَّارُوْنَ، وَأَنَا فِئَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ: تم پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو، اور میں مسلمانوں کا مرکز ہوں، ابن عمرؓ کہتے ہیں: فَقَبَّلْنَا يَدَهُ: پس ہم نے آپؐ کے ہاتھ چومے۔

۲- حضرت ابولبابہ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہما نے جب ان کی توبہ قبول ہوئی: نبی ﷺ کے ہاتھوں کو چوما۔

۳- حضرت زارع رضی اللہ عنہ جو وفد عبدالقیس میں آئے تھے، کہتے ہیں: ہم سواریاں بٹھا کر تیزی سے دوڑے، اور نبی ﷺ کے ہاتھوں کو اور آپؐ کے پیروں کو چوما (یہ روایت ابوداؤد میں ہے) اور حضرت مزیدۃ عصریؓ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔

۴- باب کی روایت میں دو یہودیوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ اور پیر کو چوما ہے۔

۵- حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ کے ہاتھ کو چوما ہے۔

۶- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی نبی ﷺ کے ہاتھ کو چوما ہے۔

۷- حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بدو اور درخت کے واقعہ میں انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ میں آپؐ کا سر اور آپؐ کے پاؤں چوموں، چنانچہ آپؐ نے ان کو اجازت دی۔

۸- حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ نے جب وہ سفر سے لوٹے تو حضرت عمرؓ کے ہاتھ کو چوما۔

۹- حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابن عباسؓ کے ہاتھ کو چوما، جبکہ انھوں نے حضرت زید کی رکاب تھامی تھی۔

۱۰-حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں کو چوما ہے۔

۱۱-ابو مالک اشجعی نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا: آپ اپنا وہ ہاتھ مجھے دیں جس سے آپ نے نبی ﷺ سے بیعت کی ہے، انھوں نے ہاتھ دیا، پس ابو مالک نے اس کو چوما۔

فقہاء کی آراء:

۱-امام مالکؒ ہاتھ پاؤں کی تقبیل کا انکار کرتے ہیں، اور اس سلسلہ کی روایات کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

۲-امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی کی بزرگی، نیکی، علم اور شرافت کی وجہ سے یا دیگر دینی فضائل کی وجہ سے ہاتھ چومنا مکروہ نہیں، بلکہ مستحب ہے، البتہ کسی کی مالداری کی وجہ سے یا شوکت و دبدبہ کی وجہ سے یا جاہ وجلال کی وجہ سے ہاتھوں کو چومنا سخت مکروہ ہے۔

۳-ہمارے اکابر قدم بوسی کی تو بالکل اجازت نہیں دیتے، کیونکہ وہ ہندوؤں کے فعل کے مشابہ ہے، ہندو اپنے بڑوں کے پاؤں پڑتے ہیں، اور وہ اس کو انتہائی تعظیم خیال کرتے ہیں ...... اور دست بوسی کو اگرچہ جائز کہتے ہیں، مگر پسند نہیں کرتے، کیونکہ دست بوسی کے وقت جھکنا پڑتا ہے، اور آدمی رکوع کے مشابہ ہوجاتا ہے، پس وہ سلامی کے سجدہ کی طرح ہوگیا، اس لئے اگر کسی کو چومنا ہے تو پیشانی چومے، نبی ﷺ سے یہی بات ثابت ہے۔

حدیث: حضرت صفوان بن عسالؓ کہتے ہیں: ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا: آؤ! اس نبی کے پاس چلیں، اس کے ساتھی نے کہا: ''نبی'' مت کہو، اگر وہ تمہاری بات سن لیں گے تو ان کی چار آنکھیں ہوجائیں گی، یعنی وہ انتہائی درجہ خوش ہونگے کہ یہود نے بھی ان کو نبی تسلیم کرلیا، پھر وہ دونوں نبی ﷺ کے پاس آئے، اور انھوں نے آپؐ سے نو واضح نشانیوں کے بارے میں پوچھا: آپؐ نے فرمایا: وہ نشانیاں یہ ہیں: (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو (۲) چوری نہ کرو (۳) زنا نہ کرو (۴) اس شخص کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق شرعی کی وجہ سے (۵) کسی بے گناہ کو کسی حاکم کے پاس نہ لے جاؤ، تاکہ وہ اس کو قتل کرے، یعنی کسی بے گناہ کی بادشاہ سے شکایت مت کرو، اور اس کو قتل مت کراؤ (۶) جادو نہ کرو (۷) سود نہ کھاؤ (۸) اور کسی پاک دامن عورت پر تہمت نہ لگاؤ (۹) اور بھاگنے کے لئے مڈبھیڑ کے دن پیٹھ نہ پھیرو (۱۰) اور تم پر خاص طور پر اے یہود! یہ بات لازم ہے کہ ہفتہ کے دن میں حد سے مت بڑھو۔ راوی کہتے ہیں: پس انھوں نے نبی ﷺ کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو چوما، اور انھوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے نبی ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا: پھر تمہیں میری پیروی سے کیا چیز روکتی ہے؟ راوی کہتے ہیں: انھوں نے جواب دیا: داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی نبی ہوتا رہے، اس لئے ہمیں اندیشہ ہے: اگر ہم آپؐ کی پیروی کریں تو ہمیں یہودی قتل کردیں گے۔

تشریح:

۱-حضرت صفوان کی یہ حدیث کتاب التفسیر، تفسیر سورۂ بنی اسرائیل میں بھی ہے، اور وہاں یہ صراحت ہے کہ ان دونوں نے: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوْسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ کے بارے میں پوچھا تھا یعنی وہ نو نشانیاں کیا ہیں جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی تھیں؟ نیز یہ حدیث مستدرک حاکم (۹:۱) میں بھی ہے، اور امام نسائی کی السنن الکبری (۱۹۸:۵) میں بھی ہے، اور ابن ماجہ (حدیث ۳۷۰۵) میں بھی ہے مگر مختصر ہے۔

۲-کان له أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ: ایک محاورہ ہے، انتہائی خوشی کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ اس کی چار آنکھیں ہوگئیں! خوشی کے موقع پر آنکھیں پھیلتی ہیں، اور دور تک دیکھتی ہیں، جیسے حزن وملال کے موقع پر آنکھیں سکڑتی ہیں، اور کم نظر آتا ہے، بلکہ کبھی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے، اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

۳-سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۱۰۱) میں جن نو واضح نشانیوں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں: (۱) عصائے موسیٰ: جو زمین پر ڈالنے سے اژدھا بن جاتا تھا (۲) یدِ بیضاء: جو بغل میں دبا کر نکالنے سے سورج کی طرح چمکنے لگتا تھا (۳) پانی کا سیلاب (۴) ٹڈی دَل (۵) جوئیں یا چیچڑی یا سُرسُری (۶) مینڈک (۷) خون (۸) قحط سالیاں (۹) پھلوں کی کمی —— پہلی دو نشانیاں قرآنِ پاک میں متعدد جگہ مذکور ہیں، اس کے بعد کی چار نشانیاں سورۃ الاعراف (آیت ۱۳۳) میں مذکور ہیں، اور آخری دو نشانیاں سورۃ الاعراف (آیت ۱۳۰) میں مذکور ہیں۔ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات تھے، جو فرعونیوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے دیئے گئے تھے، مگر انھوں نے ایمان لانے کا بار بار عہد کر کے بھی خلاف روزی کی، اور بالآخر تباہ ہوئے۔

۴-اور اس حدیث میں ''نو نشانیوں'' کے جواب میں آپؐ نے ''دس احکام'' بیان فرمائے ہیں، یہ ایک بے جوڑ بات ہے، اور اس کی کوئی تاویل بھی ممکن نہیں، درحقیقت یہ عبداللہ بن سَلِمہ (لام کے کسرہ کی تقریب میں صراحت ہے) کا وہم ہے، اس راوی کے بارے میں تقریب میں ہے: صَدوقٌ تَغَيَّرَ حِفْظُهُ: سچا ہے مگر آخر میں اس کی یاد داشت بگڑ گئی تھی، اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے نہ تو حضرت صفوانؓ کی کوئی روایت صحیحین میں لی، نہ عبداللہ بن سلمہ کی، یہ صرف سنن اربعہ کا راوی ہے، اس کی وجہ حافظ ابوعبداللہ محمد بن یعقوبؒ سے پوچھی گئی کہ شیخین نے حضرت صفوانؓ کی تمام حدیثیں کیوں چھوڑ دی ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: لِفَسَادِ الطريق إليه: حضرت صفوانؓ تک سند کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے (مستدرک حاکم ۱:۱۰) اس لئے میرا خیال ہے کہ حدیث میں صرف عَنْ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ہوگا، تسع کا لفظ عبداللہ نے بڑھایا ہے، بلکہ کتاب التفسیر کی روایت میں پوری آیت لکھی ہے، اس طرح بات کہیں سے کہیں پہنچ گئی، درحقیقت ان یہودیوں نے ان دس واضح احکامات کے بارے میں پوچھا تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے تھے، جن میں سے بعض کا تذکرہ آج بھی تورات میں کتاب استثناء باب ۵ میں

موجود ہے، یہود نے ان احکام میں سے بعض کو چھپا دیا تھا، اور ایسا غائب کر دیا تھا کہ ان کے عام علماء کو بھی وہ احکام معلوم نہیں تھے۔

اس لئے انھوں نے خیال کیا کہ جب ہمارے عام علماء ان احکام کو نہیں جانتے تو یہ حضرت کہاں سے جانتے ہونگے! مگر آنحضرت ﷺ تو نبی تھے، آپؐ نے وہ سارے احکام بیان فرما دیئے، ان احکام میں سے نو تو تمام انبیاء کے لئے عام ہیں، اور آخری حکم بنی اسرائیل کے ساتھ خاص ہے۔ غرض آیات سے احکام مراد ہیں، نشانیاں (معجزات) مراد نہیں، اور ان کی تعداد نو نہیں دس ہے، یہ احکام: احکام عشرہ سے مشہور ہیں۔

۵- وَلاَ تُوَلُّوْا الفِرَارَ: الفِرَارَ مفعول لہ ہے، أی لِلْفِرَارِ...... الیهودَ: منصوب علی الاختصاص ہے۔

۶- اور یہود کی آخری بات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے قیامت تک ان کی اولاد میں نبی ہوتے رہیں گے، پس اگر کوئی نبی ظاہر ہوا، اور اس کا جتھا بن گیا تو وہ ہمیں قتل کر دیں گے، اس اندیشہ سے ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

مگر ان کی یہ بات غلط تھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ایسی کوئی دعا نہیں کی، اور اگر کی تھی تو یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کیوں نہیں لائے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں ہیں؟ در حقیقت: ناچنا نہیں، آنگن ٹیڑھا!

[۳۳-] بابُ ماجاء فی قُبْلَةِ الْیَدِ وَالرِّجْلِ

[۲۷۳۵-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيْسَ، وَأَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ سَلِمَةَ، عَنْ صَفْوَانَ بنِ عَسَّالٍ، قَالَ: قَالَ يُهُوْدِيٌّ لِصَاحِبِهِ: اذْهَبْ بِنَا إِلَى هٰذَا النبيِّ، فَقَالَ صَاحِبُهُ: لاَتَقُلْ نَبِيٌّ، إِنَّهُ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهُ أَرْبَعَةُ أَعْيُنٍ، فَأَتَيَا رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلاَهُ عَنْ تِسْعِ آياتٍ بَيِّنَاتٍ، فَقَالَ لَهُمْ: " لاَتُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَلاَ تُسْرِقُوْا، وَلاَتَزْنُوْا، وَلاَ تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ، وَلاَ تَمْشُوْا بَبَرِیْءٍ إِلَى ذِی سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهُ، وَلاَ تَسْحَرُوْا، وَلاَتَأْكُلُوْا الرِّبَا، وَلاَ تَقْذِفُوْا مُحْصَنَةً، وَلاَ تُوَلُّوْا الْفِرَارَ يَوْمَ الزَّحْفِ، وَعَلَيْكُمْ خاصَّةً اليَهُوْدَ: أَلَّا تَعْتَدُوْا فِی السَّبْتِ، قَالَ: فَقَبَّلُوْا يَدَيْهِ، وَرِجْلَيْهِ، وَقَالُوْا: نَشْهَدُ إِنَّكَ نَبِیٌّ، قَالَ:" فَمَا يَمْنَعُكُمْ أَنْ تَتَّبِعُوْنِیْ؟" قَالَ: قَالُوْا: إِنَّ دَاوُدَ دَعَا رَبَّهُ أَنْ لاَيَزَالَ مِنْ ذُرِّيَّتِهِ نَبِیٌّ، وَإِنَّا نَخَافُ إِنْ تَبِعْنَاكَ أَنْ تَقْتُلَنَا اليَهُوْدُ.

وفی الباب: عَنْ يَزِيْدَ بنِ الأَسْوَدِ، وَابنِ عُمَرَ، وَكَعْبِ بنِ مَالِكٍ، وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فِي مَرْحَبًا

خوش آمدید کہنا

حدیث (۱): ابومُرہ نے جو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں: ابوالنضر کو بتلایا کہ انھوں نے ام ہانی کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں فتح مکہ کے دن نبی ﷺ کے پاس گئی، میں نے آپؐ کو نہاتے ہوئے پایا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کپڑے سے آپؐ کو چھپائے ہوئے تھیں، ام ہانی کہتی ہیں: میں نے سلام کیا، آپؐ نے پوچھا مَن هٰذه؟ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ام ہانی ہوں، آپؐ نے فرمایا: میں ام ہانی کو خوش آمدید کہتا ہوں! پھر اس حدیث میں لمبا مضمون ہے جو صحیحین میں مختلف جگہ مروی ہے اور یہ حدیث پہلے کتاب السیر (تحفہ۴: ۵۱۹) میں گذر چکی ہے۔

حدیث (۲): حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جو دشمنِ اسلام ابوجہل کے بیٹے ہیں، کہتے ہیں: جس دن میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: مرحبا بالراكب المهاجر! یعنی ہجرت کرنے والے اونٹ سوار کو میں خوش آمدید کہتا ہوں۔

تشریح: فتح مکہ کے موقع پر حضرت عکرمہؓ مکہ چھوڑ کر چل دیئے تھے، ان کی بیوی نے ان کے لئے پناہ مانگی، آپؐ نے پناہ دیدی، اور اپنا عمامہ علامت کے طور پر عنایت فرمایا، اور حکم دیا کہ وہ عکرمہ کو بلا لائیں، وہ ساحل پر پہنچیں، عکرمہ جہاز پر سوار ہونے ہی والے تھے، وہ ان کو مکہ واپس لائیں، جب نبی ﷺ نے ان کو دیکھا تو آپؐ چادر کے بغیر ان کی طرف بڑھے، اور ان کو خوش آمدید کہا اور وہ بھاگ کر جہاں تک پہنچے تھے وہاں سے نبی ﷺ کے پاس لوٹنے کو ہجرت قرار دیا۔ اس حدیث کی سند صحیح نہیں، موسیٰ بن مسعود ضعیف راوی ہے، اور سفیان ثوری کے دوسرے شاگرد عبدالرحمٰن بن مہدی حدیث کو منقطع روایت کرتے ہیں، وہ سند میں مصعب کا ذکر نہیں کرتے، اور یہی سند اصح ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے محمد بن بشارؒ سے سنا، وہ کہتے ہیں: موسیٰ حدیث میں ضعیف ہے، اور خود محمد بن بشار کہتے ہیں: میں نے موسیٰ سے بہت سی حدیثیں لکھی تھیں، پھر میں نے ان کو چھوڑ دیا۔

لغت: المَرْحَبُ (مصدر میمی) کشادگی، فراخی، مرحباً بك: خوش آمدید، آپ کے لئے ہمارے پاس کشادگی ہے، آپ کھلی اور فراخ جگہ میں آئے، لامَرْحبا بك: بددعا کے لئے: خدا کرے تمہارے لئے جگہ تنگ ہو، اور مرحَبًا بمعنی بہت خوب بھی مستعمل ہے۔

[۳٤-] بابُ ماجاءَ فِي مَرْحَبًا

[۲۷۳٦-] حدثنا إِسْحَاقُ بنُ مُوْسَى الأَنْصَارِيُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، أَنَّ أَبَا مُرَّةَ مَوْلَى

أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِيْ طَالِبٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أُمَّ هَانِئٍ تَقُوْلُ: ذَهَبْتُ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَامَ الْفَتْحِ، فَوَجَدْتُهُ يَغْتَسِلُ، وَفَاطِمَةُ تَسْتُرُهُ بِثَوْبٍ، قَالَتْ: فَسَلَّمْتُ، فَقَالَ: "مَنْ هٰذِهِ؟" قُلْتُ: أَنَا أُمُّ هَانِئٍ، قَالَ: "مَرْحَبًا بِأُمِّ هَانِئٍ" فَذَكَرَ قِصَّةً فِي الْحَدِيْثِ، وَهٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

[۲۷۳۷-] حدثنا عَبْدُ بنُ حُمَيْدٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا مُوْسَى بنُ مَسْعُوْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ مُصْعَبِ بنِ سَعْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بنِ أَبِيْ جَهْلٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ جِئْتُهُ: "مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ"

وفي الباب: عَنْ بُرَيْدَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِيْ جُحَيْفَةَ، وَهٰذَا حديثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِصَحِيْحٍ، لانَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُوْسَى بنِ مَسْعُوْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، وَمُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ: ضَعِيْفٌ فِيْ الْحَدِيْثِ. وَرَوَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ مُرْسَلاً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ عَنْ مُصْعَبِ بنِ سَعْدٍ، وَهٰذَا أَصَحُّ. وَسَمِعْتُ محمدَ بنَ بَشَّارٍ، يَقُوْلُ: مُوْسَى بْنُ مَسْعُوْدٍ ضَعِيْفٌ فِي الْحَدِيْثِ، قَالَ محمدُ بنُ بَشَّارٍ: وَكَتَبْتُ كَثِيْرًا عَنْ مُوْسَى بنِ مَسْعُوْدٍ، ثُمَّ تَرَكْتُهُ.

بابُ ماجاء فِي تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ

چھینکنے والے کو دعا دینا

شَمَّتَ العَاطِسَ: چھینکنے والے کو یرحمك الله کہہ کر دعا دینا۔ مجرد: شَمِتَ به: کسی کی مصیبت پر خوش ہونا...... جب کسی کو چھینک آئے تو الحمدللہ کہے، اور اس کے جواب میں اس کا مسلمان بھائی یرحمك الله کہے، پھر چھینکنے والا یھدیکم الله ویُصلح بالکم کہے، کیونکہ چھینک آنا ایک قسم کی شفاء ہے، اس کے ذریعہ ایسی رطوبت اور ایسے اَبخرے دماغ سے نکلتے ہیں کہ اگر وہ نکلیں تو کسی تکلیف یا بیماری کا اندیشہ پیدا ہو جائے، پس صحت کی حالت میں چھینک آنا اللہ کا فضل ہے، اور اس پر حمد ضروری ہے، نیز چھینک آنے پر حمد کرنا حضرت آدم علیہ السلام کی سنت اور اسلامی شعار ہے، حمد کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چھینکنے والا ملت انبیاء کا تابعدار اور ان کی سنتوں پر عمل کرنے کا پختہ عزم رکھتا ہے۔

اور حمد کے جواب میں یرحمك الله کہنا اس وجہ سے مشروع کیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تحمید کے جواب میں یرحمك الله فرمایا تھا، نیز تحمید کرنے والے کی دین پر اور سنن انبیاء پر استقامت کا یہ حق ہے کہ اس کو یہ دعا دی جائے، اس وجہ سے جواب دینے کو حقوق اسلام میں شمار کیا گیا ہے...... پھر یرحمك الله کا جواب اس لئے مشروع کیا گیا ہے کہ وہ نیکی کا بدلہ نیکی کے باب سے ہے......اور نبی ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپؐ اپنے ہاتھ سے یا کپڑے سے منہ ڈھانک لیتے تھے، اور پست آواز میں چھینکتے تھے، کیونکہ چھینکتے وقت

کبھی چہرے کے پٹھے سکڑ جاتے ہیں، اور شکل بدنما ہو جاتی ہے، اس لئے اس وقت منہ ڈھانک لینا چاہئے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر معروف طریقہ پر چھ حقوق ہیں: (۱) جب ملاقات ہو تو سلام کرے (۲) جب وہ اس کو (دعوت وغیرہ کے لئے) بلائے تو جواب دے (۳) جب وہ چھینکے تو اس کو یرحمك الله کہہ کر دعا دے (۴) جب وہ بیمار پڑے تو اس کی بیمار پرسی کرے (۵) جب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے (۶) اور اس کے لئے وہ بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

ترکیب: سِتٌّ موصوف محذوف کی صفت ہے اور بالمعروف محذوف سے متعلق ہے، أی خِصالٌ ستٌّ، مُتَلَبِّسَةٌ بالمعروف۔ اور معروف کے معنی ہیں: جس کی خوبی عقلاً وشرعاً ثابت ہو، اس کی ضد منکر ہے، پس بالمعروف کا مطلب یہ ہے کہ یہ باتیں عرف میں اچھی سمجھی جاتی ہیں، اس لئے ان کو اسلامی حقوق قرار دیا گیا ہے (اس حدیث کا راوی حارث اعور متکلم فیہ راوی ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: مؤمن کے لئے مؤمن پر چھ حقوق ہیں: (۱) جب بیمار پڑے، اس کی بیمار پرسی کرے (۲) جب اس کا انتقال ہو جائے تو جنازہ میں شرکت کرے (۳) جب وہ اس کو (دعوت وغیرہ کے لئے) بلائے تو لبیک کہے (۴) جب اس سے ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے (۵) جب وہ چھینکے تو یرحمك الله کہہ کر دعا دے (۶) اور اس کی خیر خواہی کرے، خواہ وہ غیر حاضر ہو یا حاضر۔

تشریح: پہلی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے، اور دوسری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی، اور دونوں میں آخری بات ایک ہی ہے، صرف تعبیر کا فرق ہے، اور دوسری حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے۔

[۳۵-] بابُ ماجاء فِي تَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ

[۲۷۳۸-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُجِيْبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ، وَيُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَأَبِيْ أَيُّوْبَ، وَالْبَرَاءِ، وَأَبِيْ مَسْعُوْدٍ، وَهٰذَا حَدِيْثٌ حسنٌ، قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي الْحَارِثِ الأَعْوَرِ.

[۲۷۳۹-] حدثنا قُتَيْبَةُ بنُ سَعِيْدٍ، نا مُحمدُ بنُ مُوْسَى الْمَخْزُوْمِيُّ الْمَدِيْنِيُّ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لِلْمُؤْمِنِ

عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ: يَعُوْدُهُ إِذَا مَرِضَ، وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ، وَيُجِيْبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ"

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَمُحمدُ بنُ مُوْسَى الْمَخْزُوْمِيُّ: مَدِيْنِيٌّ ثِقَةٌ، رَوَى عَنْهُ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، وَابْنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ.

بابُ مَايَقُوْلُ الْعَاطِسُ إِذَا عَطَسَ؟

جب کسی کو چھینک آئے تو کیا کہے؟

حدیث: نافع کہتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں چھینک لی، اور کہا: الحمد لله، والسلام على رسول الله۔ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: میں بھی الحمدلله، والسلام على رسول الله کہتا ہوں (یہ نکیر ہے) نبی ﷺ نے ہمیں اس طرح نہیں سکھایا، ہمیں یہ بات سکھلائی ہے کہ ہم الحمدلله على كل حال کہیں۔

تشریح: اس حدیث کی زیاد سے آخر تک ایک سند ہے، مگر حدیث ٹھیک ہے، زیاد ابوخداش یَحْمُدی بصری ثقہ راوی ہے، اور حضرمی (جو خاندان جارود کا آزاد کردہ ہے) مقبول راوی ہے، اور اس کی ترمذی میں یہی ایک حدیث ہے، اور نافع حضرت ابن عمرؓ کے مشہور آزاد کردہ ہیں۔

[۳٦-] بابُ مَايَقُوْلُ الْعَاطِسُ إِذَا عَطَسَ؟

[۲۷٤٠-] حدثنا حُمَيْدُ بنُ مَسْعَدَةَ، نَا زِيَادُ بنُ الرَّبِيْعِ، نَا حَضْرَمِيٌّ: مَوْلَى آلِ الْجَارُوْدِ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ رَجُلاً عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلاَمُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ! فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُوْلُ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَالسَّلاَمُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَلَيْسَ هٰكَذَا عَلَّمَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُوْلَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ زِيَادِ بنِ الرَّبِيْعِ.

بابُ ماجاء كَيْفَ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ؟

چھینکنے والے کو کیا دعا دی جائے؟

حدیث (۱): حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہود نبی ﷺ کے پاس (بہ تکلف) چھینکا کرتے تھے، اور امید باندھتے تھے کہ آپؐ ان کو یرحمکم الله کہہ کر دعا دیں گے۔ مگر آپؐ یهديكم الله ويُصْلِحُ

بالکم کہتے تھے، یعنی اللہ تمہیں ہدایت دے، اور تمہارے احوال ٹھیک کرے، پس یرحمك الله سے دعا صرف مؤمن کو دی جائے اور غیر مسلم کو دعا دینے کی ضرورت پیش آئے تو مذکورہ الفاظ استعمال کئے جائیں۔

حدیث (۲): حضرت سالم بن عبید اشجعی رضی اللہ عنہ سے (جو اصحابِ صفہ میں سے تھے) مروی ہے کہ وہ سفر میں لوگوں کے ساتھ تھے، پس قوم میں سے ایک شخص نے چھینک لی، اور اس نے کہا: السلام علیکم۔ حضرت سالمؓ نے جواب دیا: علیك و علی أُمِّك: تجھ پر اور تیری ماں پر (سلام) پس گویا وہ آدمی ناراض ہوا، تو حضرت سالمؓ نے کہا: سن! میں نے نہیں کہی مگر وہی بات جو نبی ﷺ نے کہی ہے، ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس چھینک لی، اور اس نے کہا: السلام علیکم نبی ﷺ نے فرمایا: علیك و علی أُمِّك، جب تم میں سے کوئی شخص چھینک لے تو چاہئے کہ کہے: الحمد لله رب العالمین، اور چاہئے کہ اس سے کہے وہ شخص جو اس کو جواب دے: یرحمك الله۔ اور چاہئے کہ چھینکنے والا کہے: یَغْفِرُ اللّٰهُ لی ولکم (اس حدیث کی سند میں منصور کے شاگردوں میں اختلاف ہے، بعض تلامذہ ہلال اور حضرت سالم کے درمیان ایک واسطہ بڑھاتے ہیں)

حدیث (۳): حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی چھینک لے تو چاہئے کہ الحمدلله علی کل حال: کہے، اور چاہئے کہ وہ شخص جو اس کو جواب دے یرحمك الله کہے، اور چاہئے کہ وہ یعنی چھینکنے والا یهدیکم الله، ویصلح بالکم کہے''

سند کا بیان: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ: ابن ابی لیلیٰ کبیر کہلاتے ہیں، ان کے دو بیٹے ہیں: محمد اور عیسیٰ، محمد: ابن ابی لیلیٰ صغیر کہلاتے ہیں، اور وہ کوفہ کے قاضی تھے، مگر حدیث میں ضعیف قرار دیئے گئے ہیں، یہ ابن ابی لیلیٰ صغیر اپنے بھائی عیسیٰ سے، اور وہ اپنے ابا سے، اور وہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، مگر ابن ابی لیلیٰ صغیر اس حدیث کی سند میں مضطرب تھے، کبھی ابن ابی لیلیٰ کبیر کے بعد عن أبی أیوب، عن النبی صلی الله علیه وسلم کہتے تھے، اور کبھی عن علی عن النبی صلی الله لعیه وسلم کہتے تھے (اس کی تفصیل کتاب العلل کی شرح (تحفہ ۱: ۱۲۸) میں گذر چکی ہے)

[۳۷-] بابُ ماجاء: كَيْفَ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ؟

[۲۷۴۱-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ حَكِيْمِ بنِ دَيْلَمَ، عَنْ أَبِيْ بُرْدَةَ بنِ أَبِيْ مُوْسَى، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى قَالَ: كَانَ الْيَهُوْدُ يَتَعَاطَسُوْنَ عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، يَرْجُوْنَ أَنْ يَقُوْلَ لَهُمْ: يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ، فَيَقُوْلُ: ''يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ، وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ!''

فی الباب: عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِيْ أَيُّوْبَ، وَسَالِمِ بنِ عُبَيْدٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ جَعْفَرٍ، وَأَبِيْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ

حسنٌ صحيحٌ.

[٢٧٤٢-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ هِلَالِ بنِ يَسَافٍ، عَنْ سَالِمِ بنِ عُبَيْدٍ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ سَفَرٍ، فَعَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ: عَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ، فَكَأَنَّ الرَّجُلَ وَجَدَ فِيْ نَفْسِهِ، فَقَالَ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَقُلْ إِلَّا مَاقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَقَالَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم:" عَلَيْكَ وَعَلَى أُمِّكَ، إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَلْيَقُلْ لَهُ مَنْ يَرُدُّ عَلَيْهِ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَلْيَقُلْ: يَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ"

هٰذَا حديثٌ اخْتَلَفُوْا فِيْ رِوَايَتِهِ عَنْ مَنْصُوْرٍ، وَقَدْ أَدْخَلُوْا بَيْنَ هِلَالِ بنِ يَسَافٍ وَبَيْنَ سَالِمٍ رَجُلًا.

[٢٧٤٣-] حدثنا مَحْمُوْدُ بنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، نَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِيْ ابنُ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ أَخِيْهِ عِيْسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ، وَلْيَقُلِ الَّذِيْ يَرُدُّ عَلَيْهِ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَلْيَقُلْ هُوَ: يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ، وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ"

حدثنا مُحمدُ بنُ الْمُثَنَّى، نَا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ ابنِ أَبِيْ لَيْلَى بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَهٰكَذَا رَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الحديثَ عَنْ ابنِ أَبِيْ لَيْلَى، وَقَالَ: عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

وَكَانَ ابْنُ أَبِيْ لَيْلَى يَضْطَرِبُ فِيْ هٰذَا الحديثِ، يَقُوْلُ أَحْيَانًا: عَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَيَقُوْلُ أَحْيَانًا: عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

[٢٧٤٤-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، وَمُحمدُ بنُ يَحْيَى الثَّقَفِيُّ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَا: نَا يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ ابنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ أَخِيْهِ عِيْسَى، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِيْ لَيْلَى، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ.

بابُ ماجاءَ فِي إِيْجَابِ التَّشْمِيْتِ بِحَمْدِ الْعَاطِسِ

جب چھینکنے والا تحمید کرے تو تشمیت واجب ہے

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دو شخصوں نے نبی ﷺ کے پاس چھینک لی، آپؐ نے ان میں سے ایک کو دعا دی، اور دوسرے کو دعا نہیں دی، پس اس شخص نے جس کو آپؐ نے دعا نہیں دی تھی، عرض کیا: یارسول اللہ! آپؐ نے اس کو یرحمك الله کہہ کر دعا دی، اور مجھے دعا نہیں دی! آپؐ نے فرمایا: "اس نے اللہ کی تعریف کی

اورتو نے اللہ کی تعریف نہیں کی''، یعنی چھینکنے پر جو اللہ کی تعریف کرے گا وہی دعا کا مستحق ہوگا۔

[۳۸-] **بابُ ماجاءَ فِی إِیْجَابِ التَّشْمِیْتِ بِحَمْدِ الْعَاطِسِ**

[۲۷۴۵-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْیَانُ، عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ: أَنَّ رَجُلَیْنِ عَطَسَا عِنْدَ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، فَشَمَّتَ أَحَدَهُمَا، وَلَمْ یُشَمِّتِ الآخَرَ، فَقَالَ الَّذِیْ لَمْ یُشَمِّتْهُ: یَارسولَ اللّٰهِ! شَمَّتَّ هٰذَا وَلَمْ تُشَمِّتْنِیْ؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:'' إِنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ، وَإِنَّكَ لَمْ تَحْمَدْهُ '' هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ ماجاءَ كَمْ یُشَمَّتُ الْعَاطِسُ؟

چھینکنے والے کو کتنی مرتبہ دعا دی جائے؟

حدیث (۱): حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس چھینک لی، اور میں موجود تھا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: یرحمك اللہ! پھر اس نے دوسری مرتبہ چھینک لی، تو آپ نے فرمایا: هٰذَا رَجُلٌ مَزْكُوْمٌ: اس شخص کو نزلہ ہو رہا ہے، یہی حدیث دوسری سند سے مروی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ چھینکنے پر فرمایا: أَنْتَ مَزْكُوْمٌ: تجھے نزلہ ہو رہا ہے۔ پہلی حدیث حضرت ابن المبارکؒ کی ہے اور دوسری یحییٰ بن سعید کی، امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ دوسری سند ابن المبارکؒ کی سند سے اصح ہے، کیونکہ امام شعبہؒ بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، پس وہ یحییٰ کے متابع ہیں اور ابن المبارک کا کوئی متابع نہیں۔

حدیث (۲): عمر بن اسحاق اپنی والدہ سے جن کا نام حُمیدہ ہے: روایت کرتے ہیں، اور حمیدۃ اپنے ابا سے جن کا نام عبید بن رفاعہ ہے: روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: شَمِّتِ العَاطِسَ ثلاثا، فإذا زاد: فإِنْ شَئْتَ فَشَمِّتْهُ، وَإِنْ شَئْتَ فلا: چھینکنے والے کو تین مرتبہ یرحمك اللہ کہہ کر دعا دو، پھر اگر وہ اس سے زیادہ چھینکے تو اختیار ہے: چاہو تو اس کو دعا دو، اور اگر چاہو تو نہ دو (یہ حدیث ضعیف ہے، اس کا راوی عمر مجہول الحال ہے، اور حمیدہ کا بھی حال معلوم نہیں)

تشریح: ان دونوں روایتوں میں گونہ تعارض ہے، پہلی روایت کی پہلی سند میں نبی ﷺ نے صرف ایک مرتبہ دعا دی ہے، اور دوسری سند میں دو مرتبہ دعا دی ہے، اور دوسری حدیث میں تین مرتبہ تک دعا دینے کا حکم ہے، پھر اختیار ہے، اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ جب اندازہ ہو جائے کہ چھینکنے والا مریض ہے تو دعا دینا ضروری نہیں، خواہ یہ اندازہ ایک ہی مرتبہ میں ہو جائے یا دو مرتبہ میں، اور تین مرتبہ میں تو چھینکنے والے کا بیمار ہونا یقینی ہے، اور بیمار کو دعا

دینا ضروری نہیں، کیونکہ ممکن ہے وہ چھینکتا ہی رہے، پس کب تک اس کو دعا دی جائے گی؟ پھر چھینک جو راحت ہے اور جس سے ابخرے نکلتے ہیں اور جو اللہ کی نعمت ہے وہ تندرست کی چھینک ہے، بیمار کی چھینک بیماری ہے، اس لئے وہ دعا کا مستحق نہیں۔

[۳۹-] بابُ ماجاءَ كَمْ يُشَمَّتُ الْعَاطِسُ؟

[۲۷۴٦-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا عِكْرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: عَطَسَ رَجُلٌ عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَأَنَا شَاهِدٌ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" يَرْحَمُكَ اللّٰهُ" ثُمَّ عَطَسَ الثَّانِيَةَ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" هٰذَا رَجُلٌ مَزْكُوْمٌ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۷۴۷-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَايَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ، نَا عِكْرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ:" أَنْتَ مَزْكُوْمٌ"

هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ الْمُبَارَكِ، وَقَدْ رَوَى شُعْبَةُ عَنْ عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ هٰذَا الحديثَ، نَحْوَ رِوَايَةِ يَحْيىَ بنِ سَعِيْدٍ، حدثنا بِذٰلِكَ أَحْمَدُ بنُ الْحَكَمِ الْبَصْرِيُّ، نَا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، نَا شُعْبَةُ، عَنْ عِكْرِمَةَ بنِ عَمَّارٍ بِهٰذَا.

[۲۷۴۸-] حدثنا الْقَاسِمُ بنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ، نَا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِيُّ الْكُوْفِيُّ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بنِ حَرْبٍ، عَنْ يَزِيْدَ بنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: أَبِيْ خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ عُمَرَ بنِ إِسْحَاقَ بنِ أَبِيْ طَلْحَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أَبِيْهَا، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:" شَمِّتِ الْعَاطِسَ ثَلَاثًا، فَإِذَا زَادَ: فَإِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ، وَإِنْ شِئْتَ فَلَا" هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَإِسْنَادُهُ مَجْهُوْلٌ.

بابُ ماجاءَ فِي خَفْضِ الصَّوْتِ، وَتَخْمِيْرِ الْوَجْهِ عِنْدَ الْعُطَاسِ

جب چھینک آئے تو آواز پست کرے، اور چہرہ ڈھانک لے

پہلے یہ بات بیان کی جاچکی ہے کہ کبھی چھینکتے وقت چہرے کے پٹھے سکڑ جاتے ہیں، اور شکل بدنما بن جاتی ہے، اس لئے ہلکی آواز سے چھینک لینی چاہئے، اور ہاتھ سے یا کپڑے سے چہرہ چھپالینا چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ کو جب چھینک آتی تو آپؐ اپنے چہرے کو اپنے ہاتھ سے یا اپنے کپڑے سے ڈھانک لیتے تھے، اور پست آواز سے چھینکتے تھے۔

[۴۰-] بابُ ماجاءَ فِي خَفْضِ الصَّوْتِ، وَتَخْمِيْرِ الْوَجْهِ عِنْدَ العُطَاسِ

[۲۷۴۹-] حدثنا مُحمدُ بنُ وَزِيْرٍ الْوَاسِطِيُّ، نَا يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَجْلاَنَ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا عَطَسَ: غَطَّى وَجْهَهُ بِيَدِهِ، أَوْ بِثَوْبِهِ، وَغَضَّ بِهَا صَوْتَهُ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ: إِنَّ اللّٰهَ يحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ

اللہ کو چھینک پسند ہے، اور جماہی ناپسند

چھینک اللہ کو اس لئے پسند ہے کہ وہ صحت کی علامت ہے، اس کے ذریعہ دماغ سے ایسی رطوبت اور اَبخرے خارج ہوتے ہیں کہ اگر وہ نہ نکلیں تو کسی تکلیف کا یا بیماری کا پیش خیمہ بن جائیں...... اور جماہی اللہ تعالیٰ کو ناپسند اس لئے ہے کہ وہ طبیعت کے کسل اور غلبۂ ملال پر دلالت کرتی ہے۔ اور جب آدمی جماہی لینے کے لئے منہ کھولتا ہے تو شیطان ہاہا کرتا ہے، یعنی آدمی کی ہیئت مکروہ ہوجاتی ہے، اس لئے شیطان ہنستا ہے۔

پہلی حدیث: محمد بن عجلان مدنی کی ہے، وہ سعید بن ابی سعید مقبری سے، اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (اس سند میں عن أبیه نہیں ہے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: العُطَاسُ مِنَ اللّٰهِ، وَالتَّثَاؤُبُ من الشَّيْطَان: چھینک اللہ کی طرف سے ہے، اور جماہی شیطان کی طرف سے، پس جب تم میں سے کسی کو جماہی آئے تو اپنے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ لے، اور جب وہ ہاہا کرتا ہے تو شیطان اس کے پیٹ میں سے ہنستا ہے، وَإِن اللّٰهَ يحِبُّ العُطَاسَ، ويَكْرَهُ التثاؤُبَ: اور بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں، اور جماہی کو ناپسند کرتے ہیں۔

دوسری حدیث: ابن ابی ذئب کی ہے، وہ سعید مقبری سے اور وہ اپنے والد ابو سعید مقبری سے، اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (اس سند میں عن أبیه ہے) نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتے ہیں، اور جماہی کو ناپسند کرتے ہیں، پس جب تم میں سے کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو ہر اس شخص پر جو اس تحمید کو سنے لازم ہے کہ يرحمك الله کہے، اور رہی جماہی: پس جب تم میں سے کسی شخص کو جماہی آئے تو چاہئے کہ وہ اس کو روکے جہاں تک اس کے بس میں ہو، اور ہاہا نہ کرے، یہ بات شیطان کی جانب ہی سے ہے، شیطان اس کی وجہ سے ہنستا ہے۔

سند کا بیان: یہ دوسری سند جس میں عن أبیه ہے، محمد بن عجلان کی حدیث سے اصح ہے، کیونکہ ابن ابی ذئب کو سعید مقبری کی حدیثیں خوب محفوظ تھیں، اور وہ محمد بن عجلان سے زیادہ مضبوط راوی ہیں، پھر امام ترمذیؒ نے یحییٰ

قطان سے محمد بن عجلان کا قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں: سعید مقبری کی بعض حدیثیں حضرت ابو ہریرہؓ سے بلا واسطہ مروی ہیں، اور بعض میں کسی آدمی کا واسطہ ہے، پس وہ حدیثیں میری کاپیوں میں گڈ مڈ ہوگئیں، اس لئے میں نے سب حدیثوں کو سعیدٌ، عن أبی هریرة کردیا (یہ بات کتاب العلل کی شرح (تحفہ ۱: ۱۲۷) میں گذر چکی ہے)

[۴۱-] بابُ ماجاءَ: إِنَّ اللّٰهَ يحَبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ

[۲۷۵۰-] حدثنا ابنُ أَبِیْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ ابنِ عَجْلاَنَ، عَنِ الْمُقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "العُطَاسُ مِنَ اللّٰهِ، وَالتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَضَعْ يَدَهُ عَلَى فِيْهِ، وَإِذَا قَالَ: آه آه! فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَضْحَكُ مِنْ جَوْفِهِ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

[۲۷۵۱-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، نا يَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، أَخْبَرَنِیْ ابنُ أَبِیْ ذِئْبٍ، عَنْ سَعِيْدِ بنِ أَبِیْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ العُطَاسَ، وَيَكْرَهُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ: فَحَقٌّ عَلَى كُلِّ مَنْ سَمِعَهُ أَنْ يَقُوْلَ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، وَأَمَّا التَّثَاؤُبُ: فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَااسْتَطَاعَ، وَلاَ يَقُوْلُ: هَاه هَاه! فَإِنَّمَا ذٰلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ، يَضْحَكُ مِنْهُ"

هٰذَا حديثٌ صحيحٌ، وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ ابنِ عَجْلاَنَ، وَابْنُ أَبِیْ ذِئْبٍ أَحْفَظُ لِحَدِيْثِ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ وَأَثْبَتُ مِنْ ابنِ عَجْلاَنَ.

وَسَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ العَطَّارَ الْبَصْرِيَّ: يَذْكُرُ عَنْ عَلِيِّ بنِ الْمَدِيْنِيِّ، عَنْ يَحْيىَ بنِ سَعِيْدٍ، قَالَ: قَالَ مُحمدُ بنُ عَجْلاَنَ: أَحَادِيْثُ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ: رَوَى بَعْضَهَا سَعِيْدٌ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، وَبَعْضَهَا سَعِيْدٌ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ، فَاخْتَلَطَتْ عَلِيَّ، فَجَعَلْتُهَا عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ أَبِیْ هريرةَ.

بابُ ماجاء أَنَّ العُطَاسَ فِی الصَّلاَةِ مِنَ الشَّيْطَانِ

نماز میں چھینک آنا شیطانی فعل ہے

حدیث: شریک بن عبداللہ نخعی جو صدوق ہیں، مگر غلطیاں بہت کرتے تھے، اور جب سے وہ کوفہ کے قاضی بنائے گئے تھے ان کی یادداشت میں فرق پڑ گیا تھا، وہ ابوالیقظان عثمان بن عُمیر اعمی سے، جو ضعیف راوی ہیں: روایت کرتے ہیں، وہ عدی بن ثابت سے، وہ اپنے ابا سے، اور وہ اپنے دادا سے، جن کا نام معلوم نہیں: روایت کرتے ہیں،

وہ حدیث کو مرفوع کرتے ہیں، یعنی نبی ﷺ نے فرمایا: ”نماز میں چھینکنا، اونگھنا، جماہی لینا، حیض، قی اور نکسیر: شیطان سے ہیں“

تشریح: یہ حدیث ضعیف ہے، اور اس کا مصداق یہ صورت ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی بات نہیں تھی، جونہی نماز شروع کی کہ چھینکیں، جماہیاں، اور اونگھ آنے لگی، یہ سب شیطان کی کارستانی ہے، یہی حال حیض، پلٹی اور نکسیر کا ہے، یہ بھی بری حالتیں ہیں، اور شریعت میں بری حالت کو شیطان کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔

سند کا بیان: امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا: عدی کے دادا کا نام کیا ہے؟ امام بخاریؒ نے لاعلمی ظاہر کی، اور یحییٰ بن معین سے مروی ہے کہ ان کے دادا کا نام دینار ہے، اور پہلے (تحفہ ۱:۴۰۲) یہ بات گذری ہے کہ امام ترمذیؒ نے امام بخاریؒ سے ابن معین کا قول ذکر کیا تو انھوں نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

[٤٢-] بابُ ماجاء أَنَّ العُطَاسَ فِي الصَّلاَةِ مِنَ الشَّيْطَانِ

[٢٧٥٢-] حدثنا عَلِيُّ بنُ حُجْرٍ، نا شَرِيْكٌ، عَنْ أَبِي اليَقْظَانِ، عَنْ عَدِيٍّ، وَهُوَ ابنُ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، رَفَعَهُ، قَالَ: ” العُطَاسُ، وَالنُّعَاسُ، وَالتَّثَاؤُبُ فِي الصَّلاَةِ، وَالْحَيْضُ، وَالْقَيْءُ، وَالرُّعَافُ: مِنَ الشَّيْطَانِ “

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ شَرِيْكٍ، عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ: وَسَأَلْتُ مُحمدَ بنَ إِسْمَاعِيْلَ: عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ: قُلْتُ لَهُ: مَااسْمُ جَدِّ عَدِيٍّ؟ قَالَ: لَا أَدْرِيْ، وَذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِيْنٍ، قَالَ: اسْمُهُ دِيْنَارٌ.

بابُ مَاجَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ يُجْلَسُ فِيْهِ

کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا مکروہ ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے، پھر وہ خود اس جگہ میں بیٹھ جائے“، یعنی مجلس سے کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھنا نہیں چاہئے، بلکہ اہل مجلس سے درخواست کرنی چاہئے کہ کھل جائیں اور گنجائش پیدا کریں۔

حدیث (۲): میں یہ اضافہ ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے کھڑا ہوتا تو آپؓ اس کی جگہ میں نہیں بیٹھتے تھے۔

تشریح: اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرکت تکبر اور خود پسندی کی وجہ سے صادر ہوتی ہے، اور اس سے

دوسرے کے دل میں میل آتا ہے، اور کینہ کپٹ پیدا ہوتا ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے۔
البتہ اگر بیٹھا ہوا شخص کسی کے لئے ایثار کرے، اور وہ اپنی جگہ خالی کردے تو وہ اجر کا مستحق ہوگا، کیونکہ یہ ایک مسلمان کا اکرام اور بڑے کی تعظیم ہے، جو پسندیدہ امر ہے، اور حضرت ابن عمرؓ احتیاطاً نہیں بیٹھتے تھے، یا سدّ باب مقصود تھا، کیونکہ اٹھنے والا واقعی خوشی سے اٹھا ہے یا شرما شرمی میں اٹھا ہے: اس کا پتہ نہیں چل سکتا۔

[٤٣-] بابُ مَاجَاءَ فِيْ كَرَاهِيَةِ أَنْ يُقَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ يُجْلَسُ فِيْهِ

[٢٧٥٣-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا حَمَّادُ بنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوْبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " لاَيُقِيْمُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٧٥٤-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِيٍّ الْخَلاَّلُ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " لاَيُقِيْمُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ مِنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ " قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ يَقُوْمُ لِابْنِ عُمَرَ، فَمَا يَجْلِسُ فِيْهِ.

بابُ ماجاء إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھے، پھر واپس آئے، تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: الرجلُ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهِ، وَإِنْ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ عَادَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهِ: آدمی اپنی بیٹھنے کی جگہ کا زیادہ حقدار ہے، یعنی اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے کسی ضرورت کے لئے جائے (اور وہاں اپنی کوئی علامت چھوڑ جائے) تو جب وہ واپس آئے: اپنی جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔

تشریح: جو شخص کسی مباح جگہ میں مثلاً: مسجد، سرائے، درسگاہ یا کسی اور جگہ میں آکر بیٹھ جاتا ہے تو اس جگہ کے ساتھ اس کا حق متعلق ہو جاتا ہے، اس لئے جب تک وہ اس جگہ سے بے نیاز نہ ہو جائے، اس کو اس جگہ سے بے دخل نہیں کرنا چاہئے، یہ اس کی حق تلفی ہے۔

[٤٤-] بابُ ماجاء إِذَا قَامَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ

[٢٧٥٥-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا خَالِدُ بنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ عَمْرِو بنِ يَحْيىَ، عَنْ مُحمدِ بنِ يَحْيىَ بنِ حَبَّانٍ، عَنْ عَمِّهِ وَاسِعِ بنِ حَبَّانَ، عَنْ وَهْبِ بنِ حُذَيْفَةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " الرَّجُلُ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهِ: وَإِنْ خَرَجَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ عَادَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِمَجْلِسِهِ"
هٰذَا حديثٌ صحيحٌ غريبٌ، وفى الباب: عَنْ أَبِيْ بَكْرَةَ، وَأَبِيْ سَعِيْدٍ، وَأَبِيْ هريرةَ.

بابُ ماجاء فِي كَرَاهِيَةِ الْجُلُوْسِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا

دوشخصوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا مکروہ ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: لَایَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا: کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ دوشخصوں کے درمیان جدائی کرے، مگران کی اجازت سے۔

تشریح: دوشخصوں کے درمیان جبکہ جگہ خالی نہ ہو، ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا: ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ہے، اس لئے ممنوع ہے، کبھی دوشخص کوئی پوشیدہ بات کرنے کے لئے اور سرگوشی کے لئے اکٹھا بیٹھتے ہیں، پس ان کے درمیان میں گھسنا دونوں کو مکدر کردے گا، اور کبھی دونوں میں انسیت ومحبت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ ساتھ بیٹھنا چاہتے ہیں، پس ان کے درمیان میں بیٹھنا ان کو وحشت میں ڈالنا ہے (رحمۃ اللہ ۵:۵۵۹)

[۴۵-] بابُ ماجاء فِي كَرَاهِيَةِ الْجُلُوْسِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ بِغَيْرِ إِذْنِهِمَا

[۲۷۵۶-] حدثنا سُوَيْدٌ، نا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا أُسَامَةُ بنُ زَيْدٍ، ثَنِيْ عَمْرُو بنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " لَايَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَ اثْنَيْنِ إِلَّا بِإِذْنِهِمَا"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَاهُ عَامِرٌ الْأَحْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ أَيْضًا.

بابُ ماجاء فى كَرَاهِيَةِ الْقُعُوْدِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

حلقہ کے بیچ میں بیٹھنا مکروہ ہے

حدیث: ابومجلز لاحق بن حمید کہتے ہیں: ایک شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھا، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضرت محمد ﷺ کی زبان سے وہ شخص ملعون ہے جو حلقہ کے بیچ میں بیٹھتا ہے!''

تشریح: حلقہ کے بیچ میں مسخرہ لوگوں کو ہنسانے کے لئے بیٹھتا ہے، لوگ اس کو چھیڑتے ہیں، اس پر فقرے کستے ہیں، اور وہ الٹا سیدھا جواب دیتا ہے، اس پر لوگ قہقہے لگاتے ہیں، یہ ایک شیطانی فعل ہے، اس لئے اس پر لعنت کی گئی ہے...... نیز جب لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہوں تو ہر ایک کا دوسرے سے مواجہہ (آمنا سامنا) ہوتا ہے، پس اگر کوئی شخص حلقہ کے بیچ میں بیٹھ جائے تو لوگوں کا مواجہہ ختم ہوجائے گا، اس لئے ان کو یہ بات سخت ناگوار ہوگی، یہ وجہ بھی اس کے ملعون ہونے کی ہے...... اسی طرح جب کوئی بے تمیز، ادب ناآشنا، حلقہ کے بیچ میں بیٹھ جاتا ہے تو

لوگوں کو یہ بات سخت ناگوار ہوتی ہے، اور وہ اس پر پھٹکار بھیجتے ہیں، جیسے لوگوں کے سایے میں، یا راستے میں بول وبراز کرنے والے پر لوگ پھٹکار بھیجتے ہیں۔

[۴٦-] بابُ ماجاء فی كَرَاهِيَةِ الْقُعُوْدِ وَسْطَ الْحَلْقَةِ

[۲۷۵۷-] حدثنا سُوَيْدٌ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِىْ مِجْلَزٍ: أَنَّ رَجُلاً قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ، فَقَالَ حُذَيْفَةُ: مَلْعُوْنٌ عَلَى لِسَانِ مُحمدٍ، أَوْ: لَعَنَ اللّٰهُ عَلَى لِسَانِ مُحمدٍ مَنْ قَعَدَ وَسْطَ الْحَلْقَةِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَبُوْ مِجْلَزٍ: اسْمُهُ لَاحِقُ بنُ حُمَيْدٍ.

بابُ ماجاء فِی كَرَاهِيَةِ قِيَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

کسی کا کسی کے لئے کھڑا ہونا مکروہ ہے

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صحابہ کے نزدیک نبی ﷺ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا، اور صحابہ جب آپؐ کو دیکھتے تھے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ اس کو پسند نہیں کرتے۔

حدیث (۲): ابومجلز کہتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ (گھر سے) نکلے تو ابن الزبیر اور ابن صفوان کھڑے ہوئے، جب انھوں نے حضرت معاویہؓ کو دیکھا، پس حضرت معاویہؓ نے فرمایا: دونوں بیٹھ جاؤ، میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے: من سَرَّه أَنْ يَتَمَثَّلَ له الرجالُ قياماً، فَلْيَتَبَوَّأْ مِنَ النَّارِ: جس کو یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے![1]

تشریح: کسی کا کسی کے لئے کھڑا ہونا دو طرح پر ہوتا ہے: ایک: تعظیم کے لئے، دوسرا: انبساط وفرحت کے طور پر، پھر قیام تعظیمی کی دو صورتیں ہیں: ایک: مسلسل کھڑا رہنا، یعنی جب تک بڑا مجلس میں رہے: لوگ کھڑے رہیں۔ دوم: کھڑے ہو کر بیٹھ جانا، یعنی جب بڑا آئے تو لوگ کھڑے ہوجائیں، پھر جب وہ بیٹھ جائے تو لوگ بھی بیٹھ جائیں، یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں، پہلی صورت مکروہ تحریمی ہے اور دوسری صورت اس سے کم مکروہ ہے، رہا انبساط وفرحت کے طور پر کھڑا ہونا، اور آنے والے کو خوش آمدید کہنا تو یہ نہ صرف جائز ہے، بلکہ مستحسن ہے۔

---

(۱) اور ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ عبداللہ بن الزبیرؓ کھڑے نہیں ہوئے، بذل میں اس تعارض کا جواب یہ ہے کہ یہ دو واقعے علحدہ علحدہ ہیں۔ ترمذی میں مذکور واقعہ پہلی مرتبہ کا ہے، اس وقت ابن الزبیر اور ابن صفوان: دونوں کھڑے ہوئے تھے، اور ابوداؤد کا واقعہ دوسری مرتبہ کا ہے، اس میں ابن الزبیر کھڑے نہیں ہوئے تھے، کیونکہ ان کے سامنے حدیث آگئی تھی، ایک اور صاحب (ابن عامر) کھڑے ہوئے تھے، جن کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منع کیا ۱۲

باب کی پہلی حدیث کا مصداق یہ صورت ہے کہ لوگ بڑے کے آنے پر تعظیم کے لئے کھڑے ہوں، پھر بیٹھ جائیں، صحابہ کرام نبی ﷺ کے لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ اس کو ناپسند کرتے ہیں۔

اور دوسری حدیث بڑے کے سامنے مسلسل کھڑے رہنے کے بارے میں ہے۔مَثُلَ بَین یدیہ مُثُولاً کے معنی ہیں: خدمت میں دست بستہ کھڑا رہنا، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بھی اس صورت کے لئے پیش کی ہے جبکہ آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو کر بیٹھ جایا جائے، پس یہ صورت بھی حدیث کا مصداق ہوگی۔

اسی طرح حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ لاٹھی ٹیکے ہوئے باہر تشریف لائے، صحابہ آپؐ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے، آپؐ نے فرمایا: ''کھڑے مت ہوؤ جس طرح عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں، ان کے بعض بعض کی تعظیم کرتے ہیں'' اس حدیث کا اصل مصداق بھی بڑے کے سامنے مسلسل کھڑا رہنا ہے، مگر نبی ﷺ نے یہ ارشاد اس موقع پر فرمایا ہے جب صحابہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے تھے، جو بعد میں بیٹھ گئے تھے، پس معلوم ہوا کہ یہ دوسری صورت بھی حدیث کا مصداق ہے۔

غرض: عجمیوں کی طرح کھڑا رہنا جائز نہیں، ان کا طریقہ یہ تھا کہ نوکر آقا کی خدمت میں، اور رعایا بادشاہ کی خدمت میں کھڑی رہتی تھی، ان کو بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی، اور یہ انتہائی درجہ کی تعظیم سمجھی جاتی تھی، جس کی سرحدیں شرک سے ملی ہوئی تھیں، اس لئے اس کی ممانعت کی گئی۔

اسی طرح بڑے کے آنے پر تعظیم کے لئے کھڑا ہونا، پھر بیٹھ جانا بھی ممنوع ہے، نبی ﷺ جب مکان سے باہر تشریف لائے تھے اور صحابہ کھڑے ہوتے تھے تو وہ تعظیم ہی کے لئے کھڑے ہوتے تھے، مُثُول یعنی خدمت میں مسلسل کھڑا رہنا مقصود نہیں تھا، پھر بھی آپؐ نے ممانعت فرمائی، کیونکہ یہی قیام تعظیمی مُثُول تک مفضی ہوتا ہے، اور اس سے مقتدیٰ کا نفس بھی خراب ہوجاتا ہے، اور اگر تعظیم میں غلو شروع ہوجائے تو مقتدِی کا حال بھی برا ہوجاتا ہے، جیسا کہ لوگوں کے احوال میں یہ بات مشاہد ہے۔

اور کسی کے آنے پر فرحت وسرور سے کھڑے ہونے کی، اس کے لئے جھوم جانے کی اور اس کے اکرام اور اس کی خوش دلی کے لئے اٹھنے کی، پھر بیٹھ جانے کی گنجائش ہے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لاتیں تو نبی ﷺ کھڑے ہو کر ان کو چومتے تھے، اور اپنی جگہ بٹھاتے تھے، اسی طرح جب آپؐ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی یہی عمل کرتی تھیں۔

اور ہمارے اکابر بھی تعظیم کے لئے کھڑے ہونے کو سخت ناپسند کرتے تھے، البتہ کسی مہمان وغیرہ کے آنے پر فرحت وسرور اور اعزاز واکرام کے طور پر کھڑے ہونے کو جائز کہتے تھے۔

فائدہ: قیام تعظیمی کے جواز بلکہ استحسان پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے،

جنگ بنوقریظہ کے موقع پر حضرت سعدؓ بیمار تھے، اور مدینہ منورہ میں مقیم تھے، فوج کے ساتھ نہیں آئے تھے، پھر جب بنوقریظہ ان کے فیصلہ پر راضی ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کو بلوایا، وہ گدھے پر سوار ہوکر آئے، جب نبی ﷺ کی قیام گاہ کے قریب پہنچے تو آپؐ نے ان کے قبیلہ کے لوگوں سے فرمایا: قوموا إلی سیِّدکم: اپنے سردار کی طرف اٹھو (مشکوۃ حدیث ۴۶۹۵) اور مسند احمد (۱۴۲:۶) میں ہے: ''اپنے سردار کی طرف اٹھو، اور ان کو اتارو، چنانچہ انھوں نے ان کو اتارا''

اس حدیث سے قیام تعظیمی کے جواز پر استدلال درست نہیں، کیونکہ حدیث میں قوموا لِسیِّدکم نہیں ہے بلکہ قوموا إلی سیِّدکم ہے۔ یعنی ان کے تعاون کے لئے اٹھو، وہ بیمار تھے، ان کو سواری سے اترنے کے لئے مدد کی ضرورت تھی، البتہ لفظ ''سید'' سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ شاید آپؐ نے لوگوں کو قیام تعظیمی کا حکم دیا تھا، اور یہ شبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا، مسند احمد کی مذکورہ روایت میں ہے: فقال عُمرُ: سَیِّدُنَا اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ! قَالَ: ''أَنْزِلُوْہُ'' فَأَنْزَلُوْہُ: حضرت عمرؓ نے کہا: ہمارے آقا اللہ عزوجل ہیں! نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان کو اتارو'' چنانچہ لوگوں نے ان کو اتارا اس میں اشارہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے لفظ سید سے قیام تعظیمی سمجھا تھا، نبی ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ تعظیم کے لئے نہیں بلکہ تعاون کے لئے اٹھنا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بالکل نہ چاہے، مگر دوسرے اکرام وعقیدت ومحبت میں کھڑے ہوں تو ان کو منع کرنا چاہئے، کیونکہ نبی ﷺ کو یہ کھڑا ہونا پسند نہیں تھا، میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے: جب حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہ درسگاہ میں تشریف لاتے تھے، اور کوئی طالب علم کھڑا ہوتا تھا تو حضرت وہیں رک جاتے تھے، اس کو ڈانٹتے تھے، اور جب تک وہ بیٹھ نہیں جاتا تھا حضرت آگے نہیں بڑھتے تھے۔

[۴۷-] بابُ ماجاء فِی کَرَاهِیَةِ قِیَامِ الرَّجُلِ لِلرَّجُلِ

[۲۷۵۸-] حدثنا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نَا عَفَّانُ، نَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَیْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَیْھِم مِنْ رسولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَکَانُوْا إِذَا رَأَوْہُ لَمْ یَقُوْمُوْا، لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَتِهِ لِذٰلِكَ'' هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ.

[۲۷۵۹-] حدثنا مَحمُوْدُ بنُ غَیْلَانَ، نَا قَبِیْصَةُ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ حَبِیْبِ بنِ الشَّهِیْدِ، عَنْ أَبِیْ مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِیَةُ، فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بنُ الزُّبَیْرِ، وَابْنُ صَفْوَانَ، حِیْنَ رَأَوْہُ، فَقَالَ: اجْلِسَا، سَمِعْتُ رسولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ:'' مَنْ سَرَّہُ أَنْ یَتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَامًا، فَلْیَتَبَوَّأْ مِنَ النَّارِ''

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَ، وَهٰذَا حدیثٌ حسنٌ.

حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ أُسَامَةَ، عَنْ حَبِیْبِ بْنِ الشَّهِیْدِ، عَنْ أَبِیْ مِجْلَزٍ، عَنْ مُعَاوِیَةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَہُ.

بابُ ماجاءَ فِی تَقْلِیمِ الأَظْفَارِ

ناخن تراشنے کا بیان

حدیث (۱): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ باتیں فطری ہیں: (۱) زیر ناف مونڈنا (۲) ختنہ کرانا (۳) مونچھ کاٹنا (۴) بغل کے بال اکھاڑنا (۵) ناخن تراشنا۔

حدیث (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: دس باتیں فطری ہیں: (۱) مونچھوں کا کم کرنا (۲) ڈاڑھی کو چھوڑنا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی کھینچ کر صفائی کرنا (۵) ناخن تراشنا (۶) بدن کے جوڑوں کو دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیر ناف مونڈنا (۹) پانی سے استنجاء کرنا، حدیث کے راوی زکریا کہتے ہیں: میرے استاذ مُصعب نے فرمایا: میں دسویں بات بھول گیا، شاید یہ وہ کلی کرنا ہو۔

لغات: اِسْتَحَدَّ: استرے وغیرہ سے شرم گاہ کے بال صاف کرنا...... قَصَّ الشَّعْرَ وغیرہ: قینچی سے کاٹنا، کترنا ...... نَتَفَ الشَّعْرَ: بال اکھاڑنا، بال نوچنا...... الإبط: (بسکون الباء وکسرھا) بغل...... أَعْفَی الشَّعْرَ: بالوں کو باقی رکھنا، نہ کاٹنا...... اِسْتَنْشَقَ الماءَ: سانس کے ذریعہ ناک میں پانی چڑھانا...... اَلْبَرَاجِمْ: البُرْجُمَة کی جمع: انگلیوں کے جوڑ...... اِنْتَقَصَ الشیئَ: کم کرنا، گھٹانا، مراد پانی سے استنجاء کرنا ہے، کیونکہ اس سے پیشاب کی آمد رک جاتی ہے۔

تشریح: خَمْسٌ اور عَشْرٌ میں تعارض نہیں، کیونکہ چھوٹا عدد بڑے عدد میں داخل ہوتا ہے، اور ذکرِ عدد نفیِ ماعدا کو مستلزم نہیں ہوتا...... اور فطرت کے لغوی معنی ہیں: ساخت، بناوٹ، اور اصطلاح میں فطرت: ان خصوصی اوصاف اور امتیازی نشانات کا نام ہے جو انسانی حیثیت کے عین مطابق ہوتے ہیں، اور ان سے فرد یا قوم کی شخصیت ممتاز ہوتی ہے، اللہ پاک نے انبیاء کرام کے ذریعہ امتوں کو چند ایسی باتوں کا حکم دیا ہے جن کے ذریعہ وہ اپنی شخصیت کو دنیا کی دیگر اقوام سے ممتاز بنا سکتے ہیں، ایسی باتیں کئی ایک ہیں، باب کی حدیثوں میں ان میں سے دس باتوں کا ذکر ہے۔ اور دیگر احادیث میں اور باتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

[۴۸-] بابُ ماجاءَ فِی تَقْلِیمِ الأَظْفَارِ

[۲۷۶۰-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَعِیْدِ بنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ أَبِیْ هُرِیرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: "خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: الإِسْتِحْدَادُ، وَالْخِتَانُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الإِبْطِ، وَتَقْلِیمُ الأَظْفَارِ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[۲۷۶۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، وَهَنَّادٌ، قَالاَ: نَا وَكِيْعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِیْ زَائِدَةَ، عَنْ مُصْعَبِ بنِ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بنِ حَبِيْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ”عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ، وَالسِّوَاكُ، وَالاِسْتِنْشَاقُ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الإِبْطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ“ قَالَ زَكَرِيَّا قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيْتُ الْعَاشِرَةَ، إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ الْمَضْمَضَةُ.

وفی الباب: عَنْ عَمَّارِ بنِ يَاسِرٍ، وَابْنِ عُمَرَ، قَالَ أَبُوْ عيسیٰ: هٰذَا حديثٌ حسنٌ، انْتِقَاصُ الْمَاءِ: هُوَ الاِسْتِنْجَاءُ بِالْمَاءِ.

بابُ ماجاءَ فِی تَوْقِيْتِ تَقْلِيْمِ الأَظْفَارِ، وَأَخْذِ الشَّارِبِ

کتنی مدت میں ناخن کاٹنا اور مونچھ لینا ضروری ہے؟

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے لوگوں کے لئے: ناخن تراشنے، مونچھ کاٹنے، اور زیر ناف مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر فرمائی (یہ حدیث صدقۃ بن موسیٰ دقیقی کی ہے، اور یہ راوی صدوق ہے، مگر اس کی حدیثوں میں غلطیاں ہوتی ہیں، چنانچہ یہ حدیث اس راوی کا وہم ہے، صحیح حدیث وہ ہے جو آگے آرہی ہے)

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہمارے لئے مدت مقرر کی گئی: مونچھ کاٹنے، ناخن تراشنے، زیر ناف مونڈنے اور بغل نوچنے کے لئے کہ ہم چالیس دن سے زیادہ (ان چیزوں کو) نہ چھوڑیں (یہی حدیث صحیح ہے، چالیس دن کی مدت چار چیزوں کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ پہلی حدیث میں جو تین چیزوں کے لئے مدت مقرر کرنے کا ذکر ہے: وہ صدقۃ بن موسیٰ کا وہم ہے)

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک بار مذکورہ کام کرے، اور افضل جمعہ کا دن ہے، پندرہ بیس روز میں ایک بار یہ کام کرلے تو بھی جائز ہے، اور چالیس دن سے زیادہ صفائی نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے، جس کی وجہ سے گنہ گار ہوگا، شامی میں ہے: **کُرِہَ تَرْکُہ تحریماً:** نیز اس کی نماز بھی مکروہ ہوگی، اور ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ ہر جمعہ کو ناخن اور مونچھ درست فرماتے تھے، اور بیسویں روز زیر ناف اور چالیسویں روز بغل کے بال صاف کرتے تھے (التعلیق الصبیح ۴: ۴۰۵)

[۴۹-] بابُ ماجاءَ فِی تَوْقِيْتِ تَقْلِيْمِ الأَظْفَارِ، وَأَخْذِ الشَّارِبِ

[۲۷۶۲-] حدثنا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ، نَا عَبْدُ الصَّمَدِ، نَا صَدَقَةُ بنُ مُوْسَی: أَبُوْ مُحمدٍ صَاحِبُ

الدَّقِيْقِ، نَا أَبُوْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم: أَنَّهُ وَقَّتَ لَهُمْ فِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً: تَقْلِيْمَ الأَظْفَارِ، وَأَخْذَ الشَّارِبِ، وَحَلْقَ الْعَانَةِ "

[۲۷۶۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا جَعْفَرُ بنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ، عَنْ أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، قَالَ: وُقِّتَ لَنَا فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيْمِ الأَظْفَارِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ، وَنَتْفِ الإِبْطِ: أَنْ لاَ نَتْرُكَ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا "

هٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيْثِ الأَوَّلِ، وَصَدَقَةُ بنُ مُوْسَى لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْحَافِظِ.

بابُ ماجاءَ فِي قَصِّ الشَّارِبِ

مونچھ کاٹنے کا بیان

مونچھوں کے بارے میں حدیثوں میں پانچ لفظ آئے ہیں: (۱) جَزُّوْا الشَّوَارِبَ: مونچھیں کاٹو، (۲) قَصُّ الشَّارِبِ: مونچھ کترنا (۳) أُحْفُوْا الشوارِبَ: مونچھیں پست کرو (۴) أَنْهِكُوْا الشوارِبَ: مونچھوں کو خوب پست کرو (۵) أَخْذُ الشارِب: مونچھ لینا۔

مونڈنے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں اس لئے امام مالکؒ کے نزدیک مونڈنا منع ہے، اور احناف کے یہاں بھی مونڈنے کے بدعت ہونے کا ایک قول ہے (درمختار ۵: ۳۵۸، حظر وإباحة فصل فی البیع) اور احناف کے یہاں دوسرا قول مونڈنے کے سنت ہونے کا ہے۔ مُلْتَقَی الأَبْحُر میں اسی کو لیا ہے، لیکن درمختار نے اس کو قِیْلَ سے ذکر کرکے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، اور مجتبیٰ میں امام طحاوی رحمہ اللہ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کی طرف مونڈنے کے سنت ہونے کا قول منسوب کیا ہے۔

اور اختلافِ اقوال کی وجہ یہ ہے کہ مونچھوں کے سلسلہ میں احادیث میں جو پانچ الفاظ آئے ہیں، ان میں سے إحفاء اور إنهاك کی دلالت مبالغہ پر ہے، اور کامل مبالغہ منڈنے میں ہے، اس لئے بعض علماء نے منڈنے کو سنت کہا ہے، لیکن قابل غور یہ پہلو ہے کہ اگر مونڈنا مطلوب ہوتا تو اس کے لئے عربی میں لفظ حلق موجود تھا، اس کو نہ استعمال کرنا اور اس کی جگہ دوسرے الفاظ استعمال کرنا اس طرف مشیر ہے کہ مونڈنا پسندیدہ نہیں، اس لئے احناف کے نزدیک مونڈنے کے سنت ہونے کا قول مرجوح ہے۔

پھر راجح اور افضل صورت کے متعلق احناف کے یہاں تین قول ہیں:

۱- مونچھیں اتنی کاٹی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے، یہ صورت بالاجماع سنت ہے۔

۲- مونچھیں بھوؤں کے مانند بنالی جائیں، صاحب ہدایہ نے التَّجْنِیْس والمزید میں یہی مناسب طریقہ لکھا

ہے، اور فتاوی عالمگیری میں بھی اسی کو لیا ہے۔

۳- مونچھیں کتر کر بالکل پست کردی جائیں، کیونکہ پانچوں لفظوں کی دلالت مبالغہ پر ہے، اور امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام مزنی رحمہ اللہ کو مونچھ پست کراتے دیکھا ہے، اور اپنے علماء کو بھی ایسا کرتے دیکھا ہے۔

لہٰذا قول فیصل یہ ہے کہ مونڈنا بدعت تو نہیں، البتہ سنت کترنا ہے، اور وہ بھی مبالغہ کے ساتھ اس طرح کہ تمام بال پست کردیئے جائیں۔

حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب قدس سرہ نے خصائل نبوی میں لکھا ہے: ''ایک جماعت علماء سلف کی اس طرف گئی ہے کہ مونچھوں کا منڈانا سنت ہے، لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے، لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ مونڈنے کے قریب ہوجائے''

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ اپنی مونچھیں کترتے تھے، یا فرمایا: لیتے تھے۔ اور نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مونچھیں کترتے تھے۔

حدیث (۲): حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: **مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِه فليس منّا**: جو شخص اپنی مونچھ میں سے نہ لے وہ ہم میں سے نہیں! اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے، پس کچھ نہ کچھ لینا ضروری ہے، اور مونچھ کے لئے عربی میں لفظ شَارِبْ ہے، جس کے معنی ہیں: پینے والا، زمانہ جاہلیت میں لوگ مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے، اس لئے جب وہ کوئی چیز پیتے تھے تو مونچھیں اس میں ڈوبتی تھیں، اس لئے وہ شارب کہلانے لگیں۔ اسلام نے اپنا طریقہ الگ کیا اور مونچھیں لینے کا حکم دیا، پس کم از کم اتنی مونچھیں لینا ضروری ہے کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہوجائے، ورنہ غیروں کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی۔

[۵۰-] بابُ ماجاء فِي قَصِّ الشَّارِبِ

[۲۷٦٤-] حدثنا مُحمدُ بنُ عُمَرَ بنِ الْوَلِيْدِ الْكُوْفِيُّ الْكِنْدِيُّ، نا يَحْيىَ بنُ آدَمَ، عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَقُصُّ أَوْ: يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهِ، قَالَ: " وَكَانَ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ إِبْرَاهِيْمُ يَفْعَلُهُ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

[۲۷٦٥-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نا عَبِيْدَةُ بنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يُوْسُفَ بنِ صُهَيْبٍ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ زَيْدِ بنِ أَرْقَمَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا "

وفي الباب: عَنِ الْمُغِيْرَةِ بنِ شُعْبَةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نا يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ، عَنْ يُوْسُفَ بنِ صُهَيْبٍ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

بابُ ماجاءَ فی الأَخْذِ مِنَ اللِّحْیَۃِ

ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کا بیان

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ اپنی ڈاڑھی میں سے لیا کرتے تھے: اس کی چوڑائی میں سے اور اس کی لمبائی میں سے۔

سند کا حال: یہ حدیث غریب ہے، یعنی اس کی یہی ایک سند ہے، اور اس کے راوی عمر بن ہارون کے بارے میں امام بخاریؒ نے فرمایا: وہ مقارب الحدیث ہے، یعنی وہ اپنی حدیثوں کو صحیح حدیثوں سے قریب کرنے والا ہے، پس یہ ادنی درجہ کی توثیق ہے۔ اور امام بخاریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں اس راوی کی کوئی حدیث بے اصل نہیں ہے، یا فرمایا: یہ راوی متفرد نہیں ہے مگر اس حدیث کے ساتھ کہ نبی ﷺ اپنی ڈاڑھی میں سے لیا کرتے تھے: اس کی چوڑائی میں سے اور اس کی لمبائی میں سے۔ یہ حدیث ہم صرف عمر بن ہارون کی سند سے پہچانتے ہیں۔ اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاریؒ کو دیکھا: ان کی رائے عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی تھی ...... اور امام ترمذیؒ کہتے ہیں: میں نے قتیبہ بن سعید کو فرماتے ہوئے سنا کہ عمر بن ہارون صاحب حدیث تھے، یعنی ان سے بہت حدیثیں مروی ہیں، اور وہ اس بات کے قائل تھے کہ ایمان قول وعمل ہے، یعنی محدثین کا جو موقف تھا کہ ایمانِ (کامل) ایک مرکب حقیقت ہے، اور اعمالِ صالحہ اس کا جزء ہیں: عمر بن ہارون اسی قول کے قائل تھے (ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ یہ راوی معتبر ہے)

اور قتیبہؒ کہتے ہیں: ہم سے وکیع نے حدیث بیان کی، ایک شخص سے روایت کرتے ہوئے، جو ثور بن یزید سے روایت کرتا ہے کہ نبی ﷺ نے طائف والوں پر منجنیق (گوپھن) نصب کی (اور اس سے گولہ باری کی) قتیبہ کہتے ہیں: میں نے وکیعؒ سے پوچھا: یہ مبہم راوی کون ہے؟ انھوں نے کہا: تمہارا ساتھی عمر بن ہارون ہے (اس قول میں ہلکا اشارہ عمر بن ہارون کی کمزوری کی طرف ہے)

تشریح: ڈاڑھی ایک مشت رکھنا ضروری ہے، اس سے کم کرنا حرام ہے۔ اور ایک مشت سے بہت زیادہ لمبی ڈاڑھی رکھنا خلافِ سنت ہے، امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ ڈاڑھی کو چھوڑے رکھنا، یہاں تک کہ وہ گھنی ہوجائے اور بڑھ جائے: یہ ڈاڑھی بڑھانے کا مصداق ہے، اور ڈاڑھی کا قصر کرنا سنت ہے، اور قصر یہ ہے کہ ڈاڑھی کو مٹھی میں لے، جو مٹھی سے بڑھ جائے اس کو کاٹ دے (مگر مٹھی ٹھوڑی کے نیچے سے بھرے، بعض لوگ ٹھوڑی کو بھی مٹھی میں بھر لیتے ہیں یہ صحیح نہیں) کیونکہ ڈاڑھی زینت ہے، اور اس کا بھرپور ہونا کمالِ زینت ہے، اور اس کا غیر معمولی دراز ہونا بھونڈا پن اور خلافِ سنت ہے (اختیار شرح مختار ۴: ۱۶۷ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۳: ۲۱۵)

فائدہ: ڈاڑھی کے بارے میں حدیثوں میں چھ لفظ آئے ہیں:

۱-أَعْفُوْا: یہ باب افعال سے امر ہے جس کے معنی ہیں: ڈاڑھی کو بڑھاؤ تا آنکہ بال زیادہ ہوجائیں اور دراز ہوجائیں۔

۲-أَوْفُوْا: یہ بھی باب افعال سے امر ہے جس کے معنی ہیں: کامل کرنا، تام کرنا، پورا کرنا۔ یہ لفظ مسلم شریف کی روایت میں ہے۔

۳- أَرْخُوْا: یہ بھی باب افعال سے امر ہے، إرخاء: کے معنی ہیں: کسی چیز کو وسیع اور لمبا کرنا، چھوڑ دینا، اور لٹکانا، یہ لفظ بھی مسلم شریف کی روایت میں ہے۔

۴-أَرْجُوْا: یہ بھی باب افعال سے امر ہے، إرجاء کے معنی ہیں: مؤخر کرنا، یعنی بالکل نہ لینا، پورا باقی رہنے دینا، چھوڑ دینا۔

۵-وَفِّرُوْا: یہ باب تفعیل سے امر ہے، نیز باب افعال سے أَوْفِرُوْا بھی آیا ہے، دونوں کے معنی ہیں: زیادہ کرنا، پورا کرنا۔

۶-دَعُوْا: یہ باب فَتَحَ سے امر ہے اور اس کے معنی ہیں: چھوڑ دو۔

ان تمام لفظوں کا حاصل یہ ہے کہ لمبی ڈاڑھی رکھنا مامور بہ ہے، اس لئے واجب ہے، پس جس طرح ڈاڑھی منڈوانا حرام ہے: کترنا اور خشخشی ڈاڑھی رکھنا بھی حرام ہے، کیونکہ یہ وجوب کے منافی ہے، اور اس سے حکم شرعی کا تقاضہ پورا نہیں ہوتا، اور ان سبھی الفاظ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ ڈاڑھی جتنی بڑھے بڑھنے دی جائے، اس کو کاٹنا اور ہاتھ لگانا منع ہے، اور یہی رائے غیر مقلدین کی ہے، مگر باب کی حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی ﷺ اپنی ریش مبارک کے طول وعرض سے لیتے تھے، پس فعلِ مبارک سے قولِ مبارک کی شرح کی جائے گی، اور قولی احادیث کو ایک مشت کے ساتھ خاص کیا جائے گا، اور غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے: صحیح نہیں، آپ نے ابھی دیکھا کہ امام بخاری وغیرہ نے عمر بن ہارون کی توثیق کی ہے، پس یہ روایت اگرچہ اعلیٰ درجہ کی صحیح نہیں، مگر حسن ہے، اس لئے قابل استدلال ہے، اور اس کے ذریعہ قولی احادیث کو مقید کرنا درست ہے۔

علاوہ ازیں: بخاری شریف میں روایت (حدیث ۵۸۹۲) ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جن کا خاص ذوق اتباع سنت تھا: جب حج یا عمرہ کرتے اور احرام کھولتے تو اپنی ڈاڑھی مٹھی میں لیتے اور جو زائد ہوتی اس کو کٹوا دیتے، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح (۱۰: ۳۵۰) میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عمل نقل کیا ہے۔ صحابہ کے اس عمل سے باب کی مرفوع روایت کی تائید ہوتی ہے، پس اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اور کرمانی نے حضرت ابن عمرؓ کے عمل کی جو تاویل کی ہے اور اس کو حج کے افعال کے ساتھ خاص کیا ہے اس کا جواب فتح الباری میں حافظ رحمہ اللہ نے دیا ہے۔

[۵۱-] بابُ ماجاء في الأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ

[۲۷۶٦-] حدثنا هَنَّادٌ، نا عُمْرُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنْ أُسَامَةَ بنِ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ: مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَسَمِعْتُ مُحمدَ بنَ إِسْمَاعِيْلَ يَقُوْلُ: عُمَرُ بنُ هَارُوْنَ مُقَارِبُ الْحَدِيْثِ، لاَ أَعْرِفُ لَهُ حَدِيْثًا لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ، أَوْ قَالَ: يَتَفَرَّدُ بِهِ: إِلاَّ هٰذَا الحَدِيْثَ: "كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ: مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا" وَلاَ نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِيْثِ عُمَرَ بنِ هَارُوْنَ، وَرَأَيْتُهُ حَسَنَ الرَّأْيِ فِيْ عُمَرَ بنِ هَارُوْنَ.

وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ يَقُوْلُ: عُمَرُ بنُ هَارُوْنَ: وَكَانَ صَاحِبَ حَدِيْثٍ، وَكَانَ يَقُوْلُ: "الإِيْمَانُ قَوْلٌ وَعَمَلٌ"

قَالَ قُتَيْبَةُ: نا وَكِيْعُ بنُ الجَرَّاحِ، عَنْ رَجُلٍ، عُنْ ثَوْرِ بنِ يَزِيْدَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم نَصَبَ الْمِنْجَنِيْقَ عَلَى أَهْلِ الطَّائِفِ، قَالَ قُتَيْبَةُ: قُلْتُ لِوَكِيْعٍ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: صَاحِبُكُمْ عُمَرُ بنُ هَارُوْنَ.

بابُ ماجاء فِي إِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ

ڈاڑھی کو بڑھانے کا بیان

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوْا اللِّحَى: مونچھوں کو پست کرو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے مونچھوں کو پست کرنے کا اور ڈاڑھی کو بڑھانے کا حکم دیا (یہ دونوں حدیثیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں، ابوبکر جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ ہیں: ثقہ ہیں، اور وہی اس حدیث کے راوی ہیں (یہ حضرت نافع مولیٰ ابن عمر کے لڑکے ہیں، اس لئے یہ بھی مولیٰ ابن عمرؓ ہیں) اور ان کے بھائی عمر بھی ثقہ ہیں (ان کا اس حدیث کی سند سے کوئی تعلق نہیں) اور ان کے تیسرے بھائی عبداللہ ضعیف ہیں (ان کا بھی اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں، یہ صرف تینوں بھائیوں کا تعارف ہے)

لغات: أَحْفَى الشيئَ: جڑ سے اکھاڑنا، بالکل صاف کرنا، جیسے أَحْفَى النباتَ اور أَحْفَى الشارب ...... أَعْفَى الشَّعْرَ: بالوں کو باقی رکھنا، نہ کاٹنا...... اللُّحَى (بضم اللام وکسرها): اللحية کی جمع ہے: ڈاڑھی، یعنی وہ بال جو نیچے کے جبڑے پر اگتے ہیں، لحیہ کے اصل معنی: جبڑے کے ہیں، پس جو بال گال پر یا گلے پر اگتے ہیں وہ ڈاڑھی میں شامل نہیں۔

[۵۲-] بابُ ماجاء فِی إِعْفَاءِ اللِّحْیَةِ

[۲۷۶۷-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِیٍ الْخَلَّالُ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بنُ نُمَیْرٍ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم:"أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوْا اللِّحَی" هٰذَا حدیثٌ صحیحٌ.

[۲۷۶۸-] حدثنا الأَنْصَارِیُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِی بَكْرِ بنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ ابنِ عُمَرَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللِّحَی"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَأَبُوْ بَكْرِ بنُ نَافِعٍ: هُوَ مَوْلَی ابنِ عُمَرَ: ثِقَةٌ، وَعُمَرُ بنُ نَافِعٍ ثِقَةٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بنُ نَافِعٍ: مَوْلَی ابنِ عُمَرَ: یُضَعَّفُ.

بابُ ماجاء فی وَضْعِ إِحْدَی الرِّجْلَیْنِ عَلَی الْأُخْرَی: مُسْتَلْقِیًا

چت لیٹنے کی حالت میں ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھنا

چت لیٹنے کی دوصورتیں ہیں:

ایک: دونوں پیر سیدھے ہوں اور ایک کو دوسرے پر رکھ کر لیٹے، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس صورت میں ستر کھلنے کا اندیشہ نہیں ہوتا، بلکہ پیر پر پیر رکھنے سے ستر کھلنے سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

دوم: ایک ٹانگ کھڑی کر کے اس پر دوسری ٹانگ رکھنا، یہ ممنوع ہے، کیونکہ اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ ہے، البتہ اگر پاجامہ پہن رکھا ہو، تو پھر کراہیت نہیں۔

اور امام ترمذیؒ نے اس مسئلہ میں دو باب قائم کئے ہیں: پہلے باب میں حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں، انھوں نے نبی ﷺ کو مسجد نبوی میں اس طرح چت لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپؐ اپنا ایک پیر دوسرے پیر پر رکھے ہوئے تھے (یہ حدیث متفق علیہ ہے، اور اس کا مصداق پہلی صورت ہے) اور دوسرے باب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دو روایتیں لائے ہیں، پہلی روایت پر کوئی حکم نہیں لگایا اور دوسری روایت حسنٌ صحیحٌ ہے۔

پہلی روایت: نبی ﷺ نے فرمایا: إِذَا اسْتَلْقَی أَحَدُکُم علی ظَهْرِه: فَلَا یَضَعْ إِحْدَی رِجْلَیْهِ عَلَی الْأُخْرَی: جب تم میں سے کوئی اپنی پیٹھ پر چت لیٹے تو اپنے دو پیروں میں سے ایک پیر کو دوسرے پیر پر نہ رکھے (یہ حدیث ابو الزبیر کے شاگرد خِداش کی ہے، اور یہ خداش کون ہیں؟ یہ بات امام ترمذیؒ کو معلوم نہیں۔ اور تقریب میں اس کو لیِّن

الحدیث لکھا ہے)

ملحوظہ: اس حدیث کا متن ہمارے نسخوں میں غلط ہو گیا ہے، دوسری حدیث کا جو متن ہے وہی اس حدیث کا بھی لکھ دیا ہے، میں نے تصحیح مصری نسخہ سے کی ہے۔

دوسری حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے تین باتوں سے منع کیا: (۱) ٹھوس طریقہ پر کپڑا پہننے سے (۲) ایک کپڑے میں حبوہ بنانے سے (ان دونوں باتوں کی وضاحت ابواب اللباس (تحفہ ۵:۸۸) میں گذر چکی ہے) (۳) اور اس بات سے منع کیا کہ کوئی شخص دو پیروں میں سے ایک پیر کو دوسرے پیر پر رکھ کر سوئے، جبکہ وہ اپنی پیٹھ پر چت لیٹے ہوئے ہو (اس کا مصداق دوسری صورت ہے)

تشریح: دورِاول میں عرب عموماً تہبند باندھتے تھے، اور تہبند باندھ کر اگر اس طرح چت لیٹا جائے کہ ایک پیر کھڑا کر کے دوسرا پیر اس پر رکھا جائے تو بسا اوقات ستر کھلنے کا اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے اس طرح لیٹنے کی ممانعت آئی، البتہ اگر لباس ایسا ہو کہ کشفِ عورت کا اندیشہ نہ ہو، مثلاً پائجامہ پہن رکھا ہو تو اس طرح لیٹنے کی اجازت ہے۔

سند کا حال: سلیمان تیمی سے نیچے اس حدیث کی متعدد سندیں ہیں، اور اوپر یہی ایک سند ہے، اور پہلی حدیث کا راوی خداش کون ہے؟ یہ بات امام ترمذیؒ نہیں جانتے، اس راوی سے سلیمان تیمی نے متعدد حدیثیں روایت کی ہیں، مگر اس سے حدیث کی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ اس حدیث کو ابوالزبیر سے امام لیث بن سعد بھی روایت کرتے ہیں، اور یہ روایت مسلم شریف میں بھی ہے۔ پس یہ حدیث: پہلی حدیث کے لئے شاہد ہے۔

[٥٣-] بابُ ماجاء فی وَضْعِ إِحْدَی الرِّجْلَیْنِ عَلَی الْأُخْرَی: مُسْتَلْقِیًا

[٢٧٦٩-] حدثنا سَعِیْدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا سُفْیَانُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ عَبَّادِ بنِ تَمِیْمٍ، عَنْ عَمِّهِ: أَنَّهُ رَأَی النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم مُسْتَلْقِیًا فِی الْمَسْجِدِ، وَاضِعًا إِحْدَی رِجْلَیْهِ عَلَی الْأُخْرَی.

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَعَمُّ عَبَّادِ بنِ تَمِیْمٍ: هُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بنِ زَیْدِ بنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِیُّ.

[٥٤-] باب ماجاء فی كَرَاهِیَةٍ فِی ذٰلِكَ

[٢٧٧٠-] حدثنا عُبَیْدُ بنُ أَسْبَاطِ بنِ مُحمدٍ الْقُرَشِیِّ، نَا أَبِیْ، نَا سُلَیْمَانُ التَّیْمِیُّ، عَنْ خِدَاشٍ، عَنْ أَبِیْ الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم: "إِذَا اسْتَلْقَی أَحَدُكُمْ عَلَی ظَهْرِهِ: فَلاَ یَضَعْ إِحْدیٰ رِجْلَیْهِ عَلَی الْأُخْرَی"

هٰذَا حديثٌ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ، وَلاَ نَعْرِفُ خِدَاشًا هٰذَا مَنْ هُوَ؟ وَقَدْ رَوَى لَهُ سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ غَيْرَ حَدِيْثٍ.

[۲۷۷۱-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ، وَالِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، وَأَنْ يَرْفَعَ الرَّجُلُ إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى، وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلَى ظَهْرِهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فِي كَرَاهِيَةِ الِاضْطِجَاعِ عَلَى الْبَطْنِ

پیٹ کے بل اوندھا لیٹنے کی ممانعت

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے ایک شخص کو پیٹ کے بل اوندھا لیٹے ہوئے دیکھا تو فرمایا: إِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ لاَيُحِبُّهَا اللّٰهُ: لیٹنے کا یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں (اور ایک روایت میں ہے: ''یہ دوزخیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے'')

تشریح: لیٹنے کا یہ طریقہ اس لئے ممنوع ہے کہ یہ مکروہ اور منکر ہیئت ہے، دوزخیوں کے ساتھ مشابہت اسی حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

[۵۵-] بابُ ماجاء فِي كَرَاهِيَةِ الِاضْطِجَاعِ عَلَى الْبَطْنِ

[۲۷۷۲-]حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا عَبْدَةُ بنُ سُلَيْمَانَ، وَعَبْدُ الرَّحِيْمِ، عَنْ مُحمدِ بنِ عَمْرٍو، نَا أَبُوْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هريرةَ، قَالَ: رَأَى رَسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم رَجُلاً مُضْطَجِعًا عَلَى بَطْنِهِ، فَقَالَ: '' إِنَّ هٰذِهِ ضِجْعَةٌ لاَيُحِبُّهَا اللّٰهُ ''

وفي الباب: عَنْ طِهْفَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَرَوَى يَحْيىَ بنُ أَبِي كَثِيْرٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ يَعِيْشَ بنِ طِهْفَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، وَيُقَالُ: طِخْفَةُ، وَالصَّحِيْحُ: طِهْفَةُ، وَقَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ: الصَّحِيْحُ: طِخْفَةُ، وَيُقَالُ: طِغْفَةُ، هُوَ مِنَ الصَّحَابَةِ.

وضاحت: باب میں ایک روایت حضرت طِهْفَة رضی اللہ عنہ کی ہے، یحییٰ بن ابی کثیر یہ حدیث ابوسلمہ سے وہ یعیش بن طهفة سے اور وہ اپنے والد طہفہ سے روایت کرتے ہیں، کچھ لوگ ان کا نام طِخْفة (خ کے ساتھ) لیتے ہیں، مگر صحیح طِهْفه ہے۔ اور بعض حفاظ کہتے ہیں: صحیح طِخْفه (خ کے ساتھ) ہے، اور ایک قول طِغْفه (غ کے ساتھ) ہے، یہ غفاری صحابی ہیں اور ان کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے (مشکوٰۃ حدیث ۴۷۱۹)

بابُ ماجاءَ فِی حِفْظِ العَوْرَۃِ

ستر کی حفاظت کا بیان

حدیث: بہز بن حکیم کے دادا حضرت معاویہ بن حیدۃ قشیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے ستر: ہم ان میں سے کیا لائیں اور کیا چھوڑیں؟ یعنی کس کے سامنے ستر کھول سکتے ہیں اور کہاں ستر چھپانا ضروری ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: احْفَظْ عَوْرَتَك إلا مِنْ زوجتك أو مِمَّا مَلَكَتْ یمینُك: اپنے ستر کی حفاظت کرو، مگر اپنی بیوی سے، اور ان باندیوں سے جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ ہو (تو کیا حکم ہے؟) آپؐ نے فرمایا: إن اسْتَطَعْتَ أَنْ لاَیَرَاھَا أَحَدٌ فافعل: اگر تمہارے بس میں ہو کہ ننگا پا کوئی نہ دیکھے تو ایسا کرو، یعنی کسی مرد کے سامنے ستر کھولنا جائز نہیں، خواہ وہ کتنا ہی قریبی دوست یا رشتہ دار ہو، حضرت معاویہؓ نے پھر پوچھا: اگر آدمی تنہا ہو؟ آپؐ نے فرمایا: فَاللّٰہُ أَحَقُّ أَنْ یُسْتَحْیَی مِنْہُ: پس اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان سے شرم کی جائے، یعنی تنہائی میں بھی بے ضرورت ستر نہیں کھولنا چاہئے، کیونکہ آدمی تنہا کب ہوتا ہے؟ اللہ ہر جگہ موجود ہیں!

تشریح: دو شرم گاہیں (بول و براز کی جگہیں) دو فوطے، زیر ناف اور دونوں رانوں کی جڑیں جو زیر ناف سے متصل ہیں: بالاجماع ستر ہیں، اور متعدد روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ران بھی ستر ہے (یہ روایات آگے آرہی ہیں) اور گھٹنا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ستر میں داخل نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ستر میں شامل ہے، کیونکہ اس میں بھی روایات مختلف ہیں، پس احتیاط اس کو ستر میں شامل کرنے میں ہے (تفصیل رحمۃ اللہ ۵:۵۰ میں ہے)

اور عورت کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے، اس لئے ایک عورت دوسری عورت کے سامنے بدن کے اس حصہ کو بے ضرورت نہیں کھول سکتی، باقی بدن کھول سکتی ہے، البتہ عورت کے لئے ''ستر'' کے علاوہ ''حجاب'' بھی ہے، جو مرد کے لئے نہیں ہے، اس لئے مرد کا باقی بدن ہر کوئی دیکھ سکتا ہے، اجنبی عورت بھی دیکھ سکتی ہے، جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، کیونکہ مرد کا جسم پرکشش نہیں ہوتا، اور مرد کے مشاغل باقی بدن کھولنے پر مجبور کرتے ہیں، اس لئے اگر اس کو دیکھنے کی ممانعت کی جائے گی تو حرج واقع ہوگا۔

اور عورت کے لئے چونکہ ستر کے ساتھ حجاب بھی ضروری ہے اس لئے اسکے احکام مرد سے مختلف ہیں، اور وہ یہ ہیں:

۱- عورت کا اپنے میاں سے نہ کوئی ستر ہے نہ حجاب مگر بے ضرورت ایک دوسرے کے اعضائے نہانی کو دیکھنا پسندیدہ نہیں، ابن ماجہ (حدیث ۶۶۲ و۱۹۲۲) اور مسند احمد (۶:۱۹۰) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے: ما رأیتُ فرجَ رسولِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَطّ: میں نے کبھی بھی آپؐ کا ستر نہیں دیکھا۔

۲-محارم سے پیٹ اوراس کے مقابل پیٹھ کا حجاب ہے، اور چہرہ، سر، بال، گردن، کان، بازو، ہاتھ، پاؤں، پنڈلی اورگردن سے متصل سینہ کا بالائی حصہ اوراس کے مقابل کی پیٹھ حجاب سے خارج ہے، جبکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور سینہ کا بالائی حصہ اس لئے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ بچہ کو دودھ پلانے کے لئے یہ حصہ محارم کے سامنے کھولنا پڑتا ہے، اور جب یہ حصہ مستثنیٰ کیا گیا تو اس کے مقابل پیٹھ کا حصہ بھی مستثنیٰ کیا گیا۔

۳-نماز میں چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر (ٹخنوں سے نیچے) حجاب سے خارج ہیں، باقی سارا بدن ڈھانک کر نماز پڑھنا ضروری ہے۔

۴-اوراجانب سے خوفِ فتنہ کے وقت تمام جسم کا حجاب ہے، اور بوقت ضرورت چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنا جائز ہے، اور بے ضرورت کھولنے میں اختلاف ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اعضاء حجاب میں شامل نہیں، اور احناف کے نزدیک شامل ہیں۔ احناف ﴿إِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا﴾ کو ضرورت پر اور ﴿يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ کو بے ضرورت پر محمول کرتے ہیں۔ واللہ اعلم (رحمۃ اللہ ۵:۵۰) یا ﴿إِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا﴾ کا تعلق محارم سے ہے اور ﴿يُدْنِيْنَ﴾ کا تعلق اجانب سے، اس کی تفصیل میں تفسیر ہدایت القرآن میں کرونگا۔

اور برہنہ ہونا جائز نہیں، اگرچہ تنہائی ہو، مگر ایسی ضرورت کے وقت جائز ہے جس سے چارہ نہ ہو، جیسے قضاء حاجت کے وقت ستر کھولنا، اور یہ ممانعت دو وجہ سے ہے:

پہلی وجہ: بارہا ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اچانک آجاتا ہے، پس اگر آدمی ننگا ہوگا تو اس کے ستر پر دوسرے کی نظر پڑے گی، اور عار لاحق ہوگا۔

دوسری وجہ: اعمال واخلاق میں دوطرفہ تعلق ہے یعنی جیسے اخلاق ہوتے ہیں ویسے ہی اعمال صادر ہوتے ہیں، اور اخلاق خود اعمال سے پیدا ہوتے ہیں، مثلاً: جو شخص حیادار ہے اس کے نفس پر احتیاط واستحکام کا غلبہ ہوتا ہے، وہ بے شرم اور بے لگام نہیں ہوتا، اس لئے وہ ضرور پردہ کا اہتمام کرتا ہے، اور پردہ کے اہتمام ہی سے حیا کی صفت آدمی میں پیدا ہوتی ہے (رحمۃ اللہ ۵:۵۲)

[۵۶-] بابُ ماجاءَ فِي حِفْظِ العَوْرَةِ

[۲۷۷۳-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، نَا بَهْزُ بْنُ حَكِيْمٍ، ثَنِيْ أَبِيْ، عَنْ جَدِّيْ، قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! عَوْرَاتُنا مَا نَأْتِيَ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ: "احْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مِمَّا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ" فَقَالَ: الرَّجُلُ يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: "إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَافْعَلْ" قُلْتُ: فَالرَّجُلُ يَكُوْنُ خَالِيًا؟ قَالَ: "فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَى مِنْهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَجَدُّ بَهْزٍ: اسْمُهُ مُعَاوِيَةُ بنُ حَيْدَةَ الْقُشَيْرِيُّ، وَقَدْ رَوَى الجُرَيْرِيُّ، عَنْ حَكِيْمِ بنِ مُعَاوِيَةَ، وَهُوَ وَالِدُ بَهْزٍ.

بابُ ماجاءَ فِي الِا تِّكَاءِ

ٹیک لگانے کا بیان

حدیث میں آیا ہے: لَا آكُلُ مُتَّكِئًا (مشکوۃ حدیث ۴۱۶۸): میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا یعنی کھاتے وقت ٹیک لگانا ممنوع ہے، اس سے شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ عام حالات میں بھی ٹیک لگانا ممنوع ہوگا۔ اس لئے یہ باب قائم کیا کہ عام حالات میں ٹیک لگا کر بیٹھنا جائز ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو گدے پر اپنی بائیں جانب پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں **علی یسارہ**: اسرائیل کے شاگرد اسحاق بن منصور ہی بڑھاتے ہیں، دیگر تلامذہ کی روایتوں میں یہ لفظ نہیں، دوسرے نمبر پر اسرائیل کے شاگرد وکیع کی سند آرہی ہے، اس میں یہ لفظ نہیں، بلکہ حدیث مطلق (عام) ہے، پس دائیں بائیں دونوں جانب ٹیک لگانا جائز ہے۔

[۵۷-] بابُ ماجاءَ فِي الِا تِّكَاءِ

[۲۷۷۴-] حدثنا عَبَّاسُ بنُ محمدٍ الدُّوْرِيُّ الْبَغْدَادِيُّ، نَا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ، نَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ عَلَى يَسَارِهِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَرَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الحديثَ عَنْ إِسْرَائِيْلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بنِ سَمُرَةَ قَالَ: رَأَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ، وَلَمْ يَذْكُرُوْا: عَلَى يَسَارِهِ.

[۲۷۷۵-] حدثنا يُوْسُفُ بْنُ عِيسَىَ، نَا وَكِيْعٌ، نَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ سِمَاكِ بنِ حَرْبٍ، عَنْ جَابرِ بنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.

بابٌ

اجازت کے بغیر کسی کی مخصوص نشست گاہ پر بیٹھنا ممنوع ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: لَايُؤَمُّ الرجلُ فى سُلْطَانِه: کوئی شخص امامت نہ کیا جائے اس کی اتھارٹی میں،

ولايُجْلَسُ علی تَكْرِمَتِهِ فی بيته: اورکسی شخص کی گدی (مخصوص نشست گاہ) پر نہ بیٹھا جائے، اس کے گھر میں إلا بإذنه: مگر اس کی اجازت سے (استثناء کا تعلق دونوں مسئلوں سے ہے)

تشریح: اس حدیث میں دو باتوں کی ممانعت کی گئی ہے: ایک: جب کوئی شخص دوسرے کی عملداری میں جائے تو صاحبِ اقتدار کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے۔ دوم: کسی کے گھر میں اس کی مخصوص نشست گاہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے، کیونکہ یہ دونوں باتیں صاحبِ اقتدار اور صاحبِ خانہ پر شاق گذریں گی (یہ حدیث اسی سند کے ساتھ اس سے مفصل کتاب الصلاۃ باب ۶۱ (تحفہ ۱: ۵۶۸) میں گذر چکی ہے)

[۵۸-] بابٌ

[۲۷۷۶-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بنِ رَجَاءٍ، عَنْ أَوْسِ بنِ ضَمْعَجٍ، عَنْ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ: " لَايُؤَمُّ الرَّجُلُ فِيْ سُلْطَانِهِ، وَلَا يُجْلَسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِيْ بَيْتِهِ، إِلَّا بِإِذْنِهِ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ الرَّجُلَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهِ

جانور پر آگے بیٹھنے کا زیادہ حق مالک کا ہے

حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس درمیان کہ نبی ﷺ چل رہے تھے، اچانک آپؐ کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس کے ساتھ گدھا تھا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! سوار ہوجائیں، اور وہ آدمی پیچھے ہٹ گیا، نبی ﷺ نے فرمایا: لا، أَنْتَ أَحَقُّ بصدر دابتك، إلا أن تَجْعَلَهُ لِيْ: نہیں، آپ اپنی سواری کے آگے کے حصہ کے زیادہ حقدار ہیں، مگر یہ کہ آپ اس کو میرے لئے کریں (اور مصری نسخہ میں لَأَنْتَ أَحَقُّ إلخ ہے یعنی آپ یقیناً زیادہ حقدار ہیں الی آخرہ) اس شخص نے عرض کیا: میں نے اس کے آگے کا حصہ آپؐ کے لئے کردیا، راوی کہتے ہیں: پس نبی ﷺ سوار ہوئے۔

تشریح: تَأَخَّرَ الرَّجُلُ: آدمی پیچھے ہٹ گیا: کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک: اس نے آگے کی جگہ حضور ﷺ کے لئے خالی کردی، اور وہ پیچھے ہٹ گیا، دوسرا: وہ نیچے اتر گیا، اور سواری کی پشت حضور ﷺ کے لئے خالی کردی، اور جواب نبوی کے بھی دو مطلب ہوسکتے ہیں: اول: آگے بیٹھنے کا زیادہ حق آپ کا ہے، یعنی آپ آگے بیٹھیں، میں آپ کے پیچھے بیٹھونگا۔ دوم: سواری آپ کی ہے، اس لئے آپ کا سوار ہونے کا حق زیادہ ہے، مگر یہ کہ آپ وہ حق میرے لئے کردیں...... اور یہ دو مطلب لینے اس لئے ضروری ہیں کہ گدھے پر بڑا ایک ہی آدمی سوار ہوسکتا ہے، دو

بڑے آدمی سوار نہیں ہوسکتے...... اور یہی حکم کار وغیرہ کا ہے، اگلی سیٹ پر بیٹھنے کا حق: سواری کے مالک کا ہے، البتہ اگر وہ کسی کے لئے ایثار کرے اور اصرار کر کے اگلی سیٹ پر بٹھائے تو بیٹھنا جائز ہے۔

[۵۹-] بابُ ماجاءَ أَنَّ الرَّجُلَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِهِ

[۲۷۷۷-] حدثنا أَبُوْ عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بنُ حُرَيْثٍ، نَا عَلِيُّ بنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، ثَنِيْ أَبِيْ، ثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِيْ: بُرَيْدَةَ يَقُوْلُ: بَيْنَمَا النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَمْشِيْ، إِذْ جَاءَ هُ رَجُلٌ، وَمَعَهُ حِمَارٌ، فَقَالَ: يَارسولَ اللّٰهِ! ارْكَبْ، وَتَأَخَّرَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لاَ، أَنْتَ أَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ إِلاَّ أَنْ تَجْعَلَهُ لِيْ" قَالَ قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ، قَالَ: فَرَكِبَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريب.

بابُ ماجاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي اتِّخَاذِ الأَنْمَاطِ

پلنگ پوش (غالیچے) کا استعمال جائز ہے

أَنْمَاط: النَّمْط کی جمع ہے: بستر کا اوپر والا کپڑا، پلنگ پوش، غالیچہ۔

حدیث: جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی شادی ہوئی تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: هل لكم أَنْمَاطٌ: کیا تمہارے لئے پلنگ پوش ہیں، حضرت جابرؓ نے عرض کیا: وَأَنَّى تكون لنا أَنْمَاطٌ؟ ہمارے پاس پلنگ پوش کہاں ہوتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: أَمَا إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ: سنو! بیشک واقعہ یہ ہے کہ عنقریب تمہارے لئے پلنگ پوش ہونگے، حضرت جابرؓ کہتے ہیں: اسی لئے میں اپنی بیوی سے کہتا ہوں: اپنا غالیچہ مجھ سے دور رکھ! وہ جواب دیتی ہے: کیا نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: "بیشک واقعہ یہ ہے کہ عنقریب تمہارے لئے غالیچے ہونگے؟ حضرت جابرؓ کہتے ہیں: پس میں اس کو رہنے دیتا ہوں۔

تشریح: پلنگ پوش اور غالیچہ کا استعمال مباح ٹھاٹھ میں سے ہے، اور ایسی چیزیں اگر فخر ومباہات کے طور پر نہ ہوں تو جائز ہیں، اور اگر ان کے ذریعہ بڑائی اور غرور کا مظاہرہ کرنا مقصود ہو تو وبال جان ہیں۔

[۶۰-] بابُ ماجاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِي اتِّخَاذِ الأَنْمَاطِ

[۲۷۷۸-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ مُحمدِ بنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "هَلْ لَكُمْ أَنْمَاطٌ؟" قُلْتُ: وَأَنَّى تَكُوْنُ لَنَا

أَنْمَاطٌ؟ قَالَ:" أَمَا إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ" قَالَ: فَأَنَا أَقُوْلُ لِامْرَأَتِيْ: أَخِّرِيْ عَنِّيْ أَنْمَاطَكِ، فَتقُوْلُ: أَلَمْ يَقُلْ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:"إِنَّهَا سَتَكُوْنُ لَكُمْ أَنْمَاطٌ؟" قَالَ: فَأَدَعُهَا، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ حسنٌ.

بابُ ماجاء فی رُكُوْبِ ثَلاَثَةٍ عَلى دَابَّةٍ

ایک سواری پر تین آدمیوں کا سوار ہونا

حدیث: حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ میں نے آگے سے کھینچا ہے نبی ﷺ کو اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو، آپؐ کے سفیدی میں سیاہی ملے ہوئے خچر پر، یہاں تک کہ میں نے خچر کو داخل کیا نبی ﷺ کے کمرے کے صحن میں، یہ آپؐ کے آگے تھے اور یہ آپؐ کے پیچھے تھے (حجرة کا لفظ یہاں صحن کے معنی میں ہے، سواری اسی میں داخل کی جاتی ہے اور یہ لفظ اس معنی میں حدیث ۱۵۹ (تحفہ ۱:۴۶۱) میں بھی آیا ہے)

تشریح: روایات میں ایک سواری پر تین آدمیوں کے بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے، اور یہ روایت جواز کی ہے، پس قول فیصل یہ ہے کہ اگر سواری تین شخصوں کی متحمل ہو تو جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔ اور باب کی روایت میں چونکہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ابھی بچے تھے اس لئے خچر تین کے لئے متحمل تھا۔

[۶۱-] بابُ ماجاء فی رُكُوْبِ ثَلاَثَةٍ عَلى دَابَّةٍ

[۲۷۷۹-] حدثنا عَبَّاسُ بنُ عَبْدِ الْعَظِيْمِ الْعَنْبَرِيُّ، نَا النَّضْرُ بنُ مُحمدٍ، ثَنَا عِكْرِمَةُ بنُ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: لَقَدْ قُدْتُ بِنَبِيِّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلى بَغْلَتِهِ الشَّهْبَاءِ، حَتَّى أَدْخَلْتُهُ حُجْرَةَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، هٰذَا قُدَّامَهُ، وَهٰذَا خَلْفَهُ.

وفی الباب: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بنِ جَعْفَرٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابُ ماجاءَ فِی نَظْرَةِ الْفُجَاءَ ةِ

اچانک نظر پڑنے کا بیان

نامحرم پر اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے، مگر اس نظر کو فوراً ہٹا لینا ضروری ہے، دیکھتے رہنا یا دوبارہ دیکھنا جائز نہیں۔

حدیث (۱): حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے اچانک پڑنے والی نظر کا حکم دریافت

کیا، آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی نظر پھیر لوں۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے علی! نظر کے پیچھے نظر نہ ڈالو، اس لئے کہ تمہارے لئے پہلی نظر (جو اچانک پڑی ہے) جائز ہے، اور تمہارے لئے پچھلی (جائز) نہیں۔

تشریح: پہلی نظر جو اچانک پڑ جائے: اس میں آدمی کا اختیار نہیں ہوتا، اس لئے اس سے درگذر کیا گیا، البتہ دوسری نظر اختیاری ہوتی ہے، اس لئے وہ جائز نہیں ...... اور اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ پہلی نظر کو دیر تک ٹھہرائے رکھنا بھی دوسری نظر کے حکم میں ہے۔ اور یہ اشارہ اس طرح ہے کہ آپؐ نے الآخرۃ فرمایا ہے، الثانیۃ نہیں فرمایا، اور دوسری نظر وہ ہے جو پہلی کے انقطاع کے بعد وجود میں آئے، اور ''پچھلی'' عام ہے، پہلی نظر کی پچھلی حالت بھی پچھلی نظر ہے۔

[۶۲-] بابُ ماجاءَ فِی نَظْرَةِ الْفُجَاءَ ةِ

[۲۷۸۰-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِیْعٍ، نَا هُشَیْمٌ، نَا یُوْنُسُ بنُ عُبَیْدٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ سَعِیْدٍ، عَنْ أَبِی زُرْعَةَ بنِ عَمْرِو بنِ جَرِیْرٍ، عَنْ جَرِیْرِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: سَأَلْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم عَنْ نَظْرَةِ الْفُجَاءَ ةِ، فَأَمَرَنِی أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِیْ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَأَبُوْ زُرْعَةَ: اسْمُهُ هَرِمٌ.

[۲۷۸۱-] حدثنا عَلِیُّ بنُ حُجْرٍ، نَا شَرِیْكٌ، عَنْ أَبِی رَبِیْعَةَ، عَنِ ابنِ بُرَیْدَةَ، عَنْ أَبِیْهِ، رَفَعَهُ، قَالَ: ''یَا عَلِیُّ لاَ تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ، فَإِنَّ لَكَ الْأُوْلَی، وَلَیْسَتْ لَكَ الآخِرَةُ'' هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ حَدِیْثِ شَرِیْكٍ.

بابُ ماجاءَ فی احْتِجَابِ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ

عورتوں کا مردوں سے پردہ کرنا

عام حالات میں پردہ کرنا: عورتوں پر واجب ہے، مردوں پر واجب نہیں، اور اس کی تین وجوہ ہیں:

پہلی وجہ: پردہ کرنا عورت کی حالت سے ہم آہنگ ہے، اور مرد کے موضوع کے خلاف ہے، مرد کے ذمے دنیا بھر کے کام ہوتے ہیں وہ پردہ کر کے اپنے کام انجام نہیں دے سکتا، اور عورت باہری کاموں سے فارغ ہوتی ہے، اس لئے وہ پردہ کرسکتی ہے۔

دوسری وجہ: پرکشش عورت کا بدن ہے، اس لئے اس کو چھپانا ضروری ہے، اور مرد کے بدن میں کوئی کشش نہیں، اس لئے اگر اس کو عورت بھی دیکھے گی تو کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔

تیسری وجہ: دنیا قیمتی چیز کو چھپاتی ہے، اور عورت متاعِ گراں مایہ ہے، پس اسی کو چھپانا چاہئے۔

اور عورتوں کو دیکھنا: مردوں میں عشق وفریفتگی پیدا کرتا ہے، اور مردوں کو دیکھنا بھی عورتوں میں یہی کام کرتا ہے، اور بار بار دیکھنا ناجائز تعلق کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے عورتوں کو بھی منع کیا کہ وہ مردوں کو دیکھیں، خواہ مرد نابینا ہی کیوں نہ ہو۔ سورۃ النور (آیت ۳۰) میں مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور آیت ۳۱ میں یہی حکم عورتوں کو دیا ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ نبہان نے امام زہری رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ حضرت ام سلمہؓ نے ان سے بیان کیا کہ وہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے پاس تھیں، حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں: پس اس درمیان کہ ہم آپؐ کے پاس تھیں: عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے، اور آپؐ کے پاس داخل ہوئے، اور یہ واقعہ ہمیں حجاب کا حکم دیئے جانے کے بعد کا ہے۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: اِحْتَجِبَا منه: دونوں ان سے پردہ کرو، پس میں نے عرض کیا: أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى، لَايُبْصِرُنَا، وَلَا يَعْرِفُنَا؟ کیا وہ نابینا نہیں ہیں، وہ نہ ہمیں دیکھتے ہیں نہ ہمیں پہچانتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا؟ أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟ کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں ان کو نہیں دیکھتیں؟ (یعنی ان کی طرف سے نہ سہی تمہاری طرف سے تو فتنہ کا اندیشہ ہے؟ اس لئے اس صورت میں بھی پردہ واجب ہے اور اسی اندیشہ کی وجہ سے عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

[۶۳-] بابُ ماجاءَ فی احْتِجَابِ النِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ

[۲۷۸۲-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا يُوْنُسُ بنُ يَزِيْدَ، عَنْ ابنِ شِهَابٍ، عَنْ نَبْهَانَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ، أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَمَيْمُوْنَةُ، قَالَتْ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَهُ: أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُوْمٍ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا أُمِرْنَا بِالْحِجَابِ، فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " احْتَجِبَا مِنْهُ" فَقُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَايُبْصِرُنَا وَلَا يَعْرِفُنَا؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " أَفَعَمْيَاوَانِ أَنْتُمَا؟ أَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ؟" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاء فِي النَّهْيِ عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَى النِّسَاءِ، إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کے پاس جانا ممنوع ہے

کبھی کسی عورت سے کوئی ضروری بات کرنی ہوتی ہے اور تنہائی میں کرنی ہوتی ہے، ایسی صورت میں شوہر سے

اجازت لے کرضروری بات کی جاسکتی ہے۔

حدیث: ذکوان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ہیں: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے آزادہ کردہ عبدالرحمٰن بن ثابت سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص ؓ نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، وہ ان سے اجازت طلب کررہے تھے، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کی، حضرت علیؓ نے ان کو اجازت دیدی (پس وہ گئے اور ضروری بات کی) یہاں تک کہ جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوئے تو حضرت عمروؓ کے آزادہ کردہ عبدالرحمٰن نے اس بارے میں ان سے پوچھا (کہ آپ نے حضرت علیؓ سے اجازت کیوں لی؟) حضرت عمروؓ نے کہا: نبی ﷺ نے ہمیں منع کیا ہے، یا فرمایا: نبی ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم عورتوں کے پاس ان کے شوہروں کی اجازت کے بغیر جائیں۔

[٦٤-] بابُ ماجاء فِي النَّهْيِ عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَى النِّسَاءِ، إِلَّا بِإِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ

[٢٧٨٣-] حدثنا سُوَيْدُ بنُ نَصْرٍ، نَا عَبْدُ اللهِ بنُ الْمُبَارَكِ، نَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ ذَكْوَانَ، عَنْ مَوْلَى عَمْرِو بنِ الْعَاصِ: أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ أَرْسَلَهُ إِلَى عَلِيٍّ، يَسْتَأْذِنُهُ عَلَى أَسْمَاءَ ابْنَةِ عُمَيْسٍ، فَأَذِنَ لَهُ، حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ حَاجَتِهِ: سَأَلَ الْمَوْلَى: عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَانَا، أَوْ: نَهَى أَنْ نَدْخُلَ عَلَى النِّسَاءِ بِغَيْرِ إِذْنِ أَزْوَاجِهِنَّ.

وفي الباب: عَنْ عُقْبَةَ بنِ عَامِرٍ، وَعَبْدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو، وَجَابِرٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فِي تَحْذِيْرِ فِتْنَةِ النِّسَاءِ

عورتوں کا فتنہ سنگین فتنہ ہے

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَا تَرَكتُ بعدی فی الناس فتنةً أَضَرَّ علی الرجالِ مِنَ النِّسَاءِ: میں نے اپنے پیچھے نہیں چھوڑا لوگوں میں کوئی فتنہ مردوں کے حق میں زیادہ ضرر رساں عورتوں سے، یعنی مردوں کے حق میں عورتوں کا فتنہ سنگین فتنہ ہے، اور حدیث کا سبق یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں کے فتنہ سے بچنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، اور عورتوں کا فتنہ مردوں کے لئے مختلف جہتوں سے ہوسکتا ہے، وہ حسن کے فتنے میں مبتلا کرسکتی ہیں، وہ شوہر کی عقل پر قبضہ کرسکتی ہے، اور اس کو خاندان سے لڑا سکتی ہے، وغیرہ۔ اور مردوں کی احتیاط بھی مختلف جہتوں سے ہوتی ہے، مثلاً نامحرم عورت پر نظر نہ ڈالے، یا بیوی کے فریب میں نہ آئے بلکہ اپنی عقل سے کام لے۔

سند کا حال: سلیمان تیمی کے صاحبزادے معتمر کی سند میں آخر میں حضرت اسامہ اور حضرت سعید دونوں کا ذکر

ہے، مگر سلیمان کے دیگر ثقہ تلامذہ آخر میں صرف حضرت اسامہ کا ذکر کرتے ہیں، وہ سند میں حضرت سعید کا ذکر نہیں کرتے، اور ولا نعلم أحداً: تکرار ہے۔

[۶۵-] بابُ ماجاءَ فِی تَحْذِیْرِ فِتْنَةِ النِّسَاءِ

[۲۷۸۴-] حدثنا مُحمدُ بنُ عَبْدِ الأَعْلَی الصَّنْعَانِیُّ، نا مُعْتَمِرُ بنُ سُلَیْمَانَ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ أَبِی عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بنِ زَیْدٍ، وَسَعِیْدِ بنِ زَیْدِ بنِ عَمْرِو بنِ نُفَیْلٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: " مَا تَرَكْتُ بَعْدِیْ فِیْ النَّاسِ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَقَدْ رَوَی هٰذَا الحدیثَ غَیْرُ وَاحِدٍ مِنَ الثِّقَاتِ عَنْ سُلَیْمَانَ التَّیْمِیِّ، عَنْ أَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ أُسَامَةَ بنِ زَیْدٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، وَلَمْ یَذْكُرُوْا فِیْهِ: عَنْ سَعِیْدِ بنِ زَیْدِ بنِ عَمْرِو بْنِ نُفَیْلٍ، وَلاَ نَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ: عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ، وَسَعِیْدِ بنِ زَیْدٍ: غَیْرَ الْمُعْتَمِرِ، وفی الباب: عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ.

بابُ ماجاء فی كَرَاهِیَةِ اتِّخَاذِ الْقُصَّةِ

دوسرے کے بال اپنے بالوں میں ملانا مکروہ ہے

القُصَّة کے معنی ہیں: بالوں کا گچھا۔ وہ عورتیں جن کے بال ہلکے ہوتے ہیں وہ دوسرے انسان کے بال اپنے بالوں میں ملاتی ہیں، حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ اور باب کا لفظی ترجمہ ہے: گچھا بنانے کی کراہیت، یا گچھا لینے کی کراہیت، یعنی دوسرے کے بالوں کا گچھا (بہت سارے بال) لے کر اپنے بالوں میں ملانا مکروہ ہے۔

حدیث: حمید کہتے ہیں: انھوں نے مدینہ منورہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تقریر کرتے ہوئے سنا (حضرت معاویہؓ نے ایک پولیس والے سے بالوں کا گچھا لے کر مجمع کو دکھایا اور فرمایا:) اے مدینہ والو! تمہارے علماء کہاں گئے؟ یعنی یہ منکر تمہارے شہر میں پھیل رہا ہے، عورتیں یہ چوٹیاں اپنے بالوں میں ملا رہی ہیں، اور علماء اس کی خبر نہیں لیتے، میں نے نبی ﷺ کو اس گچھے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں: إِنَّمَا هَلَكَتْ بنو إسرائیل حِیْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ: بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے ان گچھوں کا استعمال شروع کیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منکر پر نکیر کرنے کی ذمہ داری علماء کی ہے۔ مبلغین کی نہیں، ان کے ذمہ ترغیب کے ذریعہ دین پہنچانا ہے، اور معاشرہ کی اصلاح کرنا علماء کی ذمہ داری ہے، کیونکہ دین کے دو بازو ہیں: دعوت وتبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، پہلا کام داعیوں کا ہے اور دوسرا علماء کا، پس ہر ایک کو اپنا فریضہ انجام

دینا چاہئے، اور ہر ایک کو دوسرے کی قدر پہچاننی چاہئے۔

[٦٦-] بابُ ماجاء فی کَرَاهِيَةِ اتِّخَاذِ الْقُصَّةِ

[٢٧٨٥-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ، نَا يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، نَا حُمَيْدُ بنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ خَطَبَ بِالْمَدِيْنَةِ، يَقُوْلُ: أَيْنَ عُلَمَاؤُكُمْ يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ؟ سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَنْهَى عَنْ هٰذِهِ الْقُصَّةِ، وَيَقُوْلُ: "إِنَّمَا هَلَكَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ حِيْنَ اتَّخَذَهَا نِسَاؤُهُمْ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ.

بابُ ماجاءَ فی الْوَاصِلَةِ، وَالْمُسْتَوْصِلَةِ، وَالْوَاشِمَةِ، وَالْمُسْتَوْشِمَةِ

بالوں میں بال ملانے والی، ملوانے والی، اور بدن گودنے والی، اور گدوانے والی: معلون ہیں

حدیث (۱): حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے لعنت بھیجی ہے بدن گودنے والی عورتوں پر، اور بدن گدوانے والی عورتوں پر، اور سنگھار کے لئے چہرے کے بال نوچنے والی عورتوں پر، درانحالیکہ وہ خوبصورتی کو چاہنے والی ہیں، اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کرنیوالی ہیں۔

تشریح: مُبْتَغِيَاتٍ اور مُغَيِّرَات: حال ہیں، جو لعنت کی علت بیان کرتے ہیں......اور وَشَمَ الجِلْدَ يَشِمُ وَشْمًا کے معنی ہیں: کھال کو سوئی سے گود کر اس میں نیل بھرنا، عورتیں خوبصورت بننے کے لئے اس طرح بدن گدواتی ہیں، اور وہ عورت جو اس کا کاروبار کرتی ہے: الواشِمَة ہے، اور گاہک عورت: المستوشمة ہے......المُتَنَمِّصَة: (اسم فاعل) تنَمَّصَتِ المرأَةُ: دھاگے سے پیشانی کے بال اکھاڑنا، اور بال اکھاڑنے والی عورت: النامصة اور اکھڑوالے والی عورت: المُتَنَمِّصَة کہلاتی ہے......اور حدیث میں لعنت کے دو سبب بیان کئے گئے ہیں: ایک: مصنوعی خوبصورتی پیدا کرنا دوم: اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کرنا، جب یہ دونوں سبب جمع ہوں تو ممانعت ہے، پس اگر اللہ کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی نہ ہو اور اس طرح خوبصورتی پیدا کی جائے کہ کسی کو دھوکا بھی نہ ہو تو جائز ہے، جیسے کالے کے علاوہ کوئی بھی خضاب کرنا وغیرہ۔

حدیث (۲): حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی، یعنی رحمت سے دور کردیا: بالوں میں بال ملانے والی کو، اور ملوانے والی کو، اور بدن گودنے والی کو، اور گدوانے والی کو۔ نافع کہتے ہیں: بدن گدوانا مسوڑے میں ہوتا ہے (زمانہ جاہلیت میں عورتیں مسوڑے میں تل بنواتی تھیں، جس کا مقصد حسن و جمال پیدا کرنا ہوتا تھا)

ملحوظہ: یہ حدیث اسی سند سے أبواب اللباس باب ۲۵ (تحفہ ۵:۹۰) میں گذر چکی ہے۔

[۶۷-] بابُ ماجاءَ فی الْوَاصِلَةِ، وَالْمُسْتَوْصِلَةِ، وَالْوَاشِمَةِ، وَالْمُسْتَوْشِمَةِ

[۲۷۸۶-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نَا عَبِيْدَةُ بنُ حُمَيْدٍ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيْمِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم لَعَنَ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ: مُبْتَغِيَاتٍ لِلْحُسْنِ، مُغَيِّرَاتٍ خَلْقَ اللّٰهِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۷۸۷-] حدثنا سُوَيْدٌ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: ”لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ، وَالْمُسْتَوْصِلَةَ، وَالْوَاشِمَةَ، وَالْمُسْتَوْشِمَةَ“ وَقَالَ نَافِعٌ: الْوَشْمُ: فِی اللِّثَةِ.

هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفی الباب: عَنْ عَائِشَةَ، وَمَعْقِلِ بنِ يَسَارٍ، وَأَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِیْ بَكْرٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ.

حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بنُ سَعِيْدٍ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بنُ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ يَحْيَى قَوْلَ نَافِعٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

وضاحت: حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کی پہلی سند ابن المبارکؒ کی ہے، اس میں نافع کا قول مذکور ہے، اسی حدیث کو یحییٰ بن سعید قطان بھی روایت کرتے ہیں، انھوں نے حضرت نافع کا قول ذکر نہیں کیا (یہاں عبارت ولم يذكروا فيه قولَ نافعٍ (بصیغۂ جمع) تھی، یہ تصحیف ہے، تصحیح مصری نسخہ سے کی ہے) اللِّثَة: مسوڑھا، جمع لِثَات اور لِثیّ۔

بابُ ماجاءَ فی الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت!

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو صنفیں بنائی ہیں: مرد و زن، اور ہر صنف کے لئے کچھ امتیازات گردانے ہیں، اُس کے کچھ حقوق رکھے ہیں اور کچھ فرائض، شریعت ان امتیازات کو باقی رکھنا چاہتی ہے، اور ان حقوق و فرائض کا لحاظ کرتی ہے، پس اگر مرد ہجڑے بن جائیں یا عورتیں مردانی بن جائیں تو یہ ان امتیازات کو رائگاں کرنا ہے۔ اس لئے دونوں پر لعنت بھیجی گئی ہے (تفصیل رحمۃ اللہ (۵:۵۱۱) میں ہے)

حدیث (۱): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، اوران مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

حدیث (۲): ابن عباسؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے مردوں میں سے ہجڑے بننے والوں پر لعنت بھیجی ہے، اور عورتوں میں سے مردانی بننے والیوں پر لعنت بھیجی ہے۔

لغات: المُتَشَبِّهَة (اسم فاعل) تَشَبَّهَ بغیرہ: دوسرے کی شکل وصورت اختیار کرنا، دوسرے جیسا بننا...... المُخَنَّث (اسم مفعول) ہجڑا، خَنَّثَه: ہجڑا بنانا...... المُتَرَجِّلَة (اسم فاعل) تَرَجَّلَتِ الْمَرْأَة: عورت کا مردنما بننا، مردوں کے مشابہ ہونا۔

[۶۸-] بابُ ماجاءَ فی الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ

[۲۷۸۸-] حدثنا مَحمودُ بنُ غَیْلَانَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّیَالِسِیُّ، نا شُعْبَةُ، وَهَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَعَنَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم الْمُتَشَبِّهَاتِ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهِیْنَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[۲۷۸۹-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ یَحْیَی بنِ أَبِیْ كَثِیْرٍ، وَأَیُّوْبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: لَعَنَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم الْمُخَنَّثِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وفی الباب: عَنْ عَائِشَةَ.

بابُ ماجاءَ فی كَرَاهِیَةِ خُرُوْجِ الْمَرْأَةِ مُتَعَطِّرَةً

عورت کا خوشبودار ہوکر گھر سے نکلنا ممنوع ہے

عورت کی ذات خود پرکشش ہے، پھر اگر وہ معطر ہوکر گھر سے نکلے گی تو فتنہ بالائے فتنہ ہوگا، اور جو شخص نہیں دیکھنا چاہے گا وہ بھی دیکھے گا، اس لئے عورت بوقتِ ضرورت ہی گھر سے نکلے اور ایسا انداز اختیار نہ کرے کہ مردوں کی منظورِ نظر بن جائے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: كُلُّ عَیْنٍ زَانِیَةٌ: ہر آنکھ زنا کرنے والی ہے، یعنی ہر نظر میں بالقوہ بدکاری کی صلاحیت ہے، والْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ، فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ، فَهِیَ كَذَا وَكَذَا: اور عورت جب خوشبو لگائے، پھر وہ کسی مجلس کے پاس سے گذرے تو وہ ایسی اور ایسی ہے، یعنی وہ بدکار ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی نظر کا سبب بنے گی، اور متسبب کے لئے مباشر کا حکم ہے۔ پس گویا وہی بدکار ہے۔

[٦٩-] بابُ ماجاءَ فی کَرَاهِيَةِ خُرُوْجِ الْمَرْأَةِ مُتعطِّرَةً

[٢٧٩٠-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نا يَحْيىَ بنُ سَعِيْدٍ القَطَّانُ، عَنْ ثَابتِ بنِ عُمارةَ الْحَنفِيِّ، عَنْ غُنَيْمِ بنِ قَيْسٍ، عَنْ أَبِیْ مُوْسَی، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: " کُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَالْمَرْأَةُ إِذا اسْتَعْطَرَتْ، فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ، فَهِیَ كِذَا وَكَذَا " يَعْنِیْ زَانِيَةً، وفی الباب: عَنْ أَبِیْ هريرةَ، وَهٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فِی طِيْبِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

مردوں اور عورتوں کی خوشبوؤں کا بیان

حدیث (۱): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: طِيْبُ الرجال: مَا ظَهَرَ رِيْحُه، وَخَفِیَ لَوْنُهُ، وطيبُ النساءِ: مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ، وَخَفِیَ ريحُه: مردوں کی خوشبو: جس کی بو ظاہر ہو، اور اس کا رنگ پوشیدہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو: جس کا رنگ ظاہر ہو، اور اس کی بو پوشیدہ ہو۔

حدیث (۲): حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: إنَّ خَيْرَ طِيْبِ الرجالِ: مَاظَهَرَ ريحُه، وَخَفِیَ لونُه، وخيرَ طِيْبِ النساءِ: مَاظَهَرَ لَوْنُهُ، وَخَفِیَ رِيْحُهُ: مردوں کی بہترین خوشبو وہ ہے جس کی بو پھیلے، اور اس کا رنگ نظر نہ آئے، اور عورتوں کی بہترین خوشبو وہ ہے جس کا رنگ نظر آئے، اور اس کی بو نہ پھیلے۔ وَنَهٰی عَنْ مِيْثَرَةِ الْأُرْجُوَان: اور آپؐ نے ارغوانی (سرخ) رنگ کے تکیہ سے منع فرمایا۔

تشریح: وہ خوشبو جس کی بو پھیلے اور اس میں رنگ نہ ہو، جیسے عرقِ گلاب، عطر گلاب، مشک، عنبر اور کافور وغیرہ۔ اور وہ خوشبو جس کا رنگ ظاہر ہو اور اس کی بو پوشیدہ رہے، جیسے زعفران...... عورت گھر میں اپنے شوہر کے لئے جو خوشبو چاہے لگا سکتی ہے، اور اس حدیث میں جو امتیاز کیا گیا ہے وہ خوشبو لگا کر گھر سے نکلنے کی صورت میں ہے...... المِيْثَرَة: وہ تکیہ جس کو گھوڑے کی زین پر رکھ کر سواری کرتے تھے، اس کا بیان أبواب اللباس باب ۲۶ (تحفہ ۵: ۹۰) میں گذر چکا ہے...... الأُرجوان: لال رنگا ہوا کپڑا، ارغوان رنگ کا گہرا سرخ...... مِيْثَرة الأُرجوان: مصری نسخہ میں اضافت کے ساتھ ہے، اور وہی مناسب ہے، یعنی سواری پر سرخ رنگ کا تکیہ رکھ کر سوار ہونے سے نبی ﷺ نے منع کیا۔

سند کا حال: پہلی حدیث کی دوسری سند میں جو طُفاوی ہیں، ان کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس راوی کا تذکرہ اسی حدیث میں آیا ہے، اور ہم اس راوی کا نام نہیں جانتے، اور اسماعیل بن علیہ کی حدیث سفیان ثوری کی حدیث سے مفصل ہے، اور وہ ابوداؤد (حدیث ۲۱۷۴) کتاب النکاح کے آخر میں ہے، اور طفاوی

اگرچہ غیر معروف راوی ہیں، مگر امام ترمذیؒ نے ان کی حدیث کی تحسین کی ہے، اس لئے کہ ایک تو یہ تابعی ہیں، جن کی جہالت سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ دوم: حضرت عمرانؓ کی حدیث اس کی شاہد ہے، جس کو دوسرے نمبر پر لائے ہیں، اگرچہ اس کی سند میں بھی انقطاع ہے۔ حسن بصریؒ کا حضرت عمرانؓ سے لقاء اور سماع نہیں۔

[۷۰-] بابُ ماجاء فِی طِیْبِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

[۲۷۹۱-] حدثنا مَحْمُوْدُ بْنُ غَیْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ الْحَفرِیُّ، عَنْ سُفْیَانَ، عَنِ الْجُرَیْرِیِّ، عَنْ أَبِیْ نَضْرَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: "طِیْبُ الرِّجَالِ: مَاظَهَرَ رِیْحُهُ، وَخَفِیَ لَوْنُهُ؛ وَطِیْبُ النِّسَاءِ: مَاظَهَرَ لَوْنُهُ، وَخَفِیَ رِیْحُهُ"

حدثنا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنَا إِسْمَاعِیْلُ بنُ إِبْرَاهِیْمَ، عَنِ الْجُرَیْرِیِّ، عَنْ أَبِیْ نَضْرَةَ، عَنِ الطُّفَاوِیِّ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

وَهٰذَا حدیثٌ حسنٌ، إِلَّا أَنَّ الطُّفَاوِیَّ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا فِیْ هٰذَا الحدیثِ، وَلَا نَعْرِفُ اسْمَهُ، وَحِدِیْثُ إِسْمَاعِیْلَ بنِ إِبْرَاهِیْمَ أَتَمُّ وَأَطْوَلُ، وفی الباب: عَنْ عِمْرَانَ بنُ حُصَیْنٍ.

[۲۷۹۲-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، أَنَا أَبُوْ بَکْرٍ الْحَنَفِیُّ، ثَنَا سَعِیْدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بنِ حُصَیْنٍ، قَالَ: قَالَ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: "إِنَّ خَیْرَ طِیْبِ الرِّجَالِ: مَاظَهَرَ رِیْحُهُ، وَخَفِیَ لَوْنُهُ، وَخَیْرَ طِیْبِ النِّسَاءِ: مَاظَهَرَ لَوْنُهُ، وَخَفِیَ رِیْحُهُ، وَنَهَی عَنِ مِیْثَرَةِ الْأُرْجُوَانِ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابُ ماجاء فی کَرَاهِیَةِ رَدِّ الطِّیْبِ

خوشبو لوٹانا مکروہ ہے

خوشبو فرحت پیدا کرتی ہے، اور اس کا استعمال نبیوں کی سنت ہے۔ ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے: مَن عُرِضَ علیه طِیْبٌ فلایَرُدُّه، فَإِنَّهُ خَفِیْفُ الْمَحْمِلِ، طَیِّبُ الرَّائِحَةِ: جس کے سامنے کوئی خوشبو پیش کی جائے وہ اس کو واپس نہ کرے، کیونکہ وہ ہلکے بوجھ والی یعنی کم قیمت عمدہ خوشبو ہے۔

ایک واقعہ: حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ عام طور پر ہدیہ قبول نہیں کرتے تھے، ہدیہ پیش کرنے کے لئے پہلے اجازت لینی پڑتی تھی، حضرت کے متعلقین میں ایک غیر مقلد عالم بھی تھے، وہ ایک بڑی شیشی بھر کر عمدہ عطر لائے، حکیم الامتؒ نے لینے سے انکار کر دیا، انھوں نے کہا: حدیث میں خوشبو رد کرنے کی ممانعت آئی ہے، حضرتؒ

نے فرمایا: میں اسی حدیث سے رد کررہا ہوں، اس حدیث میں یہ ہے کہ خوشبو اس لئے رد نہیں کرنی چاہئے کہ وہ ہلکے بوجھ والی ہے، یعنی وہ بیش قیمت چیز نہیں، اور یہ بات اس صورت میں ہے جب خوشبو لگانے کے لئے پیش کی جائے، اور یہ جو آپ شیشی بھر کر لائے ہیں یہ تو بیش قیمت ہے، وہ عالم صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے، حدیث سمجھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

حدیث (۱): ثمامہ کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ خوشبو نہیں لوٹایا کرتے تھے، اور حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ (بھی) خوشبو نہیں لوٹایا کرتے تھے (یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: ثَلاَثٌ لَاتُرَدُّ: الْوَسَائِدُ، وَالدُّهْنُ، وَاللَّبَنُ: تین چیزیں لوٹائی نہیں چاہئیں: تکیہ، تیل (عطر) اور دودھ۔

تشریح: تین میں حصر نہیں، تین کا تذکرہ بطور مثال ہے، اور حدیث کا راوی عبداللہ بن مسلم بن جندب ہذلی مدنی معمولی راوی ہے، اس لئے امام ترمذیؒ نے حدیث کو غریب کہا ہے، مگر مناوی نے حدیث کی تحسین کی ہے۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكم الريحانَ، فلا يَرُدُّهُ، فإِنَّه خَرَجَ مِن الجنة: جب تم میں سے کوئی شخص نازبو دیا جائے تو وہ اس کو نہ لوٹائے، کیونکہ وہ جنت سے نکلی ہے۔

تشریح: ریحان (نازبو) ایک خوشبودار پودہ ہے، اور ہر خوشبودار پودے کو بھی ریحان کہتے ہیں، اور حدیث میں یہی عام معنی مراد ہیں، سورۃ الواقعہ آیت ۸۹ میں بھی یہ لفظ آیا ہے، جیسے کوئی گلاب کا پھول پیش کرے تو اس کو قبول کرنا چاہئے، اور خَرَجَ من الجنة کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جنت سے خصوصی تعلق ہے، یا وہ پسندیدہ چیز ہے، اچھی چیز کو جنت کی طرف اور بری چیز کو جہنم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

سند کا حال: یہ حدیث مرسل ہے، ابو عثمان نہدی جن کا نام عبداللہ بن ملّ ہے، جلیل القدر تابعی ہیں، انھوں نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا ہے، مگر نہ آپؐ کی زیارت کی ہے اور نہ آپؐ سے کوئی حدیث سنی ہے ...... اور ان سے روایت کرنے والا راوی حَنان اسدی جو حضرت مسدّد کے والد کا چچا ہے: اس کی یہی ایک حدیث ہے، اس لئے امام ترمذیؒ نے حدیث کو غریب کہا ہے۔

ملحوظہ: یہ حدیث شمائل میں بھی آئی ہے، اور اس کی صحیح سند شمائل میں ہے۔ ترمذی میں اس کی جو سند ہے وہ صحیح نہیں، وہ سند اس طرح تھی: أخبرنا عثمان بن مهدی، نا محمد بن خليفة، نا يزيد بن زُرَيعٍ: جبکہ عثمان بن مہدی نام کا کوئی راوی نہیں، اس لئے میں نے یہاں بھی اس کی وہ سند لکھی ہے جو شمائل (باب ماجاء في تَعَطُّرِ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم) میں ہے، اور شمائل میں ابن ابی حاتم کی کتاب الجرح والتعدیل سے یہ بات نقل کی ہے: حَنَانُ الأَسَدِيُّ من بنی أَسَدِ بنِ شَرِيْكٍ، وهو صاحب الرقيق، عَمُّ والدِ مسدَّد، ورَوى عن أبي عثمان

النَّهْدِيِّ، وَرَوَى عنه الحجاج بن أبي عثمان الصَّوَاف۔

[۷۱-] بابُ ماجاء في كَرَاهِيَةِ رَدِّ الطِّيْبِ

[۲۷۹۳-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ ثُمَامَةَ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ أَنَسٌ لَايُرَدُّ الطِّيْبَ، وَقَالَ أَنَسٌ: إِنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ لَايُرَدُّ الطِّيْبَ.

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۷۹۴-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا ابنُ أَبِيْ فُدَيْكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "ثَلَاثٌ لَاتُرَدُّ: الْوَسَائِدُ، وَالدُّهْنُ، وَاللَّبَنُ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بنُ مُسْلِمٍ: هُوَ ابْنُ جُنْدُبٍ، وَهُوَ مَدِيْنِيٌّ.

[۲۷۹۵-] حدثنا مُحمدُ بنُ خَلِيْفَةَ، وَعَمْرُو بنُ عَلِيٍّ، قَالَا: ثَنَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، عَنْ حَنَانٍ، عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمْ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ"

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَلَا نَعْرِفُ لِحَنَانٍ غَيْرَ هٰذَا الحديثِ، وَأَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ: اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَلٍّ، وَقَدْ أَدْرَكَ زَمَنَ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وَلَمْ يَرَهُ، وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ.

بابُ ماجاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مُبَاشَرَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ، وَالْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ

مرد کا مرد سے اور عورت کا عورت سے بغیر حائل کے جسم لگانا ممنوع ہے

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: ایک عورت دوسری عورت سے کھلا جسم نہ لگائے، یہاں تک کہ وہ اپنے شوہر سے اس عورت کا حال اس طرح بیان کرے جیسے وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: مباشرت یعنی جسم کا جسم سے لگنا شہوت بھڑکانے میں نہایت زود اثر ہے، جو طبق زنی اور اغلام کی خواہش پیدا کرتا ہے، اور "گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا عورت سے جسم لگانا بھی مکنون محبت کا سبب بن جاتا ہے، پس بے ساختہ اس لطف اندوزی کا تذکرہ شوہر یا کسی رشتہ دار کے سامنے زبان پر آجاتا ہے، اور وہ ان کی فریفتگی کا سبب بن جاتا ہے۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے، اور کوئی عورت دوسری عورت کے ستر کو نہ دیکھے (پس غیر جنس کا ستر دیکھنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا) اور ایک آدمی دوسرے آدمی تک ایک کپڑے میں نہ

پہنچے، یعنی بدن لگا کر نہ سوئے، اور ایک عورت دوسری عورت تک ایک کپڑے میں نہ پہنچے۔

تشریح: ستر دیکھنے کی ممانعت دو وجہ سے ہے:

پہلی وجہ: ستر دیکھنا شہوت کو بھڑکاتا ہے، غیر جنس کا ستر دیکھنے میں تو یہ بات ظاہر ہے، اور ہم جنس میں بھی کبھی اس کی نوبت آجاتی ہے۔ عورتیں بھی کبھی ایک دوسرے پر فریفتہ ہوتی ہیں، اور مرد بھی کبھی ایک دوسرے پر عاشق ہوتے ہیں۔

دوسری وجہ: ستر چھپانا تہذیب کی بنیادی اینٹ ہے۔ دنیا جہاں کے لوگ اعضاء مستورہ کو ''شرم گاہ'' کہتے ہیں، یعنی ان کا کھولنا یا دیکھنا بے حیائی کی بات ہے، اس لئے ممنوع ہے۔

[۷۲-] بابُ ماجاءَ فِي كَرَاهِيَةِ مُبَاشَرَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ، وَالْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ

[۲۷۹۶-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' لاتُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، حَتَّى تَصِفَهَا لِزَوْجِهَا، كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا '' هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۷۹۷-] حدثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ زِيَادٍ، نَا زَيْدُ بنُ حُبَابٍ، أَخْبَرَنِيْ الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ، أَخْبَرَنِيْ زَيْدُ بنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: '' لاَيَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ، وَلاَ تَنْظُرُ الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ، وَلاَ يُفْضِى الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، وَلاَ تُفْضِى الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ '' هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بابُ ماجاءَ فِيْ حِفْظِ الْعَوْرَةِ

ستر کی حفاظت ضروری ہے

باب کی حدیث ابھی (حدیث ۲۷۷۳ پر) گذری ہے: حضرت معاویۃ بن جندب ؓ نے پوچھا: اے اللہ کے نبی! ہمارے ستر: کیا آئیں ہم ان میں سے اور کیا چھوڑیں؟ یعنی کہاں ستر کھول سکتے ہیں اور کہاں چھپانا ضروری ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا: اپنے ستر کی حفاظت کرو، مگر اپنی بیوی سے یا اپنی باندی سے، ان کا دوسرا سوال تھا: جب لوگ ایک جگہ اکٹھا ہوں؟ آپ ؐ نے فرمایا: اگر تیرے بس میں ہو کہ ستر کو کوئی نہ دیکھے تو ہرگز ستر نہ دکھلا، ان کا تیسرا سوال تھا: جب کوئی شخص تنہائی میں ہو؟ آپ ؐ نے فرمایا: پس اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان سے شرم کی جائے، یعنی تنہائی میں بھی بے ضرورت ستر نہیں کھولنا چاہئے۔

[۷۳-] بابُ ماجاءَ فِيْ حِفْظِ الْعَوْرَةِ

[۲۷۹۸-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيْعٍ، نا مُعَاذُ بنُ مُعَاذٍ، وَيَزِيْدُ بنُ هَارُوْنَ، قَالاَ: نَا بَهْزُ بنُ حَكِيْمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِيْ مِنْهَا وَمَا نَذَرُ؟ قَالَ:" احْفَظْ عَوْرَتَكَ، إِلاَّ مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ " قَالَ: قُلْتُ: يَارسولَ اللّٰهِ! إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ؟ قَالَ:" إِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ لاَيَرَاهَا أَحَدٌ فَلاَ تُرِيَنَّهَا " قَالَ: قُلْتُ: يَانَبِيَّ اللّٰهِ! إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا؟ قَالَ:" فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَىْ مِنْهُ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ

ران بھی ستر ہے

متعدد روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ران بھی ستر ہے، اور یہی امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور کا مسلک ہے، اور امام مالک اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ ننگا پا صرف آگے اور پیچھے کی شرم گاہیں ہیں، اور یہی اہل ظاہر کا مسلک ہے۔

ران ستر ہے: اس سلسلہ میں چار روایتیں ہیں، اور چاروں ضعیف ہیں، مگر سب مل کر حسن لغیرہ ہوجاتی ہیں، اس لئے قابل استدلال ہیں، ان میں سے دو روایتیں امام ترمذیؒ نے پیش کی ہیں، اور دو کا حوالہ دیا ہے:

حدیث (۱): حضرت جَرہد رضی اللہ عنہ سے جو اصحابِ صفہ میں سے تھے، مروی ہے: نبی ﷺ مسجد نبوی میں ان کے پاس سے گذرے، درانحالیکہ ان کی ران کھلی تھی، آپؐ نے فرمایا: إِنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ: بیشک ران ننگا پا ہے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت جرہدؓ سے ان کے پوتے زرعہ روایت کرتے ہیں، اور زرعہ کا ان کے دادا سے سماع نہیں، اور اس کی دوسری سند میں جرہدؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان کے پاس سے گذرے، درانحالیکہ وہ اپنی ران کھولے ہوئے تھے، تو نبی ﷺ نے فرمایا: غَطِّ فَخِذَكَ، فَإِنَّهَا مِنَ الْعَوْرَةِ: اپنی ران چھپاؤ، کیونکہ وہ ستر میں سے ہے، پھر اسی حدیث کی تیسری سند پیش کی ہے، اس میں حضرت جرہدؓ کے بیٹے عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، غرض اس کی سند میں اضطراب ہے، اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے: الفَخِذُ عَوْرَةٌ: ران شرمگاہ ہے، اس کی سند میں ابویحییٰ قتات مشہور ضعیف راوی ہے۔

حدیث (۳): حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد اور ابن ماجہ میں مروی ہے: نبی ﷺ نے ان سے فرمایا: یا

علي! لاَتُبْرِزْ فَخِذَكَ، وَلاَ تَنْظُرْ إِلَى فَخِذِ حَيٍّ، وَلاَمَيِّتٍ: اے علی! اپنی ران نہ کھولو، اور نہ کسی زندہ کی ران دیکھو، اور نہ کسی مردہ کی۔

حدیث (۴): نبی ﷺ حضرت معمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، ان کی دونوں رانیں کھلی تھیں، پس آپؐ نے فرمایا: ''اے معمر! اپنی رانیں ڈھانک لو، کیونکہ دونوں رانیں ستر ہیں'' (یہ روایت امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً ذکر کی ہے، اور یہ عبداللہ بن جحشؓ کے صاحبزادے محمدؓ کی روایت ہے، اور یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں)

حدیث (۵): نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام کا اپنی باندی سے نکاح کردے تو ہرگز وہ باندی کے ستر کو نہ دیکھے۔ اور ایک روایت میں ہے: پس وہ ہرگز نہ دیکھے اس حصہ کو جو ناف سے نیچے اور گھٹنے کے اوپر ہے (رواهما أبو داؤد، وإسناده حسنٌ، مشکوۃ حدیث ۳۱۱۱)

اور دو روایتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ران ستر نہیں، سند کے اعتبار سے یہ روایتیں قوی ہیں:

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: جنگ خیبر کے موقع پر نبی ﷺ نے اپنی ران سے لنگی ہٹائی، یہاں تک کہ حضرت انسؓ نے آپؐ کی ران کی سفیدی دیکھی (بخاری حدیث ۳۷۱) یہ روایت قوی ہے، جو ران کے ستر نہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

حدیث (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ اپنی ران کھولے ہوئے تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنے کی اجازت چاہی، آپؐ نے ان کو اجازت دیدی، اور آپؐ اسی حال میں رہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو ان کو بھی اجازت دیدی، اور آپؐ اسی حال میں رہے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو آپؐ نے ران پر اپنا کپڑا ڈال دیا (یہ روایت مسند احمد میں ہے)

اور اختلافِ روایات کی صورت میں احتیاط کی بات یہ ہے کہ ران کو ستر قرار دیا جائے، یہی بات شریعت کے قواعد سے ہم آہنگ ہے، جب مُحرم و مُبیح دلائل جمع ہوتے ہیں تو محرم کو ترجیح دی جاتی ہے، یہی بات امام بخاریؒ نے فرمائی ہے: (کتاب الصلاۃ (باب۱۲) باب ما يُذْكَرُ في الفَخِذ)

فائدہ: گھٹنہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ستر میں شامل نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ستر ہے، کیونکہ اس میں بھی روایات مختلف ہیں، ابھی روایت گذری ہے: ''ہرگز نہ دیکھے کوئی اس حصہ کو جو ناف سے نیچے اور گھٹنے سے اوپر ہے'' یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ گھٹنہ ستر نہیں، اور سنن دار قطنی (۲۳۱:۱) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت ہے کہ گھٹنہ ستر میں شامل ہے، اور بخاری شریف (حدیث ۳۶۹۵) میں یہ واقعہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ پانی کی جگہ میں تشریف فرما تھے۔ اور دونوں یا ایک گھٹنہ کھلا ہوا تھا، حضرت عثمانؓ آئے، آپؐ نے ان کو ڈھانک لیا، اس لئے احتیاط کی بات یہ ہے کہ گھٹنے کو بھی ستر میں شامل کیا جائے۔

اور گھٹنہ درحقیقت کوئی عضو نہیں، وہ ران اور پنڈلی کی ہڈیوں کا سنگم ہے، اور ران کی ہڈی قول مختار کے مطابق ستر ہے اور پنڈلی کی ہڈی ستر نہیں، پس محرم و مبیح دلائل جمع ہوئے، اور ایسی صورت میں محرم کو ترجیح دی جاتی ہے، پس گھٹنے کا ستر ہونا راجح ہے۔

[۷۴-] بابُ ماجاءَ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ

[۲۷۹۹-] حدثنا ابنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ أَبِیْ النَّضرِ مَوْلَی عُمَرَ بنِ عُبَیْدِ اللّٰهِ، عَنْ زُرْعَةَ بنِ مُسْلِمِ بنِ جَرْهَدٍ الأَسْلَمِیِّ، عَنْ جَدِّهِ جَرْهَدٍ، قَالَ: مَرَّ النبیُّ صلی الله علیه وسلم بِجَرْهَدٍ فِیْ الْمَسْجِدِ، وَقَدِ انْکَشَفَ فَخِذُهُ، قَالَ: " إِنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ" هٰذَا حدیثٌ حسنٌ، مَا أُرَی إِسْنَادَهُ بِمُتَّصِلٍ.

[۲۸۰۰-] حدثنا الحَسَنُ بنُ عَلِیٍّ الْخَلَّالُ، نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَبِیْ الزِّنَادِ، قَالَ: أَخْبَرَنِیْ ابْنُ جَرْهَدٍ، عَنْ أَبِیْهِ: أَنَّ النبیَّ صلی الله علیه وسلم مَرَّ بِهِ، وَهُوَ کَاشِفٌ عَنْ فَخِذِهِ، فَقَالَ النبیُّ صلی الله علیه وسلم: " غَطِّ فَخِذَكَ، فَإِنَّهَا مِنَ الْعَوْرَةِ " هٰذَا حدیثٌ حسنٌ.

[۲۸۰۱-] حدثنا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَی، نَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ مُحمدِ بنِ عَقِیْلٍ، عَن عَبْدِ اللّٰهِ بنِ جَرْهَدٍ الأَسْلَمِیِّ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم، قَالَ: " الفَخِذُ عَوْرَةٌ " هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۸۰۲-] حدثنا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَی الْکُوْفِیُّ، نَا یَحْیَی بْنُ آدَمَ، نَا إِسْرَائِیْلُ، عَنْ أَبِیْ یَحْیَی، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النبیَّ صلی الله علیه وسلم قَالَ: " الفَخِذُ عَوْرَةٌ "

وفی الباب: عَنْ عَلِیٍّ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَجْشٍ، وَلِعَبْدِ اللّٰهِ بنِ حَجْشٍ صَحْبَةٌ، وَلِابْنِهِ مُحمدٍ صُحْبَةٌ.

بابُ ماجاء فِی النَّظَافَةِ

نظافت وصفائی کا بیان

نظافت کے معنی ہیں: صفائی، پاکیزگی، اور تنظیف کے معنی ہیں: صفائی، آراستگی، اور باب کَرُم سے نَظُفَ نَظَافَةً کے معنی ہیں: صاف ستھرا ہونا، غلاظت اور میل کچیل سے دور ہونا...... اسلام میں طہارت کی طرح نظافت کی بھی بڑی اہمیت ہے، امامت کی ترجیحات میں بھی الأَنْظَفُ ثَوْبًا (پاکیزہ کپڑے والے) کو لیا گیا ہے، پس طلبہ کو چاہئے کہ صاف ستھرے رہیں، اور اپنے کمروں کو بھی صاف ستھرا رکھیں، کمروں میں ہر چیز سلیقہ سے ہونی چاہئے،

سامان بے ترتیب نہیں ہونا چاہئے، یہ بات اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ، يُحِبُّ الطَّيِّبَ: اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں: پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں۔ نَظِيْفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ: ستھرے ہیں: صفائی کو پسند کرتے ہیں، كريمٌ يُحِبُّ الكَرَمَ: فیاض ہیں: فیاضی کو پسند کرتے ہیں، جَوَادٌ يحِبُّ الجُوْدَ: سخی ہیں: سخاوت کو پسند کرتے ہیں (جَوَاد اور جَوَّاد: دونوں صحیح ہیں) فَنَظِّفُوْا أَفْنِيَتَكُمْ، وَلاَ تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ: پس اپنے آنگنوں کو صاف رکھو، اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو (یہود کے آنگن گندے رہتے ہیں، کوڑے سے بھرے رہتے ہیں، پس آدمی کو چاہئے کہ صرف گھر ہی کو صاف نہ رکھے بلکہ صحن کو بھی صاف رکھے)

سند کا حال: یہ حدیث صالح بن ابی حسان: حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں، حضرت سعید جلیل القدر تابعی ہیں، پس یہ روایت مرسل ہے، مگر حضرت سعید کے مراسیل بالاتفاق مقبول ہیں، پھر صالح کہتے ہیں: میں نے یہ روایت مہاجر بن مسمار زہری سے ذکر کی، یہ سعد مدنی کے آزاد کردہ ہیں، اور مقبول راوی ہیں۔ پس مہاجر نے کہا: مجھ سے یہ حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عامر نے بیان کی، وہ اپنے والد سے، اور وہ نبی ﷺ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ اب حدیث مرفوع ہوگئی، اور حضرت سعید کی روایت میں أفنیتکم میں شک تھا، مگر حضرت سعد کی روایت میں یہ لفظ ہے، اس میں صاف نَظِّفُوْا أفنیتکم ہے۔ مگر صالح کا شاگرد خالد غیر صالح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے، اور ابن حبان کہتے ہیں: یہ راوی ثقہ راویوں سے موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے، اس لئے یہ روایت نہایت ضعیف ہے۔

[۷۵-] بابُ ماجاء فِي النَّظَافَةِ

[۲۸۰۳-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ عَامِرٍ، نَا خَالِدُ بنُ إِلْيَاسَ، عَنْ صَالِحِ بنِ أَبِيْ حَسَّانٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ: " إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ، نَظِيْفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ، كَرِيْمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ، جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُوْدَ، فَنَظِّفُوْا – أُرَاهُ قَالَ – أَفْنِيَتَكُمْ، وَلاَ تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ" قَالَ: فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِمُهَاجِرِ بْنِ مِسْمَارٍ، فَقَالَ: حَدَّثَنِيْهِ عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ، إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ: " نَظِّفُوْا أَفْنِيَتَكُمْ " هٰذَا حديثٌ غريبٌ، وَخَالِدُ بنُ إِلْيَاسَ: يُضَعَّفُ، وَيُقَالُ: ابنُ إِيَاسٍ.

بابُ ماجاء فِي الِاسْتِتَارِ عِنْدَ الْجِمَاعِ

صحبت کے وقت پردہ کرنا

میاں بیوی میں کسی عضو کا پردہ نہیں، زوجین ایک دوسرے کے جسم کے ہر حصہ کو دیکھ سکتے ہیں، مگر سلیقہ مندی کی بات

یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں، نہ ننگے ہوکر صحبت کریں، بلکہ کوئی چادر وغیرہ اوڑھ کر مباشرت کریں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ: ننگے ہونے سے بچو (یہ حکم عام ہے، صحبت کرنے کے ساتھ خاص نہیں) فإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لاَيُفَارِقُكُمْ إِلاَّ عِنْدَ الْغَائِطِ، وحِيْنَ يُفْضِيْ الرجلُ إلٰى أَهْلِه: اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ (فرشتے) ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے، مگر بڑے استنجے کے وقت، اور جب آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے، فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَأَكْرِمُوْهُمْ: پس ان سے شرم کرو اور ان کا اکرام کرو۔

تشریح: اس حدیث کا سبق یہ ہے کہ آدمی کو بے ضرورت ننگا نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، پس ان سے شرمانا چاہئے، اور ان کا اکرام کرنا چاہئے، اگر آدمی ننگا ہوگا تو فرشتوں کو تکلیف ہوگی، وہ وہاں سے ہٹنے پر مجبور ہونگے، البتہ مجبوری کی حالت میں ستر کھولنا جائز ہے، جیسے بڑے استنجے کے وقت ستر کھولنا، کیونکہ ستر کھولے بغیر استنجاء ممکن نہیں۔

سوال: حدیث کا باب سے کیا تعلق ہے؟ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ بوقتِ صحبت ننگا ہونا جائز ہے، جیسے بڑے استنجے کے وقت ننگا ہونا جائز ہے، اور باب میں یہ بات ہے کہ اس وقت پردہ کرنا چاہئے۔

جواب: حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بوقت جماع ننگا ہونا جائز ہے، بلکہ حدیث میں فرشتوں کے علحدہ ہونے کی دو مثالیں دی ہیں: ایک: بڑے استنجے کی حالت، دوسری: جماع کی حالت۔ ان میں سے پہلی حالت مجبوری کی حالت ہے اور دوسری حالت مجبوری کی حالت نہیں، اس لئے دونوں حالتوں کا حکم مختلف ہوگا۔

سند کا بیان: حدیث کا راوی أبو مُحَيَّاة کا نام یحیٰی بن یعلی تیمی کوفی ہے، یہ ثقہ راوی ہے، مگر لیث بن ابی سُلیم کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا تھا اس لئے یہ حدیث ضعیف ہے۔

[۷۶-] بابُ ماجاء فِي الإِسْتِتَارِ عِنْدَ الْجِمَاعِ

[۲۸۰۴-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ نِيْزَكَ الْبَغْدَادِيُّ، نَا الأَسْوَدُ بنُ عَامِرٍ، نَا أَبُوْ مَحَيَّاةَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَّ! فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لاَيُفَارِقُكُمْ إِلاَّ عِنْدَ الْغَائِطِ، وَحِيْنَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ، فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَأَكْرِمُوْهُمْ "

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لاَنَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ مُحَيَّاةَ: اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى.

بابُ ماجاءَ فِي دُخُوْلِ الْحَمَّامِ

نہانے کے ہوٹل میں جانا

جن ملکوں میں پانی کی قلت ہے، وہاں نہانے کے ہوٹل ہوتے ہیں، سب لوگ: مرد اور عورتیں وہاں جاکر

نہاتے ہیں، اس لئے وہاں بے پردگی بہت ہوتی ہے، پس عورتوں کو تو وہاں جانا ہی نہیں چاہئے، وہ اپنے گھروں میں نہائیں، اور مرد لنگی باندھ کر جائیں، صرف جانگیہ چڈی پہن کر اور لنگی کندھے پر ڈال کر نہ جائیں۔

پہلی حدیث: میں تین حکم ہیں:

۱-مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلاَ يُدْخِلْ حَليلَتَه الحمامَ: جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ لے جائے۔

۲-ومَنْ كَانَ يُؤْمِنُ باللّٰهِ واليومِ الآخر فلا يَدْخُلِ الحمامَ بغير إِزَارٍ: جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ لنگی کے بغیر حمام میں نہ جائے۔

۳-وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ باللّٰهِ واليوم الآخِرِ فلا يَجْلِسْ على مَائِدَةٍ يُدَارُ عليهم الخَمْرُ: اور جو شخص اللہ پر، اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے وہ ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چلایا جا رہا ہے۔

سند کا حال: اس حدیث کی سند میں لیث بن ابی سُلیم ہیں، یہ راوی صدوق (ٹھیک) ہیں، مگر کبھی وہ حدیث میں غلطی کرتے ہیں، یہ بات امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کی ہے، اور امام بخاریؒ نے امام احمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: ليثٌ لَايُفْرَحُ بحديثه: لیث کی حدیثیں خوش کن نہیں ہوتیں! (یہ جرح کا ایک انداز ہے)

دوسری حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: نبی ﷺ نے (پہلے) مردوں کو اور عورتوں کو حماموں میں جانے سے منع کیا تھا، پھر مردوں کو لنگیاں پہن کر جانے کی اجازت دی۔

سند کا حال: اس کی سند کا راوی عبداللہ بن شداد ابوالحسن اعرج صدوق ہے، مگر اس کا استاذ ابوعذرۃ مجہول ہے، اس لئے حدیث ضعیف ہے، اور کتاب میں یہ ہے کہ ابوعذرۃ نے نبی ﷺ کا زمانہ پایا ہے، مگر تقریب میں ہے کہ جس نے یہ بات کہی ہے وہ اس کا وہم ہے، اور امام ترمذیؒ بھی آخر میں خود فرماتے ہیں: وإسناده ليس بذاك القائم: اس حدیث کی سند کچھ زیادہ قوی نہیں، یہ بات اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ ابوعُذرۃ مجہول ہو، ورنہ اور روات تو ٹھیک ہیں۔

تیسری حدیث: ابوالملیح ہُذلی کہتے ہیں: حمص کی کچھ عورتیں یا شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تم ہی وہ عورتیں ہو جہاں کی عورتیں (نہانے کے لئے) حماموں میں جاتی ہیں؟ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے: مَا مِنِ امْرَأَةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتِ زوجها، إِلَّا هَتَكَتِ السِّتْرَ بينها وبين رَبِّهَا: جو بھی عورت اپنے کپڑے اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ میں نکالتی ہے تو وہ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان پردہ دری کرتی ہے (ما نافیہ ہے، مِنْ زائدہ ہے۔ نفی کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ اور إلاّ اثبات کے لئے ہے، ترجمہ میں ان کو چھوڑ دیا ہے اور حصر کا مفہوم پیدا کر دیا ہے)

[۷۷-] بابُ ماجاءَ فِي دُخُوْلِ الْحَمَّامِ

[۲۸۰۵-] حدثنا الْقَاسِمُ بْنُ دِيْنَارٍ الْكُوْفِيُّ، نَا مُصْعَبُ بنُ الْمِقْدَامِ، عَنِ الْحَسَنِ بنِ صَالِحٍ، عَنْ لَيْثِ بنِ أَبِيْ سُلَيْمٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يُدْخِلْ حَلِيْلَتَهُ الْحَمَّامَ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يَدْخُلِ الْحَمَّامَ بِغَيْرِ إِزَارٍ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلَا يَجْلِسْ عَلَى مَائِدَةٍ يُدَارُ عَلَيْهِمُ الْخَمْرُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ طَاوُسٍ عَنْ جَابِرٍ، إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

قَالَ مُحمدُ بنُ إِسْمَاعِيْلَ: لَيْثُ بنُ أَبِيْ سُلَيْمٍ صَدُوْقٌ، وَرُبَمَايَهِمُ فِي الشَّيْئِ، وَقَالَ مُحمدٌ: قَالَ أَحْمَدُ بنُ حَنْبَلٍ: لَيْثٌ لَا يُفْرَحُ بِحَدِيْثِهِ.

[۲۸۰۶-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا حَمَّادُ بنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ شَدَّادٍ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ عُذْرَةَ - وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم - عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم: نَهَى الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ عَنِ الْحَمَّامَاتِ، ثُمَّ رَخَّصَ لِلرِّجَالِ فِي الْمَيَازِرِ، هٰذَا حديثٌ لَانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ حَمَّادِ بنِ سَلَمَةَ، وَإِسْنَادُهُ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَائِمِ.

[۲۸۰۷-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِيْ الْجَعْدِ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْ الْمَلِيْحِ الْهُذَلِيِّ: أَنَّ نِسَاءً مِنْ أَهْلِ حِمْصَ أَوْ: مِنْ أَهْلِ الشَّامِ دَخَلْنَ عَلَى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: أَنْتُنَّ اللَّاتِي يَدْخُلْنَ نِسَاءُكُنَّ الْحَمَّامَاتِ، سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ:" مَامِنِ امْرَأَةٍ تَضَعُ ثِيَابَهَا فِيْ غَيْرِ بَيْتِ زَوْجِهَا، إِلَّا هَتَكَتِ السِّتْرَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ رَبِّهَا " هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ لَاتَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ صُوْرَةٌ وَلَاكَلْبٌ

جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو یا کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے

جانداروں کی تصویروں میں مورتیوں کے معنی ہیں، یعنی وہ پرستش کی چیز ہیں اور فرشتوں کو شرک اور مشرکین سے شدید نفرت ہے، اس لئے ضروری ہے کہ تصویروں سے فرشتے نفرت کریں، چنانچہ وہ کسی ایسی جگہ میں داخل نہیں ہوتے جہاں کسی جاندار کی تصویر ہوتی ہے...... اور جاہلیت کے لوگ کتا پالنے کے شوقین تھے، جب کہ کتا ایک ملعون جانور ہے، فرشتوں کو اس سے اذیت پہنچتی ہے، اور کتے کو شیاطین سے مناسبت ہے، اس لئے بے ضرورت کتا پالنے کو

حرام قرار دیا ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: لاتَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كلبٌ، وَلاَ صُوْرَةُ تماثيلَ: فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا جاندار کی تصویر ہے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے، اس میں صورةُ تماثيلَ (اضافت کے ساتھ) ہے، یہ دونوں لفظ تقریباً ہم معنی ہیں، اور اضافت ایسی ہے جیسی ثَوبُ قَميصٍ میں، اور یہی حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، ان کی روایت میں اسحاق بن عبداللہ کو شک ہے کہ تماثِيلُ فرمایا یا صورةٌ فرمایا، اور اس میں کتّے کا ذکر نہیں...... تماثیل: تِمْثَال کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: مجسمہ، پتھر کا تراشا ہوا یا تانبے پیتل وغیرہ کا ڈھلا ہوا مجسمہ، جو کسی انسان یا حیوان وغیرہ کی عکاسی کرتا ہو، دوسرے معنی ہیں: وہ تصویر جو کاغذ یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہو، کہتے ہیں: في ثَوْبه تماثيلُ: اس کے کپڑوں میں جانداروں کی تصویریں ہیں، حدیث میں یہی معنی مراد ہیں، اور اس کی وضاحت کے لئے لفظ صورة بڑھایا ہے، یعنی ہر تصویر ملائکہ کے لئے مانع نہیں، صرف جاندار کی تصویر جو بڑی اور واضح ہو مانع بنتی ہے...... اور کتا مطلقاً مانع ہے یا جس کتے کا پالنا ممنوع ہے وہ مانع ہے؟ اس میں دونوں رائیں ہیں، اور راجح رائے یہ ہے کہ جس کتے کا پالنا جائز نہیں، وہ مراد ہے، اور شکاری کتا اور کھیتی اور بکریوں کی حفاظت کا کتا جس کے پالنے کی اجازت ہے وہ مانع نہیں...... اور فرشتوں سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں، نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتے اور روح قبض کرنے والے فرشتے مراد نہیں، کیونکہ کراماً کاتبین ہمیشہ ساتھ رہتے ہیں، اور ملک الموت وقت پر روح قبض کرتے ہیں۔

حدیث (۲): نبی ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے، پس انھوں نے کہا: میں گذشتہ رات آپؐ کے پاس آیا تھا، پس نہیں روکا مجھے آپؐ کے پاس اس گھر میں داخل ہونے سے جس میں آپؐ تشریف فرما تھے، مگر اس بات نے کہ گھر کے دروازے میں مردوں کی تصویر تھی، اور گھر میں باریک پردہ تھا، جس میں جاندار کی تصویر تھی، اور گھر میں ایک کتا تھا (یہ تین چیزیں میرے لئے مانع بنیں) پس آپؐ حکم دیجئے کہ اس تصویر کا جو دروازے پر ہے سر کاٹ دیا جائے، پس وہ درخت کی شکل کی طرح بن جائے، اور پردے کے بارے میں حکم دیجئے کہ اسے پھاڑ دیا جائے، اور اس سے ایسے دو تکیے بنالئے جائیں جو زمین پر پڑے رہیں، جن کو روندا جائے اور کتے کے بارے میں حکم دیجئے کہ وہ نکال دیا جائے، چنانچہ نبی ﷺ نے ایسا کیا، اور وہ کتا حضرت حسینؓ کا یا حضرت حسنؓ کا پلاّ تھا، ان کے چارپائی پر تہہ بہ تہہ رکھے ہوئے سامان کے نیچے چھپا ہوا تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا، پس وہ نکالا گیا۔

تشریح: یہ روایت مسلم شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ گذشتہ رات مجھ سے ملیں گے، مگر نہیں آئے، پس نبی ﷺ

کے دل میں ایک کتے کے پلّے کا خیال آیا جو ہمارے ایک فرش کے نیچے تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے اس کے بارے میں حکم دیا، پس وہ نکالا گیا، پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ میں پانی لیا، اور اس کی جگہ کو دھویا، پھر جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ سے ملے تو انھوں نے فرمایا: إِنَّا لانَدْخُلُ بیْتًا فیه کلبٌ ولا صورةٌ: ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتا یا کوئی تصویر ہو، چنانچہ نبی ﷺ نے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ آپؐ چھوٹے باغ کے کتے کو بھی مار ڈالنے کا حکم دیتے تھے، البتہ بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیتے تھے (مسلم شریف حدیث ۲۱۰۵، ابو داؤد حدیث ۴۱۵۷ کتاب اللباس باب ۴۵) اور یہ حدیث نسائی اور مسند احمد میں بھی ہے۔

اس حدیث سے دو باتیں حل ہوگئیں: ایک: صاحبزادوں نے کتے کا پلا کیوں پالا تھا، جبکہ کتا گھر میں رکھنا ممنوع ہے؟ دوسری: آپؐ کے گھر کے دروازے پر پردے میں مردوں کی تصویر کیوں تھی جبکہ تصویر حرام ہے؟ ان دونوں باتوں کا جواب یہ نکلا کہ یہ واقعات ممانعت سے پہلے کے ہیں، کتوں کے قتل کا حکم اس واقعہ کے بعد دیا گیا ہے، اس سے پہلے سبھی لوگوں کے یہاں کتے تھے، پس اگر صاحبزادوں نے کتے کا پلا پالا تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، اسی طرح پردے میں اگر تصویریں تھیں تو یہ بھی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے...... نَضَد: (بفتح الضاد) چارپائی پر تہہ بہ تہہ رکھا ہوا سامان۔

ملحوظہ: تصویر کی حرمت کا بیان أبواب اللباس باب ۱۸ و ۱۹ (تحفہ ۵: ۷۷) میں گذر چکا ہے، غیر جاندار کی تصویر جائز ہے، اور جاندار کی تصویر جب واضح اور نمایاں جگہ میں ہو: ناجائز ہے، البتہ اگر چھوٹی غیر واضح ہو، یا پامالی کی جگہ میں ہو جس پر بیٹھا جائے یا چلا جائے تو اس کی گنجائش ہے، اور کتا ملعون جانور ہے، اس کو شیطان سے مناسبت ہے، حدیث میں ہے: ''کالا بھجنگا کتا شیطان ہے'' (مشکوۃ حدیث ۴۱۰۰) مگر کتے میں کچھ خوبیاں بھی ہیں جو دوسرے جانوروں میں نہیں، اس کے ذریعہ شکار کیا جاتا ہے، وہ بکریوں وغیرہ کی حفاظت کرتا ہے، اور اب تو اس سے بہت سے کام لئے جاتے ہیں، پس ایسے کتے جن کا پالنا جائز ہے، حدیث سے مستثنیٰ ہونگے، اور دلیل مسلم شریف کی روایت ہے کہ آپؐ بڑے باغ کے کتے کو چھوڑ دیتے تھے، کیونکہ اس کی ضرورت تھی۔

[۷۸-] بابُ ماجاءَ أَنَّ الْمَلاَئِكَةَ لاتَدْخُلُ بَیْتًا فِیْهِ صُوْرَةٌ وَلاَ كَلْبٌ

[۲۸۰۸-] حدثنا سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلاَّلُ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ — وَاللَّفْظُ لِلْحَسَنِ — قَالُوْا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ أَبَا طَلْحَةَ، یَقُوْلُ: سَمِعْتُ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم یَقُوْلُ: '' لاتَدْخُلُ الْمَلاَئِكَةُ بَیْتًا فِیْهِ كَلْبٌ، وَلاَ صُوْرَةُ تَمَاثِیْلَ '' وهٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[۲۸۰۹-] حدثنا أَحْمَدُ بنُ مَنِيعٍ، نَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ، نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِىْ طَلْحَةَ، أَنَّ رَافِعَ بْنَ إِسْحَاقَ أَخْبَرَهُ، قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِىْ طَلْحَةَ عَلَى أَبِىْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ، نَعُوْدُهُ، فَقَالَ أَبُوْ سَعِيْدٍ: أَخْبَرَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم إِنَّ الْمَلائِكَةَ لاتَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، أَوْ: صُوْرَةٌ، شَكَّ إِسْحَاقُ: لايَدْرِىْ أَيَّهُمَا قَالَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۱۰-] حدثنا سُوَيْدٌ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، نَا يُوْنُسُ بْنُ أَبِىْ إِسْحَاقَ، نَا مُجَاهِدٌ، نَا أَبُوْهُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "أَتَانِىْ جِبْرَئِيْلُ، فَقَالَ: إِنِّىْ كُنْتُ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ، فَلَمْ يَمْنَعْنِىْ أَنْ أَكُوْنَ دَخَلْتُ عَلَيْكَ الْبَيْتَ الَّذِى كُنْتَ فِيْهِ، إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فِىْ بَابِ الْبَيْتِ تِمْثَالُ الرِّجَالِ، وَكَانَ فِى الْبَيْتِ قِرَامُ سِتْرٍ، فِيْهِ تَمَاثِيْلُ، وَكَانَ فِى الْبَيْتِ كَلْبٌ، فَمُرْ بِرَأْسِ التِّمْثَالِ الَّذِىْ بِالْبَابِ فَلْيُقْطَعْ، فَيَصِيْرَ كَهَيْئَةِ الشَّجَرَةِ، وَمُرْ بِالسِّتْرِ فَلْيُقْطَعْ، وَيُجْعَلْ مِنْهُ وِسَادَتَيْنِ مُنْتَبَذَتَيْنِ تُوْطَآنِ، وَمُرْ بِالْكَلْبِ فَيُخْرَجْ" فَفَعَلَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ ذٰلِكَ الْكَلْبُ جِرْوًا لِلْحُسَيْنِ أَوْ لِلْحَسَنِ تَحْتَ نَضَدٍ لَهُ، فَأَمَرَ بِهِ فَأُخْرِجَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفى الباب: عَنْ عَائِشَةَ، وَأَبِىْ طَلْحَةَ.

بابُ ماجاءَ فِى كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ لِلرِّجَالِ

مردوں کے لئے گیروا (گہرا گلابی) کپڑا مکروہ ہے

یہ مسئلہ ابواب اللباس باب ۵ (تحفہ ۵: ۵۹) اور کتاب الصلوٰۃ باب ۸۲ میں گذر چکا ہے۔

حدیث (۱): حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص گذرا جس نے دو سرخ کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے نبی ﷺ کو سلام کیا، آپؐ نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

تشریح: سرخ رنگ کے کپڑوں کے بارے میں روایات مختلف ہیں، اس روایت سے کراہیت مستفاد ہوتی ہے، مگر اس کی سند میں ابو یحییٰ قتات ہے جو بہت اچھا راوی نہیں، علاوہ ازیں: چھوٹا سرخ تکیہ جس کو گھوڑ سوار اپنے نیچے رکھتا تھا اس کی بھی حدیث میں ممانعت آئی ہے، مگر اس حدیث کا لباس سے قریبی تعلق نہیں۔

دوسری طرف: حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی پٹھے والے کو سرخ جوڑے میں نبی ﷺ سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔ اس حدیث سے سرخ رنگ کا جواز ثابت ہوتا ہے، اور فقہاء کرام کے یہاں بھی مختلف اقوال ہیں، تقریباً آٹھ قول ہیں، ان میں سے ایک قول استحباب کا بھی ہے، اور سرخ ٹوپی کی اجازت تو بالاتفاق مروی ہے (شامی ۵: ۲۵۳)

خلاصہ یہ ہے کہ تیز سرخ رنگ مردوں کے لئے ناپسندیدہ ہے، یعنی مکروہ تنزیہی ہے، اور ہلکا سرخ رنگ اور سیاہی مائل سرخی یعنی براؤن رنگ بغیر کراہیت کے جائز ہے (تفصیل ابواب اللباس باب ۴ (تحفہ ۵:۵۷) میں گذر چکی ہے)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کے نزدیک گیروے رنگ کا کپڑا تو مکروہ ہے، البتہ سرخ رنگ کا کپڑا خواہ وہ سرخ مٹی سے رنگا ہوا ہو یا اس کے علاوہ کسی اور رنگ سے: اس کی گنجائش ہے، جبکہ وہ گیروا نہ ہو...... المَدَر: مٹی، ڈھیلا، لیس دار مٹی۔

حدیث (۲): حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے، اور قَسّی کپڑا پہننے سے، اور سرخ رنگ کے کپڑے سے، اور جَو کی شراب سے منع فرمایا (یہ حدیث کتاب الصلاۃ باب ۸۲ میں گذر چکی ہے، وہاں المِیْثَرۃ کے بجائے المُعَصْفَر ہے، مِیْثَرَۃ کے معنی ہیں: سرخ تکیہ۔ اور امام ترمذیؒ نے علماء سے سرخ رنگ کی گنجائش نقل کی ہے، اس لئے اس حدیث میں میثرۃ سے گیروا رنگ مراد لیا ہے...... اور الجُعَّۃ کے معنی حدیث کے راوی ابوالاحوص نے بیان کئے ہیں کہ یہ جَو کی شراب ہے، جو مصر میں بنائی جاتی تھی۔

حدیث (۳): حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں نبی ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا، اور سات باتوں سے منع کیا، ہمیں حکم دیا: جنازوں کے ساتھ جانے کا، اور بیماروں کی بیمار پرسی کرنے کا، اور چھینکنے والے کو دعا دے کر خوش کرنے کا، اور دعوت قبول کرنے کا، اور مظلوم کی مدد کرنے کا، اور قسم دینے والے کا کام کردینے کا، اور سلام کا جواب دینے کا۔ اور ہمیں سات باتوں سے منع کیا: سونے کی انگوٹھی سے، یا فرمایا: سونے کی رینگ سے، اور چاندی کے برتن سے، اور ریشم، دیبا، استبرق اور قسی کپڑا پہننے سے (اور مَیاثِر پر بیٹھنے سے، اس ساتویں چیز کا ذکر اسی حدیث میں بخاری شریف (حدیث ۵۶۳۵) میں ہے، اور حریر، دیبا اور استبرق ریشم کی قسمیں ہیں، اور قسی کپڑے کی ممانعت امام ترمذیؒ کے نزدیک گیروا رنگ ہونے کی وجہ سے ہے، اس لئے وہ یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں)

[۷۹-] بابُ ماجاءَ فِي كَرَاهِيَةِ لُبْسِ الْمُعَصْفَرِ لِلرِّجَالِ

[۲۸۱۱-] حدثنا عَبَّاسُ بنُ مُحمدٍ الْبَغْدَادِيُّ، نَا إِسْحَاقُ بنُ مَنْصُوْرٍ، نَا إِسْرَائِيْلُ، عَنْ أَبِيْ يَحْيىَ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ عَمْرٍو، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ، وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَحْمَرَانِ، فَسَلَّمَ عَلَى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ النبيُّ صلى الله عليه وسلم السَّلاَمَ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَمَعْنَى هٰذَا الحديثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنَّهُمْ كَرِهُوْا لُبْسَ الْمُعَصْفَرِ، وَرَأَوْا أَنَّ مَاصُبِغَ بِالْحُمْرَةِ: بِالْمَدَرِ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ، فَلاَ بَأْسَ بِهِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُعَصْفَرًا.

[۲۸۱۲-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا أَبُوْ الأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ هُبَيْرَةَ بْنِ يَرِيْمَ، قَالَ: قَالَ عَلِيٌّ

بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ: نَهَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، وَعَنِ الْقَسِيِّ، وَعَنِ الْمَيْثَرَةِ، وَعَنِ الجُعَّةِ " قَالَ أَبُوْ الأَحْوَصِ: وَهُوَ شَرَابٌ يُتَّخَذُ بِمِصْرَ مِنَ الشَّعِيْرِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۱۳-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: نَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ سُوَيْدِ بنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: أَمَرَنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِسَبْعٍ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: أَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ، وَعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ، وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِيْ، وَنَصْرِ المَظْلُوْمِ، وَإِبْرَارِ المُقْسِمِ، وَرَدِّ السَّلَامِ، وَنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ: عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ، أَوْ: حَلْقَةِ الذَّهَبِ، وَآنِيَةِ الْفِضَّةِ، وَلُبْسِ الْحَرِيْرِ، وَالدِّيْبَاجِ، وَالإِسْتَبْرَقِ، وَالقَسِّيِّ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَشْعَثُ بنُ سُلَيْمٍ: هُوَ أَشْعَثُ بنُ أَبِيْ الشَّعْثَاءِ، وَأَبُوْ الشَّعْثَاءِ: اسْمُهُ سُلَيْمُ بْنُ أَسْوَدَ.

بابُ ماجاءَ فِي لُبْسِ الْبَيَاضِ

سفید کپڑا پہننے کا بیان

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: الْبَسُوْا الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ: سفید کپڑا پہنو، اس لئے کہ وہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ ستھرا ہے، اور اسی میں اپنے مردوں کو کفناؤ (یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ کی سند سے پہلے (حدیث ۹۷۷) کتاب الجنائز باب ۱۷ میں گذر چکی ہے، اور اس حدیث میں سفید کپڑے کے دو فائدے ذکر کئے ہیں: ایک: اس کا زیادہ پاکیزہ ہونا، دوسرا: اس کا زیادہ ستھرا ہونا، سفید کپڑے پر داغ جلدی نظر آتا ہے، اس لئے اگر کوئی ناپاکی یا کوئی گندگی یا کوئی میل کچیل لگے گا تو فوراً محسوس ہوگا، اور آدمی اس کو دھوڈالے گا۔ اور رنگین کپڑے میں گندگی محسوس نہیں ہوتی، اور آدمی گندہ کپڑا پہنے رہتا ہے (یہ دونوں فائدے ایک قبیل کے ہیں)

[۸۰-] بابُ ماجاءَ فِي لُبْسِ الْبَيَاضِ

[۲۸۱۴-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيْبِ بْنِ أَبِيْ ثَابِتٍ، عَنْ مَيْمُوْنَ بْنِ أَبِيْ شَبِيْبٍ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " الْبَسُوْا الْبَيَاضَ، فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ، وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفي الباب: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، وَابْنِ عُمَرَ.

بابُ ماجاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ لُبْسِ الْحُمْرَةِ لِلرِّجَالِ

مردوں کے لئے سرخ کپڑا پہننا جائز ہے

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو ایک صاف فضا والی رات میں دیکھا، پس میں کبھی نبی ﷺ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو، اور آپؐ نے سرخ جوڑا زیب تن فرما رکھا تھا، پس اچانک آپؐ میرے نزدیک چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

تشریح: الإضْحِيَانُ مِنَ الأَيَّامِ: صاف فضا والا دن، جس میں بادل نہ ہوں ...... یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہے، یا حضرت براء رضی اللہ عنہ کی؟ امام ترمذیؒ نے دونوں سندیں ذکر کیں، پھر فرمایا: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا تو ان کے خیال میں دونوں حدیثیں صحیح ہیں، یعنی حضرت جابرؓ کا بھی یہ فیصلہ ہے اور حضرت براءؓ کا بھی ......اور مردوں کے لئے تیز سرخ رنگ تو ناپسندیدہ ہے اور ہلکا سرخ رنگ بغیر کراہیت کے جائز ہے۔ اور نبی ﷺ نے جو سرخ جوڑا پہن رکھا تھا اس کا مطلب سفیان ثوری رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ یمن کا بنا ہوا حِبَرَة کپڑا تھا جس کی زمین سفید ہوتی تھی اور اس میں سرخ دھاریاں ہوتی تھیں (تحفہ ۱:۵۱۳)

ملحوظہ: وفی الحدیث کلامٌ أكثرُ من هذا: یعنی حضرت براء کی حدیث اتنی مختصر نہیں ہے بلکہ مفصل ہے، جو شمائل ترمذی کے شروع میں آئی ہے، اور حدیث ۱۷۱۴ أبواب اللباس (تحفہ ۵:۵۹) میں بھی آ چکی ہے۔

[٨١-] بابُ ماجاءَ فِي الرُّخْصَةِ فِيْ لُبْسِ الْحُمْرَةِ لِلرِّجَالِ

[٢٨١٥-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنِ الأَشْعَثِ، وَهُوَ ابْنُ سَوَّارٍ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم فِيْ لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ، فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَإِلَى الْقَمَرِ، وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَإِذَا هُوَ عِنْدِيْ أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ أَشْعَثَ.

[٢٨١٦-] وَرَوَاهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حُلَّةً حَمْرَاءَ، حدثنا بِذٰلِكَ مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا وَكِيْعٌ، نَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ ح: وحدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بنُ جَعْفَرٍ، أَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ بِهٰذَا.

وفي الحديث كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا، سَأَلْتُ مُحمدًا: فَقُلْتُ لَهُ: حديثُ أَبِيْ إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ أَصَحُّ أَوْ حَدِيْثُ جَابِرِ بْنِ سُمَرَةَ؟ فَرَأَى كِلَا الْحَدِيْثَيْنِ صَحِيْحًا، وفي الباب: عَنِ الْبَرَاءِ، وَأَبِيْ جُحَيْفَةَ.

بابُ ماجاءَ فِي الثَّوْبِ الأَخْضَرِ

سبز کپڑے کا بیان

سبز رنگ جنت کا رنگ ہے، سورۃ الدہر (آیت ۲۱) میں ہے: ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ﴾ جنتیوں کے اوپر کے کپڑے: باریک سبز ریشم اور دبیز ریشم کے ہونگے، اور سورۃ الرحمٰن (آیت ۷۶) میں ہے: ﴿مُتَّكِئِيْنَ عَلَى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ﴾ وہ لوگ سبز مشجر (وہ کپڑا جس پر درختوں کی تصویریں بنی ہوئی ہوں) اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر ٹیک لگائے ہوئے ہونگے، اور سورۃ الکہف (آیت ۳۱) میں ہے: ﴿يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ﴾ وہ سبز رنگ کے باریک اور دبیز ریشم پہنیں گے۔ اور احادیث میں ہے کہ جنتیوں کا عام لباس سبز ہوگا، اور سبز رنگ نگاہ کے لئے بھی مفید ہے۔

حدیث: حضرت ابورِمثہؓ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا درانحالیکہ آپؐ پر دو سبز چادریں تھیں۔

تشریح: بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر لکھا ہے کہ سبز لباس سنت ہے، مگر یہ بات ضعیف ہے، صرف زیب تن فرمانے سے سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔

[۸۲-] بابُ ماجاءَ فِي الثَّوْبِ الأَخْضَرِ

[۲۸۱۷-] حدثنا مُحمدُ بنُ بَشَّارٍ، نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ إِيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِي رِمْثَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ إِيَادٍ، وَأَبُوْ رِمْثَةَ التَّيْمِيُّ: اسْمُهُ حَبِيْبُ بْنُ حَيَّانَ، وَيُقَالُ: اسْمُهُ رِفَاعَةُ بْنُ يَثْرِبِيٍّ.

وضاحت: حضرت ابورمثہ بَلَوِیؓ کے نام میں اختلاف ہے: کوئی حبیب بن حیان کہتا ہے (اور تقریب میں حیان بن وُہیب ہے) اور کوئی رفاعة بن يَثْرِبي (اور کوئی اس کے برعکس) کہتا ہے (اور کوئی عمارة بن يثربي اور کوئی جندب اور کوئی خشخاش کہتا ہے، ابن سعد کہتے ہیں: ان کا انتقال افریقہ میں ہوا ہے)

بابُ ماجاءَ فی الثَّوْبِ الأَسْوَدِ

کالے کپڑے کا بیان

سیاہ رنگ جائز ہے، بلکہ درمختار (۵:۵۳۳ في مسائل شتّى، قبيل الفرائض) میں مندوب لکھا ہے، کیونکہ فتح مکہ

کے دن جب نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر پر سیاہ عمامہ تھا (ترمذی حدیث ۱۷۲۶)

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ ایک صبح (گھر سے) نکلے درانحالیکہ آپؐ پر کالے بالوں کی چادر تھی۔

تشریح: مِرْط: اونی چادر جو لنگی کی جگہ پہنی جاتی تھی، اور مسلم شریف میں ہے: وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ: آپؐ پر کجاوے کی تصویروں والی اونی چادر تھی۔

[۸۳-] بابُ ماجاءَ فی الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ

[۲۸۱۸-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِيْ زَائِدَةَ، أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ ابْنَةِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: خَرَجَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم ذَاتَ غَدَاةٍ، وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ. هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ.

بابُ ماجاءَ فی الثَّوْبِ الْأَصْفَرِ

پیلے کپڑے کا بیان

حدیث: حضرت قَیلة رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، پھر انھوں نے لمبی حدیث بیان کی (یہ لمبی روایت طبرانی کی معجم کبیر جلد ۲۵ کے شروع میں ہے) یہاں تک کہ ایک شخص آیا درانحالیکہ سورج اونچا ہو گیا تھا، پس اس نے کہا: السلام علیك یارسول اللہ، آپؐ نے جواب دیا: وعلیك السلام ورحمة اللہ، اور آپؐ پر —— حضرت قیلہؓ نبی ﷺ کو مراد لے رہی ہیں —— دو چھوٹے پرانے کپڑے تھے، جو دونوں زعفران سے رنگے ہوئے تھے، جن کا رنگ اڑ گیا تھا، یا پھیکا پڑ گیا تھا۔ اور آپؐ کے ہاتھ میں پتے توڑی ہوئی کھجور کے درخت کی شاخ تھی۔

لغات: أسمال: سَمَل کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: پرانا، بوسیدہ کپڑا۔ اور أسمال مفرد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے...... مُلَيَّة: مُلاءَ ة کی تصغیر ہے، چھوٹی چادر، پلنگ پر بچھانے کی چادر کو بھی مُلاءَ ة کہتے ہیں...... کانتا بزعفران میں جار مجرور کا متعلق محذوف ہے، أی مصبوغَتَيْنِ بزعفران...... نَفَضَ الثوبُ أو الصِّبْغ (ن) نفوضا: رنگ اڑ جانا، یا پھیکا پڑ جانا...... العَسِيب: پتے توڑی ہوئی کھجور کی شاخ۔

تشریح: زعفران میں رنگی ہوئی چادریں جب رنگ پھیکا پڑ جائے تو وہ پیلی ہو جاتی ہیں، اس مناسبت سے یہ حدیث اس باب میں لائے ہیں، اور یہ حدیث لمبی حدیث کے ٹکڑے ہیں، اس لئے بے ربط ہو گئے ہیں۔ حضرت قیلہؓ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ آئیں، وہ فجر کی نماز کے وقت مسجد نبوی میں پہنچیں، نماز کے بعد

نبی ﷺ کی مجلس شروع ہوئی تو وہ مردوں کے پیچھے بیٹھ گئیں، مگر وہ نبی ﷺ کو پہچانتی نہیں تھیں، اور نبی ﷺ معمولی کپڑے پہنے ہوئے تھے، دو چھوٹی پرانی چادریں جو زعفران سے رنگی ہوئی تھیں اور جن کا رنگ اڑ چکا تھا: زیب تن فرما رکھی تھیں، اور آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی چھڑی تھی، اور آپ قُرفُصاء نشست یعنی اکڑوں (سرین کے بل بیٹھ کر دونوں رانوں کو پیٹ سے ملانا اور دونوں ہاتھوں کا پنڈلیوں کے اوپر حلقہ بنانا) بیٹھے تھے، اس لئے حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ کو پہچان نہ سکیں، جب سورج بلند ہوا تو کوئی صحابی آئے، اور انھوں نے السلام علیك یارسول اللّٰہ کہا، آپؐ نے جواب دیا، اس سے حضرت قیلہؓ پہچان گئیں کہ نبی ﷺ آپ ہیں، پھر آگے لمبا واقعہ ہے جو معجم طبرانی میں ہے۔

[۸۴-] بابُ ماجاءَ فی الثَّوْبِ الأَصْفَرِ

[۲۸۱۹-] حدثنا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ، نا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ الصَّفَّارُ أَبُوْ عُثْمَانَ، نا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حَسَّانٍ، أَنَّهُ حَدَّثَتْهُ جَدَّتَاهُ صَفِیَّةُ بِنْتُ عُلَیْبَةَ، وَدُحَیْبَةُ بِنْتُ عُلَیْبَةَ، حَدَّثَتَاهُ عَنْ قَیْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ، وَكَانَتَا رَبِیْبَتَیْهَا، وَقَیْلَةُ جَدَّةُ أَبِیْهِمَا: أُمُّ أُمِّهِ، أَنَّهَا قَالَتْ: قَدِمْنَا عَلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله علیه وسلم، فَذَكَرَتِ الحدیثَ بِطُوْلِهِ، حَتَّى جَاءَ رَجُلٌ، وَقَدِ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَیْكَ یارسولَ اللّٰهِ! فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله علیه وسلم: "وَعَلَیْكَ السَّلَامُ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ" وَعَلَیْهِ - تَعْنِیْ النبیَّ صلى الله علیه وسلم - أَسْمَالُ مُلَیَّتَیْنِ، كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ، وَقَدْ نَفَضَتَا، وَمَعَهُ عَسِیْبُ نَخْلَةٍ، حدیثُ قَیْلَةَ لانَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ حَسَّانٍ.

وضاحت: یہ حدیث عبداللہ بن حسان اپنی دو دادیوں سے روایت کرتے ہیں، دُحَیْبَة تو ان کی حقیقی دادی ہیں، اور صَفیّة دادی کی بہن ہیں، یہ دونوں دادیاں حضرت قیلہؓ سے روایت کرتی ہیں، اور دونوں حضرت قیلہؓ کی پروردہ ہیں، اور حضرت قیلہؓ دونوں کے والد کی نانی ہیں۔

ترجمہ: عبداللہ بن حسان کہتے ہیں: ان سے اُن کی دو دادیوں: صفیہ بنت عُلیبہ اور دُحیبہ بنت علیبہ نے حدیث بیان کی، دونوں نے عبداللہ سے حدیث بیان کی قیلہ بنت مخرمہ سے روایت کرتے ہوئے، اور وہ دونوں حضرت قیلہؓ کی پروردہ تھیں، اور قیلہ ان دونوں کے والد کی نانی تھیں، قیلہ نے کہا: ہم نبی ﷺ کے پاس پہنچے الی آخرہ۔

بابُ ماجاءَ فِی كَرَاهِیَةِ التَّزَعْفُرِ وَالْخَلُوْقِ لِلرِّجَالِ

مردوں کے لئے زعفرانی خوشبو مکروہ ہے

تَزَعْفُر: زعفران سے رنگین ہونا...... الخَلوقُ والخِلاَق: ایک قسم کی خوشبو، جس کا بڑا حصہ زعفران ہوتا تھا......

اورعطف تفسیری ہے، خَلوق اور تزَعْفُر: ہم معنی ہیں......امام ترمذیؒ نے امام شعبہؒ سے جوتفسیر نقل کی ہے: اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دونوں ہم معنی ہیں، پس زنانی خوشبوجس کا غالب جزء زعفران ہوتا ہے، جس کوخلوق کہتے ہیں: مردوں کے لئے ممنوع ہے۔

حدیث (۱): حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے مردوں کوزعفران سے رنگین ہونے کی ممانعت فرمائی، یعنی خلوق استعمال کرنے کی ممانعت فرمائی۔ یہی حدیث حضرت امام شعبہؒ روایت کرتے ہیں، ان کی روایت میں للرجال کا لفظ نہیں ہے، مگروہ مراد ہے۔ اورامام شعبہؒ نے فرمایا: مردوں کے لئے تزَعْفُر کی کراہیت کا مطلب یہ ہے کہ مرد زعفران سے رنگین ہو، یعنی مرد زعفرانی خوشبو لگائے یہ ممنوع ہے (اور درمختار میں ہے: وکُرِہ لُبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال: مردوں کے لئے گیروے رنگ کا کپڑا اورزعفرانی کپڑا، خواہ سرخ ہوخواہ زرد، مکروہ ہے)

حدیث (۲): نبی ﷺ نے ایک شخص کوخلوق لگائے ہوئے دیکھاپس فرمایا: اِذْهَبْ فاغْسِلْهُ، ثُمَّ اغْسِلْهُ، ثُمَّ لاتَعُدْ: جا اس کودھوڈال، پھراس کوڈھوڈال، یعنی خوب مبالغہ سے دھوڈال، پھرنہ لوٹ، یعنی آئندہ خلوق استعمال نہ کرنا کیونکہ یہ زنانی خوشبو ہے۔

[۸۵-] بابُ ماجاءَ فِی کَرَاهِیَةِ التَّزَعْفُرِ وَالْخَلُوْقِ لِلرِّجَالِ

[۲۸۲۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، ح: وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: نَهَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۲۱-] وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الحديثَ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عُلَيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنِ التَّزَعْفُرِ، حدثنا بذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، نا آدَمُ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: وَمَعْنَى كَرَاهِيَةِ التَّزَعْفُرِ لِلرِّجَالِ: أَنْ يَتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ، يَعْنِيْ أَنْ يَتَطَيَّبَ بِهِ.

[۲۸۲۲-] حدثنا مُحمودُ بْنُ غَيْلاَنَ، نا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حَفْصِ بْنَ عُمَرَ، يُحِدِّثُ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَبْصَرَ رَجُلاً مُتَخَلِّقًا، قَالَ: " اذْهَبْ فَاغْسِلْهُ، ثُمَّ اغْسِلْهُ، ثُمَّ لاتَعُدْ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدِ اخْتَلَفَ بَعْضُهُمْ فِيْ هٰذَا الإِسْنَادِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ: مَنْ سَمِعَ مِنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ قَدِيْمًا فَسَمَاعُهُ صَحِيحٌ، وَسَمَاعُ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ مِنْ

عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ صحيحٌ، إِلَّا حَدِيْثَيْنِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ زَاذَانَ. قَالَ شُعْبَةُ: سَمِعْتُهُمَا مِنْهُ بِأَخَرَةٍ، يُقَالُ: إِنَّ عَطَاءَ بْنَ السَّائِبِ كَانَ فِيْ آخِرِ عُمْرِهِ قَدْ سَاءَ حِفْظُهُ، وفي الباب: عَنْ عَمَّارٍ، وَأَبِيْ مُوْسَى، وَأَنَسٍ.

وضاحت: یہ حدیث عطاء بن السائب سے امام شعبہؒ روایت کرتے ہیں، اور عطاء کے دوسرے تلامذہ اور طرح سے سند بیان کرتے ہیں، مگر شعبہ کی سند راجح ہے، کیونکہ یحیٰ قطان نے فرمایا ہے: جس نے عطاء سے قدیم زمانہ میں سنا ہے اس کا سننا معتبر ہے، اور شعبہ اور سفیان کا عطاء سے سننا بھی معتبر ہے مگر عطاء کی زاذان سے دو حدیثیں مستثنیٰ ہیں، شعبہؒ کہتے ہیں: میں نے یہ دو حدیثیں عطاء سے آخری زندگی میں سنی ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ عطاء کا حافظہ آخر عمر میں بگڑ گیا تھا۔

بابُ ماجاء فِي كَرَاهِيَةِ الْحَرِيْرِ والدِّيْبَاجِ

ریشم اور دیبا کی ممانعت

یہ مسئلہ ابواب اللباس (تحفہ ۵:۵۲) میں گذر چکا ہے، وہاں تفصیل ہے، دیکھ لی جائے ...... **الحَرِير**: ریشم، ریشمی کپڑا اور ریشم: أَبْریشم کا مخفف ہے، اور حریر: اس تار کو بھی کہتے ہیں جو ریشم کا کیڑا کوئے کی شکل میں بنتا ہے، یعنی کچے ریشم کو جس کا ابھی کپڑا نہیں بنا گیا حریر کہتے ہیں۔ اور اس تار کا کپڑا بھی حریر کہلاتا ہے...... **الديباج**: ریشمیں، قیمتی کپڑا جس کا تانا بانا ریشم کا ہو، یہ دیبا کا معرب ہے جو خاص قسم کا ریشمی کپڑا ہوتا ہے...... پس یہاں بھی عطف تفسیری ہے اور حریر سے مراد دیبا ہے، کیونکہ کچا ریشم استعمال نہیں کیا جاتا اور کوئی تکیے میں بھرے تو جائز ہے، کیونکہ وہ حد لباس میں نہیں آتا، پس جن روایات میں حرَّم الحرير آیا ہے، اس سے مراد دیبا یعنی ریشمی کپڑا ہے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَن لَبِسَ الحَرِيْرَ فى الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِيْ الآخِرَةِ: جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہنے گا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث شام کے سفر میں مقام جابیہ میں بیان کی تھی جبکہ آپؓ نے فوج کے سامنے تقریر کی تھی)

[۸۶-] بابُ ماجاء فِي كَرَاهِيَةِ الْحَرِيْرِ والدِّيْبَاجِ

[۲۸۲۳-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، نَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوْسُفَ الْأَزْرَقُ، ثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِيْ سُلَيْمَانَ، ثَنِيْ مَوْلَى أَسْمَاءَ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ: يَذْكُرُ أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِيْ الآخِرَةِ"

وفي الباب: عَنْ عَلِيٍّ، وَحُذَيْفَةَ، وَأَنَسٍ، وَغَيْرِ وَاحِدٍ، قَدْ ذَكَرْنَاهُ فِي كِتَابِ اللِّبَاسِ.
هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُمَرَ، وَمَوْلَى أَسْمَاءَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ، وَيُكْنَى أَبَا عُمَرَ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، وَعَمْرُو بن دِيْنَارٍ.

وضاحت: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے اس کو کتاب اللباس میں ذکر کیا ہے، یعنی یہ مسئلہ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پہلے کتاب اللباس میں آچکی ہے...... اور سند میں جو ''مولی اسماء'' آیا ہے، اس راوی کا نام عبداللہ بن کیسان ہے، اور اس کی کنیت ابوعمر ہے، اس سے عطاء اور عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں، اور اسماءؓ سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں، یہ عبداللہ ان کے آزاد کردہ ہیں۔

بابٌ

قَبا (چوغے) کا بیان

القَباء: جُبّہ، چوغہ، شیروانی جیسا ایک ڈھیلا لباس جو کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ جمع: أَقْبِيَة۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ چوغے ریشمی بھی ہوتے تھے، اور ریشم کی حرمت نازل ہونے سے پہلے ایسا جبہ آپؐ نے زیب تن بھی فرمایا ہے، اور باب کی حدیث میں ہے کہ ایک جبہ حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ کے لئے آپؐ نے بچا رکھا تھا، یہ قبا ریشمی ہوسکتی ہے، اور حرمت نازل ہونے کے بعد بھی آپؐ نے ایک ایسا جبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بخشا تھا، جب وہ پہن کر آئے تو آپؐ نے ناگواری ظاہر فرمائی، اور فرمایا: میں نے یہ پہننے کے لئے نہیں دیا، بلکہ اس کو بیچ کر فائدہ اٹھاؤ، معلوم ہوا کہ ریشم پہننا تو ناجائز ہے مگر بیچنا خریدنا جائز ہے۔

حدیث: حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبّے تقسیم فرمائے، اور مخرمہؓ کو کچھ نہ دیا، مخرمہؓ نے مجھ سے کہا: پیارے بچے! ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چل (مخرمہؓ بوڑھے ہوگئے تھے) مسورؓ کہتے ہیں: میں ان کو لے گیا، انھوں نے کہا: اندر جا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے لئے بلا لا (مسورؓ بھی نابالغ تھے) میں نے (اندر جاکر) آپؐ کو مخرمہ کے لئے بلایا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، درانحالیکہ آپؐ پر ان جبوں میں سے ایک جبہ تھا (پہن نہیں رکھا تھا، بلکہ ہاتھ میں لے رکھا تھا) پس آپؐ نے فرمایا: خَبَأْتُ لك هٰذا: میں نے یہ جبہ آپ کے لئے محفوظ رکھا ہے، مسورؓ کہتے ہیں: پس مخرمہؓ نے اس کو دیکھا، اور کہا: مخرمہ خوش ہوگیا!

تشریح: اگر یہ جبہ ریشمی تھا تو یہ واقعہ حرمت ریشم سے پہلے کا ہے، اور اگر بعد کا ہے تو یہ جبہ فائدہ اٹھانے کے لئے دیا ہے، پہننے کے لئے نہیں دیا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ چوغہ ریشمی نہ ہو۔

[۸۷-] بابٌ

[۲۸۲٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم قَسَمَ أَقْبِيَةً، وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ شَيْئًا، فَقَالَ مَخْرَمَةُ: يَابُنَیَّ! انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم، قَالَ: فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ، قَالَ: ادْخُلْ، فَادْعُهُ لِیْ، فَدَعَوْتُهُ لَهُ، فَخَرَجَ النبیُّ صلی اللہ علیه وسلم، وَعَلَيْهِ قَبَاءٌ مِنْهَا، فَقَالَ:" خَبَأْتُ لَكَ هٰذَا " قَالَ: فَنَظَرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: رَضِیَ مَخْرَمَةُ! هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وابْنُ أَبِیْ مُلَيْكَةَ: اسْمُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِیْ مُلَيْكَةَ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ

اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ بندے پر اللہ کی نعمت کا اثر دیکھیں

بعض لوگ بڑائی کے اظہار کے لئے یا فیشن کے طور پر بہت عمدہ لباس پہنتے ہیں، اور اس مد میں بے جا اسراف کرتے ہیں: جو ممنوع ہے۔ اور بعض کنجوسی کی وجہ سے یا گنوار پن کی وجہ سے صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود پھٹے حال میں رہتے ہیں: یہ بھی ٹھیک نہیں۔ جب کسی بندے پر اللہ کا فضل ہو تو اسے اس حال میں رہنا چاہئے کہ اللہ کی نعمت کا اثر اس پر ظاہر ہو۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ على عَبْدِهِ: اللہ تعالیٰ یقیناً اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت کا اثر دیکھا جائے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سادگی اور خستہ حالی ایمان کا شعبہ ہے، ان دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے، مگر حقیقت میں کوئی تعارض نہیں۔ دونوں حدیثوں کا مصداق الگ الگ ہے، جو لوگ اللہ کی دی ہوئی مالی وسعت کے باوجود محض کنجوسی سے یا طبیعت کے لاابالی پن کی وجہ سے پھٹے حال میں رہتے ہیں، ان کے لئے فرمایا ہے کہ جب کسی بندے پر اللہ کا فضل ہو تو اس کے رہن سہن اور اس کے لباس میں اس کا اثر محسوس ہونا چاہئے، اور جن حدیثوں میں سادگی کی تعلیم دی گئی ہے اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو لباس کی بہتری کو بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں، وہ آدمی کی قدر و قیمت کا معیار اور پیمانہ اس کو سمجھتے ہیں، ان سے کہا گیا ہے کہ اچھے لباس کا اہتمام نہ کرنا اور معمولی کپڑوں میں خستہ حالوں کی طرح رہنا: ایمان کی ایک شان ہے۔ اور یہی اصلاح و تربیت کا طریقہ ہے، جو لوگ افراط اور غلو میں مبتلا ہیں ان سے ان کے حال کے مطابق کلام کیا جائے، اور جو تفریط کے شکار ہیں ان سے ان کے حسب حال کلام کیا جائے۔

[۸۸-] بابُ ماجاءَ أَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ

[۲۸۲۵-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ مُحمدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ، نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، نا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُرَى أَثَرُ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ"

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِيْهِ، وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَابْنِ مَسْعُوْدٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ.

بابُ ماجاءَ فِي الْخُفِّ الْأَسْوَدِ

سیاہ موزے کا بیان

جو حکم سیاہ عمامے کا ہے وہی سیاہ لباس کا اور سیاہ موزے کا ہے۔ جبکہ سیاہ لباس میں روافض کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔

حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نجاشی رحمہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو سادہ کالے چمڑے کے موزے ہدیہ بھیجے، آپؐ نے ان دونوں کو پہنا، پھر وضو فرمائی تو ان دونوں پر مسح کیا۔

[۸۹-] بابُ ماجاءَ فِي الْخُفِّ الْأَسْوَدِ

[۲۸۲۶-] حدثنا هَنَّادٌ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ ابنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ: أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا، ثُمَّ تَوَضَّأَ، وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ دَلْهَمٍ، وَرَوَاهُ مُحمدُ بنُ رَبِيْعَةَ، عَنْ دَلْهَمٍ.

بابُ ماجاءَ فِي النَّهْيِ عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ

سفید بالوں کو چننا ممنوع ہے

سر یا ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑنا یا قینچی سے چن کر نکالنا مکروہ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے کے سفید بالوں کو نوچنے سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا ہے کہ وہ مسلمان کا نور ہیں!

علاوہ ازیں: مسلم شریف میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص اپنے سر یا ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑے، اور ابوداؤد میں ہے کہ سفید بال نہ اکھاڑو، جو شخص بحالتِ اسلام بوڑھا ہوا: وہ

(بڑھاپا) اس مسلمان کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا، اور دیلمی میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ جو شخص سفید بال اکھاڑے گا: قیامت کے دن وہ بال نیزہ بن جائے گا، جس سے اس کو بھونکا جائے گا۔

اور درمختار میں ہے: سفید بال اکھاڑنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ بقصد زینت ایسا نہ کرے، لیکن عام طور پر جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کے فعل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زینت کے ارادہ سے ایسا کرتے ہیں، تاکہ بالوں کی سفیدی ظاہر نہ ہو، اور وہ جوان معلوم ہوں، اس لئے حدیث میں اس کی ممانعت آئی۔

[۹۰-] بابُ ماجاءَ فِی النَّهْیِ عَنْ نَتْفِ الشَّیْبِ

[۲۸۲۷-] حدثنا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الهَمْدَانِیُّ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَیْبٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم نَهی عَنْ نَتْفِ الشَّیْبِ، وَقَالَ: "إِنَّهُ نُوْرُ الْمُسْلِمِ"

هٰذا حدیثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَارِثِ، وَغَیْرُ وَاحِدٍ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَیْبٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهِ.

بابُ ماجاءَ أَنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ

جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے

الْمُسْتَشَار: (اسم مفعول) وہ شخص جس سے مشورہ لیا جائے ...... مُؤْتَمَنٌ (اسم مفعول) بھروسہ کیا ہوا...... آدمی اسی سے مشورہ لیتا ہے جس کو اپنا خیر خواہ سمجھتا ہے، اور اس اعتماد پر مشورہ کرتا ہے کہ وہ اس کو صحیح بات بتائے گا، پس اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچانی چاہئے، جو بات اس کے لئے مفید ہو وہی بتانی چاہئے، اور اس کے بھید کا افشاء بھی نہیں کرنا چاہئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو اپنے مسلمان بھائی کو کوئی ایسا مشورہ دے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ اس کی بھلائی اس کے علاوہ میں ہے تو یقیناً اس نے اس کے ساتھ خیانت کی۔

اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث المستشار مُؤْتَمَن: دوسندوں سے ذکر کی ہے، پہلی سند میں عبدالرحمٰن بن محمد بن زید بن جُدعان کی دادی غیر معروف ہے، اس لئے حدیث ضعیف ہے، البتہ دوسری سند صحیح ہے، اور شیبان نحوی سے آخر تک ایک ہی سند ہے، مگر شیبان صاحبِ کتاب محدث ہیں، اور ان کی حدیثیں صحیح ہیں، اور ان کے استاذ عبدالملک مضبوط راوی ہیں، وہ خود کہتے ہیں: إِنِّیْ لَأُحَدِّثُ بالحدیث ، فَمَا أَخْرِمُ مِنْهُ حَرْفًا: میں حدیث بیان کرتا ہوں تو اس میں سے ایک حرف کم نہیں کرتا۔

[۹۱-] بابُ ماجاءَ أَنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ

[۲۸۲۸-] حدثنا أَبُوْ كُرَيْبٍ، نَا وَكِيْعٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ ابنِ جُدْعَانَ، عَنْ جَدَّتِهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، قَالَتْ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ"

وفى الباب: عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ، وَابْنِ عُمَرَ، هٰذَا حديثٌ غريبٌ مِنْ حَدِيْثِ أُمِّ سَلَمَةَ.

[۲۸۲۹-] حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ، نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسَى، نَا شَيْبَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، قَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ شَيْبَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ النَّحْوِيِّ، وَشَيْبَانُ: هُوَ صَاحِبُ كِتَابٍ، وَهُوَ صَحِيْحُ الحديثِ، وَيُكْنَى أَبَا مُعَاوِيَةَ.

حدثنا عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ العَلَاءِ العَطَّارُ، عَن سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ: إِنِّيْ لَأُحَدِّثُ بِالْحَدِيْثِ، فَمَا أَخْرِمُ مِنْهُ حَرْفًا.

بابُ ماجاءَ فِي الشُّؤْمِ

بدشگونی (نحوست) کا بیان

دو مسئلوں میں روایات متعارض ہیں: ایک: مرض کا تعدیہ، اس میں لاعَدْوی کی روایت بھی ہے، اور فِرَّ مِن المجذوم کی روایت بھی ہے۔ پہلی روایت سے چھوت چھات کی نفی ہوتی ہے، اور دوسری روایت سے اثبات ہوتا ہے۔ دوم: نحوست کا مسئلہ، اس میں لاشُؤْمَ کی روایت بھی ہے اور الشُّؤْمُ فی ثلاثةٍ کی بھی، اور ایک تیسری روایت بین بین ہے، یعنی إن کان الشُّؤْمُ فی شیئٍ۔ پہلی روایت سے نحوست کی نفی ہوتی ہے، اور دوسری روایت سے اثبات ہوتا ہے، اور تیسری روایت سے احتمال پیدا ہوتا ہے۔

اور دونوں مسئلوں میں تطبیق ایک ہے، یعنی فی نفسہ دونوں باتیں منتفی ہیں اور لغیرہ دونوں باتیں ثابت ہیں، یعنی کوئی بیماری بذاتِ خود دوسرے کو نہیں لگتی، مگر بعض بیماریوں میں مریض کے ساتھ اختلاط من جملۂ اسبابِ مرض ہے، اس لئے ایسے مریضوں سے دور رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسی طرح نحوست کا عقیدہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام کسی چیز میں فی نفسہ نحوست نہیں مانتا، مگر موافق ناموافق آنے کے اعتبار سے بعض چیزوں میں خوبی اور خرابی ہوتی ہے، اس لئے فرمایا: ''نحوست تین چیزوں میں ہے: عورت میں، گھر میں اور چوپائے (گھوڑے) میں'' یہ تین

چیزیں بطور مثال ذکر کی ہیں، چونکہ یہ تین چیزیں انسان سے قریبی تعلق رکھتی ہیں اس لئے اگر یہ تین چیزیں موافق آئیں تو زہے نصیب! اور اگر ناموافق ہوئیں تو پریشانی کی کوئی حد نہیں رہے گی، اور دوسری حدیث میں ہے: ''اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو عورت، چوپائے اور گھر میں ہوتی'' یعنی جن چیزوں کے ساتھ مزاولت وقتی ہوتی ہے ان میں موافقت ناموافقت کا بہت زیادہ خیال کرنا ضروری نہیں، مگر جن چیزوں سے ہمیشہ کا ساتھ ہوتا ہے ان میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے، اور تیسری حدیث میں ہے: لاشُؤْمَ: نحوست کا عقیدہ غلط ہے۔ وَقَدْ یکونُ الیُمْنُ فی الدار والمرأة والفَرَسِ: البتہ کبھی گھر، عورت اور گھوڑے میں برکت ہوتی ہے، یعنی یہ چیزیں کبھی موافق آتی ہیں، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ یہ چیزیں کبھی ناموافق بھی ہوتی ہیں، پس اس حدیث میں دونوں باتوں کا ایک ساتھ اثبات ہے، اول: اسلام کسی چیز میں نحوست کا قائل نہیں۔ دوم: موافق وناموافق ہونے کے اعتبار سے برکت ونحوست ہوسکتی ہے، اور ہر چیز میں ہوسکتی ہے، مگر جن چیزوں کے ساتھ بکثرت مزاولت رہتی ہے ان میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے، اگر گھر، عورت اور گھوڑا ناموافق ثابت ہوں تو ان کو بدل دینا چاہئے۔

[۹۲-] بابُ ماجاءَ فِی الشُّؤْمِ

[۲۸۳۰-] حدثنا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ، نَا سُفْیَانُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِیْهِمَا: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: " الشُّؤْمُ فِیْ ثَلاَثَةٍ: فِی الْمَرْأَةِ، وَالْمَسْکَنِ، وَالدَّابَّةِ "

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَبَعْضُ أَصْحَابِ الزُّهْرِیِّ لاَیَذْکُرُوْنَ فِیْهِ: عَنْ حَمْزَةَ، وَإِنَّمَا یَقُوْلُوْنَ: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

وَهٰکَذَا رَوَی لَنَا ابْنُ أَبِیْ عُمَرَ هٰذَا الحدیثَ، عَنْ سُفْیَانَ بْنِ عُیَیْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَالِمٍ، وَحَمْزَةَ ابْنَیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِیْهِمَا، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم.

حدثنا سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحمٰنِ الْمَخْزُوْمِیُّ، نَا سُفْیَانُ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهُ، وَلَمْ یَذْکُرْ فِیْهِ سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ: عَنْ حَمْزَةَ.

وَرِوَایَةُ سَعِیْدٍ أَصَحُّ: لِأَنَّ عَلِیَّ بْنَ المَدِیْنِیِّ، وَالْحُمَیْدِیَّ، رَوَیَا عَنْ سُفْیَانَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِیْهِ، وَذَکَرا عَنْ سُفْیَانَ، قَالَ: لَمْ یَرْوِ لَنَا الزُّهْرِیُّ هٰذَا الحدیثَ إِلاَّ عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ. وَرَوَی مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، هٰذَا الحدیثَ، عَنِ الزُّهْرِیِّ، وَقَالَ: عَنْ سَالِمٍ وَحَمْزَةَ ابْنَیْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِیْهِمَا.

وفی الباب: عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، وَعَائِشَةَ، وَأَنَسٍ.

[۲۸۳۱-] وَقَدْ رُوِیَ عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم، أَنَّهُ قَالَ: "إِنْ كَانَ الشُّؤْمُ فِیْ شَیْئٍ: فَفِی الْمَرْأَةِ، وَالدَّابَّةِ، وَالْمَسْكَنِ"

[۲۸۳۲-] وَقَدْ رَوَی حَكِیْمُ بْنُ مُعَاوِیَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم، یَقُوْلُ: "لَاشُؤْمَ، وَقَدْ یَكُوْنُ الْیُمْنُ فِی الدَّارِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالْفَرَسِ" حدثنا بِذٰلِكَ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا إِسْمَاعِیْلُ بْنُ عَیَّاشٍ، عَنْ سُلَیْمَانَ بْنُ سُلَیْمٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ جَابِرٍ الطَّائِیِّ، عَنْ مُعَاوِیَةَ بْنِ حَكِیْمٍ، عَنْ عَمِّهِ حَكِیْمِ بْنِ مُعَاوِیَةَ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِهٰذَا.

وضاحت: پہلی حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنے استاذ ابن ابی عمر سے روایت کی ہے، وہ ابن عیینہ کے شاگرد ہیں، اورانھوں نے اپنی سند میں امام زہری رحمہ اللہ کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے دوصاحبزادوں کا یعنی سالم اورحمزہ کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ دونوں اپنے ابا سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، مگرابن عیینہؒ کے علاوہ امام زہریؒ کے دوسرے تلامذہ اس حدیث کی سند میں حمزہؒ کا ذکرنہیں کرتے، صرف سالم کا ذکر کرتے ہیں...... پھر امام ترمذیؒ نے فرمایا: ابن ابی عمر نے ہمارے لئے ابن عیینہ سے یہ حدیث اسی طرح روایت کی ہے، یعنی انھوں نے حمزہ کا بھی ذکر کیا ہے، پھر ابن عیینہ کے دوسرے شاگرد سعید مخزومی کی سند لکھی ہے، انھوں نے سند میں حمزہ کا ذکرنہیں کیا۔ پھر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: سعید مخزومی کی روایت اصح ہے، کیونکہ ابن عیینہ کے دودوسرے شاگرد علی بن المدینی اور حمیدی بھی ابن عیینہ سے یہ روایت کرتے ہیں، اور وہ زہریؒ کے بعد صرف سالم کا ذکر کرتے ہیں، اور وہ دونوں سفیان بن عیینہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں کہ ہمارے لئے زہری نے یہ حدیث صرف سالم سے روایت کی ہے...... مگر امام مالکؒ بھی زہریؒ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں، اور وہ سند میں حمزہ کا بھی ذکر کرتے ہیں، پس یہ بات ابن عیینہ کی بات سے ٹکراتی ہے...... اور پہلی دوحدیثوں میں الدابۃ سے مراد گھوڑا ہے جیسا کہ تیسری حدیث میں آیا ہے۔

ملحوظہ: رویا عن سفیان کے بعد عن الزھری، عن سالم، عن أبیہ، وذکرا عن سفیان قال: یہ عبارت ہمارے نسخہ میں رہ گئی ہے، مصری نسخہ سے بڑھائی ہے، اس کے بغیر مضمون ناتمام رہتا ہے۔

بابُ ماجاءَ: لَایَتَنَاجَی اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ

تیسرے کوچھوڑ کر دوشخص سرگوشی نہ کریں

اگرکسی جگہ تین شخص ہوں، اوران میں سے دوسرگوشی کرنے لگیں تو تیسرا پریشان ہوگا، اس لئے حدیث میں ایسا کرنے کی ممانعت آئی ہے، البتہ اگر چاریازیادہ آدمی ہوں توان میں سے دوشخص سرگوشی کرسکتے ہیں، کیونکہ جو باقی

بچیں گے وہ آپس میں باتیں کریں گے۔

حدیث(۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِذَا كُنْتُمْ ثَلاَثَةً، فَلاَ يَنْتَجِي اثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِهِمَا: جب آپ لوگ تین ہوں تو دو شخص اپنے ساتھی کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں، یہ امام اعمش کے شاگرد ابومعاویہ کے الفاظ ہیں۔ اور ان کے دوسرے شاگرد سفیان کے الفاظ یہ ہیں: لاَيَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثالثِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ: تیسرے کو چھوڑ کر دو شخص سرگوشی نہ کریں، کیونکہ یہ بات تیسرے کو غمگین کرے گی، اور ایک تیسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: لاَيَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ: فَإِنَّ ذٰلِكَ يُؤْذِى الْمُؤْمِنَ، وَاللّٰهُ يَكْرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنِ: ایک کو چھوڑ کر دو شخص سرگوشی نہ کریں، کیونکہ یہ بات مؤمن کو اذیت پہنچائے گی، اور اللہ تعالیٰ مؤمن کی اذیت کو ناپسند کرتے ہیں۔

لغت: تَنَاجَى الْقَوْمُ: آپس میں رازدارانہ گفتگو کرنا...... اِنْتَجَى الْقَوْمُ: باہم سرگوشی کرنا۔

[۹۳-] بابُ ماجاءَ: لاَيَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ

[۲۸۳۳-] حدثنا هَنَّادٌ، نا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ح: وَثَنَا ابْنُ أَبِىْ عُمَرَ، نا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " إِذَا كُنْتُمْ ثَلاَثَةً فَلاَ يَنْتَجِى اثْنَانِ دُوْنَ صَاحِبِهِمَا" وَقَالَ سُفْيَانُ فِىْ حَدِيْثِهِ: " لاَيَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ الثَّالِثِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُحْزِنُهُ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۳٤-] وَقَدْ رُوِىَ عَنِ النبىِّ صلى الله عليه وسلم، أَنَّهُ قَالَ: " لاَيَتَنَاجَى اثْنَانِ دُوْنَ وَاحِدٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُؤْذِى الْمُؤْمِنَ، وَاللّٰهُ يَكْرَهُ أَذَى الْمُؤْمِنِ "

وفى الباب: عَنْ ابنِ عُمَرَ، وَأَبِىْ هريرةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ.

بابُ ماجاءَ فِى العِدَةِ

وعدے کا بیان

وعدہ ایک اخلاقی قرض ہے، اس لئے اگر کسی سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اس کو پورا کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کسی نے کوئی وعدہ کیا ہو، اور وہ شخص اپنی زندگی میں اس کو پورا نہ کرسکا ہو تو اس کے پسماندگان اور جانشینوں کو چاہئے کہ وہ مرحوم کا وعدہ پورا کریں، اور یہ بھی اخلاقی بات ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالنے کے بعد نبی ﷺ کے کئے ہوئے تمام وعدے پورے کئے ہیں۔

حدیث: ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے نبی ﷺ کو دیکھا: آپؐ گورے اور بوڑھے تھے (دوسری

روایت میں ہے کہ آپؐ کے سر اور ڈاڑھی میں سترہ بال سفید ہوئے تھے، اس زمانہ میں اتنے بالوں کا سفید ہونا بڑھاپا سمجھا جاتا تھا) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ (اوپر کے آدھے بدن میں) آپؐ کے مشابہ (ہم شکل) تھے، اور نبی ﷺ نے ہمارے (قبیلہ کے) لئے تیرہ جوان اونٹنیوں کا حکم دیا تھا، پس ہم (مدینہ منورہ) گئے، یعنی چلے تا کہ ان اونٹنیوں کو وصول کریں، پس ہمیں آپؐ کی وفات کی خبر پہنچی، پس انھوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا (کیونکہ ابھی حکومت کا کوئی ذمہ دار نہیں بنا تھا) پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے یعنی انھوں نے زمام حکومت سنبھالی تو اعلان کیا: جس کے لئے نبی ﷺ کے پاس کوئی وعدہ ہے وہ آئے، پس میں ان کی طرف کھڑا ہوا، اور میں نے ان کو (نبی ﷺ کا وعدہ) بتلایا، پس ابوبکرؓ نے ہمارے لئے ان اونٹنیوں کا حکم دیا۔

[۹۴-] بابُ ماجاءَ فِي العِدَةِ

[۲۸۳۵-] حدثنا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوْفِيُّ، نَا مُحمدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَبْيَضَ، قَدْ شَابَ، وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ، وَأَمَرَلَنَا بِثَلَاثَةَ عَشَرَ قَلُوْصًا، فَذَهَبْنَا نَقْبِضُهَا، فَأَتَانَا مَوْتُهُ، فَلَمْ يُعْطُوْنَا شَيْئًا، فَلَمَّا قَامَ أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ عِنْدَ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِدَةٌ فَلْيَجِئْ، فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَأَمَرَلَنَا بِهَا.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ، وَقَدْ رَوَى مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ هٰذَا الحديثَ، بِإِسْنَادٍ لَهُ، عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ نَحْوَ هٰذَا.

وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِيْ جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ، وَلَمْ يَزِيْدُوْا عَلَى هٰذَا.

[۲۸۳۶-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ، نَا أَبُوْ جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ.

وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ أَبِيْ خَالِدٍ نَحْوَ هٰذَا، وفي الباب: عَنْ جَابِرٍ وَأَبُوْ جُحَيْفَةَ: اسْمُهُ وَهْبٌ السُّوَائِيُّ.

وضاحت: اس حدیث میں تین مضمون ہیں: پہلا مضمون: وكان الحسن بن علي يشبهه: تک ہے، دوسرا مضمون: أَمَرلنا سے لم يُعْطُونا شيئًا تک ہے، اور تیسرا مضمون: فلما قَامَ أبوبكر سے آخر تک ہے (بخاری، مسلم اور ترمذی پہلے مضمون پر متفق ہیں، اور دوسرے مضمون پر بخاری اور ترمذی متفق ہیں، اور تیسرا مضمون صرف ترمذی میں ہے، یہ بات ابن الجزری نے جامع الأصول میں بیان کی ہے) اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ تینوں مضمون

اسماعیل بن ابی خالد کے شاگرد محمد بن فضیل کی روایت میں ہیں، اور مروان بن معاویہ بھی اپنی سند سے ابوجحیفہؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں، یعنی مروان: محمد بن فضیل کے متابع ہیں، ان کی روایت میں بھی تینوں مضمون ہیں، مگر اسماعیل کے دیگر تلامذہ حدیث میں صرف پہلا مضمون بیان کرتے ہیں، باقی دو مضمون ذکر نہیں کرتے، چنانچہ باب کے آخر میں امام ترمذیؒ نے یحییٰ بن سعید قطان کی سند سے پہلا ہی مضمون روایت کیا ہے...... اور حضرت ابوجحیفہؓ مشہور صحابی ہیں، ان کا نام وہب ہے، اور ان کی نسبت سُوائی ہے۔

بابُ ماجاءَ فِي: فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ

نبی ﷺ کا: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان!'' کہنا

فَدَاهُ يَفْدِيْ فَدًى وَفِدًى وَفِدَاءً: جان بچانا، فدیہ دینا، کسی کو مال کے بدلے قید وغیرہ سے چھڑانا...... فَدَى بحياتِه أو بِنَفْسِهِ: کسی پر جان نثار کرنا، فِداك أَبِيْ وَأُمِّيْ: میرے ماں باپ آپ پر قربان!...... المُفَدَّى: جس پر جان قربان کی گئی، محبوبِ خلائق ...... جان نثار کرنا آخری درجہ کا جذبہ ہے، اس کا مطلب ہے: جو مصیبت مخاطب پر آنے والی ہے وہ متکلم پر آئے، مخاطب بچ جائے، یا وہ مصیبت متکلم کے ماں باپ پر آئے اور مخاطب بچ جائے، یہ بہت بڑا ایثار ہے، نبی ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بنو قریظہ کے احوال معلوم کرنے کے لئے بھیجا، جب وہ لوٹ کر آئے اور احوال بتائے تو آپؐ نے فرمایا: فِدَاكَ أَبِيْ وَأُمِّيْ: میرے ماں باپ آپؓ پر قربان! اسی طرح جنگ احد کے موقع پر بھی آپؐ نے ان سے فرمایا: ''تیر چلاؤ! آپ پر میرے ماں باپ قربان!'' اور دوسری روایت میں ہے: آپؐ نے فرمایا: إِرْمِ أَيُّهَا الغُلاَمُ الحَزَوَّرُ: اے طاقت ور لڑکے! تیر چلا، اور حضرت سعدؓ کے علاوہ کسی کے لئے نبی ﷺ نے ماں باپ دونوں کو جمع نہیں فرمایا۔ یہ حضرت سعدؓ کے لئے بہت بڑی فضیلت ہے۔

حدیث (۱): حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ما سَمِعْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم جَمَعَ أَبَوَيْهِ لِأَحَدٍ غَيْرَ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَاصٍ: میں نے نبی ﷺ کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے علاوہ کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع کرتے ہوئے نہیں سنا، یعنی کسی سے فداك أبي وأمي نہیں کہا، پھر یہی حدیث دوسری سند سے لائے ہیں، اس میں اضافہ ہے، حضرت علیؓ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے اپنے ماں باپ کو کسی کے لئے جمع نہیں کیا مگر حضرت سعدؓ کے لئے، ان سے جنگ احد کے موقع پر فرمایا: ''تیر چلا! تجھ پر میرے ماں باپ قربان!'' اور ان سے یہ بھی فرمایا: ''تیر چلا اے طاقت ور لڑکے'' (الحَزَوَّر: طاقت ور لڑکا، طاقت ور آدمی)

حدیث (۲): حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر میرے لئے اپنے ماں باپ کو جمع کیا (اور آخر میں امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، یعنی حضرت علیؓ سے بھی یہ بات مروی ہے،

اورحضرت سعدؓ سے بھی۔اوردونوں سے سعید بن المسیب روایت کرتے ہیں)

[۹۵-] بابُ ماجاءَ فِی: فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ!

[۲۸۳۷-] حدثنا إِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعِیْدٍ الجَوْهَرِیُّ، نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ عَلِیٍّ، قَالَ: مَاسَمِعْتُ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم جَمَعَ أَبَوَیْهِ لِأَحَدٍ غَیْرَ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ.

[۲۸۳۸-] أَخْبَرَنَا الحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ، نَا سُفْیَانُ، عَنْ ابنِ جُدْعَانَ، وَیَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، سَمِعَا سَعِیْدَ بْنَ الْمُسَیَّبِ یَقُوْلُ: قَالَ عَلِیٌّ: مَاجَمَعَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم أَبَاهُ وَأُمَّهُ لِأَحَدٍ، إِلَّا لِسَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ، قَالَ لَهُ یَوْمَ أُحُدٍ: ارْمِ فِدَاكَ أَبِیْ وَأُمِّیْ! وَقَالَ لَهُ:" ارْمِ أَیُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ"

وفی الباب: عَنِ الزُّبَیْرِ، وَجَابِرٍ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، قَدْ رُوِیَ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ عَلِیٍّ.

[۲۸۳۹-] وَقَدْ رَوَی غَیْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الحدیثَ عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ، قَالَ: جَمَعَ لِیْ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم أَبَوَیْهِ یَوْمَ أُحُدٍ، حدثنا بِذٰلِكَ قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ، نَا اللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ یَحْیَی بْنِ سَعِیْدٍ، عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِیْ وَقَّاصٍ، قَالَ: جَمَعَ لِیْ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم أَبَوَیْهِ یَوْمَ أُحُدٍ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ، وَكِلَا الْحَدِیْثَیْنِ صَحِیحٌ.

بابُ ماجاءَ فِی: یَابُنَیَّ!

نبی ﷺ کا:''اے میرے پیارے بچے!'' کہنا

بُنَیّ: ابن کی تصغیر ہے،اور پیار کے لئے ہے،اوراپنے بچہ کے علاوہ کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کرتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے ان کو یا بُنَیَّ کہہ کر پکارا۔

[۹۶-] بابُ ماجاءَ فِی: یَابُنَیَّ!

[۲۸۴۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِی الشَّوَارِبِ، نَا أَبُوْ عَوَانَةَ، نَا أَبُوْ عُثْمَانَ: شَیْخٌ لَهُ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم قَالَ لَهُ:" یَابُنَیَّ "

وفی الباب: عَنِ الْمُغِیْرَةِ، وَعُمَرَ بْنِ أَبِیْ سَلَمَةَ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ،

وَقَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَنَسٍ، وَأَبُوْ عُثْمَانَ هٰذَا: شَيْخٌ ثِقَةٌ، وَهُوَ الجَعْدُ بْنُ عُثْمَانَ، وَيُقَالُ: ابنُ دِيْنَارٍ، وَهُوَ بَصْرِيٌّ، وَقَدْ رَوَى عَنْهُ يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ، وَشُعْبَةُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الأَئِمَّةِ.

وضاحت: ابوعوانہ کے استاذ ابوعثمان ثقہ راوی ہیں، شیخٌ له: ابوعوانہ کے خاص استاذ، اوران کا نام جعد بن عثمان ہے، اورکوئی جعد بن دینار کہتا ہے، یہ بصرہ کے باشندے تھے، اوران سے یونس اورامام شعبہ وغیرہ بڑے لوگ روایت کرتے ہیں۔

بابُ ماجاءَ فِي تَعْجِيْلِ اسْمِ الْمَوْلُوْدِ

نومولود کا نام جلدی رکھنا

بچے کا نام پیدائش سے پہلے بھی رکھا جاسکتا ہے، بعض بزرگوں کے واقعات میں ہے کہ انھوں نے پیدائش سے پہلے ہی نام رکھا تھا، اور پیدائش کے دن بھی نام رکھا جاسکتا ہے، اور بعد میں بھی رکھا جاسکتا ہے، مگر بہت زیادہ تاخیر نہیں کرنی چاہئے، ساتویں دن تو نام رکھ ہی لینا چاہئے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے بچے کی پیدائش کے ساتویں دن نام رکھنے کا، اوراس سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنے کا، اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔

تشریح: العَقُّ: مصدر ہے: عقیقہ کرنا، ساتویں دن بچے کے سر کے بال اور ناخن کاٹ لئے جائیں، اور بچہ قوی ہوتو ختنہ بھی کرالی جائے، یہ بال، ناخن اور ختنہ کی چمڑی أذی (تکلیف دہ چیز) ہیں، اور ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے عقیقہ کی سات حکمتیں بیان کی ہیں (رحمۃ اللہ ۵: ۱۸۷)

[۹۷-] بابُ ماجاءَ فِي تَعْجِيْلِ اسْمِ الْمَوْلُوْدِ

[۲۸۴۱-] حدثنا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، ثَنِيْ عَمِّي يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سَعْدٍ، نَا شَرِيْكٌ، عَنْ مُحمدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ جَدِّهِ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَمَرَ بِتَسْمِيَةِ الْمَوْلُوْدِ يَوْمَ سَابِعِهِ، وَوَضْعِ الأَذَى عَنْهُ، وَالْعَقِّ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ.

بابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الأَسْمَاءِ؟

اچھے نام کونسے ہیں؟

حدیث میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کو ناموں میں زیادہ پسند عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں'' کیونکہ ان ناموں میں بندگی کا

اظہار بھی ہے، اور اللہ کا وصفِ معروف کے ساتھ تعارف بھی ہے، اور جس نام میں یہ دونوں باتیں جمع ہوں وہ نام اللہ کو زیادہ پسند ہے، پھر عبداللہ اور عبدالرحمٰن اگر بطور مثال ہیں تو عبدالرحیم اور عبدالقیوم وغیرہ نام بھی پسندیدہ ہیں، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ یہی دو نام مراد ہیں، اور یہ نام اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب دو وجہ سے ہیں:

پہلی وجہ: شریعت نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے جو تدابیر اختیار کی ہیں ان میں سے ایک تدبیر یہ ہے کہ دنیوی معاملات میں ذکر الٰہی شامل کیا جائے، تاکہ وہ دعوت حق کا ذریعہ بن جائے (رحمۃ اللہ ۱:۵۷۲) پس جب بچہ کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہوگا، اور اس نام سے پکارا جائے گا تو توحید کی یاد تازہ ہوگی۔

دوسری وجہ: عرب وعجم میں اپنے معبودوں کے نام سے نام رکھنے کا رواج ہے، پس جب نبی ﷺ کی بعثت نشان ہائے توحید کو قائم کرنے کے لئے ہوئی تو ضروری ہوا کہ ناموں میں بھی اس کا لحاظ کیا جائے، اور ایسے نام رکھے جائیں جن سے توحید کا اعلان ہو۔

سوال: ان دو ناموں کے علاوہ اور بھی نام ہیں، جن میں عبد کی اضافت اللہ کی کسی صفت کی طرف کی جاتی ہے، جیسے عبدالرحیم، عبدالحلیم، عبدالسمیع وغیرہ، اور ان سے بھی توحید کا اعلان ہوتا ہے، پھر مذکورہ دو نام ہی اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کیوں ہیں؟

جواب: یہ دو نام اللہ کے مشہور نام ہیں، اللہ تو اسم عَلَم (ذاتی نام) ہے اور الرحمن: صفت خاصہ ہے، غیر اللہ پر ان دونوں ناموں کا اطلاق نہیں ہوتا، اور دیگر صفات کا اطلاق غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے، اس لئے یہی دو نام اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہیں۔

[۹۸-] بابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْأَسْمَاءِ؟

[۲۸۴۲-] حدثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ: أَبُوْ عَمْرٍو الْوَرَّاقُ الْبَصْرِيُّ، نَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحِ الزَّنْجِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: "أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ: عَبْدُ اللّٰهِ، وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

بابُ مَاجَاءَ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْأَسْمَاءِ؟

ناپسندیدہ نام کونسے ہیں؟

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: لَأَنْهَيَنَّ أَنْ يُسَمَّى رَافِعٌ، وَبَرَكَةٌ، وَيَسَارٌ: البتہ ضرور منع کروں گا میں اس

بات سے کہ بچے کا نام رافع (بلند ہونے والا) اور بَرَکة (نیک بختی، نمو، برکت) اور یَسَار (آسانی، نفع بخش) رکھا جائے، اور یہی روایت مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارادہ فرمایا تھا کہ یَعلی، بَرَکة، أفلح، یسار، نافع، اور اس جیسے ناموں سے منع کریں، پھر میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے خاموشی اختیار کی، پھر آپؐ کی وفات ہوئی، اور آپؐ نے ان سے نہیں روکا (مشکوۃ حدیث ۴۷۵۴)

تشریح: یہ حدیث ابواحمد زبیری: عن جابر، عن عمر کی سند سے روایت کرتے ہیں، اور ابواحمد بڑے محدث ہیں، مگر محدثین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہے، اس کی سند میں عن عمر نہیں ہے، اور مسلم شریف کی جس روایت کا ہم نے اوپر حوالہ دیا ہے وہ بھی اس کا قرینہ ہے کہ یہ حضرت جابرؓ کی حدیث ہے۔

حدیث (۲): حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: تم اپنے لڑکے کا نام رَبَاح (نفع، فائدہ) مت رکھو، اور أَفْلح (کامیابی) بھی مت رکھو، اور یَسَار (آسانی، مالداری) اور نجیح (فتح مندی) بھی مت رکھو، کیونکہ اگر تم پوچھو گے: کیا وہ وہاں ہے؟ اور وہ وہاں نہیں ہوگا تو جواب دیا جائے گا: نہیں ہے۔

تشریح: اس حدیث میں جن ناموں کی ممانعت ہے اس کی وجہ خود نبی ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ ان ناموں میں بدفالی کا پہلو نکل سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر ان کے مسمّی کو پکارا جائے گا، اور وہ موجود نہیں ہوگا، تو جواب دیا جائے گا: نہیں ہے، مثلاً کسی کا نام أَفلح (کامیابی) ہے، اور کسی نے آواز دی: أَثَمَّ هُوَ؟ کیا گھر میں کامیابی ہے؟ اور وہ نہیں ہوگا تو جواب دیا جائے گا: نہیں ہے، یعنی گھر میں کامیابی نہیں ہے، یہ ایک طرح کی بدفالی ہے۔

رفع تعارض: ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، پہلی حدیث ان ناموں کے جواز پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے ممانعت کا ارادہ فرمایا تھا، مگر آپؐ نے وفات تک ان سے نہیں روکا، اور دوسری حدیث میں صریح ممانعت وارد ہے، اور مدلل ہے۔

اس تعارض کا حل یہ ہے کہ دوسری روایت میں نہی شرعی نہیں، بلکہ ارشادی ہے، یعنی شرعاً یہ نام ناجائز نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ نام نہ رکھے جائیں، یہ نبی ﷺ نے لوگوں کو ایک مشورہ دیا ہے، اور ان کو بھلائی کی بات بتائی ہے، اور یہ توجیہ اس لئے ضروری ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کثرت سے یہ نام رکھتے تھے، اگر ناجائز ہوتے تو کیوں رکھتے؟

[۹۹-] بابُ مَاجَاءَ مَا يُكْرَهُ مِنَ الأَسْمَاءِ؟

[۲۸۴۳-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نا أَبُوْ أَحْمَدَ، نا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "لَأَنْهَيَنَّ أَنْ يُسَمَّى رَافِعٌ، وَبَرَكَةٌ، وَيَسَارٌ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، هٰكَذَا رَوَاهُ أَبُوْ أَحْمَدَ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، وَأَبُوْ

أَحْمَدَ: ثِقَةٌ حَافِظٌ، وَالْمَشْهُوْرُ عِنْدَ النَّاسِ هٰذَا الحديثُ: عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، لَيْسَ فِيْهِ: عَنْ عُمَرَ.

[۲۸۴۴-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُوْرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنِ الرَّبِيْعِ بْنِ عُمَيْلَةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "لَاتُسَمِّ غُلَامَكَ رَبَاحَ، وَلَا أَفْلَحَ، وَلَايَسَارَ وَلَا نَجِيْحَ، يُقَالُ: أَثَمَّ هُوَ؟ فَيُقَالُ: لَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

نہایت بیہودہ نام

حدیث (۳): نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک نہایت بیہودہ نام: وہ شخص ہے جو ''شہنشاہ'' کہلاتا ہے (اور ایک روایت میں ہے: اللہ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں!)

تشریح: شہنشاہ (بڑا بادشاہ) بیہودہ نام (خطاب) اس لئے ہے کہ دین کی بنیادی تعلیم: اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور ان کے برابر کسی کو نہ گردانتا ہے، اور کسی چیز کی تعظیم اور اس کے نام کی تعظیم میں چولی دامن کا ساتھ ہے، محترم چیز کا نام بھی احترام سے لیا جاتا ہے، اور نام کا احترام ذات کے احترام کا سبب بن جاتا ہے، پس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام کسی کو نہ دیا جائے، خاص طور پر وہ نام جو انتہائی تعظیم پر دلالت کرتا ہے، یعنی کسی کو ''بادشاہوں کا بادشاہ'' نہ کہا جائے، ورنہ وہ نام بادشاہ کی تقدیس تک پہنچا دے گا، اور وہ خدا بن جائے گا۔

[۲۸۴۵-] حدثنا مُحمدُ بْنُ مَيْمُوْنٍ الْمَكِّيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، يَبْلُغُ بِهِ النبيَّ صلى الله عليه وسلم، قَالَ: " أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ" قَالَ سُفْيَانُ: شَاهَانِ شَاه" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَأَخْنَعُ: يَعْنِيْ أَقْبَحُ.

وضاحت: حضرت سفیان بن عیینہؒ نے مَلِكَ الأملاك کا ترجمہ ''شاہانِ شاہ'' کیا ہے، یہ ترکیب مقلوبی ہے، اور اردو فارسی میں ایسی ترکیبیں عام ہیں، جیسے: سعید احمد، رشید احمد وغیرہ۔ ان میں صفت کو مقدم کیا گیا ہے، پس اصل ''شاہِ شاہاں'' ہے، اور یہی شہنشاہ بنا ہے...... اور أَخْنَع (اسم تفضیل) کے معنی ہیں: نہایت قبیح، نہایت بیہودہ، خَنَعَ (ف) خَنْعًا: برا کام کر کے اس پر شرمانا اور سر نیچا کرنا۔

بابُ ماجاءَ فِي تَغْيِيْرِ الْأَسْمَاءِ

برے ناموں کو بدل دینا

اولاد کے باپ پر تین حق ہیں:

ایک: نیک عورت سے شادی کرنا، تاکہ اس کی کوکھ سے نیک اولاد پیدا ہو، کیونکہ ماں کے صلاح وفساد کا اولاد پر اثر پڑتا ہے۔

دوم: جب اولاد پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھنا، کیونکہ حدیث میں ہے: ہر نام کا حصہ ہے، یعنی جیسا نام ہوگا ویسا مسمّی ہوگا۔ عاقل نام ہوگا اور اس کو بار بار اس نام سے پکارا جائے گا تو اس میں عقلمندی پیدا ہوگی۔ اور اگر ''بدھو'' نام رکھا جائے گا اور اس کو بار بار اس نام سے پکارا جائے گا تو وہ ناسمجھ بن جائے گا۔

سوم: اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔ حدیث میں ہے: کسی باپ نے اچھی تربیت سے بہتر اولاد کو کوئی ہدیہ نہیں دیا۔ یعنی اولاد کے لئے مال چھوڑنے سے بہتر یہ ہے کہ ان کی دینی تربیت پر مال خرچ کیا جائے، اس سے بہتر اولاد کے لئے کوئی گفٹ نہیں۔

پس اگر کسی بچہ کا برا نام چل پڑے تو اس کو روکنا چاہئے، جیسے: گڈو، پپو وغیرہ، اسی طرح اگر کسی وجہ سے نامناسب نام رکھ دیا تو علم ہونے پر اس کو بدل دینا چاہئے، نبی ﷺ نے ایک لڑکی جس کا نام عاصية (نافرمان) تھا اس کو بدل کر جميلة (خوبصورت) کر دیا تھا، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی ﷺ ہر برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔

[۱۰۰-] بابُ ماجاءَ فِي تَغْيِيرِ الأَسْمَاءِ

[۲۸۴۶-] حدثنا يَعْقُوْبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، وَأَبُوْ بَكْرٍ مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا يَحْيى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم غَيَّرَ اسْمَ عَاصِيَةَ، وَقَالَ: ''أَنْتِ جَمِيْلَةٌ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَإِنَّمَا أَسْنَدَهُ يَحْيى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ مُرْسَلاً. وفى الباب: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ مُطِيْعٍ، وَعَائِشَةَ، وَالْحَكَمِ بْنِ سَعِيْدٍ، وَمُسْلِمٍ، وَأُسَامَةَ بْنِ أَخْدَرِيٍّ، وَشُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ، عَنْ أَبِيْهِ، وَخَيْثَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْهِ.

[۲۸۴۷-] حدثنا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيِّ، نَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم كَانَ يُغَيِّرُ الاِسْمَ الْقَبِيْحَ.

قَالَ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ: وَرُبَمَا قَالَ عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ فِيْ هٰذَا الحديثِ: هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مُرْسَلاً، وَلَمْ يَذْكُرْ فِيْهِ: عَنْ عَائِشَةَ.

سند کا بیان: پہلی حدیث یحییٰ قطان کی ہے، انھوں نے نافع کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کیا ہے، اور عبید اللہ کے دوسرے شاگرد نافع کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں، پس یہ روایت منقطع ہے، کیونکہ نافع نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا...... اور دوسری روایت دو طرح سے مروی ہے: آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے یا نہیں؟ امام ترمذیؒ کے استاذ ابوبکر کہتے ہیں: میرے استاذ عمر بن علی مقدّمی کبھی سند کے آخر میں عن عائشة نہیں بڑھاتے تھے، یعنی روایت کو مرسل کرتے تھے (مگر باب میں متعدد روایات ہیں جن میں یہ مضمون ہے کہ نبی ﷺ برے ناموں کو بدل دیا کرتے تھے، اس لئے ان دونوں روایتوں کی سندوں میں اختلاف سے مسئلہ پر اثر نہیں پڑتا)

بابُ ماجاءَ فِي أَسْمَاءِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم

نبی ﷺ کے پانچ خاص نام

ربط: ناموں کے ابواب کے سلسلہ میں یہ باب اس لئے لائے ہیں کہ محمد اور احمد پسندیدہ نام ہیں، کیونکہ لوگ قابل احترام اسلاف کے ناموں پر نام رکھتے ہیں، اور یہ دونوں نام سرورِ کونین ﷺ کے ہیں، نیز ان ناموں سے بھی دین اسلام کا تعارف ہوتا ہے، اور اس کی شان بلند ہوتی ہے، کیونکہ یہ نام رکھنے میں اس بات کا اعتراف ہے کہ نام رکھنے والے اور جس کا نام رکھا گیا ہے: سب حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے لائے ہوئے دین کو ماننے والے ہیں۔

نام دو طرح کے ہیں: ذاتی اور وصفی:

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نام دو طرح کے ہیں: ایک: اسم علم یعنی ذاتی نام: جو شخصیت کی تعیین کے لئے ہوتا ہے، دوسرا وصفی نام جو خوبیوں کے اظہار کے لئے ہوتا ہے، اور اسم علم تو ایک ہوتا ہے مگر اسم وصف متعدد ہو سکتے ہیں، کیونکہ کبھی کسی ذات میں اتنی خوبیاں جمع ہوتی ہیں کہ ایک لفظ ان کی ترجمانی کے لئے کافی نہیں ہوتا، اس لئے متعدد اسمائے اوصاف استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسے: حضرتِ اقدس (بڑے حضرت) قطب الارشاد (دینی راہنمائی کا مرکز) محدثِ کبیر، مصلحِ اعظم، داعیِ سنت، ماحیِ بدعت، مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب قدس سرہ، اس میں رشید احمد اسم علم ہے، باقی سب اسمائے اوصاف ہیں، جو حضرت گنگوہیؒ کی خوبیوں کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

اعلام منقول ہوتے ہیں یا مرتجل؟

پھر اسم علم میں عام طور پر معنی کا لحاظ نہیں ہوتا، مگر متقدمین ان میں بھی معنی کا لحاظ کرتے تھے۔ سلم العلوم میں یہ مسئلہ آیا ہے کہ اعلام منقول ہوتے ہیں یا مرتجل؟ یعنی نام معنی کا لحاظ کر کے رکھے جاتے ہیں یا ان میں معنی کا لحاظ نہیں ہوتا؟ وہ اِرْتِجَالاً یعنی بے ساختہ، فی البدیہہ، بے سوچے سمجھے رکھے جاتے ہیں؟ اس سلسلہ میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ متقدمین معنی کا لحاظ کر کے نام رکھتے تھے، اس لئے وہ منقول ہوتے تھے، مگر بعد میں الل ٹپ نام رکھے جانے

لگے، کالے حبشی کا نام ''کافور'' رکھنے لگے، اس لئے اعلام مرتجل ہوگئے۔

جیسے ''اللہ'' اسم علم ہے، مگر اس میں معبودیت کے معنی ہیں، اور محمد (ﷺ) بھی اسم علم ہے مگر اس میں ستودگی کے معنی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے دیگر بے شمار نام اسمائے صفات ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کے اظہار کے لئے ہیں، اسی طرح نبی ﷺ کے بھی بہت سے نام ہیں، بعض نے تو ان کی تعداد ننانوے تک پہنچائی ہے، یہ سب نام اسمائے صفات ہیں، ان سے آپ کی خوبیوں کا اظہار مقصود ہے۔

متعدد ہم معنی نام:

اور یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ بعض خوبیوں کے اظہار کے لئے متعدد الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں، جو ہم معنی ہوتے ہیں، جیسے: اللہ تعالیٰ الحکم بھی ہیں، اور العدل بھی، یہ دونوں نام تقریباً ہم معنی ہیں۔ اسی طرح نبی ﷺ کے بعض نام بھی ہم معنی ہیں، جیسے: حَاشِر اور عاقب: دونوں میں ختم نبوت کے معنی ہیں، مگر ان میں اعتباری فرق بھی ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کے ناموں میں سے کونسے نام رکھے جائیں؟

نبی ﷺ کے ایسے نام جو آپ کے ساتھ خاص ہیں، جیسے خاتم النّبیین یا عاقب وحاشر: ایسے نام بچوں کے نہیں رکھنے چاہئیں، بعض لوگ ''محمد شفیع'' نام رکھتے ہیں: یہ ٹھیک نہیں، کیونکہ ختم نبوت اور شفاعت نبی ﷺ کے مخصوص اوصاف ہیں، پس ''محمد شفیع'' نام رکھنا ایسا ہے جیسے ''محمد آخری نبی'' نام رکھنا، اس کی نظیر یہ ہے: اللہ کے کمالات اور خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں، مگر جو خوبیاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، جیسے: واحد اور أَحد (اکیلا) ہونا اور عظمت وکبریائی: اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات ہیں، وہ اپنے اندر پیدا نہیں کرنی چاہئیں، مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے أزواج (جوڑا جوڑا) بنایا ہے، چنانچہ ازدواجی زندگی مسنون ہے، اور تواضع اور خاکساری مطلوب ہے۔

نبی ﷺ کے پانچ خاص نام:

پہلا نام: محمد (ﷺ) یہ حَمَّدَهُ (باب تفعیل: بار بار تعریف کرنا) سے اسم مفعول ہے، جس کے معنی ہیں: ستودہ، تعریف کیا ہوا، یہ خاندانی نام ہے، اور اس میں معنی کا لحاظ بھی ہے، یعنی وہ شخصیت جس کی ہر کسی نے تعریف کی ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی تعریف کی ہے، نبیوں نے بھی تعریف کی ہے، اپنوں نے بھی تعریف کی ہے، اور پرایوں نے بھی تعریف کی ہے، ابھی ماضی قریب میں ایک عیسائی نے ''سو بڑے آدمی'' نامی کتاب لکھی ہے، اس میں اول نمبر نبی ﷺ کو دیا ہے۔ اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں آپ کی پیش خبری دو ناموں سے آئی ہے: ایک: نراشش، دوسرا: کلکی اوتار۔ سنسکرت کا لفظ نراشش: محمد کے ہم معنی ہے، یعنی وہ شخصیت جو تعریف کی ہوئی ہے، اور دوسرا لفظ خاتم النّبیین کا ہم معنی ہے۔

دوسرا نام: أَحْمَدْ (ﷺ) اسم تفضیل بروزن أَكْبَر ہے: سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، یعنی اللہ کی

کائنات میں ایسا کوئی نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کی اتنی تعریف کی ہو جتنی آپؐ نے کی ہے، انبیائے بنی اسرائیل کی کتابوں میں آپؐ کی پیش خبری اسی نام سے تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اسی نام سے بشارت دی ہے، جس کا تذکرہ سورۃ الصّف (آیت ۶) میں ہے، اور انجیل میں یونانی لفظ پیراکلیٹس (Peroclitus) استعمال ہوا تھا، جس کا معرب ''فارقلیط'' ہے، یہ لفظ احمد کے ہم معنی ہے، یعنی اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔

تیسرا نام: ماحی (مٹانے والا) مَحَا الشيئَ (ن) مَحْوًا: مٹانا، اثر زائل کرنا، یعنی دنیا سے کفر کا خاتمہ کرنے والا، اس نام کی وجہ تسمیہ حدیث میں یہ آئی ہے: الذی یَمْحُوْ اللّٰہُ بِیَ الکُفْرَ یعنی میرا نام ماحی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائیں گے، اور مٹانے کا مطلب وہ ہے جو سورۃ الصّف (آیت ۹) میں آیا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ وہ اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے، گو مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں یعنی مٹانے سے غلبہ مراد ہے۔

چوتھا نام: حَاشِر (جمع کرنے والا) حَشَرَهُمْ (ن، ض) حَشْرًا: جمع کرنا اور لے چلنا، اس نام کی وجہ تسمیہ حدیث میں یہ آئی ہے: الذی یُحْشَرُ الناسُ علی قَدَمَیَّ: میرا نام حَاشِر اس لئے ہے کہ لوگ میرے دونوں قدموں پر جمع کئے جائیں گے، یعنی آپ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کے زمانہ میں قیامت قائم ہوگی، اور لوگ میدانِ حشر میں جمع کئے جائیں گے، آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں، جس کے قدموں پر لوگوں کو میدانِ محشر میں جمع کیا جائے، پس اس لفظ میں ختم نبوت کا مفہوم بھی شامل ہے۔

پانچواں نام: عَاقِبْ (پیچھے آنے والا) عقَبه کے معنی ہیں: پیچھے آنا، اور اس نام کی وجہ تسمیہ حدیث میں یہ آئی ہے: الذی لیس بعدی نبیٌّ: میرا نام عاقِب اس لئے ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، یعنی آپؐ خاتم النّبیین ہیں، تمام انبیاء کے بعد آنے والے ہیں، آپؐ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں، اس لئے آپ عاقب ہیں۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے چند نام ہیں: میں محمد (ستودہ) ہوں، میں احمد (بے حد اللہ کی تعریف کرنے والا) ہوں میں ماحی (مٹانے والا) ہوں: اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ کفر کو مٹائیں گے، میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں: اللہ تعالیٰ میرے دونوں قدموں پر یعنی میرے زمانۂ نبوت میں لوگوں کو (میدانِ حشر میں) جمع کریں گے، اور میں عاقب (پیچھے آنے والا) ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

[۱۰۱-] بابُ ماجاءَ فِي أَسْمَاءِ النبيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

[۲۸۴۸-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ، نا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحمدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: '' إِنَّ لِيْ أَسْمَاءَ: أَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا

أَحْمَدُ، وَأَنَا الْمَاحِيْ: الَّذِیْ يَمْحُوْ اللّٰهُ بِیَ الْكُفْرَ، وَأَنَا الْحَاشِرُ: الَّذِیْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمَیَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ: الَّذِیْ لَيْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ" هٰذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فِي كَرَاهِيَةِ الْجَمْعِ بَيْنَ اسْمِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم وَكُنْيَتِهِ

نبی ﷺ کے نام اور کنیت کو جمع کرنے کی ممانعت

نبی ﷺ کا نام پاک محمد (ﷺ) تھا اور کنیت ابوالقاسم (ﷺ) تھی، اور دونوں کو جمع کرنے کی ممانعت آپؐ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی، وجہ بعد میں آرہی ہے۔

حدیث (۱): حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے اس بات کی ممانعت فرمائی کہ کوئی شخص آپ کے نام اور آپؐ کی کنیت کے درمیان جمع کرے، اور وہ "محمد ابوالقاسم" نام رکھے۔

حدیث (۲): حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: إِذَا تَسَمَّيْتُمْ بِیْ، فَلَاتَكْتَنَوْابی: جب تم میرا نام رکھو تو میری کنیت مت رکھو۔

حدیث (۳): نبی ﷺ نے بازار میں ایک شخص کو آواز دیتے ہوئے سنا: "اے ابوالقاسم!" آپؐ متوجہ ہوئے، اس نے کہا: میں آپؐ کو مراد نہیں لے رہا، پس نبی ﷺ نے فرمایا: لَاتَكَنَّوا بکنيتي: میری کنیت کے ساتھ کنیت مت رکھو۔

حدیث (۴): حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر آپؐ کے بعد میرا کوئی لڑکا پیدا ہو تو میں اس کا نام آپؐ کے نام کے ساتھ محمد، اور آپ کی کنیت ابوالقاسم رکھوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! حضرت علیؓ کہتے ہیں: پس یہ میرے لئے اجازت ہے (چنانچہ وفاتِ نبوی کے بعد قبیلہ یمامہ (مسیلمہ کذاب) کے ساتھ جنگ ہوئی، اور مالِ غنیمت میں حضرت علیؓ کو باندی ملی، اس کے بطن سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے، آپؓ نے ان کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی، مگر بعد میں وہ ابن الحنفیہ سے مشہور ہو گئے)

تشریح: باب کی پہلی تین روایتوں میں جو ممانعت ہے وہ دورِ نبوی کے ساتھ خاص ہے، تاکہ نبی ﷺ کے لئے یہ بات باعث الجھن نہ بنے (اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے رحمۃ اللہ ۵: ۷۰ میں ابوالقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت کی تین وجوہ اور بھی بیان کی ہیں) کیونکہ صحابہ وغیرہ آپؐ کو نام سے نہیں پکارتے تھے، مسلمان یارسول اللہ! کہہ کر خطاب کرتے تھے، اور یہود وغیرہ ابوالقاسم کہتے تھے، اس لئے نام رکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا، مگر ابوالقاسم کنیت رکھنے میں اشتباہ کا اندیشہ تھا، جیسا کہ تیسری حدیث میں آیا ہے، اور آپؐ کی وفات کے بعد ایسا کوئی اندیشہ باقی نہ رہا اس لئے آخری حدیث میں آپؐ نے دونوں کو جمع کرنے کی اجازت دیدی، اور حضرت علیؓ کا یہ ارشاد کہ یہ

اجازت میرے لئے تھی: علماء کا خیال ہے کہ تخصیص کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ یہ اجازت عام ہے۔

[۱۰۲-] بابُ ماجاءَ فِی کَرَاهِیَةِ الْجَمْعِ بَیْنَ اسْمِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم وَکُنْیَتِهِ

[۲۸۴۹-] حدثنا قُتَیْبَةُ، نَا اللَّیْثُ، عَنْ ابنِ عَجْلاَنَ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ أَبِیْ هریرةَ: أَنَّ النبیَّ صلی اللہ علیه وسلم نَهَی أَنْ یَجْمَعَ أَحَدٌ بَیْنَ اسْمِهِ وَکُنْیَتِهِ، وَیُسَمِّی مُحمداً أَبَا الْقَاسِمِ.

وفی الباب: عَنْ جَابِرٍ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

[۲۸۵۰-] حدثنا الحُسَیْنُ بْنَ حُرَیْثٍ، نَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسَی، عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِی الزُّبَیْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیه وسلم:" إِذَا تَسَمَّیْتُمْ بِیْ فَلاَ تَکَنَّوا بِیْ"

هٰذَا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ، وَقَدْ کَرِهَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ یَجْمَعَ الرَّجُلُ بَیْنَ اسْمِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم وَکُنْیَتِهِ، وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بَعْضُهُمْ.

[۲۸۵۱-] وَرُوِیَ عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم: أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً فِی السُّوْقِ، یُنَادِیْ: یَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ النبیُّ صلی اللہ علیه وسلم، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ، فَقَالَ النبیُّ صلی اللہ علیه وسلم: "لاَ تَکَنَّوْا بِکُنْیَتِیْ" حدثنا بِذٰلِكَ الحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْخَلاَّلُ، نَا یَزِیْدُ بْنُ هَارُوْنَ، عَنْ حُمَیْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النبیِّ صلی اللہ علیه وسلم بِهٰذَا، وَفِی الْحَدِیْثِ مَا یَدُلُّ عَلَی کَرَاهِیَةِ أَنْ یُکَنَّی أَبَا الْقَاسِمِ.

[۲۸۵۲-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ الْقَطَّانُ، نَا فِطْرُ بْنُ خَلِیْفَةَ، ثَنِیْ مُنْذِرٌ: وَهُوَ الثَّوْرِیُّ، عَنْ مُحمدٍ: وَهُوَ ابْنُ الْحَنَفِیَّةِ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ، أَنَّهُ قَالَ: یَارسولَ اللّٰهِ! أَرَأَیْتَ إِنْ وُلِدَ لِیْ بَعْدَكَ: أُسَمِّیْهِ مُحمداً، وَأُکَنِّیْهِ بِکُنْیَتِكَ؟ قَالَ:" نَعَمْ" قَالَ: فَکَانَتْ رُخْصَةً فِیَّ، هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ ماجاءَ: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً

بعض اشعار پُر حکمت ہوتے ہیں

اشعار کے باب میں روایات مختلف آئی ہیں، ایک حدیث میں ہے:" آدمی کا پیٹ ایسی پیپ سے بھر جائے جو اس کے پیٹ کو خراب کردے، اس سے بہتر ہے کہ وہ (گندے) اشعار سے بھر جائے (متفق علیہ، مشکوٰۃ حدیث ۴۷۹۴ یہ حدیث آگے آرہی ہے حدیث ۲۸۶۰) اور اشعار کی تعریف میں درج ذیل روایات ہیں:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً: بعض اشعار پُر حکمت ہوتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث یحیٰ بن عبدالملک بن ابی غَنِیَّہ (یہ معمولی راوی ہے) کے شاگرد ابوسعید اشج (جو امام ترمذیؒ

کے استاذ ہیں) مرفوع کرتے ہیں، اور ابوغنیّہ کے دوسرے شاگرد موقوف بیان کرتے ہیں، یعنی یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے، مگر دیگر اسانید سے یہ حدیث ابن مسعودؓ سے مرفوع مروی ہے، اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی سند سے بخاری شریف میں ہے، اس لئے یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے۔

حدیث (۲): حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُکْمًا: بعض اشعار پُر حکمت ہوتے ہیں۔

تشریح: حُکم اور حِکْمَۃٌ ہم معنی ہیں، سورۂ مریم آیت ۱۲ میں ہے: ﴿وَآتَیْنَاهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا﴾ اور ہم نے یحییٰ کولڑکپن ہی میں حکمت (خاص سمجھ) عطا فرمائی تھی، اور بعض محدثین اس کو حِکَمًا جمع حِکْمَۃٌ پڑھتے ہیں۔

رفع تعارض: ان حدیثوں کے مصداق الگ الگ ہیں، کیونکہ اشعار: کلام ہیں، پس اچھا کلام اچھا ہے، اور برا کلام برا ہے، سنن دار قطنی میں سند حسن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے اشعار کا تذکرہ کیا گیا، آپؐ نے فرمایا: هو کلامٌ: فَحَسَنُه حَسَنٌ، وَقبیحُه قبیحٌ: اشعار بھی ایک کلام ہیں، پس جو اچھے اشعار ہیں وہ اچھے ہیں، اور جو برے اشعار ہیں وہ برے ہیں (مشکوٰۃ حدیث ۴۸۰۷)

[۱۰۳-] بابُ ماجاءَ: إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً

[۲۸۵۳-] حدثنا أَبُوْ سَعِیْدٍ الْأَشَجُّ، نا یَحْیَی بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِیْ غَنِیَّةَ، ثَنِیْ أَبِیْ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: " إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِکْمَةً "

هٰذَا حدیثٌ غریبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، إِنَّما رَفَعَهُ أَبُوْ سَعِیْدٍ الْأَشَجُّ، عَنِ ابْنِ أَبِیْ غَنِیَّةَ، وَرَوَی غَیْرُهُ عَنْ أَبِیْ غَنِیَّةَ هٰذَا الحدیثَ مَوْقُوْفًا.

وقَدْ رُوِیَ هٰذَا الحدیثُ مِنْ غَیْرِ وَجْهٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النبیِّ صلی الله علیه وسلم.

وفی الباب: عَنْ أُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَائِشَةَ، وَبُرَیْدَةَ، وَکَثِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ أَبِیْهِ، عَنْ جَدِّهِ.

[۲۸۵۴-] حدثنا قُتَیْبَةُ، نا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِکْرِمَةَ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم: " إِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حُکْمًا " هٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ.

بابُ ماجاءَ فِیْ إِنْشَادِ الشِّعْرِ

زور سے اشعار پڑھنا

حدیث (۱): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی ﷺ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد

نبوی میں منبر (کوئی اونچی چیز) رکھتے تھے، حضرت حسان اس پر کھڑے ہوتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مُفَاخَرَة (کسی کے مقابلہ میں اپنی برتری ثابت کرنا) یا فرمایا: مُنافَحة (دفاع کرنا، کسی کی حمایت وطرفداری کرنا) کرتے تھے، اور نبی ﷺ فرماتے تھے: إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بروح الْقُدُس: مَا يُفَاخِرُ، أَوْ: يُنَافِحُ عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حسانؓ کی مدد کرتے ہیں، جب تک (ماوقتیہ ہے) وہ نبی ﷺ کی طرف سے مفاخرہ یا فرمایا: منافحہ کرتے ہیں۔

تشریح: کفار کے شعراء: اسلام کی، مسلمانوں کی اور نبی ﷺ کی ہجو کیا کرتے تھے، حضرت حسانؓ اس کا جواب دیتے تھے، اور وہ اشعار مسجد نبوی میں سنائے جاتے تھے، تاکہ مجمع سن کر اشعار منتقل کرے، اور وہ اشعار مکہ تک پہنچیں، اس زمانہ میں بات پھیلانے کا یہی طریقہ تھا۔

سند کا بیان: اس حدیث کی امام ترمذیؒ نے دو سندیں پیش کی ہیں، پہلی سند میں عبد الرحمٰن بن ابی الزناد: حضرت ہشام سے روایت کرتے ہیں، پھر وہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں، اور دوسری سند میں وہ اپنے ابا سے روایت کرتے ہیں، اور وہ حضرت عروہ سے، اس سند میں ہشام کا واسطہ نہیں۔

[١٠٤-] بابُ ماجاءَ فِيْ إِنْشَادِ الشِّعْرِ

[٢٨٥٥-] حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُوْسَى الفَزَارِيُّ، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ - الْمَعْنَى وَاحِدٌ - قَالاَ: نَا ابنُ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَضَعُ لِحَسَّانٍ مِنْبَراً فِي الْمَسْجِدِ، يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا، يُفَاخِرُ عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، أَوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَيَقُوْلُ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ: مَا يُفَاخِرُ أَوْ: يُنَافِحُ عَنْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم"

حدثنا إِسْمَاعِيْلُ بْنُ مُوْسَى، وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، قَالاَ: نَا ابْنُ أَبِيْ الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ.

وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ، وَالْبَرَاءِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، وَهُوَ حَدِيْثُ ابنِ أَبِيْ الزِّنَادِ.

حدیث (۲): حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی ﷺ عمرة القضاء کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپؐ کے سامنے چل رہے تھے، اور وہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

خَلُّوْا بنی الكفَّارِ عن سَبِيْلِهِ ❁ الْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ على تَنْزِيْلِهِ

اے کافروں کے بچو! آپؐ کی راہ سے ہٹو÷ ہم آج تم کو بجائیں گے نبیؐ کے فروکش ہونے کی وجہ سے

ضَرْبًا يُزِيْلُ الهَامَ عَنْ مِقِيْلِهِ ❁ وَيُذْهِلُ الخليلَ عَنْ خَلِيْلِهِ

ایسا بجانا جو کھوپڑی کو اس کے ٹھکانے سے جدا کردے گا ÷ اور جگری دوست کو اسکے جگری دوست سے بے خبر کردیگا

لغات: خَلَّى عن سبيلِه: راستہ چھوڑ دینا ...... بني الكفار: منادی ہے ...... نَضْرِبْكم میں بضرورتِ شعری کی وجہ سے ساکن ہے ...... التنزيل: تھوڑا تھوڑا اتارنا، اگر ضمیر نبی ﷺ کی طرف لوٹائی جائے، کیونکہ سبیلہ کی ضمیر آپؐ کی طرف لوٹتی ہے تو معنی ہونگے: نبی ﷺ کا مکہ میں نزول فرمانا، تشریف لانا، مگر شارحین کرام عام طور پر تنزیل سے قرآن مجید کا تھوڑا تھوڑا اتارنا مراد لیتے ہیں، یعنی چونکہ دین اسلام آ گیا ہے، اس لئے ہم تم کو بجائیں گے کیونکہ تم اس کے مقابلہ پر آ گئے ہو ...... الهام: کھوپڑی ...... المَقِيل: قیلولہ کی جگہ، یہاں کھوپڑی کے گردن پر بیٹھنے کی جگہ مراد ہے، یعنی ہم تمہاری گردن سے کھوپڑی کو ہٹا دیں گے، تمہارا سر اڑا دیں گے۔

پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابن رواحہ! نبی ﷺ کے سامنے اور حرم محترم میں آپ اشعار پڑھ رہے ہیں! نبی ﷺ نے فرمایا: خَلِّ عنه يا عُمَرُ! فَهِيَ أَسْرَعُ فيهم مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ: ان کو چھوڑ و عمر! یہ اشعار کفار میں تیر برسانے سے زیادہ کارگر ہیں۔

تشریح: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث اس سند سے غریب ہے، یہ حدیث عبدالرزاق نے جعفر بن سلیمان سے روایت کی ہے، اور یہی حدیث عبدالرزاق: معمر سے بھی روایت کرتے ہیں، اور دونوں کا مضمون یہ ہے کہ عمرۃ القضاء میں نبی ﷺ کے سامنے عبداللہ بن رواحہ اشعار پڑھتے ہوئے چل رہے تھے، مگر دیگر احادیث میں یہ مضمون ہے کہ جب نبی ﷺ عمرۃ القضاء میں مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ آپؐ کے سامنے تھے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بعض محدثین کے نزدیک یہ حدیث اصح ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے، اور عمرۃ القضاء کا واقعہ اس کے بعد کا ہے (مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ امام ترمذی کی بہت بڑی بھول ہے، عمرۃ القضاء کا واقعہ جنگ موتہ سے پہلے کا ہے، عمرۃ القضاء میں زید بن حارثہ، جعفر طیار اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے درمیان حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کے بارے میں نزاع ہوا تھا، جبکہ حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ بھی جنگ موتہ میں شہید ہوئے ہیں)

[۲۸۵۶-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، نا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، نا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ مَكَّةَ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ يَمْشِيْ، وَهُوَ يَقُوْلُ:

خَلُّوْا بَنِيْ الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيْلِهِ ❁ الْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلَى تَنْزِيْلِهِ

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهِ ۞ وَيُذْهِلُ الخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهِ

فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا ابْنَ رَوَاحَةَ! بَيْنَ يَدَىْ رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم، وَفِىْ حَرَمِ اللّٰهِ تَقُوْلُ الشِّعْرَ؟ فَقَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ، فَهِىَ أَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الرَّزَّاقِ هٰذَا الحديثَ أَيْضًا عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ نَحْوَ هٰذَا.

وَرُوِىَ فِىْ غَيْرِ هٰذَا الحديثِ: أَنَّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ مَكَّةَ فِىْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ، وَكَعْبُ بْنُ مَالِكٍ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَهٰذَا أَصَحُّ عِنْدَ بَعْضِ أَهْلِ الْحَدِيْثِ، لِأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ قُتِلَ يَوْمَ مُؤْتَةَ، وَإِنَّمَا كَانَتْ عُمْرَةَ الْقَضَاءِ بَعْدَ ذٰلِكَ.

حدیث (۳): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: کیا نبی ﷺ کوئی شعر استشہاد میں پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار مثال میں پیش کرتے تھے: وَيَأْتِيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ: اور تیرے پاس وہ شخص خبریں لائے گا جس کو تو نے توشہ نہیں دیا۔ پورا شعر اس طرح ہے:

سَتُبْدِىْ لَكَ الْأَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلاً ۞ وَيَأْتِيك بالْأَخْبَارِ من لم تُزَوِّدِ

عنقریب تیرے سامنے لائے گا زمانہ وہ باتیں جس کو تو نہیں جانتا ÷ اور تیرے پاس خبریں لائے گا وہ شخص جس کو تو نے توشہ نہیں دیا۔

یعنی تجربات سے مفت میں تجھے احوال معلوم ہوجائیں گے۔ زمانہ گذرنے کے ساتھ بہت سی باتیں خود بخود معلوم ہوجاتی ہیں۔ اور یہ شعر درحقیقت جاہلی شاعر طرفۃ بن العبد کا ہے، جو سبعہ معلقہ میں دوسرے معلقہ میں ہے، حضرت عائشہؓ نے حضرت حسانؓ سے یہ شعر سنا ہوگا اس لئے ان کی طرف منسوب کردیا۔

[۲۸۵۷-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنَا شَرِيْكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَ: قِيْلَ لَهَا: هَلْ كَانَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم يَتَمَثَّلُ بِشَيْئٍ مِنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ: كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابنِ رَوَاحَةَ، وَيَقُوْلُ: وَيَأْتِيْكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ، وفى الباب: عَنْ ابنِ عَبَّاسٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدیث (۴): نبی ﷺ نے فرمایا: أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا العَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ: أَلَا! كُلُّ شَيْئٍ مَاخَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ: بہترین شعر جو عربوں نے کہا ہے: لبید بن ربیعہ کا شعر ہے: سنو! اللہ کے علاوہ جو کچھ ہے باطل (ناپائدار) ہے۔ پورے اشعار اس طرح ہیں:

أَلَا! كُلُّ شَيْئٍ مَا خَلاَ اللّٰهَ بَاطِلُ ۞ وَكُلُّ نَعِيْمِ الدُّنْيَا لَامَحَالَةَ زَائِلُ

سنو! جوبھی چیز اللہ کے علاوہ ہے وہ ناپائدار ہے ÷ اور دنیا کی ہر نعمت بالیقین زائل ہونے والی ہے۔

نَعِيْمُك فى الدنيا غُرُوْرٌ وَحَسْرَةٌ ۞ وَعَيْشُكَ فى الدنيا مَحَالٌ وَبَاطِلٌ

تیری دنیوی نعمتیں دھوکا اور پچھتاوا ہیں ÷ اور دنیا کا تیرا عیش ناممکن اور باطل ہے

حدیث (۵): حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی ﷺ کے پاس سو مرتبہ سے زیادہ بیٹھا ہوں، آپؐ کے صحابہ ایک دوسرے کو اشعار سناتے تھے، اور جاہلیت کی بہت سی باتیں کرتے تھے، اور نبی ﷺ خاموش رہتے تھے، البتہ کبھی ان کے ساتھ مسکراتے تھے (یعنی نبی ﷺ نے شعراء کے اچھے اشعار سنے ہیں)

[۲۸۵۸-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، نَا شَرِيْكٌ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا العَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيْدٍ: أَلَا كُلُّ شَيْئٍ مَاخَلاَ اللّٰهَ بَاطِلُ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ.

[۲۸۵۹-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ، أَنَا شَرِيْكٌ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: جَالَسْتُ النبيَّ صلى الله عليه وسلم أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ، فَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ، وَيَتَذَاكَرُوْنَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَهُوَ سَاكِتٌ، فَرُبَّمَا يَتَبَسَّمُ مَعَهُمْ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ زُهَيْرٌ عَنْ سِمَاكٍ أَيْضًا.

بابُ ماجاءَ: لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا

اشعار سے پیٹ بھرنے سے بہتر ہے پیپ سے پیٹ بھرنا

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: لَأَنْ يَمْتَلِئَ جوفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا: خَيْرٌ له مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا: یہ بات کہ تم میں سے ایک کا پیٹ پیپ سے بھر جائے یقیناً اس سے بہتر ہے کہ وہ اشعار سے بھر جائے۔

دوسری حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، اس کے الفاظ بھی وہی ہیں جو پہلی حدیث کے ہیں، البتہ اس میں قَيْحًا کی صفت جملہ فعلیہ يَرِيْهِ آئی ہے، جس کے معنی ہیں: ایسی پیپ جو اس کے پیٹ کو خراب کر دے، رَاهَ يَرِيْهُ رَيْهًا: لہریں مارنا، یعنی پیپ کا پیٹ میں جوش مارنا، اور پیٹ کو خراب کر دینا۔

میرا حال: جب میں مظاہر علوم سہارن پور میں طالب علم تھا اور ابھی نابالغ تھا: اس وقت جنون کی حد تک

مشاعرے سننے کا شوق پیدا ہوگیا تھا، اور خود بھی تُک بندی کرتا تھا، واصل تخلص رکھ رکھا تھا، حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب قدس سرہ جو میرے سرپرست تھے، میرے حال سے واقف ہوئے، انھوں نے مجھے بلاکر یہ حدیث سنائی، اس کے بعد میرا حال یہ ہوگیا کہ میں نے وہ سب کاپیاں پھاڑ کر پھینک دیں جن میں مشاعرے لکھ رکھے تھے، اور وہ ہزاروں اشعار جو مجھے یاد تھے رفتہ رفتہ بھول گیا۔ اور اب یہ حال ہوگیا ہے کہ اشعار پڑھتا ہوں تو وزن ٹوٹ جاتا ہے، صحیح شعر نہیں پڑھ سکتا، بلکہ پڑھتے پڑھتے بھول جاتا ہوں، فالحمدللہ علی ذلك، وجزی اللّٰهُ أستاذی خیراً، وغفرَ له، وَبَرَّدَ مضجعَه!

[۱۰۵-] بابُ ماجاءَ: لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا

[۲۸۶۰-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يُوْنُسَ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ مُحمدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِىْ وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا: خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا“ هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۶۱-] حدثنا عِيْسَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عِيْسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرَّمْلِيُّ، نَا عَمِّى يَحْيَى بْنُ عِيْسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِىْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِىْ هريرةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا يَرِيْهِ: خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا“

وفی الباب: عَنْ سَعْدٍ، وَأَبِىْ سَعِيْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِى الدَّرْدَاءِ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

بابُ ماجاءَ فِى الْفَصَاحَةِ وَالْبَيَانِ

فصاحت وبیان کا بیان

کلام میں بناوٹ کرنا، بہ تکلف فصاحت کا مظاہرہ کرنا، گلا پھاڑ پھاڑ کر بولنا، اشعار کی بہتات کرنا اور اس قسم کی دوسری باتوں میں وقت برباد کرنا ایک طرح کا سامان تفریح ہے، جو دین و دنیا سے غافل کرتا ہے، اور تفاخر اور نام ونمود کا باعث بنتا ہے، اس لئے شریعت نے اس کو پسند نہیں کیا۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: إنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ، الذی يَتَخَلَّلُ بلسانه كما تَتَخَلَّلُ البَقَرَةُ: اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے اس فصیح آدمی کو یقیناً نہایت ناپسند کرتے ہیں جو کلام کو زبان سے لپیٹتا ہے، جس طرح گائے گھاس کو زبان سے لپیٹتی ہے۔

لغت: تخَلَّلَ البقرةُ بلِسَانها: گائے کا گھاس کو زبان سے لپیٹنا، تخَلَّلَ الكلامَ بلسانه: آدمی کا منہ پھاڑ پھاڑ

کربات کرنا۔

تشریح: فطری اورخداداد فصاحت وبلاغت نعمتِ خداوندی ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: أنَا أفْصَحُكم: میں تم میں فصیح ترین ہوں، اور آگے روایت آرہی ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی فصاحت وبلاغت میں کمال حاصل تھا، مگر بناوٹ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اس حدیث میں اسی کی برائی ہے، البتہ مشق وتمرین کے مرحلہ میں طالب علم فصیح گفتگو کرنے کی مشق کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

[۱۰۶-] بابُ ماجاءَ فِي الْفَصَاحَةِ وَالْبَيَانِ

[۲۸۶۲-] حدثنا مُحمدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلَى الصَّنْعَانِيُّ، نَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، نَا نَافِعُ بْنُ عُمَرَ الْجُمَحِيُّ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْبَلِيْغَ مِنَ الرِّجَالِ، الَّذِىْ يَتَخَلَّلُ بِلِسَانِهِ كَمَا تَتَخَلَّلُ الْبَقْرَةُ " هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وفى الباب: عَنْ سَعْدٍ.

بابٌ

چند آدابِ زندگی جن کا تذکرہ پہلے آچکا ہے

ابواب الاطعمہ باب ۱۵، حدیث ۱۸۰۶ (تحفہ ۵:۱۵۸) میں یہ حدیث تفصیل سے آئی ہے کہ برتن کو ڈھانک دو، اور مشکیزوں کا منہ باندھ لو، اور دروازے بھیڑ لو، اور بتیاں گل کردو، کیونکہ چھوٹا شرارتی (چوہا) کبھی بتّی گھسیٹتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے، یعنی چوہا کوئی چیز کھینچ کر چولہے میں لاتا ہے، پھر جب وہ جل جاتی ہے تو گھسیٹ کرلے چلتا ہے، اور سارا گھر جلا دیتا ہے۔ اس حدیث کے تمام اجزاء کی تفصیل محولہ بالا مقام میں گذر چکی ہے۔

[۱۰۷-] بابٌ

[۲۸۶۳-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ كَثِيْرِ بْنِ شِنْظِيْرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِى رَبَاحٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: " خَمِّرُوْا الآنِيَةَ، وَأَوْكُوْا الأَسْقِيَةَ، وَأَجِيْفُوْا الأَبْوَابَ، وَأَطْفِئُوْا الْمَصَابِيْحَ، فَإِنَّ الْفُوَيْسَقَةَ رُبَّمَا جَرَّتِ الْفَتِيْلَةَ، فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ الْبَيْتِ "

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، قَدْ رُوِىَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم.

بابٌ

خوش حالی اور خشک سالی میں سفر کرنے کا طریقہ

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: إِذَا سَافَرْتُمْ فِی الخِصْبِ، فَأَعْطُوْا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ: جب آپ لوگ خوش حالی میں سفر کریں تو اونٹوں کو زمین سے ان کا حصہ دو، یعنی اونٹوں کو چراتے ہوئے سفر کرو۔ وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِی السَّنَةِ فَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا: اور جب قحط سالی کے زمانہ میں سفر کرو تو اونٹوں کے ساتھ سبقت کرو ان کی نلی کے گھی سے، یعنی جلدی سفر پورا کرو، تاکہ اونٹ نہایت دبلے نہ ہو جائیں، اور ان کی نلیوں کا گھی ختم نہ ہو جائے، کیونکہ جب وہ گھر پہنچیں گے تبھی ان کو چارہ ملے گا (النِّقْی: ہڈی کا گودا، جمع أَنْقَاءٌ۔ اور بها کی ضمیر الإبل کی طرف لوٹتی ہے) وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوْا الطَّرِيْقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَابِّ، وَمَأْوَى الهَوَامِّ بِاللَّيْلِ: اور جب رات کے آخری حصہ میں آرام کے لئے پڑاؤ ڈالو تو راستہ سے بچو، یعنی راستہ سے ہٹ کر پڑاؤ ڈالو، کیونکہ راستے رات میں چوپایوں کی راہیں اور زہریلے کیڑوں کا ٹھکانہ ہیں (رات میں شیر وغیرہ راستوں سے گذرتے ہیں اور سانپ بچھو راستہ پر آکر پڑ جاتے ہیں، اس لئے راستہ سے ہٹ کر آرام کرو)

[۱۰۸-] بابٌ

[۲۸۶۴-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ مُحمدٍ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِیْ صَالِحٍ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ أَبِیْ هريرةَ: أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "إِذَا سَافَرْتُمْ فِی الخِصْبِ، فَأَعْطُوْا الإِبِلَ حَظَّهَا مِنَ الْأَرْضِ، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِی السَّنَةِ فَبَادِرُوْا بِهَا نِقْيَهَا، وَإِذَا عَرَّسْتُمْ فَاجْتَنِبُوْا الطَّرِيْقَ، فَإِنَّهَا طُرُقُ الدَّوَّابِّ، وَمَأْوَى الْهَوَامِّ بِاللَّيْلِ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفی الباب: عَنْ أَنَسٍ وَجَابِرٍ.

بابٌ

سپاٹ چھت پر سونے کی ممانعت

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے اس بات سے منع کیا کہ آدمی ایسی چھت پر سوئے جس پر کوئی روک نہ ہو۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی گھر کی ایسی چھت پر رات میں سوئے جس پر رکاوٹ نہ ہو تو اللہ کی ذمہ داری ختم ہوگئی (مشکوٰۃ حدیث ۴۷۲۰) اور منڈیر بغیر کی چھت پر رات میں سونے کی ممانعت اس اندیشہ سے ہے کہ

آدمی کی آنکھ کھلے اور وہ چل دے، اور رات کی تاریکی اور نیند کی غفلت میں وہ چھت سے نیچے گر جائے، پس اس نے خود کو ہلاک کیا، جبکہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''اپنے ہاتھوں یعنی باختیار خود ہلاکت میں نہ پڑو'' (سورۃ البقرہ آیت ۱۹۵) اس شخص نے اللہ کے اس حکم پر عمل نہیں کیا، اس لئے اگر وہ گر کر ہلاک ہوجائے، یا چوٹ کھائے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔

[۱۰۹-] بابٌ

[۲۸۶۵-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ، نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ مُحمدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: نَهَى رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنْ يَنَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَيْهِ.

هٰذَا حديثٌ غريبٌ، لَانَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيْثِ مُحمدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَعَبْدِ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَرَ الْأَيْلِيُّ يُضَعَّفُ.

وعظ کہنے میں لوگوں کے نشاط کا خیال رکھا جائے

اس حدیث پر باب نہیں ہے، مگر ہونا چاہئے، کیونکہ یہ حدیث مستقل مضمون ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كان رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ، مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا: نبی ﷺ نصیحت کے ذریعہ وقفہ وقفہ سے ہماری نگہداشت (ذہنی تربیت) کیا کرتے تھے، ہمارے اکتا جانے کے اندیشہ سے (ہمارے دلوں کے اچاٹ ہوجانے کے ڈر سے)

لغات: تَخَوَّلَه بِالْمَوْعِظَةِ: نصیحت سے کسی کی نگہداشت کرنا، ذہنی تربیت کرنا...... في الأيام: الموعظةِ کی صفت ہے، أي بالموعظةِ الكائنةِ في الأيّام: یعنی روز روز وعظ نہیں کہا کرتے تھے، بلکہ وقفہ وقفہ سے وعظ کہتے تھے...... سَئِمَ (س) سَآمًا وَسَآمَةً: دل اچاٹ ہونا، اکتانا، طبیعت کا گھبرانا۔ مَخَافَةَ السَّآمَةِ (مرکب اضافی) يَتَخَوَّلُنَا کا مفعول لہ ہے، اور السَّآمة: المَلاَلَةُ کے وزن پر اور اس کے ہم معنی ہے...... اور علینا: السَّآمة سے متعلق بھی ہوسکتا ہے، اور السَّآمَةُ کی صفت بھی بن سکتا ہے، أي مَخَافَةَ السَّآمَة الطارية علينا، اور حال اور محذوف سے متعلق بھی ہوسکتا ہے۔

[۲۸۶۶-] حدثنا مَحمودُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوْ أَحْمَدَ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: كَانَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ، مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا يَحْيىَ بْنُ سَعِيْدٍ، نَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، ثَنِيْ شَقِيْقُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ نَحْوَهُ.

بابٌ

اللہ تعالیٰ کو وہ عمل پسند ہے جو مسلسل کیا جائے، اگرچہ تھوڑا ہو

حدیث (۱): حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ نبی ﷺ کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا؟ دونوں نے جواب دیا: مَادِيْمَ عليه، وَإِنْ قَلَّ: جو عمل پابندی سے کیا جائے، اگرچہ وہ تھوڑا ہو۔

حدیث (۲): حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كان أَحَبُّ العَمَلِ إلى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَادِيْمَ عليه: نبی ﷺ کو سب سے زیادہ وہ عمل پسند تھا جس کو پابندی سے کیا جائے (کیونکہ قطرہ قطرہ دریا شود، اور کنکر کنکر پہاڑ شود، اور جوش میں بہت سارا عمل کرنا پھر سست پڑ جانا: اس خرگوش کا عمل ہے جو راستہ میں سو گیا تھا، اور منزل پر نہیں پہنچ سکا تھا۔ پس عبادت گذاروں کو تسلسل کے ساتھ عبادت کرنی چاہئے اور طلبہ کو پابندی سے مطالعہ کرنا چاہئے۔

[۱۱۰-] بابٌ

[۲۸۶۷-] حدثنا أَبُوْ هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ، نَا ابْنُ فُضَيْلٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ، قَالَ: سُئِلَتْ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ: أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم؟ قَالَتَا: مَادِيْمَ عَلَيْهِ، وَإِنْ قَلَّ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

[۲۸۶۸-] وَقَدْ رُوِىَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى رسولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مَادِيْمَ عَلَيْهِ.

حدثنا هَارُوْنُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، نَا عَبْدَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ، هٰذَا حديثٌ صحيحٌ.
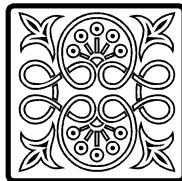
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

أبوابُ الأَمْثَالِ

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

معقول کو محسوس بنا کر پیش کرنا

أمثال: مَثَلَ (بفتحتین) کی جمع ہے، یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال کیا جاتا ہے:

۱- بمعنی مِثْل (بکسرٍ فسکونٍ) یعنی مانند، جیسے: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا﴾ جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کا دس گنا بدلہ ملے گا (الانعام آیت ۱۶۰)

۲- حالت اور حالتِ عجیبہ، جیسے: ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ اس باغ کا حال جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے (سورۃ الرعد آیت ۳۷ سورۂ محمد آیت ۱۵) اور ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى فِی السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ اور اللہ ہی کی شان برتر ہے آسمان وزمین میں (الروم ۲۷)

۳- معقول کو محسوس بنا کر پیش کرنا (تقریبُ المعقول مِن المحسوس) قرآن وحدیث میں عام طور پر یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، قرآن کریم میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، اور ان ابواب کی تمام حدیثوں میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے۔

معنویات کو محسوس کر کے پیش کرنا مشکل امر ہے، قرآن کریم میں بے شمار حقائق کو محسوس مثالوں کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے، جیسے نفاق ایک معنوی چیز ہے، وہ دل کی کیفیت کا نام ہے، مگر سورۃ البقرۃ (آیات ۱۷-۲۰) میں اس معنوی حقیقت کو دو محسوس مثالوں کے ذریعے سمجھایا گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہیں، مگر نبی ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا خصوصی ملکہ عنایت فرمایا تھا، آپؐ بے شمار حقائق کو محسوس مثالوں کے ذریعہ عام فہم بنا دیتے تھے، اس باب کی حدیثیں اس کی شاہد عدل ہیں۔

اور حدیث کی کتابوں میں أبواب الأمثال علحدہ کر کے اس لئے بیان کئے جاتے ہیں کہ وارثینِ انبیاء یعنی علماء یہ فن سیکھیں، وہ بھی معنویات کو محسوس طور پر بیان کریں، تاکہ دقیق مضامین عام لوگوں کے لئے بھی قابل فہم بن

جائیں۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ ابواب بہت مختصر لکھے ہیں، آپؒ ان ابواب میں صرف وہ حدیثیں لائے ہیں جن میں لفظ مِثْل یا اس کی جمع أَمثال آئی ہے، حالانکہ معقول کو محسوس بنانے کے لئے اس لفظ کا استعمال ضروری نہیں، جیسے: دارقطنی کی روایت ہے: إِيَّاكُمْ وَخَضْرَاءَ الدِّمَن: کوڑی کے سبزہ سے بچو! پوچھا گیا: یارسول اللہ! کوڑی کا سبزہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: المرأَةُ الحَسْنَاءُ في المَنْبتِ السَّوْءِ: برے خاندان کی گوری عورت! برسات میں کوڑی پر سبزہ لہلہاتا ہے، مگر اس کے نیچے گندگی ہوتی ہے، یہی حال نکمے خاندان کی گوری عورت کا ہے، پس اگر لفظ مِثْل اور أمثال سے قطع نظر کرکے روایات جمع کی جائیں تو یہ ابواب بہت طویل ہوسکتے ہیں۔

بابُ ماجاءَ فِي مَثَلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِعِبَادِهِ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے ایک مثال بیان فرمائی

مثال: ایک سیدھا راستہ ہے، اس کی دونوں جانبوں میں دیواریں ہیں، اور دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں، اور دروازوں پر منقش پردے پڑے ہوئے ہیں، یہ سیدھا راستہ ''اسلام'' ہے، اور اس کی دونوں جانبوں میں کھڑی دیواریں حدود اللّٰه (اللہ کے دین کی سرحدیں) ہیں، اور ان میں گمراہی کے دروازے ہیں، یعنی خواہشات میں بہہ جانے کے مواقع ہیں، اور ان پر منقش پردے پڑے ہوئے ہیں، یعنی وہ خواہشات دل لبھانے والی ہیں، جب مؤمن بندہ اس راستہ میں داخل ہوتا ہے تو راستہ کے سرے (چیک پوسٹ) پر ایک شخص نصیحت کرتا ہے کہ سیدھے چلے جاؤ، دائیں بائیں نہ مڑنا، اور کوئی پردہ نہ اٹھانا، ورنہ آپ گمراہ ہوجائیں گے، یہ ناصح اللہ کی کتاب ''قرآنِ کریم'' ہے، جو اس مؤمن کو جو صراطِ مستقیم پر چلنا چاہتا ہے واضح طور پر سمجھا دیتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل (آیت ۹) میں ہے: ﴿إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ أَقْوَمُ﴾: یہ قرآن بلاشبہ ایسے طریقے کی راہ نمائی کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے، یعنی اسلام کی راہ نمائی کرتا ہے۔ پھر جب بندہ اس راستہ میں داخل ہوتا ہے تو راستہ کے دوسرے سرے پر ایک اور شخص ہے جو پکار کر کہتا ہے: اے بندۂ خدا! سیدھا چلا آ، دائیں بائیں نہ دیکھ، ورنہ گمراہ ہوجائے گا، یہ شخص جو راستہ کے دوسرے سرے پر کھڑا پکار رہا ہے یہ ''مؤمن کا ضمیر'' ہے۔ پھر جب بندہ راستہ سے پار ہوجاتا ہے تو آگے جنت کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی: ایک سیدھا راستہ ہے (صراطا: مَثَل سے بدل ہے) راستہ کی دونوں جانبوں میں دو دیواریں ہیں (زُور: درحقیقت سُوْر تھا، س کو ز سے بدلا ہے) ان دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں (اور) دروازوں پر (منقش) پردے پڑے ہوئے ہیں، اور ایک پکارنے والا راستہ کے سرے (چیک پوسٹ) پر پکارتا ہے (یہ داعی اللہ کی کتاب ہے) اور ایک دوسرا داعی اس سے اوپر پکار رہا ہے (یعنی راستہ

کے دوسرے سرے پر کھڑا پکار رہا ہے (یہ داعی مؤمن کا ضمیر ہے) اور اللہ تعالیٰ دار السلام (جنت) کی طرف بلا رہے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ سب انتظام اس لئے کیا ہے کہ اللہ کے بندے جنت میں جائیں) اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں (یعنی سب بندے جنت میں نہیں پہنچتے، بلکہ جسے توفیق ملتی ہے وہی جنت میں پہنچتے ہیں) اور وہ دروازے جو راستہ کی دونوں جانبوں میں ہیں، وہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں (ان حدود سے باہر جانے کی اجازت نہیں، جو شخص اس حد سے باہر ہوجاتا ہے تو وہ فاسق کہلاتا ہے) پس کوئی شخص اللہ کی حدود (حرام کاموں) میں واقع نہیں ہوتا جب تک پردہ نہ کھولے۔ اور جو شخص راستہ کے اوپر سے بلا رہا ہے وہ مؤمن کے لئے پروردگار کی طرف سے ناصح ہے (اسی کو میں نے ''مؤمن کے ضمیر'' سے تعبیر کیا ہے)

بسم الله الرحمن الرحيم

أبوابُ الأمثال

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

[١-] بابُ ماجاءَ فِي مَثَلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لِعِبَادِهِ

[٢٨٦٩-] حدثنا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، نَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ، عَنْ بَحِيْرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ الْكِلَابِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم:'' إِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ مَثَلاً: صِرَاطًا مُسْتَقِيْمًا، عَلَى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ زُوْرَانِ، لَهُمَا أَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ، عَلَى الْأَبْوَابِ سُتُوْرٌ، وَدَاعٍ يَدْعُوْ عَلَى رَأْسِ الصِّرَاطِ، وَدَاعٍ يَدْعُوْ فَوْقَهُ، وَاللّٰهُ يَدْعُوْ إِلَى دَارِ السَّلَامِ، وَيَهْدِيْ مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ، وَالْأَبْوَابُ الَّتِيْ عَلَى كَنَفَيِ الصِّرَاطِ: حُدُوْدُ اللّٰهِ، فَلَا يَقَعُ أَحَدٌ فِيْ حُدُوْدِ اللّٰهِ حَتَّى يَكْشِفَ السِّتْرَ، وَالَّذِيْ يَدْعُوْ مِنْ فَوْقِهِ: وَاعِظُ رَبِّهِ''

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، يَقُوْلُ: سَمِعْتُ زَكَرِيَّا بْنَ عَدِيٍّ، يَقُوْلُ: قَالَ أَبُوْ إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ: خُذُوْا عَنْ بَقِيَّةَ مَا حَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ، وَلَا تَأْخُذُوْا عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَيَّاشٍ مَا حَدَّثَكُمْ عَنِ الثِّقَاتِ، وَلَا غَيْرِ الثِّقَاتِ.

وضاحت: امام عبداللہ دارمیؒ نے ابواسحاق فزاریؒ کا قول نقل کیا ہے کہ بقیۃ بن الولید کی وہ حدیثیں لو جو وہ ثقہ راویوں سے بیان کریں، اور اسماعیل بن عیاش کی کوئی روایت نہ لو، خواہ ان کا استاذ ثقہ ہو یا غیر ثقہ (ان دونوں راویوں کے بارے میں تفصیل پہلے (تحفہ ۱: ۳۶۰) میں گذر چکی ہے)

فرشتوں نے نبی ﷺ کی ایک مثال بیان کی

حدیث (۱): حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے، اور فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا: گویا حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے سر کے پاس اور حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پیروں کے پاس ہیں، ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے: آپ ﷺ کے لئے کوئی مثال بیان کرو، دوسرے نے (مجھ سے) کہا: سماعت فرمائیں! اللہ کرے آپؐ کا کان سنے! اور سمجھیں! اللہ کرے آپؐ کا دل سمجھے!

مثال: آپؐ کا اور آپؐ کی امت کا حال اس بادشاہ کے حال جیسا ہے جس نے کوئی حویلی بنائی، پھر اس میں ایک ہال تیار کیا، پھر اس ہال میں دعوت کا انتظام کیا، پھر ایک قاصد روانہ کیا، جو لوگوں کو کھانے پر بلائے، پس کچھ لوگوں نے قاصد کی بات مانی، اور کچھ لوگوں نے اس کو نظر انداز کر دیا۔

تطبیق: پس اللہ تعالیٰ: بادشاہ ہیں، اور حویلی: دین اسلام ہے، اور ہال: جنت ہے، جس میں دسترخوان بچھا ہوا ہے، اور آپؐ (ﷺ) اللہ کے قاصد ہیں، جو شخص آپؐ کی بات پر لبیک کہے گا: دائرۂ اسلام میں آئے گا، اور جو اسلام میں داخل ہوگا جنت میں جائے گا، اور جو جنت میں جائے گا جنت کی نعمتیں کھائے گا۔

تشریح: کَأَنَّ جبرئیلَ: حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اور بھی فرشتے تھے، جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی آئندہ روایت میں آرہا ہے...... اِسْمَعْ اور اِعْقِلْ: نبی ﷺ سے خطاب ہے، اور سَمِعَتْ أُذُنُكَ اور عَقَلَ قَلْبُكَ: دعائیہ جملے ہیں...... الدار: حویلی، بڑا مکان، جس میں بہت سے کمرے ہوں، اور البیت: حویلی کا کوئی خاص کمرہ، جیسے درمیان کا بڑا ہال۔

[۲۸۷۰-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيْدَ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ أَبِيْ هِلَالٍ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا، فَقَالَ: " إِنِّي رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّ جِبْرَئِيْلَ عِنْدَ رَأْسِيْ، وَمِيْكَائِيْلَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، يَقُوْلُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ: اضْرِبْ لَهُ مَثَلًا، فَقَالَ: اسْمَعْ، سَمِعَتْ أُذُنُكَ! وَاعْقِلْ، عَقَلَ قَلْبُكَ! إِنَّمَا مَثَلُكَ وَمَثَلُ أُمَّتِكَ، كَمَثَلِ مَلِكٍ اتَّخَذَ دَارًا، ثُمَّ بَنَى فِيْهَا بَيْتًا، ثُمَّ جَعَلَ فِيْهَا مَائِدَةً، ثُمَّ بَعَثَ رَسُوْلًا يَدْعُو النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ، فَمِنْهُمْ مَنْ أَجَابَ الرَّسُوْلَ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَرَكَهُ، فَاللّٰهُ هُوَ الْمَلِكُ، وَالدَّارُ: الإِسْلَامُ، وَالْبَيْتُ: الجَنَّةُ، وَأَنْتَ يَامُحمدُ! رَسُوْلٌ، مَنْ أَجَابَكَ: دَخَلَ الإِسْلَامَ، وَمَنْ دَخَلَ الإِسْلَامَ: دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّةَ: أَكَلَ مَا فِيْهَا "

هٰذَا حديثٌ مُرْسَلٌ، سَعِيْدُ بْنُ أَبِيْ هِلَالٍ لَمْ يُدْرِكْ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، وفي الباب: عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الحديثُ عَنِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ بِإِسْنَادٍ أَصَحَّ مِنْ هٰذَا.

وضاحت: اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے، سعید بن ابی ہلال کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے لقا اور سماع نہیں (مگر یہ حدیث دوسری سند سے بخاری شریف (حدیث ۷۲۸۱ کتاب الاعتصام باب ۲) میں ہے)

لیلۃ الجن کا واقعہ اور فرشتوں کی بیان کی ہوئی مثال

حدیث (۳): حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (مکی دور میں ایک مرتبہ) نبی ﷺ نے عشا کی نماز پڑھی، پھر آپؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، پس عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ پکڑا، یہاں تک کہ آپؐ ان کو مکہ کے پتھریلی میدان کی طرف لے گئے، پس آپؐ نے ان کو بٹھایا، اور ان پر ایک خط کھینچا، پھر فرمایا: ''آپ ہرگز اپنے خط سے نہ نکلیں، پس بیشک شان یہ ہے کہ آپؓ کے پاس کچھ مرد آئیں گے، آپ ان سے بات نہ کریں، کیونکہ وہ بھی آپ سے بات نہیں کریں گے''

پھر نبی ﷺ جہاں آپؐ نے چاہا تشریف لے گئے، پس دریں اثنا کہ میں اپنے خط میں تھا اچانک میرے پاس کچھ مرد آئے، جیسے وہ ''جاٹ'' ہیں (یہ قوم سوڈان اور ہندوستان میں بستی ہے) ان کے بال اور ان کے جسم (اگر یہ دونوں منصوب بنزع خافض ہیں تو ان کا مطلب یہ ہے کہ ان کے بال اور جسم جاٹوں جیسے تھے۔ اور اگر مرفوع اور مبتدا ہیں تو خبر محذوف ہوگی، أي أَشْعَارُهم وأَجْسَامُهم مَثَلُ الزُّطِّ: مطلب اس صورت میں بھی وہی ہے کہ ان کے بال اور ان کے جسم جاٹوں جیسے تھے) نہیں دیکھتا میں ننگا پا، اور نہیں دیکھتا میں کھال (یعنی انھوں نے اگرچہ کپڑے نہیں پہن رکھے تھے، مگر ان کا ستر اور ان کی کھال نظر نہیں آرہی تھی) وہ لوگ میرے پاس پہنچے، مگر خط سے آگے نہیں بڑھے، پھر وہ نبی ﷺ کی طرف گئے یہاں تک کہ جب رات آخر ہوگئی (پھر بھی وہ لوگ نہیں لوٹے) لیکن نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے، جبکہ میں بیٹھا ہوا تھا، آپؐ نے فرمایا: ''واقعہ یہ ہے کہ دکھلایا گیا میں اس رات سے'' (یعنی میں یہ پوری رات نہیں سویا) پھر آپؐ میرے پاس لکیر میں داخل ہوئے، اور میری ران کو تکیہ بنا کر سو گئے۔ اور نبی ﷺ جب سوتے تھے تو خراٹے لیتے تھے (یہاں تک لیلۃ الجن کا واقعہ ہے جس کا تذکرہ پہلے (تحفہ ۱:۳۴۷ میں) آچکا ہے) پس دریں اثنا کہ میں بیٹھا ہوا تھا، اور نبی ﷺ میری ران کو تکیہ بنا کر سوئے ہوئے تھے: اچانک میرے پاس کچھ مرد آئے، جنھوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، اس خوبصورتی کو جو ان کے ساتھ تھی (یعنی وہ لوگ نہایت خوبصورت تھے) پس وہ میرے پاس پہنچے، ان میں سے ایک جماعت نبی ﷺ کے پاس بیٹھی، اور ان میں سے دوسری جماعت آپؐ کے پیروں کے پاس بیٹھی (یہ فرشتے تھے اور ان میں جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام بھی تھے، جیسا کہ اس سے پہلی روایت میں آیا ہے) پھر انھوں نے آپس میں کہا: ہم نے کبھی کوئی بندہ ایسا نہیں دیکھا جو دیا گیا ہو ان کمالات کے مانند جو یہ نبی ﷺ دیئے گئے ہیں، ان کی دونوں

آنکھیں سوتی ہیں، مگران کا دل بیدار ہے، ان کی کوئی مثال بیان کرو:

مثال: آپؐ کا حال اس آقا کے حال جیسا ہے جس نے کوئی حویلی بنائی، پھر دعوت کا انتظام کیا، اور لوگوں کو اپنے کھانے اور پینے کی طرف بلایا، پس جس نے اس کی دعوت پر لبیک کہا اس نے اس کے کھانے میں سے کھایا، اور اس کے پینے میں سے پیا، اور جس نے اس کی دعوت پر لبیک نہیں کہا، تو آقا نے عاقَبَہ: اس کو سزا دی، یا فرمایا: عَذَّبَہ: اس کو سزا دی، پھر وہ حضرات چلے گئے۔

اور اس وقت نبی ﷺ بیدار ہوئے، آپؐ نے فرمایا: ''میں نے وہ باتیں سنیں جو ان حضرات نے کہیں، اور کیا تم جانتے ہو: وہ لوگ کون تھے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''وہ فرشتے تھے، اور کیا تم جانتے ہو اس مثال کو جو ان حضرات نے بیان کی؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: ''وہ مثال جو ان حضرات نے بیان کی (یہ ہے:)

تطبیق: اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی، اور اس کی طرف اپنے بندوں کو دعوت دی، پس جس نے اس دعوت پر لبیک کہا: وہ جنت میں آیا، اور جس نے اس دعوت پر لبیک نہیں کہا: عَاقَبَہ: اللہ نے اس کو سزا دی، یا فرمایا: عَذَّبَہ: اللہ نے اس کو سزا دی۔

[۲۸۷۱-] حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا مُحمدُ بْنُ أَبِی عَدِیٍّ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَیْمُوْنٍ، عَنْ أَبِیْ تَمِیْمَةَ الْهُجَیْمِیِّ، عَنْ أَبِیْ عُثْمَانَ، عَنْ ابنِ مَسْعُوْدٍ، قَالَ: صَلَّی رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم العِشَاءَ، ثُمَّ انْصرَفَ، فَأَخَذَ بِیَدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، حَتَّی خَرَجَ بِهِ إِلَی بَطْحَاءِ مَكَّةَ، فَأَجْلَسَهُ، ثُمَّ خَطَّ عَلَیْهِ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: "لاتَبْرَحَنَّ خَطَّكَ، فَإِنَّهُ سَیَنْتَهِیْ إِلَیْكَ رِجَالٌ، فَلاَ تُكَلِّمْهُمْ، فَإِنَّهُمْ لَنْ یُكَلِّمُوْكَ"

ثُمَّ مَضَی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم حَیْثُ أَرَادَ، فَبَیْنَا أَنَا جَالِسٌ فِیْ خَطِّی إِذْ أَتَانِیْ رِجَالٌ كَأَنَّهُمُ الزُّطُّ: أَشْعَارُهُمْ وَأَجْسَامُهُمْ، لا أَرَی عَوْرَةً، وَلاَ أَرَی قِشْرًا، وَیَنْتَهُوْنَ إِلَیَّ، وَلاَیُجَاوِزُوْنَ الْخَطَّ، ثُمَّ یَصْدُرُوْنَ إِلَی رسولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، حَتَّی إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ، لٰكِنَّ رسولَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَدْ جَاءَ نِیْ، وَأَنَا جَالِسٌ، فَقَالَ: "لَقَدْ أُرَانِیْ مُنْذُ اللَّیْلَةَ" ثُمَّ دَخَلَ عَلَیَّ فِیْ خَطِّی، فَتَوَسَّدَ فَخِذِیْ، فَرَقَدَ، وَكَانَ رسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم إِذَا رَقَدَ نَفَخَ.

فَبَیْنَا أَنَا قَاعِدٌ وَرسولُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم مُتَوَسِّدٌ فَخِذِیْ، إِذَا أَنَا بِرِجَالٍ، عَلَیْهِمْ ثِیَابٌ بِیْضٌ، اللّٰهُ أَعْلَمُ مَا بِهِمْ مِنَ الْجَمَالِ، فَانْتَهَوْا إِلَیَّ، فَجَلَسَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ رَأْسِ رسولِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم، وَطَائِفَةٌ مِنْهُمْ عِنْدَ رِجْلَیْهِ، ثُمَّ قَالُوْا بَیْنَهُمْ: مَا رَأَیْنَا عَبْدًا قَطُّ أُوْتِیَ مِثْلَ مَا أُوْتِیَ هٰذَا النبیُّ صلی الله علیه وسلم، إِنَّ عَیْنَیْهِ تَنَامَانِ، وَقَلْبُهُ یَقْظَانُ، اضْرِبُوْا لَهُ مَثَلاً:

مَثَلُ سَيِّدٍ بَنَى قَصْراً، ثُمَّ جعَلَ مَائِدَةً، فَدَعَا النَّاسَ إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ، فَمَنْ أَجَابَهُ أَكَلَ مِنْ طَعَامِهِ، وَشَرِبَ مِنْ شَرَابِهِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ، أَوْ قَالَ: عَذَّبَهُ، ثُمَّ ارْتَفَعُوْا.

وَاسْتَيْقَظَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ ذٰلِكَ، فَقَالَ: سَمِعْتُ مَاقَالَ هٰؤُلاَءِ، وَهَلْ تَدْرِيْ مَنْ هُمْ؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: هُمُ الْمَلاَئِكَةُ، فَتَدْرِيْ مَا الْمَثَلُ الَّذِيْ ضَرَبُوْهُ؟ فَقُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: المَثَلُ الَّذِيْ ضَرَبُوْهُ:

الرَّحْمٰنُ: بَنَى الْجَنَّةَ، وَدَعَى إِلَيْهَا عِبَادَهُ، فَمَنْ أَجَابَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَمْ يُجِبْهُ عَاقَبَهُ أَوْ: عَذَّبَهُ"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ، وَأَبُوْ تَمِيْمَةَ: اسْمُهُ طَرِيْفُ بْنُ مُجَالِدٍ، وَأَبُوْ عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ: اسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مِلٍّ، وَسُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ: قَدْ رَوَى هٰذَا الحديثَ عَنْهُ مُعْتَمِرٌ، وَهُوَ سُلَيْمَانُ بْنُ طَرْخَانَ، وَلَمْ يَكُنْ تَيْمِيًّا، وَإِنَّمَا كَانَ يَنْزِلُ فِي بَنِي تَيْمٍ، فَنُسِبَ إِلَيْهِمْ، قَالَ عَلِيٌّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ: مَا رَأَيْتُ أَخْوَفَ لِلّٰهِ مِنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ.

وضاحت: یہ حدیث مسند احمد اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی ہے، اور اس کے راوی ابوتمیمہ کا نام طریف بن مجالد ہے، اور اس کے بعد کے راوی ابوعثمان نہدی کا نام عبدالرحمٰن بن ملّ (میم پر تینوں اعراب) ہے، اور یہ حدیث ابوتمیمہ ھجیمی سے معتمر بن سلیمان نے بھی اپنے ابا کے واسطے سے روایت کی ہے یہ حدیث مسند احمد (۳۹۹:۱) میں ہے، اور معتمر کے ابا کا نام: سلیمان بن طرخان تیمی ہے، اور وہ قبیلہ تیم کے نہیں تھے، بلکہ بنوتیم میں فروکش ہوگئے تھے، اس لئے ان کی طرف منسوب کئے گئے، اور امام یحییٰ قطان فرماتے ہیں: ما رأيتُ أَخْوَفَ للّٰهِ من سليمان التيميِّ: میں نے سلیمان تیمی رحمہ اللہ سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا، یعنی یہ اللہ کے نیک بندے تھے۔

ملحوظہ: حدیث کے بعد کی عبارت ہمارے نسخوں میں صحیح نہیں، میں نے مصری نسخہ سے عبارت کی تصحیح کی ہے۔

بابُ ماجاءَ: مَثَلُ النَّبِيِّ وَالأَنْبِيَاءِ صلى الله عليه وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ وَسَلَّمَ

نبی ﷺ نے اپنی اور دوسرے انبیاء کی مثال بیان فرمائی

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرا حال اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا حال اس آدمی جیسا ہے جس نے کوئی حویلی بنائی، پس اس کو مکمل کیا، اور اس کو شاندار بنایا، مگر ایک اینٹ کی جگہ (خالی تھی) پس لوگ اس حویلی میں آنے لگے، اور اسے حیرت سے دیکھنے لگے، اور کہنے لگے: ایک اینٹ کی جگہ کیوں نہیں (بھری گئی؟!)

تطبیق: وہ شخص جس نے حویلی بنائی: اللہ تعالیٰ ہیں، اور حویلی: دین اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اور اس کی اینٹیں انبیاء کرام علیہم السلام کی مبارک شخصیات ہیں، لوگ یہ قصر نبوت دیکھتے تھے، اور حیرت

زدہ رہ جاتے تھے، اور تبصرہ کرتے تھے کہ حویلی بڑی شاندار ہے! مگر جب وہ دیکھتے کہ ابھی ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے تو وہ کہتے: یہ جگہ کیوں نہیں بھری گئی؟ کاش یہ بھی بھر جاتی! نبی ﷺ نے فرمایا: وہ آخری اینٹ میں ہوں، مجھ پر سلسلۂ نبوت پورا ہو گیا، اب قصر نبوت میں کسی اینٹ کی گنجائش نہیں، اب اگر کوئی جھوٹی نبوت کا دعوی کرتا ہے تو وہ قصر نبوت کی شان گھٹاتا ہے۔

[٢-] بابُ ماجاءَ: مَثَلُ النَّبِیِّ وَالْأَنْبِیَاءِ صلی اللہ علیہ وَعَلَیْھِمْ أَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ

[٢٨٧٢-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِیْلَ، نَا مُحمدُ بْنُ سِنَانٍ، نَا سَلِیْمُ بْنُ حَیَّانَ، نَا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: " إِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْأَنْبِیَاءِ کَرَجُلٍ بَنَی دَارًا، فَأَکْمَلَھَا وَأَحْسَنَھَا، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ، فَجَعَلَ النَّاسُ یَدْخُلُوْنَھَا، وَیَتَعَجَّبُوْنَ مِنْھَا، وَیَقُوْلُوْنَ: لَوْلَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ! "

وفی الباب: عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَةَ، وَأُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ، ھٰذَا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ غریبٌ مِنْ ھٰذَا الْوَجْهِ.

بابُ ماجاء مَثَلُ الصَّلاَةِ وَالصِّیَامِ وَالصَّدَقَةِ

شرک، نماز، روزہ، صدقہ اور ذکر اللہ کی مثالیں

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ ان پر عمل کریں، اور بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ ان پر عمل کریں، اور بیشک یحییٰ علیہ السلام قریب تھے کہ ان باتوں (کے بتانے) میں دیر کرتے (یہاں کاد محلِ اثبات میں ہے، جو فعل کی نفی کرتا ہے، یعنی ابھی دیر نہیں کی تھی) پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے، تاکہ آپ ان پر عمل کریں، اور بنی اسرائیل کو حکم دیں کہ وہ ان پر عمل کریں، پس یا تو آپ ان کو حکم دیں یا میں ان کو حکم دونگا۔

یحییٰ علیہ السلام نے کہا: اگر آپ نے مجھ سے یہ باتیں بتانے میں سبقت کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ مجھے زمین میں دھنسا دیا جائے، یا فرمایا: مجھے سزا دی جائے، یعنی آپ یہ باتیں نہ بتائیں، میں ہی بتاؤں گا، چنانچہ آپ نے لوگوں کو بیت المقدس میں جمع کیا، پس مسجد بھر گئی، اور لوگ بالکنیوں میں بیٹھے (الشُّرَف: الشُّرْفَة کی جمع ہے: بالکنی، گیلری، عمارت کے اندر نکلا ہوا چھوٹا سا حصہ جہاں سے عمارت کو دیکھا جا سکے) پس یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے تاکہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور آپ لوگوں کو بھی ان کا حکم دوں، تاکہ آپ لوگ بھی ان پر عمل کریں۔

ان میں سے پہلی مثال: یہ ہے کہ آپ لوگ اللہ کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں، اور اس شخص کی مثال جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس شخص جیسی ہے جس نے کوئی غلام اپنے ذاتی مال سے: سونے یا چاندی سے خریدا، پس اس نے (غلام سے) کہا: یہ میرا گھر ہے، اور یہ میرا کام ہے، پس تو کام کر، اور آمدنی مجھے دے، پس وہ کام کرنے لگا، اور آمدنی اپنے آقا کے علاوہ کو دینے لگا، بتاؤ تم میں سے کون راضی ہوگا کہ اس کا غلام ایسا کرے؟

دوسری بات: اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں نماز کا حکم دیا ہے، پس جب تم نماز پڑھو تو ادھر اُدھر نہ جھانکو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نماز میں اپنا چہرہ اس کے چہرہ کے سامنے کر دیتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جب تک وہ ادھر اُدھر نہ جھانکے۔

تیسری بات: اور اللہ نے تمہیں روزوں کا حکم دیا ہے، اور روزوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی مجمع میں ہو، اس کے پاس ایسی تھیلی ہو جس میں مشک ہو، پس سب لوگ حیرت کر رہے ہوں، یا فرمایا: مشک کی خوشبو ان کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہو اور بیشک روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

چوتھی بات: اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں خیرات کرنے کا حکم دیا ہے، اور اس کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کو دشمن نے قید کیا ہو، پس انھوں نے اس کے ہاتھ کو اس کی گردن سے باندھ دیا ہو، اور انھوں نے اس کو آگے بڑھایا ہو تاکہ اس کی گردن ماریں، پس اس شخص نے کہا: میں تم سے اپنی جان چھڑاتا ہوں، قلیل وکثیر کے ذریعے، یعنی جو کچھ بھی میرے پاس ہے لے لو اور مجھے چھوڑ دو، چنانچہ اس نے اپنے نفس کا ان لوگوں کو بدلہ دیدیا (اور وہ قتل سے بچ گیا، اسی طرح خیرات جہنم سے بچاتی ہے)

پانچویں بات: اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اللہ کو یاد کرو، کیونکہ ذکر اللہ کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے پیچھے دشمن تیزی سے چلا آرہا ہو، یہاں تک کہ جب وہ شخص کسی مضبوط قلعہ پر پہنچا تو اس نے اپنے آپ کو ان دشمنوں سے محفوظ کر لیا، اسی طرح بندہ شیطان سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں کر سکتا مگر ذکر اللہ کے ذریعہ (پیچھے پڑا ہوا دشمن شیطان ہے اور مضبوط قلعہ ذکر اللہ ہے)

(پھر) نبی ﷺ نے فرمایا: اور میں بھی آپ لوگوں کو ایسی ہی پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے: (۱) امیر کی بات سننا (۲) امیر کی فرمانبرداری کرنا (۳) جہاد کرنا (۴) ہجرت کرنا (۵) جماعت مسلمین کے ساتھ لگا رہنا، یعنی ملت میں افتراق پیدا نہ کرنا، کیونکہ جو شخص جماعتِ مسلمین سے بالشت بھر جدا ہوا اس نے اسلام کا پھندا اپنی گردن سے نکال دیا، مگر یہ کہ وہ جماعت کی طرف لوٹ آئے (اور جماعت بھی اس کو قبول کر لے) اور جو شخص جاہلیت جیسی پکاریں پکارتا ہے وہ یقیناً جہنم کے انگاروں میں سے ہے..... پس ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول!

اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو؟ آپؐ نے فرمایا: اگر چہ وہ نماز پڑھتا ہو اور روزہ رکھتا ہو...... پس تم اللہ کی پکار کے ساتھ پکارو (دہائی دو) وہ پکار جس سے اللہ تعالیٰ نے تم مسلمانوں اور مؤمنوں کا نام رکھا ہے (کہو:) اے اللہ کے بندو (آؤ، اور میری مدد کرو)

تشریحات:

۱- ہجرت کی تین قسمیں ہیں: (۱) دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت: جبکہ دارالکفر میں دین پر عمل کرنا نہایت دشوار ہو (۲) دارالبدعت سے دارالسنّت کی طرف ہجرت، یعنی جہاں بدعت کا دور دورہ ہو، اور کوئی امید نہ ہو کہ لوگ سنت پر عمل کریں گے تو وہاں سے ہٹ جاؤ، اور ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں لوگ سنت پر عمل پیرا ہوں (۳) گناہ کی جگہ سے، توبہ کی جگہ کی طرف ہجرت۔ حدیث میں اس شخص کا واقعہ آیا ہے جس نے سو قتل کرنے کے بعد ایک عالم کے ہاتھ پر توبہ کی تھی، اس عالم نے توبہ کے بعد اس شخص کو مشورہ دیا تھا کہ تیرا علاقہ برائی کا علاقہ ہے، پس تو فلاں جگہ چلا جا، جہاں نیک لوگ بستے ہیں، چنانچہ وہ چلا مگر راستہ میں اس کی موت کا وقت آگیا (الی آخرہ) اور حدیث میں ہے: **الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ ما نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ**: (کھرا) مہاجر وہ ہے جو ممنوعات شرعیہ کو چھوڑ دے، اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب وہ گناہوں کے علاقہ کو چھوڑ دے۔

۲- اور پانچواں حکم جماعتِ مسلمین کے ساتھ لگے رہنے کا ہے، جو اجتماعیت کو پارہ پارہ کرتا ہے، چاہے وہ بالشت بھر اجتماعیت سے ہٹے، وہ رفتہ رفتہ اسلام ہی سے نکل جاتا ہے، البتہ اگر وہ اجتماعیت کی طرف لوٹ آئے اور جماعت اس کو قبول بھی کرلے تو پھر وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے (یُرَاجِع: باب مفاعلة سے ہے، یعنی وہ جماعتِ مسلمین کی طرف لوٹے، اور جماعت اس کو قبول کرے)

۳- اور جماعتِ مسلمین سے علحدہ ہونے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کوئی معاملہ پیش آتا ہے تو آدمی عصبیت والی پکاریں پکارتا ہے، جیسے کسی طالب علم کے ساتھ کسی شہری کا کوئی معاملہ پیش آیا تو چاہے طالب علم ناحق ہو مگر وہ طلبہ کو مدد کے لئے پکارتا ہے، اور طلبہ سوچے سمجھے بغیر اس کی مدد کے لئے دوڑتے ہیں، یہ جماعتِ مسلمین میں افتراق پیدا کرنے کی کوشش ہے، اور ایسے لوگ جہنم کا ایندھن ہونگے (جُثَى: الجَثْوَة (ج پر تینوں اعراب) کی جمع ہے: انگارہ)

۴- پھر فرمایا: جماعتِ مسلمین میں افتراق پیدا کرنے والا اگر چہ نماز روزہ کا پابند ہو: جہنم میں جائے گا (اور یہ سوال وجواب جملہ معترضہ ہیں)

۵- اور ایسی صورت میں جب کسی کو مدد کے لئے پکارنا پڑے تو **یا عبادَ اللّٰه!** کہہ کر پکارنا چاہئے، کہو: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا اور مؤمنین کا یہی نام رکھا ہے، سب مسلمان اللہ کے بندے ہیں، اور

ایک جماعت ہیں، یَا لَلْأَ نْصَار! یا یَا لَلْمُهَاجِرِيْن جیسی جاہلیت والی پکاریں مت پکارو، اس سے جماعت میں افتراق پیدا ہوتا ہے۔

[٣-] بابُ ماجاء مَثَلُ الصَّلاَةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ

[٢٨٧٣-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا مُوْسَى بْنُ إِسْمَاعِيْلَ، نَا أَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ، نَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ: أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ، أَنَّ الْحَارِثَ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ يَحْيىٰ بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ: أَنْ يَعْمَلَ بِهَا، وَيَأْمُرَ بنى إِسْرَائِيْلَ أَنْ يَعْمَلُوْا بِهَا، وَإِنَّهُ كَادَ أَنْ يُبْطِئَ بِهَا، فَقَالَ عِيْسَى: إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ: لِتَعْمَلَ بِهَا، وَتَأْمُرَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَنْ يَعْمَلُوْا بِهَا، فَإِمَّا أَنْ تَأْمُرَهُمْ، وَإِمَّا أَنْ آمُرَهُمْ.

فَقَالَ يَحْيىَ: أَخْشَى إِنْ سَبَقْتَنِيْ بِهَا أَنْ يُخْسَفَ بِيْ، أَوْ: أُعَذَّبَ، فَجَمَعَ النَّاسَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَامْتَلَأَ، وَقَعَدُوْا عَلَى الشُّرَفِ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِيْ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ: أَنْ أَعْمَلَ بِهِنَّ، وَآمُرَكُمْ أَنْ تَعْمَلُوْا بِهِنَّ:

أَوَّلُهُنَّ: أَنْ تَعْبُدُوْا اللّٰهَ، وَلاَ تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ: كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ مَالِهِ: بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ، فَقَالَ هٰذِهِ دَارِيْ، وَهٰذَا عَمَلِيْ، فَاعْمَلْ، وَأَدِّ إِلَيَّ، فَكَانَ يَعْمَلُ، وَيُؤَدِّيْ إِلَى غَيْرِ سَيِّدِهِ، فَأَيُّكُمْ يَرْضَى أَنْ يَكُوْنَ عَبْدُهُ كَذٰلِكَ؟

[٢-] وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَكُمْ بِالصَّلاَةِ، فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلاَ تَلْتَفِتُوْا، فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهَ لِوَجْه عَبْدِهِ فِيْ صَلاَتِهِ، مَالَمْ يَلْتَفِتْ.

[٣-] وأَمَرَكُمْ بِالصِّيَامِ، فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِيْ عِصَابَةٍ، مَعَهُ صُرَّةٌ فِيْهَا مِسْكٌ، فَكُلُّهُمْ يَعْجِبُ، أَوْ: يُعْجِبُهُ رِيْحُهَا، وَإِنَّ رِيْحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ.

[٤-] وَأَمَرَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ، فَأَوْثَقُوْا يَدَهُ إِلَى عُنُقِهِ، وَقَدَّمُوْهُ لِيَضْرِبُوْا عُنُقَهُ، فَقَالَ: أَنَا أَفْدِيْهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ، فَفَدَا نَفْسَهُ مِنْهُمْ.

[٥-] وَأَمَرَكُمْ أَنْ تَذْكُرُوْا اللّٰهَ، فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِيْ أَثَرِهِ سِرَاعًا، حَتَّى إِذَا أَتَى عَلَى حِصْنٍ حَصِيْنٍ، فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ، كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لاَيُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ.

قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: " وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ: اللّٰهُ أَمَرَنِيْ بِهِنَّ : السَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَالْجِهَادِ، وَالهِجْرَةِ، وَالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ، فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الإِسْلاَمِ مِنْ

عُنُقِهِ، إلاَّ أَنْ يُرَاجِعَ، وَمَنِ ادَّعَى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثَى جَهَنَّمَ" — فَقَالَ رَجُلٌ: يارسولَ اللّٰهِ! وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ؟ فَقَالَ: "وَإِنْ صَلَّى وَصَامَ" — "فَادْعُوْا بِدَعْوَى اللّٰهِ الَّذِیْ سَمَاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ: عِبَادَ اللّٰهِ!"

هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ غريبٌ، قَالَ محمدُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ: الحَارِثُ الْأَشْعَرِیُّ لَهُ صُحْبَةٌ، وَلَهُ غَيْرُ هٰذَا الحديثِ.

حدثنا مُحمدُ بْنُ بَشَّارٍ، نَا أَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِیُّ، نَا أَبَانُ بْنُ يَزِيْدَ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِیْ كَثِيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ، عَنْ أَبِیْ سَلَّامٍ، عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِیِّ، عَنِ النبیِّ صلى الله عليه وسلم نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ.

هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ، وَأَبُوْ سَلَّامٍ: اسْمُهُ مَمْطُوْرٌ، وَقَدْ رَوَاهُ عَلِیُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيىَ بْنِ أَبِیْ كَثِيْرٍ.

وضاحت: یہ حدیث اعلی درجہ کی صحیح ہے، اور ترمذی کے علاوہ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں بھی ہے، اور نسائی میں بھی اس کا کچھ حصہ ہے …… اس حدیث کے راوی حضرت حارث بن الحارث اشعریؓ شامی صحابی ہیں، امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ان سے اس کے علاوہ حدیث بھی مروی ہے (اور یہ حدیث ان سے صرف ابوسلّام روایت کرتے ہیں) …… پھر امام ترمذیؒ نے حدیث کی دوسری سند پیش کی ہے، اس میں ابوداؤد طیالسی: موسیٰ بن اسماعیل منقری کے متابع ہیں، وہ بھی یہ حدیث ابان بن یزید سے روایت کرتے ہیں …… پھر آخر میں ابان کی متابعت میں علی بن المبارک کی سند پیش کی ہے، وہ بھی یحییٰ بن ابی کثیر سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں …… پھر یحییٰ سے آخر تک ایک سند ہے، اور ابوسلام: یزید بن سلام کے دادا ہیں اور ان کا نام ممطور ہے۔

ملحوظہ: سندوں کی بحث کے آخر میں جو هذا حديثٌ حسنٌ غريبٌ آیا ہے وہ بلا وجہ کی عبارت ہے۔

بابُ ماجاءَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الْقَارِئِ لِلْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقَارِئِ

قرآن پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے مؤمن کی مثال

حدیث: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن جو قرآن کریم پڑھتا ہے اس کا حال تُرنج لیموں جیسا ہے، اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے اور اس کا مزہ بھی۔ اور وہ مؤمن جو قرآن کریم نہیں پڑھتا اس کا حال کھجور جیسا ہے، جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی، مگر اس کا مزہ میٹھا ہوتا ہے، اور وہ (عملی) منافق جو قرآن کریم پڑھتا ہے اس کا حال خوشبودار پھول جیسا ہے، جس کی بو عمدہ ہوتی ہے، مگر اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے، اور وہ (عملی) منافق جو قرآن کریم نہیں پڑھتا، اس کا حال اندرائن جیسا ہے، جس کی بو بھی کڑوی ہوتی ہے اور اس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے۔

تشریح: تُرنج لیموں: پپیتا جیسا ایک قسم کا بڑا لیموں ہے، اردو میں اس کو مالٹا بھی کہتے ہیں، یہ ایک مشہور پھل ہے جو ترش وشیریں ہوتا ہے، اوراس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے...... اور الرَّیحانة: ہر خوشبودار پودے کو اور پھول کو کہتے ہیں، جیسے تُلسی، نازبو اور گلاب کا پھول وغیرہ...... اور الحنظلة: (اندرائن) زمین پر پھیلنے والا ایک پودا ہے اس پر خربوزے جیسے بہت ہی چھوٹے پھل لگتے ہیں، جو نہایت کڑوے ہوتے ہیں۔

[٤-] بابُ ماجاءَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الْقَارِئِ لِلْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقَارِئِ

[٢٨٧٤-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نا أَبُوْ عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِيْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيِّ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُنْجَةِ، رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَايَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ، لَارِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ، رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ لَايَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ، رِيْحُهَا مُرٌّ وَطَعْمُهَا مُرٌّ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ أَيْضًا.

مؤمن کی دو مثالیں

پہلی مثال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤمن کا حال کھیتی جیسا ہے، ہوائیں برابر کھیتی کو جھکاتی ہیں، اسی طرح مؤمن کو بھی برابر آزمائشیں پہنچتی ہیں، اور منافق کا حال درختِ صنوبر جیسا ہے، وہ نہیں ہلتا تا آنکہ وہ جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے۔

تشریح: مثال کے طور پر گیہوں کے کھیت کو ہوائیں اُلٹتی پلٹتی رہتی ہیں، جب مشرق کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو سارے پودے مغرب کی طرف جھک جاتے ہیں، پھر جب مغرب کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو سارا کھیت مشرق کی طرف جھک جاتا ہے، اسی طرح مؤمن بندہ بھی مختلف حالات سے گذرتا ہے، اوراس کے گناہ دھلتے رہتے ہیں، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے، آپ لوگوں نے صنوبر کا درخت نہیں دیکھا، میں نے بھی نہیں دیکھا، یہ ایک قسم کا سَرو ہے جس سے معشوق کے قد اوراس کے خرام کو تشبیہ دی جاتی ہے، پس آپ اس کے بجائے "سفیدے" کی مثال لے لیں، سڑکوں کے کنارے نیل گری کے درخت کھڑے ہیں، ہوائیں ان پر اثر انداز نہیں ہوتیں، وہ کسی طرف نہیں جھکتے، مگر جس دن گرتے ہیں جڑ سے اکھڑ کر گرتے ہیں، اسی طرح منافق کی جب پکڑ ہوتی ہے تو یکبارگی ہوتی ہے۔

دوسری مثال: ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم الجُمَّار: کھجور کے درخت کا گوند جو چربی کی طرح سفید ہوتا ہے، صحابہ کے ساتھ نوش فرما رہے تھے، اس موقعہ پر آپؐ نے فرمایا: درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے (پت جھڑ کے موسم میں) نہیں گرتے، اور وہ درخت مؤمن کی مثال ہے، یعنی جیسے مؤمن سراپا خیر و برکت ہے، اس درخت کا بھی

ہر جزء کارآمد ہے، بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: پس لوگ جنگل کے درختوں میں سوچنے لگے کہ ایسا درخت کونسا ہے؟ اور میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے (آپؓ کے دل میں یہ خیال اس لئے آیا تھا کہ نبی ﷺ کھجور کا گوند کھا رہے تھے، پھر جب کسی نے جواب نہ دیا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے'' پس میں شرمندہ ہوگیا، یعنی میں یہ نہ کہہ سکا کہ میرے دل میں یہ جواب آیا تھا، حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: پھر میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جواب میرے دل میں آیا تھا، پس حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر تم جواب دیتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی اس سے کہ مجھے اتنا اتنا مال مل جائے!

تشریح: علماء نے اس حدیث سے چند مسائل نکالے ہیں:

۱- استاذ کو چاہئے کہ طلبہ کی استعداد کو جانچتا رہے، اور کبھی کبھی ان سے ذرا پیچیدہ سوال کرے، اور دیکھے کہ کس کا مبلغ علم کیا ہے؟

۲- مگر بالکل اندھا سوال نہ کرے، ایسا سوال کرے کہ جواب تک پہنچنے کا کوئی قرینہ موجود ہو، جیسے نبی ﷺ نے کھجور کا گوند کھاتے ہوئے یہ سوال کیا تھا، جو صحابہ کی جواب کی طرف راہنمائی کر رہا تھا، اور حضرت ابن عمرؓ کے ذہن میں اُسی قرینہ سے جواب آیا تھا، اور حدیث میں جو اغلوطات (چیستانوں) سے منع کیا گیا ہے، وہ ایسی ہی اندھی باتوں کی ممانعت ہے جن میں کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

۳- طالب علم کو چاہئے کہ جو بھی جواب ذہن میں آئے، پیش کرے، اگر جواب غلط ہوگا تو استاذ تنبیہ کرے گا، اگر وہ خاموش رہے گا تو اس کی صلاحیت کا اندازہ کیسے ہوگا؟

۴- بیٹے کی ترقی باپ کے لئے خوشی کا سبب ہوتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی کا اظہار کیا ہے کہ اگر تم صحابہ کے سامنے یہ جواب دیتے تو میرا سر فخر سے اونچا ہوجاتا، قرآن میں بھی ہے: ﴿وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾ یعنی اگر بیٹے ایسے قابل ہوں کہ وہ باپ کے ساتھ محفل میں شریک ہوں تو یہ بات باپ کے لئے قابل فخر اور لائق عزت ہے۔

[٢٨٧٥-] حدثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: ''مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ، لَاتَزَالُ الرِّيَاحُ تُفَيِّئُهُ، وَلَايَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ بَلَاءٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْأُرْزِ، لَاتَهْتَزُّ حَتَّى تُسْتَحْصَدَ''، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[٢٨٧٦-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: '' إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَهِيَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ، حَدِّثُوْنِيْ مَا هِيَ؟ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَوَقَعَ النَّاسُ فِيْ شَجَرِ الْبَوَادِيْ، وَوَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ أَنَّهَا النَّخْلَةُ، فَقَالَ

النبيُّ صلى الله عليه وسلم:" هِيَ النَّخْلَةُ " فَاسْتَحْيَيْتُ يَعْنِي أَنْ أَقُوْلَ، قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَحَدَّثْتُ عُمَرَ بِالَّذِيْ وَقَعَ فِيْ نَفْسِيْ، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُوْنَ قُلْتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُوْنَ لِيْ كَذَا وَكَذَا" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ، وفي الباب: عَنْ أَبِيْ هريرةَ.

بابُ ماجاءَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

پانچ نمازوں کی مثال

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: بتلاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر کوئی نہر ہو، جس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو، تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ نے عرض کیا: اس کے میل میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، آپؐ نے فرمایا: یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹادیتے ہیں۔

تشریح: الدَّرَن (میل کچیل) سے صغائر مراد ہیں، کبائر گہرے دھبے ہیں جو توبہ ہی سے مٹ سکتے ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: الصلواتُ الخَمْسُ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ: پانچ نمازیں ان گناہوں کے لئے جو ان کے درمیان ہوئے ہیں کفارہ ہیں جب کبیرہ گناہوں سے بچا جائے (مشکوٰۃ حدیث ۵۶۴ کتاب الصلاۃ کی پہلی حدیث، اور مشکوٰۃ (حدیث ۲۸۶) میں بحوالہ مسلم شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے)

[٥-] بابُ ماجاءَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ

[٢٨٧٧-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا اللَّيْثُ، عَنْ ابنِ الْهَادِ، عَنْ مُحمدِ بْنِ إِبْرَاهِيْمَ، عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْئٌ؟ " قَالُوْا: لَايَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْئٌ، قَالَ: "فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُوْ اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا " وفي الباب: عَنْ جَابِرٍ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ الْقُرَشِيُّ، عَنْ ابنِ الْهَادِ نَحْوَهُ.

بابٌ

اس امت کی مثال

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: مَثَلُ أُمَّتِيْ مَثَلُ المَطَرِ، لَايُدْرَى أَوَّلُه خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ: میری امت کا حال

بارش جیسا ہے، نہیں معلوم کہ شروع کی بارش بہتر ہے یا آخر کی؟

تشریح: مَثَلُ المَطَر: خبر بھی ہوسکتا ہے اور منصوب بنزع خافض بھی، أی کَمَثَل المَطر......اور بارش کبھی شروع کی بابرکت ہوتی ہے اور کبھی آخر کی، اور کوئی نہیں جانتا کہ کونسی بارش بابرکت ہے؟ یہی حال کمالات کے تعلق سے امتِ محمد ﷺ کا ہے......اور اس حدیث میں آخر امت کی جزوی فضیلت ہے، کلی فضیلت قرون مشھود لہا بالخیر کے لئے ثابت ہے، یعنی بعد کے ادوار میں بھی کچھ ایسے باکمال لوگ ہوسکتے ہیں جو قرون ثلاثہ میں نہیں ہوئے، کسی نے کہا ہے: کَمْ تَرَکَ الأوّلُ لِلآخِرِ: اگلوں نے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے! یعنی بعض خوبیاں آخری دور کے لئے باقی ہیں۔

[٦-] بابٌ

[٢٨٧٨-] حدثنا قُتَيْبَةُ، نَا حَمَّادُ بْنُ يَحْيىَ الْأَبَحُّ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "مَثَلُ أُمَّتِیْ مَثَلُ الْمَطَرِ، لَايُدْرَی أَوَّلُهُ خَيْرٌ أَمْ آخِرُهُ"

وفی الباب: عَنْ عَمَّارٍ، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، وَابْنِ عُمَرَ، هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الوَجْهِ، وَيُرْوَی عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِیٍّ: أَنَّهُ كَانَ يُثَبِّتُ حَمَّادَ بْنَ يَحْيیَ الْأَبَحَّ، وَكَانَ يَقُوْلُ: هُوَ مِنْ شُيُوْخِنَا.

وضاحت: حدیث کے راوی حماد بن یحییٰ الأَبَحّ (ح مشدد) ابوبکر سُلمی بصری صدوق راوی ہے، مگر اس کی روایتوں میں غلطی ہوتی ہے، اور حضرت ابن مہدیؒ اس راوی کو ثقہ قرار دیتے تھے: یُثَبِّتُ یعنی جمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: هو مِنْ شُيُوْخِنَا: وہ ہمارے اساتذہ میں سے ہیں، لفظ شیخ سے معمولی درجہ کی تعدیل ہوتی ہے (اور حافظ رحمہ اللہ نے فتح الباری میں فرمایا ہے: هو حديثٌ حسنٌ، له طُرُقٌ، قد يَرْتَقِیْ بها إلی الصحة: یعنی یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے)

بابُ ماجاءَ مَثَلُ ابْنِ آدَمَ، وَأَجَلِهِ، وَأَمَلِهِ

آدمی اس کی موت اور اس کی آرزو کی مثال

حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے دو کنکریاں پھینکیں، ایک قریب، دوسری دور، پھر فرمایا: جانتے ہو یہ دو کنکریاں کس بات کی مثال ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: وہ (دور گئی ہوئی کنکری) آرزو ہے، اور یہ (نزدیک والی کنکری) موت کا مقررہ وقت ہے، یعنی

موت قریب ہے، اور آرزوئیں لمبی ہیں، سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں!

[۷-] بابُ ماجاءَ مَثَلُ ابْنِ آدمَ، وَأَجَلِهِ، وَأَمَلِهِ

[۲۸۷۹-] حدثنا مُحمدُ بْنُ إسْمَاعِيْلَ، نَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيىَ، نَا بَشِيْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيْهِ؛ قَالَ: قَالَ النَبِيُّ صلى الله عليه وسلم: "هَلْ تَدْرُوْنَ مَا مَثَلُ هٰذِهِ وَهٰذِهِ؟" وَرَمَى بِحَصَاتَيْنِ، قَالُوْا: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ! قَالَ: "هٰذَاك الْأَمَلُ، وَهٰذَاكَ الْأَجَلُ" هٰذَا حديثٌ حسنٌ غريبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ.

لوگوں کی صلاحیتوں کی مثال

اب أبواب الأمثال کے آخر میں کچھ متفرق حدیثیں ہیں، جن پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابواب قائم نہیں کئے۔

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: الناسُ كإبلٍ مِأَةٍ لاتَجِدُ فيها رَاحِلَةً أو: لاتَجِدُ فيها إلا راحِلَةً: لوگ سو اونٹوں کی طرح ہیں، جن میں آپ سواری کے قابل ایک اونٹ بھی نہیں پائیں گے، یا فرمایا: جن میں سواری کے قابل آپ صرف ایک اونٹ پاتے ہیں۔

تشریح: امام زہری رحمہ اللہ کے شاگرد معمر کی روایت میں لايَجد الرجلُ فيها راحلةً ہے، یعنی سو اونٹوں میں ایک بھی سواری کے قابل نہیں، اور امام زہری کے دوسرے شاگرد سفیان بن عیینہ کی روایت میں شک ہے کہ نبی ﷺ نے لاتجد فيها راحلةً فرمایا، یا لاتجد فيها إلا راحلة فرمایا (إلا میں شک ہے) پہلی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ سو اونٹوں میں سواری کے قابل ایک بھی نہیں، اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ سو اونٹوں میں ایک اونٹ سواری کے قابل ہے۔ یہ انسانوں کی اعلی صلاحیتوں کی مثال ہے، جیسے ہر اونٹ سواری کے قابل نہیں ہوتا، کوئی ہی اونٹ سواری کے قابل ہوتا ہے، اسی طرح اعلی صلاحیتوں کے لوگ ایک فیصد ہوتے ہیں یا اس سے بھی کم۔

[۲۸۸۰-] حدثنا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ، وَغَيْرُ وَاحِدٍ، قَالُوْا: نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ ابنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رسولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم: "إِنَّمَا النَّاسُ كَإِبِلٍ مِائَةٍ، لَايَجِدُ الرَّجُلُ فِيْهَا رَاحِلَةً" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

[۲۸۸۱-] حدثنا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُوْمِيُّ، نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الإِسْنَادِ نَحْوَهُ، وَقَالَ: "لَاتَجِدُ فِيْهَا رَاحِلَةً أَوْ: لَاتَجِدُ فِيْهَا إِلَّا رَاحِلَةً"

امت کے تعلق سے نبی ﷺ کی مثال

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: میری اور میری امت کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے کوئی آگ جلائی، پس جانور اور پروانے اس میں گرنے لگے، پس میں تمہاری کمریں پکڑنے والا ہوں، اور تم زبردستی اس میں گھسے جارہے ہو۔

تشریح: الفَراش: (بفتح الفاء) تتلی، پروانہ، واحد فَراشة...... الحُجَز : الحُجْزة کی جمع: کمر پر ازار باندھنے کی جگہ، پاجامہ کا کمر بند باندھنے کی جگہ، نیفہ...... تَقَحَّمُوْنَ (باب تفعّل) اس میں ایک ت محذوف ہے، اقْتَحَمَ اور تَقَحَّمَ کے معنی ہیں: انجام سے بے پرواہ ہوکر کسی بڑے کام میں گھسنا، بیڑا اٹھانا۔

تطبیق: آگ جلانے والے اللہ تعالیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجرموں کے لئے دوزخ تیار کی ہے، اور لوگ اندھا دھند دوزخ کی طرف بڑھے جارہے ہیں، اور نبی ﷺ ان کو کمر سے پکڑ کر روک رہے ہیں کہ اللہ کے بندو! کہاں جارہے ہو؟ کس گڑھے میں گر رہے ہو؟ سوچو، سمجھو اور خود کو جہنم سے بچاؤ!

[٢٨٨٢-] حدثنا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ، نَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِيْ هريرةَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: " إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ أُمَّتِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَاراً، فَجَعَلَتِ الدَّوَابُّ وَالْفَرَاشُ يَقَعْنَ فِيْهَا، فَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ، وَأَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِيْهَا " هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

یہود ونصاریٰ اور اس امت کی مثال

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: تمہاری مدتِ عمر: ان امتوں کی بہ نسبت جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں، بس اتنی ہی ہے جتنا عصر کی نماز اور غروب شمس کے درمیان وقت ہے، اور تمہارا حال اور یہود ونصاریٰ کا حال بس اس شخص جیسا ہے جس نے کام کے لئے نوکر رکھے، پس اس نے کہا: کون ہے جو میرے لئے دوپہر تک کام کرے، ایک ایک قیراط پر؟ پس یہود نے ایک ایک قیراط پر کام کیا (پھر وہ کام کی مدت پوری کر کے اجرت لے کر چلے گئے) پھر اس شخص نے کہا: کون ہے جو میرے لئے دوپہر سے نماز عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کرے؟ پس نصاریٰ نے ایک ایک قیراط پر کام کیا، یعنی وہ بھی اپنی مدت پوری کر کے اپنی اجرت لے کر چلے گئے۔ پھر تم لوگ کام کر رہے ہو، نماز عصر سے غروب شمس تک دو دو قیراطوں پر، پس یہود ونصاریٰ غضبناک ہوئے، انھوں نے کہا: کام ہم نے زیادہ کیا، اور مزدوری ہم نے کم پائی! پس مالک نے کہا: کیا میں نے تمہارے حق میں کچھ بھی تم پر ظلم کیا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، پس مالک نے کہا: فإنّه فضلی، أُوْتيه مَنْ أَشَاءُ: پس وہ میری مہربانی ہے، میں جسے چاہوں دوں۔

تشریح: اس حدیث میں اس امت کی دو مثالیں ہیں، پہلی مثال اس بات کی ہے کہ اس امت کی مدتِ عمل یہود ونصاری کے اعتبار سے تھوڑی ہے، اور دوسری مثال اس بات کی ہے کہ یہ امت اجر وثواب میں گذشتہ امتوں سے بڑھی ہوئی ہے، کیونکہ اس امت کے لئے نیکی دس گنا بڑھائی جاتی ہے۔ یہود ونصاری کے لئے یہ ضابطہ نہیں تھا۔

اور دونوں مثالوں کی تفصیل یہ ہے کہ کسی کو کوئی تعمیر کروانی ہے، اور اس کا خیال ہے کہ کام دو پہر تک نمٹ جائے گا، اس لئے وہ آدھے دن کے مزدور لایا، اور ان کی مزدوری ایک ایک قیراط (درہم کا چھٹا حصہ) طے کی، مگر جب دو پہر ہوئی تو دیکھا: کام ابھی باقی ہے، اور مالک کو ان مزدوروں کا کام پسند بھی نہیں آیا، اس لئے اس نے ان کو مقررہ مزدوری دے کر رخصت کر دیا، پھر وہ دوسرے مزدور لایا، اس کا خیال تھا کہ عصر تک کام نمٹ جائے گا، اس نے ان کی مزدوری بھی ایک ایک قیراط مقرر کی، مگر انھوں نے بھی کچھ ڈھنگ سے کام نہیں کیا، عصر کا وقت آ گیا، اور کام ابھی باقی تھا، چنانچہ اس نے مزدوروں کو مقررہ مزدوری دے کر رخصت کر دیا، پھر وہ تیسرے مزدور لایا، اور ان سے کہا: سورج ڈوبنے سے پہلے کام مکمل کرنا ہے، اور میں تمہیں ڈبل مزدوری دونگا، یعنی دو دو قیراط دوں گا، چنانچہ ان مزدوروں نے لگ لپٹ کر سورج ڈوبنے سے پہلے کام تمام کر دیا، مالک نے خوش ہو کر ان کو دو دو قیراط دیئے، پس پہلے دونوں مزدور لڑنے کے لئے آ گئے کہ ہم نے کام زیادہ کیا، اور ہمیں اجرت کم ملی، آقا نے ان سے پوچھا: میں نے تم سے جو مزدوری طے کی تھی وہ پوری دی یا اس میں کچھ کمی کی؟ انھوں نے کہا: نہیں، ہمیں آپ نے پوری مزدوری دی، پس مالک نے کہا: میں نے تیسرے مزدوروں کو جو زائد مزدوری دی ہے وہ میرا انعام ہے، میں اپنی خوشی سے جس کو جو چاہوں دوں، تمہاری میرے جیب پر کچھ اجارہ داری تو نہیں!

[۲۸۸۳-] حدثنا إِسْحَاقُ بْنُ مُوْسَى الأَنْصَارِيُّ، نَا مَعْنٌ، نَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رسولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ:" إِنَّمَا أَجَلُكُمْ فِيْمَا خَلاَ مِنَ الْأُمَمِ، كَمَا بَيْنَ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ، وَإِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً، فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِيْ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِيْ مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ؟ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى عَلَى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ، ثُمَّ أَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلاَةِ الْعَصْرِ إِلَى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلَى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ، فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى وَقَالُوْا: نَحْنُ أَكْثَرُ عَمَلاً وَأَقَلُّ عَطَاءً! فَقَالَ: هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا؟ قَالُوْا: لاَ، قَالَ: فَإِنَّهُ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ!" هٰذَا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ.

تحفۃ الالمعی شرح ترمذی

(حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری مدظلہ نے اپنے موقر سہ ماہی مجلّہ ''زمزم'' (جلد ۱۱ شمارہ ۵، ماہ رمضان وشوال ۱۴۲۹ھ) میں تحفۃ الالمعی پر نہایت دقیع تبصرہ فرمایا ہے اور صاحبِ افادات کی شخصیت کا بھی بھرپور تعارف کرایا ہے، اس جلد کے آخر میں چند صفحات خالی تھے، اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تبصرہ یہاں درج کردوں تاکہ وہ محفوظ ہوجائے۔ اور تحفۃ الالمعی کی ابھی ساتویں جلد آنی ہے اور ممکن ہے شرح آٹھویں جلد میں تمام ہو۔
حسین احمد پالن پوری

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر المدرسین: علمی دنیا میں معروف ومشہور ومحبوب شخصیت سے متعارف ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی پانچ جلدوں میں ان کی اردو شرح رحمۃ اللہ الواسعہ نے حضرت مفتی صاحب کو بلند علمی مقام عطا کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مدظلہ کو تحریر وتقریر کا منفرد اسلوب عطا کیا ہے، مشکل مسائل کو اپنی سادہ زبان میں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ دقیق سے دقیق مسئلہ بھی عام فہم ہوجاتا ہے، یہ وہ کمال ہے جس میں حضرت مفتی صاحب منفرد ہیں۔

ادھر کچھ ہی روز پہلے حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا ایک تازہ علمی شاہکار ترمذی شریف کی درسی تقریر بنام تحفۃ الالمعی کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا، اس کتاب کی اب تک پانچ جلدیں شائع ہوچکی ہیں، جن کے صفحات کی تعداد تقریباً تین ہزار پہونچتی ہے، اور ابھی غالباً اس کی اور بھی دو جلدیں آئیں گی۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے ذمہ عرصہ کئی سال سے ترمذی شریف کا درس متعلق ہے، ان کی درسی تقریر کو ٹیپ کیا گیا اور پھر کیسٹوں کی مدد سے ان کے لائق وفائق فرزند مولانا حسین احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے کاغذ پر منتقل کیا اور پھر مفتی صاحب نے اس پر نظر ثانی کی، نظر ثانی بڑی گہرائی وگیرائی سے کی گئی اس لئے مفہوم ومعنی میں شاید وباید ہی کچھ خلل نظر آتا ہے، طباعتی غلطیاں بھی نہ ہونے کے برابر ہیں، اتنی ضخیم کتاب میں طباعت کی غلطیوں کا نہ ہونا مفتی صاحب دامت برکاتہم کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔

ہماری نظر سے اردو میں متعدد درسی تقریریں مختلف کتب حدیث کی گذری ہیں، مگر یہ پہلی درسی تقریر ہے جس کو فی

الحقیقت درسی تقریر کہا جاسکتا ہے، اور تقریروں میں تحریر کا رنگ نظر آتا ہے، مگر یہ درسی تقریر واقعی درسی تقریر معلوم ہوتی ہے، پڑھو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم درس میں بیٹھے ہیں اور مفتی صاحب اپنے منفرد انداز کلام میں ہم سے مخاطب ہیں، نرم لہجہ، تقریر جامع، ہر حدیث کی شرح ضرورت کے مطابق، نہ بہت زیادہ طویل اور نہ حد درجہ مختصر، احادیث پر محدثانہ کلام، فقہی مسائل میں دقت نظر اور وسعتِ نظر کے ساتھ منصفانہ گفتگو اور ان مسائل کی تشریح و تنقیح، اعتدال وتوازن کے ساتھ مذہب حنفی کی دلائل کی روشنی میں ترجیح، تمام محدثین وفقہاء کرام کا ادب واحترام، گمراہ فرقوں کا تعاقب اور ان کا بلیغ انداز میں رد اور ساتھ ساتھ طلبہ کو پند ونصائح اور ان کی زندگی کو سنوارنے والی باتیں، جگہ جگہ پُر مزاح گفتگو کا انداز اور اس طرح کی بہت سی چیزیں ہیں جس نے اس شرح کو دوسری شرحوں اور درسی تقاریر سے ممتاز کر دیا ہے۔

ہمارے لئے خوشی کی بات یہ ہے کہ اس شرح کے مکمل ہو جانے کے بعد پوری ترمذی شریف کا ترجمہ بھی اہل علم اور طلبہ کے ہاتھ میں ہوگا۔ اب تک کسی حدیث کی کتاب کا مکمل اردو ترجمہ کسی حنفی اہل قلم کے ہاتھ سے میری نظر سے نہیں گذرا۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کی حیات میں برکت دے، آج کے دور قحط الرجال میں ان کی شخصیت ہم جیسے طلبہ کے لئے باعثِ عبرت ہے، حضرت مفتی صاحب نے تھوڑے عرصہ میں پورے ایک ادارہ کا کام کیا ہے، اور کرتے جارہے ہیں، ان کی عمر اگر ڈھل رہی ہے تو ان کے قلم کی جوانی اور اس کی رعنائی بڑھتی جارہی ہے، اور یہ سب اللہ کی توفیق ونصرت کے بعد: برکت ہے کہ مفتی صاحب کو بلاوجہ کی مجلس جمانے سے مطلب نہیں ہے، کثرتِ اختلاط سے ان کو اجتناب ہے، ان کو اپنے وقت کی قدر وقیمت کا اندازہ ہے، مکمل یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، سیاست سے مولانا کا دور کا واسطہ نہیں ہے، علمی کام میں لگے رہنا اور مست رہنا یہی ان کا مزاج اور یہی ان کی طبیعت ہے، اور جب آدمی کام کرتا ہے تو اس کی طبیعت باغ وبہار رہتی ہے، مفتی صاحب باغ وبہار والی اسی طبیعت کے مالک ہیں، نہ زاہد خشک ہیں نہ عالم انا پرست، تواضع اور خوش طبعی کے مالک ہیں، مفتی صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کی اس کتاب میں ان کی زندگی کی ان جھلکیوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے ہم شکر گذار ہیں کہ ان کی کرم فرمائی سے ہمیں اس عظیم اور ضخیم اور بے حد قیع کتاب کی پانچوں مطبوعہ جلدیں بطور ہدیہ دستیاب ہوئیں اور ہم ان سے خوب استفادہ کررہے ہیں۔

بارك الله في حياته وَمَتَّعَهُ بِنُصرته وتائيداتِهِ ووفَّقَه لمزيد خَدَمَاتِ دينهِ وعلومِ دينهِ، وأَدام ظله مع صحته وسلامته وعافيتهِ، وجزاه بما عنده للمحسنين من الخيرات، وقبول الحسنات، والعفو عن السيئات، إنه مجيب للدعوات (آمین)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری کی جملہ تصانیفات

رحمۃ اللہ الواسعہ جلداول	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟	معین الفلسفہ شرح مبادی الفلسفہ
رحمۃ اللہ الواسعہ جلددوم	ڈاڑھی اور انبیاء کی سنتیں	مبادئی الفلسفہ
رحمۃ اللہ الواسعہ جلدسوم	آسان صرف حصہ اول	شرح علل الترمذی
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد چہارم	آسان صرف حصہ دوم	آسان فارسی قواعد حصہ اول
رحمۃ اللہ الواسعہ جلد پنجم	آسان نحو حصہ اول	آسان فارسی قواعد حصہ دوم
حجۃ اللہ البالغہ اول عربی حاشیہ	آسان نحو حصہ دوم	مبادیات فقہ
حجۃ اللہ البالغہ دوم عربی حاشیہ	آسان منطق	عصری تعلیم اور اس کے تقاضے
ہدایت القرآن مجلد اول	اسلام تغیر پذیر دنیا میں	ہادیہ شرح کافیہ
ہدایت القرآن مجلد دوم	حیات امام طحاوی رحمہ اللہ	سنت کی عظمت اور بدعت کی قباحت
ہدایت القرآن مجلد سوم	حیات امام ابوداؤد رحمہ اللہ	آداب اذان واقامت
ہدایت القرآن مجلد چہارم	الكلام المفيد فی تحرير الأسانيد	اصلاح معاشرہ
ہدایت القرآن مجلد پنجم	دین کی بنیادیں اور تقلید کی ضرورت	الخیر الکثیر شرح الفوز الکبیر
ہدایت القرآن پارہ تیس (۳۰)	محفوظات حصہ اول	بکھرے موتی اول
فیض المنعم مقدمہ مسلم	محفوظات حصہ دوم	بکھرے موتی دوم
مفتاح التہذیب شرح تہذیب	محفوظات حصہ سوم	بکھرے موتی سوم
مفتاح العوامل شرح شرح مأۃ عامل	تحفۃ الدرر	بکھرے موتی چہارم
گنجینۂ صرف شرح پنج گنج	تذکرہ مشاہیر محدثین کرام	خط وکتابت کا پتہ
آپ فتوی کیسے دیں؟	حرمت مصاہرت	**مکتبہ حجاز**
العون الکبیر شرح الفوز الکبیر (عربی)	طرازی شرح سراجی	**اردو بازار جامع مسجد دیوبند**
الوافیہ فی شرح ہادیہ	مبادئی الاصول	**ضلع سہارن پور، یو، پی**
الفوز الکبیر جدید تعریب	معین الاصول شرح مبائی الاصول	موبائل نمبر 09358914948